سلسلۂ مطبوعات تعلیم و معارف جامعہ عثمانیہ

تاریخ انگلستان

اراباِلا بی بکلے (مسز فشر) کی کتاب "ہسٹری آف انگلینڈ فار بگنرز"

کا اردو ترجمہ

میٹری کیولیشن کے لئے

مترجمہ

مولوی ظفر علی خاں صاحب بی-اے و مولوی سید علی صاحب بی-اے بیرسٹرایٹ لا

ارکان سررشتۂ تالیف و ترجمہ

جامعۂ عثمانیہ

سنہ ۱۳۳۸ ہجری م ۱۳۲۹ ف م ۱۹۲۰ء

مطبع دارالطبع جامعہ عثمانیہ سرکار عالی حیدرآباد دکن

مقدمہ

دنیا میں ہر قوم کی زندگی میں ایک ایسا زمانہ آتا ہے جب کہ
اس کے قوائے ذہنی میں انحطاط کے آثار نمودار ہونے لگتے ہیں ،
ادہ و اختراع اور غور و فکر کا مادّہ تقریباً مفقود ہو جاتا ہے، تخیل
ی پرواز اور نظر کی جولانی تنگ اور محدود ہو جاتی ہے، علم کا
ار و مدار چند رسمی باتوں اور تقلید پر رہ جاتا ہے ۔ اُس وقت قوم
تو بیکار اور مردہ ہو جاتی ہے یا سنبھلنے کے لئے یہ لازم ہوتا ہے
وہ دوسری ترقی یافتہ اقوام کا اثر قبول کرے ۔ تاریخ عالم کے
دور میں اس کی شہادتیں موجود ہیں ۔ خود ہمارے دیکھتے دیکھتے
اپان پر یہی گذری اور یہی حالت اب ہندوستان کی ہے
جس طرح کوئی شخص دوسرے بنی نوع انسان سے قطع تعلق
کے تنہا اور الگ تھلگ نہیں رہ سکتا اور اگر رہے تو پنپ

نہیں سکتا اسی طرح یہ بھی ممکن نہیں کہ کوئی قوم دیگر
اقوام عالم سے بے نیاز ہو کر پھولے پھلے اور ترقی پائے
جس طرح ہوا کے جھونکے اور ادنیٰ پرندوں اور کیڑے
کوڑوں کے اثر سے وہ مقامات تک ہرے بھرے رہتے ہیں
جہاں انسان کی دسترس نہیں اسی طرح انسانوں اور قوموں کے اثر
بھی ایک دوسرے تک اڑ کر پہنچتے ہیں۔ جس طرح یونان کا اثر روم
اور دیگر اقوام یورپ پر پڑا جس طرح عرب نے عجم کو
اور عجم نے عرب کو اپنا فیض پہنچایا، جس طرح اسلام نے
یورپ میں تاریکی اور جہالت کو مٹا کر علم کی روشنی پہنچائی
اسی طرح آج ہم بھی بہت سی باتوں میں مغرب کے محتاج ہیں
یہ قانون عالم ہے جو یوں ہی جاری رہا اور جاری رہیگا۔

"دئے سے دیا یوں ہی جلتا رہا ہے"

جب کسی قوم کی نوبت یہاں تک پہنچ جاتی ہے اور وہ
آگے قدم بڑھانے کی سعی کرتی ہے تو ادبیات کے میدان میں
پہلی منزل ترجمہ ہوتی ہے۔ اس لئے کہ جب قوم میں جدت
اور اپج نہیں رہی تو ظاہر ہے کہ اس کی تصانیف معمولی،
ادھوری، کم مایہ اور ادنیٰ ہونگی۔ اس وقت قوم کی بڑی خدمت
یہی ہے کہ ترجمہ کے ذریعہ سے دنیا کی اعلیٰ درجہ کی تصانیف اپنی
زبان میں لائی جائیں۔ یہی ترجمے خیالات میں تغیر اور معلومات
میں اضافہ کریں گے، جمود کو توڑیں گے اور قوم میں ایک
نئی حرکت پیدا کریں گے اور پھر آخر یہی ترجمے تصنیف و تالیف

نئے جدید اسلوب اور ڈھنگ سُجھائیں گے۔ ایسے وقت میں ترجمہ تصنیف سے زیادہ قابل قدر، زیادہ مفید اور زیادہ فیض رساں ہوتا ہے۔

اسی اصول کی بنا پر جب عثمانیہ یونیورسٹی کی تجویز پیش ہوئی تو ہز اکزالٹڈ ہائینس رستمِ دوراں ارسطوئے زماں سپہ سالار آصف جاہ مظفر الممالک نظام الملک نظام الدولہ **نواب میر عثمان علیخان بہادر فتح جنگ** جی۔سی۔اس۔آئی۔جی۔سی۔بی۔ای۔والی حیدرآباد دکن خلّد اللہ ملکہٗ و سلطنتہٗ نے جن کی علمی قدردانی اور علمی سرپرستی اس زمانہ میں احیائے علوم کے حق میں آب حیات کا کام کر رہی ہے، بہ تقاضائے مصلحت و دوربینی سب سے اول سررشتۂ تالیف و ترجمہ کے قیام کی منظوری عطا فرمائی، جو نہ صرف یونیورسٹی کے لئے نصاب تعلیم کی کتابیں تیار کریگا بلکہ ملک میں نشر و اشاعتِ علوم و فنون کا کام بھی انجام دیگا۔ اگرچہ اس سے قبل بھی یہ کام ہندوستان کے مختلف مقامات میں تھوڑا تھوڑا انجام پایا مثلاً فورٹ ولیم کالج کلکتہ میں زیر نگرانی ڈاکٹر گلکرسٹ، دہلی سوسائٹی میں، انجمن پنجاب میں زیر نگرانی ڈاکٹر لائٹنر و کرنل ہالرائنڈ، علی گڑھ سائنٹفک انسٹیوٹ میں جس کی بنا سر سیّد احمد خاں مرحوم نے ڈالی۔ مگر یہ کوششیں سب وقتی اور عارضی تھیں۔ نہ اُنکے پاس کافی سرمایہ اور سامان تھا نہ اُنہیں یہ موقع حاصل تھا

اور نہ انہیں اعلیٰحضرت و اقدس جیسے علم پرور فرمانروا کی سرپرستی کا شرف حاصل تھا۔ یہ پہلا وقت ہے کہ اردو زبان کو علوم و فنون سے مالا مال کرنے کے لئے باقاعدہ اور مستقل کوشش کی گئی ہے۔ اور یہ پہلا وقت ہے کہ اردو زبان کو یہ رتبہ ملا ہے کہ وہ اعلیٰ تعلیم کا ذریعہ قرار پائی ہے۔ احیائے علوم کے لئے جو کام آگسٹس نے روم میں، خلافت عباسیہ میں ہارون الرشید و مامون الرشید نے اسپانیہ میں عبدالرحمٰن ثالث نے، بکرماجیت و اکبر نے ہندوستان میں الفرڈ نے انگلستان میں، پیٹر اعظم و کیتھرائن نے روس میں اور مُت شی ہتو نے جاپان میں کیا، وہی فرمانروائے دولت آصفیہ نے اس ملک کے لئے کیا۔ اعلیٰحضرت واقدس کا یہ کارنامہ ہندوستان کی علمی تاریخ میں ہمیشہ فخر و مباہات کے ساتھ ذکر کیا جائیگا۔

منجملہ اُن اسباب کے جو قومی ترقی کا موجب ہوتے ہیں ایک بڑا سبب زبان کی تکمیل ہے۔ جس قدر جو قوم زیادہ ترقی یافتہ ہے اُسی قدر اُس کی زبان وسیع اور اس میں نازک خیالات اور علمی مطالب کے ادا کرنے کی زیادہ صلاحیت ہوتی ہے، اور جس قدر جس قوم کی زبان محدود ہوتی ہے اُسی قدر تہذیب و شایستگی بلکہ انسانیت میں اس کا درجہ کم ہوتا ہے۔ چنانچہ وحشی اقوام میں الفاظ کا ذخیرہ بہت ہی کم پایا گیا ہے۔ علمائے فلسفہ و علم اللسان نے یہ ثابت کیا ہے کہ زبان، خیال اور

خیال، زبان ہے اور ایک مدت کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ انسانی دماغ کے صحیح تاریخی ارتقا کا علم، زبان کی تاریخ کے مطالعہ سے حاصل ہو سکتا ہے۔ الفاظ ہمیں سوچنے میں ویسی ہی مدد دیتے ہیں جیسی آنکھیں دیکھنے میں۔ اس لئے زبان کی ترقی درحقیقت عقل کی ترقی ہے۔

علم ادب اسی قدر وسیع ہے جس قدر حیاتِ انسانی۔ اور اس کا اثر زندگی کے ہر شعبہ پر پڑتا ہے۔ وہ نہ صرف انسان کی ذہنی، معاشرتی، سیاسی ترقی میں مدد دیتا، اور نظر میں وسعت دماغ میں روشنی، دلوں میں حرکت اور خیالات میں تغیر پیدا کرتا ہے بلکہ قوموں کے بنانے میں ایک قوی آلہ ہے۔ قومیت کے لئے ہم خیالی شرط ہے اور ہم خیالی کے لئے ہم زبانی لازم۔ گویا یک زبانی قومیت کا شیرازہ ہے جو اسے منتشر ہونے سے بچائے رکھتا ہے۔ ایک زمانہ تھا جب کہ مسلمان اقطاع عالم میں پھیلے ہوئے تھے لیکن اُن کے علم ادب اور زبان نے انہیں ہر جگہ ایک کر رکھا تھا۔ اس زمانے میں انگریز ایک دنیا پر چھائے ہوئے ہیں لیکن باوجود بُعدِ مسافت و اختلافِ حالات یک زبانی کی بدولت قومیت کے ایک سلسلے میں منسلک ہیں، زبان میں جادو کا سا اثر ہے اور صرف افراد ہی پر نہیں بلکہ اقوام پر بھی اُس کا وہی تسلط ہے۔

یہی وجہ ہے کہ تعلیم کا صحیح اور فطرتی ذریعہ اپنی ہی زبان ہو سکتی ہے۔ اس امر کو اعلیٰحضرت واقدس نے

پہچانا اور جامعۂ عثمانیہ کی بنیاد ڈالی۔ جامعۂ عثمانیہ ہندستان میں پہلی یونیورسٹی ہے جس میں ابتداء سے انتہا تک ذریعۂ تعلیم ایک دیسی زبان ہوگا۔ اور یہ زبان اردو ہوگی۔ ایک ایسے ملک میں جہاں "بھانت بھانت کی بولیاں" بولی جاتی ہیں' جہاں ہر صوبہ ایک نیا عالم ہے' صرف اردو ہی ایک عام اور مشترک زبان ہو سکتی ہے۔ یہ اہل ہند کے میل جول سے پیدا ہوئی اور اب بھی یہی اس فرض کو انجام دیگی۔ یہ اس کے خمیر اور وضع و ترکیب میں ہے۔ اس لئے یہی تعلیم اور تبادلہ خیالات کا واسطہ بن سکتی اور قومی زبان کا دعوے کر سکتی ہے۔

جب تعلیم کا ذریعہ اردو قرار دیا گیا تو یہ کھلا اعتراض تھا کہ اردو میں اعلیٰ تعلیم کے لئے کتابوں کا ذخیرہ کہاں ہے اور ساتھ ہی یہ بھی کہا جاتا تھا کہ اردو میں یہ صلاحیت ہی نہیں کہ اس میں علوم و فنون کی اعلیٰ تعلیم ہو سکے۔ یہ صحیح ہے کہ اردو میں اعلیٰ تعلیم کے لئے کافی ذخیرہ نہیں۔ اور اردو ہی پر کیا منحصر ہے' ہندوستان کی کسی زبان میں بھی نہیں۔ یہ طلب و رسد کا عام مسئلہ ہے۔ جب مانگ ہی نہ تھی تو رسد کہاں سے آتی۔ جب ضرورت ہی نہ تھی تو کتابیں کیونکر مہیا ہوتیں۔ ہماری اعلیٰ تعلیم غیر زبان میں ہوتی تھی' تو علوم و فنون کا ذخیرہ ہماری زبان میں کہاں سے آتا۔ ضرورت ایجاد کی ماں ہے۔ اب ضرورت محسوس ہوئی ہے تو کتابیں بھی

مہیا ہو جائیں گی۔ اسی کمی کو پورا کرنے اور اسی ضرورت کو رفع کرنے کے لئے **سررشتۂ تالیف و ترجمہ** قائم کیا گیا۔ یہ صحیح نہیں ہے کہ اردو زبان میں اس کی صلاحیت نہیں۔ اس کے لئے کسی دلیل و برہان کی ضرورت نہیں **سررشتۂ تالیف و ترجمہ** کا وجود اس کا شافی جواب ہے۔ یہ سررشتہ یہی کام کر رہا ہے۔ کتابیں تالیف و ترجمہ ہو رہی ہیں اور چند روز میں **عثمانیہ یونیورسٹی کالج** کے طالب علموں کے ہاتھوں میں ہونگی اور رفتہ رفتہ عام شائقینِ علم تک پہنچ جائیں گی۔

لیکن اس میں سب سے کٹھن اور سنگلاخ مرحلہ وضع اصطلاحات کا تھا۔ اس میں بہت کچھ اختلاف اور بحث کی گنجائش ہے۔ اس بارے میں ایک مدت کے تجربہ اور کامل غور و فکر اور مشورہ کے بعد میری یہ رائے قرار پائی ہے کہ تنہا نہ تو ماہرِ علم صحیح طور سے اصطلاحات وضع کر سکتا ہے اور نہ ماہرِ لسان۔ ایک کو دوسرے کی ضرورت ہے۔ اور ایک کی کمی دوسرا پورا کرتا ہے۔ اس لئے اس اہم کام کو صحیح طور سے انجام دینے کے لئے یہ ضروری ہے کہ دونوں یک جا جمع کئے جائیں تاکہ وہ ایک دوسرے کے مشورہ اور مدد سے ایسی اصطلاحیں بنائیں جو نہ اہلِ علم کو ناگوار ہوں نہ اہلِ زبان کو۔ چنانچہ اسی اصول پر ہم نے وضعِ اصطلاحات کے لئے ایک ایسی مجلس بنائی جس میں دونوں جماعتوں کے اصحاب شریک ہیں۔ علاوہ ان کے

ہم نے اُن اہلِ علم سے بھی مشورہ کیا جو اس کی خاص اہلیت رکھتے ہیں اور بُعدِ مسافت کی وجہ سے ہماری مجلس میں شریک نہیں ہو سکتے۔ اس میں شک نہیں کہ بعض الفاظ غیر مانوس معلوم ہوں گے اور اہل زبان انہیں دیکھ کر ناک بھوں چڑھائیں گے۔ لیکن اس سے گریز نہیں۔ ہمیں بعض ایسے علوم سے واسطہ ہے جن کی ہوا تک ہماری زبان کو نہیں لگی۔ ایسی صورت میں سوائے اس کے چارہ نہیں کہ جب ہماری زبان کے موجود الفاظ خاص خاص مفہوم کے ادا کرنے سے قاصر ہوں تو ہم جدید الفاظ وضع کریں۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ہم نے محض ٹالنے کے لئے زبردستی الفاظ گھڑ کر رکھ دئے ہیں، بلکہ جس نہج پر اب تک الفاظ بنتے چلے آئے ہیں اور جن اصولِ ترکیب و اشتقاق پر اب تک ہماری زبان کاربند رہی ہے، اس کی پوری پابندی ہم نے کی ہے۔ ہم نے اُس وقت تک کسی لفظ کے بنانے کی جرأت نہیں کی جب تک اُسی قسم کی متعدد مثالیں ہمارے پیش نظر نہ رہی ہوں۔ ہماری رائے میں جدید الفاظ کے وضع کرنے کی اس سے بہتر اور صحیح کوئی صورت نہیں۔ اب اگر کوئی لفظ غیر مانوس یا اجنبی معلوم ہو تو اس میں ہمارا قصور نہیں۔ جو زبان زیادہ تر شعر و شاعری اور قصص تک محدود ہو، وہاں ایسا ہونا کچھ تعجب کی بات نہیں۔ جس ملک سے ایجاد و اختراع کا مادّہ سلب ہو گیا ہو جہاں لوگ نئی چیزوں کے بنانے اور دیکھنے کے عادی نہ ہوں، وہاں جدید الفاظ کا

غیر مانوس اور اجنبی معلوم ہونا موجب حیرت نہیں۔ الفاظ کی حالت بھی انسانوں کی سی ہے۔ اجنبی شخص بھی رفتہ رفتہ مانوس ہو جاتے ہیں۔ اول اول الفاظ کا بھی یہی حال ہے۔ استعمال آہستہ آہستہ غیر مانوس کو مانوس کر دیتا ہے اور صحت و غیر صحت کا فیصلہ زمانہ کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ ہمارا فرض یہ ہے کہ لفظ تجویز کرتے وقت ہر پہلو پر کامل غور کرلیں، آئندہ چل کر اگر وہ استعمال اور زمانہ کی کسوٹی پر پورا اترا تو خود ٹکسالی ہو جائیگا اور اپنی جگہ آپ پیدا کرلیگا۔ علاوہ اس کے جو الفاظ پیش کئے گئے ہیں وہ الہامی نہیں کہ جن میں ردّ و بدل نہ ہو سکے، بلکہ فرہنگِ اصطلاحات عثمانیہ جو زیر ترتیب ہے پہلے اس کا مسودہ اہل علم کی خدمت میں پیش کیا جائے گا اور جہاں تک ممکن ہوگا اس کی اصلاح میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا جائے گا۔

لیکن ہماری مشکلات صرف اصطلاحات علمیہ تک ہی محدود نہیں ہیں۔ ہمیں ایک ایسی زبان سے ترجمہ کرنا پڑتا ہے جو ہمارے لئے بالکل اجنبی ہے، اس میں اور ہماری زبان میں کسی قسم کا کوئی رشتہ یا تعلق نہیں۔ اس کا طرز بیان، ادائے مطلب کے اسلوب، محاورات وغیرہ بالکل جدا ہیں۔ جو الفاظ اور جملے انگریزی زبان میں بالکل معمولی اور روز مرہ کے استعمال میں آتے ہیں، اُن کا ترجمہ جب ہم اپنی زبان میں کرنے بیٹھتے ہیں تو سخت دشواری پیش آتی ہے۔ ان تمام دشواریوں پر

غالب آنے کے لئے مترجم کو کیسا کچھ خونِ جگر کھانا نہیں پڑتا۔ ترجمہ کا کام، جیسا کہ عموماً خیال کیا جاتا ہے، کچھ آسان کام نہیں ہے۔ بہت خاک چھاننی پڑتی ہے تب کہیں گوہر مقصود ہاتھ آتا ہے۔

اس سررشتہ کا کام صرف یہی نہ ہوگا (اگرچہ یہ اس کا فرضِ اولین ہے)، کہ وہ نصاب تعلیم کی کتابیں تیار کرے، بلکہ اس کے علاوہ وہ ہر علم پر متعدد اور کثرت سے کتابیں تالیف و ترجمہ کرائے گا، تاکہ لوگوں میں علم کا شوق بڑھے، ملک میں روشنی پھیلے، خیالات و قلوب پر اثر پیدا ہو، جہالت کا استیصال ہو۔ جہالت کے معنی اب لاعلمی ہی کے نہیں بلکہ اس میں افلاس، کم ہمتی، تنگ دلی، کوتہ نظری، بے غیرتی، بد اخلاقی سب کچھ آجاتا ہے۔ جہالت کا مقابلہ کرکے اسے پس پا کرنا سب سے بڑا کام ہے۔ انسانی دماغ کی ترقی علم کی ترقی ہے۔ انسانی ترقی کی تاریخ علم کی اشاعت و ترقی کی تاریخ ہے۔ ابتدائے آفرینش سے اس وقت تک انسان نے جو کچھ کیا ہے، اگر اس پر ایک وسیع نظر ڈالی جائے تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ جوں جوں علم میں اضافہ ہوتا گیا، پچھلی غلطیوں کی صحت ہوتی گئی، تاریکی گھٹتی گئی، روشنی بڑھتی گئی، انسان میدان ترقی میں قدم آگے بڑھاتا گیا۔ اسی مقدس فرض کے ادا کرنے کے لئے یہ سررشتہ قائم کیا گیا ہے اور وہ اپنی بساط کے موافق اس کے انجام دینے میں کوتاہی نہ کرے گا۔

لیکن غلطی، تحقیق و جستجو کی گھات میں لگی رہتی ہے۔ ادب کا

کامل ذوق سلیم ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتا ۔ بڑے بڑے نقاد اور مبصر فاش غلطیاں کر جاتے ہیں ۔ لیکن اس سے ان کے کام پر حرف نہیں آتا ۔ غلطی ترقی کے مانع نہیں ہے، بلکہ وہ صحت کی طرف رہنمائی کرتی ہے ۔ پچھلوں کی بھول چوک آنے والے مسافر کو رستہ بھٹکنے سے بچا دیتی ہے ۔ ایک جاپانی ماہر تعلیم (بیرن کی کوچی) نے اپنے ملک کا تعلیمی حال لکھتے ہوئے اس صحیح کیفیت کا ذکر کیا ہے جو ہونہار اور ترقی کرنے والے افراد اور اقوام پر گزرتی ہے ۔

"ہم نے بہت سے تجربے کئے اور بہت سی ناکامیاں اور غلطیاں ہوئیں، لیکن ہم نے ان سے نئے سبق سیکھے اور فائدہ اٹھایا ۔ رفتہ رفتہ ہمیں اپنے ملک کی تعلیمی ضروریات اور امکانات کا صحیح اور بہتر علم ہوتا گیا اور ایسے تعلیمی طریقے معلوم ہوتے گئے جو ہمارے اہل وطن کے لئے زیادہ موزوں تھے ۔ ابھی بہت سے ایسے مسائل ہیں جو ہمیں حل کرنے ہیں، بہت سی ایسی اصلاحیں ہیں جو ہمیں عمل میں لانی ہیں، ہم نے اب تک کوشش کی اور ابھی کوشش کر رہے ہیں اور مختلف طریقوں کی برائیاں اور بھلائیاں دریافت کرنے کے درپے ہیں، تاکہ اپنے ملک کے فائدے کے لئے اچھی باتوں کو اختیار کریں اور رواج دیں اور برائیوں سے بچیں۔"

اس لئے جو حضرات ہمارے کام پر تنقیدی نظر ڈالیں انہیں وقت کی تنگی، کام کا ہجوم اور اس کی اہمیت اور ہماری مشکلات پیش نظر رکھنی چاہئیں ۔ یہ پہلی سعی ہے اور پہلی سعی میں کچھ نہ کچھ خامیاں

ضرور رہ جاتی ہیں، لیکن آگے چل کر یہی خامیاں ہماری رہنما بنیں گی اور پختگی اور اصلاح تک پہنچائیں گی۔ یہ نقش اول ہے نقش ثانی اس سے بہتر ہوگا۔ ضرورت کا احساس علم کا شوق، حقیقت کی لگن، صحت کی ٹوہ، جد و جہد کی رسائی خود بخود ترقی کے مدارج طے کرے گی۔

جاپانی بڑے فخر سے یہ کہتے ہیں کہ ہم نے تیس چالیس سال کے عرصے میں وہ کچھ کر دکھایا جس کے انجام دینے میں یورپ کو اتنی ہی صدیاں صرف کرنی پڑیں۔ کیا کوئی دن ایسا آئے گا کہ ہم بھی یہ کہنے کے قابل ہوں گے؟ ہم نے پہلی شرط پوری کر دی ہے یعنی بیجا قیود سے آزاد ہو کر اپنی زبان کو اعلیٰ تعلیم کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ لوگ ابھی ہمارے کام کو تذبذب کی نگاہ سے دیکھ رہے ہیں اور ہماری زبان کی قابلیت کی طرف مشتبہ نظریں ڈال رہے ہیں۔ لیکن وہ دن آنے والا ہے کہ اس ذرّے کا بھی ستارہ چمکے گا، یہ زبان علم و حکمت سے مالا مال ہوگی اور اعلیحضرت واقدس کی نظر کیمیا اثر کی بدولت یہ دنیا کی مہذب و شایستہ زبانوں کی ہمسری کا دعوے کرے گی۔ اگرچہ اُس وقت ہماری سعی اور محنت حقیر معلوم ہوگی، مگر یہی شامِ غربت صبحِ وطن کی آمد کی خبر دے رہی ہے، یہی شبِ بیداری روزِ روشن کا جلوہ دکھائیں گی، اور یہی مشقت اُس قصرِ رفیع الشان کی بنیاد ہوگی جو آئندہ تعمیر ہونے والا ہے۔ اس وقت ہمارا کام صبر و استقلال سے میدان صاف کرنا،

داغ بیل ڈالنا اور نیو کھودنا ہے، اور فرہاد وار شیرینِ حکمت کی خاطر سنگلاخ پہاڑوں کو کھود کھود کر جوئے علم لانے کی سعی کرتا ہے۔ اور گو ہم نہ ہوں گے مگر ایک زمانہ آئیگا جب کہ اس میں علم و حکمت کے دریا بہیں گے اور ادبیات کی افتادہ زمین سرسبز و شاداب نظر آئے گی۔

آخر میں میں سررشتہ کے مترجمین کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اپنے فرض کو بڑی مستعدی اور شوق سے انجام دیا۔ نیز میں ارکانِ مجلسِ وضعِ اصطلاحات کا شکرگزار ہوں کہ ان کے مفید مشورے اور تحقیق کی مدد سے یہ مشکل کام بخوبی انجام پا رہا ہے۔ لیکن خصوصیت کے ساتھ یہ سررشتہ جناب مسٹر محمد اکبر حیدری بی۔ اے معتمد عدالت و تعلیمات و کوتوالی و امور عامہ سرکار عالی کا ممنون ہے جنہیں ابتدا سے قیام و انتظام جامعۂ عثمانیہ میں خاص انہاک رہا ہے۔ اور اگر ان کی توجہ اور امداد ہمارے شریک حال نہ ہوتی تو یہ عظیم الشان کام صورت پذیر نہ ہوتا۔ میں سید راس مسعود صاحب بی۔ اے (آکسن) آئی۔ ای۔ ایس۔ ناظمِ تعلیمات سرکار عالی کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ ان کی توجہ اور عنایت ہمارے حال پر مبذول رہی اور ضرورت کے وقت ہمیشہ بلا تکلف خوشی کے ساتھ ہمیں مدد دی۔

عبد الحق

ناظمِ سررشتۂ تالیف و ترجمہ (عثمانیہ یونیورسٹی)

ارکان دارالترجمہ

ناظم۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مولوی عبدالحق صاحب بی۔ اے

مترجم ریاضیات ۔ ۔ ۔ ۔ قاضی محمد حسین صاحب ایم۔ اے۔ رینگلر

مترجم سائنس ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ چودھری برکت علی صاحب بی۔ ایس۔ سی

مترجم تاریخ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مولوی سید ہاشمی صاحب

مترجم معاشیات ۔ ۔ ۔ ۔ مولوی محمد الیاس صاحب برنی ایم۔ اے

مترجم سیاسیات ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ قاضی تلمذ حسین صاحب ایم۔ اے

مترجم تاریخ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مولوی ظفر علی خاں صاحب بی۔ اے

مترجم فلسفہ و منطق ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مولوی عبدالماجد صاحب بی۔ اے

مولف تاریخ اسلام ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مولوی عبدالحلیم صاحب شرر

مترجم قانون ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مولوی سید علی رضا صاحب بی۔ اے

مترجم کتب عربی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مولوی عبداللہ العمادی صاحب

علاوہ ان مذکورۂ بالا مترجمین کے مولوی حاجی صفی الدین صاحب ترجمہ شدہ کتابوں کو مذہبی نقطۂ نظر سے دیکھنے کے لئے اور نواب حیدر یار جنگ (مولوی علی حیدر صاحب طباطبائی) ترجموں پر نظر ثانی کرنے کے لئے مقرر فرمائے گئے ہیں۔

ارکانِ مجلسِ وضعِ اصطلاحات

مولوی مرزا مہدی خاں صاحب کوکب — وظیفہ یاب سرکارِ عالی (سابق ناظم مردم شماری)

مولوی حمید الدین صاحب بی۔اے — صدر دار العلوم

نواب حیدر یار جنگ (مولوی علی حیدر صاحب طباطبائی)

مولوی وحید الدین صاحب سلیم

مولوی عبد الحق بی۔اے — ناظم سررشتہ تالیف و ترجمہ

علاوہ ان مستقل ارکان کے، مترجمین سررشتہ تالیف و ترجمہ نیز دوسرے اصحاب سے بلحاظ اُنکے فن کے مشورہ کیا گیا۔ مثلاً

خان فضل محمد خانصاحب ایم۔اے رنگلر (پرنسپل سٹی ہائی اسکول حیدرآباد)

مولوی عبد الواسع صاحب (پروفیسر دار العلوم حیدرآباد)

پروفیسر عبد الرحمٰن صاحب بی۔ایس۔سی (نظام کالج)

مرزا محمد ہادی صاحب۔بی۔اے (پروفیسر کرسچن کالج لکھنؤ)

مولوی سلیمان صاحب ندوی

سید راس مسعود صاحب بی۔اے (ناظم تعلیمات حیدرآباد) — وغیرہ

دیباچہ

تاریخ انگلستان مولفۂ بکلے کا ترجمہ مولوی ظفر علیخان صاحب بی۔ اے۔ کے تفویض تھا اور صاحب موصوف نے پچیسویں باب کے نصف تک اُس کا ترجمہ کیا اور وہ طبع بھی ہوگیا تھا بعد ازاں اُس کی تکمیل منجانب محکمہ راقم کے سپرد فرمائی گئی۔

اُس بنا پر مینے ولیم چہارم کی عہد فرماں روائی سے خاتمۂ کتاب تک ترجمہ کیا ہے۔ علاوہ برایں فہرست مضامین، صحت نامہ، فہرست اصطلاحات، تختۂ تلفظ الفاظ جغرافیہ و اسمائے معرفہ اور شجرۂ سلاطین جو کتاب کے شروع میں لگایا گیا ہے میرے لکھے ہوئے ہیں۔ نیز برطانیۂ عظمیٰ و آیرستان کے جغرافیۂ کے متعلق جو (۸) عدد نقشے کتاب میں شامل کئے گئے ہیں محکمے نے ان کو بھی میری ہی نگرانی میں تیار کرایا ہے۔

کتاب کے ابتدائی یک ثلث حصّے تک اصطلاحات مندرجۂ فہرست کی پابندی نہیں کی گئی ہے اور چونکہ یہ اصطلاحات کیمٹی مصطلحات کی منظورہ ہیں اور محکمے کی جانب سے

تاریخ دستور انگلستان اور دوسری انگریزی تاریخوں میں جو نصاب تعلیم جامعۂ عثمانیہ کے لئے ترجمہ ہوکر شایع ہوئی ہیں ان ہی اصطلاحات کا استعمال ہوا ہے لہذا طلبائے میٹریکیولیشن یا مدارس اساتذہ اصطلاحات مندرجۂ فہرست کی پابندی کریں تو نہ صرف سلسلۂ نصاب مذکور میں مطابقت ہوگی بلکہ طالب علموں کو انٹرمیڈیٹ اور بی۔ اے کی کتب تواریخ پر جو اس نصاب کے لئے تیار کی گئی ہیں جلد عبور ہوسکے گا۔

معلوم ہوتا ہے کہ ترجمے میں تیسرے باب کا آخری پیراگراف نظر انداز ہوگیا تھا صحت نامے کی تیاری کیوقت میری نظر اس پر پڑی اور تکمیل باب کی ضرورت سے میں نے اُس کا ترجمہ علحدہ ورق پر کردیا ہے۔ بوقت مطالعہ صفحہ (۵۷) کے ختم پر سلسلۂ مضمون قائم رکھنے کی غرض سے ورق مذکور چسپاں کرلیا جائے تو مناسب ہے۔

خاکسار
سید علی رضا

فہرست مضامین

تاریخی سلسلہ اور سنین کے ساتھ مرتب ہوئی ہے

(طلبہ کی یادداشت کرنے کی غرض سے ذیل کے خلاصہ کے ہر صفحہ پر واقعات کے لحاظ سے سنین درج کئے گئے ہیں لہذا اس جدول کے حوالہ سے جب کسی مضمون کو کتاب میں مطالعہ کرنے کی ضرورت ہو تو سنین مندرجہ سے مدد لیجا سکتی ہے)

حصۂ اول

برطانیہ اور انگلستان کا عہد قدیم

پہلا باب

برطانیہ کا عہد قدیم

دوسرا باب

انگریز انگلستان میں کس طرح آئے

تیسرا باب

قوم ڈین کے ساتھ انگریزوں کی جدوجہد

چوتھا باب

انگلستان میں نارمن قوم کے اثر کا آغاز

آتا ہے ۱۰۵۱ء۔ گاڈون کی واپسی، ۱۰۵۲ء۔ ہیرلڈ کی حکومت وزارت
۱۰۵۵ء کی تسخیر۔ نارتھمبرلینڈ کی بغاوت اور ٹاسٹگ کو باغی قرار دیا جاتا۔ تاج
انگلستان کے دعویدار۔ ہیرلڈ کی قسم۔ ایڈورڈ کی وفات۔ ہیرلڈ ثانی،
۵ جنوری ۱۰۶۶ء ۵۔ جنوری لغایت ۱۴۔ اکتوبر ۱۰۶۶ء۔ اسٹمفرڈ برج کی لڑائی۔ ہیسٹنگز کی
۲۵۔ دسمبر لڑائی، ۱۴۔ اکتوبر ۱۰۶۶ء۔ ہیرلڈ کی موت۔ ولیم کی تاج پوشی۔ انگریز اور
نارمن........ از صفحہ ۵۵ تا صفحہ ۶۲۔

حصۂ دوم

نارمن فتح سے لیکر صدور قبالۂ اعظم تک کے حالات

پانچواں باب

انگلستان میں نارمن حکومت

۱۰۶۶ء ولیم اول ۱۰۶۶ء-۱۰۸۷ء۔ تاج پوشی کی تقریب پر آتش زنی۔ اراضی
کی ضبطی۔ اراضی شاملات خالصہ ہوگئی۔ نظام جاگیری۔ نارمن انگریزوں کو
۱۰۶۹ء حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ قلعوں کی تعمیر۔ انگریزی محبانِ وطن کے
ساتھ معرکہ آرائیاں، ۱۰۶۶ء لغایت ۱۰۷۱ء۔ شمالی علاقہ کی بربادی
محب وطن سرداروں کا خاتمہ ۱۰۷۱ء امن و امان کے سولہ سال۔
حلف اطاعت۔ صدر اسقف لینفرانک ۱۰۷۰ء۔ نیا جنگل۔ کتاب الخراج
۱۰۸۶ء ۱۰۸۶ء۔ ولیم کی مشکلات اور وفات ۹۔ ستمبر ۱۰۸۷ء۔ ولیم روفس المعروف
۱۰۸۷ء بہ شاہ سُرخ رنگ ۱۰۸۷ء-۱۱۰۰ء۔ شکل و شباہت اور سیرت۔ اُمرا کی

بغاوت ۱۰۸۸ء ۔ انگریزی قوم بادشاہ کا ساتھ دیتی ہے۔ نارمن معرکہ
اور انگریزی روپیہ۔ رالف فلامبرڈ میر عدل۔ مردم آزاری۔ قیمبرویلز۔ ۱۰۹۱ء
کمبرلینڈ کا الحاق انگلستان کے ساتھ۔ انسلم اسقف اعظم۔ رابرٹ پہلی ۱۰۹۳ء
صلیبی مہم پر جاتا ہے ۱۰۹۶ء۔ ولیم سرخ رنگ کی وفات ۱۱۰۰ء ۱۰۹۶ء
ہنری اول الملقب بہ "بوکلارک" (بانکا ادیب) ۱۱۰۰ء لغایت ۱۱۰۰ء
۱۱۳۵ء۔ ہنری اول کی سیرت۔ اسکا قبالہ۔ ایک انگریزی شاہزادی
کے ساتھ اُسکی شادی۔ ٹینچی بیرائی کی لڑائی ۱۱۰۶ء۔ رابرٹ قید کردیا ۱۱۰۶ء
گیا۔ نئے امرانے انگریزی قومیت اختیار کرلی۔ انگریزی زبان میں
فرانسیسی الفاظ۔ اسقف راجر میرعدل مقرر ہوا۔ محکمۂ خزانہ۔ شہرودیسہ ۱۱۲۰ء
فلیمنگ پارچہ باف اور سسٹرشین راہب۔ اساقف کا امتحان اور پاپائے ۱۱۲۵ء
روما کا سفیر۔ ہنری کا اکلوتا بیٹا ڈوب گیا ۱۱۲۰ء۔ ہنری اُمرا کو ۱۱۲۵ء
مجبور کرتا ہے کہ میٹلڈا اور اس کے بیٹے کو اپنا فرمانروا تسلیم کریں

.... از صفحہ ۷۴ تا صفحہ ۱۰۴۔

چھٹا باب

اسٹیفن کا عہد حکومت

فساد اور شورش سے بھرا ہوا انیس سال کا زمانہ

۱۱۳۵ء لغایت ۱۱۵۴ء

اسٹیفن کے دعاوی۔ جھنڈے کی لڑائی ۱۱۳۸ء۔ میرعدل اور ۱۱۳۸ء

۱۱۳۹ وزیر خزانہ کی گرفتاری۔ میٹلڈا کی انگلستان میں لشکر اندازی سنہ ۱۱۳۹ء
میٹلڈا انگلستان سے رخصت ہوتی ہے سنہ ۱۱۴۸ء۔ رعایا کے مصائب۔
۱۱۵۳ء مذہبی احیا۔ عہدنامہ ولنگفرڈ سنہ ۱۱۵۳ء...... از صفحہ ۱۰۵ تا صفحہ ۱۱۱۔

ساتواں باب

ہنری پلینٹیجینٹ اور اُس کے بیٹے

۱۱۵۴ ہنری ثانی سنہ ۱۱۵۴ء لغایت سنہ ۱۱۸۹ء۔ ہنری کے مقبوضات اور اُسکا
۱۱۶۳ عہد۔ شکل و شباہت اور سیرت و شمائل۔ ٹامس بیکٹ وزیر خزانہ مقرر ہوا
۱۱۶۴ محصول جنگ۔ عدالتی حلقے اور جوریاں (پنچائتیں)۔ کلیرنڈن کی دفعات سنہ
۱۱۶۴ عیسوی دارالعلوم آکسفرڈ کے اولین طالب علم۔ بیکٹ کا تقرر
صدر اُسقفی کی خدمت پر۔ پادریوں کے مقدمات کی سماعت۔ شہزادہ
۱۱۷۰ ہنری کی تاج پوشی۔ بیکٹ کا قتل ۲۹۔ دسمبر سنہ ۱۱۷۰ء۔ لینسٹر کی تسخیر۔
ہنری ثانی فرماں روائے آئرلینڈ سنہ ۱۱۷۱ء۔ ہنری کے بیٹوں کی بغاوت
۱۱۸۱ ہنری کا کفارہ اور اپنے حریفوں پہ غلبہ۔ فوج ردیف کا قیام سنہ ۱۱۸۱ء۔
۱۱۸۹ء ہنری کی وفات سنہ ۱۱۸۹ء۔

رچرڈ الملقب بہ شیردل سنہ ۱۱۸۹ء لغایت سنہ ۱۱۹۹ء۔ رچرڈ حقیقی
معنوں میں انگلستان کا بادشاہ نہ تھا۔ رچرڈ عہدے اور منصب
۱۱۹۱ فروخت کرتا ہے۔ لانگ شانی کا عزل سنہ ۱۱۹۱ء۔ لندن کا پہلا رئیس
۱۱۹۴ سنہ ۱۱۹۱ء۔ رچرڈ کا فدیہ سنہ ۱۱۹۴ء۔ رچرڈ کی دوسری آمد مارچ تا مئی
سنہ ۱۱۹۴ء۔ غیر ملکی لڑائیوں کے لئے روپیہ دینے سے اساقف کا

۱۱۹۹ء انکار۔ رچرڈ کی وفات ۱۱۹۹ء۔

۱۱۹۹ء جان الملقب بہ منوس ۱۱۹۹ء لغایت ۱۲۱۶ء۔ جان کی سیرت
آرتھر اور شاہ فرانس کے ساتھ جنگ۔ آرتھر کا قتل ۱۲۰۳ء۔ نارمنڈی
اور انجو کے علاقے جان کے قبضہ سے نکل گئے۔ اسٹیفن لینگٹن کا
انتخاب۔ انگلستان کے لئے مذہبی بندش ۱۲۰۸ء تا ۱۲۱۳ء کلیسا سے جان
۱۲۰۹ء کا اخراج ۱۲۰۹ء۔ جان پاپا کی اطاعت قبول کرتا ہے۔ قوم کی
۱۲۱۳ء بڑھتی طاقت۔ اُمرا کی طرف سے قبالۂ آزادی کا مطالبہ۔ جان
۱۲۱۵ء منشور اعظم پر دستخط کرتا ہے ۱۲۱۵ء۔ منشور اعظم کے فوائد۔ جان
اور اُس کے اُمرا کی جنگ۔ لوئی فوج لیکر آتا ہے۔ جان کی وفات
۱۲۱۶ء .... از صفحہ ۱۱۲ تا صفحہ ۱۴۴۔

حصۂ سوم

انگریزی پارلیمنٹ کی اٹھان

آٹھواں باب

اُمرا کی جنگ

ہنری سوم ۱۲۱۶ء لغایت ۱۲۷۲ء

۱۲۱۶ء نوعمر ہنری کی تخت نشینی ۲۸۔ اکتوبر ۱۲۱۶ء شہزادہ لوئی کی
۱۲۱۷ء فرانس کو مراجعت ۱۲۱۷ء۔ بادشاہ کا عہد طفولیت ۱۲۱۶ء لغایت ۱۲۲۷ء

نواں باب

ویلز اور اسکاٹ لینڈ کے ساتھ کشمکش

سنہ ۱۲۹۰ء کو معاوضہ۔ تخت اسکاٹ لینڈ خالی رہگیا سنہ ۱۲۹۰ء۔ جان بیلئیل کا انتخاب

سنہ ۱۲۹۶ء / ۱۲۹۷ء سنہ ۱۲۹۲ء۔ اسکاٹ لینڈ میں پہلی جنگ سنہ ۱۲۹۶ء ولیم والس سنہ ۱۲۹۷ء

ایڈورڈ بھاری محصول لگاتا ہے سنہ ۱۲۹۷ء۔ پارلیمنٹ بادشاہ سے آزادی

کے قبالے حاصل کرتی ہے سنہ ۱۲۹۷ء۔ جنگ فالکرک سنہ ۱۲۹۸ء۔ والس

سولی پر لٹکا دیا جاتا ہے ۲۴۔ اگست سنہ ۱۳۰۵ء۔ بروس کے ہاتھوں

سنہ ۱۳۰۶ء کامن کا قتل ماہ فروری سنہ ۱۳۰۶ء۔ رابرٹ بروس بادشاہ اسکاٹ لینڈ

سنہ ۱۳۰۷ء بنایا جاتا ہے ۲۵۔ مارچ سنہ ۱۳۰۶ء۔ ایڈورڈ کا آخری سفر سنہ ۱۳۰۷ء۔

ایڈورڈ دوم

سنہ ۱۳۰۷ء لغایت سنہ ۱۳۲۷ء

سنہ ۱۳۰۸ء گیوسٹن۔ مجلس فرمان فرمایان سنہ ۱۳۱۰-۱۳۱۱ء۔ گیوسٹن کا قتل

سنہ ۱۳۱۲ عیسوی۔ جنگ بینک برن ۲۴۔ جون سنہ ۱۳۱۴ء

اسکاٹ لینڈ کی آزادی۔ قحط اور شورش۔ نیا مصاحب

سنہ ۱۳۲۲ء ہیوڈیسپینسر سنہ ۱۳۲۰-۱۳۲۶ء۔ لینکسٹر کا قتل سنہ ۱۳۲۲ء۔

وضع قوانین میں عوام کا حصہ سنہ ۱۳۲۲ عیسوی۔

ایڈورڈ دوم تخت سے اتار کر قتل کر دیا سنہ ۱۳۲۷ء

.... از صفحہ ۱۹۲ تا صفحہ ۱۹۳۔

دسواں باب

جنگ صد سالہ۔ کسانوں کی بغاوت

ایڈورڈ سوم ۱۳۲۷ء نہایت ۱۳۷۷ء۔ بادشاہ کا عہد طفولیت ۱۳۲۷-۱۳۳۰ء ۱۳۲۷
مارٹیمر کا انجام۔ فرانس کے ساتھ نزاع کے اسباب۔ ایڈورڈ سے
اہل فلینڈرز کی استمداد۔ ایڈورڈ تخت فرانس کا دعوے کرتا ہے
دور مروت۔ جنگ صد سالہ پہلا معرکہ ۱۳۳۸-۱۳۴۰ء۔ محاصرہ کے نئے ۱۳۴۰
طبقہ کارٹر ۱۳۴۸ء۔ دوسرا معرکہ ۱۳۵۵-۱۳۶۰ء۔ تیسرا معرکہ ۱۳۶۹-۱۳۷۴ء ۱۳۵۵
نشو و نما کے قوم ۱۳۲۷-۱۳۴۹ء۔ اراضیات کے پٹے اور کاشتکار طاقتوں
کو آزادی۔ حرفت اور تجارت کی ترقی۔ اُمرا اور عوام و زیر خزانہ کی
حمایت کرتے ہیں۔ طاعون۔ سرمایہ اور محنت کی آویزش۔ قانون
مزدوران۔ چاسر اور لینگلینڈ کی تصانیف۔ جان وکلف۔ اصلاحات ۱۳۶۷
پارلیمنٹ۔ قانون امتناع مداخلت پاپا۔ آئین کلکنی ۱۳۶۷ء۔ نیک پارلیمنٹ ۱۳۷۶
۱۳۷۶ء۔ شہزادہ سیاہ پوش کی وفات ۱۳۷۶ء۔ پہلا کلیسا ۱۳۷۷ء۔ ۱۳۷۷
رچرڈ دوم ۱۳۷۷ء نہایت ۱۳۹۹ء۔ کلیسا سے نفرت۔ کسانوں کا ۱۳۷۷
مفسدہ ۱۳۸۱ء۔ رچرڈ اپنی رعایا سے دو چار ہوتا ہے۔ غلامی بتدریج ۱۳۸۱
مٹ جاتی ہے۔ پارلیمنٹ کا اقتدار۔ گیارہ اراکین کی مجلس ۱۳۸۶ء۔ ۱۳۸۷
بیرحم پارلیمنٹ ۱۳۸۸ء۔ رچرڈ عنان حکومت خود اپنے ہاتھ میں لیتا ہے
۱۳۸۹ عیسوی۔ دوسرا قانون امتناع مداخلت پاپا ۱۳۸۹ء۔ رچرڈ کا ۱۳۸۹
انتقام ۱۳۹۷ء۔ رچرڈ کی خود مختاری۔ ہنری ایرہیرفرڈ کی جلاوطنی ۱۳۹۸ء ۱۳۹۷

۱۳۹۹ء | ...کا زوال ۱۳۹۹ء۔ رچرڈ کی مفقود الخبری ۱۳۱۶ء سے لیکر ۱۳۹۹ء تک کے واقعات کا خلاصہ .... از صفحہ ۱۹۳ تا صفحہ ۲۲۲

حصۂ چہارم

جنگ گلاب

گیارہواں باب

خاندان لینکسٹر

۱۳۹۹ء | ہنری چارم ۱۳۹۹ء تا نہایت ۱۴۱۳ء۔ ہشتاد سالہ نزاعی دور۔
۱۴۰۲ء | ہنری کے خلاف بغاوتیں ۱۴۰۰-۱۴۰۹ء۔ جنگ ہالڈن ہل ۱۴۰۲ء
۱۴۰۳ء | امرائے خاندان پرسی اور گلینڈ ڈوور کی بغاوت ۱۴۰۳ء۔ موبرے اور اسکروپ کی بغاوت ۱۴۰۵ء۔ ان کا زمانہ ۱۴۰۵-۱۴۱۳ عیسوی۔ دارالعوام
۱۴۰۷ء | کو روپیہ کی منظوری دینے کا حق حاصل ہوتا ہے ۱۴۰۷ء۔ قانون انسداد الحاد ۱۴۰۱ء۔ ٹامس بوفرٹ وزیر خزانہ ۱۴۰۹ء۔

۱۴۱۳ء | ہنری پنجم ۱۴۱۳ء تا نہایت ۱۴۲۲ء۔ مسودات قانون کی بلا ترمیم منظوری ۱۴۱۴ء۔ باشندگان ممالک غیر کی موقوفہ املاک پر بادشاہ کا
۱۴۱۴ء | قبضہ ۱۴۱۴ء۔ ہنری پنجم کی طاقت اور ہردلعزیزی۔ قوم کی حالت دارالعوام میں فرقہ لولارڈ کی بغاوت ۱۴۱۴ء۔ جنگ فرانس کی تجدید کے اسباب۔ محاصرۂ ہارفلیور اگست ۱۴۱۵ء عیسوی۔
۱۴۱۵ء | جنگ اژن کور اکتوبر ۱۴۱۵ء۔ محاصرہ رواں ۱۴۱۵ء۔ ہنری نائب السلطنت

۱۴۲۲ فرانس مقرر ہوا سنہ ۱۴۲۰ء۔ شاہان انگلستان و فرانس کی وفات سنہ ۱۴۲۲ء
۱۴۲۲ ہنری ششم سنہ ۱۴۲۲ء لغایت سنہ ۱۴۶۱ء۔ شہزادہ کے عہد طفولیت
میں حکومت کا انتظام محاصرہ آرلینس سنہ ۱۴۲۸-۱۴۲۹ء۔ جین ڈارک
کی داستان سنہ ۱۴۲۹-۱۴۳۱ء۔ جین ڈارک کی موت سنہ ۱۴۳۰ء۔ جنگ صد سالہ
۱۴۵۳ کا خاتمہ سنہ ۱۴۵۳ء۔ گلاسٹر اور بوفرٹ کے جھگڑے۔ پارلیمنٹ
۱۴۵۰ کا انحطاط۔ لٹمیت پارلیمنٹ۔ ہنری ششم کی سیرت۔ گلاسٹر اور سفک
کا قتل سنہ ۱۴۴۷-۱۴۵۰ء جیک کیڈ کی بغاوت۔ رچرڈ امیر یارک
۱۴۵۵ محافظ سلطنت قرار پایا سنہ ۱۴۵۵ء۔ جنگ سنیٹ آلبنز ۲۲۔ مئی سنہ ۱۴۵۵ء جنگ گلاب
۱۴۵۵ء لغایت سنہ ۱۴۸۵ء۔ مسودۂ قانون خلاف ورزی باسرکار۔ جنگ
۱۴۶۰ نارتھمپٹن جولائی سنہ ۱۴۶۰ء۔ جنگ ویکفیلڈ ۲۴۔ دسمبر سنہ ۱۴۶۰ء۔ جنگ
مارٹیمرس کراس سنہ ۱۴۶۱ء۔ ایڈورڈ کی بادشاہی کا اعلان سنہ ۱۴۶۱ء
۱۴۶۱ جنگ ٹوٹن ۲۹۔ مارچ سنہ ۱۴۶۱ء .... از صفحہ ۲۳۲ تا صفحہ ۲۶۵

بارھواں باب

خاندان یارک

۱۴۶۱ ایڈورڈ چہارم سنہ ۱۴۶۱ء لغایت سنہ ۱۴۸۳ء۔ ہنری ششم کی نظر بندی
۱۴۶۹ قلعہ لندن میں۔ شاہی عقد۔ جنگ ایجکوٹ سنہ ۱۴۶۹ء۔ وارک مارگرٹ
سے ملتا ہے۔ ایڈورڈ کا فرار۔ ہنری ششم چھ مہینے پھر بادشاہی کرتا ہے
۱۴۷۱ ایڈورڈ واپس ہوتا ہے سنہ ۱۴۷۱ء۔ جنگ ٹیوکسبری ۴۔ مئی سنہ ۱۴۷۱ء۔ طبقۂ متوسط
۱۴۷۵ کی خوشحالی۔ ہوایا۔ امیر کلارنس کا قتل سنہ ۱۴۷۸ء کیکسٹن اور اسکا مطبع سنہ ۱۴۷۶ء

ایڈورڈ پنجم اپریل نغایت جون سنہ ۱۴۸۳ء۔ ریورس اور گرے کی ۱۴۸۳ء
گرفتاری۔ رچرڈ کا تقرر بحیثیت نائب السلطنتہ ۹۔ مئی سنہ ۱۴۸۳ء۔ رچرڈ کی ۹ مئی
سیرت۔ لارڈ ہیسٹنگز کا قتل ۱۳۔ جون سنہ ۱۴۸۳ء۔ شہزادے غیر صحیح النسب نغایت ۲۵۔ جون
قرار دئے گئے۔

رچرڈ سوم سنہ ۱۴۸۳ء نغایت سنہ ۱۴۸۵ء۔ شہزادوں کے قتل کے چرچے ۱۴۸۳ء
رچرڈ کے عہد کے اصلاحات۔ ہنری ٹیوڈر کو انگلستان آنے کی دعوت۔
ہنری امیر رچمنڈ کی لنگر اندازی ۷۔ اگست سنہ ۱۴۸۵ء۔ میدان باسورتھ کی ۱۴۸۵ء
لڑائی ۲۲۔ اگست سنہ ۱۴۸۵ء۔ جنگ گلاب کا خاتمہ۔ قرون وسطیٰ میں
انگلستان اور برّاعظم یورپ کے گہرے تعلقات۔ قدیم طبقۂ امرا کی
بربادی۔ سربراہی کا دستور۔ قرون وسطیٰ کی تحویل ازمنۂ جدیدہ میں
... . از صفحہ ۲۶۶ تا صفحہ ۲۸۸۔

حصۂ پنجم

بادشاہان ٹیوڈر

تیرھواں باب

دورِ اصلاح مذہب

ہنری ہفتم سنہ ۱۴۸۵ء نغایت سنہ ۱۵۰۹ء۔ ہنری ہفتم کی صورت اور ۱۴۸۵ء
سیرت۔ فرقِ وارک کی بغاوتیں لیمبرٹ سمنل سنہ ۱۴۸۷ء۔ آئرلینڈ ۱۴۸۷ء
کی حالت۔ پائینگز کا قانون۔ اسٹار چیمبر کی عدالت۔ پرکن وارِ بیک ۱۴۹۴ء

سنہ ۱۴۹۶-۱۴۹۷ء۔ پرکن کا قلعہ لندن میں قید ہونا سنہ ۱۴۹۹ء۔ ہنری کا استقلال بالجبر
سنہ ۱۵۰۱ اور خود مختارانہ حکومت۔ کیتھرائن شہزادی ایراگان کے ساتھ آرتھر
سنہ ۱۵۰۲ کا عقد۔ مارگرٹ اور جیمز چہارم شاہ اسکاٹ لینڈ کا عقد۔ ہنری شہزادہ ویلز
سنہ ۱۴۹۸ کا۔ نکاح اپنی بیوہ بھاوج کے ساتھ۔ کولمبس کے اکتشافات سنہ ۱۴۹۲ء
واسکوڈی گاما اور کیبٹ۔ علوم جدیدہ سنہ ۱۴۹۶ء

سنہ ۱۵۰۹ ہنری ہشتم سنہ ۱۵۰۹ء لغایت سنہ ۱۵۴۷ء۔ ہنری ہشتم کی سیرت۔ موجودہ
سنہ ۱۵۱۳ برطانوی بیڑے کا بانی ہنری ہشتم تھا۔ جنگ ہمیز ۱۶۔ اگست سنہ ۱۵۱۳ء۔
فرانسیس اول شاہ فرانس سنہ ۱۵۱۵ء۔ جنگ فلاڈن ۹۔ ستمبر سنہ ۱۵۱۳ء
سنہ ۱۵۱۵ جنگ سالوے ماس سنہ ۱۵۴۲ء۔ وُلزی کی وزارت سنہ ۱۵۱۵ء لغایت سنہ ۱۵۲۹ء
سنہ ۱۵۲۰ سیاسیات یورپ میدان فرش زرتار سنہ ۱۵۲۰ء۔ فرانس کے ساتھ اتحاد
سنہ ۱۵۲۹ ہنری کیتھرائن کو طلاق دینا چاہتا ہے۔ وُلزی کا عزل سنہ ۱۵۲۹-۱۵۳۰ء۔ ہفت سالہ
پارلیمنٹ سنہ ۱۵۲۹ء لغایت سنہ ۱۵۳۶ء۔ ٹامس کرامویل کی وزارت سنہ ۱۵۳۰ء۔
لغایت سنہ ۱۵۴۰ء۔ ہنری کلیسا کا پیشوائے اعلیٰ کرلیا جاتا ہے سنہ ۱۵۳۵ء۔
سنہ ۱۵۳۳ کیتھرائن کو طلاق اور این بولین سے عقد سنہ ۱۵۳۳ء۔ ویلز میں قانون
سنہ ۱۵۳۵ انگلستان کا نفاذ سنہ ۱۵۳۳ء۔ قانون بغاوت۔ سرٹامس مور۔ رعایا کی حالت
لوتھر اور زوئنگلی۔ انگلستان میں مذہبی تبدیلیاں۔ خانقاہوں کی بتاہی
سنہ ۱۵۳۶ سنہ ۱۵۳۶-۱۵۳۹ء۔ این بولین کا قتل اور جین سی مور کے ساتھ عقد
سنہ ۱۵۳۶ء۔ ملک کے شمال و مغرب میں بغاوتیں۔ شہزادہ ایڈورڈ
سنہ ۱۵۳۷ کی ولادت ۱۲۔ اکتوبر سنہ ۱۵۳۷ء۔ این شہزادی کلیوز
سنہ ۱۵۴۰ کے ساتھ نکاح اور پھر علیحدگی سنہ ۱۵۴۰ء۔ کرامویل کا قتل ۲۸۔
جولائی سنہ ۱۵۴۰ء۔ کیتھرائن ہاورڈ کے ساتھ عقد سنہ ۱۵۴۰ء۔ کیتھرائن ہاورڈ

کا قتل سنہ ۱۵۴۷ء۔ عبادت کے انگریزی دستورالعمل کا رواج۔ قانون جانشینی سنہ ۱۵۴۷ء

.... از صفحہ ۲۹۰ تا صفحہ ۳۲۷۔

چودھواں باب

مسیحیت کی دونوں شاخوں کی آویزش

ایڈورڈ ششم سنہ ۱۵۴۷ء لغایت سنہ ۱۵۵۳ء۔ ایڈورڈ ششم ایک پکا پروٹسٹنٹ سنہ ۱۵۴۷ء
تھا۔ امیر کبیر سامرسیٹ کا تقرر محافظ سلطنت کے منصب پر۔ اسکاٹ لینڈ
پر بے سود حملہ سنہ ۱۵۴۷ء۔ پروٹسٹنٹ اصلاحات۔ مغربی اضلاع کی بغاوت۔ سنہ ۱۵۴۸ء
نارفک میں بغاوت سنہ ۱۵۴۹ء۔ سکۂ رائج الوقت میں کھوٹ کی ملاوٹ ۱۵۴۹ء
سامرسیٹ کا قتل سنہ ۱۵۵۲ء۔ امیر وارک محافظ سلطنت مقرر ہوتا ہے
دوسرا قانون وحدت عمل سنہ ۱۵۵۲ء۔ ایڈورڈ ششم کے ابتدائی مدارس۔ سنہ ۱۵۵۲ء
جانشینی کے لئے لیڈی جین گرے کی نامزدگی۔
میری سنہ ۱۵۵۳ء لغایت سنہ ۱۵۵۸ء۔ لیڈی جین گرے کی فرماں روائی کا اعلان سنہ ۱۵۵۳ء
لندن میں ۱۰۔ جولائی سنہ ۱۵۵۳ء۔ میری کی فرماں روائی اعلان لندن میں
۱۹۔ جولائی سنہ ۱۵۵۳ء۔ کیتھلک مذہب کی تجدید۔ میری کی سیرت۔ ملکہ کے
عقد کی تجویز۔ وایٹ کی بغاوت ماہ فروری سنہ ۱۵۵۴ء۔ لیڈی جین گرے سنہ ۱۵۵۴ء
اور دیگر اشخاص کا قتل۔ ملکہ کا عقد ماہ جولائی سنہ ۱۵۵۴ء۔ پاپا کے
وکیل مطلق کی آمد۔ امرا کی طرف سے کلیسا کی جائداد کی بحالی کا انکار۔
فرقہ پروٹسٹنٹ پر سختیاں سنہ ۱۵۵۵ء لغایت سنہ ۱۵۵۶ء۔ ہیپر، رڈلی اور کرانمر کا زندہ سنہ ۱۵۵۶ء
جلایا جانا۔ کیلے کا انگریزی قبضہ سے نکل جانا سنہ ۱۵۵۸ء...... از صفحہ ۳۲۸ تا صفحہ ۳۶۳ سنہ ۱۵۵۸ء

پندرھواں باب

دور فرحی و فراخی

۱۵۵۸ء الیزبتھ ۱۵۵۸ء لغایت ۱۶۰۳ء۔ الیزبتھ کی سیرت۔ انگلستان
۱۵۵۹ء کی ابتر حالت۔ برّ اعظم یورپ میں مذہبی کشمکش۔ صدرِ اعظم سر ولیم سیسل۔
حلف سیادت۔ اسکاٹ لینڈ کی حالت۔ اسکاٹ لینڈ کے اُمرائے جماعت
۱۵۶۰ء ۱۵۵۷ء۔ عہدنامہ ایڈنبرا جولائی ۱۵۶۰ء۔ میری ملکہ اسکاٹ لینڈ کی معاودت
۱۵۶۲ء اگست ۱۵۶۱ء۔ انگلستان کی خوشحالی۔ ضابطۂ مساکین ۱۵۶۲-۱۶۰۱ء۔
ترقی زراعت۔ تجارت اور صنعت وحرفت۔ جغرافی اکتشافات ۱۵۶۲ء
۱۵۶۳ء لغایت ۱۵۸۳ء۔ توفیر آسائش۔ حلف اطاعت ۱۵۶۳ء۔ الزبتھ کا مناکحت
سے انکار۔ میری ملکہ اسکاٹ لینڈ کا عقد لارڈ ڈارن لی کے ساتھ ۱۵۶۵ء
۱۵۶۶ء ریٹ سی او کا قتل ۹۔ مارچ ۱۵۶۶ء۔ ڈارن لی کا قتل ۹۔ فروری ۱۵۶۷ء
۱۵۶۸ء میری فرار ہوکر انگلستان چلی جاتی ہے مئی ۱۵۶۸ء۔ انگریزی پارلیمنٹ کی
روز افزوں طاقت۔ شان اونیل کی بغاوت ۱۵۶۵ء لغایت ۱۵۶۷ء۔
میری کا انگلستان میں مقیّد ہونا ۱۵۶۸ء لغایت ۱۵۸۷ء۔ میری اور الزبتھ
اہل نیدرلینڈ کی بغاوت ۱۵۶۸ء۔ شمال انگلستان میں بغاوت نومبر ۱۵۶۹ء
دائرۂ کلیسا سے الزبتھ کا اخراج اور رڈالفی کی سازش ۱۵۷۰ء لغایت
۱۵۷۱ء ۱۵۷۱ء۔ واقعہ سین بارتھالومیو ۲۴۔ اگست ۱۵۷۲ء۔ نیدرلینڈ والوں
۱۵۷۲ء کو انگریزی کمک۔ کیتھلک مذہب کا تبلیغی وفد انگلستان میں ۱۵۸۰ء۔
۱۵۸۴ء ۱۵۸۷ء مجلس حفاظت ملکہ الزبتھ ۱۵۸۴ء۔ میری ملکہ اسکاٹ لینڈ کا قتل ۸۔ فروری

سنہ ۱۵۸۸ء۔ ہسپانیہ کے جنگی بیڑے کی روانگی ۱۲۔ جولائی سنہ ۱۵۸۸ء ہسپانوی
جنگی بیڑے کی شکست سنہ ۱۵۸۸ء۔ انگلستان میں وحدت قومی کا ظہور اور
۱۵۹۰ء امن و اماں کا قیام۔ فرمان نانٹیز ۱۳۔ اپریل سنہ ۱۵۹۸ء۔ ایسٹ انڈیا
۱۶۰۱ء کمپنی ۳۱۔ دسمبر سنہ ۱۵۹۹ء۔ کوپرنیکس اور گیلیلیو۔ عہد الزبتھ کے
مصنفین۔ شیکسپیر سنہ ۱۵۶۴ء۔ برلے کی وفات سنہ ۱۵۹۸ء۔ ہیو اونیل ایرل ٹائرون
کی بغاوت سنہ ۱۵۹۵ء لغایت سنہ ۱۶۰۱ء۔ ایسیکس کی سرکشی اور قتل سنہ ۱۶۰۱ء
آئرلینڈ پر سنہ ۱۶۰۱ء سے انگلستان کی حکومت۔ تنسیخ مراعات اکتوبر سنہ ۱۶۰۱ء
۱۶۰۳ء الزبتھ کا انتقال ۲۴۔ مارچ سنہ ۱۶۰۳ء۔ خاندان ٹیوڈر کے عہد کے
واقعات کا خلاصہ .... از صفحہ ۲۴۸ تا صفحہ ۲۸۶۔

حصہ ششم

خود مختارانہ حکومت کے خلاف قوم کی جدوجہد

سولھواں باب

شاہانہ استبداد اور جمہوریت کا تصادم

۱۶۰۳ء جیمز اول سنہ ۱۶۰۳ء لغایت سنہ ۱۶۲۵ء۔ جیمز کی سیرت۔ مسئلہ حق آسمانی۔ قوم کی حالت
متقشفین۔ مجلس شوریٰ منعقدہ ہیمپٹن، جنوری سنہ ۱۶۰۴ء۔ متقشفین پر سختیاں
۱۶۰۴ء متقشفین کا نقل وطن امریکہ کو سنہ ۱۶۲۰ء۔ پہلی پارلیمنٹ کے ساتھ جھگڑا سنہ ۱۶۰۴ء
لغایت سنہ ۱۶۱۰ء۔ بارود والی سازش ۵۔ نومبر سنہ ۱۶۰۵ء۔ انگلستان اور اسکاٹ لینڈ کا
مجوزہ اتحاد سنہ ۱۶۰۶ء۔ اعلانات اور محصولات۔ پیمان اعظم اور برطرفی پارلیمنٹ سنہ ۱۶۱۱ء۔ بانجھ پارلیمنٹ

۱۶۱۲ء ۱۶۱۲ء۔ دور مصاحبین ۱۶۱۲ء لغایت ۱۶۱۲ء۔ ہسپانیہ کی شہزادی کے
ساتھ ولی عہد کے عقد کی تجویز ۱۶۱۱ء لغایت ۱۶۲۳ء۔ سوا ڈرالے کی
بتاہی اور قتل ۱۶۱۶ء لغایت ۱۶۱۸ء۔ جرمنی میں جنگ سی سالہ کا آغاز
۱۶۲۱ء ۱۶۱۹ء۔ ناجائز جلب منفعت۔ تیسری پارلیمنٹ ۱۶۲۱-۱۶۲۲ء۔ بیکن کا
چالان ۱۶۲۱ء۔ تیسری پارلیمنٹ کی برطرفی ۱۶۲۲ء۔ پہلا ہفتہ وار اخبار
۱۶۲۴ء ۱۶۲۲ء۔ چوتھی پارلیمنٹ ۱۶۲۴ء۔ ہالینڈ کی تباہ کن مہم ۱۶۲۵ء۔ جیمز
۱۶۲۵ء کی وفات ۲۷۔ مارچ ۱۶۲۵ء .... از صفحہ ۲۰۰ تا صفحہ ۲۱۱

سترھواں باب

شاہ و رعایا

۱۶۲۵ء چارلس اول ۱۶۲۵ء لغایت ۱۶۴۹ء۔ چارلس اول کے عادات
اور خصائل۔ چارلس کی پہلی پارلیمنٹ کا اجلاس ۱۸۔ جون ۱۶۲۵ء۔ متانہ اما
رطلانہ۔ پارلیمنٹ کی برطرفی ۱۶۲۵ء۔ مہم کیڈز کی ناکامی اکتوبر ۱۶۲۵ء۔ دوسری
۱۶۲۶ء پارلیمنٹ میں بکنگھم سے مواخذہ ۱۶۲۶ء۔ پارلیمنٹ کی برطرفی بادشاہ لوگوں
سے جبراً روپیہ قرض لیتا ہے ۱۶۲۶ء۔ رعایا کی سخت بددلی۔ لاروشل کو کمک
۱۶۲۷ء پہنچانے میں بکنگھم کی ناکامی ۱۶۲۷ء۔ قید ہونے پر پانچ شرفا کا
۱۶۲۸ء مرافعہ۔ محضر حقوق رعایا ۱۶۲۸ء۔ جنوری ۱۶۲۸ء۔ بکنگھم کا قتل ۲۳۔ اگست
۱۶۲۸ء۔ لارڈ اسقف لندن مقرر ہوتا ہے ۱۶۲۸ء۔ پارلیمنٹ کا اظہار تمرد
۱۶۲۹ء ۱۶۲۹ عیسوی۔ افراتفری اور برطرفی۔ سرجان الیٹ کی وفات ۱۶۳۲ء
وینٹورتھ اور لاڈ۔ اندرونی ڈاک ۱۶۳۵ء۔ ہاروی، جارج ہربرٹ اور

طن - پیوریٹن لوگوں کا امریکہ کو نقل وطن - آئرلینڈ میں وینٹورتھ ۱۶۳۰ء
کی حکومت ۱۶۳۳ء تا ۱۶۳۹ء - متعصبین کے ساتھ لاڈ کی
نزاع - پرین، بیسٹ وک اور برٹن کی سزا ۱۶۳۶ء بادشاہ زر سفینہ ۱۶۳۴ء
وصول کرتا ہے ۱۶۳۴ء تا ۱۶۳۶ء - ہیمپڈن کا مرافعہ - چارلس
اہل اسکاٹ لینڈ کو کتاب عبادت کے استعمال پر مجبور کرنا چاہتا ہے -
متعاہدین ۱۶۳۸ء - لارڈ اسٹرافرڈ کی واپسی انگلستان چند روزہ پارلیمنٹ
۱۶۴۰ء - طویل پارلیمنٹ ۱۶۴۰ء تا ۱۶۵۳ء و از ۱۶۵۹ء تا ۱۶۴۰ء
۱۶۶۰ء - اسٹرافرڈ کا ماخوذ اور قتل ہونا ۱۶۴۱ء - نفاذ قانون سہ سالہ ۱۶۴۱ء
اور دوسری اصلاحات ۱۶۴۱ء - آئرلینڈ کے پروٹسٹنٹوں کا قتل عام ۱۶۴۱ء ۱۶۴۱ء
احتجاج عظیم - پانچ مبعوثین کی گرفتاری کا اقدام - اہل لندن بادشاہ
آنکھ دکھاتے ہیں - خانہ جنگی کا آغاز ۲۲ - اگست ۱۶۴۲ء - شہسوار ۱۶۴۲ء
سرکھٹے - پاوک برج اور ایج ہل کے معرکے ۱۶۴۲ء عیسوی
شاہ پسندوں کی کامیابیاں ۱۶۴۳ء عیسوی - پارلیمنٹ کی کامیابیاں
فاکلینڈ کی موت ۲۰ - ستمبر ۱۶۴۳ء - اہل اسکاٹ لینڈ کے ساتھ ۱۶۴۳ء
حلیفانہ مفاہمت، ۲۵ - ستمبر ۱۶۴۳ء - آلیور کرامویل - کرامویل کے فولادوش ۱۶۴۴ء
جنگ مارسٹن مور ۲ - جولائی ۱۶۴۴ء - قانون ایثار ۱۶۴۵ء - ۱۶۴۵ء
جنگ نیسبی ۱۴ - جون ۱۶۴۵ء - بادشاہ قید میں ۱۶۴۶ء - بادشاہ کو فوج ۱۶۴۶ء
گرفتار کرلیتی ہے - چارلس اسکاٹ لینڈ اور آئرلینڈ والوں کے ساتھ
سازو باز کرتا ہے - دوسری خانہ جنگی ۱۶۴۸ء - خروج پرائیڈ ۵ - دسمبر ۱۶۴۸ء
بادشاہ بعد تحقیقات قتل کیا جاتا ہے ۳۰ - جنوری ۱۶۴۹ء - ۱۶۴۹ء

.... از صفحہ ۲۱۴ تا صفحہ ۲۵۲ -

اٹھارھواں باب

انگلستان میں جمہوری نظام حکومت کے قیام کی کوشش

حکومت جمہوری

سنہ ۱۶۴۹ء حکومت جمہوری کا اعلان ۱۹۔ مئی سنہ ۱۶۴۹ء۔ حکومت جمہوری کی مشکلات
شبیہ خسروی۔ اسکاٹ لینڈ اور آئرلینڈ کی وفاداری۔ شہزادہ روپرٹ
ابنائے انگلستان میں۔ کرامویل آئرلینڈ میں سنہ ۱۶۴۹ء۔ ڈروگھیڈا اور وکسفرڈ کے
سنہ ۱۶۵۰ء محاصرے سنہ ۱۶۴۹ء۔ حکومت انگلستان۔ چارلس ثانی کا ورود اسکاٹ لینڈ میں
۲۴۔ جون سنہ ۱۶۵۰ء۔ کرامویل اسکاٹ لینڈ میں سنہ ۱۶۵۰-۱۶۵۱ء۔ جنگ ڈنبار
سنہ ۱۶۵۱ء ۳۔ ستمبر سنہ ۱۶۵۰ء۔ جنگ وُرسٹر ۳۔ ستمبر سنہ ۱۶۵۱ء۔ چارلس ثانی کا فرار سنہ ۱۶۵۱ء
قانون جہاز رانی اور جنگ ہالینڈ سنہ ۱۶۵۱-۱۶۵۴ء۔ ولندیزیوں کو شکست فاش
سنہ ۱۶۵۳ء فروری سنہ ۱۶۵۳ء۔ حکومت کے مقاصد۔ اراکین کا ایک نئی پارلیمنٹ کے انتخاب
کی اجازت دینے سے انکار۔ کرامویل اراکین کو ایوان پارلیمنٹ
سے باہر نکال دیتا ہے ۲۰۔ اپریل سنہ ۱۶۵۳ء۔ فوج کی حکومت۔ چھوٹی
پارلیمنٹ ۴۔ جولائی سے ۶۔ دسمبر تک۔ کرامویل بحیثیت محافظ اعلی
۱۶۔ دسمبر سنہ ۱۶۵۳ء۔ کرامویل کے ضوابط۔ کرامویل کی پہلی پارلیمنٹ۔ جرنیلی
سنہ ۱۶۵۵ء حکومت سنہ ۱۶۵۵ء۔ تسخیر جمیکا سنہ ۱۶۵۵ء۔ کرامویل کی دوسری پارلیمنٹ
سنہ ۱۶۵۶ء ۱۷۔ ستمبر سنہ ۱۶۵۶ء۔ بادشاہ کا لقب قبول کرنے سے کرامویل کا انکار۔
ملک کی حالت۔ کرامویل کی وفات ۳۔ ستمبر سنہ ۱۶۵۸ء۔ نیا محافظ اعلی رچرڈ

ستمبر ۱۶۵۹ء لغایت جولائی ۱۶۵۹ء۔ "لشوری پارلیمنٹ"۔ مئی ۱۶۵۹ء ۱۶۵۹ء
ی۔ منک کا داخلہ لندن میں۔ طولانی پارلیمنٹ کا خاتمہ ۱۶۔ مارچ ۱۶۶۰ء ۱۶۶۰ء
چارلس ثانی کی مراجعت مئی ۱۶۶۰ء۔۔۔۔۔۔۔۔ از صفحہ ۵۵۴ تا صفحہ ۵۸۴۔ ۱۶۶۰ء

انیسواں باب

حکومت شاہی کی بحالی

چارلس ثانی

۱۶۶۰ء لغایت ۱۶۸۵ء

چارلس کے خصائص ذاتی اور مقاصد دلی۔ کلیرنڈن کی وزارت ۱۶۶۰ء ۱۶۶۰ء
لغایت ۱۶۶۷ء۔ قانون عفو ۱۶۶۰ء۔ رسوم جاگیرداری کی موقوفی ۱۶۶۰ء پہلی
فوج مستقل ۱۶۶۰ء۔ وضعدار پارلیمنٹ ۱۶۶۱ء لغایت ۱۶۷۹ء۔ شاہی دربار ۱۶۶۱ء
کی بد مستیاں۔ قوم کی حالت۔ اسکاٹ لینڈ اور آئرلینڈ کی تکالیف۔ قانون جماعت
۱۶۶۱ء۔ اور قانون یک رنگی ۱۶۶۱ء لغایت ۱۶۶۲ء۔ معترضین کے خلاف ۱۶۶۲ء
قوانین کا نفاذ ۱۶۶۲ء ۱۶۶۴ء ۱۶۶۵ء۔ بنشین اور فرقہ پنسلوینیا کی نوآبادی
۱۶۸۲ء۔ رائل سوسائٹی کا قیام ۱۶۶۲ء۔ چارلس کا عقد ثانی ۱۶۶۲ء۔ ۱۶۶۲ء
وین کا قتل ۱۴۔ جون ۱۶۶۲ء۔ فروخت ڈنکرک نومبر ۱۶۶۲ء۔ ہالینڈ کے
ساتھ جنگ مارچ ۱۶۶۵ء۔ لندن میں وبا ۱۶۶۵ء۔ جنگ میدان ۱۶۶۵ء ۱۶۶۵ء
لندن میں آتش زدگی ۲۔ ستمبر ۱۶۶۶ء۔ نئی نہر کی آب رسانی ۱۶۶۶ء ۱۶۶۶ء
ملتامہ بریڈا ۱۶۶۷ء۔ ولندیزی بیڑا انگریزی جہازوں کو دریائے میڈوے میں

آگ لگا دیتا ہے۔ کلیرنڈن کا جلاوطن ۱۶۶۷ء۔ وزارت کیبل ۱۶۶۷ء لغایت ۱۶۶۶ء
۱۶۷۳ء۔ اتحاد ثلاثہ جنوری ۱۶۶۸ء۔ ڈوور کا خفیہ معاہدہ ۱۶۷۰ء۔ قومی دیوالہ ۱۶۶۸ء
۱۶۷۲ء۔ فرمان مسامحت ۱۶۷۲ء۔ ہالینڈ کے ساتھ دوسری جنگ ۱۶۷۲ء۔ ۱۶۷۲ء
قانون آزمائش ۱۶۷۳ء۔ وزارت کیبل کا خاتمہ۔ وزارت اور فریق اختلاف۔ ۱۶۷۳ء
ڈینبی کی وزارت ۱۶۷۳ء لغایت ۱۶۷۹ء۔ ولیم اور میری کا عقد ۱۶۷۷ء
چارلس لوئی سے وظیفہ لیتا ہے۔ پاپائی سازش ۱۶۷۸ء عہد نامہ نیمگون ۱۶۷۸ء
۱۶۷۸ء عیسوی۔ ڈینبی کا عزل ۱۶۷۹ء۔ مسودہ قانون محرومی کی منظوری ۱۶۷۹ء
کے لئے جد و جہد ۱۶۷۹ء لغایت ۱۶۸۱ء۔ قانون شہادت وجودی ۱۶۷۹ء۔
امیر مانمتھ۔ پارلیمنٹ کی برطرفی جنوری ۱۶۸۱ء۔ وگ اور ٹوری۔ آکسفرڈ ۱۶۸۱ء
پارلیمنٹ ۱۶۸۱ء۔ شیفٹسبری کا زوال ۱۶۸۲ء۔ سازش رائی ہوس ۱۶۸۳ء
جون ۱۶۸۳ء۔ رسل اور سڈنی کا قتل۔ مسئلہ اطاعت انفعالی
چارلس دوم کی وفات ۶۔ فروری ۱۶۸۵ء ...... از صفحہ ۴۸۹ تا صفحہ ۵۱۱ ۱۶۸۵ء

بیسواں باب

دور انقلاب

جیمز ثانی ۱۶۸۵ء لغایت ۱۶۸۸ء۔ جیمز ثانی کی سیرت اور اُس کے ۱۶۸۵ء
اغراض و مقاصد جیمز ثانی کی خود مختارانہ کارروائیاں۔ مانمتھ کی بغاوت ۱۱۔ جون ۱۶۸۵ء
آرگائیل کی ناکامی اور بد انجامی ۱۶۸۵ء۔ مانمتھ کی بادشاہی کا اعلان ۲۰۔ جون
جنگ سج مور ۵ و ۶۔ جولائی ۱۶۸۵ء۔ کرک کی بھیڑیں۔ خونی عدالت ستمبر ۱۶۸۵ء ۱۶۸۵ء
کیتھلک افسروں کا تقرر۔ تنسیخ عہد نامہ نانٹیز اکتوبر ۱۶۸۵ء۔ قانون آزمائش کی

خلاف ورزی پر پارلیمنٹ کا اعتراض ۱۶۸۵ء۔ لندن کے قہوہ خانے اختیارات اشتہ

۱۶۸۶ سرکاری خدمتوں پر کیتھلک لوگوں کا تقرر۔ عدالت العالیہ قیسیہ ۱۶۸۶ء

۱۶۸۷ ہونسلو کی چھاونی۔ فرمان مراعات ۴۔ اپریل ۱۶۸۷ء۔ جیمز کی پنبہ درگوشی۔

خبرگاہ ماڈلین کالج کا اخراج ۱۶۸۷ء۔ ولیم ایر آرنج سے نامہ و پیام ۱۶۸۸ء

جیمز کے بیٹے کا تولد ۱۰۔ جون ۱۶۸۸ء۔ سات اسقف کا محضر۔ سات اساقفہ کے

مقدمہ کی سماعت ۲۹ و ۳۰۔ جون ۱۶۸۸ء۔ ایر آرنج کو بلاوا ۳۰۔ جون ۱۶۸۸ء

۱۶۸۸ ولیم کی لنگر اندازی ۵۔ نومبر ۱۶۸۸ء۔ جیمز کا فرار ۲۳۔ دسمبر ۱۶۸۸ء۔ قاضی

جفریز کا انجام۔ خلوئے تخت سلطنت ۲۳۔ دسمبر ۱۶۸۸ء لغایت ۱۳۔ فروری ۱۶۸۹ء

مسودۂ قانون حقوق رعایا ۱۶۸۹ء۔

۱۶۸۹ ولیم ثالث ۱۶۸۹ء لغایت ۱۷۰۲ء۔ جیمز کا خیر مقدم آئرلینڈ میں۔ اہل انحراف

۱۶۸۹ء۔ ۱۸۰۵ء۔ جیمز سیئے۔ کلیسائے انگلستان کے پادریوں کے ساتھ

۱۶۸۹ متعاہدین کی بدسلوکی۔ جنگ کلی کرانکی ۲۰۔ جولائی ۱۶۸۹ء۔ گلنکو کا قتل عام ۱۶۹۲ء

آئرلینڈ میں خانہ جنگی ۱۶۸۹ء۔ محاصرہ لنڈنڈری ۲۰۔ اپریل ۱۶۸۹ء۔ لنڈنڈری کے

محاصرہ کا خاتمہ یکم اگست ۱۶۸۹ء۔ ڈبلن میں جیمز کی بادشاہی۔ قانون رواداری

۱۶۸۹ء۔ محاصل کی سالانہ منظوری۔ مسودۂ قانون غدر ۱۶۸۹ء۔ دریائے بائن

۱۶۹۲ کی جنگ یکم جولائی ۱۶۹۰ء۔ عہد نامہ لیمرک ۱۶۹۱ء۔ گلنکو کا قتل عام ۱۶۹۲ء

۱۶۹۲ اتحاد عظیم ۱۶۹۰ء۔ بیچی ہیڈ کی لڑائی ۳۰۔ جون ۱۶۹۰ء۔ ولیم کی غیر ہر دلعزیزی

جیمزیوں کی سازشیں۔ جنگ لاہوگ مئی ۱۶۹۲ء۔ خستہ خانہ گرینج۔ قومی قرضہ

۱۶۹۳ء۔ بینک انگلستان ۱۶۹۴ء۔ جماعتی طرز کی حکومت کا اٹھان ۱۶۹۳ء

قانون انتخاب سہ سالہ ۱۶۹۴ء۔ قانون بغاوت ۱۶۹۶ء۔ آزادی حکام عدالت

کدار سکے۔ رسوم غرفہ ۱۶۹۶ء لغایت ۱۸۵۱ء۔ ملکہ میری کی وفات ۱۶۹۴ء

۱۶۹۵ ۱۶۹۶ آزادیٔ مطابع ۱۶۹۵ء۔ نیا سکہ ۱۶۹۶ء۔ ولیم کے قتل کی سازش ۱۶۹۶ء
۱۶۹۷ عہدنامہ ریزوک ۱۱۔ ستمبر ۱۶۹۷ء۔ فوج کی تخفیف ہسپانی وراثت کا مسئلہ
تقسیم سلطنت کے بارہ میں دو عہدنامے۔ اینجو کا جلوس تخت ہسپانیہ پر
۱۷۰۱ قانون تخت و تاج ۱۷۰۱ء۔ ہالینڈ کے بعض قلعوں پر لوئی کا قبضہ
۱۷۰۲ اتحاد ثلاثہ۔ ولیم کی وفات ۸۔ مارچ ۱۷۰۲ء ....
از صفحہ ۵۲۱ تا صفحہ ۵۸۴۔

اکیسواں باب

آخری تاجدار سلسلہ اسٹوارٹ

۱۷۰۲ ملکہ این ۱۷۰۲ء بغایت ۱۷۱۴ء۔ این کی تخت نشینی۔ ملکہ این کی سیرت۔
ماربرو اور گاڈلفن کی وزارت۔ اعضائے اتحاد کبیر اور فرانس کی جنگ
ماربرو کی سیرت۔ قانون موافقت موقوت ۱۷۰۲ - ۱۷۱۱ عیسوی۔ ملکہ این
۱۷۰۴ کا عطیہ ۱۷۰۴ء۔ جنگ بلنہیم ۱۳۔ اگست ۱۷۰۴ء۔ تسخیر قلعہ جبرالٹر ۲۴۔
۱۷۰۶ اگست ۱۷۰۴ء۔ جنگ ریمی لیز ۲۳ مئی ۱۷۰۶ء۔ لوئی کا مصالحانہ اقدام ۱۷۰۶ء
قومی قرضہ کا قائمہ۔ مدعی کا مہاجمانہ اقدام ۱۷۰۸ء۔ ساکھ کی استواری۔ شہروں
اور قریوں کی حالت۔ سفید پوشوں کا اختلاط۔ قانون اتحاد اسکاٹ لینڈ
۱۷۰۷ بماہ جنوری ۱۷۰۷ء اور انگلستان میں بماہ مارچ ۱۷۰۷ء نافذ ہوا
۱۷۰۸ سلطنت برطانیہ عظمیٰ۔ آئرلینڈ تعزیری قوانین۔ جنگ اوڈینارڈ ۱۷۰۸ء۔
جنگ لل ۱۷۰۸ء۔ اور جنگ میلپلیکوے ۱۷۰۹ء۔ ڈاکٹر سیشورل کا
۱۷۱۰ چالان۔ ماربرہ اور فرقہ وگ کا عزل ۱۷۱۰ء۔ آکسفرڈ اور بالنگ بروک

کی وزارت ۱۷۱۰ء-۱۷۱۴ء۔ عہدنامہ یوٹریکٹ ۱۷۱۳ء۔ ملکہ این کی ۱۷۱۳ء
وفات ۱۷۱۴ء۔ جارج اول کی بادشاہی کا اعلان۔ دستوری حکومت ۱۷۱۴ء
کا آغاز۔ سترھویں صدی کا ادب .... از صفحہ ۵۰۵ تا صفحہ ۶۱۰۔

حصہ ہفتم

برطانیۂ عظمیٰ کی فراخی

بائیسواں باب

اندرونی امن اور بیرونی فتوحات سے برطانیۂ عظمیٰ کا پنپنا

جارج اول ۱۷۱۴ء لغایت ۱۷۲۷ء۔ خاندان ہینوور۔ جارج اول کی سیرت ۱۷۱۴ء
آکسفورڈ، بالنگ بروک اور آرمنڈ پر مقدمات۔ قانون ہنگامہ ۱۷۱۵ء۔ جیمزیوں ۱۷۱۵ء
کی بغاوت ۱۷۱۵ء۔ ہفت سالہ پارلیمنٹیں ۱۷۱۶ء۔ اتحاد ثلاثہ ۱۷۱۷ء ۱۷۱۶ء
جنگ ارس پسارو ۱۷۱۸ء۔ برطانوی تجارت کی توسیع۔ شرکت بحر جنوبی ۱۷۱۱ء-۱۷۲۱ء ۱۷۲۱ء
رابرٹ والپول کا احتجاج ۱۷۲۰ء۔ شرکت بحر جنوبی کے ڈھول کا پول ۱۷۲۰ء وال پول، ۱۷۲۱ء
والپول کی وزارت ۱۷۲۱ء لغایت ۱۷۴۲ء۔ دوران و سکون۔ جارج اول
کی وفات ۱۰۔ جون ۱۷۲۷ء۔

جارج ثانی ۱۷۲۷ء لغایت ۱۷۶۰ء۔ جارج ثانی کی سیرت۔ والپول کا ۱۷۲۷ء
مالی انتظام۔ مسودۂ قانون چنگی کا استرداد ۱۷۳۳ء۔ یگانوں کی یگانگی جماعت
محبانِ وطن ۱۷۳۷ء۔ خاندانی قرار داد ۱۷۳۳ء۔ جنگ گوش بریدگی جنکنس ۱۷۳۷ء

۱۷۳۹ء۔ والپول کے اقتدار کا خاتمہ ۱۷۴۲ء۔ جنگ جانشینی آسٹریا ۱۷۴۰ء
لغایت ۱۷۴۸ء۔ جنگ ڈیٹن جن ۱۷۴۳ء۔ جنگ فانٹنائے ۱۷۴۵ء۔
بیجلا شہزادہ شارلی ۱۷۴۵ء۔ جنگ فالکرک اور جنگ کلوڈن ۱۷۴۶ء۔
کوہستانیوں سے ہتیاروں کا چھین لیا جانا ۱۷۴۶ء۔ وایٹ فیلڈ اور ۱۷۴۶ء
ویسلی کی منادی ۱۷۳۹ء۔ صلحنامہ اے لاشاپل ۱۷۴۸ء۔ اصلاح تقویم ۱۷۵۱ء ۱۷۴۸ء
ہارڈوک کا قانون نکاح ۱۷۵۳ء۔ انگریزی ایسٹ انڈیا کمپنی۔ فرانسیسی ایسٹ انڈیا
کمپنی۔ جنوبی ہندوستان میں ڈوپلے کا اقتدار ۱۷۴۹ء۔ کلائیو کی بروقت
امداد ۱۷۵۱ء۔ ہندوستان کا امن وسکون ۱۷۵۴ء۔ فرانسیسی اور انگریز
امریکہ میں ۱۷۵۴ء۔ قلعہ ڈوکوئین ۱۷۵۴ء۔ انگریزوں کو شکست ۱۷۵۵ء ۱۷۵۴ء
جنگ ہفت سالہ ۱۷۵۶ء۔ انگلستان پر پے درپے تباہیاں ۱۷۵۶ء۔ منارکا پر ۱۷۵۶ء
فرانسیسیوں کا قبضہ ۱۷۵۶ء۔ امیرالبحر بنگ کا قتل ۱۷۵۷ء۔ کال کوٹھری کا واقعہ نومبر ۱۷۵۶ء
کلکتہ میں جون ۱۷۵۶ء۔ انگریزوں کو یورپ میں شکست ۱۷۵۷ء۔ ولیم پٹ کا نیوکاسل جون ۱۷۵۷ء
انتظام حکومت ۱۷۵۷ء لغایت ۱۷۶۱ء۔ راسبیک اور لیوتھن کی لڑائیاں ۱۷۵۷ء
کینیڈا میں جنگ ۱۷۵۸-۱۷۶۰ء۔ قلعہ ڈوکوئین کی تسخیر ۱۷۵۸ء۔ تسخیر کوئبک
۱۳ ستمبر ۱۷۵۹ء۔ وولف اور مانٹ کالم کی موت۔ مانٹریل کی حوالگی ۱۷۶۰ء ۱۷۶۰ء
یورپ میں برطانوی فتوحات ۱۷۵۹ء۔ تسخیر کلکتہ ۱۷۵۷ء۔ جنگ
پلاسی ۲۳۔ جون ۱۷۵۷ء۔ ہندوستان میں برطانوی فتوحات ۱۷۵۷ء
کا غلبہ۔ پٹ کی وزارت سے علیحدگی ۱۷۶۱ء۔ ہسپانیہ کے ساتھ جنگ
۱۷۶۲ء۔ صلحنامہ ہیوبرٹسبرگ فروری ۱۷۶۳ء۔ عہد نامہ پیرس فروری
۱۷۶۳ء .... از صفحہ ۶۱۲ تا صفحہ ۶۶۰

تیئسواں باب

نوآبادیہائے امریکہ کی آزادی

۱۷۶۰ء جارج ثالث ۱۷۶۰ء لغایت ۱۸۲۰ء۔ دولت برطانیہ کی عظمت۔ کلیں اور دخانی طاقت۔ نہروں کا احداث ۱۷۵۵ء-۱۸۳۰ء۔ حد بندئی اراضی افتادہ ۱۷۶۰ء لغایت ۱۸۴۰ء۔ افلاس اور قلاشی کا اضافہ۔ طبقۂ متوسط کی روز افزوں اہمیت۔ جارج ثالث کی سیرت۔ بیوٹ کے عہد وزارت میں فرقہ ٹوری کا احیاء (لارڈ بیوٹ) ارتشاء بیداد۔ بیوٹ کا استعفا۔ گرینول کی وزارت ۱۷۶۳ء۔ (گرینول اپریل ۱۷۶۳ء) ولکس کی گرفتاری حکمنامہ جات گرفتاری عمومی۔ نوآبادیہائے امریکہ کے ساتھ جھگڑے کی ابتداء۔ (راکنگھم ۱۷۶۵ء) قانون کاغذ مہور ۱۷۶۵ء۔ مسودۂ قانون نیابت ۱۷۶۵ء۔ محصول اور نیابت۔ (گرافٹن جولائی ۱۷۶۶ء) تنسیخ قانون کاغذ مہور ۱۷۶۶ء۔ ٹون شینڈ کا قانون مالگزاری ۱۷۶۷ء۔ ولکس کا انتخاب حلقۂ مڈل سیکس کی طرف سے ۱۷۶۹ء۔ (لارڈ نارتھ جنوری ۱۷۷۰ء) انتخاب کنندوں کے حقوق میں پارلیمنٹ کی دست اندازی۔ پارلیمنٹ کی روئداد کی اشاعت ۱۷۷۱ء۔ اہل شہر اور پارلیمنٹ میں جھڑپ۔ صحافت دور جدید۔ نوآبادیہائے امریکہ میں سے چینی ۱۷۷۰ء۔ (۱۷۷۳ء) چاء کا بوسٹن کی بندرگاہ میں پھینک دیا جانا ۱۷۷۳ء۔ امریکہ میں پہلا جمہوری اجتماع ۱۷۷۴ء۔ آغاز جنگ ۱۹۔ اپریل ۱۷۷۵ء۔ (۱۷۷۵ء) جارج واشنگٹن۔ جنگ بنکرہل مئی ۱۷۷۵ء۔ اعلان آزادی ۴۔ جولائی ۱۷۷۶ء۔ برگائین کی فوج سارا ٹوگا میں ہتیار ڈال دیتی ہے ۱۷۔ اکتوبر ۱۷۷۷ء۔ (۱۷۷۷ء، ۱۷۷۸ء) چیتھم کی وفات ۱۷۷۸ء۔ محاصرہ جبرالٹر ۱۷۷۹ء لغایت ۱۷۸۲ء۔ آئرلینڈ کو مال تجارت کی آزادانہ

برآمد کا حق ۱۷۸۰ء - ہنگامہ گارڈن ۱۷۸۰ء - یارک ٹاؤن میں انگریزی فوج کی سپر اندازی ۱۸- اکتوبر ۱۷۸۱ء - تنسیخ قانون پائننگ ۱۷۸۲ء - راڈنی کی بحری فتوحات ۱۷۸۲ء - عہد نامہ وارسیل جنوری ۱۷۸۳ء - برطانیہ کی طرف سے امریکہ کی خود مختاری کا اعتراف ۱۷۸۳ء - کک کے بحری سفر ۱۷۶۸ء لغایت ۱۷۷۹ء - آسٹریلیا میں کالا پانی ۱۷۸۸ء - وارن ہیسٹنگز کا تقرر ہندوستان کے گورنر جنرل کی حیثیت سے ۱۷۷۴ء - مرہٹوں کی پہلی لڑائی ۱۷۷۹ء - لغایت ۱۷۸۲ء - تحفظ مدراس ۱۷۸۲ء - وارن ہیسٹنگز پر مقدمہ ۱۷۸۸ء لغایت ۱۷۹۵ء - پٹ اور فاکس - مسودہ قانون ہند کا نفاذ .... از صفحہ ۶۶۱ تا صفحہ ۶۹۹ -

۱۷۸۰ء
راکنگھم مارچ ۱۷۸۲ء
شلبرن جولائی ۱۷۸۲ء
پورٹ لینڈ اپریل ۱۷۸۳ء
ولیم پٹ دسمبر ۱۷۸۳ء

چوبیسواں باب

انقلاب فرانس۔ نپولین اور برطانیہ عظمیٰ

چھوٹے پٹ کی وزارت ۱۷۸۳ء لغایت ۱۸۰۱ء - آدم اسمتھ کی کتاب "دولت اقوام" - قرضہ قومی میں پٹ تخفیف کرتا ہے آئرلینڈ کو آزاد تجارت بخشتا ہے ۱۷۸۵ء - پٹ کے مسودہ قانون اصلاح کی نامنظوری ۱۷۸۵ء - بادشاہ کو جنون کا دورہ دوسری مرتبہ اٹھا ۱۷۸۸ء دوسرا مسودہ قانون نیابت سلطنت ۱۷۸۸ء - بادشاہ کو صحت ہوتی ہے ۱۷۸۹ء - انقلاب فرانس کا آغاز ۵ - مئی ۱۷۸۹ء - فرانس میں ادانی و اقاصی پر ظلم - انعقاد مجلس عالیہ ۵ - مئی ۱۷۸۹ء - صدر مجلس "بیسٹیل" کو بلوائیوں کا حکومت سے چھین لینا ۱۴ - جولائی - لوئی شانزدہم کی

ولیم پٹ
۱۷۸۴ء
۱۷۸۵ء
۱۷۸۹ء

اسیری و قتل ۱۷۸۹ء۔ لغایت ۱۷۹۳ء۔ برک کا اثر۔ فرانسیسی بیڑے ۱۷۹۰ / ۱۷۹۳
کو لارڈ ہو کے ہاتھوں شکست یکم جون ۱۷۹۴ء۔ ایمسٹرڈم اور ولندیزی
بیڑے پر فرانسیسیوں کا قبضہ ۱۷۹۵ء۔ راس امید اور ملاکا اور
سیلون پر انگریزوں کا قبضہ ۱۷۹۵ء۔ برطانیہ پر جنگ کا اثر۔ ۱۷۹۵ء
پٹ کی مطلق العنانی۔ آئرلینڈ میں فساد۔ آئرلینڈ پر فرانس کی فوج
کشی کی ناکامی ۱۷۹۶ء۔ صلح کے پٹ کی بے سود کوشش ۱۷۹۶ء ۱۷۹۶ء
جنگ سینٹ وینسنٹ ۱۴۔ فروری ۱۷۹۷ء۔ مفسدہ نوری ۱۷۹۷ء
جنگ کیمرڈون ۱۱۔ اکتوبر ۱۷۹۷ء۔ نپولین کے منصوبے۔ جنگ نیل
یکم اگست ۱۷۹۸ء۔ بغاوت آئرلینڈ ۱۷۹۸ء۔ اتحاد آئرلینڈ ۱۷۹۸ء
و انگلستان ۱۸۰۰ء۔ پٹ کا وزارت سے استعفا جنوری ۱۸۰۱ء ۱۸۰۰ء
جنگ اسکندریہ اور جنگ کوپن ہیگن ۱۸۰۱ء۔ عہد نامہ آمیان مارچ ایڈنگٹن مئی ۱۸۰۱ء
۱۸۰۲ء۔ برطانیہ کے ساتھ شہنشاہانہ حیثیت سے نپولین ۱۸۰۳ء پٹ مئی
کی جنگ ۱۸۰۳ء لغایت ۱۸۱۵ء۔ انگلستان پر نپولین کے حملہ آور ۱۸۰۴ء
ہونیکی تیاریاں ۱۸۰۴ء۔ جنگ ٹریفالگر اکتوبر ۱۸۰۵ء۔ جنگ آسٹرلٹز اور لارڈ گرینول فروری ۱۸۰۶ء
پٹ کی وفات۔ وزارت جامع کمالات ۱۸۰۶ء۔ اصلاح مجالس۔
بردہ فروشی کی موقوفی ۱۸۰۷ء۔ ۱۸۰۷ء۔ فاکس کا انتقال ۱۸۰۶ء
فرمان برلن ۲۱۔ نومبر ۱۸۰۶ء۔ ہسپانیہ کے تاج و تخت پر ڈیوک آف
نپولین کا قبضہ اور پرتگال پر چڑھائی ۱۸۰۸ء۔ آغاز جنگ جزیرہ نما پورٹ لینڈ مارچ ۱۸۰۷ء
۱۸۰۸ء۔ انگریزی فوج کی پسپائی اور جنگ کارونا ۱۸۰۹ء۔ ولنگٹن ۱۸۰۸ء
اور نپولین۔ ہسپانیہ میں۔ ولنگٹن کی فتوحات ۱۸۰۹ء لغایت ۱۸۱۳ء پرسی ول ستمبر ۱۸۰۹ء
ماسکو کی آتشزدگی اور فرانسیسیوں کی پسپائی ۱۸۱۲ء۔ نپولین کی تخت سے لارڈ لیورپول جون ۱۸۱۲ء

علحدگی۔ نپولین کی واپسی ۲۰ مارچ ۱۸۱۵ء۔ جنگ واٹرلو ۱۸۔
۱۸۱۵ء جون ۱۸۱۵ء۔ نپولین کی وفات ۱۸۲۱ء۔ صلحنامہ پیرس ۱۸۱۵ء
شہزادہ ویلز بحیثیت نائب السلطنت ۱۸۱۱ء لغایت ۱۸۲۰ء قانون غلہ
۱۸۱۶ء کی سختیاں ۱۸۱۸ء۔ شہزادی شارلٹ اور اُس کے طفل کی
۱۸۱۹ء وفات ۱۸۱۷ء۔ مینچسٹر کا قتل عام ۱۸۱۹ء۔ چھ قوانین کا اجرا ۱۸۱۹ء
ریڈیکل (انتہا پسند مصلحین) اصلاح (صفحہ ۳۴۳) کا رائج ہونا۔
۱۸۲۰ء جارج سوم کی وفات ۲۹۔جنوری ۱۸۲۰ء۔ . . . .
. . . . . . از صفحہ ۰۰، تا صفحہ ۵۲،

پچیسواں باب

زمانۂ حاضرہ کی تاریخ

۱۸۲۰ء جارج چہارم فرزند جارج سوم۔ ملکہ کیرولین پر مقدمہ۔ کینوسٹرک
کی سازش ۲۳۔ فروری۔ لارڈ لنڈنڈری (کیسل ریگ) کی خودکشی
۱۸۲۲ء ۱۸۲۲ء۔ کیننگ کی وزارت خارجہ اور برطانیہ کا ممالک
غیر سے بصلح پیش آنا۔ انجمن کیتھلک ۱۸۲۳ء۔ کاریگر اور
مزدوروں کی پہلی انجمن ۱۸۲۴ء۔ (صفحہ ۸۸)۔ پیل کی اصلاحات
۱۸۲۴ء متعلق قوانین تعزیری ۱۸۲۳ء۔ اصلاح قوانین تجارت ۱۸۲۴ء۔
تجارتی منصوبہ بازیاں ۱۸۲۴ء۔ خوراک کی قلت ۱۸۲۵ء تا ۱۸۲۶ء
۱۸۲۶ء محصول غلہ کا آثار چڑھاؤ ۱۸۲۸ء۔ نقل وطن ۱۸۲۶ء۔
کیننگ ۱۸۲۷ء نوآبادیہائے آسٹریلیا کا قیام ۱۸۰۳ء۔ لغایت ۱۸۳۶ء کیننگ کی وفات ۱۸۲۷ء

گاڈریچ ستمبر ۱۸۲۷ء
ولنگٹن جنوری ۱۸۲۸ء

ولنگٹن کی وزارت ۱۸۲۸ء نہایت ۱۸۳۰ء۔ اوکانل کا انتخاب ۱۸۲۸ء
آزادی کیتھلک کے قانون کا اجرا ۱۸۲۹ء۔ ترویج کوتوالی جدید ۱۸۲۹ء

۱۸۳۰ء

جارج چہارم کی وفات جون ۱۸۳۰ء۔

۱۸۳۰ء

ولیم چہارم دوسرا فرزند جارج سوم کا ظریف الطبع سادہ مزاج طاح تھا۔ دوسرے انقلاب فرانس سے اہل انگلستان کی بےچینی و پریشانی ۱۸۳۰ء۔ افتتاح مینچسٹر ریلوے کے وقت ہسکی سن کی ہلاکت ۱۸۳۰ء

ارل گرے نومبر ۱۸۳۰ء

ولنگٹن کا استعفا نومبر ۱۸۳۰ء۔ مسودات قانون اصلاح پہلے مسودہ

میل بورن جولائی ۱۸۳۴ء

کا مارچ میں دوسرے کا ستمبر میں تیسرے کا ۱۰۔ دسمبر ۱۸۳۱ء۔ میں منظور ہوتا۔ کنزرویٹف (قدامت پسند) اور لبرل (حرّیت پسند) اصطلاحات کا رواج و سبب۔ قانون منسوخی بردہ فروشی کی منظوری ۳۰۔ اگست ۱۸۳۳ء۔ قوانین کارخانہ جات و تعلیم

سر رابرٹ پیل دسمبر ۱۸۳۴ء

۱۸۳۳ء۔ جدید قانون مفلسین ۱۸۳۴ء۔ اصلاح بلدیات ۱۸۳۵ء اندراج ولادت و اموات ۱۸۳۶ء۔ تبدیل حالات سے ملک میں افلاس

میل بورن اپریل ۱۸۳۵ء

و پریشانی کا پھیلنا۔ کینڈا کی شورش ۱۸۳۷ء۔ (دیکھو صفحہ ۹۳ء)
ولیم چہارم کی وفات ۲۰۔ جون ۱۸۳۷ء............
...... از صفحہ ۵۴ء تا صفحہ ۹۰ء

چھبیسواں باب

برطانیۂ عظمیٰ اور برطانوی نوآبادیاں

میل بورن ۱۸۳۷ء

وکٹوریہ دختر ڈیوک آف کینٹ کا فرمانروائے برطانیہ قرار پانا

۲۰- جون ۱۸۳۷ء- تاج پوشی ۲۸- جون ۱۸۳۸ء- شہزادہ البرٹ
سے عقد نکاح ۱۰- فروری ۱۸۴۰ء- علاقہ ہانور کا ڈیوک آف کمبرلینڈ کو
ملنا- تار برقی کی ایجاد- لارڈ ڈرہم کا بحیثیت گورنر جنرل کینڈا کو بھیجا
جانا ۱۸۳۸ء- چارٹسٹ (طالبان منشور) کا خروج- اتحاد خلاف قانون غلہ ۱۸۳۸ء
۱۸۳۸ء- ایک پینی محصول خط ۱۸۳۹ء- افیون کے متعلق ۱۸۳۹
چین سے لڑائی ۱۸۳۹ء- کینڈا کو دستور کا عطا ہونا ۱۸۴۰ء- ۱۸۴۰ء سر رابرٹ پیل
درۂ کابل اور افغانستان میں قتل عام ۱۸۴۲ء- پیل محصول آمدنی مقرر کرتا ہے ستمبر ۱۸۴۱ء
۱۸۴۲ء- اسکاٹ لینڈ میں فری چرچ کا قایم ہونا ۱۸۴۳ء- آئرلینڈ
میں بیماری سے فصل آلو کا تلف ہونا ۱۸۴۵ء- پیل آزادی تجارت ۱۸۴۵ لارڈ جان رسل
کی حمایت کرتا ہے ۱۸۴۵ء- قوانین غلہ کی منسوخی ۱۸۴۶ء جولائی ۱۸۴۶ء
حمایت پسند فرقہ پیل کو وزارت سے علٰحدہ کردیتا ہے ۱۸۴۶ء- ۱۸۴۸ء
کا انقلاب فرانس طالبان منشور کی سرگرمی کو بڑھاتا ہے-
طالبان منشور کے مجمع کثیر کی ناکامی ۱۰- اپریل ۱۸۴۸ء- الحاق پنجاب ۱۸۴۸ء
۱۸۴۹ء- کتب خانہ جات بلافیس ۱۸۵۰ء- ۱۸۵۰ء

نوآبادی راس کو دستور دیا جاتا ہے ۱۸۵۰ء- آسٹریلیا
کی نوآبادیوں کا مسودۂ قانون ۱۸۵۰ء- نیوزیلینڈ کا عروج
۱۸۳۹ء لغایت ۱۸۵۰ء- کیلیفورنیا اور آسٹریلیا میں سونے کا اکتشاف
۱۸۴۹ء لغایت ۱۸۵۱ء- عطائے دستور بہ نیوزیلینڈ ۱۸۵۲ء- ماؤریوں ۱۸۵۱ لارڈ ڈاربی
کی لڑائیاں ۱۸۶۱ء- لغایت ۱۸۶۹ء- فروری ۱۸۵۲ء

ہائیڈ پارک میں نمائش عظیم ۱۸۵۱ء- لوئی نپولین کا واقعۂ فاجعہ لارڈ ایبرڈین دسمبر ۱۸۵۲ء
۲- دسمبر ۱۸۵۱ء- انگریزوں کا پہلے پہل فوجی رضاکار بننا ۱۸۵۲ء- مسئلہ

مشرق تکلیف و مصیبت کا سبب ہوتا ہے ۱۸۵۲ء۔ کریمیا کی لڑائیاں
لارڈ پالمرسٹن فروری ۱۸۵۵ء ۱۸۵۴ء۔ آلما کی جنگ ۲۰۔ ستمبر، جنگ بلیک لاوا ۲۵۔ اکتوبر، جنگ
انکرمان ۵۔ نومبر ۱۸۵۴ء۔ پریشانی و بدانتظامی۔ فلارنس نائٹ انگیل صاحبہ
۱۸۵۶ء کی امداد سیباسٹپول کی فتح ۸۔ ستمبر ۱۸۵۵ء۔ صلحنامہ پیرس جنگ
کو ختم کرتا ہے ۳۰۔ مارچ ۱۸۵۶ء۔

۱۸۵۷ء ہندی سپاہیوں کی شکایتیں۔ ہند کا غدر ۱۸۵۷ء۔ کانپور کا
لارڈ ڈاربی فروری ۱۸۵۸ء قتل عام ۱۵۔ جولائی۔ کیننگ کا انصاف اور اس کی گورنر جنرلی۔
لکھنو سے محاصرہ کا ہٹنا ۲۳۔ ستمبر۔ سرہیوروز کا میدان کارزار ۱۸۵۸ء
ایسٹ انڈیا کمپنی کی موقوفی ۱۸۵۸ء۔ ملکہ کے فرمان روائے ہند بننے کی
لارڈ پالمرسٹن جون ۱۸۵۹ء نسبت اعلان کیا جاتا ہے یکم نومبر۔ اسکا قیصرۂ ہند کا خطاب
قبول کرنا ۱۸۷۷ء۔

آرسینی کی فرانس سے جھڑپ۔ رضاکاروں کی تنظیم ہوکر
لارڈ رسل نومبر ۱۸۶۵ء انکا برطانوی فوج کا ایک جزو قرار پانا ۱۸۵۹ء۔ ریاست ہائے متحدہ
کی خانہ جنگی کا آغاز ۱۸۶۱ء۔ اس کے سبب سے لنکاشائر
لارڈ ڈاربی جولائی ۱۸۶۶ء میں روئی کا قحط ۱۸۶۱ء۔ جہاز الاباما کے متعلق دعاوی۔
ڈزریلی فروری ۱۸۶۸ء شہزادہ عقد التاج کی موت ۱۴۔ دسمبر ۱۸۶۱ء۔ ولیعہد کی
شادی ۱۸۶۳ء۔ قانون صحت عامہ ۱۸۶۶ء۔ افغانستان اور افریقہ
میں لڑائیاں ۱۸۶۷ء-۱۸۸۶ء۔ قوانین اصلاح ۱۸۶۷ء-۱۸۸۵ء۔ فینی این
گلیڈسٹن دسمبر ۱۸۶۸ء لوگوں اور مزدوروں کی اتحادی انجمنوں کی شورشیں ۱۸۶۷ء۔ آئرلنڈ
کے سرکاری مذہب کی موقوفی ۱۸۶۹ء جنگ فرانس و پرشیا
ڈزریلی فروری ۱۸۷۴ء ۱۸۷۰ء۔ قانون اراضی آئرستان ۱۸۷۰ء۔ قانون تعلیم ۱۸۷۰ء

برطانوی تعلیم گاہون سے آزمایشات مذہبی کی منسوخی ۱۸۷۱ء عہدہ ہاے
فوجی کے فروخت کی موقوفی ۱۸۷۱ء۔ ڈزریلی کو لارڈ بیکنز فیلڈ خطاب | ✓گلیڈاسٹن اپریل ۱۸۸۰ء
ملتا ہے ۱۸۷۶ء۔ آئرستانیوں کی مخالفت کا آغاز ۱۸۷۷ء
آئرستانی کیونڈش اور برک کو قتل کرتے ہیں ۱۸۸۲ء۔ قانون اصلاح
کے سبب سے ملک میں ۲۴۰۵۶۶۷ جدید راے دینے | لارڈ سالسبری جون ۱۸۸۵ء
والون کا اضافہ ہوتا ہے۔ (دیکھو صفحہ ۸۰) گلیڈاسٹن اور | ✓گلیڈاسٹن فروری ۱۸۸۶ء
پارنل کے پیش کردہ ہوم رول کی شکست ۱۸۸۶ء۔ انیسوین صدی
کا علم و ادب اور ملک کی عام ترقی۔ پہلا جشن جوبلی ۱۸۸۷ء۔ | سالسبری اگست ۱۸۸۶ء
مجالس اضلاع ۱۸۸۸ء۔ پارنل کا زوال ۱۸۹۰ء۔ اُسکی موت | ✓گلیڈاسٹن اگست ۱۸۹۲ء
۱۸۹۱ء۔ دارالعوام میں گلیڈاسٹن ہوم رول کو منظور کرالیتا ہے
لیکن امرا اسکو مسترد کرتے ہیں ۱۸۹۳ء۔ گلیڈاسٹن صاحب قومی | روزبری مارچ ۱۸۹۴ء
زندگی سے کنارہ کش ہوتے ہیں ۱۸۹۴ء۔ وفات گلیڈاسٹن
۱۸۹۸ء۔ انتخاب عام اور اتحادیون کے نمایندون کی کثرت
پارلیمنٹ میں ۱۸۹۵ء۔ بڑی بڑی ہڑتالین ۱۸۹۲ء لغایت | سالسبری جون ۱۸۹۵ء لغایت آخر عہد حکومت ملکہ وکٹوریہ
۱۸۹۵ء۔ ڈیوک آف کلیرنس کی وفات ۱۴۔ جنوری ۱۸۹۲ء
لبریٹر کمپنی کی فریب دہی اور چالبازی ۱۸۹۲ء۔ ڈیوک آف یارک
کی شادی جولائی ۱۸۹۳ء۔ دوسرا جشن جوبلی ۱۸۹۷ء۔ تمام
قلمرو برطانیہ میں خط کا محصول ایک پینی مقرر ہوتا ۲۵۔ دسمبر
۱۸۹۸ء۔ نوآبادی ٹرانسوال کا نشو و نما ۱۸۷۷-۱۸۹۵ء۔ افریقہ کی
سند یافتہ کمپنیان ۱۸۹۱ء۔ جیمسن کی یورش ۱۸۹۵ء۔ ئیٹ لینڈر
لوگون کا ملکہ کی خدمت میں استغاثہ ۱۸۹۹ء۔ کروگر کا جواب آخری

۹۔ اکتوبر ۱۸۹۹ء عیسوی۔ گلینکو کی لڑائی ۲۰۔ اکتوبر بیلمنٹ کی
لڑائی ۲۳۔ نومبر۔ گریپن کی لڑائی ۲۴۔ نومبر۔ دریائے ماڈر کا
محاربہ ۲۸۔ نومبر۔ اسٹارم برگ ۹۔ دسمبر۔ میگرس فانٹین ۱۱۔دسمبر
کالنزو ۱۵۔ دسمبر۔ نوآبادیاں فوجیں روانہ کرتی ہیں لارڈ رابرٹس فوج
کی سپہ سالاری اختیار کرتا ہے ۱۰۔ جنوری ۱۹۰۰ء۔ اسپی آن کاپکا
۲۳۔ جنوری اور کمبرلی کا ۱۵۔ فروری کو محاصرہ اٹھتا ہے۔ کرانجی
ہتیار ڈالدیتا ہے ۲۷۔ فروری۔ لیڈی اسمتھ کی تسخیر ۲۸۔ فروری
بلوم فانٹین پر انگریزوں کا قبضہ ۱۳۔ مارچ۔ میفکنگ کا محاصرہ ہٹادیا
جاتا ہے ۱۷۔ مئی۔ جو ہانسبرگ پر قبضہ ۳۰۔ مئی۔ پریٹوریا کی فتح
۵۔جون۔ الحاق نوآبادی آرینج ۱۷۔ مئی۔ الحاق ٹرانسوال
یکم ستمبر۔ کروگر کی افریقہ سے روانگی اکتوبر ۱۹۰۰ء۔ چین میں
خوں ریزیاں جون ۱۹۰۰ء۔ پیکن کی تسخیر ۱۵۔ اگست۔ اشانٹی
کی جنگ اپریل لغایت جولائی آسٹریلیا کی جمہوری حکومت کا
قیام یکم جنوری ۱۹۰۱ء۔ ملکہ وکٹوریہ کی وفات ۲۲۔
جنوری ۱۹۰۱ء.........ازصفحہ ۷۹۱ تاصفحہ ۸۷۰

ستائیسواں باب

جمہوریت کی ترقی

بیلفر ۱۲۔ جولائی ۱۹۰۲ء ایڈورڈ ہفتم کی تاج پوشی ۹۔ اگست ۱۹۰۲ء۔ صلح نامہ
ونے برنی نج اینگ ۳۱۔ مئی ۱۹۰۲ء۔ جاپان سے صلح ۳۰۔ جنوری

سنہ ۱۹۰۲ء ۔ نوآبادیون کے وزرا کی مجلس لندن میں سنہ ۱۹۰۲ء ۔
قانون تعلیم سنہ ۱۹۰۲ء ۔ ایڈورڈ ہفتم کا سفر پیرس سنہ ۱۹۰۳ء ۔ اتحاد تجارت
چیمبرلین صاحب اصلاح طارف کی تحریک کرتے ہیں سنہ ۱۹۰۳ء ۔ اتحاد پسندو
کے رہنماؤن میں پھوٹ سنہ ۱۹۰۳ء ۔ تبّت کی مہم سنہ ۱۹۰۳ء لغایت
سنہ ۱۹۰۴ء ۔ وندہم کا قانون اراضی آئرستان سنہ ۱۹۰۴ء ۔ اصلاحات فوج بحریہ
سنہ ۱۹۰۴ عیسوی ۔ جنگ روس و جاپان سنہ ۱۹۰۴ء تقسیم بنگالہ سنہ ۱۹۰۴ء
بیلفر مستعفی ہوتا ہے نومبر سنہ ۱۹۰۵ء ۔ پارلیمنٹ کا انتخاب عام کیمبل بینرمین ۵ دسمبر سنہ ۱۹۰۵
جنوری سنہ ۱۹۰۶ء ۔ اتحاد پسندون کی شکست بیلفر لندن کیجانب سے
نمایندہ مقرر ہوکر پارلیمنٹ میں واپس آتا ہے ۔ جنوبی افریقہ کا اتحاد
سنہ ۱۹۰۶ء ۔ قانون اجانب سنہ ۱۹۰۶ء ۔ قانون مرافعہ مقدمات فوجداری
سنہ ۱۹۰۶ء ۔ قانون امین سرکاری سنہ ۱۹۰۶ء ۔ انگلستان کی خفیف
مالگزاری ادا کرنیوالی اراضی کا قانون سنہ ۱۹۰۶ء ۔ قانون معاوضۂ مزدوراں
سنہ ۱۹۰۶ء ۔ التواءِ مسودۂ جدید قانون تعلیم سنہ ۱۹۰۶ء ۔ قانون رائے دہی اناث
سنہ ۱۹۰۶ عیسوی ۔ لارڈ ہالڈین کا مسودہ قانون فوج سنہ ۱۹۰۷ء
قلمرو نیوزیلینڈ یکم مئی سنہ ۱۹۰۷ء ۔ قانون وظایف پیرانہ سالی سنہ ۱۹۰۸ء
کان کنون کا آٹھ گھنٹے کا قانون سنہ ۱۹۰۸ء ۔ بائے اسکوٹ سنہ ۱۹۰۸ء
روئی کے کلون کو چلانے والون کی ہڑتال سنہ ۱۹۰۸ء ۔ جنگجو طالبان حق رائے
سنہ ۱۹۰۸ عیسوی ۔ دارالامرا میں مسودہ قانون اجازت نامہ کی نامنظوری ایسکوئیتھ
سنہ ۱۹۰۸ء ۔ سنڈیکیلزم (ہمدردانہ ہڑتال) ۔ مطالبات مزدوران ۔ سنہ ۱۹۰۸
نوآبادیون کے بیڑے سنہ ۱۹۰۹ء ۔ صرافہ جات محنت سنہ ۱۹۰۹ء ۔
لائیڈ جارج کا موازنہ اپریل سنہ ۱۹۰۹ء ۔ جسکو دارالامرا نے نومبر سنہ ۱۹۰۹ء

میں نامنظور کیا۔ ہند میں فتنہ و فساد ۱۹۰۶-۱۹۱۰ء۔ ہندی ارکان کا
منتخب ہونا ۱۹۰۹ء۔ اتحاد جنوبی افریقہ کی پارلیمنٹ ۴۔ نومبر ۱۹۱۰ء
بوتھا کی وزارت عظمی۔ انتخاب عام جنوری ۱۹۱۰ء۔ تحریکات متعلق
اختیار نامنظوری ۲۸۔ فروری ۱۹۱۰ء۔ امرا اپنی مجلس کی تنظیم
ثانی کے متعلق تجویز کرتے ہیں۔ ایڈورڈ ہفتم کی وفات ۶۔ مئی
۱۹۱۰ء۔ انتخاب عام دسمبر ۱۹۱۰ء۔ چند اہم ہڑتالیں ۱۹۱۱ء
بیمہ کے قوانین ۱۹۱۱ء۔ پارلیمنٹ کے اراکین کے لئے معاوضہ کی
تجویز ۱۹۱۱ء۔ مسٹر بونرلا بحیثیت رہبر فرقۂ مقابل مسٹر بیلفر کا
جانشین بنایا جاتا ہے ۱۸۔ نومبر ۱۹۱۱ء۔ جارج پنجم کی تاج پوشی
۲۲۔ جون ۱۹۱۱ء۔ شہنشاہانہ دربار اور دہلی کا پایہ تخت ہند قرار
پانا ۱۹۱۱ء۔ دارالامرا کا مسودۂ قانون تنظیم پارلیمنٹ کو منظور کرنا
۱۰۔ اگست ۱۹۱۱ء۔ مذہب معینہ ویلز کی موقوفی اور آیرستان
کی حکومت خود اختیاری کی بابت مسودات قانون کا پیش ہونا ۱۹۱۲ء
عہدنامہ السٹر پر آیرستانیوں کا دستخط ثبت کرنا ۲۸۔ ستمبر ۱۹۱۲ء
یورپ کی جنگ عظیم کا آغاز۔ جرمنی کا روس کے خلاف
اعلان جنگ کرنا یکم۔ اگست ۱۹۱۴ء۔ جرمن افواج کا بلجیم پر حملہ
شروع ہوتا ہے ۳۔ اگست۔ جرمنی فرانس کے خلاف اعلان جنگ
کرتا ہے ۳۔ اگست۔ برطانیہ جرمنی کے خلاف جنگ کا اعلان کرتا ہے
۴۔ اگست۔ فرانس میں برطانیہ افواج کا پہلا ورود ۸۔ اگست
لغایت ۱۰۔ اگست۔ برطانیہ کا آسٹرو ہنگری کے خلاف اعلان
جنگ کرنا ۱۲۔ اگست۔ آغاز مراجعت مانس ۲۳۔ اگست۔

لوویان یونیورسٹی کو جرمنوں کا جلاکر برباد کرنا ۲۵۔ اگست۔ ہیلی گولینڈ میں برطانوی بیڑے کی فتح ۲۸۔ اگست۔ محاربہ مارن کا آغاز ۶۔ ستمبر۔ این کی لڑائی شروع ہوتی ہے ۱۶۔ ستمبر۔ رایمز کے گرجا پر جرمن توپ کے گولوں سے حملہ شروع کرتے ہیں ۲۰۔ ستمبر۔ ہندی فوجوں کا فرانس میں ورود ۲۰۔ ستمبر۔ انگلستان میں کنیڈا کی فوجوں کا ورود ۱۰۔ اکتوبر۔ جرمنوں کے کروزر جہازات یارمتھ پر گولہ اندازی کرتے ہیں ۲۔ نومبر۔ برطانیہ ترکی کے خلاف جنگ کا اعلان کرتا ہے ۵۔ نومبر۔ جرمن کیلے کی طرف بڑھنا ترک کردیتے ہیں۔ ۲۰۔ نومبر جزایر فاک لینڈ کے قریب برطانوی بیڑے کی فتح ۱۸۔ دسمبر۔ ڈاگربنک کے مقابل بحری لڑائی ۲۴۔ جنوری ۱۹۱۵ء۔ جرمن یوکشتیاں برطانوی ساحلوں پر حملہ کرتی ہیں ۱۸۔ فروری۔ درۂ دانیال کی گولہ باری کا آغاز ۱۹۔ فروری۔ متحدین جرمنوں کی بحری تجارت کی موقوفی کا اعلان دیتے ہیں ۱۴۔ مارچ۔ انگلستان پر زپلین (ہوائی جہاز) کا پہلا حملہ ۱۴۔ اپریل۔ جرمنوں کا پہلے پہل بمقام ائی پر دم بند کرنے والے گیس کا استعمال کرنا ۲۲۔ اپریل۔ لوسی تانیا کی غرقابی ۷۔ مئی۔ اطالیہ اس جنگ میں شریک ہوتا ہے ۲۳۔ مئی۔ زپلین کی پہلی یورش لندن پر ۳۱۔ مئی۔ سالونیکا میں برطانوی افواج کا ورود اکتوبر۔ وردن پر جرمنوں کا حملہ شروع ہوتا ہے ۲۱۔ مئی ۱۹۱۶ء۔ جٹ لینڈ کے ساحل کے قریب بحری لڑائی ۳۱۔ لائیڈ جارج ۱۹۱۶ مئی۔ لارڈ کچنر کی غرقابی ۵۔ جون۔ سوم کی لڑائی شروع ہوتی ہے یکم جولائی۔ دریائے سوم پر پہلے پہل ٹینک کا استعمال

۱۵۔ ستمبر۔ پتروغراد میں روسی انقلاب سلطنت اور زار کی حکومت سے دست برداری ۱۵۔ مارچ ۱۹۱۷ء۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ جرمنی کے خلاف جنگ کا اعلان کرتی ہیں اپریل ۱۹۱۷ء۔ آسٹریا اور جرمنی کی فوجیں شمالی اطالیہ پر حملہ کرتی ہیں ۲۴۔ اکتوبر۔ مغرب میں جرمنوں کی جارحانہ کارروائی اپریل ۱۹۱۸ء۔ فرانسیسیوں اور امریکنوں کی سامنے سنہ کے قریب فتوحات جولائی ۱۹۱۸ء......

.... ازصفحہ ۸۷ تاصفحہ ۹۳۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تاریخ انگلستان

مبتدیوں کے لئے

پہلا باب

برطانیہ کا عہد قدیم

انگلستان کی وجہ تسمیہ انگلستان کی تاریخ کا مطالعہ شروع کرنے سے پہلے یہ بات تحقیق کرلینی ضروری ہے کہ لفظ انگلستان کے معنی کیا ہیں؟ اکثر لوگ اس سوال کو چنداں مشکل نہیں خیال کرتے۔ لیکن حقیقت میں اس کا جواب دینا کچھ آسان نہیں ہے۔ جزایر برطانیہ

کے فرماں روا شاہ جارج پنجم کو سلطنت متحدہ برطانیۂ عظمیٰ و آیرلینڈ
کا فرمانروا کہا جاتا ہے۔ جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ آیرلینڈ برطانیۂ
عظمیٰ سے گویا ایک علیحدہ ملک ہے۔ اور یہ علیحدگی کچھ محض اس
لئے نہیں ہے۔ کہ آیرلینڈ ایک جزیرہ ہے۔ بلکہ اس علیحدگی کا باعث
آیرلینڈ اور اسکاٹلینڈ یہ بھی ہے کہ آیرلینڈ میں ایک ایسی قوم بستی ہے
جو نسل میں انگریزوں سے مختلف ہے اور جس کی بول چال بھی
انگریزوں سے جدا ہے۔ چنانچہ اہل آیرلینڈ کی قومی زبان کا نام
"گیلک" ہے اور جب وہ آپس میں بات چیت کرتے ہیں تو یہی
بولی بولتے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ کیا پھر برطانیۂ عظمیٰ
ہی سے سارا انگلستان مراد ہے؟ اس سوال کا جواب بھی یقیناً
نفی میں ہے۔ اس لئے کہ برطانیۂ عظمےٰ کا آدھا شمالی حصہ اسکاٹلینڈ
ہے۔ جس میں کوئی تین سو سال قبل تک ایک علیحدہ سلطنت قایم
تھی۔ اور اگرچہ اسکاٹلینڈ کی میدانی آبادی کی نسل وہی ہے جو
انگریزوں کی ہے۔ لیکن کوہستانی آبادی جو شمالی علاقہ میں بود و باش
رکھتی ہے۔ گیلک زبان بولتی ہے۔ اور اس کی اور آیرلینڈ والوں
کی نسل ایک ہے۔ اب صرف برطانیۂ عظمےٰ کا جنوبی حصہ رہ گیا جو
ویلز نارتھمرلینڈ سے لے کر آبنائے انگلستان تک پھیلا ہوا چلا
گیا ہے۔ تم کہو گے کہ کم از کم اس علاقہ پر تو "انگلستان" کی تعریف
صادق آنی چاہیئے۔ ہاں لیکن شرط یہ ہے کہ اس میں ویلز کے صوبہ کو
بھی شریک کرلیں۔ کہ اس وسیع خطۂ زمین میں ایک ایسی قوم
آباد ہے۔ جو اپنی خاص زبان بولتی ہے۔ اس زبان کا نام "کِمرک"

ہے۔ اور آیر لینڈ اور کوہستان اسکاٹلینڈ کی زبان سے یہ کچھ ایسی ملتی جلتی واقع ہوئی ہے۔ کہ ہم ویلز۔ آیر لینڈ اور کوہستان اسکاٹلینڈ کے باشندوں کو ایک ہی نسل کی مختلف شاخیں کہہ سکتے ہیں۔ اور یہ نسل آج کے دن بھی ایک بڑی حد تک انگریزوں سے الگ ہے ؛

انگلستان کا رقبہ | پس اصل میں انگلستان جزیرہ برطانیۂ عظمٰے کا صرف جنوبی حصہ ہے۔ اور اس کا رقبہ پچاس ہزار نو سو بائیس مربع میل ہے جو انتظامی اغراض کے لئے باون اضلاع میں تقسیم کر دیا گیا ہے اس میں صوبہ ویلز کے بارہ اضلاع بھی شریک ہیں۔ جن کا مجموعی رقبہ سات ہزار تین سو اٹھانوے مربع میل ہے اور یہ صوبہ انگلستان کا مغربی گوشہ ہے۔ اس ملک کے جنوبی کنارے سے اگر ریل میں سوار ہو کر چلیں۔ تو اٹھارہ گھنٹے کی مسافت طے کرنے کے بعد برِوک کی شمالی سرحد پر پہنچ جائیں گے۔ جو دریائے ٹویڈ پر واقع ہے۔ اور وہاں سے ریل ہمیں ایڈنبرا لے جائے گی۔ جو اسکاٹلینڈ کے میدانی علاقہ کا صدر مقام ہے۔ شرقاً و غرباً ہم انگلستان کے سب سے زیادہ چوڑے حصہ کو آٹھ گھنٹے کے سفر میں طے کر سکتے ہیں۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ رقبہ میں یہ ملک کچھ بہت بڑا نہیں۔ لیکن یہی مختصر سا ملک اُن کروڑوں انگریزوں کا وطن ہے۔ جو آج روئے زمین پر پھیلے ہوئے ہیں۔ اور انگلستان کی تاریخ اسی بڑی قوم کی تاریخ ہے۔ جس سے معلوم ہو سکے گا کہ اس قوم نے ترقی کی کٹھن منزل میں کیسی کیسی کڑیاں جھیلیں کیا کیا غلطیاں کیں۔ جہالت اور گمراہی کے باعث کیسی کیسی

مصیبتیں اٹھائیں۔اور شجاعت اور استقلال اور زحمت کشی کی بدولت اپنی محنت کے کیسے کیسے اجر پائے ؟

برطانیہ کی حالت انگلستان سے پہلے۔

اگر انگریز اس ملک میں ابتدا ہی سے آباد چلے آئے ہوتے تو ممکن تھا کہ ہم کسی تمہید کے بغیر اُن کی تاریخ لکھنی شروع کردیتے۔لیکن یونانیوں اور دوسرے مورخوں کی جستہ جستہ تحریرات سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن نسلوں کو جنہیں آج ہم اہل ویلز۔اہل آیرلینڈ۔اہل کوہستان اسکاٹلینڈ اور اہل کورنوال کے ناموں سے موسوم کرتے ہیں۔ان جزائر میں بستے ہوئے کم سے کم دو ہزار سال کا زمانہ گذر چکا ہے۔اور ان میں سے بعض نسلیں تو اُس زمانہ سے بھی بہت پہلے یہاں بود و باش رکھتی تھیں۔جبکہ اُن کے تاریخی حالات سپرد قلم ہونے شروع ہوئے۔برخلاف اس کے ڈیڑھ ہزار سال کا بھی زمانہ نہیں گذرنے پایا کہ قوم" اینگل" یا" انگل" سمندر کو عبور کر کے اول اول علاقہ "انگلن" سے یہاں آئی۔جو بحیرہ بالٹک کے ساحل پر واقع تھا۔ اور قوم "جوٹ" اور قوم "سیکسن" کے ساتھ مل کر کہ وہ بھی اس ترک وطن میں اس کی شریک تھیں۔برطانیہ کے آدھے جنوبی حصہ پر قابض ہوگئی۔ اور اس سرزمین کو اپنے نام سے نسبت دی۔ایسی حالت میں انگلستان کے تذکرہ سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم انگریزوں کی آمد سے قبل برطانیہ کے مختصر سے تاریخی حالات کا ایک خاکہ پیش کریں۔

زمانۂ حجریہ قدیم کے انسان

مدتیں گذریں زمانے بیت گئے۔اور اُن زمانوں کی دراز ہی

کا حال کوئی نہیں بتا سکتا کہ یہ سرزمین جس میں ہم اب آباد ہیں ایک سنسان ویرانہ تھی - اس کے بجائیں بجائیں کرتے ہوئے جنگلوں اور میدانوں میں شیر- چیتے- ریچھ- لکڑ بگھے- ہاتھی- دریائی گھوڑے- بارہ سینگے- اور زہریری- ہرن (رینڈیر) پھرا کرتے تھے- اور خدا کی بن جتی زمین کے قبضہ کے لئے وحشی انسانوں سے اُن کا مقابلہ ہوا کرتا تھا- جو کھردرے پتھروں کے ادھ گھڑنو کیلے اوزاروں سے جس طرح بن پڑتا تھا اُن کا شکار کیا کرتے تھے- اِن حالات کا علم بھی ہمیں اگر ہوا ہے تو اس بنا پر کہ انگلستان کے مختلف حصّوں میں یہ اوزار ہمیں قدیم غاروں اور دریاؤں کی کنکریلی تہوں میں اُن جنگلی جانوروں کی ہڈیوں کے ساتھ دبے ہوئے ملے ہیں- جن کا شکار کیا گیا تھا- اسی طرح غاروں کے دہانے پر لکڑی کے کوئلے کا موجود ہونا بتا رہا ہے- کہ یہاں الاؤ جلائے جایا کرتے تھے- ان وحشیوں کو ہم زمانۂ حجریۂ قدیم کے انسان کہتے ہیں اس کے علاوہ ان کا اور کچھ حال ہم نہیں جانتے ؛

زمانۂ حجریہ جدید کے انسان | ان کے بعد اُن انسانوں کا زمانہ آیا جو عمدہ تراوز استعمال کرتے تھے- یہ اوزار تھے تو اب بھی پتھر ہی کے لیکن ان کی تراش اور صفائی پہلے سے بہت بہتر تھی- یہ انسان "زمانۂ حجریۂ جدید" کے انسان کہلاتے ہیں- اُن کی ہڈیاں اور ڈھانچ ہمیں انگلستان ویلز اور آیر لینڈ کے اکثر مقامات میں لمبے لمبے حجروں یا گڑھوں کے اندر دبے ہوئے ملتے ہیں- اور جہاں یہ استخوانی آثار دفن ہیں- اُن کے ساتھ ہی ترشے اور جلا دئے ہوئے پتھر کے

تیروں کے سرے۔ کلہاڑے اور کلہاڑیاں اور ہڈی کی سوئیاں اور کیلیں بھی پڑی پائی جاتی ہیں۔ کتوں خنزیروں۔ بھیڑوں بیلوں اور بکریوں کی ہڈیوں سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ زمانہ حجریہ جدید یعنی نئے پتھر کے دور کے یہ انسان اہلی (پالو) جانور بھی پالتے تھے۔ اور کھردرے مٹی کے برتنوں کے ٹکڑوں اور بُنی ہوئی سن اور پیال سے یہ ثبوت ملتا ہے کہ وہ کوزہ گری اور پارچہ بافی کا ہنر بھی سیکھ چلے تھے۔

ان انسانوں کی کھوپریاں لمبی اور چھوٹی ہوتی تھیں۔ اور اس لحاظ سے انہیں اُس چھوٹے قد سانولے رنگ اور گھونگھر یالے بالوں والی قوم کے مشابہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ جس کا نام "باسک" یا "آئبیرین" ہے۔ اور جواب بھی اسپین کے بعض ویران کوہستانی علاقوں میں آباد ہے۔ اور بجز قوم "فن" کے جو یورپ کے بعید ترین شمالی حصے میں بستی ہے۔ اس کی زبان دنیا کی تمام دوسری اقوام کی زبانوں سے الگ ہے۔ اس سے ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ زمانۂ حجریۂ جدید کے انسان ایک دور دور تک پھیلی ہوئی انسانی نسل سے تعلق رکھتے تھے۔ اور آئبیرین قوم کا اٹھان بھی اسی نسل سے ہوا۔ اس نتیجہ پر پہنچنے کے لئے ہمارے پاس خصوصیت سے یہ دلیل بھی موجود ہے کہ آئبیرین قوم کے باپ دادوں کی ہڈیاں صاف ترشے ہوئے پتھر کے اوزاروں کے ساتھ اسپین میں بھی لمبے لمبے گڑھوں کے اندر اسی طرح گڑی ہوئی ملتی ہیں جس طرح برطانیہ میں دیکھی گئی ہیں۔ اور تو اور اہل آیرلینڈ اور اہل ویلز کی

ادنیٰ طبقہ کی آبادی میں آج کے دن بھی ایک جماعت ایسے لوگوں کی موجود ہے جن کا قد چھوٹا ہے۔ اور رنگ سانولا ہے۔ ہو نہ ہو یہ لوگ بھی زمانۂ حجریۂ جدید کی اسی پرانی نسل کی یادگار ہیں

مقبرے | اپنے تصور کے پردے پر جب ہم زمانۂ حجریۂ جدید کے ان انسانوں کی زندگی کی تصویر کھینچتے ہیں۔ تو ہمیں نظر آسکتا ہے کہ وہ مواشی پالتے تھے۔ پتھر کے اوزار بناتے تھے اپنی ضرورت کے لایق مٹی کے بے ڈھنگے باسن طیار کرتے تھے۔ اپنی بی بی بچوں سمیت کھوہوں میں رہتے تھے۔ اور اپنے مُردوں کو لمبے لمبے حجروں میں دفن کرتے تھے۔ جن کے بنانے کی ترکیب یہ تھی کہ بڑے بڑے ان گھڑ پتھروں کو جوڑ کر اوپر سے مٹی دے دی جاتی تھی۔ جب اس مٹی کو کھود کر ہٹایا جاتا ہے تو پتھر باقی رہ جاتے ہیں۔ جن کی مجموعی ہیئت پر کسی ناتراشیدہ میز کا گمان ہوتا ہے۔ اس گول پتھریلے ڈھیر کو "کراملک" کہا جاتا ہے۔ کہ اہل ویلز کی زبان میں "کرام" سے مراد گول ہے۔ اور "لک" سے پتھر۔ مدتوں اِن مقبروں پر غلطی سے قربان گاہوں کا شبہ ہوتا رہا۔ یہ بات بھی قرین قیاس ہے کہ ضلع ولٹ شایر میں بمقام اسٹون ہنج واقع میدان سالسبری اور نیز بعض دوسرے مقامات میں پتھر کی بڑی بڑی چٹانوں کے جو اونچے کنڈ موجود ہیں۔ وہ زمانۂ حجریۂ جدید کے اِنہیں انسانوں نے بنائے تھے۔ رہی یہ بات کہ کس طرح بنائے تھے۔ اور کیوں بنائے تھے۔ سو یہ ایک راز ہے جو کھل نہیں سکا۔

قوم سلٹ | زمانہ نے ایک اور پلٹا کھایا۔ اور بنی نوع انسان کی ایک

دوسری نسل جس کی کھوپریوں میں کسی قدر زیادہ گولائی تھی لمبی کھوپریوں والی نسل کے ساتھ ملنی شروع ہوئی۔ اس دوسری نسل کے انسانوں کے ڈھانچ ہم کو گول گڑھوں کے اندر جو بالکل مٹی کے بنے ہوئے ہیں۔ دبے ہوئے ملتے ہیں۔ اور ساتھ ہی کانسی اور پتھر کے اوزار بھی ان گڑھوں سے نکلتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ دھات کو کام میں لانا سیکھ چلے تھے۔ بعد کے زمانہ کے بعض گڑھوں سے لوہے کے آلات بھی برآمد ہوتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ کانسی کی بہ نسبت لوہے کا ڈھالنا بہت مشکل ہے۔ یہ واقعہ اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ اب ایک اور قوم برطانیہ میں آکر آباد ہوگئی تھی۔ جو اپنے ساتھ ایک اعلیٰ تر تہذیب لائی تھی۔ یہ امر بظاہر عجیب تو معلوم ہوگا۔ لیکن اس قوم کا سراغ لگانے کے لئے جو "سلٹ" کے نام سے پکاری جاتی ہے۔ ہمیں مشرق کا رخ کرنا چاہئے۔ جہاں غالباً سرزمین ایران کے آس پاس کسی خطے میں ہمیں ان کا کھوج ملے گا۔ اور ہم کو معلوم ہوگا کہ اس قوم کا ایک حصہ مدتوں خانہ بدوش رہ کر ترک وطن کرتا ہوا مغرب کی طرف بڑھا۔ اور ہمارے جزیرے میں آکر آباد ہوگیا۔ اہل علم ہمیں بتاتے ہیں کہ آریہ نسل کی ایک قوم زمانۂ تاریخ سے بہت پہلے مشرق میں نمودار ہوئی۔ اور اس نے دو گروہوں میں منقسم ہوکر دو سمتوں میں بڑھنا شروع کیا۔ ایک گروہ ایران اور ہندوستان پر چھا گیا۔ اور دوسرا یورپ میں پھیل گیا۔ "آریا" بمعنی "شریف" ایک نہایت ہی پرانا لفظ ہے۔ اور زمانہ قدیم میں ایران کا ایک حصہ

اسی نام سے موسوم تھا۔ اور یہی لفظ قوم آریہ کی بھی وجہ تسمیہ ہے۔ آریوں نے اول اول اپنی آبادیاں کسی قدر بجانب مغرب لیا ئیں۔ رفتہ رفتہ جب اُن کی تعداد بہت بڑھ گئی تو سلسلہ نقل مکان اور زیادہ وسیع ہوتا چلا۔ اور اُن کی کچھ جماعتیں مغرب کے بعید تر مقامات میں جا جا کر آباد ہوتی گئیں۔ یہاں تک کہ ایک جماعت سمندر کو عبور کر کے برطانیہ میں جا پہنچی۔ جس کے باشندوں کو بزور شمشیر فتح کر کے وہ یہاں مستقل طور پر آباد ہو گئی۔ برطانیہ کے یہ نئے فاتح قوی ہیکل اور بھورے بالوں والے تھے۔ اور جس نسل کو انہوں نے اپنا مطیع بنایا تھا۔ وہ پست قامت اور اُن کی بہ نسبت ذرا سانولی تھی۔

فینیقیوں کے تجارتی تعلقات ۶۰۰ قبل مسیح

جناب مسیحؑ کی ولادت سے کوئی چھ سو سال قبل فینیقی جہازراں آبنائے جبل الطارق کو جو اُن دنوں "ہرقلس کے مینارے" کہلاتی تھی۔ عبور کرتے ہوئے قلعی کی تجارت کے لئے جزایر سیلی تک آیا کرتے تھے۔ یہ جزیرے کورنوال کے قریب واقع ہیں۔ اور یونانی مصنفین نے انہیں اپنی کتابوں میں "کیسی ٹرائیڈیز" یعنی "قلعی کے جزیرے" لکھا ہے۔ تاریخ کی روشنی قوم سلٹ پر اول اول اسی زمانہ میں پڑتی ہے۔ اس کے قریباً سو سال بعد یونانی براہ خشکی مسیلیا سے آئے جو مارسیلز کا دوسرا نام ہے۔ اور اسی وقت سے ہمارے جزیرے کا نام "البیاں" پڑ گیا۔ آیرلینڈ "آیرن" کہلانے لگا۔ اور پورا مجمع الجزایر برطانیہ کے نام سے موسوم ہو گیا۔

جولیس سیزر کی آمد ۵۵ قبل مسیح

برطانیہ کی حیثیت اب مستقل طور پر قایم ہو گئی

اور رفتہ رفتہ دوسری قوموں کو اس کے حالات معلوم ہوتے گئے۔
کم وبیش ساڑھے تین سو سال کا زمانہ جب اس پر اور گذر چکا تو مشہور رومی سپہ سالار جولیس سیزر نے ۵۵ء اور ۵۴ء قبل مسیح میں برطانیہ پر چڑھائی کی۔ برطانویوں کے سردار کیسیو لائنس نے مقابلہ کے بعد شکست کھائی اور روما کو خراج ادا کرتے رہنے کا اقرار کیا۔ اسی سال جولیس سیزر واپس چلا گیا اور پانچ سو سال تک برطانوی اپنے ملک پر قابض رہے۔ لیکن اس کے بعد ان کا تسلط ہمیشہ کے لئے اُٹھ گیا۔

برطانویوں کا تمدن برطانیہ کے جنوبی علاقے کے باشندے اب اچھے خاصے شائستہ ہو گئے۔ وہ رتھوں پر سوار ہوکر لڑتے تھے۔ اور برچھوں نیزوں اور گنڈاسوں سے دشمن کا مقابلہ کرتے تھے۔ جس کا وار چمڑے اور بُنی ہوئی پتلی پتلی ٹہنیوں کی ڈھال پر روکا جاتا تھا۔ وہ کپڑے کے لبادے اور قبائیں پہنتے تھے۔ سونے چاندی کے کنگن استعمال کرتے تھے۔ اور لکڑی اور سرکنڈوں کے جھونپڑوں میں رہتے تھے۔ یہ جھونپڑے ایک دوسرے سے الگ تھلگ واقع ہوتے تھے۔ اور ان کی بنیادیں پتھر کی ہوتی تھیں۔ ہر قبیلہ ایک "ڈِن" یعنی گڑھی بناتا تھا۔ جس کے گرداگرد ایک دیوار یا اونچا پشتہ کھنچا ہوا ہوتا تھا۔ تاکہ جنگ کے وقت وہ اُس کے اندر پناہ لے سکے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے بڑے شہر لندن کی ابتدا بھی انہیں قدیم گڑھیوں میں سے ایک سے ہوئی جس کا نام کتابت میں "لِن ڈِن" اور تلفظ میں "لِن ڈن" تھا۔ "لِن" جھیل کو کہتے ہیں۔ اور "ڈن" سے مراد جیسا کہ ہم ابھی ابھی بیان کرچکے

ہیں۔ گڑھی یا قلعہ ہے۔ ان دونوں کے ملانے سے لنڈن ہوگیا۔
یہ لوگ اناج بھی بوتے تھے۔ اور چٹانوں کی کھوہوں میں اناج کے ذخیرے جمع کر کے رکھتے تھے۔ کشتیاں بنانے کا فن بھی انہیں آتا تھا۔ اُن کی کشتیاں یا تو گتھی ہوئی پتلی پتلی ٹہنیوں سے طیار کی جاتی تھیں یا درختوں کے تنوں کو کھوکھلا کر کے بنالی جاتی تھیں۔
اندرون ملک کے باشندے اس قدر شایستہ نہ تھے۔ جنگلی جانوروں کی کھالیں پہنتے تھے۔ دودھ اور گوشت پر اوقات بسر کرتے تھے۔ اور تند بے رحم اور کینہ ور تھے۔

مذہب | برطانویوں کے مذہب پر جب ہم نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ مذہب اگرچہ شاندار تھا لیکن ساتھ ہی ڈراؤنا بھی ضرور تھا۔ اُن کے کاہن جن کا لقب "ڈروئیڈ" تھا۔ بعض پوشیدہ عقاید رکھتے تھے۔ جن کی حقیقت بجز اُن کے اور کوئی نہ جانتا تھا۔ اور بیان کیا جاتا ہے کہ وہ مردوں اور عورتوں کی قربانی بھی دیا کرتے تھے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ عام طور پر اہل برطانیہ فطرت کی پرستش کرتے تھے اور ندیوں جنگلوں اور پہاڑوں کی روحوں کو پوجتے تھے۔ شاہ بلوط کا درخت "تسلتو" کی اُس بیل کے ساتھ جو اس درخت پر چڑھی ہوئی نظر آتی ہے ان کے نزدیک خدا کی علامت تھا۔ عبادت کرنے کے لئے وہ غاروں کے اندر اور گھنے جنگلوں کے بیچوں بیچ جمع ہوا کرتے تھے۔

اہل روما کا برطانیہ پر تسلط ۴۳ء | برطانوی قوم اس حالت میں زندگی بسر کر رہی تھی کہ رومیوں نے دوسری مرتبہ ۴۳ء میں اپنے شہنشاہ کلاڈیئس کے زیر کمان جزیرۂ برطانیہ پر حملہ کر کے اس کے

جنوبی حصہ پر قبضہ کر لیا۔ برطانویوں نے کئی سال تک حد آوروں کا جم کر مقابلہ کیا۔ اور رومیوں کو جنگلوں اور دلدلوں میں رگیدتے پھرے۔ سات سال تک اس کشمکش کا سلسلہ یوں ہی جاری رہا اور فتح کا پلہ کسی فریق کی طرف جھکتا نظر نہ آیا۔ آخر مشہور برطانوی سردار کیر کٹیکس نے شکست کھائی۔ اور قیدی بنا کر روما بھیج دیا گیا۔

کیر کٹیکس | جب رومیوں کے قدم ایک مرتبہ جم چکے تو وہ برابر آگے بڑھتے ہوئے چلے گئے۔ یہاں تک کہ چند سال میں ان کی فاتحانہ پیش قدمی جزیرہ اینگلسی تک پہنچ گئی جو اُس زمانہ میں "مونا" کے نام سے موسوم تھا۔ یہاں ڈروئیڈوں کی بہت بڑی قوت تھی۔ جسے رومیوں نے تباہ کر دیا۔ اور ڈروئیڈوں کا قتل عام وقوع میں آیا۔ لیکن اس معرکہ میں قریب تھا۔ کہ سارا ملک ہی رومیوں کے ہاتھ سے نکل جائے۔ اس لئے کہ ایک برطانوی سردار کی بیوی بوڈیسیا

بوڈیسیا ۶۱ء | نے انگلستان کے مشرقی علاقہ کی آبادی میں رومیوں کے خلاف ایک آگ سی لگا دی اور اُن کا نہایت سختی سے مقابلہ کیا گیا۔ لندن جو اس وقت ایک کھلا ہوا بے پناہ شہر تھا۔ جلا کر راکھ کا ڈھیر کر دیا گیا۔ رومیوں کے دانت کھٹے ہو ہو گئے۔ اور بڑی مشکلوں میں پالا اُن کے ہاتھ رہا۔ ملکہ بوڈیسیا نے اسیری کی ذلت پر موت کو ترجیح دی۔ اور بیان کیا جاتا ہے کہ اس ذلت سے بچنے کے لئے وہ زہر کھا کر مرگئی۔

رومیوں کی سہ صد سالہ حکومت | اس کے بعد رومیوں نے برطانویوں پر کوئی تین صدی تک حکومت کی۔ اور اُن کا انداز حکمرانی ویسا ہی تھا

جیسا ہندوستان میں آج کل انگریزوں کا ہے۔ انہوں نے عمدہ قوانین بنائے اور پختہ سڑکیں طیار کیں جو آج کے دن تک موجود ہیں۔ ان میں سے ایک سڑک جو "واٹلنگ اسٹریٹ" کہلاتی تھی۔ (دیکھو نقشہ نمبر ۲) لندن میں سے گذرتی ہوئی ڈوور کو چیسٹر سے ملاتی تھی۔ رومیوں نے اپنے عہد میں مکانات اور کوٹھیاں اور حمام اور تھیئٹر بھی بنوائے اور ملک کے مختلف حصوں میں بڑے بڑے شہر مثلاً یارک۔ لنکن اور چیسٹر تعمیر کئے۔ آج کے دن بھی ان میں سے کئی شہر ایسے موجود ہیں جن کے نام کا آخری حصہ ان کی اصلیت پر روشنی ڈالتا ہے۔ مثلاً ڈان کیسٹر۔ لی سسٹر (جس کا تلفظ لیسٹر ہے) اور مانچسٹر ہی کو دیکھو۔ ان کے آخر میں جو لفظ کیسٹر یا سسٹر آتا ہے یہ در اصل لاطینی لفظ کیسٹرا ہے۔ جس کے معنی پڑاؤ یا مستحکم مقام کے ہیں۔ رومیوں نے جنگل کٹواکر صاف کرائے اور لوگوں کو اناج کی کاشت کی ترغیب دلائی۔ اور اس طور پر برطانیہ نے زراعت میں اس قدر ترقی کی کہ اس کا نام "شمال کا خرمن" پڑ گیا۔ انہوں نے بہت سے نئے میووں کے درخت بھی یہاں دوسری سرزمینوں سے لاکر لگائے۔ کانوں میں سے دھاتیں نکالنے کا فن رایج کیا اور برطانویوں اور رومیوں نے دین عیسوی قبول کر لیا۔

رومی رخصت ہونے لگے ۴۱۰ء رومیوں کی سڑکیں رومی کوٹھیوں کے پختہ فرش اور رومی دیواریں اگرچہ آج کے دن تک باقی ہیں۔ لیکن برطانویوں پر رومیوں کا اثر کچھ زیادہ دیر پا ثابت نہ ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ برطانیہ کی حیثیت روما کے مفتوح صوبہ سے زیادہ نہ تھی۔ باشندگان برطانیہ

اگرچہ اپنے فاتحوں کے زیر سایہ آرام سے زندگی گزارتے تھے۔ عادات واطوار میں اُن کی تقلید کرتے تھے۔ لاطینی زبان جو حکومت کی زبان تھی بولتے تھے۔ اور بیرونی دشمنوں کے مقابلہ میں رومیوں کی جماعت پر بھروسہ کرتے تھے۔ لیکن یہ سب دکھاوے کی باتیں تھیں۔ دل میں اگر انہیں محبت تھی تو اپنے قومی قوانین سے۔ اور اگر حقیقت میں انہیں لگاؤ تھا۔ تو خود اپنے ہی ملکی سرداروں سے۔ اسی لئے جب ۴۱۰ء میں خود سلطنت روما دشمنوں سے گھیر گئی۔ اور رومیوں نے اپنی خانگی پریشانیوں سے مجبور ہوکر برطانیہ کے جنوبی علاقہ سے فوجیں رفتہ رفتہ ہٹانی شروع کیں تو برطانویوں کو حق تھا کہ رومیوں کی اس جدائی پر خوش ہوں۔ لیکن مشکل یہ آن پڑی تھی کہ رومیوں کی مدد کے بغیر وہ اپنے وحشی سلٹ ہمسایوں سے جو برطانیہ کے شمال میں بستے تھے۔ اپنی حفاظت کرنے کے قابل نہ تھے۔

پکٹ اور اسکاٹ یہ ہمسائے "پکٹ" اور "اسکاٹ" تھے۔ پکٹ در اصل کیلیڈونیا کے رہنے والے تھے۔ اور اسکاٹ اوّل اوّل آئر لینڈ سے آئے تھے۔ اور اسکاٹلینڈ آگے چل کر انہیں کے نام سے موسوم ہوگیا۔ دونوں قومیں وحشی اور جنگجو تھیں۔ خود رومی بھی محض اپنی مضبوط اور سنگین دیواروں کی بدولت اُن کے غارت گرانہ حملوں سے بچ سکے۔ اس قسم کی سب سے زیادہ مشہور دیوار ہیڈرین کی فصیل ہے۔ جو سالوے کی کھاڑی سے دریائے ٹین کے دہانہ تک چلی گئی ہے۔ اور آج بھی اس کے بعض حصے جوں کے توں کھڑے ہیں۔ رومی برطانیہ سے رخصت ہوئے ہی تھے۔ کہ پکٹ اور اسکاٹ دیواروں کے اندر گھس آئے۔

اور جنوبی علاقہ کے برطانویوں پر ٹوٹ پڑے۔ جنہیں اپنی جان بچانی مشکل ہوگئی۔ اس لئے کہ کوئی برطانوی فوجی جمعیت ایسی موجود نہ تھی جو شمالی حملہ آوروں کا مقابلہ کر سکے۔ جو جمعیت تھی بھی اسے رومیوں نے معمول کے موافق رومی سپاہ میں شریک کر کے بیرونی دشمنوں کے مقابلہ کے لئے ملک سے باہر بھیج رکھا تھا۔ اس مصیبت کے وقت میں برطانویوں نے روما سے امداد طلب کی۔ اور ایک رومی فوج نے آکر پکٹ اور اسکاٹ حملہ آوروں کو مار بھگایا۔ لیکن اس کے بعد ۴۱۰ء میں رومی برطانیہ سے بالکل ہی چلے گئے۔ اور برطانویوں کو ان کے حال پر چھوڑ تے گئے۔

رومی برطانیہ کو چھوڑ کر چلے گئے ۴۱۰ء

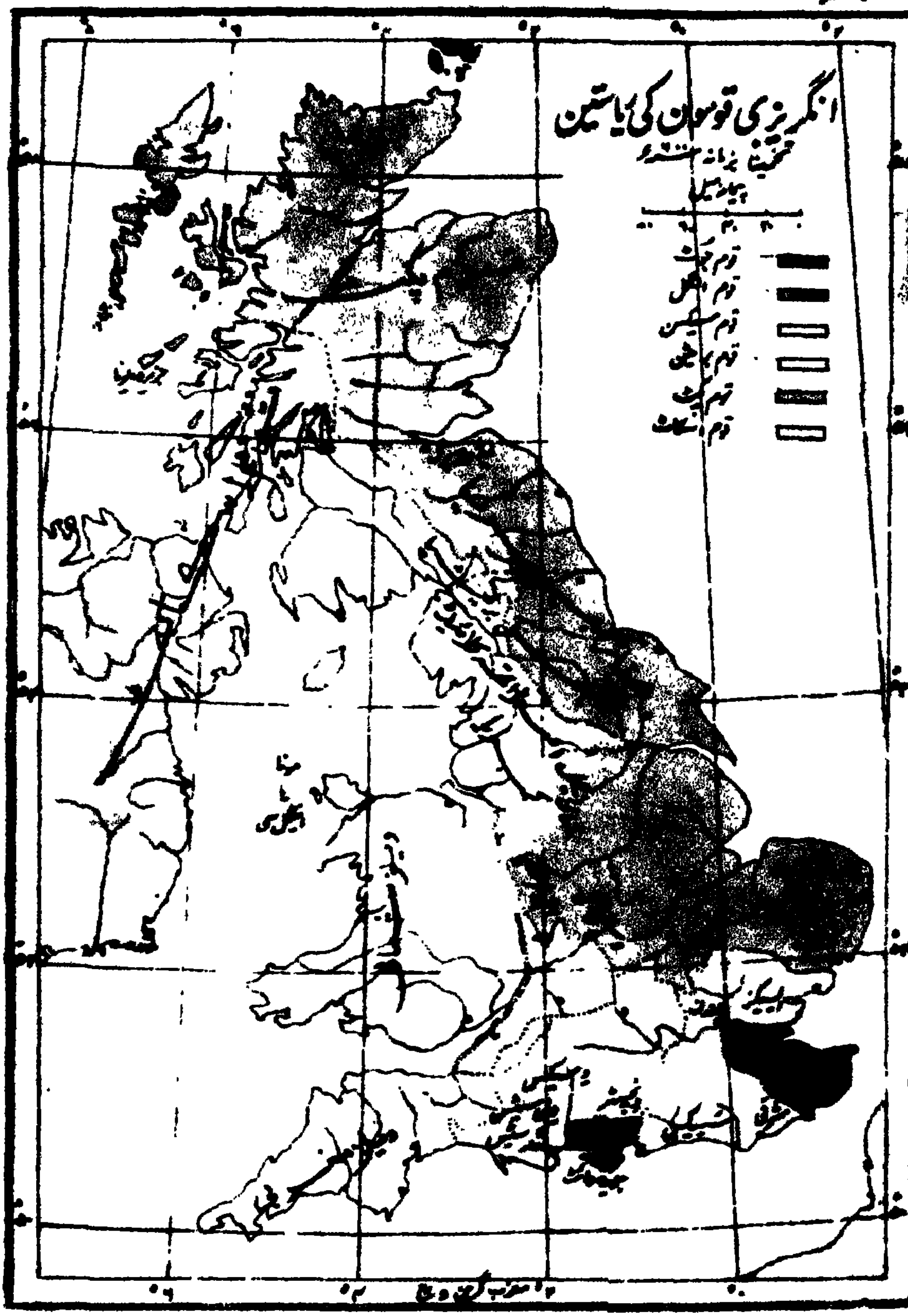
یہاں سے انگلستان کی تاریخ شروع ہوتی ہے۔ برطانویوں نے ہر طرف سے مایوس ہوکر اپنی مدد کے لئے ایک ایسی قوم کو بلاوا بھیجا جو ان کے ساحلوں کے گرد منڈلاتی پھرتی تھی۔ لیکن یہ قوم ان کے حق میں اور بھی زیادہ خوفناک دشمن ثابت ہوئی۔ یہی قوم ہماری مورث اعلیٰ ہے جس نے انگریزی قوم کی بنیاد رکھی۔ اور اب ہم کو یہ دیکھنا ہے کہ اس قوم کے لوگ کہاں سے آئے اور کس طرح آئے۔

دوسرا باب

انگریز انگلستان میں کسطرح آئے

سیکسن بحری قزاق چوتھی صدی برطانیہ میں رومن حکومت کا آخری سو سوا سو سال کا زمانہ بحری قزاقوں کی آئے دن کی دستبرد کے باعث بڑی پریشانی سے کٹا۔ سمندر کے یہ ڈاکو جو دریائے الب کے ساحلی علاقہ میں بودو باش رکھتے تھے۔ بڑی بڑی چوڑے پیندے والی کشتیوں میں سوار ہوکر سمندر میں سے ہوتے ہوئے آتے تھے۔ اور فرانس کے شمالی اور برطانیہ کے جنوبی و مشرقی ساحلوں پر چھاپے مارکر مردوں۔ عورتوں اور بچوں کو گرفتار کرنے کے علاوہ اور جو کچھ لوٹ کا مال ملتا تھا ہتیا لے جاتے تھے۔ سیکسن نسل کے یہ من چلے لٹیرے ایسے تند خو اور ظالم تھے کہ ان کی مار دھاڑ سے بچنے کے لئے رومیوں کو دریائے ہمبر سے لے کر وکٹس یعنی جزیرہ وائٹ تک ساحل کے گردا گرد مضبوط قلعے تعمیر کرنے پڑے۔ اور ایک افسر جس کا لقب "سیکسن ساحل کا سردار" تھا خاص طور پر ساحل کی حفاظت کی نگرانی کے لئے مقرر کیا گیا۔

ٹیوٹن نسل کی اصل ان حملہ آوروں کا تعلق ٹیوٹن نسل سے تھا جو قوم سلٹ سے بالکل مختلف تھی۔ گوکہ دونوں قومیں ابتداءً مشرق ہی کی طرف طرف سے آئی تھیں۔ اور ان دونوں کی اصل ایک تھی۔ اول اول


انگریزی قوموں کی ریاستیں
قوم جوٹ
قوم سیکسن
قوم سکاٹ

جب تاریخ میں ہم اُن کا نام سنتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح صدہا سال پہلے سلٹ مشرق سے مغرب کی طرف آئے تھے اسی طرح یہ بھی بتدریج مغربی سمت میں بڑھتے ہوئے یورپ میں پھیل گئے۔ اور جس طرح قوم سلٹ نے یورپ میں پہنچ کر اس نسل کو جو پیشتر سے یہاں آباد تھی۔ اپنے جمّ ہجوم سے نکال باہر کیا تھا۔ اسی طرح اِن ٹیوٹنوں نے اب سلٹوں کو جرمنی کے میدانوں سے جنوبی سمت میں اُس حد تک دھکیل دیا۔ جس سے آگے رومن مداخلت مزید پیش قدمی کو مانع تھی۔ اس کے بعد انہوں نے شمال کی طرف اُس علاقہ میں بڑھنا شروع کیا۔ جو دریائے ویسر۔ اور دریائے البے کے درمیان واقع ہے یہاں تک کہ جٹلینڈ۔ سویڈن اور ناروے میں اُن کا عمل دخل ہو گیا۔ اب اُن کی ایک طرف تو بحیرہ بالٹک تھا۔ اور دوسری طرف بحر شمالی۔ اس کا نتیجہ لازمی طور پر یہ ہونا تھا کہ وہ بے باک بحری قزاق ہو گئے۔ جٹلینڈ۔ اور جرمنی کے ساحلوں سے اپنے چوڑے پیندے والے جہازوں میں سوار ہو کر جن کے کھینے میں کم از کم پچاس چپو کام میں لائے جاتے تھے۔ وہ فرانس کے بارونق ساحلوں اور نیز برطانیہ کے ساحلوں پر جو کچھ کم شاداب نہ تھے لوٹ مار مچایا کرتے تھے۔

قوم جوٹ کی لنگر اندازی ۴۴۹ء

جب تک رومن حکومت جزیرہ برطانیہ میں قائم رہی۔ اِن کے لئے جزیرہ میں قدم جمانا مشکل تھا۔ اور رومن افواج کے رخصت ہو جانے کے بعد بھی اہل برطانیہ کم و بیش چالیس سال تک اِن کا مقابلہ کامیابی کے ساتھ کرتے رہے۔ لیکن

یہ روگ برطانویوں کے بس کا نہ تھا۔ خشکی کی طرف سے پکٹ اور اسکاٹ
ان پر رہ رہ کر حملہ آور ہوتے تھے۔ اور تری کی جانب سے ان سیکسن
لٹیروں نے ان کا ناک میں دم کر رکھا تھا۔ ایسی حالت میں برطانیوں
نے اپنی خیریت اسی میں دیکھی کہ ایک دشمن کو دوسرے سے لڑا دیا
جائے۔ چنانچہ ۴۴۹ء میں ایک برطانوی سردار ورٹیجرن نامی نے
بحری لٹیروں کے دو سرداروں کو جن کا نام ہنجسٹ اور ہارسا تھا۔ بلاوا
بھیجا کہ آکر کینٹ کی شمالی جانب جزیرہ تھینٹ میں آباد ہو جائیں اور
اس کی طرف سے پکٹ غارت گروں کا مقابلہ کریں۔ جوٹ قوم کے
ان سرداروں نے یہ دعوت قبول کرلی۔ لیکن برطانویوں کو یہ معلوم نہ
تھا کہ ان کے یہ حلیف انہیں کے حریف بن جائیں گے۔ پکٹوں کو
نیچا دکھانے کی دیر تھی کہ جوٹوں نے خود برطانویوں پر دھاوا بول دیا۔
پہلی لڑائی میں ہارسا تو مارا گیا۔ لیکن ہنجسٹ کی سرکردگی میں جوٹ
برابر مقابلہ پر ڈٹے رہے۔ اور تیس سال تک سلسلہ جنگ قائم رکھنے
کے بعد اس کے بیٹے ایرک نے مشرقی کینٹ اور مغربی کینٹ کے
نام سے دو چھوٹی چھوٹی حکومتیں قائم کرلیں (دیکھو نقشہ نمبر ۱)۔ ان
حکومتوں میں سب سے بڑا شہر کنٹ ورابرگ یا کنٹ منسرا تھا۔
یہ وہی شہر ہے جسے ہم آج کنٹربری کہتے ہیں۔ اس لحاظ سے گویا
جوٹ ہماری اولیں آباد و اجداد تھے۔ جو اس ملک میں آکر آباد ہوئے۔

سیکسنوں کی آمد ۴۷۷ء

اس اثنا میں دوسرے بحری ڈاکوؤں کے جہاز جو
آبنائے انگلستان میں چکر لگایا کرتے تھے۔ ہر سال واپسی پر اپنے
اہل وطن کو یہ خبریں جا جا کر سناتے رہے کہ ایک بڑا اچھا ملک

موجود ہے جو بزور شمشیر فتح کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ ۴۴۷ء میں سیکسن کہ وہ بھی مقابل والے ساحلی علاقہ میں دریائے البے اور دریائے ویسر کے درمیان آباد تھے۔ اپنے دو سرداروں ایل اور سسیا کی سرکردگی میں ایک بحری مہم لئے ہوئے برطانیہ پر چڑھ دوڑے اور برطانیہ کے جنوبی ساحل پر رومن شہر ریگنم کے قریب لنگر انداز ہوئے۔ یہ شہر سسیا کے نام سے منسوب ہو کر سسیاسسٹر کہلایا۔ اور بعد میں چیچسٹر کے کے نام سے مشہور ہوا۔ بدیسی مددگاروں کو بلانے کا تلخ تجربہ برطانیوں برطانیوں کے ساتھ جدجہد کو بہت پہلے سے ہو چکا تھا۔ اور وہ سخت پچھتاتے تھے کہ کیوں انہوں نے اس غیر ملکی بلا کو خود بلا کر گلے لگایا۔ مگر اب پچھتانے سے کیا ہوتا تھا۔ ان نئے حملہ آوروں کے سامنے جو آتا تھا اُسے یا تو وہ خاک و خون میں ملا دیتے تھے۔ یا مار بھگاتے تھے۔ چنانچہ جب سسیا نے شہر انڈریڈا پر قبضہ کیا۔ جو اُس مقام پر واقع تھا۔ جہاں آج کل پیونسی کی بستی ہے تو اُس نے ایک برطانوی کو بھی زندہ نہ چھوڑا۔ سیکسن نہایت آہستہ آہستہ پیش قدمی کرتے تھے۔ اس لئے کہ اوّل تو تمام علاقہ میں گھنے جنگل چھائے ہوئے تھے۔ اور جا بجا دلدلیں تھیں دوسرے برطانوی جان توڑ کر اُن کا مقابلہ کرتے تھے۔ ۵۲۰ء میں برطانوی بادشاہ آرتھر نے جس کی نسبت گول میز کے سورماؤں کے افسانے مشہور ہیں۔ مغربی سیکسنوں کو ایسی فاش شکست دی کہ کئی سال کے لئے اُن کی پیش قدمی رک گئی۔

سیکسن نوآبادیاں

لیکن برطانیوں کی آزادی صرف چند دنوں کی مہمان تھی۔ اُن کا وقت ست چکا تھا۔ بڑی خرابی یہ تھی کہ اُن میں باہم

اتفاق نہ تھا۔ وہ آپس ہی میں کٹے مرتے رہتے۔ ایسی حالت میں کس طرح ممکن تھا کہ وہ اُن تازہ دم دستوں سے بازی لے جا سکیں جو ہر سال حملہ آوروں کو کمک پہنچانے کے لئے سمندروں کی طرف سے اپنے بال بچوں اور مویشیوں سمیت آتے رہتے۔ اور جہاں کہیں زمین کا کوئی نیا ٹکڑا پاتے تھے۔ اس میں نئی بستیاں بسا کر مضبوطی سے پاؤں جما لیتے تھے۔ یہ سچ ہے کہ برطانیہ کے جنوبی حصہ پر قبضہ کرنے میں انہیں ساٹھ سال کی طویل مدت صرف کرنی پڑی۔ لیکن اس میں بھی کلام نہیں کہ اس مدت کے ختم ہونے پر انہوں نے ساوتھ سیکس (سیکسنوں کی جنوبی ریاست) یا سسکس۔ ویسٹ سیکسنس (سکسنوں کی مغربی ریاست) یا وسیکس۔ ایسٹ سکسنس (سکسنوں کی شرقی ریاست) یا ایسکس اور مڈل سیکسنس (سیکسنوں کی وسطی ریاست) یا مڈل سیکس کی چار حکومتیں قایم کر لیں۔ اور برطانوی اس سرزمین سے بجانب مغرب اُس علاقہ کی طرف دھکیل دئے گئے۔ جو اب سامرسٹ۔ ڈیون اور کورنوال کے نام سے مشہور ہے۔

قوم اینگل کی نوآبادیاں اسی کے ساتھ ساتھ ایک اور قوم جو "اینگل" کہلاتی تھی کثیر تعداد میں آ آکر برطانیہ کے شمال و مشرق میں آباد ہوتی جاتی تھی۔ یہ لوگ علاقہ اینگلن کے رہنے والے تھے۔ جو دریائے ایڈر کے شمال کی طرف ملک شلیسوگ (جرمنی) میں واقع تھا۔ ان کے حالات ہمارے لئے خاص طور پر دلچسپ ہیں۔ اول تو اس لئے کہ یہ ساری قوم اپنا بوریا بدھنا اُٹھا کر اپنے ملک سے رخصت ہو گئی۔ اور ہمارے ملک میں آ بسی۔ دوسرے اس لئے کہ اسی قوم نے ہمیں اینگل یا انگل

کا نام دیا۔ اور ہمارا ملک انگلینڈ کہلایا۔

نارتھمبریا ۶۰۳ء ہمیں صحیح طور پر اس بات کا تو علم نہیں کہ یہ لوگ اوّل اوّل کب آکر برطانیہ کے ساحلوں پر اُترے لیکن اتنا ہم جانتے ہیں کہ اُن کی ایک جماعت اپنی کشتیوں میں سوار دریائے ہمبر کی موجوں کو قطع کرتی ہوئی اندرون ملک میں چلی آئی۔ اور اس نے ایک حکومت کی بنیاد ڈالی۔ جس کا نام ڈیرا تھا۔ پھر ۵۴۷ء میں ایک اور جمعیت پچاس کشتیوں میں سوار ہوکر اپنے ایک سردار کے ماتحت جس کا نام آئیڈا اور لقب شعلہ بردار تھا۔ اینگلن سے روانہ ہوئی۔ اور شمال کی طرف اور آگے بڑھ کر اس نے برنیشیا کی حکومت قایم کی۔ پچاس سال یا اس سے زاید مدت کی کشمکش کے بعد برنیشیا اور ڈیرا کی حکومتیں ۶۰۳ء میں متحد ہوگئیں۔ اور نئی متحدہ حکومت نارتھمبرلینڈ کے نام سے موسوم ہوئی۔ یہ حکومت دریائے ہمبر سے لے کر فرتھ آف فورتھ (فورتھ کی کھاڑی) تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس واقعہ سے اس بات کا پتہ چل سکتا ہے کہ کیوں اسکاٹلینڈ کے میدانی علاقہ کے باشندے ٹیوٹن ہیں۔ اور کوہستانی علاقہ کے بسنے والے سلٹ نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔ اینگلوں نے سلٹوں کو کوہستانی علاقہ میں مار بھگایا۔ اور میدانی علاقے پر خود قابض ہو گئے۔ شہر ایڈنبرا کا نام بھی جو اس زمانہ میں ایڈونبرا تھا۔ بعد کے ایک اینگل بادشاہ ایڈاین یا ایڈون کا رکھا ہوا ہے۔

ایسٹ اینگلیا اور مرشیا اس اثنا میں اینگل قوم کی کچھ اور جماعتیں دریائے ہمبر کے جنوب میں اپنی نو آبادیاں قایم کر رہی تھیں۔ چنانچہ نارتھ فوک"

(اہل شمال) اور "ساؤتھ فوک" (اہل جنوب) اُن اضلاع میں آباد ہو گئے جو ابھی تک اُن کے نام سے موسوم ہیں۔ انہوں نے ایسٹ انگلیا کی حکومت قایم کرلی۔ (دیکھو نقشہ نمبر ۱)۔ کچھ اینگل انگلستان کے وسطی علاقے میں بڑھتے ہوئے اُن اضلاع تک پہنچ گئے جنہیں آج کل "مڈلینڈ کاؤنٹیز" (اضلاع متوسط) کہا جاتا ہے۔ بیچ والے علاقہ کے یہ اینگل "مارچ مین" یعنی سرحدی قبایل کہلاتے تھے۔ اُس لئے کہ وہ اُس علاقے کی سرحد پر آباد تھے۔ جو ابھی تک برطانویوں کے قبضے میں تھا۔ اسی مناسبت سے اُن کا علاقہ "مارچ لینڈ" (سرحدی علاقہ) یا "مرشیا" کے نام سے پکارا جاتا تھا۔

ویلش اور انگلش غرض چھٹی صدی کے خاتمہ پر رومیوں کے چلے جانے کے دو سو سال بعد صورت حالات یہ تھی کہ برطانویوں کو تازہ وارد اقوام کی دست برد نے انگلستان کے مغرب کی طرف مار ہٹایا تھا۔ اور اب وہ جنوب کی طرف ڈیون شایر۔ اور کورنوال (یا مغربی ویلز) میں۔ مغرب کی طرف شمالی ویلز کے پہاڑوں میں اور شمال کی طرف کمبرلینڈ۔ ویسٹ مورلینڈ۔ اور لنکا شایر میں جو اُن دنوں "اسٹرتھ کلائیڈ" کہلاتا تھا سر چھپانے پر مجبور تھے۔ اسی زمانہ میں وہ "ویلش" کے نام سے بھی پکارے جانے لگے۔ کیونکہ اینگل اس نام سے اُن اجنبیوں اور پردیسیوں کو پکارتے تھے۔ جنکی بولی اُن کی سمجھ میں نہ آتی تھی۔ ملک کے باقی تمام حصے پر جوٹ اینگل اور سیکسن قابض تھے۔ جنہیں ویلش تو سیکسن ہی کے عام نام سے پکارتے تھے۔ لیکن رفتہ رفتہ ایک متحد قوم ہو جانے کے بعد وہ بعض دفعہ تو انگلو سیکسن کہلاتے تھے۔ اور

عام طور پر اپنے آپ کو آپس میں انگلش کہتے تھے۔ آبنائے انگلستان سے لے کر خلیج فورتھ تک جزیرہ کے تمام مشرقی حصے میں ان کا عمل دخل تھا۔ جو ذیل کی سات بڑی حکومتوں میں منقسم تھا۔ کینٹ پر جوٹ قابض تھے۔ سسکس ویسکس اور ایسکس کے مالک سیکسن تھے۔ نارتھمبریا۔ اینگلیا اور مرشیا پر اینگل حکمران تھے۔ یہ سات حکومتیں بعض دفعہ "ہپٹارکی" (ریاستہائے ہفت گانہ) کے نام سے موسوم کی جاتی ہیں۔ لیکن ہمیں یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ حکومتوں کے موجودہ مفہوم کے لحاظ سے یہ علاقے کسی مقررہ آئینی ضابطے کے پابند تھے۔ اصل بات یہ ہے کہ انگلوسیکسن قوم ایک آزاد قوم تھی۔ جو علیحدہ علیحدہ دستوں میں اپنی پسند کے سرداران قبائل کے ہمراہ آئی تھی۔ اور ہر گروہ کی یہی خواہش تھی کہ جو علاقہ جس کے ہاتھ آجائے اُس پر قبضہ جما بیٹھے۔ جب تک برطانویوں سے مقابلہ رہا اُن کے جتھوں میں اتحاد رہا۔ لیکن جب اُدھر سے یکسوئی ہوتی تھی تو یہ جماعتیں آپس میں لڑنے لگ جاتی تھیں۔ اور ہر ایک فریق کی یہی غرض و غایت ہوتی تھی کہ وہی سب پر بھاری ہو۔ چنانچہ انگریزوں کے ایک قوم ہونے سے پہلے یہ مختلف حکومتیں بار بار بگڑتی اور نئے سرے سے بنتی رہیں۔

ریاستہائے ہفت گانہ اس ترکیب کے مفہوم کی غلطی

قدیم زمانے کے انگریزی گاؤں

اس زمانہ کے تاریخی حالات سمجھنے کے لئے ہمیں اپنے پردۂ نگاہ پر ایک اجاڑ ملک کا نقشہ کھینچنا چاہیئے۔ جس میں گھنے جنگل کھڑے ہوں۔ بڑی بڑی دلدلیں پھیلی ہوئی ہوں۔ اور میدانوں میں زمین ویران وغیر آباد پڑی ہو۔ زیادہ تر آباد حصوں

میں رومیوں کے عہد کی سڑکیں ابھی تک موجود تھیں. لیکن مغربی علاقے میں سڑکوں کے قایم مقام صرف وہ تنگ اور دشوار گذار درے تھے۔ جو پہاڑوں میں سے گذرتے تھے کہ برطانویوں نے بھاگ کر یہیں پناہ لی تھی۔ ملک کے مشرقی حصے میں سپاٹ میدانوں پر یا نشیب و فراز والی زمین پر کہیں کہیں کسی انگریزی قبیلے کے گاؤں بسے ہوئے نظر آجاتے تھے۔ جن کے گرداگرد کچھ کھیتی باڑی ہوتی تھی۔ شہروں میں جنہیں رومیوں نے آباد کیا تھا بہت کم لوگ بود و باش رکھتے تھے۔ اور وہ اُجڑتے جاتے تھے۔

رئیس اور رعیت | گاؤں کے باشندے اکثر اور قوی ہیکل آزاد لوگ تھے۔ جنہوں نے سمندر کی زندگی چھوڑ کر دیہاتی زندگی نئی نئی اختیار کی تھی۔ سب سے بڑا مکان "ایتھلنگ" یا "آرل" (رئیس) کا ہوتا تھا جو کسی شریف تر گھرانے سے تعلق رکھتا تھا۔ اور دوسروں کی بہ نسبت زیادہ اثاثہ والا ہوتا تھا۔ لیکن "کارل" یا زمین دار بھی ایک خاص حیثیت رکھتے تھے۔ یہ طبقہ کمتر درجہ کے آزاد اشخاص کا تھا۔ جن میں سے ہر ایک صاحب جائداد ہوتا تھا۔ یعنی اپنے مکان کا مالک آپ ہوتا تھا۔ جسے وہ اپنی مملوکہ زمین پر جو کاشت کے لئے اُسے بقسمتی دی جاتی تھی۔ تعمیر کرتا تھا۔ ایک طبقہ ایسے لوگوں کا بھی تھا جو مالکان اراضی تو نہ تھے۔ لیکن باقی ہر حیثیت سے آزاد تھے۔ یہ "لیٹ"

خوش باش اور غلام | (خوش باش) کہلاتے تھے۔ ان کے علاوہ ایک بہت بڑا گروہ غلاموں کا بھی تھا۔ یہ غلام یا تو مفتوح برطانوی تھے یا وہ اشخاص تھے جو اپنی آزادی بیچ یا کھو بیٹھے تھے۔ ان غلاموں کے

آقاؤں کو حق تھا کہ انہیں یا تو خود ملک کے اندر یا غیر ملک میں کسی کے ہاتھ فروخت کر ڈالیں۔ لیکن بحالت مجموعی آبادی کا بیشتر حصہ آزاد اشخاص سے مرکب تھا۔ جو اپنے مکانوں اور زمینوں کے مالک تھے۔ اور گاؤں کی "موٹ" یعنی پنچایت میں رائے دینے کا حق رکھتے تھے۔ پنچایت کا اجلاس ایک مقدس درخت کے نیچے منعقد ہوتا تھا۔ اور اس کے سایہ میں لوگوں کے جھگڑے چکائے جاتے تھے۔ اور زمین تقسیم کی جاتی تھی۔ جس شخص سے کوئی جرم سرزد ہوتا تھا اُس کے مقدمہ کی سماعت اُس کے برابر والے کرتے تھے۔ اور اگر کچھ معتبر لوگ قسم کھاتے تھے کہ وہ بے خطا ہے تو وہ بری کر دیا جاتا تھا۔ یہ طریقہ حلفی ضمانت کہلاتا تھا۔ اگر اس طور سے اُس کی برارت ممکن نہ ہوتی تو اُس کے لئے غیبی آزمائش کا چارۂ کار موجود تھا۔ جس کی شکل یہ تھی کہ وہ آنکھوں پر پٹی باندھ کر جلتے ہوئے سرخ لوہے پر ننگے پاؤں چلتا تھا۔ یا کھولتے ہوئے پانی میں ہاتھ ڈبو دیتا تھا۔ اگر اسے کوئی گزند نہ پہنچا تو اعلان کر دیا جاتا تھا کہ وہ بے گناہ ہے۔

گاؤں کی پنچایت

حلفی ضمانت اور غیبی آزمائش

سینکڑے

ہر گاؤں یا بستی کے گرداگرد ایک بے ڈھنگی سی باڑ ہوتی تھی۔ جسے "ٹن" کہتے تھے۔ اور اس کے اور دوسری باڑ کے درمیان غیر آباد زمین کا ایک سرحدی ٹکڑا حائل ہوتا تھا۔ جس پر کسی کو ملکیت کا حق حاصل نہ تھا۔ اگر کوئی اجنبی اس سرحد سے گزرتا تھا تو ایک سنکھ بجا دیتا تھا۔ ورنہ ہر شخص مجاز تھا کہ اسے جان سے مار ڈالے۔ سو سو بستیوں کو ملا کر متعدد حلقے قایم کئے گئے تھے۔

اور یہ حلقے "ٹینیکڑے" کہلاتے تھے۔ لوگوں کو جب جنگ کے لئے یا کسی اہم مسئلہ کے تصفیہ کی غرض سے جمع ہونے کی ضرورت پیش آتی تھی تو ہر گاؤں کے کچھ آزاد اشخاص مل کر "فوک موٹ" یا قبیلہ کی بڑی مجلس منعقد کرتے تھے۔ جس میں قوم کا سرپنچ منتخب ہوتا تھا۔ سرپنچ کا انتخاب رؤسا میں سے ہوتا تھا۔ اور اس کا کام یہ تھا کہ اپنی قوم کو جنگ کے لئے طیار کر کے دشمن کے مقابلہ میں لے جائے۔ یا "وٹن جامٹ" (دانش مندوں کی مجلس) میں اس کی نمایندگی کرے۔ جہاں قانون بنائے جاتے تھے۔ اور صلح یا جنگ کے فیصلے کئے جاتے تھے۔ برطانیہ میں انگریزوں کے آنے سے پہلے ہر گروہ اپنے اپنے قبیلہ کے سرپنچ کا محکوم ہوتا تھا۔ لیکن اب انہیں ایک غیر قوم کے مقابلہ میں باہمی اتحاد پر مجبور ہونا پڑا۔ اس لئے انہیں ایک بڑے سردار کے انتخاب کی ضرورت پیش آئی جو بمنزلہ بادشاہ کے تھا۔ اور تمام دوسرے گروہوں کے سرداروں سے رتبہ میں بڑا تھا۔ لیکن اگرچہ بادشاہ کے پاس چیدہ چیدہ جنگ آزما بہادروں کا ایک دستہ موجود تھا جسے "تھین" (جمعیت رکاب) کہتے تھے۔ پھر بھی مجلس دانش مندان کی منظوری اور تمام قوم کی رضامندی کے بغیر وہ کچھ نہ کر سکتا تھا۔ یہاں تک کہ اُسے اپنے ولی عہد کے نامزد کرنے کا بھی اختیار حاصل نہ تھا۔ ہر بادشاہ بذریعہ انتخاب مقرر ہوتا تھا۔ اگرچہ عام دستور یہی تھا کہ بادشاہ ایک ہی خاندان سے منتخب کئے جائیں۔ اس لئے کہ لوگوں کا یہ عقیدہ تھا کہ خاص خاص خاندان اُن کے لڑائی کے دیوتا ووڈن

مجلس قبایل اور مجلس دانش مندان

کی نسل سے ہیں۔

بت پرستی | حقیقت یہ ہے کہ اینگل قوم جس کا ہم ذکر کرتے چلے آ رہے ہیں۔ ابھی تک بت پرست تھی۔ اور اگرچہ برطانوی جنہیں اس نے بزور شمشیر مطیع کر لیا تھا مسیحی مذہب رکھتے تھے۔ پھر بھی اُن سے اس نے کچھ نہ سیکھا۔ ہمارے دنوں کے نام ابھی تک ہمارے دلوں میں ہمارے آباد و اجداد کے دیوتاؤں کی یاد تازہ کرتے ہیں وڈنسڈے (چہارشنبہ) اصل میں "وُوڈنس ڈے" (ووڈن کا دن) ہے۔ "تھرسڈے" (پنجشنبہ) تھار کا دن ہے۔ جو رعد کا دیوتا تھا۔ "فرائڈے" (جمعہ) فریا کا دن ہے۔ جو امن و صلح اور پھلنے پھولنے کی دیوی ہے۔ ایاسٹر موسم بہار کی دیوی ہے۔ اور ہمارا جشن ایسٹر اسی کے نام سے موسوم ہے۔ اِن خاص خاص دیوتاؤں اور دیویوں کے علاوہ یہ لوگ پانی کے پریوں۔ جنگل کے بھوتوں۔ زمین اور ہوا میں بسنے والی روحوں۔ دیوتاؤں کے درجہ تک پہنچائے ہوئے قومی بہادروں اور جادوگرنیوں کو بھی مانتے تھے۔ لیکن قدیم زمانہ کے ان انگریزوں کا اصلی و حقیقی مذہب ان اوہام کی پرستش نہ تھا۔ بلکہ حق انصاف آزادی اور موت و زندگی کی ان بوجھی حقیقت ان کے عقاید میں پیوست تھی۔ اور اُن کے اسی خلوص کا نتیجہ تھا کہ جب مسیحی مذہب کی ان میں اشاعت ہوئی تو اس نے ان کے دلوں میں گھر کر لیا۔

مسیحیت | مسیحی مذہب کی اشاعت انگلستان میں ہوئی تو سہی لیکن بہت ہی آہستہ آہستہ ہوئی۔ اور بڑی جدو جہد کے بعد ہوئی۔ پاپائے گریگوری نے جو تاریخ میں اعظم کے لقب سے مشہور ہے اپنی جوانی

کے ایام میں ایک مرتبہ چند نوخیز سنہرے بالوں والے لڑکوں کو دیکھا تھا جو روما کے بازار میں غلام بناکر بیچے جا رہے تھے۔ اُن کے حسن وجمال سے متاثر ہوکر اُس نے پوچھا کہ یہ کہاں سے آئے ہیں اور جب اُسے بتایا گیا کہ یہ اینگل ہیں تو اُس کے منہ سے بے اختیار نکلا کہ اینگل نہیں یہ تو "اینجل" (فرشتے) ہیں کہ ان کی شکل و صورت فرشتوں کی سی ہے۔ آگے چل کر جب گریگوری پاپائے روما ہوا تو ان حسین وجمیل بت پرست لڑکوں کی یاد اُس کے دل میں تازہ ہوگئی۔ اور اُس نے ۵۹۶ء میں ایک رومن پادری اگسٹائن نامی کو چالیس مسیحی راہبوں کے ساتھ انگریزوں میں دین عیسوی کی منادی کے لئے روانہ کیا۔ اگسٹائن کینٹ میں لنگرانداز ہوا۔ جہاں بادشاہ ایتھلبرٹ حکمراں تھا۔ اور اُس کی شادی ایک فرنگی بادشاہ کی بیٹی برتھا سے ہوئی تھی جو دین عیسوی کی پیرو تھی۔ ایتھلبرٹ اگسٹائن سے جزیرہ تھینیٹ میں ملا۔ لیکن اس ڈر سے کہ کہیں یہ پادری اُس پر جادو نہ ڈال دے۔ اُس نے ملاقات کے لئے کھلا میدان

کینٹ میں دین عیسوی کی اشاعت ۵۹۷ء

تجویز کیا۔ اگسٹائن کی باتوں کو وہ صبر و تحمل سے ٹھنڈے دل کے ساتھ سنتا رہا۔ اور آخر دوسری جون ۵۹۷ء کو اپنی قوم کے ایک بڑے حصے سمیت کنٹربری کے بڑے پھاٹک کے باہر جہاں اب سینٹ مارٹن کا چھوٹا سا گرجا موجود ہے۔ بپتسمہ پاکر عیسائی ہوگیا۔ اس وقت سے کینٹ کی حکومت مسیحی ہوگئی۔ اور اگسٹائن کنٹربری کا پہلا لاٹ پادری مقرر ہوا۔

نارتھمبریا میں دین عیسوی کی تبلیغ

کینٹ سے یہ نیا مذہب پھیلتا ہوا نارتھمبریا میں

پہنچا۔ جہاں کے بادشاہ ایڈون نے ایتھلبرٹ کی بیٹی سے عقد کرلیا اور وہ ایک مسیحی راہب پالائنس کو اپنے ساتھ اس شمالی سرزمین میں لیتی گئی۔ ایڈون نے اپنی مجلس دانش مندان کا ایک بڑا اجلاس منعقد کیا۔ اور بھری مجلس میں سب نے اس نئے دین کی حقیقت سنی۔ جس نے انہیں بتایا کہ موت کے بعد ایک نئی زندگی بھی آنے والی ہے۔ چنانچہ انہوں نے دین عیسوی قبول کرلیا۔ ایڈون ایک بڑا طاقت ور بادشاہ تھا۔ کینٹ کے بادشاہ کے علاوہ باقی تمام بادشاہ اُسے اپنا سرتاج تسلیم کرتے تھے۔ اور اسی لحاظ سے وہ "برٹیوالڈا" یعنی سرداروں کا سردار کہلاتا تھا۔ اُس کی حکومت کا انتظام ایسا اچھا تھا کہ اُس کے زمانے میں ایک معمولی عورت اپنے بچے کو گود میں لئے ہوئے سمندر کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک بے کھٹکے پوری سلامتی کے ساتھ سفر کرسکتی تھی۔ اور ایسی فسادوں بھری سرزمین میں یہ ایک بڑی بات تھی۔

پینڈا کے ساتھ جنگ سنہ ۶۲۶-۶۳۳ء

ایڈون کی عملداری میں ایک بادشاہ البتہ ایسا تھا جو شورش پسند واقع ہوا تھا۔ یہ بادشاہ مرشیا کا حکمران پینڈا تھا۔ پینڈا کی رعایا ابھی تک بت پرست تھی۔ اور اپنے قدیم دیوتاؤں کو پوجتی تھی۔ چنانچہ مسیحیت کے خلاف اپنی تمام قوم کو بھڑکا کر اور ایک ویلش بادشاہ کڈوالن کو اپنے ساتھ ملاکر پینڈا نے ایڈون پر چڑھائی کی۔ ہیتھفیلڈ کے مقام پر جو شمالی علاقہ میں واقع ہے فریقین کے درمیان سنہ ۶۳۳ء میں لڑائی ہوئی۔ اور ایڈون مارا گیا۔ اس کے بعد نارتھمبریا اور مرشیا کی حکومتوں کے درمیان ایک طویل سلسلہ

جنگ شروع ہوا اور جب تک پنڈا زندہ رہا یہ کشمکش جاری رہی۔ آئے دن کی لڑائیوں اور جھڑپوں نے اہل ملک کو پریشان کیے رکھا یہاں تک کہ پنڈا ۶۵۵ء میں مارا گیا۔ اور اہل مرشیا رفتہ رفتہ مسیحی ہو گئے۔

آیرلینڈ میں دین عیسوی کی منادی ۶۳۴ء-۶۶۴ء

پالائینس اور اس کے ساتھی ایڈن کے مارے جانے پر نارتھمبریا سے بھاگ گئے تھے۔ لیکن نئے مذہب کو قایم اور برقرار رکھنے کے لیے کچھ اور پادری اُن کی جگہ آگئے تھے۔ اہل آیرلینڈ سو سال پیشتر سینٹ پیٹرک کی کوششوں سے مسیحیت کے حلقہ بگوش ہو چکے تھے۔ آیرلینڈ ہی کے ایک راہب نے جس کا نام کولبا تھا ایک چھوٹے سے پہاڑی جزیرے پر جو اسکاٹلینڈ کے مغربی ساحل پر واقع ہے۔ اور آیونا کے نام سے مشہور ہے۔ تبلیغ دین عیسوی کا ایک مرکز قایم کیا۔ اور یہاں سے اس دین کی منادی کرنے والے انگلستان کے تمام شمالی علاقے میں جانے لگے۔ مانٹروز کے راہب کتھبرٹ نے جو نارتھمبریا والوں میں تبلیغ کرنے کے لیے پا پیادہ پھرا کرتا تھا۔ اور وطبی کے چوپان کیڈمان نے جو انگریزی نسل کا پہلا شاعر ہے۔ آیرلینڈ کے انہیں نیکوکار مسیحی راہبوں کے ادبستان میں تربیت پائی تھی۔ لیکن ۶۶۴ء میں کلیسائے مسیحی کے بعض مسایل کے متعلق ان راہبوں اور رومن پادریوں کے درمیان کچھ نزاع پیدا ہو گئی۔ جھگڑے نے طول کھینچا۔ اور معاملہ نارتھمبریا کے بادشاہ آسوی تک پہنچا۔ جس نے رومن پادریوں کے حق میں فیصلہ کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آیرلینڈ کے اکثر راہب اپنے وطن کو لوٹ گئے۔ اور دین عیسوی کی اشاعت اور تلقین کا کام روما کے پادریوں نے

اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ پاپائے روما نے طرسوس کے پادری تھیوڈور کو کنٹربری کا لاٹ پادری بناکر بھیجا۔ اور اُس نے بشپوں (اسقفوں) کی انتظامی حدود معین کرکے ہر گاؤں یا مجموعہ دیہات کے لئے "پریسٹ" (قسیس) مقرر کئے۔ غالباً اسی زمانہ میں اوّل اوّل دیہات کے اس دینی مجموعہ کو "پیرش" (کلیسائی حلقہ) کا نام دیا گیا۔ بعد میں شمالی انگلستان کے لئے یارک کا ایک "آرچ بشپ" (اسقف اعظم یا لاٹ پادری) مقرر کیا گیا۔ اور اسقف اعظم، اسقف اور قسیس پنچایتوں میں شریک ہوکر حکومت میں حصہ لینے لگے۔

کلیسائے انگلستان کی تاسیس ۶۶۳ء

شہروں کی ابتدا

اب مسیحی خانقاہیں جلد جلد جا بجا نمودار ہونے لگیں۔ اور راہبوں نے ملک کی اکثر آزاد آبادی کے درمیان سکونت اختیار کرکے انہیں امن اور خاموشی کے ساتھ محنت کرنے اور علم کی عزت کرنے کے آداب سکھانے شروع کئے۔ بڑھئی اور دوسرے پیشہ ور اور اہل حرفہ خانقاہوں اور صومعوں کے نواح میں آباد ہوگئے۔ صومعوں کے پھاٹکوں کے سامنے بازار لگنے شروع ہوئے اور اس طور پر چھوٹے چھوٹے شہروں کا امکان ہونے لگا۔ جیرو کی خانقاہ میں جو ڈرہم کے ساحل پر واقع ہے۔ بیڈ نے جو تاریخ انگلستان کا سب سے پہلا راقم ہے۔ اپنی ساری عمر بسر کی اور پردیسیوں کو تعلیم دینے کے علاوہ خاص طور پر اُس نے چھ سو شاگردوں کو عالم بنایا۔ اس نے پینتالیس کتابیں لکھی ہیں۔ جو سب کی سب لاطینی زبان میں ہیں۔ کچھ کتابیں تو اُس نے اپنے شاگردوں کو پڑھانے کے لئے تصنیف کیں۔ کچھ رسائل

بیڈ ۷۳۵ء۔ ۶۷۳ء

انجیل پر تحریر کئے اور ایک مشہور و معروف تاریخ قلمبند کی جو "انگریزی قوم کی کلیسیائی تاریخ" کے نام سے موسوم ہے۔ اس کے مطالعہ سے وہ تمام واقعات معلوم ہوتے ہیں۔ جو کینٹ میں آگسٹائن کی لنگر اندازی کے ڈیڑھ سو سال بعد تک پیش آتے رہے۔ بیڈ بڑا نیک طینت اور بردبار واقع ہوا تھا۔ اور اُس زمانہ میں جبکہ مختلف چھوٹے چھوٹے حکمراں ایک دوسرے پر غلبہ پانے کے لئے آپس میں کٹے مرتے تھے۔ اور قوم ویلش کے علاقے پر علاقے فتح کرتے چلے جاتے تھے۔ انگریزوں کو بتدریج مہذب اور شائستہ بنانا بیڈ ہی جیسے نیک نفسوں کا کام تھا۔

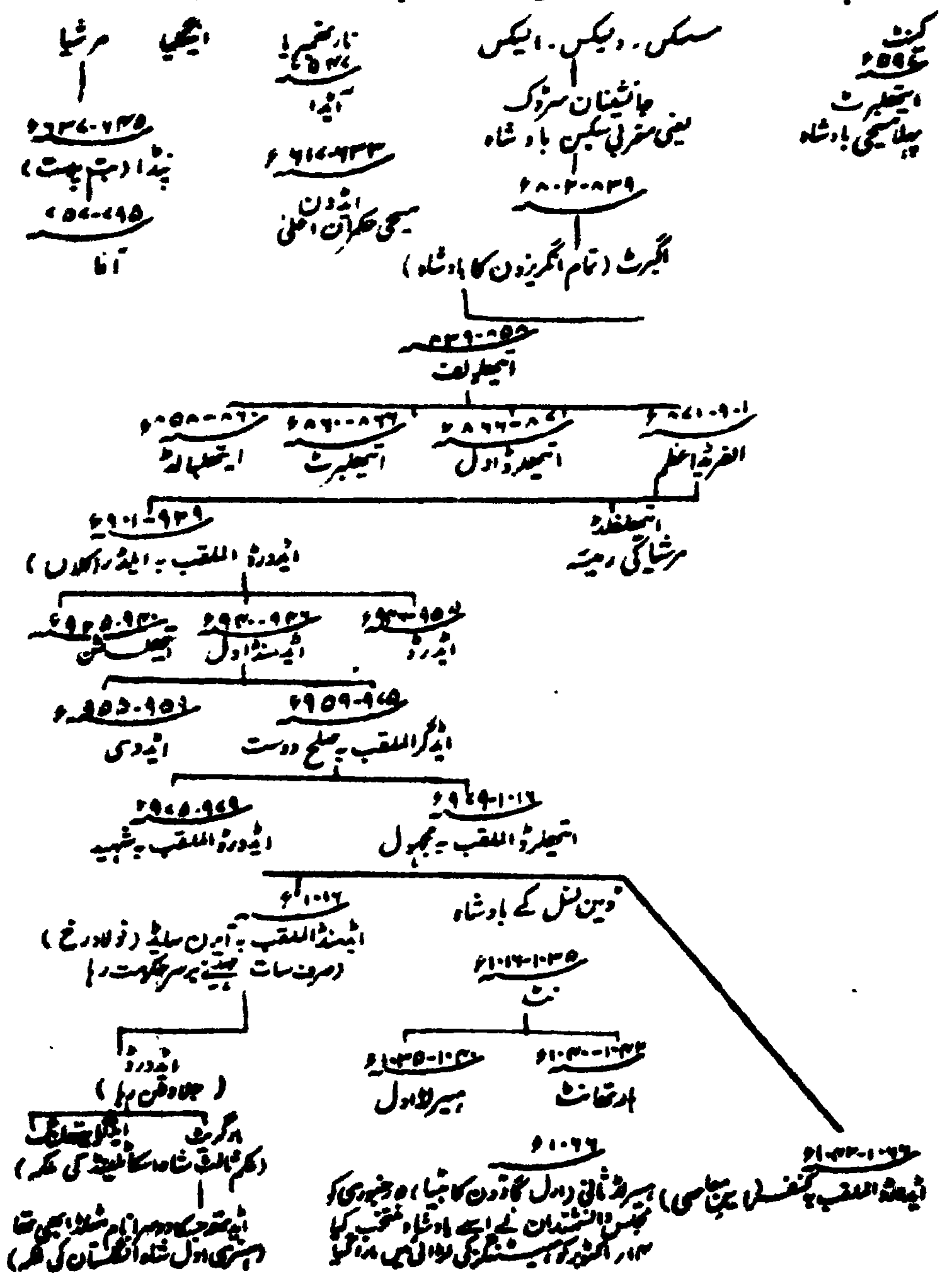
تمام انگریزوں پر اگبرٹ کی حکومت ۸۰۲ء-۸۳۹ء

جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں اوّل اوّل نارتھمبریا کی حکومت سب سے زیادہ زبردست تھی۔ اس کے بعد شاہ آفا کے عہد فرمانروائی میں جسے اُس کی عظمت و شوکت کے لحاظ سے تاریخ نے "قہرمان" کا لقب دیا ہے۔ اور جس نے ۷۵۷ء سے لے کر ۷۹۵ء تک کا زمانہ پایا ہے۔ مرشیا کا اقتدار غالب ہوگیا۔ آفا نے قوم ویلش کے حملوں کی روک تھام کے لئے چیسٹر سے لے کر چیپسٹو تک ایک عظیم الشان خندق تعمیر کی تھی۔ اور انگریزی زائروں کی امداد کے لئے روپیہ بھیجا تھا۔ بالآخر ۸۲۳ء میں اگبرٹ شاہ ویسیکس جو اُس مشہور سردار سرڈک کی نسل سے تھا۔ جس کی سرکردگی میں مغربی سیکسن ۴۹۵ء میں وارد برطانیہ ہوئے۔ مرشیا اور نارتھمبریا کو فتح کرکے دریائے ٹیمز کے جانب جنوب تمام انگریزوں کا بادشاہ اور فرتھ آف فورتھ تک "برٹوالڈا"

(سرداروں کا سردار یا شہنشاہ) ہوگیا۔ کینٹ سسکس اور ایکس کی ہستی جداگانہ حکومتوں کی حیثیت سے بالکل مٹ چکی تھی۔ اس طور پر تاریخ میں پہلی مرتبہ تمام انگریزی قوم پر ایک بادشاہ کی حکومت قایم ہو گئی۔ آگے چل کر ہمیں معلوم ہوگا کہ آیندہ دو سال تک انگریزی قوم پر سب سے زیادہ اقتدار ویسکس کے بادشاہوں ہی کو حاصل رہا۔

قدیم انگریزی قوم کے بڑے بڑے بادشاہ

کینٹ میں قوم جوٹ سنہ ۴۴۹ء نمودار ہوئی سسکس کی سرزمین میں سیکسن سنہ ۴۷۷ء آئے قوم اینگل نے سنہ ۵۴۷ء آکر اپنی آبادیاں قایم کیں
چھوٹے چھوٹے بادشاہوں کی حکومتوں کا ایک سلسلہ قایم ہوا جن میں سے خاص خاص حسب ذیل تھے



تیسرا باب

قوم ڈین کے ساتھ انگریزوں کی جدوجہد

انگریز اپنے اندرونی جھگڑوں سے فارغ ہو کر بمشکل امن وامان کی زندگی شروع کرنے پائے تھے کہ انہیں ایک نئے خطرے نے آگھیرا۔ جس سے ان کی ترقی ایک طویل عرصہ کے لئے رک گئی۔ گو کہ آخر کار اسی نئے خطرے نے اُن کو متحد کر دیا۔ اور اُن کی مختلف حکومتیں مل کر ایک ہو گئیں۔ تم اُوپر پڑھ آئے ہو کہ جب ٹیوٹن قوم یورپ میں پھیل گئی (دیکھو صفحہ ۱۶) تو اس قوم کے کچھ لوگ شمال کی طرف بڑھتے ہوئے اُن ملکوں میں چلے گئے جو آج ڈنمارک سوئیڈن اور ناروے کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ لوگ بدستور وحشی اور بت پرست چلے آتے تھے۔ ووڈن دیوتا کی پرستش کرتے

ڈین قوم یا اہل شمال کی ابتدا

تھے۔ اور شمالی ملکوں کی برفانی اور بنجر سرزمینوں میں بودوباش رکھنے کے باعث انہیں گذر اوقات کے لئے بڑی سخت جدوجہد کرنی پڑتی تھی۔ جس طرح اُن سے پہلے اُن کے ہم وطن سیکسنوں نے بحری قزاقی کا پیشہ اختیار کر لیا تھا۔ اسی طرح اُنہوں نے بھی کھلے سمندروں میں لوٹ مار مچانی شروع کر دی۔ عرف عام میں وہ اہل شمال یا "ڈین" یا "وائکنگ" تھے

نام سے مشہور تھے۔ کہ اس آخری لفظ سے مراد وہ لوگ ہیں جو
کھاڑیوں میں رہتے ہوں۔ جزائر آرکینز اور جزیرۂ مین میں وہ پہلے
ہی سے آباد ہو چکے تھے۔ اور ایک طویل کشمکش کے بعد انہوں
نے آیرلینڈ کے ساحل پر قدم جما لئے تھے۔ جہاں ڈبلن۔ لمرک اور
واٹر فرڈ ان کے خاص خاص شہر تھے۔ اب انہوں نے انگریزوں

اہل شمال کے حملے سنہ ۸۰۰-۹۴۰ء

کو تنگ کرنا شروع کیا۔ کبھی تو مغرب کی طرف
وہ قوم ویلش کے ساتھ مل جاتے تھے کبھی مشرقی
ساحل پر آ چھاپے مارتے تھے۔ اور کشتیوں پر سوار دریاؤں کی
راہ سے ملک کے اندر چلے آتے تھے۔ جہاں اپنا ایک صدر مقام
قرار دے کر وہ اس کے گرداگرد مٹی کے بڑے بڑے دمدمے
بنا لیتے تھے۔ ان دمدموں میں سے نکل کر وہ چاروں طرف
قتل و غارت کا بازار گرم کر دیتے تھے۔ شہروں اور خانقاہوں
کو آگ لگا دیتے تھے۔ مردوں اور بچوں کو مار ڈالتے تھے۔ اور
عورتوں کو لونڈیاں بنا کر پکڑ لے جاتے تھے۔ سنہ ۷۹۴ء میں ان کی
غارتگرانہ دست برد کی یہ کیفیت تھی کہ جیرو کی خانقاہ پر چھاپہ
مار کر اس کا سب مال و متاع لوٹ لے گئے۔ اور اگبرٹ اگر
نارتھمبریا کو زیر کر سکا تو اس کی وجہ ایک حد تک یہ بھی تھی کہ
یہ حکومت ان کے پے در پے حملوں سے کمزور ہو چکی تھی۔ اوّل
اوّل ان کی چڑھائیاں صرف گرمی کے موسم میں ہوتی تھیں۔
کہ آئے اور لوٹ کا مال لے کر رخصت ہو گئے۔ لیکن اگبرٹ
کی وفات کے بعد جو سنہ ۸۳۹ء میں واقع ہوئی۔ وہ اور زیادہ دراز دست

ہو گئے۔ چنانچہ ۸۵۵ء میں جب اگبرٹ کا بیٹا ایتھلولف بر سر حکومت تھا۔ وہ جاڑوں بھر جزیرہ شپی میں جو دریائے ٹیمز کے دہانے پر واقع ہے مقیم رہے۔ ۸۶۶ء میں ایک بہت بڑی ڈین

اتھلولف شاہ ویسکس ۸۳۹-۸۵۸ء

فوج نے مشرقی انگلیا پر حملہ کیا۔ اور دریائے ہمبر کے پار اتر کر یارک پر قبضہ کرنے کے بعد نارتھمبریا کا تمام جنوبی علاقہ تاراج کر ڈالا۔ یہاں سے جنوب کی طرف بڑھ کر حملہ آور فوج مرشیا میں ناٹنگھم تک گھستی ہوئی چلی گئی۔ اور تمام علاقہ پر پوری طرح سے قابض ہو جانے کے بعد تھٹفرڈ واقع نارفاک میں اس نے موسم سرما بسر کیا۔ اور مشرقی اینگلیا کے بادشاہ اڈمنڈ کو اس خطا پر ایک درخت سے باندھ کر تیروں سے چھلنی کر دیا کہ اس نے مسیحی مذہب چھوڑ دینے سے انکار کر دیا تھا۔

ایتھلبالڈ۔ ایتھلبرٹ اور ایتھلرڈ اول شاہان ویسکس ۸۵۸-۸۷۱ء

نارتھمبریا۔ مرشیا اور مشرقی اینگلیا کے ایک بڑے حصے کو فتح کرنے اور ہر جگہ تباہی اور مصیبت پھیلانے کے بعد انہوں نے ۸۷۱ء میں ویسکس پر چڑھائی کی۔ لیکن ویسکس کچھ منہ کا نوالہ نہیں تھا۔ یہاں ان کا مقابلہ برابر کی جوڑ سے ہوا۔ گزشتہ تیرہ سال کی مدت میں ایتھلولف کے چار بیٹے یکے بعد دیگرے یہاں حکمراں ہوئے تھے۔ منجھلے بھائی ایتھلرڈ اول نے اپنے چھوٹے بھائی الفریڈ کی مدد سے دشمن کا مقابلہ بڑی جواں مردی کے ساتھ کیا۔ ساتھ ہی اس نے کورنوال اور ویلز میں اپنے ویلش حریفوں کو نیچا دکھایا۔ اور جزیرہ مونا تک فاتحانہ پیش قدمی کی۔ جس کا نام اڈون شاہ نارتھمبریا نے انگلسی رکھا تھا۔ انگلسی اینگل اور ای سے مرکب ہے

اسی جزیرہ کو کہتے ہیں۔ اس لحاظ سے انگلسی کے معنی انگلوں کا جزیرہ ہوئے۔ لیکن ایتھلرڈ کی ان تمام کوششوں کے باوجود ڈین حملہ آوروں کا کا پلہ بھاری ہی ہوتا گیا۔ اور جب ۸۷۱ء میں اُس کی وفات پر حکومت کے لئے الفریڈ کا انتخاب عمل میں آیا تو حالت بہت ہی نازک ہو چکی تھی۔

الفریڈ اعظم شاہ ویسکس ۸۷۱-۹۰۱ء

الفریڈ کی زندگی کے حالات پڑھنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ ایک نیک دل اور دانشمند شخص مشکلات پر کس طرح غالب آیا کرتا ہے۔ الفریڈ مقام وانیج واقع برکشایر میں پیدا ہوا۔ بچپن ہی میں اُس نے بہت سی پرانی سیکسن نظمیں حفظ کرلی تھیں۔ جو وہ اپنی ماں آسبرگا کو سنایا کرتا تھا۔ ایک دن ماں نے اپنے بچوں کو ایک کتاب دکھا کر کہا کہ اس کتاب کو جو بچہ سب سے پہلے ازبر کر کے فرفر سنا دے گا اُسی کو یہ کتاب بطور انعام کے دی جائے گی۔ روایت کہتی ہے کہ کم سن الفریڈ کتاب لے کر سیدھا اپنے استاد کے پاس چلا گیا۔ اور شروع سے لے کر آخر تک کتاب کو

الفریڈ کا بچپن۔

حفظ کر ڈالا۔ اور پھر ماں کو سنا کر انعام حاصل کیا۔ اگر یہ روایت صحیح ہے تو ضرور ہے کہ اس وقت الفریڈ کی عمر چار سال سے بھی کم ہو۔ اس لئے کہ چار سال کی عمر میں باپ نے اُسے روما بھیج دیا تھا۔ اور اس کے بعد پھر اسے اپنی ماں کی صورت دیکھنی نصیب نہ ہوئی۔ الفریڈ کو روما جانے کا دوسری مرتبہ بھی اتفاق ہوا اور اس دفعہ اس کا باپ اُس کے ساتھ تھا۔ غالباً زمانۂ قیام روما میں اُسے بہت سی وہ مفید معلومات حاصل ہوئیں جو آگے چل کر

اُس کے بڑای کام آئیں۔ بیس سال کی عمر کو پہنچنے سے پہلے اُس کی شادی ہوگئی۔ اور بی بی ایسی ملی جس نے اُسے ہمیشہ خوش رکھا لیکن صحت کی خرابی اور مرگی کے دوروں نے اُس کا عیش تلخ کردیا جب اُس ملک کی حکومت کی باگ اُس کے ہاتھ میں آئی جسے ڈین حملہ آوروں کی یورشوں نے ویران کر رکھا تھا تو اُس کی عمر صرف اکیس سال تھی۔

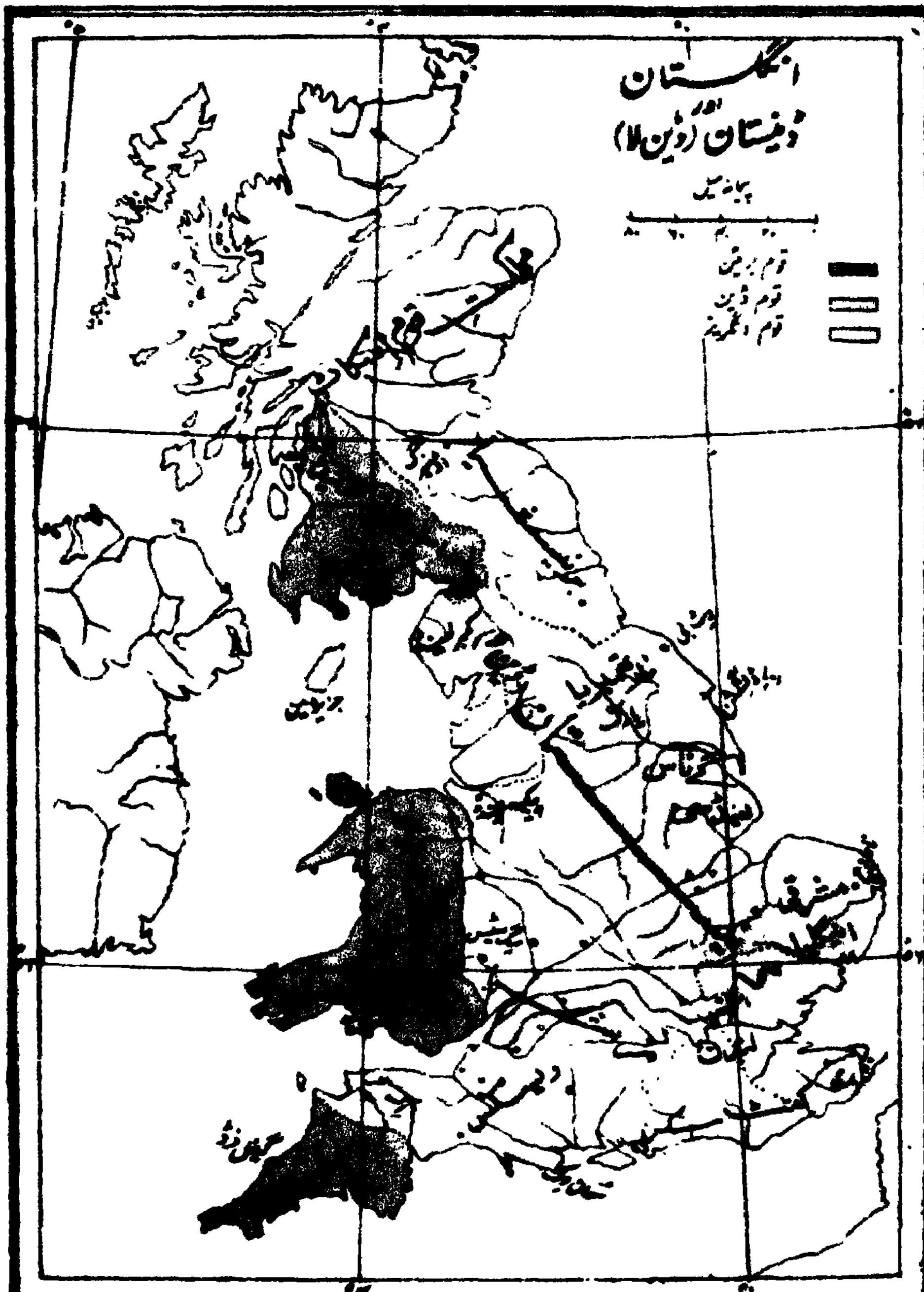
الفریڈ کی خانہ بدوشی ۸۷۸ء

بھائی کو مٹی دئیے ہوے پورا ایک مہینہ بھی نہ گذرنے پایا تھا کہ اُسے ان حملہ آوروں سے جنگ کرنی پڑی جس میں اُس نے شکست کھائی۔ اس کے بعد اُس نے سبھی طرح کے جتن کئے کہ کسی طرح ڈینوں کو نیچا دکھا دے۔ لیکن کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ کبھی وہ روپیہ دے کر اُن کو ٹالنے کی کوشش کرتا تھا۔ کبھی اُن سے لڑتا تھا۔ لیکن اُن کے حملے کسی طرح موقوف نہ ہوتے تھے۔ وہ روپیہ لے کر بھی ان گنت تعداد میں سمندروں سے آ آ کر اُس کے ملک کو تاخت و تاراج کرتے رہتے تھے۔ ملک کی مصیبتیں اور پریشانیاں ان غارت گروں کے ہاتھوں روز بروز بڑھ رہی تھیں۔ راہب اور قسیس بے خان و ماں ہو کر جنگلوں میں مارے مارے پھرتے تھے۔ یا اپنا مال و اسباب لے کر برّ اعظم یورپ کے ملکوں کی طرف ہجرت کر جاتے تھے۔ رعایا خستہ حال تھی اور ٹکڑے ٹکڑے کو محتاج ہوگئی تھی۔ ملک ایک سرے سے دوسرے سرے تک ویران اور برباد ہوگیا تھا اور ولیش قوم کے لوگ جن کی ابھی تک ایک اچھی خاصی تعداد ویلیکس میں

آباد تھی۔ ڈینوں سے مل جانے اور ان کا ساتھ دینے پر تلے ہوئے نظر آتے تھے۔ آخر ۸۷۸ء میں سات سال کی لگاتار لڑائیوں کے بعد چپنہم کے مقام پر جو ولٹ شایر میں واقع ہے۔ الفریڈ کو ایسی کامل شکست ہوئی کہ اُسے بھیس بدل کر سامرسٹ شایر کے جنگلوں اور دلدلوں میں بھاگ جانے پر مجبور ہونا پڑا۔ لیکن اُس کی مردانہ غیرت نے گوارا نہ کیا کہ وہ مرشیا کے بادشاہ کی طرح اپنا ملک چھوڑ کر نکل جائے۔ اور روما میں غریب الوطنی کے دن کاٹ کر اس دنیا سے رخصت ہو جائے۔ اُس کی قوم اس وقت مبتلائے مصیبت تھی۔ اُس کا فرض یہی تھا کہ اس آڑے وقت میں قوم کے کام آئے۔

عہدنامہ ویڈمور ۸۷۹ء

بیان کیا جاتا ہے کہ اسی بیاباں نوردی کے دوران میں الفریڈ نے ایک سور چرانے والے کی جھونپڑی میں جا پناہ لی تھی۔ اور ایک دن جب وہ چرواہے کی بی بی کے لئے چولھے کے سامنے بیٹھا ہوا روٹیاں پکا رہا تھا۔ تو اس فکر میں کہ اُس کا ملک دشمن سے کس طرح نجات پا سکتا ہے۔ ایسا مستغرق ہوا کہ روٹیاں جل کر کوئلہ ہو گئیں۔ روٹیاں تو اکارت گئیں۔ اور گھر والی نے اس پر اُسے ڈانٹ ڈپٹ بھی بہت کی لیکن اُس کی سوچ بچار بیکار نہ گئی چنانچہ اتھیلنی میں جو سامرسٹ شایر کی دلدلوں کا ایک جزیرہ ہے۔ اُس نے رفتہ رفتہ چند وفادار رفیقوں کی ایک جمعیت فراہم کر لی۔ اور موسم بہار میں اپنے ملک کو نئے سرے سے فتح کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ رستہ میں لوگ ادھر اُدھر سے جوق جوق آ آ کر اُس کے جھنڈے


انگلستان
اور
ڈینستان (ڈین لا)
پیمانہ میل
قوم برٹین
قوم ڈین
قوم انگریز
جزیرہ مین

تلے جمع ہوتے گئے۔ اور ایک زبردست فوج طیار ہوگئی۔ اُدھر سے ڈین اپنا لشکر لے کر بڑھے۔ اور ایڈنگٹن کے مقام پر جو چپنہم کے قریب واقع ہے گھمسان کا رن پڑا۔ ڈین بری طرح سے ہارے۔ اور الفریڈ نے فاتحانہ حیثیت سے ڈین سردار گتھرم کو عہد نامہ ویڈ مور پر با قرار صالح دستخط کرنے کے لئے مجبور کیا۔ اس عہد نامہ کی رو سے ڈین پابند ہوئے کہ وہ دریائے ٹیمز سے لے کر بڈ فرڈ اور بڈ فرڈ سے چل کر دریائے آؤز کے کنارے کنارے قدیم رومن سڑک واٹلنگ اسٹریٹ اور واٹلنگ اسٹریٹ سے ہوکر چیسٹر تک کے درمیانی خطوط کو ہرگز عبور نہ کریں گے۔ لیکن اتنا بہت سا علاقہ نکل جانے پر بھی سارے کا سارا نارسمبریا تمام مشرقی اینگلیا اور مرشیا کا ایک حصہ جو ڈینوں کے پانچ اضلاع کے نام سے مشہور تھا۔ ڈینوں کے پاس رہ گیا۔ اور اس تمام علاقے کو "ڈین لا" کا نام دیا گیا۔ (دیکھو نقشہ نمبر ۲) الفریڈ کے قبضہ میں صرف ویسکس اور مرشیا کا ایک حصہ آیا۔ لیکن اُس کی جانبازانہ کوششوں سے یہ نتیجہ ضرور نکلا کہ فساد اور غارت گری کی جگہ امن و امان قایم ہوگیا۔ اور چونکہ گتھرم نے اصطباغ لے کر دین عیسوی اختیار کر لیا تھا۔ اور اُس کے بہت سے سردار بھی اُس کے ساتھ بت پرستی چھوڑ کر مسیحی ہو گئے تھے۔ اس لئے ڈین اور انگریز ملک میں پہلے کی بہ نسبت زیادہ صلح و آشتی کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگے۔

الفریڈ کا نظام حکومت اب الفریڈ کو موقع ملا کہ ویسکس کا انتظام دانائی اور سلیقہ سے کرے۔ اور اپنی حکومت کو مضبوط اور طاقتور بنائے۔ اُس نے انگریزوں کے پرانے قوانین جمع کئے اور اُن میں دس

احکام ربانی اور شریعت موسوی کے بعض ضوابط شامل کر کے مجلس دانش مندان کو آمادہ کیا کہ یہی مجموعہ قوانین ملک کا قانون قرار دیا جائے۔ اُس کو اس بات کا بڑا خیال رہتا تھا کہ اعلیٰ و ادنیٰ امیر و غریب سب کے ساتھ یکساں انصاف کا سلوک کیا جائے۔ جو بیکی خانقاہیں اور مدرسے بند پڑے تھے۔ اُس کے حکم سے از سرِنو کھولے گئے۔ اور متعدد نئے مدارس اور خانقاہیں تعمیر ہوئیں۔ جن میں طالبانِ علم کو تعلیم دینے کے لئے اُس نے اطراف و اکناف ملک کے اہلِ علم کو دعوت دی۔ ویلش نسل کا مشہور عالم ایسر اسی گروہ خاص میں شریک ہے۔ جسے الفریڈ کی قدر دانی کھینچ لائی تھی۔ ایک مدرسہ محل شاہی میں قایم کیا گیا تھا۔ جس میں امرا کے بچے پڑھتے تھے۔ اس مدرسہ کی نگرانی الفریڈ خود کرتا تھا۔ اور ہر آزاد لڑکے کو جسے تحصیل علم کی توفیق تھی اُس کی طرف سے تاکید ہوتی تھی کہ جب تک انگریزی زبان اچھی طرح سیکھ نہ لے کتاب کا مطالعہ برابر جاری رکھے۔ الفریڈ نے بیڈ کی تاریخ اور بعض دوسری تصانیف کا ترجمہ خود انگریزی زبان میں کیا۔ اور طلبہ کے لئے نصاب تعلیم کا انتخاب بھی خود ہی ترتیب دیا۔ اس کے علاوہ اُس کی نگرانی میں سیکسن قوم کی تاریخ مرتب ہونی شروع ہوئی۔ اور یہ کام سرگرمی سے انجام دیا جانے لگا۔ اس لحاظ سے الفریڈ انگریزی فن ادب کا بانی ہے۔ اس لئے کہ اُس کے وقت تک بجز قدیم سیکسن نظموں اور کیڈمان کے ایک گیت کے باقی تمام کتابیں لاطینی زبان ہی میں تھیں۔

خراج پطرس | الفریڈ کی سرگرمیاں تعلیمی امور تک ہی محدود نہ تھیں

بلکہ اُن کا دایرہ بہت زیادہ وسیع تھا۔ ملکی اغراض کے لئے اُس نے اپنی رعایا کو دو گروہوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ جو باری باری سے جنگی خدمات انجام دیتے تھے۔ اور گھر بار کی حفاظت کرتے تھے۔ ایک فوج قلعوں کی حفاظت کے لئے ہر وقت ہتیار باندھے طیار رہتی تھی۔ الفرڈ نے متعدد جہاز بھی بنوائے تھے۔ جن سے اُس نے ڈینوں کے ایک زبردست بحری حملے کو پسپا کیا اور انہیں جہازوں سے ہمارے انگریزی بیڑے کی ابتدا ہوئی۔ لندن کو جو کچھ تو آگ سے جل گیا تھا۔ اور رہا سہا لوٹ مار سے اجڑ چکا تھا۔ اُس نے از سرِ نو بنوایا۔ سیاح اور مسافر اُس کی حوصلہ افزائی سے ناروے یورشلیم بلکہ ہندوستان تک کا سفر کرتے تھے۔ "پیٹرس پنس" (خراج پطرس) کی ابتدا اول اول آفا کے زمانہ میں ہوئی تھی (دیکھو صفحہ ۴۲) جبکہ اُس نے زایرین روما کے لئے کچھ رقم امداداً بھیجی تھی۔ الفرڈ کے عہد حکومت میں یہ رقم لوگوں سے سالانہ وصول کر کے پاپائے روما کو بطور خراج بھیجی جانے لگی۔ چند ہی سال ہوتے ہیں (یعنی ۱۸۸۳ء) کہ سیکسن قوم کے نقرئی سکوں کا ایک دفینہ روما میں برآمد ہوا تھا۔ جن پر الفرڈ کے پوتوں اتھیلسٹن اور ایڈ منڈ کا نشان منقوش تھا۔ اپنی رعایا کے لئے الفرڈ نے اپنی ذات سے جاں فشانی۔ ایثار نفس۔ صبر و تحمل اور زحمت کشی کی مثال قایم کر کے اُن کے دلوں میں ایسا گھر کر لیا تھا کہ اس سے پہلے کسی بادشاہ کو یہ بات نصیب نہ ہوئی تھی۔ اپنے دن رات کے اوقات کو اُس نے فرائض کی بجا آوری کے لئے تقسیم کر رکھا تھا۔ مومی شمعیں

جو دو گھنٹے میں جل کر ختم ہو جاتی تھیں۔ وقت کا اندازہ بتاتی تھیں کہ فلاں وقت عبادت کرنی چاہئے۔ فلاں وقت علمی مشاغل میں گذرنا چاہئے۔ فلاں وقت دوسرے کام کاج میں بسر کرنا چاہئے۔ الفرڈ کی طبیعت پر مذہب کا رنگ غالب تھا۔ اور اُس نے اپنی اولاد کی تربیت اس طرح کی تھی۔ کہ اُن میں فرائض شناسی کا گہرا احساس پیدا ہوگیا تھا۔ خدا نے اُسے اولاد کثرت سے دی تھی۔ اُن میں سے تاریخ میں دو کا نام مشہور ہے۔ ایک تو اُس کی بیٹی ایتھلفلڈ جس کی شادی ایک امیر کبیر سے ہوئی اور بیوہ ہوکر وہ مرشیا پر حکومت کرتی رہی۔ اور ایک اُس کا بیٹا ایڈورڈ جو سنہ ۹۰۱ء میں باپ کے مرنے پر وارث تخت و تاج ہوا۔

الفرڈ کے خاندان کے زیر سایہ انگلستان کا نشو و نما

اب ایک نیا دور شروع ہوا۔ اسی سال تک انگریزی قوم اہل شمال کے حملوں سے گویا بالکل ہی محفوظ رہی۔ لیکن پھر بھی ملک میں بہت سی مختلف حکومتیں موجود تھیں جنہیں ایک دوسرے کا اقتدار ایک آنکھ نہ بھاتا تھا اس کے علاوہ قوم ویلش جسے انگریز نیچا دکھا چکے تھے مغرب میں اُن کے لئے خار پہلو بنی ہوئی تھی۔ اور مشرق میں قوم ڈین کا دور دورہ تھا جس کے آگے خود اُن کی حیثیت نیم مفتوحانہ تھی۔ ایسی حالت میں کس طرح ممکن تھا کہ ملک میں امن و امان قایم رہے۔ چنانچہ مرشیا کی رئیسہ ایتھلفلڈ نے اپنے باپ کی وفات کے بعد ہی مردانہ وار تلوار نیام سے نکالی اور ڈینوں کے پانچوں اضلاع ڈاربی لنکن۔ لیسٹر۔ اسٹیمفرڈ۔ اور ناٹنگھم یکے بعد دیگرے فتح کر لئے۔ اُس کے

انتقال پر ایڈورڈ نے "ڈین لا" کا باقی تمام علاقہ تسخیر کیا۔ اور نارتھمبریا کی کل آبادی نے جس میں ڈین اور انگریز دونوں شریک تھے۔ اور سٹرتھکلائڈ اور اسکاٹلینڈ کے حکمرانوں نے اُسے اپنا متحدہ آقا اور فرمانروا تسلیم کر لیا۔

ایڈورڈ (کلان) ۹۰۱-۹۲۵ء

اتھلسٹن ۹۲۵ء

اس سے معلوم ہوگا کہ حقیقت میں سارے ملک کی باگ ایڈورڈ کے ہاتھ میں تھی۔ اُس کا بیٹا اتھلسٹن جو اُس کے بعد تخت پر بیٹھا۔ اکثر اپنے آپ کو شہنشاہ برطانیہ کہا کرتا تھا۔ پھر بھی اتھلسٹن کو قوم اسکاٹ اور اسٹرتھکلائڈ کے ویلش باشندوں کے مقابلہ میں جو ڈینوں کے ساتھ مل کر اُس کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے تھے سخت دقتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن دریائے ہمبر کے شمال کی جانب برونن برا کی مشہور لڑائی میں اُس کے ان حریفوں کو شکست ہوئی۔ ایڈمنڈ ایڈرڈ اور ایڈوی کی عمر بھی جو اتھلسٹن کے بعد مسند حکومت پر بیٹھے۔ اور رشتہ میں ایڈورڈ کے بیٹے اور پوتے ہوتے تھے۔ اپنے مختصر عہد میں چاروں طرف سے شورشوں اور بغاوتوں کا مقابلہ ہی کرتے گذری۔ آخر کار جب ۹۵۹ء میں ایڈوی کا بھائی اور الفریڈ کا پڑپوتا ایڈگر تخت نشین ہوا۔ تو ملک کو بیس سال کے لئے امن نصیب ہوا۔

قوم کی حالت

اس امن و اماں کی بڑی وجہ ایک نہایت ہی بیدار مغز شخص کی قابلیت تھی۔ جس کا نام ڈنسٹن تھا۔ ڈنسٹن ۹۲۵ء میں بمقام گلیسٹن بری پیدا ہوا تھا۔ اور ایڈگر کی سلطنت کے انتظام میں اسی کے دانشمندانہ مشورے دخیل تھے۔ اب ہمیں یہ

دیکھنا ہے کہ ایڈگر جس قوم پر حکمراں تھا اُس کی نوعیت اور حیثیت کیا تھی۔ اس لئے کہ اس مدت میں رفتہ رفتہ نظام مملکت کے اندر بہت سی تبدیلیاں پیدا ہوگئی تھیں۔ بادشاہ کی قوت زمانہ سابق کی بنسبت بہت کچھ بڑھ گئی تھی۔ گاؤں کے سیکڑے سے اب حلقے بن گئے تھے۔ ہر حلقہ "شایر" کہلاتا تھا۔ جو بادشاہ کے ایک خاص افسر کے سپرد ہوتا تھا۔ جسے "شایر ریو" کہتے تھے۔ موجودہ انگریزی لفظ "شیرف" جس کے معنی عامل کے ہیں۔ اسی سے نکلا ہے۔ اس عامل کا کام یہ ہوتا تھا کہ شاہی محصولات وصول کرے اور سرپنچ اور اسقف کے ساتھ کہ اُس کا تقرر بھی ہمیشہ بادشاہ کی طرف سے عمل میں آتا تھا۔ حلقہ کی پنچایت میں شریک ہو۔

شاہی عامل

رکاب کی فوجی جمعیت کی تعداد میں بھی اضافہ ہوگیا تھا۔ اور چونکہ بادشاہ انہیں علاقہ صرف خاص سے جاگیریں دیتا تھا۔ اس لئے جنگی خدمت کے لئے وہ انہیں ہر وقت طلب کرسکتا تھا۔ رکاب کے ان جانبازان خاصہ نے امرا کا ایک نیا طبقہ پیدا کردیا۔ جنہیں درجۂ امارت قدیم روسا کی طرح کچھ اس وجہ سے حاصل نہ تھا کہ وہ قدیم خاندانی روسا کی نسل سے تھے۔ بلکہ اس منصب پر وہ اس لئے فائز ہوئے تھے کہ بادشاہ نے انہیں امیر بنادیا تھا۔

جمعیت رکاب کی اہمیت میں اضافہ

زمینداروں کی حیثیت میں بھی ایک نیا تغیر واقع ہوگیا تھا جن دنوں ملک میں شورش برپا تھی۔ زمینداروں کو اپنے گھربار کی حفاظت میں بڑی مشکل پیش آیا کرتی تھی۔ اس لئے انہوں نے اپنی بھلائی اسی میں سمجھی۔ کہ کسی ایسے شخص کی حمایت میں آجائیں

جو اُن سے زیادہ دولت مند اور طاقتور ہو۔ شہروں میں اس قدر

انجمن ہائے امن

کی چنداں ضرورت پیش نہ آنے پائی۔ اس لئے کہ شہروں نے قیام امن کے لئے انجمنیں قایم کرلی تھیں۔ اور خطرے کے وقت ان انجمنوں کے اراکین دشمن کا مقابلہ دوش بدوش ہوکر کرتے تھے۔ لیکن دیہات میں کمتر درجہ کے آزاد اشخاص ایک نہ ایک امیر کی پناہ میں آکر اُس کی رعایا بنتے گئے۔ امیر اس پناہ دہی کا معاوضہ اُن سے خاص خاص خدمات کی شکل میں لیتا تھا۔ اور انہیں "ولین" کہا جاتا تھا۔ "ولین" لاطینی لفظ "ولینس" سے مشتق ہے جس کے معنی کاشتکار کے ہیں۔ اُن کا آقا "ہلا فورڈ" یا لارڈ کہلاتا تھا جس سے مراد "اَن داتا" ہے۔ لیکن بحیثیت مجموعی

زمیندار حیثیت میں گھٹ کر کاشتکار رہ گئے۔

اُن کی حالت کچھ ایسی بُری نہ تھی۔ وہ اپنے مکانوں کے آپ مالک تھے۔ اُن کے دسترخوان پر کھانے کو جَو کی روٹی۔ شہد مچھلی۔ ترکاری اور میوہ اور پینے کو چھاچھ ہوتی تھی۔ اُن کی حیثیت میں فرق صرف اس قدر آیا تھا کہ سابق میں انہیں گاؤں کی پنچایت کی طرف سے زمین استحقاقاً ملتی تھی۔ ہر شخص پنچایت میں پوری آزادی کے ساتھ رائے دے سکتا تھا۔ اور کسی کے آگے سر نہ جھکاتا تھا۔ برخلاف اس کے اب انہیں زمین اپنے "اَن داتا" کی طرف سے ملتی تھی۔ اپنی زمین چھوڑ کر وہ کسی دوسری جگہ سکونت اختیار نہ کر سکتے تھے اور مُلک کی حکومت میں اس کی وساطت کے بغیر انہیں بہت ہی کم دخل تھا۔ بلکہ بالکل نہ تھا۔

شمالی علاقہ کے سفید پوش پھر بھی ابھی تک بہت سے ایسے زمیندار باقی تھے جو اپنی اپنی زمینداریوں کے اندر آزادانہ حیثیت سے رہتے تھے۔ مالک سوتی قمیص نیلا کارچوبی کوٹ اور چمڑے کے جوتے پہنے ٹانگوں پر سوتی پٹیاں باندھے کھیتوں میں اپنے مزدوروں اور غلاموں پر حکم چلاتا تھا۔ مالکہ بوٹے دار گون میں ملبوس باریک پارچہ کا نقاب منہ پر ڈالے اپنی اصیلوں سے کام لیتی تھی۔ جو یا تو زنانہ میں بیٹھی ہوئی چرخہ کاتا کرتی تھیں یا باورچی خانہ کے کام کاج کے علاوہ خانہ داری کے دوسرے فرائض بجا لاتی تھیں۔ متوسط طبقے کے یہ زمیندار اب بھی ویسے ہی آزاد تھے جیسے قدیم زمانے میں تھے۔ اور آگے چل کر زحمت کش اور تنومند زمینداروں کا جو طبقہ "یومین" (سفید پوش) کے نام سے مشہور ہوا۔ وہ انہیں کی نسل سے تھا۔ ان کے گھروں میں لبا اوقات وہی ٹھاٹھ نظر آتا تھا۔ جو خود امرا کے گھروں میں پایا جاتا تھا۔ آقا اور نوکر دیوان خانہ کی لمبی میز پر ایک ساتھ مل کر کھانا کھاتے تھے۔ جو گائے اور دنبے کے گوشت پوزے اور شہد آب سے لدی ہوئی ہوتی تھی۔ کسی شخص کو یہ حق حاصل نہ تھا کہ ان سے استحقاقاً کوئی خدمت لے یا ان کی آزادی کو محدود کرے۔ یہ آزاد سفید پوش زمیندار زیادہ تر انگلستان کے شمالی علاقے میں بود و باش رکھتے تھے۔ اور اپنے مذہبی پیشواؤں کی سرکردگی میں اکثر ان کی جھڑپ جنوبی علاقہ کے بڑے بڑے امرا سے ہوا کرتی تھی جو بعض کاشتکاروں کی ایک بڑی تعداد کے مالک ہوجانے سے رفتہ رفتہ بہت زیادہ زبردست ہو چلے تھے۔

امرا اور اساقف | امرا کا وقت اپنی اپنی جاگیروں میں بے کاری اور بسا اوقات آوارگی میں کٹتا تھا۔ اُن کی کاشتکار رعایا اُن کے سبھی طرح کے کام آتی تھی۔ وہ زمین جوتتی تھی۔ بڑھئی اور لوہار اور موچی کا کام کرتی تھی۔ یا غلاموں کی حیثیت سے پرورش پاکر بیچ ڈالی جاتی تھی۔ اُن کے دسترخوان پر پلے ہوئے جانوروں اور شکار کا گوشت کھانے کو بافراط موجود ہوتا تھا۔ پینے کو عمدہ قسم کا بوزا شہد آب اور شراب بکثرت ہوتی تھی۔ اس کے زمانہ میں کتے کا شکار۔ باز کا شکار۔ کشتی اور گھوڑ دوڑ اُن کے خاص خاص دل بہلاؤ کے سامان تھے۔ امیرزادیاں چرخہ کاتتی تھیں۔ یا کشیدہ کاڑھتی تھیں۔ اور امرا کے آبائی دیوان خانوں میں مطرب گانا سناکر یا خانہ بدوش مداری اور نٹ اپنے کرتب دکھاکر اہل محفل کا دل بہلاتے تھے۔ جنگ کے ایام میں امرا بادشاہ کا حکم پاکر جمع ہو جاتے تھے۔ اور اس وقت مجلس دانش مندان میں ان کی اور اساقف کی آواز ہی سب پر غالب ہوتی تھی۔ انہیں اختیار حاصل تھا کہ بادشاہ کو منتخب کریں۔ یا تخت سے اتار دیں۔ داد رسی کریں۔ عہدناموں کی تکمیل کریں۔ اراضی تقسیم کریں۔ اور سلطنت کا انتظام کریں۔ اس طور پر رعایا اور بادشاہ کے درمیان حاجب ہونے کی حیثیت سے امرا اور اساقف کا رسوخ بہت بڑھ گیا۔ اور صرف لندن اور ونچسٹر کے بڑے شہر (جہاں دانش مندوں کی مجلسیں منعقد ہوتی تھیں اور لوگوں کو شرکت کا موقع ملتا تھا۔) ایسے رہ گئے تھے جن میں عام آزاد اشخاص کی آواز ابھی تک سنی جاتی تھی۔

انگریزوں اور ڈینوں کی ملی جلی آبادی | تمام مشرقی ساحل کے کنارے ڈینوں

اور انگریزوں کی آبادی کے مخلوط ہو جانے کے باعث الفریڈ کے زمانہ کے بعد ملک کی حالت میں ایک اور بہت بڑی تبدیلی پیدا ہوگئی تھی۔ ڈین فاتحانہ حیثیت سے آکر آباد ہوئے تھے۔ اس لئے وہ ہرگز اس بات کے روادار نہ ہو سکتے تھے کہ اُن کے حقوق میں کسی قسم کی دست اندازی کی جائے۔ چنانچہ بجز بادشاہ کے وہ اور کسی کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ اور جب کوئی بات اُن کی مرضی کے خلاف ہوتی تھی تو خود بادشاہ سے بغاوت کرنے سے بھی نہ ٹلتے تھے اس طور پر شمال کی آزاد آبادی کی طرح ان کا طبقہ بھی اکثر اور آزاد واقع ہوا تھا۔

ڈنسٹن کی حکومت | ملک کی حالت کا یہ عام نقشہ تھا کہ ڈنسٹن جس کی ابھی مسیں ہی بھیگنے پائی تھیں۔ ایتھلسٹن کے دربار میں آیا۔ لیکن شوخ چشم امراء دربار نے جو اُس کے علم اور قابلیت کے باعث اُس کے حاسد ہو گئے تھے۔ اُسے وہاں ٹکنے نہ دیا۔ ایک شدید مرض میں مبتلا ہونے کے بعد ڈنسٹن نے دنیا چھوڑ دی۔ اور رہبانیت اختیار کرلی ایڈمنڈ نے اسے گلیسٹن بری کی خانقاہ کا راہب اعظم مقرر کیا۔ اور جب وہ آگے چل کر بادشاہ کا وزیر ہوگیا۔ تو ملک کے انتظام میں اُس نے دانشمندانہ سیاست کے جوہر دکھائے۔ پہلے اُس نے قوم اسکاٹ کے بادشاہ میلکم کو کمبرلینڈ کا علاقہ دے کر اپنا دوست بنالیا۔ اور اس دوستی کا یہ نتیجہ ہوا کہ ڈینوں کو میلکم کی طرف سے کوئی کمک نہ ملنے پائی۔

ایڈمنڈ ۹۴۰ء تا ۹۴۶ء
ایڈرڈ ۹۴۶ء تا ۹۵۵ء
ایڈوی ۹۵۵ء

اس کے بعد اُس نے ڈینوں کو بھی اس بات کی اجازت

دے کر خوش کر دیا کہ وہ اپنے قومی رسم ورواج اور قوانین اختیار کر سکتے ہیں۔ امیروں اور غریبوں کے ساتھ وہ بلا رو رعایت ایک سا سلوک کرتا تھا۔ اور اُس کے اس ناطرفدارانہ طرزِ عمل سے پریشان حال ملک میں تھوڑا بہت انصاف قایم ہوگیا تھا۔ ایڈمنڈ کو ۹۴۶ء میں ایک باغی نے جس کا نام لیاف تھا قتل کر دیا۔ اور اس کے بعد ایڈرڈ تخت پر بیٹھا۔ ڈنسٹن اس کے عہد میں بھی برابر منصب وزارت پر فائز رہا اور اگرچہ ایڈرڈ کے جانشین ایڈوی نے اس بات پر ناراض ہو کر کہ ڈنسٹن نے بادشاہ کو رشتہ کی ایک عورت کے ساتھ نکاح کرنے سے روکا تھا جلا وطن کر دیا۔ لیکن جب ۹۵۹ء میں ایڈگر جس کی عمر اس وقت صرف چودہ سال تھی۔ تخت پر بیٹھا تو ویسکس کی مجلس دانش منداں کے فیصلہ کی رو سے قلمدان وزارت پھر ڈنسٹن کے سپرد ہوا۔

ایڈگر الملقب بہ صلح دوست ۹۵۹-۹۷۵ء

کنٹربری کے اسقف اعظم ہونے کی حیثیت سے ڈنسٹن کا زمانۂ حکومت وہ زمانہ ہے جس میں اہلِ ملک رفتہ رفتہ ترقی کر کے ایک قوم بن گئے۔ ایڈگر "صلح دوست" کے لقب سے ملقب ہوا۔ اور جہاں ایڈگر کے قوانین کی دانش مندانہ اور منصفانہ یادگینی نسلوں تک قایم رہی۔ وہاں اُس کے عہد فرمانروائی میں ملک سب سے پہلی مرتبہ انگلا لینڈ کے نام سے موسوم ہوا یعنی وہ سرزمین جس میں انگل یا انگریز بستے ہیں۔ نار تھمبریا کا شمالی حصہ جو لوتھین کہلاتا ہے۔ کینیتھ شاہ اسکاٹلینڈ کو دے دیا گیا جو اس پر ایڈگر کی طرف سے حکمران ہوا اور اس طور پر شمال کی شورہ پشت آبادی رام کر لی گئی۔ اسکاٹلینڈ کے بادشاہ بھی اب زیادہ تر سیلانی علاقوں میں رہنے لگے

لوتھین کا علاقہ اسکاٹلینڈ والوں کو دے دیا گیا۔

اور ایڈنبرا اسکاٹلینڈ کا پایہ تخت ہوگیا۔ ویلز کے سرکش بادشاہ اڈوال کو سر اطاعت خم کرنا پڑا۔ اور اُس کی طرف سے تین سو بھیڑیوں کے سر ہر سال بطور خراج کے وصول ہونے لگے دوسری قوموں کے ساتھ تجارت کا سلسلہ اب ترقی کرچلا رہزنوں اور غارت گروں کی دست برد

ترقی تجارت

سے مال تجارت کو بچانے کے قوانین نہایت سخت تھے۔ اور ایڈگر نے جہازوں کے تین بیڑے خاص اس کام پر لگا رکھے تھے کہ ساحل کو شب و روز ڈین قوم کے بحری قزاقوں کی دست درازی سے بچاتے رہیں تاکہ فرانس اور جرمنی کے سوداگر اپنا مال لے کر صحیح و سلامت لندن پہنچ سکیں۔ لندن میں اہل حرفہ نے اپنی مخصوص انجمنیں قائم کرنی شروع کیں۔ کلیسائی حلقے متحد ہوکر "وارڈ" (صدر حلقے) بن گئے۔ ہر صدر حلقہ کا انتظام ایک سرپنچ سے متعلق ہوگیا۔ اور "برا" یعنی قصبے کے مکان داروں کی طرف سے یہ مطالبہ ہونے لگا کہ اُنہیں اپنے اُوپر آپ حکومت کرنے کا حق حاصل ہے۔

ایڈورڈ الملقب بہ شہید ۹۷۵-۹۷۹ء

ڈنسٹن نے تعلیم میں نئے سرے سے جان ڈالی۔ اور کوشش کی کہ خانقاہوں اور مدرسوں میں راہب زیادہ تر پاکبازانہ زندگیاں بسر کریں۔ اور شاگردوں کو زیادہ محنت اور شوق سے درس دیں۔ لیکن کلیسا کی حمایت میں اس کی یہ سرگرمی کارکنان حکومت سے اس کی برطرفی کا باعث ہوئی۔ اگرچہ متاہل پادریوں کو اُس نے اپنے اپنے منصبوں پر برقرار رہنے دیا تھا۔ پھر بھی اُس کی کوشش یہی تھی کہ قانون تجرد کو اُن میں از سر نو رواج دیا جائے۔ چنانچہ ویران شدہ خانقاہوں کو جو رہبانیت کی کمیں گاہیں تھیں نئے سرے

سے بنوا کر اُس نے راہبوں کے ساتھ خاص رعایتیں کیں اور ایڈگر کو اس بات پر آمادہ کیا کہ جو زمینیں ان سے لے لی گئی تھیں بحال کر دی جائیں۔ اس سے عام طور پر بڑی بد دلی پھیل گئی۔ اور جب ایڈگر کی وفات پر اُس کا کم سن بیٹا ایڈورڈ چار سال کے قلیل عہد حکومت کے بعد اپنی سوتیلی ماں ایلفرتھ کے حکم سے مار ڈالا گیا تو فوج رکاب کے سرداروں نے ایلفرتھ کے خرد سال بیٹے ایتھلرڈ کو تخت پر بٹھایا۔ اور سلطنت کی باگ ایلفرتھ اور اُس کے منہ لگے سردار ایتھلو این کے ہاتھ آگئی۔ ڈنسٹن کنٹربری میں جا کر گوشہ نشین ہو گیا۔ اور نو سال بعد وہیں اُس نے وفات پائی۔

ایتھلرڈ الملقب بہ مجہول ۹۷۹-۱۰۱۶ء

بد نصیب انگلستان پر پھر مصیبتوں اور پریشانیوں کا دل بادل چھا گیا۔ ایتھلرڈ کو تاریخ نے مجہول کا خطاب دیا ہے۔ اور "خود رائے" بھی کہا ہے۔ کیونکہ وہ دوسروں کے مشورے پر کبھی عمل نہ کرتا تھا۔ اور اپنی ہی رائے پر چلتا تھا۔ جب وہ بڑا ہو کر فرمانروائی کے قابل ہوا تو اپنے کلیسائی مشیرانِ دولت سے جھگڑا کر اُس نے من مانی خود سرانہ حکومت کا ڈول ڈالا۔ اور اس فکر میں ہوا کہ فوج رکاب کے سرداروں کی طاقت کو کچل ڈالے۔ لیکن اُن کی طاقت بہت بڑھی ہوئی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ملک میں پھر متعدد چھوٹی چھوٹی حکومتیں قایم ہوگئیں۔ جو بڑی آسانی سے ڈین حملہ آوروں کا لقمہ بن سکتی تھیں۔ چنانچہ ڈنمارک اور ناروے کے بادشاہ سوین (یا سویکن) اور آلف ایک ٹڈی دل لئے ہوئے آئے اور ملک ان غارت گروں کے حملوں کا پھر تختہ مشق بن گیا۔ اس میں شک نہیں کہ اگر انگریزوں پر اس

ڈین قوم کا دوسرا حملہ | وقت کوئی اچھا بادشاہ حکمران ہوتا تو وہ دشمن کی مدافعت ضرور پوری کامیابی کے ساتھ کرتے۔ اس لئے کہ ہم مشرقی سیکسنوں کے سردار برحتہ ناتھ الملقب بہ "پیر مرد" کی جانبازی کا افسانہ نہیں بھولے جس نے ڈینوں کا مقابلہ کیا اور ۹۹۱ء میں مالڈن کی مشہور جنگ میں لڑتے لڑتے مارا گیا۔ لیکن ایتھلرڈ نے کیا تو یہ کیا کہ "ڈین گلڈ" (ڈینوں کا خراج) کے نام سے زمین پر ایک محصول لگا دیا۔ اور پہلے تو سولہ ہزار پونڈ کے معادل رقم دے کر انہیں ٹالا۔ پھر چند سال بعد چوبیس ہزار پاؤنڈ کا مزید نذرانہ پیش کر کے کچھ عرصے کے لئے ان کی پیشقدمی کو روکا۔ اس کے بعد اُس نے نارمنڈی کے ڈیوک (امیرالامرا) رچرڈ کی بیٹی ایما سے اس اُمید پر شادی کی کہ قوم نارمن اُس کی دستگیری کرے گی۔ جب یہ تدبیر بھی کارگر نہ ہوئی تو اُس نے بدرجۂ اخیر یہ حیلہ سوچا کہ مجلس دانش منداں کو ڈینوں کے قتل عام پر آمادہ کرے۔ مجلس پہلے ہی ان سے خار کھائے بیٹھی تھی۔ ایتھلرڈ کا ایما جلتی پر تیل ہو گیا۔ اور مجلس کے خفیہ احکام کی بنا پر سینٹ برائیس والے دن ۱۳ر نومبر ۱۰۰۲ء کو کثیر التعداد ڈین تلوار کے گھاٹ اتارے گئے۔

سلطنت کے لئے جدوجہد | جو لوگ قتل ہوئے تھے ان میں سوین کی بہن گن ہلڈ اور گن ہلڈ کا خاوند اور بیٹا بھی شامل تھا۔ سوین کو جب اس واقعہ کی خبر ملی تو اُس نے قسم کھائی کہ ان کا انتقام لے کر رہوں گا۔ چنانچہ ایک بہت بڑی فوج لے کر وہ انگلستان پر حملہ آور ہوا۔ اور اُس کے پیچھے ہی پیچھے ارل تھرکل ڈینوں کا ایک زبردست جتھا لئے ہوئے آپہنچا۔ دونوں نے مل کر ملک بھر میں لوٹ مار مچا دی۔ اور کنٹربری

کا اسقف اعظم الفیج بڑی بیدردی سے ڈینوں کے ہاتھوں قتل ہوا۔ ایتھلرڈ نے دو مرتبہ اور اپنے دشمنوں کو روپیہ دے دلاکر ٹالا۔ لیکن انگریز اُس کے ظلم وستم سے تنگ آگئے تھے۔ نارتھمبریا اور مرشیا کی حکومتیں سوین کے ساتھ مل گئیں اور ولیسکس کے فوجی سردار بھی اُس کے مطیع ہو گئے۔ ایتھلرڈ اب اپنے اہل وعیال سمیت بھاگ کر نارمنڈی چلا گیا۔ اور سوین ملک کا بادشاہ ہوگیا۔ یہ سچ ہے کہ ایک مہینے بعد جب سوین نے وفات پائی تو ایتھلرڈ پھر واپس آگیا لیکن اب سوین کا بیٹا نٹ اُس کے مقابلہ کے لئے موجود تھا۔ دوسال دونوں میں کشمکش ہوتی رہی۔ آخر سنہ ۱۰۱۶ء میں ایتھلرڈ کا انتقال ہوگیا۔

ایڈمنڈ الملقب بہ فولادرخ صرف سات مہینے حکومت کرنے پایا سنہ ۱۰۱۶ء

لندن کے باشندوں نے ایتھلرڈ کی وفات پر اُس کے بیٹے ایڈمنڈ کو جس کا لقب فولادرخ ہے اپنا بادشاہ منتخب کیا لیکن انگلستان کی باقی تمام آبادی کی طرف سے نٹ بادشاہی کے لئے تجویز ہوا۔ ایڈمنڈ بڑی بہادری سے لڑا اور چھ فیصلہ کن لڑائیوں کے بعد سلطنت اُس کے اور نٹ کے درمیان تقسیم ہوگئی لیکن سات مہینے کی حکومت کے بعد اُس کا رشتہ حیات منقطع ہوگیا۔ اور ڈینوں اور انگریزوں نے بالاتفاق نٹ کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔

نٹ۔ سنہ ۱۰۱۶ ۱۰۳ء

چھتیس سال کی پریشان کن جدوجہد کے بعد رعایا کو اب پھر ایک زبردست حکمراں نصیب ہوا۔ اور اٹھارہ سال تک ملک میں امن وامان کا دور دورہ رہا۔ نٹ نے جی میں یہ بات ٹھان لی تھی کہ ملک پر اس انداز سے حکومت کرے گا۔ جس سے لوگوں کو معلوم ہو کہ اُن کا بادشاہ گویا ایک انگریز ہے۔ اگرچہ اپنے عہد فرماں روائی کے

اوائل میں جبکہ اُس کا تخت محفوظ نہ تھا۔ اُس کا طرزِ عمل بے رحمانہ تھا لیکن آگے چل کر اُس نے اپنے انصاف اور دانش مندی سے لوگوں کے دل میں گھر کر لیا۔ جس طرح تمام انگریزی نسل کے بادشاہوں کا قاعدہ تھا کہ تاج و تخت اُنہیں اپنے قوم کی مجلس دانش مندان کی طرف سے ملا کرتا تھا۔ اسی طرح اُس نے بھی یہ امانت مجلس ہی سے حاصل کی۔ ملک میں اُس نے ایڈگر ہی کے قوانین قایم رکھے اور ایتھلرڈ کی بیوہ ایما کے ساتھ نکاح کر کے رعایا کو اور زیادہ اپنا گرویدہ کر لیا۔ ادھر ڈین بھی خوش تھے کہ اُن کا بادشاہ اُنہیں کی نسل سے تھا۔ نٹ نے انگلستان کو چار صوبہ داریوں میں تقسیم کر دیا۔ جن کے حاکم "ارل" یا "جارل" کہلاتے تھے۔ ڈین زبان میں یہ منصب انگریزی منصب "آیلڈرمین" (سرپنچ یا سردار) کا ہم معنی ہے۔ مرشیا نارتھمبرلینڈ ویسکس اور مشرقی اینگلیا کے ان چاروں علاقوں پر انگریز حاکم مامور ہوتے تھے جن میں سب سے زیادہ طاقتور دو امرا تھے۔ ایک تو مرشیا کا امیر لیافرک اور ایک ویسکس کا امیر گاڈون جو نٹ کا وزیر تھا اور بادشاہ کی بھتیجی سے بیاہا بھی گیا تھا۔ نٹ نے اپنی ڈین فوج برطرف کر دی تھی اور جنگی ضروریات کے لئے صرف خاص کی ایک جمعیت رکھ چھوڑی تھی۔ انگریزوں کی وفاداری پر اُسے اس درجہ بھروسا تھا کہ جب اُس نے ڈنمارک پر چڑھائی کی تو انگریزی سپاہ اپنے ہمراہ لیتا گیا۔ ملک میں اب امن قایم تھا۔ لوگ فراغت اور اطمینان سے دلدلوں کی صفائی اور جنگلوں کی کاٹ چھانٹ میں مصروف ہو گئے۔ زمینوں میں کاشت کرنے لگے۔ اور تجارت اور صنعت و حرفت کو

امن و امان کے اٹھارہ سال

اگر کنوٹ کے دونوں فرزند ہیرلڈ اور ہارتانوٹ عاقل و دانا ہوتے تو انگلستان کا سریر سلطنت اسقدر جلد ڈین بادشاہوں سے خالی نہ ہو جاتا لیکن اِن دونوں نے اپنے قلیل زمانۂ حکومت میں رعایا پر وہ ستم ڈھائے کہ چند ہی روز میں ملک میں خاک اڑنے لگی اور اہلِ برطانیہ کو جو ڈین بادشاہوں سے نفرت تھی اُس کی نوبت یہاں تک پہنچی کہ جب ہارتانوٹ ۱۰۴۲ء میں ایک تقریب ولیمہ کے موقع پر دفعتہً گر کر فوت ہوا تو اُس کے سوتیلے بھائی ایڈورڈ کی بادشاہی کا جو ایتھلریڈ اور ایما کا بیٹا تھا اس خیال سے کہ وہ ایک قدیم سلسلۂ سلاطین سے ہے انگریزوں نے نہایت سرگرمی سے خیر مقدم منایا۔ اُس زمانے سے جسقدر ڈین انگلستان میں بس گئے تھے اُن سب نے انگریزوں سے شیر و شکر ہونا شروع کردیا اور اُن دونوں قوموں میں ایسا جلد میل جول ہوا کہ لوگوں کو چند ہی قرنوں کے بعد انگریزوں اور ڈینوں میں فرق کرنا مشکل ہو گیا تھا۔ بریں ہم اس زمانے میں بھی ڈینی خون کا پتہ لگانا مشکل نہیں ہے، یارک اور لِن کَن کے اضلاع میں جو سٹنڈے اور زیادہ بھورے بالوں والے کسان و زمیندار دکھائی دیتے ہیں وہ اُن ہی ڈینوں کی یادگار ہیں اس قوم نے جن شہروں کو آباد کیا تھا وہ ابھی تک باقی رہ گئے ہیں اور اُنکے نام لفظ "بی" (by) پر ختم ہوتے

ہیرلڈ اول
۱۰۳۵-۱۰۴۰ء

ہارتانوٹ
۱۰۴۰-۱۰۴۲ء

ہیں اور اسی علامت سے اُن کی شناخت کیجاتی ہے "بی" کے وہی معنی ہیں جو اینگلو سیکسن ٹون (tun) اور ہیم (ham) کے ہیں اور جن کا مفہوم شہر و قریہ اور میز (موضع جاگیر) وغیرہ کا ہے چنانچہ ڈاربی۔ وِٹ بی اور رَگ بی ایسے شہر ہیں جنکو ڈینوں نے بسایا تھا مگر اس کے برخلاف ناٹِنگھم ڈرھم اور برِڈلنگٹن کے بلاد سے پتہ چلتا ہے کہ اُن کو نووارد انگریزوں نے آباد کیا تھا۔

ترقی دینے لگے۔ ولیش اور انگریز غلاموں کی خرید و فروخت کا جو شرمناک سلسلہ جاری تھا۔ اُس کی روک تھام کے لئے بھی ایڈگر کی طرح نٹ نے بہت کوششیں کیں۔ لیکن اس میں وہ کامیاب نہ ہو سکا۔ باوجودیکہ بردہ فروشی کی قانوناً ممانعت تھی۔ اور پادری بھی لوگوں کو وعظ و نصیحت کے ذریعہ سے سمجھاتے تھے کہ انسان کا لونڈی غلام بنا کر بیچا جانا بُری بات ہے۔ لیکن پھر بھی نو عمر مردوں اور عورتوں کے کھیپ کے کھیپ برسٹل سے جہازوں میں بھر کر روانہ کئے جاتے تھے اور آیرلینڈ میں ڈینوں کے ہاتھ فروخت کر دئے جاتے تھے۔

چوتھا باب

انگلستان میں نارمن قوم کے اثر کا اٹھان

لوگ اگرچہ خوش تھے کہ الفرڈ کی اولاد پھر وارث تاج و تخت ہوئی ہے۔ اور انہیں پھر ایک ایسا بادشاہ نصیب ہوا ہے جو انہیں میں سے ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایڈورڈ بدیسی ہونے میں نٹ پرسی فوقیت رکھتا تھا۔ اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھنے کے لئے ہمیں ڈیڑھ سو سال پہلے کے واقعات پر نظر ڈال کر دیکھنا چاہئے کہ فرانس کے شمالی ساحل پر کیا واقعات پیش آرہے تھے۔ جس زمانہ میں قوم ڈین نے الفرڈ اعظم کا انگلستان میں قافیہ تنگ کر رکھا تھا تو انہیں بحری قزاقوں کے غٹ کے غٹ کشتیوں پر سوار فرانس کے اس علاقہ میں لوٹ مار مچا رہے تھے۔ جو دریائے سین کے نواح میں واقع ہے۔ اور جس طرح ان کے بھائی بند انگلستان میں قتل و غارت کا بازار گرم کر رہے تھے۔ اسی طرح انہوں نے فرانس میں تاخت و تاراج کا ہنگامہ بپا کر رکھا تھا۔ ان لیٹروں کی ایک جماعت نے رالف یا رولو نام ایک مشہور سردار کی سرکردگی میں دریائے سین کے اندر اپنا بیڑا لاکر شہر روئن پر قبضہ کر لیا۔ اور رالف کی غارتگرانہ دست برد نے چاروں طرف جو تباہیاں پھیلائیں ان کے حالات

نارمن قوم فرانس میں
سنہ ۹۰۰ء

متعدد روایات کے ذریعہ سے ہم تک پہنچے ہیں۔ البتہ یقینی طور پر ہمیں صرف اس قدر معلوم ہے کہ ۹۱۲ء میں عین اُس وقت جبکہ ایتھلفلڈ اور ایڈورڈ انگلستان میں علاقہ ڈین لا یعنی قوم ڈین کی حکومتوں کو

ریاست نارمنڈی ۹۱۲ء

فتح کر رہے تھے (دیکھو صفحہ ۴۵) چارلس الملقب بہ سمپل (سادہ لوح) شاہ فرانس نے رالف کے ساتھ ایک معاہدہ کیا جس کی رو سے دریائے سین کے دونوں کناروں کا علاقہ رالف کو مل گیا۔ اور شہر روئن اس علاقہ کا دارالحکومت قرار پایا۔ اس کے بعد رالف نے بادشاہ فرانس کی بیٹی سے شادی کر کے مسیحی مذہب اختیار کرلیا۔ جس علاقہ پر وہ ڈیوک (امیرالامرا) کی حیثیت سے حکمراں تھا نارمنڈی یعنی اہل شمال کی سرزمین کے نام سے موسوم ہوا۔ اور اُس کے بعد اُس کی اولاد اس پر حکومت کرتی رہی۔

نارمن فرانسیس ہوگئے

غرض فرانس کے نارمن اور انگلستان کے ڈین ایک ہی نسل سے تھے۔ البتہ فرانسیسی قوم جس کے ملک میں نارمن آکر آباد ہوئے تھے۔ اور جس کے ساتھ اُنہوں نے شادی بیاہ کے تعلقات بھی قایم کر لئے تھے۔ انگریزوں سے بالکل مختلف تھی۔ جفاکشی اور استقلال میں اگرچہ فرانسیسی انگریزوں کی ٹکر کے نہ تھے۔ لیکن تہذیب و شائستگی میں اُن سے بمدارج بڑھے ہوئے تھے۔ اس لئے کہ دنیا کا نشیب و فراز اُنہوں نے بہت زیادہ دیکھا تھا۔ اور روما کی مہذب آبادی سے اُنہیں بہت زیادہ سابقہ پڑا تھا۔ وہ ہر ہنر میں دسترس رکھتے تھے۔ فن تعمیر میں اُنہیں خاص مہارت تھی۔ چستی و چالاکی ذہانت

وطباعی اور خوش طبعی و شگفتہ مزاجی اُن کے نمایاں اوصاف تھے۔ کس طرح ممکن تھا کہ یہ اوصاف اپنا اثر نہ دکھاتے۔ زیادہ عرصہ نہ گذرنے پایا تھا کہ بجز ایک چھوٹے سے علاقہ کے جو بیئو کے نواح میں واقع ہے باقی تمام علاقہ کے نارمن فرانسیسی رنگ میں رنگے گئے۔ زبان بھی فرانسیسی اختیار کرلی۔ عادات و اطوار میں بھی فرانسیسی ہو گئے۔ اور اُن کی مضبوط و قوی الارادہ طبیعتیں فرانسیسیوں کی زیادہ تر نفیس و لطیف طبیعتوں کے ساتھ گھل مل کر یکذات ہوگئیں۔

ایڈورڈ آدھا نارمن تھا اس سے تمہیں معلوم ہوگیا ہوگا کہ سو سال کی مدت گذر جانے کے بعد جب ایتھلرڈ الملقب بہ مجہول کی شادی نارمنڈی کے امیر رچرڈ کی بیٹی یعنی بحری قزاقوں کے سردار رالف کی پڑپوتی سے ہوئی۔ تو نارمن قوم اہل فرانس کی خو بو اختیار کر کے فرانسیسی بن چکی تھی اور اس لحاظ سے ایتھلرڈ کا بیٹا ایڈورڈ جو ایما کے بطن سے تھا انگلستان میں پیدا ہونے کے باوجود آدھا بدیسی تھا۔ اس کے علاوہ جب اُس کی عمر ابھی نوہی سال کی تھی تو وہ اپنے بھائی الفرڈ سمیت اپنے والدین کے ساتھ انگلستان سے فرار ہوکر نارمنڈی چلا گیا تھا۔ اُس کی ماں ایما تو کچھ مدت بعد انگلستان واپس آگئی تھی۔ جہاں ایتھلرڈ کی وفات کے بعد اُس نے نٹ سے نکاح کرلیا۔ اور اُس کا بھائی الفرڈ بھی ہیرلڈ کے زمانۂ حکومت میں انگلستان چلا آیا تھا۔ مگر ہیرلڈ کے آدمیوں نے غدارانہ سفاکی کی راہ سے اس بیچارے کی آنکھیں نکال لیں۔ اور اُس کا انتقال بمقام ریلی ہوگیا۔ لیکن خود ایڈورڈ نے یہ تمام زمانہ نارمن دربارہی میں گذارا۔ وہ نارمنڈی ہی میں تھا کہ

اُس کے چچا کا بیٹا ولیم جس کی عمر صرف سات سال تھی۔ نارمنڈی کی سند امارت پر بیٹھا۔ اور دونوں چچیرے بھائیوں کے تعلقات نہایت ہی دوستانہ ہو گئے۔

ایڈورڈ الملقب امین ملاصی ۱۰۴۲-۱۰۶۶ء

چھ سال بعد ایڈورڈ کو اُس کے سوتیلے بھائی ہارتھانٹ نے انگلستان بلا بھیجا۔ جہاں وہ بہت جلد بادشاہ منتخب ہو کر تخت پر بٹھایا گیا۔ اُس کے ہمراہ بہت سے نارمن امرا اور پیشوایان دین بھی آئے تھے۔ جنہیں بڑے بڑے منصب اور خدمتیں دی گئیں۔ اور ایسا ہونا ایک بالکل قدرتی بات تھی۔ ایڈورڈ طبیعت کا نرم، ڈرپوک اور بڑا ہی پرہیزگار بادشاہ تھا۔ تخت پر بیٹھے ہوئے اُسے زیادہ عرصہ نہ گذرنے پایا تھا کہ ایک نارمن راہب رابرٹ ساکن جیمیجے کو اُس نے لنڈن کا اسقف اور ایک نارمن راہب اُلف کو راچسٹر کا اسقف مقرر کیا۔ پادری رابرٹ بادشاہ کے مزاج میں یہاں تک دخیل ہو گیا تھا کہ چند سال بعد بادشاہ نے اُسے کنٹربری کے صدر اسقف کی خدمت سونپ دی۔ لیکن اس شخص کا اثر ملک کے حق میں بہت مضر ثابت ہوا۔ ملک بھر میں صرف ایک ہی شخص ایسا موجود تھا جو بادشاہ کے ان منہ لگے حواشی کی حد سے بڑھی ہوئی بے عنوانیوں کی روک تھام کرتا رہتا تھا۔ یہ جلیل القدر شخص ویسکس کا امیر گاڈون تھا۔ جس کی بیٹی ایڈتھ سے ایڈورڈ نے عقد کیا تھا۔ ملک کے انتظام کی باگ فی الحقیقت گاڈون ہی کے ہاتھ میں تھی۔ اور اُس کا طریقۂ حکومت خوب تھا۔ لیکن شومئی قسمت سے اُس کا سب سے بڑا بیٹا سوین ایک

نا تجربہ کار شخص واقع ہوا تھا۔ جس کی غلط کاریوں نے کیا بادشاہ اور کیا رعایا دونوں کو ناراض کر دیا۔ گاڈون کے دشمن تو تاک میں لگے ہی بیٹھے تھے۔ اس سے بہتر موقع اُس سے بدلہ لینے کا انہیں اور کیا ہاتھ آ سکتا تھا۔ سوئن کی خطائیں گاڈون کو نیچا دکھانے کا بہانہ بن گئیں۔

گاڈون باغی قرار دیا گیا
سنہ ۱۰۵۱ء

اسی زمانہ میں ایڈورڈ کے بہنوئی یوسٹیس امیر بولون کی ڈوور والوں کے ساتھ جھڑپ ہو گئی اور کشت و خون تک نوبت پہنچی۔ جس میں بہت سے آدمی مارے گئے۔ یوسٹیس کو اصرار تھا کہ اہل ڈوور کو ان کے شوخ چشمانہ تمرد کی پاداش میں سزا دی جائے۔ ادھر گاڈون کہتا تھا کہ کامل تحقیقات کے بغیر ان کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی جائے گی۔ اور اگرچہ اس طرز عمل کے لحاظ سے وہ حق بجانب تھا لیکن نارمن امرا اور خود انگریزی امرا بھی جن کے دل میں اُس کا بڑھا ہوا رسوخ کانٹا بن کر کھٹک رہا تھا اُس کی مخالفت میں بادشاہ کے طرفدار ہو گئے۔ چنانچہ گاڈون اپنے بیٹوں سمیت باغی قرار دیا گیا۔ وہ اگر چاہتا تو حکومت کا مقابلہ کرتا۔ اور ملک میں خانہ جنگی بپا ہو جاتی۔ لیکن اُس کے حب وطن نے یہ بات گوارا نہ کی۔ اور اسی لئے وہ وطن چھوڑ کر فلینڈرس چلا گیا۔ جہاں وہ کوئی سال بھر رہا۔ انگلستان کی تاریخ میں یہ سال یاد رکھنے کے قابل ہے۔ اس لئے کہ گاڈون کی غیبت میں جب کہ نارمن نوجی

ولیم ایڈورڈ سے ملنے آتا ہے
سنہ ۱۰۵۱ء

سردار اور پادری حکومت کے سیاہ و سفید کے مالک بنے ہوئے تھے۔ نارمنڈی کا فرمانروا ولیم

جو اب ایک بلند بالا اور جمیل وشکیل نوجوان تھا۔ ایڈورڈ سے ملنے انگلستان آیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اسی ملاقات کے دوران میں ایڈورڈ نے جو لاولد تھا۔ ولیم سے وعدہ کیا کہ اپنے بعد انگلستان کے تخت وتاج کا وارث میں تمہیں قرار دیتا ہوں۔ اپنے چچازاد بھائی سے ایڈورڈ کو جو محبت تھی وہ ایسے ہی وعدہ کی مقتضی تھی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ تاج انگلستان کچھ اُس کی ملکیت نہ تھا جسے وہ اپنی مرضی سے کسی دوسرے کے حوالے کرسکتا۔ یہ اختیار صرف مجلس دانش منداں کو حاصل تھا۔ اور چونکہ ولیم کی رگوں میں انگریزی خون کا ایک قطرہ بھی نہ تھا۔ اس لیے تاج انگلستان پر اُسے مطلق کوئی حق نہ تھا۔

گاڈون کی واپسی ۱۰۵۲ء

ملک کی حالت گاڈون کے بغیر بد سے بدتر ہوتی چلی جارہی تھی۔ اور جب وہ دوسرے سال اپنے چھوٹے بیٹوں کے ہمراہ انگلستان واپس آیا تو اُس کی پیشوائی کے لئے خلقت کا ایک انبوہ کثیر جمع ہوگیا۔ جو اُس کے ایک اشارہ پر لڑنے مرنے کے لئے تلا ہوا تھا۔ وہ اس بات کا روادار تو نہ ہوا کہ لوگ بادشاہ کی فوج سے مقابلہ کریں۔ البتہ اس حق کا اُس نے ضرور مطالبہ کیا کہ اُسے اپنی صفائی پیش کرنے کا موقع دیا جائے۔ اور اگرچہ بادشاہ اُس کی باریابی پر کسی طرح رضامند نہ ہوتا تھا۔ لیکن مجلس دانش مندان نے نہایت خوشی سے اُس کی جاگیرات واقتدارات کو بحال کردیا۔ جب اُن نارمن امرا کو جو بادشاہ کی ناک کے بال تھے یہ معلوم ہوا کہ گاڈون کا رسوخ شاہی دربار میں پھر قایم ہوگیا ہے۔ تو وہ بھاگ کر فرانس چلے گئے۔ البتہ ایک بڑی تعداد اُن امرا کی جو زیادہ سربرآوردہ نہ تھے

انگلستان ہی میں مقیم رہی۔

ہیرلڈ کی حکومت اب ۱۰۵۲ء سے لے کر ۱۰۶۶ء تک چودہ سال کا وہ دور شروع ہوا جس میں انگلستان کی حکومت کی باگ خود فرزندان انگلستان ہی کے ہاتھ میں رہی۔ اور جس طرح شمع کا شعلہ بجھنے سے پہلے دفعتہً بھڑک اٹھا کرتا ہے۔ یا بیمار مرنے سے پہلے سنبھالا لیتا ہے، اسی طرح یہ زمانہ بھی قوم کے لئے فرخی وفراخی کا آخری دور تھا۔ دوسرے سال گاڈون کا ضیافت کے ایک جشن میں یک بیک انتقال ہوگیا۔ اور اُس کا دوسرا بیٹا ہیرلڈ جو ایک من چلا سپاہی ہونے کے ساتھ ایک بیدار مغز اور حوصلہ مند مدبر بھی تھا۔ اُس کا قایم مقام ہوا۔ ایڈورڈ اپنا تمام وقت یا تو سیروشکار میں گذارتا تھا۔ یا سینٹ پیٹر کے اُس بڑے گرجا کی عمارت کو بنتے دیکھتا رہتا تھا جو ویسٹ منسٹر میں اسی مقام پر تعمیر کی جارہی تھی۔ جہاں اب ویسٹ منسٹر ایبی (خانقاہ) کی عمارت کھڑی ہے۔ عنان انتظام ہیرلڈ کے ہاتھ میں تھی۔ جو مرشیا کے امیر لیافرک اور یارک کے صدر اسقف ایلڈرڈ کی مدد سے انگلستان پر حکومت کر رہا تھا۔ لیافرک کا گھرانا گاڈون کے خاندان کا رقیب تھا۔ اور اُس کے بیٹے آئے دن ہیرلڈ کو پریشان کرتے رہتے تھے۔ لیکن اُن کے دیرینہ سال باپ کا جذبۂ حب وطن اس قسم کی رقیبانہ چشمکوں کو روا نہ رکھتا تھا اور راز بسکہ ہیرلڈ ایک قابل و فرزانہ حکمران تھا۔ لیافرک ہمیشہ اُس کی قوت بازو بنا رہا۔

ویلز کی تسخیر مجموعی حیثیت سے رعایا ایسی خوش حال تھی کہ

بجز چند شورشوں کے جو ویلز اور نارتھمبرلینڈ میں وقوع پذیر ہوئیں۔ اس زمانہ کا اور کوئی واقعہ قابل ذکر نہیں۔ گاڈون کے جلاوطن کے زمانہ سے ویلز کا بادشاہ گرو فڈ انگلستان کے مغربی علاقہ کو تاخت و تاراج کر رہا تھا لیکن ہیرلڈ نے برسر اقتدار ہوتے ہی اپنے بھائی ٹاسٹگ کی مدد سے اس کو بزور شمشیر مطیع کر لیا۔ اور ایڈورڈ کی شہنشاہی اُس سے منوا کر چھوڑی۔ لیکن نارتھمبرلینڈ کی حالت ایسی قابل اطمینان نہ تھی۔ اس علاقہ کا مشہور امیر سیورڈ جس نے اسکاٹلینڈ کے نو عمر بادشاہ میلکم کو میکبتھ کی غاصبانہ دست برد سے نجات دلانے اور اُس کے زیر کرنے میں مدد دی تھی۔ ۱۰۵۵ء میں وفات پا گیا۔ اور ٹاسٹگ اُس کی جگہ نارتھمبرلینڈ کا امیر مقرر ہوا۔ ٹاسٹگ ایڈورڈ کا بہت منہ لگا تھا۔ اور اپنے علاقہ کے انتظام پر توجہ کرنے کی بجائے ہر وقت بادشاہ کی دربارداری کیا کرتا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ نارتھمبرلینڈ میں بغاوت کی آگ بھڑک اٹھی۔ لوگوں نے جمع ہو کر لیافرک کے پوتے مارکیر کو اپنا امیر منتخب کیا۔ اور ایک جم غفیر نے جنوب کی طرف بڑھ کر مطالبہ کیا کہ ٹاسٹگ کو جلاوطن کر دیا جائے۔ ہیرلڈ نے اتنی قوت اپنے آپ میں نہ پائی کہ بھائی کی حمایت میں سینہ سپر ہو سکے۔ چنانچہ ٹاسٹگ باغی قرار دیا گیا۔ اور اپنے اہل و عیال کو ساتھ لے کر فلینڈرس چلا گیا۔ اسی وقت سے وہ اپنے بھائی کا دشمن ہو گیا۔ اور یہی دشمنی آگے چل کر ہیرلڈ کے زوال کا ایک بڑا باعث بن گئی۔

نارتھمبرلینڈ کی بغاوت اور ٹاسٹگ کا باغی قرار دیا جانا

تاج انگلستان کے دعویدار

ہیرلڈ اس وقت انگلستان کا حقیقی حاکم اعلیٰ تھا۔

لوگ اُس کی زبردست حکومت کے سایہ میں خوش و خرم تھے۔ اور چونکہ ایڈورڈ کے کوئی اولاد نہ تھی۔ اس لئے وہ ہیرلڈ ہی کو اپنا آیندہ بادشاہ سمجھنے لگے تھے۔ یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ ایڈورڈ نے فی الحقیقت ولیم سے یہ وعدہ کیا تھا کہ میرے بعد وارث تخت و تاج تم ہو گے لیکن اگر ایسا کوئی وعدہ ہوا بھی تھا تو ایڈورڈ نے دیکھ لیا کہ بحالت موجودہ اس کا ایفا محال ہے۔ چنانچہ اُس نے ایڈمنڈ الملقب بہ فولاد رخ کے بیٹے ایڈورڈ کو ہنگری سے اپنی جانشینی کے لئے بلا بھیجا۔ لیکن انگلستان پہنچنے کے کچھ ہی دن بعد بادشاہ سے ملے بغیر اُس کا انتقال ہو گیا۔ اُس کی یادگار صرف ایک کم سن لڑکا ایڈگر باقی رہ گیا۔ جس کے حالات پر ہمیں آگے چل کر روشنی ڈالنی پڑے گی۔

ہیرلڈ کی قسم ادھر ولیم فرمانروائے نارمنڈی کو ابھی تک یہ اُمید بندھی ہوئی تھی کہ ایڈورڈ کا وعدہ پورا ہوگا۔ ایک مرتبہ جب ہیرلڈ کا جہاز طوفان میں گھر کر نارمنڈی کے ساحل پر غرق ہو گیا۔ اور پانتھیو کے حاکم نے اسے گرفتار کر کے روئن بھیج دیا۔ تو بیان کیا جاتا ہے کہ ولیم نے اُس سے اپنے مدعا کے حصول کی تائید کی قسم لی۔ اور اس عہد مقدس کو زیادہ استوار بنانے کی غرض سے اُس قربانگاہ کے نیچے جس پر حلف اٹھایا گیا تھا ہیرلڈ کے علم کے بغیر مسیحی اولیا کے کچھ تبرکات بھی چھپا دئے۔ ان واقعات کی اصلیت خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ ایڈورڈ۔ یا ہیرلڈ کسی کو بھی تاج انگلستان کی حوالگی کے وعدہ کا اختیار نہ تھا۔

ایڈورڈ کی وفات ۵ جنوری ۱۰۶۶ء کو ایڈورڈ نے وفات پائی۔ کلیسائے ویسٹ منسٹر

کی تقدیس کی رسم کو عمل میں آئے ہوئے صرف ایک ہی ہفتہ گذرا تھا۔ ایڈورڈ کو کیا معلوم تھا کہ اسی عمارت میں جو اُسے اس درجہ عزیز تھی۔ اُس کا جسم عنقریب حوالہ خاک ہونے والا ہے۔ ایڈورڈ اگرچہ طبیعت کا کمزور تھا۔ لیکن اُس کے اتقا اور پرہیزگاری میں کلام نہیں۔ چنانچہ اُس کی وفات کے کوئی سو سال بعد ۱۱۶۳ء میں پاپائے الگزینڈر ثالث نے مسیحی اولیا کی فہرست میں اُس کا نام شامل کرتے وقت اُسے امین معاصی کے لقب سے ملقب کیا۔ مرنے سے پہلے ایڈورڈ نے ہیرلڈ کو اپنی جانشینی کے لئے نامزد کیا۔ اور مجلس دانش منداں نے جس کے اراکین اس وقت لندن میں جمع تھے۔ اسی دن جلسہ کر کے نامزدگی کی توثیق اپنے انتخاب سے کر دی۔ اور ہیرلڈ کی تاج پوشی کی رسم صدر اسقف ایلڈرڈ کے ہاتھوں بمقام ویسٹ منسٹر عمل میں آئی۔

ہیرلڈ ثانی
۵ جنوری لغایت ۱۴ اکتوبر ۱۰۶۶ء

گاڈون کا بیٹا ہیرلڈ اب قوم کی عام رضامندی سے انگلستان کے تخت پر بیٹھا۔ حالانکہ شاہی خون اُس کی رگوں میں صرف اس قدر تھا کہ اُس کی ماں ایک ڈین شہزادی تھی۔ لیکن یہ نئی عزت اُسے بہت تھوڑے دن نصیب ہوئی۔ نارمنڈی کے امیر ولیم کو جب ان تمام واقعات کا علم ہوا تو اُس نے قسم کھا کر کہا کہ ہیرلڈ کو میں ایفائے عہد پر مجبور کروں گا اور تخت انگلستان اُس سے لے کر رہوں گا۔ چنانچہ اُس نے بلا درنگ جہازوں کا ایک بیڑا بنوانا۔ اور فرانس کے اطراف وجوانب سے ایک لشکر جرار جمع کرنا شروع کر دیا۔ اسی کے ساتھ اُس نے پاپائے

انگلینڈ کو علانیہ لکھ بھیجا۔ کہ جس شخص نے اولیا کے تبرکات کی موجودگی میں اپنا عہد توڑا ہے اُس پر فوج کشی کرنے کی مجھے اجازت دی جائے۔ اور میری کامیابی کے لئے دعا فرمائی جائے۔ شومئی قسمت ہیرلڈ کی مشکلات بڑھانے کے لئے خود اُس کے بھائی کو لیتی آئی۔ ٹاسٹگ نے جو ناروے چلا گیا تھا۔ اپنی کھوئی ہوئی امارت حاصل کرنے کے لئے یہ موقع غنیمت سمجھا۔ اور پہلے تو جنوبی ساحل کو لوٹا پھر شمال کی طرف بڑھا اور ناروے کے بادشاہ ہیرلڈ ہارڈ راڈا کو ساتھ لئے ہوئے دریائے ہمبر میں داخل ہوکر یارک شایر میں لنگر انداز ہوا۔

اسٹمفرڈ برج کی لڑائی ہیرلڈ کو اب ہر طرف خطرے کا سامنا تھا۔ پہلے تو چند مہینے تک وہ جنوبی ساحل پر دشمن کے نمودار ہونے کا انتظار کرتا رہا۔ لیکن جب ولیم نہ آیا تو اُن مچھوؤں کو جنہیں بھرتی کرکے اُس نے اپنا جنگی بیڑا تیار کیا تھا مجبوراً منتشر ہونے کی اجازت دے کر وہ ٹاسٹگ کے مقابلہ کے لئے شمال کی طرف بڑھا۔ اسٹمفرڈ برج پر جو یارک شایر میں واقع ہے ناروے کی فوج کو شکست ہوئی۔ اور ٹاسٹگ اور شاہ ہارڈ راڈا دونوں مارے گئے۔ لیکن جشن فتح کے شادیانے ابھی بج ہی رہے تھے کہ پیونسی واقع سسکس میں نارمن حملہ آوروں کی لنگر اندازی کی خبر لاکر ایک قاصد نے رنگ میں بھنگ ملادی۔

ہیسٹنگز کی لڑائی ۱۴ اکتوبر ۱۰۶۶ء بادشاہ یہ خبر سنتے ہی پھر جنوب کی طرف پلٹا۔ اور لندن پہنچ کر تمام قوم کو حفاظت ملک کی خاطر جان

لڑا دینے کے لئے طلب کیا۔ لیکن صرف جنوبی علاقہ کی آبادی نے اس آواز پر کان دھرا۔ ہیرلڈ انہیں کو لے کر کوچ کرتا ہوا ہیسٹنگز پہنچا۔ جہاں نارمن فوج ڈیرے ڈالے پڑی تھی۔ اُس کے بھائی گرتھ نے اُسے بہت سمجھایا۔ کہ اتنی مختصر سی فوج کے ساتھ غنیم پر حملہ کرنا دانش مندی کا فعل نہیں۔ مناسب یہ ہوگا کہ چاروں طرف کا علاقہ ویران کر دیا جائے۔ تاکہ ولیم رسد کے نہ ملنے سے خود ہی مجبوراً ہتیار ڈال دے۔ لیکن ہیرلڈ کی غیرت نے گوارا نہ کیا کہ خاک وطن کو خود ہی برباد کرے۔ اور اپنے ہاتھ سے اپنے گھر کو آگ لگائے۔ چنانچہ بتاریخ ۱۴ر اکتوبر ایک پہاڑی پر جس کا نام سنلاک ہے۔ اور جو شہر سے اندازاً سات میل ہوگی ہیسٹنگز کی مشہور لڑائی وقوع میں آئی۔ یہ جنگ سخت ہی خونریز تھی۔ انگریزی فوج کے سپاہی جو پا پیادہ تھے زرہ بکتر پہنے نیزوں اور دو دستی تیشوں سے مسلح تھے۔ اور بڑی بے جگری سے لڑ رہے تھے۔ باقاعدہ فوج کے علاوہ انگریزوں کی طرف سے لڑائی میں دیہاتی آبادی بھی شریک تھی۔ جو بھالے اور پنجے لئے ہوئے جس طرح بھی بن پڑتا تھا دشمن کا مقابلہ کر رہی تھی۔ دوسری طرف نارمن فوج بھی پوری داد شجاعت دے رہی تھی۔ نارمن قادر انداز تیروں کی بوچھاڑ کر رہے تھے۔ اور زرہ پوش سوار خود پہنے نارمن بھاٹ ٹیلفر کی سرکردگی میں پہاڑی پر دھاوا کر رہے تھے کہ کسی طرح انگریزی صفوں کو الٹ ڈالیں۔ اس دھاوے میں سب سے پہلا جو شخص کام آیا۔ وہ یہی بھاٹ ٹیلفر تھا۔ انگریز شجاعت اور پامرد

کی دیوار بنے ہوئے کھڑے تھے۔ اور اُن کے حملوں نے چاروں طرف تڑپتی ہوئی لاشوں کے ڈھیر لگا رکھے تھے۔ ایک مرتبہ جب انگریزی حملہ کے دباؤ سے نارمن صفیں پیچھے ہٹنے لگیں تو ایک آواز بلند ہوئی کہ نارمنڈی کا امیر مارا گیا۔ اس پر ولیم نے اپنا خود اتار پھینکا اور چلّا کر کہا کہ میں جیتا جاگتا موجود ہوں۔ اور خدا کی تائید سے اب بھی یہ میدان مار کر رہوں گا۔ یہ کہہ کر اُس نے حیلے کی راہ سے اپنی فوج کو پسپا ہونے کا حکم دیا۔ انگریز اس جھانسے میں آگئے۔ اور یہ سمجھ کر کہ دشمن فرار ہو رہا ہے۔ بے ترتیبی کے ساتھ پہاڑی سے نیچے اتر آئے۔ نارمن اسی موقع کے منتظر تھے۔ اُنہوں نے دفعۃً پلٹ کر انگریزوں کو تلوار کی باڑھ کے آگے رکھ لیا۔ ساری فوج کٹ گئی۔ اور صرف انگریزی امرا و شرفا کا ایک مختصر سا گروہ باقی رہ گیا۔ جو لڑتے بھڑتے پہاڑی کی چوٹی پر جا پہنچے۔ اور بادشاہ اور اُس کے جھنڈے کے گرد جمع ہو گئے۔ یہ وہی مقام تھا جہاں آگے چل کر "بیٹل ایبی" (خانقاہ جنگ) کی عمارت تعمیر ہوئی۔ ولیم نے اب اپنے تیر اندازوں کو آگے لاکر حکم دیا کہ تیر اوپر کی طرف چلائیں تاکہ وہ انگریزوں پر اوپر سے آکر گریں۔ غرض تیروں کی بارش ہونے لگی۔ ایک تیر ہیرلڈ کی دہنی آنکھ میں لگا۔ اور وہ

ہیرلڈ کی موت

تیورا کر نیچے گرا۔ اس پر ولیم نے دھاوا بول دیا اور اُس کی فوج پہاڑی پر چڑھ آئی۔ انگریز اپنے بادشاہ پر آخر وقت تک اپنی جانیں نہایت بہادری سے قربان کرتے رہے۔ لیکن اُس کی دولت کے خاتمہ کا وقت آچکا تھا۔ سیکسن نسل کے آخری تاجدار

کو چار نارمن سرداروں کی جان ستاں ضربوں نے خاک وخون میں ملا دیا۔ اور فتح کا سہرا ولیم کے سر رہا گاڈون کی دیرینہ سال بیوہ گاپتھا نے فاتح سے اپنے بیٹے کی لاش کی حوالگی کے لئے التجا کی جو قبول کر لی گئی۔ اور ولیم کی اجازت سے وہ ایک ارغوانی خلعت میں کفنا کر شاہی اعزاز کی آخری علامت کے ساتھ سسکس کی پہاڑیوں میں پتھروں کے ایک ڈھیر کے نیچے دفن کر دیا گیا۔

ولیم کی تاج پوشی

ولیم فوج کو لئے ہوئے سیدھا لندن پہنچا۔ میدان اب بالکل صاف تھا۔ کوئی ایسی طاقت باقی نہ تھی جو اُس کی سنگ راہ ہو سکے۔ اس لئے کہ انگریزی قوم کے چیدہ چیدہ لوگ سب کے سب سنلاک کی پہاڑی پر کام آچکے تھے۔ یہ سچ ہے کہ اہل لندن نے کم سن ایڈگر ایتھلنگ کو اپنا بادشاہ منتخب کر لیا تھا۔ لیکن جب ولیم ساؤتھ ورک کو جلا کر خاک سیاہ کرتا ہوا اپنے لشکر جرار کے کے ساتھ سر پر آپہنچا۔ تو اُن کا جی بیٹھ گیا۔ اور بجز سر اطاعت خم کرنے کے اُنہوں نے اور کوئی چارہ نہ دیکھا۔ چنانچہ مجلس دانشمنداں کی طرف سے کرسمس والے دن ولیم کا انتخاب عمل میں آیا۔ اور ویسٹ منسٹر میں اُسی صدر اسقف ایلڈرڈ نے اُس کے سر پر تاج رکھا۔ جس نے ہیرلڈ کی رسم تاج پوشی ادا کی تھی۔ انگلستان

انگریز اور نارمن

کی آزادی کا خاتمہ ہو گیا۔ چھ سو سال پیشتر انگریزوں نے اپنے وطن سے جو بحر شمالی کے ساحلوں پر واقع تھا بہت بڑی جمعیت کے ساتھ آکر برطانویوں کو پونسی کے قریب بمقام انڈریڈا نیچا دکھایا تھا۔ اب زمانہ نے پلٹا کھایا۔ اور

خود انگریزوں کو اغیار کا مطیع بن کر اپنی گردن اُن کے سامنے جھکانی پڑی۔ لیکن اس فتح کی نوعیت جداگانہ تھی نارمن حملہ آور بہت بڑی تعداد میں آئے تھے۔ پھر بھی اُن کی ساری قوم اس چڑھائی میں شریک نہ تھی۔ اور انگریزوں کو جو فی الحقیقت اُن کے ہم نسل تھے کہ اُنھوں نے ملک سے نکالا بھی نہ تھا۔ اس کے علاوہ ولیم فاتح ایک دانش مند اور عالی حوصلہ فرمانروا تھا۔ اور جیسا کہ ہمیں آگے چل کر معلوم ہوگا۔ انگریز اُس کے ظل حمایت میں آگئے تھے۔ اس حمایت کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ انگریزوں کا وجود اُس کے لئے مفید ثابت ہوا تھا۔ اور ایک باعث یہ تھا کہ وہ حقیقت میں ان کے ساتھ عدل و انصاف کا برتاؤ کرنا چاہتا تھا۔ آخر میں یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ انگریزوں کی قوم اب ایک زبردست قوم بن چکی تھی۔ اور یہ لوگ کڑیل اور جیوٹ ہونے کے ساتھ ایسے وطن کے پکے۔ اور آزادہ رو واقع ہوئے تھے۔ کہ حکومت وقت کے مظالم میں بھی انہیں کچلنے کی طاقت نہ تھی۔ غرض ایک ہی صدی کے اندر اندر خود نارمن انگریزی قومیت میں جذب ہوکر انگریز بن گئے۔ اور انگلستان کو فخریہ اپنا وطن کہنے لگے۔

حصّہ دوم

اس حصہ میں وہ واقعات درج ہیں جو نارمن فتح سے لے کر قبالۂ اعظم کے صدور تک وقوع میں آئے

ولیم اول

سال ولادت ۱۰۲۷ء سال وفات ۱۰۸۷ء

فلینڈرس کی شہزادی میٹلڈا سے عقد کیا۔

رابرٹ

فرمانروائے نارمنڈی

سال ولادت ۱۰۵۴ء سال وفات ۱۱۳۴ء

ولیم

امیر فلینڈرس

۱۱۲۸ء میں مارا گیا

لاولد

ولیم ثانی

ولادت ۱۰۶۰ء وفات ۱۱۰۰ء

عہد حکومت ۱۰۸۷ء–۱۱۰۰ء

ہنری اول

ولادت ۱۰۶۸ء وفات ۱۱۳۵ء۔

عہد حکومت ۱۱۰۰–۱۱۳۵ء

ایڈمنڈ فولادرخ کی پرپوتی میٹلڈا سے عقد کیا۔

میٹلڈا

انجو کے امیر جافری سے عقد کیا

ہنری ثانی

ولادت ۱۱۳۳ء وفات ۱۱۸۹ء

عہد حکومت ۱۱۵۴–۱۱۸۹ء

گوئین کی شہزادی ایلنار سے عقد کیا

ایڈیلا

بلائے کے امیر اسٹیفن سے عقد کیا

اسٹیفن

ولادت ۱۰۹۴ء وفات ۱۱۵۴ء

عہد حکومت ۱۱۳۵–۱۱۵۴ء

ہنری

سال وفات ۱۱۸۳ء

رچرڈ اول

ولادت ۱۱۵۷ء وفات ۱۱۹۹ء۔

عہد حکومت ۱۱۸۹–۱۱۹۹ء

نیوار کی شہزادی برنگیریا سے عقد کیا۔

جافری

برٹنی کی شہزادی کانسٹنس سے عقد کیا

آرتھر

فرمانروائے برٹنی۔

(۱۲۰۳ء میں مقتول ہوا)

جان

ولادت ۱۱۶۶ء وفات ۱۲۱۶ء

عہد حکومت ۱۱۹۹–۱۲۱۶ء

انگولیم کی شہزادی ایسابل سے عقد کیا

پانچواں باب

انگلستان میں نارمن حکومت

ولیم اول
سنہ ۱۰۶۶ء سے سنہ ۱۰۸۷ء تک

ولیم روفس
سنہ ۱۰۸۷ء سے سنہ ۱۱۰۰ء تک

ہنری اول
سنہ ۱۱۰۰ء سے سنہ ۱۱۳۵ء تک

ولیم اول سنہ ۱۰۶۶ء-۱۰۸۷ء

اب ہمارے ملک کی حالت بہت کچھ بدل گئی اور ساتھ ہی لوگ مصیبتوں اور سختیوں میں مبتلا ہو گئے۔ مغربی سیکسن نسل کے انگریزی بادشاہوں کا سلسلہ قطع ہو گیا۔ اور اُس وقت سے لے کر آج کے دن تک خالص انگلو سیکسن نسل کا کوئی تاجدار انگلستان کے تخت پر نہیں بیٹھا۔ اُن کی جانشینی نارمنڈی کے فرمانروا ولیم کو میسر ہوئی جو کسی اعتبار سے بھی انگریز نہ تھا اس لئے کہ اُس کا باپ رابرٹ الملقب بہ "ابلیس" نارمنڈی کا امیر تھا۔ اور اُس کی ماں آرلوٹا ایک نارمن چرم ساز کی بیٹی تھی۔ باپ کی وفات پر جب ولیم نارمنڈی کی مسند حکومت پر بیٹھا تو اُس کی مسیں بھی اچھی طرح بھیگنے نہ پائی تھیں لیکن منزل شباب میں قدم رکھتے ہی اُس نے خوب ہاتھ پاؤں نکالے

اور تمام شورہ پشت نارمن سرداروں پر اپنے اقتدار کا سکہ بٹھا کر مین کا علاقہ فتح کر لیا۔ سنہ ۱۰۵۳ء میں اُس نے اسیر فلینڈرس کی بیٹی میٹلڈا سے عقد کیا۔ اپنی بی بی سے وہ ہمیشہ بلا طفت پیش آتا تھا۔ اور بچوں کے ساتھ شفقت کا برتاؤ کرتا تھا۔ جب وہ انگلستان کا بادشاہ ہوا تو اُس کا سن چالیس سال کے لگ بھگ تھا۔ قد لمبا تھا۔ چہرے سے شان شاہانہ نمایاں تھی۔ طبیعت درشت اور سخت گیر واقع ہوئی تھی۔ اور اپنا کام نکالنے کے لئے وہ بارہا بے رحمانہ کارروائیاں بھی کر بیٹھتا تھا۔ لیکن اُس کی سیرت پر جب ہم عام نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ بحیثیت مجموعی وہ ایک عادل فرمانروا ایک جلیل القدر سپہ سالار اور ایک دانش مند مدبر تھا۔ اپنی طرف سے وہ یہی کوشش کرتا تھا کہ انگلستان کے لوگ اُس کی حکومت سے خوش رہیں۔ اور جہاں تک اُس سے بن پڑا ملک کے قوانین اور رسم و رواج میں اُس نے کوئی تبدیلی نہ کی۔ لیکن اس کا کیا علاج تھا کہ وہ بدیسیوں کے ایک لشکر کے ساتھ ملک پر قبضہ کرانے کے لئے آیا تھا۔ جو انگریزوں کی آزادی کو کچلنے اور اُن کو طرح طرح مصیبتوں میں ڈالنے کے بغیر ایک ان ہونی بات تھی۔

تاجپوشی کی تقریب پر آتش زنی اور تو اور ویسٹ منسٹر میں ولیم کی تاجپوشی ہی کی تقریب پر جب لوگوں نے اپنی قومی عادت کے مطابق نعرے بلند کئے تو کج فہم نارمن سپاہی جو باہر کھڑے تھے اُن نعروں کا الٹا مطلب سمجھ کر ایسے بدحواس ہوئے کہ آس پاس کے مکانوں کو آگ لگا دی۔ اور لوگوں کو گویا جتا دیا کہ خوف ہیبت کا عمل شروع

ہوگیا ہے۔یہی سپاہی اور ان کے افسر ولیم کے دست راست تھے۔ اور جو جنگی کامیابیاں اُسے اُن کی بدولت ہوئی تھیں ان کا واجبی صلہ پانے کے متوقع تھے۔

اراضی کی ضبطی | یہ صلہ انہیں جلد مل گیا۔ تاج پوشی کے جشن کے بعد ولیم نے شاہانہ خدم وحشم کے ساتھ انگلستان کے جنوبی اور مشرقی علاقہ کا دورہ کیا۔ کہ یہی علاقہ اُس نے حقیقی معنوں میں بزور شمشیر فتح کیا تھا اور ساری زمین اپنے امیروں اور سرداروں اور سپاہیوں میں بانٹ دی۔ اپنے اس طرز عمل کو ولیم نے یہ کہہ کر حق بجانب ثابت کرنا چاہا کہ اڈورڈ کی وفات کے بعد سے استحقاقاً اس ملک کا بادشاہ میں ہوں۔ قوم نے اگر میری بجاے ہیرلڈ کی اطاعت کی تو گویا مجھ سے باغی ہوگئی۔ اس بغاوت کی یہی سزا ہوسکتی تھی۔ کہ کلیسا کے اوقاف کو چھوڑ کر باقی سب زمین بحق بادشاہ ضبط کر لی جاے۔ ظاہر ہے کہ یہ دعوے بالکل مہمل تھا۔ لیکن ولیم کے کارروائی پر انصاف کا نمایشی پردہ ڈالنے کے لئے اچھا بہانہ تھا۔

اراضی شاملات خالصہ ہوگئی | الفریڈ کے زمانہ سے شاملات میں یعنی اُس زمین میں جو رعایا کی مشترکہ ملکیت سمجھی جاتی تھی۔ رفتہ رفتہ بادشاہ کا عمل دخل بڑھ رہا تھا۔ لیکن اب تو اس کی نوعیت بالکل ہی شاہی املاک کی ہوگئی۔ رہیں اُن لوگوں کی خانگی جائدادیں جو میدان جنگ میں کام آچکے تھے۔ یا وطن چھوڑ کر فرار ہو گئے تھے۔ سو وہ نارمن امرا میں تقسیم کردی گئیں۔ اس طور پر کینٹ کا سارا علاقہ اور سری اور سسکس کا قریب قریب سارا علاقہ اور دوسرے اضلاع کا بھی

بہت بڑا رقبہ نارمن مالکوں کے قبضہ میں چلا گیا۔ البتہ بعض بیواؤں اور یتیموں اور چھوٹے چھوٹے زمینداروں کو ولیم نے کچھ معافیاں معاش کے طور پر دے دیں۔ لیکن ان چند مثالوں سے قطع نظر کر کے باقی کسی انگریز کو مالکانہ حیثیت سے زمین رکھنے کا حق نہ تھا۔ کسی انگریز کے پاس زمین کا کوئی ٹکڑا ہوتا بھی تھا تو وہ یا تو کسی کا عطیہ ہوتا تھا یا کسی سے خریدا ہوا۔ اور دونوں صورتوں میں اس کے قبضہ کی حیثیت مملوکانہ ہوتی تھی۔ اس حالت کا مقابلہ الفریڈ کے زمانہ کی حالت سے کیا جائے تو زمین آسمان کا فرق نظر آتا ہے۔ اُس وقت انگریز بالکل آزاد تھے۔ لوگ استحقاقاً زمین کے مالک ہوتے تھے۔ اور اپنی ملکیت کی حفاظت فوجی خدمت سے کرتے تھے۔ اپنا سرپنچ بھی وہ خود ہی منتخب کرتے تھے۔ اور بادشاہ کے انتخاب میں سرپنچ حصہ لیتا تھا۔ لیکن اب معاملہ بالکل دگرگوں ہوگیا۔ پرانا انگریزی نظام حکومت نیچے سے چلتا تھا۔ اور اوپر کی طرف آتا تھا۔ یعنی رعایا کے ایک آزاد فرد سے اس سلسلہ کی ابتدا ہوتی تھی۔ جو بادشاہ پر جاکر منتہی ہوتا تھا۔ بخلاف اس کے نارمن طرز حکومت بلندی سے شروع ہوکر پستی کی طرف آتا تھا۔ زمین بادشاہ کی ملک ہوتی تھی۔ بادشاہ اسے امیرالامراؤں امیروں اور سرداروں کو (جو انگریزی فوجی سرداروں کے گویا قائم مقام تھے) دیتا تھا۔ اور وہ اس پر ماتحتانہ

نظام جاگیرداری

حیثیت سے متصرف ہوتے تھے۔ پھر اسی طرح وہ اپنی طرف سے کمتر درجہ کے زمینداروں کو زمینیں دیتے تھے۔ مملوک نہتے اور ننگے سر اپنے آقا کے سامنے گھٹنے ٹیکتا تھا۔ اور اس کے ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر بندگی کا حلف اٹھاتا تھا۔ اور اقرار کرتا تھا کہ مرتے

دم تک وفاداری کے ساتھ اُس کی اطاعت کا دم بھرتا رہے گا۔ اس پر آقا ملوک کو بوسہ دے کر جاگیر بخش دیتا تھا۔ کہ ملوک اور اُس کے جانشیں نسلاً بعد نسل۔ اور بطناً بعد بطنٍ ہمیشہ کے لئے اس پر قابض ومتصرف رہیں گے۔ لیکن اس کے معاوضہ میں ایک مقررہ فوجی جمعیت آقا کی جنگی خدمات بجا لانے کے لئے بہم پہنچایا کریں گے۔

نارمن انگریزوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں

یہ سچ ہے کہ ان میں سے اکثر تبدیلیاں رفتہ رفتہ عمل میں آئیں۔ اور حکومت کی طرف سے کوئی جبر یا تشدد بھی ان نئے انتظامات میں روا نہیں رکھا گیا۔ لیکن پھر بھی ہم اُن لوگوں کے دل کی کیفیت کا بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں جو دیکھ رہے تھے کہ اجنبیوں نے اُن کے ملک میں آکر اُن کے کیا کیا حقوق اُن سے لے لئے ہیں۔ نوبت یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ کاشتکاروں اور غلاموں تک کی قسمت کا فیصلہ بھی اب یہی اجنبی کرنے لگے تھے۔ اس لئے کہ زمین کے ساتھ اس کے جملہ حقوق متعلقہ پر نیا مالک زمین متصرف ہو جاتا تھا۔ نارمن امرا خود اپنے ملک میں بھی ہمیشہ سے اپنی بہادری کے لئے مشہور تھے۔ اور کسی سے نہ دبتے تھے۔ اور چونکہ وہ خوش وضع مکانوں میں رہتے۔ اور نفیس غذائیں کھاتے آئے تھے۔ اور دربار آداب سے آشنا تھے۔ اس لئے انگریزوں کے بھنگم مکانوں گنوارو کھانوں اور بدتمیزانہ شراب خواری کو سخت حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ اور بسا اوقات اپنے باورچی اور درزی اور معمار اور خانساماں بھی اپنے ساتھ ہی لاتے تھے۔

قلعوں کی تعمیر

اب ملک میں جا بجا بڑے بڑے مضبوط قلعے بھی

تعمیر کئے جانے لگے۔ اپنے جشن تاجپوشی کے تین مہینے بعد جب ولیم نے نارمنڈی کو مراجعت کی تو انتظام سلطنت اپنے بھائی اسقف اوڈو حکومت کینٹ اور اپنے دوست فتز آسبرن امیر ہیرفرڈ کے سپرد کرتا گیا۔ اور اُن سے کہتا گیا کہ جہاں تک جلد ممکن ہو ہر جگہ قلعے بنواتے جائیں۔ غرض لندن میں دریائے ٹیمز کے کنارے "وھایٹ ٹاور" (سفید برج) تعمیر ہوا۔ اور ہیسٹنگز۔ نارچ۔ کنٹربری۔ راچسٹر۔ بربیر۔ لیوز۔ کیر سبروک۔ ونڈسر۔ اور دوسرے مقامات میں بڑے بڑے سنگین برج نمودار ہو گئے۔ اور معتبر نارمن افسروں کی سرکردگی میں پیادوں اور سواروں کی زبردست جمعیتیں ان میں متعین کی گئیں۔ تاکہ اس فوجی قوت سے ملک پر نارمن قبضہ بحال رہے۔ انگریزوں نے جو آزادی کے دلدادہ تھے۔ اور پتھر کی دیواروں سے ہمیشہ کی ضد رکھتے تھے۔ جب ان دیو پیکر قلعوں کو اپنے ملک میں بنتے دیکھا تو اُن کی پریشانی کی کوئی حد نہ رہی۔ ادھر ولیم کی غیبت میں نارمن امرا نے انگریزوں کو ستانا شروع کیا۔ اُن کی جائدادیں ہتھیانے لگے۔ ان کی بیبیوں اور بیٹیوں کی بے حرمتی کرنے لگے۔ انگریزوں کے دل پہلے ہی زخمی ہو رہے تھے۔ ان سختیوں نے زخموں پر اور نمک چھڑکا۔ کینٹ اور ہیرفرڈ میں جا بجا بغاوتیں برپا ہوگئیں۔ ساتھ ہی مغرب کی طرف ہیرلڈ کے بیٹوں اور شمال میں انگریزی امرا نے ملک کو از سر نو فتح کرنے کی کوششیں شروع کردیں۔ آخر جب ولیم نے سنا کہ سوین شاہ ڈنمارک انگریزوں کی امداد کے لئے آرہا ہے تو وہ فوراً انگلستان لوٹ آیا۔

انگریزی محبان وطن کی تیغ سپر کارانیاں ۱۰۶۷ء تا ۱۰۷۱ء

چار سال تک ولیم فاتح اور انگلستان کے محبان وطن

کے درمیان مسلسل جد جہد ہوتی رہی۔ بادشاہ نے اول مغربی علاقہ کی شورش کو فرو کیا۔ اور حکم دیا کہ اکسیٹر میں ایک مضبوط قلعہ تعمیر کیا جائے۔ اس کے بعد شیر دل سیورڈ کا بیٹا والتھیاف اور لیا فرک کے پوتے ایڈون اور مارکیر میلکم ثالث فرمانروائے اسکاٹلینڈ کی شہ پاکر شمال میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور بالآخر ۱۰۶۹ء میں نارتھمبریا کے باشندوں نے ایڈگر ایتھلنگ کو اپنا بادشاہ منتخب کیا۔ اور ڈینوں کی مدد سے یارک سر کرلیا۔ اس معرکہ میں تین ہزار نارمن کام آئے۔

شمالی علاقہ کی بربادی ولیم کا انتقام بڑا سخت تھا۔ جب اس واقعہ کی خبر اُسے پہنچی تو وہ ڈین کے جنگل میں شکار کھیل رہا تھا۔ اسی وقت لشکر لے کر غنیم پر چڑھ دوڑا اور پہلا ہی کام یہ کیا کہ ڈین بیڑے کے امیرالبحر کی مٹھی گرم کر کے اُسے اپنا بنالیا۔ پھر یارک پر حملہ کر کے نئے سرے سے اسے فتح کیا۔ اور فوج لئے ہوئے تمام اُس علاقہ میں جو یارک اور ڈرہم کے درمیان واقع ہے دورہ کیا۔ اور جو کچھ سامنے آیا اُسے تباہ کرتا گیا۔ شہر۔ گاؤں مواشی فصلیں۔ کوئی چیز ایسی نہ تھی جو حوالۂ تیغ و آتش ہونے سے بچی ہو۔ بدنصیب رعایا یا تو تلوار کے گھاٹ اتاری گئی اور یا سرحد اسکاٹلینڈ کے اُس پار بھگادی گئی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک لاکھ سے اوپر بے گناہ بندگان خدا ایک فقط قحط ہی سے ضایع ہوئے ہوں گے۔ زمین ایسی ویراں ہوگئی تھی کہ نو سال تک کسی کو اس میں ہل جوتنے کا حوصلہ نہ ہوا۔ یہ سب کچھ ہوا لیکن ولیم کی بات پوری ہوگئی یعنی شمالی انگلستان مسخر ہوکر رہا۔ اب صرف ایک شہر چسٹر ایسا باقی رہ گیا تھا جو اُس کی شمالی فتوحات کے رستہ میں حایل تھا۔ اس کھٹکتے کانٹے کے بھی

نکال دینے کا فیصلہ کر کے عین کڑاکڑاتے جاڑوں میں برف کے طوفانوں کو چیرتا چڑھی ہوئی ندیوں کے پار اترتا اور سونے ویرانوں کو قطع کرتا ہوا وہ اپنے زحمت کش سپاہیوں کو لئے ہوے چسٹر کے سامنے جا پہنچا۔ اور اسے بھی فتح کرلیا۔ واضح رہے کہ ان تمام مقامات میں جس شخص نے ذرا بھی سر اٹھایا اُس کی زمین ضبط کرلی گئی۔ اور اس طور پر نارمن زمینداروں کی تعداد میں اور بھی اضافہ ہوگیا۔

محب وطن سرداروں کا خاتمہ ۱۰۷۱ء

لیکن ابھی تک انگریزی محبان وطن کے دم خم میں فرق نہ آیا تھا۔ اگرچہ اب اُن کا ایک مختصر سا گروہ باقی رہ گیا تھا۔ جن کو حکومت باغی قرار دے چکی تھی۔ لیکن اُنھوں نے اپنے صدہا ہم وطنوں کو جزیرہ ایلی میں اپنے گرد جمع کرلیا تھا۔ یہ جزیرہ چاروں طرف ندیوں اور دلدلوں سے گھرا ہوا تھا۔ اور یہیں یہ فداکاران وطن اپنے مشہور باغی سردار ہیر وارڈ (الملقب بہ بیدار چشم) اور ایک اور سردار مارکیر کی سرکردگی میں کوئی ایک سال تک ولیم کا مقابلہ کرتے رہے۔ آخر ولیم نے دلدل پر دو میل لمبا پل تیار کرایا۔ اور گھمسان کی لڑائی کے بعد ۱۰۷۱ء میں یہ آخری کیمن گاہ بھی سر ہوگئی۔ محب وطن سردار تتر بتر ہو گئے۔ ایڈون پہلے ہی کام آچکا تھا۔ غریب و ناتوان ایتھلنگ ایڈگر کچھ مدت باہر گذار کر انگلستان چلا آیا۔ اور اس کی گذران کے لئے حکومت نے وظیفہ مقرر کردیا۔ رہا بہادر ہیر وارڈ سو بیان کیا جاتا ہے کہ ولیم کا اُس کے ساتھ دوستانہ سمجھوتا ہوگیا تھا۔ ایک فقط والتھیاف ایسا تھا جس کی پانچ سال بعد اس جرم میں گردن ماری گئی کہ بادشاہ کے خلاف نارمن امرا کی ایک سازش کا علم ہوتے ہوے اُس نے

یہ راز فاش نہ کیا۔ ولیم کے عہد میں اگر قتل کا کوئی بیدردانہ واقعہ ہے تو وہ ایک یہی واقعہ ہے۔ اور ولیم کو اس فعل پر جس مصلحت نے برانگیختہ کیا وہ غالباً یہ تھی کہ لوگ والتھیاف کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ اور ولیم کو ڈر تھا کہ مبادا یہ ہر دل عزیزی اُس کے حق میں کوئی خطرناک نتیجہ پیدا کرے۔

امن وامان کے سولہ سال

غرض ان محبان وطن کی آخری یادگار کو کیش ملت پرستی میں شہادت کا درجہ نصیب ہوا۔ اور جزیرہ ایلی کی تسخیر کے بعد ولیم کے عہد حکومت کا باقی زمانہ عام طور پر امن سے گذرا۔ ولیم کی حکومت بڑے ٹھاٹھ اور دبدبہ کی تھی۔ ہر ضلع میں اُس نے بارہ اکابر کی ایک جماعت انگریزوں کے قومی قوانین کا اعلان کرنے کے لئے مقرر کر رکھی تھی۔ اور ان قوانین کو اختیار کرلیا تھا۔ اضلاع کے انتظامی کام پر شاہی عامل مامور تھے۔ اور حساب کی ترتیب کی خدمت شاہی کلیسا کے محرروں سے متعلق تھی۔ صدر کاتب "چانسلر" کے نام سے موسوم تھا۔ اس لئے کہ اُس کی نشست ایک پردہ کے پیچھے ہوتی تھی۔ جسے لاطینی زبان میں "کینسیلی" کہتے ہیں۔ اپنے امرا کی بے عنوانیوں کا سدباب ولیم نے اس طرح کر رکھا تھا کہ مستغیثوں کو بادشاہ کی عدالت میں استغاثہ دائر کرنے کا حق حاصل تھا۔ جہاں نارمنوں اور انگریزوں کے ساتھ یکساں انصاف ہوتا تھا۔

حلف اطاعت

۱۰۸۶ء میں ولیم نے اپنے دارالحکومت سالسبری میں ایک دربار منعقد کیا۔ اور تمام انگریزی النسل مالکان اراضی سے اطاعت کا حلف اٹھوایا کہ اُسی کو اپنا سب سے بڑا آقا سمجھیں گے اور

اُس کی اطاعت کو اپنا اولیں فرض خیال کریں گے۔ جیسا کہ ہم کو آگے چل کر معلوم ہوگا۔ ولیم کی اسی حکمت عملی کا نتیجہ تھا کہ دوسرے ممالک کی طرح انگلستان میں رعایا جاگیرداروں اور امیروں کے پنجہ استبداد میں اسیر نہ ہونے پائی۔

صدر اسقف لینفرانک ۱۰۷۰ء

ولیم نے اس بات کا بھی خاص خیال رکھا کہ کلیسا پر اُس کا اقتدار قایم رہے۔ انگلستان کے کسی بادشاہ نے آج تک پاپائے روما کی حلقہ بگوشی اختیار نہ کی تھی۔ اسی طرح اُس نے بھی اپنی آزادانہ حیثیت برقرار رکھی۔ اور کبھی اس بات کو روا دار نہ ہوا کہ اُس کی اجازت کے بغیر اُس کا کوئی مملوک دایرہ کلیسا سے خارج یا برکات کلیسا سے محروم کر دیا جائے۔ ۱۰۷۰ء میں اُس نے لینفرانک کو جو لامبرڈی کا ایک دانش مند عالم تھا۔ کنٹربری کا صدر اسقف مقرر کیا۔ اور رفتہ رفتہ اساقفہ کی تمام خدمتیں بدیسیوں کو دے دیں۔ اور جاگیرداروں کی طرح اُنہیں زمیں دے کر اُن کو بھی اپنا نیازمند بنا لیا پادریوں کے لیئے اُس نے جداگانہ قسیسی کچہریاں مقرر کیں۔ اور اب اُنہوں نے پنچوں اور عاملوں کے عدالتی اجلاس میں شریک ہونا چھوڑ دیا۔ لینفرانک نے اپنے کلیسائی علاقہ کا انتظام نہایت اچھا کیا اُس کے زمانہ میں پادریوں اور خانقاہوں کی حالت روبہ اصلاح ہوگئی۔ اور جاگیردار امرا کی بیجا عنوانیوں کا بھی ایک حد تک سدباب ہوتا رہا۔ اگرچہ لینفرانک اہل ملک کی سفیہت اور مظلومیت سے بارہا اس درجہ متاثر ہوتا تھا کہ ملک کو چھوڑ کر چلے جانے کی آرزو ظاہر کیا کرتا تھا۔ آج جو شاندار نارمن وضع کے گرجا ہم انگلستان میں دیکھتے ہیں۔ اُن میں سے اکثر اسی زمانہ کے

بنے ہوئے ہیں۔ اور جو بات اس عہد کی سب سے زیادہ قابل ستایش ہے۔ وہ یہ ہے کہ برسٹل میں غلاموں کی تجارت کا جو شرمناک سلسلہ جاری تھا اُس کے موقوف کرنے میں لینفرانک اور بادشاہ دونوں نے مل کر کوئی دقیقہ کوشش کا اٹھا نہ رکھا۔

نیا جنگل اس تمام تفصیل سے واضح ہوا ہوگا کہ ولیم اگرچہ سخت گیر تھا لیکن مجموعی حیثیت سے اُس کی حکومت منصفانہ تھی۔ اپنے ذاتی فایدہ کی خاطر صرف دو باتوں میں وہ بے انصافی کا مرتکب ہوا۔ ایک تو اُس نے ہمپشایر میں نوے ہزار ایکڑ سے بھی اوپر رقبۂ زمین اپنی شکارگاہ کے لئے ایک نیا جنگل قایم کرنے کی غرض سے اجڑوا ڈالا۔ اور حکم دیا کہ جو شخص کسی ہرن کا شکار کرے اُس کی آنکھیں نکلوا دی جائیں۔ دوسرا ظلم اُس کا یہ تھا کہ ونچسٹر میں دولت کا جو خزانہ اُس نے اپنے لئے جمع کر رکھا تھا۔ اُس کا انبار بڑھانے کے لئے اُس نے رعایا پر جابرانہ ٹیکس لگائے۔ اور ایڈورڈ الملقب بہ "آئین سماعی" نے "ڈین گلڈ" کا جو محصول معاف کر دیا تھا وہ از سر نو وصول کرنا شروع کیا۔

کتاب الخراج ۱۰۸۶ء ولیم کے حکم سے انگلستان کی عام پیمایش کی گئی تاکہ اراضی کی تقسیم اور کاشت کی کیفیت معلوم کی جا سکے۔ اور اندازہ لگایا جا سکے کہ ہر شخص کو کس قدر مالیہ ادا کرنا چاہئے۔ لوگ اس پر بہت بگڑے لیکن اس کارروائی کے واجبی ہونے میں کلام نہیں۔ پیمایش کے نتایج ایک کتاب میں درج کئے جاتے تھے۔ جس کا نام "ڈومزڈے بک" (کتاب الخراج) تھا اور اسی کے مطالعہ سے ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ کس قدر زمین نارمنوں کے قبضہ میں چلی گئی۔ اس کتاب میں جو اعدا

وشمار ملک کی آبادی کے متعلق درج ہیں۔ اُن سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں انگلستان کی آبادی بیس لاکھ سے زاید نہ تھی۔یعنی لندن کی موجودہ مردم شماری کے نصف سے بھی کم تھی۔کئی نسلوں تک یہ آبادی بڑھنے نہ پائی بلکہ ایک ہی حال پر قایم رہی۔حالانکہ ولیم کے بعد کے دو فرمانرواؤں کے زمانہ میں فلینڈرس کے کثیر التعداد باشندے اور روین اور کین کے بہت سے تاجر نقل وطن کر کے انگلستان چلے آئے تھے۔اور یہودیوں نے بھی غیر ممالک سے آکر انگلستان میں بود و باش اختیار کر لی تھی۔اور شہروں میں اپنے خاص محلوں کے اندر بادشاہ کے ظل حمایت میں رہتے تھے۔باوجود اس اضافہ کے آبادی کا ساکن رہنا اس بات کی دلیل ہے کہ کثیر التعداد نفوس جنگ اور قحط کی اُن بلاؤں کی بھینٹ چڑھے ہوں گے جو نارمن فتح کے بعد ملک پر آئے دن نازل ہوتی رہیں۔

ولیم کی مشکلات اور وفات ۹ ستمبر ۱۰۸۷ء

ولیم کو اپنے عہد حکومت کے آخری حصے میں انواع و اقسام کی مصیبتوں اور پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ۱۰۷۹ء میں اُس کے سب سے بڑے بیٹے رابرٹ نے اُس کے خلاف نارمنڈی میں علم بغاوت بلند کیا۔ باپ بیٹوں میں جنگ ہوئی اور ولیم دھوکے میں خود اپنے بیٹے کے ہاتھوں قتل ہوتے ہوتے بچا۔ اس ناشدنی واقعہ کی یاد ابھی تازہ ہی تھی کہ اُس کے سوتیلے بھائی اسقف اوڈو نے امرا کے ساتھ مل کر اُس کے خلاف سازش کی جس کی پاداش میں اوڈو کو قید ہونا پڑا۔ بالآخر ۱۰۸۷ء میں فلپ شاہ فرانس نے نارمنڈی پر چڑھائی کی۔اور ولیم کو اپنا علاقہ اُس کی دستبرد سے بچانا پڑا

اس معرکہ کے دوران میں جب شہر مانتے کو آگ لگا کر وہ گھوڑے پر سوار جلتے بھوبل پر سے گذر رہا تھا تو گھوڑے نے ناخن لیا اور زین کے ساتھ ٹکرانے سے وہ تیورا کر نیچے گرا۔ اُس کے جاں نثار اُسے ہاتھوں ہاتھ روین لے گئے۔ بہت کچھ علاج کیا گیا لیکن پیمانۂ عمر لبریز ہوچکا تھا۔ ۹ ستمبر ۱۰۸۷ء کو اُس نے وفات پائی اور کین میں دفن کیا گیا۔

ولیم کے چار بیٹے تھے۔ رابرٹ۔ رچرڈ۔ ولیم۔ اور ہنری۔ ان میں سے رچرڈ کا انتقال بچپن ہی میں ہوچکا تھا۔ رابرٹ کو نارمنڈی اور مین کی حکومت ورثہ میں ملی۔ ہنری کے لئے ولیم نے پانچ ہزار پاؤنڈ کا ترکہ چھوڑا۔ انگلستان کے تخت وتاج کا وارث ولیم قرار پایا۔ چنانچہ ولیم کو اُس نے لینفرانک کے نام ایک چٹھی دے کر فوراً روانہ انگلستان کر دیا۔ اس چٹھی میں لینفرانک سے استدعا کی گئی تھی کہ تاج ولیم کے سر پر رکھا جائے ولیم خوب جانتا تھا کہ رابرٹ جیسے مطلق العنان اور طبیعت کے کمزور شخص سے انگلستان کی حکومت نہ چل سکے گی۔

ولیم روفس

المعروف بہ شاہ سرخ رنگ

سنہ ۱۰۸۷ء سے سنہ ۱۱۰۰ء تک

شکل و شباہت اور سیرت ولیم فاتح کا سنجھلا بیٹا ولیم ثانی جو مسند انگلستان پر بیٹھنے کے لئے باپ کی انگشتری لے کر لینفرانک کے پاس آیا ایک تنو مند اور تند خو شخص تھا۔ چہرے کی رنگت سرخ تھی۔ بال بھورے تھے۔ آنکھیں چکیلی اور نیلگوں تھیں۔ باپ کی اطاعت سے اُس نے کبھی منہ نہ موڑا تھا۔ اور بہادری میں وہ اپنے باپ کی جیتی جاگتی تصویر تھا۔ لیکن مدبرانہ دماغ نہ پایا تھا۔ قانون یا مذہب سے اُسے بہت کم لگاؤ تھا۔ اور اُس کی زندگی بے عنوانیوں اور بدکرداریوں میں بسر ہوتی تھی۔

امرا کی بغاوت سنہ ۱۰۸۸ء لینفرانک نے جو اُس کا اتالیق رہ چکا تھا اس ڈر سے کہ مبادا رابرٹ اپنا دعویٰ پیش کر کے کھنڈت ڈال دے فوراً ہی ۲۶ ستمبر سنہ ۱۰۸۷ء کو ویسٹ منسٹر میں اُس کے سر پر تاج رکھ دیا۔ تاجپوشی کی رسم ادا کرتے وقت لینفرانک نے ولیم سے اقرار لے لیا تھا کہ رعایا پر انصاف سے حکومت کرے گا۔ اور سنہ ۱۰۸۹ء تک جو لینفرانک کے انتقال کی تاریخ ہے اس وعدہ کا ایفا بھی ہوتا رہا۔ لیکن امرا پھر بھی قانع نہ تھے۔ اُن کا رجحان طبیعت کے کمزور مگر نیک مزاج رابرٹ کی طرف تھا۔ تین مہینے بھی نہ گذرنے پائے تھے کہ اُنہوں نے بغاوت کردی اور فتنہ پرداز اسقف اوڈو کی سرکردگی میں اپنے قلعوں کو مستحکم

کرکے زمینیں اجاڑ ڈالیں۔ اور شاہی محصولات اور رقوم واجب الوصول کو تصرف میں لے آئے۔ ولیم فاتح نے انگریزوں پر حکومت کرنے کے لئے جس دانشمندانہ حکمت عملی کی بنیاد ڈالی تھی اُس کے نتائج اب

انگریزی قوم بادشاہ کا ساتھ دیتی ہے۔

ظاہر ہوے۔ یعنی امرا کے مقابلہ میں بادشاہ کو جو رعایا اپنے حقوق کا محافظ سمجھنے کی خوگر ہوگئی تھی اُس کی مصلحت اب کھلی جب ولیم نے اس کڑے وقت میں ہر اُس شخص سے جو اپاہج نہ ہو یہ کہہ کر مدد مانگی کہ اہل ملک کے ساتھ لطف و احسان کا برتاؤ کیا جائے گا۔ اور جنگل کے سخت قوانین منسوخ کردئے جائیں گے تو لوگ چاروں طرف سے اُمنڈ آئے اور گروہ در گروہ اُس کے جھنڈے تلے آکر جمع ہو گئے۔ اس جم غفیر کے ساتھ جب ولیم باغیوں کی سرکوبی کو نکلا تو نہ صرف یہ کہ امرا ہی نے شکست کھائی بلکہ اُس نے اُن سپاہیوں کو بھی مار بھگایا جنہیں رابرٹ نے ایک جنگی بیڑے کے ساتھ نارمنڈی سے اپنے بھائی کے مقابلہ پر بھیجا تھا۔ اور پیوینسی میں جہاں اوّل اوّل ۱۰۶۶ء میں نارمن حملہ آور لنگر انداز ہوے تھے۔ یہ عجیب و غریب منظر دیکھنے میں آیا کہ انگریزوں نے ایک نارمن بادشاہ کا ساتھ دے کر نارمنوں ہی کے ایک لشکر جرار کو شکست فاش دے دی۔

نارمن معرکہ اور انگریزی روپیہ

لیکن ولیم نے اہل انگلستان سے جو وعدے کئے تھے سب بھلا دئے۔ لینفرانک کی وفات کے بعد صدر اسقف کا عہدہ چار سال تک خالی رہا اور کوئی ایسا صاحب اثر شخص موجود نہ تھا جو بادشاہ کی بے راہ روی کو روکے۔ ۱۰۹۰ء میں ولیم نے اپنے بھائی رابرٹ پر نارمنڈی میں چڑھائی کی۔ اور جب آخرکار

دونوں بھائیوں میں اس شرط پر صلح ہوگئی کہ دونوں میں سے جس کی عمر زیادہ ہو وہی نارمنڈی اور انگلستان کا مشترک بادشاہ ہو تو دونوں نے مل کر ہنری پر فوج کشی کر دی۔ لیکن ان لڑائیوں میں انگلستان ہی کا روپیہ صرف ہو رہا تھا۔ اور انگلستان ہی کے سپاہی کام آرہے تھے۔ یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ ان سپاہیوں کو سرکاری خزانہ سے باقاعدہ تنخواہ ملتی تھی۔ بلکہ اس زمانہ میں سپاہی زمینداریوں کے مالک ہوتے تھے۔ اور میدان جنگ میں بادشاہ کے لئے جاکر لڑنا یہ معنی رکھتا تھا کہ یہ لوگ اپنا ہرج کر کے سب کام کاج چھوڑ کر اپنا خون پسینہ ایک کریں۔ ولیم ایک بہادر سپہ سالار تھا۔ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ مہربانی کا برتاؤ کرتا تھا اور بارہا اپنے دشمنوں سے بھی بمروت پیش آتا تھا۔ اطراف واکناف ملک سے امرا اُس کی خدمت بجالانے کے لئے جوق جوق آتے تھے اور وہ انعام واکرام سے انہیں نہال کر دیتا تھا۔ اور بڑی دھوم دھام سے اُن کی ضیافتیں کرتا تھا۔ لیکن اُسے کبھی بھولے سے بھی یہ خیال نہ آیا کہ جو روپیہ وہ یوں بے دریغ لٹا رہا ہے وہ قوم کا روپیہ ہے۔

رالف فلامبرڈ میر عدل | منصب قضاۃ پر منصف مقرر تھے۔ اور ولیم فاتح کے عہد میں صدر منصف کا عہدہ اوّل اوّل "جسٹیشیر" (میر عدل) کے نام سے موسوم ہوا۔ میر عدل کے اقتدارات نہایت وسیع ہوتے تھے۔ بادشاہ جب کہیں باہر چلا جاتا تھا تو میر عدل ہی اُس کی بجائے حکومت کرتا تھا۔ اور اُسی کے نام سے تمام فرماں جاری ہوتے تھے۔ ولیم ثانی نے اپنا میر عدل رالف فلامبرڈ کو مقرر کیا یہ شخص بڑا ہی اکھڑ اور بدتمیز واقع ہوا تھا۔ اور جب روپیہ خزانہ میں

ٹھہر جاتا تھا تو لوگوں پر اُس کی طرف سے طرح طرح کی سختیاں ہونے لگتی تھیں۔ جب کسی اسقف یا رہبان کا انتقال ہوتا تھا تو متوفی کی خدمت کو وہ یا تو بیچ ڈالتا تھا یا خالی رہنے دیتا تھا اور خود خرخت سے جو روپیہ وصول ہوتا تھا شاہی خزانہ میں داخل کر دیتا تھا۔ امرا سے وہ بڑی بڑی رقمیں آئے دن کسی نہ کسی بہانے سے وصول کرتا رہتا تھا۔ مثلاً کسی جائداد کا کوئی وارث اگر اپنی آبائی املاک پر متصرف ہوتا تھا تو اس موقع پر ایک بیش قرار رقم اُسے سرکار میں داخل کرنی پڑتی تھی۔ اور تو اور کوئی شخص اگر بادشاہ سے اپنی بیٹی کے نکاح کی اجازت مانگتا تھا تو اس تقریب پر بھی ایک معقول نذرانہ اُسے دینا پڑتا تھا۔ امرا و شرفا کے علاوہ عوام سے بھی ناجایز ٹیکس وصول کئے جاتے تھے۔ اور چور اور اٹھائی گیرے بھی اگر جرمانہ بھر دیتے تھے تو سزا پانے سے بچ جاتے تھے۔ رالف لامبرڈ کی دیکھا دیکھی بادشاہ کے امرا و دربار نے بھی رعایا کے

مردم آزاری | مال و املاک پر دست تصرف دراز کر رکھا تھا جس گاؤں میں جا نکلتے تھے وہاں کے باشندوں کی ہر ایک چیز پر بلا تکلف قبضہ کر لیتے تھے۔ اُن کا کھانا چھین کر کھا جاتے تھے اُن کے گھوڑوں پر سوار ہوتے تھے۔ اُن کی فصلیں بیچ ڈالتے تھے۔ اور جو چیز پسند آتی تھی ہتیا لیتے تھے۔ تاریخ قوم سیکسن میں مرقوم ہے کہ ہر وہ بات جو خدا کی نگاہ میں مغضوب اور انسان کے حق میں سختی کا موجب ہو سکتی تھی ولیم کے عہد میں اس ملک کا دتیرہ بنی ہوی تھی۔ اور یہی وجہ ہے کہ ولیم کو اُس کی قریب قریب تمام رعایا نفرت کی نظر سے دیکھتی تھی اور خدا کو بھی اُس سے نفرت تھی۔ بد نصیب انگریزوں کے لئے کوئی بات موجب تسلی تھی تو یہ تھی کہ کم از کم

امیروں اور جاگیرداروں کو بادشاہ سر نہ اٹھانے دیتا تھا۔ اور ملک میں امن وامان قایم تھا۔

تسخیر ویلز

دو کام اس بادشاہ نے ایسے کئے جن کا نتیجہ انگلستان کے حق میں اچھا نکلا۔ اول تو ۱۰۹۰ء میں اُس نے عام اعلان کر دیا کہ ویلز کا جو علاقہ جو شخص فتح کر سکے وہ اُسی کی جاگیر ہو جائے گا۔ اور خود بھی دو مرتبہ ویلز پر فوج کشی کی۔ ان چڑھائیوں میں ویلز کے بہت سے نئے علاقے خصوصاً اضلاع پمبروک وکارڈیگن بزور شمشیر سخر کئے گئے۔ اور اُن میں قلعے بنائے گئے۔ اس کے علاوہ ولیم ثانی نے ۱۰۹۲ء میں کمبرلینڈ پر جو اس وقت تک اسٹریتھکلائیڈ کے رقبہ میں شامل تھا قبضہ کر لیا۔ کارلائل میں اُس نے ایک بہت بڑا قلعہ تعمیر کرایا اور ہمپشایر کے کسانوں کو اس نواح میں آباد کر کے کل علاقہ کی ایک جداگانہ انگریزی امارت بنا دی۔ اسی کے ساتھ اُس نے میلکم ثالث شاہ اسکاٹلینڈ کو باج گذارانہ اطاعت پر مجبور کیا۔

کمبرلینڈ کا الحاق انگلستان کے ساتھ

انسلم اسقف اعظم

مصیبت کے وقت ہمیشہ خدا یاد آیا کرتا ہے۔ ولیم بھی اس قاعدہ سے مستثنیٰ نہ تھا۔ ۱۰۹۳ء میں جب وہ سخت بیمار ہوا تو اپنی بدکرداریوں اور ناتوانی آزاریوں پر بہت کڑھا اور اپنے پچھلے گناہوں کے کفارہ کے طور پر ایک نہایت صالح اور فاضل شخص انسلم نامی کو جو بیک کی خانقاہ کا راہب تھا کنٹربری کا اسقف اعظم مقرر کیا۔ انسلم کو اس عہدہ کے قبول کرنے میں تامل تھا۔ وہ خوب جانتا تھا کہ ولیم کے ساتھ مل کر حکومت کرنا اُس کے لئے نہایت مشکل ہوگا۔ ایک

کمزور و ناتوان بھیڑ اور ایک دیو زاد وحشی سانڈ ایک رسّی میں کیوں کر باندھے جا سکتے ہیں۔ انسلم کو جس قدر انکار تھا اسی قدر دوسرے تمام اساقف کو اصرار تھا اور آخر اُن کے اصرار پر با دل ناخواستہ انسلم کو عصائے حکومت دینی اپنے ہاتھ میں لینا پڑا۔ لیکن جب بادشاہ نے صحت یاب ہونے کے بعد ضمیر کا سبق بھلا دیا اور پھر اُسی زیردست آزاری کا بازار گرم کر دیا تو انسلم نے یہ نہیں کیا کہ اُس کی ہاں میں ہاں ملاتا جائے بلکہ قابل اعتراض کارروائی کی مخالفت کرنے سے اپنی زبردست قوت اخلاقی کا ثبوت دیا۔ ولیم نے جب اُس سے اُس کے تقرر کا معاوضہ ایک بیش قرار نذرانہ کی شکل میں طلب کیا تو اُس نے رقم ادا کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ اور بادشاہ کو اُس کے طریقہ استحصال بالجبر پر بڑی جرأت سے ملامت کی۔ لیکن ولیم کی طبیعت میں جو خوے بد پیوست ہو چکی تھی وہ بھلا اس قسم کی زجر و توبیخ سے کہیں زایل ہو سکتی تھی۔ چار سال تک اس جبلی شقاوت کے برخلاف بے سود جدّ و جہد کرتے رہنے کے بعد انسلم ۱۰۹۷ء میں اپنے عہدہ سے سبکدوش ہو کر روما چلا گیا۔ اور ولیم کی بد اعمالیوں کو اُسی بے مہاری کی حالت میں چھوڑتا گیا۔

رابرٹ پہلی صلیبی مہم پر جاتا ہے سنہ ۱۱۰۰ء

اس اثنا میں رابرٹ سے ولیم کی پھر لڑائی چھڑ گئی تھی۔ بادشاہ فرانس رابرٹ کا طرفدار تھا۔ اُسے توڑنے کے لئے ولیم کو ایک بہت بڑی رقم خرچ کرنی پڑی۔ آخر رابرٹ نے اس شرط پر اُس سے صلح کر لی کہ نارمنڈی کا علاقہ چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ پاونڈ کے عوض ولیم کے پاس مکفول رہے۔ اور رابرٹ یہ

رقم لے کر بیت المقدس کی مہم پر چلا جائے۔ یہ وہ زمانہ ہے (۱۰۹۶ء)
جبکہ یورپ بھر میں ایک مذہبی آگ سی لگی ہوئی تھی اور یورپ والے
بے تاب تھے کہ جس طرح بن پڑے یورشلیم میں جا پہنچیں اور ترکوں کو
جو مسیحی زایرین پر سختیاں کرتے تھے اس مقدس شہر سے بیدخل کرکے
اُن کے مظالم کی قرار واقعی سزا دیں۔ جن زایرون کے ساتھ ترکوں نے
بد سلوکی کی تھی۔ اُن میں ایک راہب پطرس کو پاپائے اربن رابع
نے یہ پٹی پڑھائی کہ جو لوگ مزار مقدس کو عبادت کی غرض سے جاتے
ہیں اور مسلمانوں کے ہاتھوں خوفناک مصیبتوں میں مبتلا ہوتے
ہیں اُن کے مصایب سے لوگوں کو آگاہ کیا جائے اور اس غرض کے
لئے پرجوش وعظوں اور منادیوں کا سلسلہ شروع کیا جائے۔ اُدھر خود
پاپا نے تمام مسیحیوں کو دعوت عام دی کہ جو شخص نجات کا طالب
ہے وہ ایک رنگین صلیب کا نشان اپنی بائیں آستین پر سی کر جنگ صلیبی
کے لئے روانہ ہوجائے اور ارض مقدس کو آزاد کرنے کا بیڑا اٹھائے
پاپا کا یہی وہ حکم تھا جس کی متابعت میں رابرٹ عازم بیت المقدس
ہوا اور اس کے ساتھ بہت سے انگریز اور فرانسیسی بھی گئے۔
اس طور پر ولیم کچھ وقت کے لئے نارمنڈی اور فرانس کے بعض
بہترین علاقوں کا حاکم ہو گیا۔

ولیم سرخ رنگ کی وفات ۱۱۰۰ء بیچارے انگریزوں کو اُن تمام کار روائیوں کا بری
طرح سے خمیازہ کھینچنا پڑا۔ تاریخ قوم سیکسن میں
مذکور ہے کہ ۱۰۹۶ء گوناگوں محصولات اور قحط سالی کی وجہ سے بڑی
مصیبت کا سال تھا اور اس کے بعد بھی تین سال تک یہی حالت

رہی لیکن اُس پاپ کے کٹنے کا وقت قریب آپہنچا تھا۔ ۱۱۰۰ء کے ماہ اگست کی دوسری تاریخ تھی کہ ولیم جسے متنبہ کر دیا گیا تھا کہ آج کے دن کی صید افگنی اُس کے لئے خطرناک ہے اس انتباہ کو مطلق خاطر میں نہ لاکر نئے جنگل میں شکار کھیلنے گیا۔ جنگل میں پہنچ کر وہ قضاکار اپنے ساتھیوں سے جدا ہوگیا۔ اور کچھ دیر بعد کسانوں کو ایک مقام پر اُس کی لاش اس ہیئت میں دستیاب ہوی کہ ایک تیر سینے کے پار تھا۔ بعض لوگوں کو خیال ہوا کہ ایک فرانسیسی سردار ولیم ٹرل کا تیر اتفاقیہ طور پر اُس کے سینے میں ترازو ہوگیا لیکن ٹرل نے حلف اٹھاکر اس سے انکار کیا۔ گمان غالب یہ ہے کہ کسی ستم رسیدہ نے اپنی مظلومیت کا انتقام لینے کے لئے موقع پاکر اُسے قتل کر دیا۔ ولیم کی لاش ایک دہقانی چھکڑے میں ڈال کر ونچسٹر پہنچائی گئی اور اس بنا پر کہ اُس نے مرنے سے پہلے اپنے گناہوں کا اقرار نہ کیا تھا اور کلیسا نے اُس کے معاصی کی آلودگی کو پاک نہ کیا تھا کسی مذہبی رسم کی بجاآوری کے بغیر وہ یوں ہی سپرد خاک کر دیا گیا۔ رابرٹ ابھی تک ارض مقدس ہی میں تھا اور اس ڈر سے کہ مبادا تخت نشینی کے لئے کوئی شخص اُس کا نام تجویز نہ کر دے ولیم کا بھائی ہنری جو شریک شکار تھا گھوڑے پر سوار ہوکر باگیں اٹھائے ونچسٹر کی طرف روانہ ہوا۔ اور جب تک وہاں پہنچ کر تخت پر قابض نہ ہوگیا دم نہ لیا۔

ہنری اول المخاطب بہ "بوکلارک" (بانکا ادیب)

سنہ ۱۱۰۰ء لغایت سنہ ۱۱۳۵ء

ولیم ثانی کے بعد پینتیس سال تک ملک میں عدل و انصاف کا دور دورہ رہا۔ یہ سچ ہے کہ رعایا کو پریشانیاں لاحق رہیں اور بھاری محصولات ادا کرنے پڑے لیکن یہ زمانہ کا اقتضا تھا۔ ولیم فاتح کا سب سے چھوٹا بیٹا ہنری ایک متین اور محتاط شخص تھا۔ آنکھوں میں ذکاوت اور فراست کا نور چمکتا نظر آتا تھا۔ علمی مشاغل سے اُسے ایک خاص دل بستگی تھی۔ دماغ بہت روشن پایا تھا گو دل کا اچھا نہ تھا۔ تخت پر بیٹھتے ہی اُس نے اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ اُس کی دولت کے برقرار رہنے کی صرف یہی ایک شکل ہے کہ رعایا پر عمدگی سے حکومت کرے اور اُن کا دل مٹھی میں لئے رہے۔ ولیم کے قتل ہی کے روز یعنی ۲ر اگست کو اُس نے تمام اُس شاہی خزانے پر جو ونچسٹر میں تھا قبضہ کرلیا اور وہاں سے بسرعت تمام لندن پہنچا جہاں تھوڑی بہت بحث کے بعد ۵ر اگست سنہ ۱۱۰۰ء کو یکشنبہ کے روز وہ ویسٹ منسٹر میں بادشاہ منتخب ہوا۔ رعایا اُس کی تخت نشینی پر بہت خوش ہوئی اس لئے کہ ولیم فاتح کے بیٹوں میں صرف وہی ایک ایسا تھا جس کی ولادت اور تعلیم انگلستان میں ہوئی تھی۔ اُس کے علاوہ پہلا ہی کام جس سے لوگ اُس کے گرویدہ ہو گئے اُس نے یہ کیا کہ رالف فلامبرڈ کی گرفتاری کا حکم دیا

ہنری اول کی سیرت

اور اُس نا بکار کو لنڈن کے قلعہ میں قید کر کے نیک نہاد استقف انسلم کو واپس بلا لیا۔

اُس کا قبالہ

اُس کے بعد اُس نے ایک قبالہ نافذ کیا جس میں یہ وعدہ درج تھا کہ زمانہ سابق کے عمدہ قوانین کو از سر نو رواج دونگا رعایا اور پادری جن ناواجب تکالیف میں مبتلا ہیں انہیں رفع کردونگا بیواؤں اور ترکہ پانے والی لڑکیوں کو اُن کی خواہش کے خلاف شادی کرنے پر مجبور نہ کروں گا اور رعایا کو اس بات کی اجازت دوں گا کہ اپنی جائداد جس کے نام چاہیں چھوڑ جائیں۔ جاگیرداروں سے بھی اُس نے یہ وعدہ لے لیا کہ جو مراعات حکومت کی طرف سے اُن کے حق میں روا رکھی گئی ہیں وہی وہ اپنی اسامیوں کے ساتھ مرعی رکھیں گے۔ ایڈیتھ کے ساتھ جو ملکم شاہ اسکاٹلینڈ کے صلب اور اُس کی ملکہ مارگرٹ (ایڈمنڈ فولاد رخ کی پوتی) کے بطن سے تھی

ایک انگریزی شہزادی کے ساتھ اُس کی شادی

اس طور پر انگلستان کی شاہی نسل سے تھی عقد کر کے اُس نے انگریزوں کے دل میں اور زیادہ گھر کر لیا۔ انگلستان کے تمام بادشاہ اور بادشاہزادیاں چاہیں تو آج کے دن تک ملکہ ایڈیتھ ہی کی وساطت سے اپنا سلسلہ نسب پہلے مغربی سیکسن بادشاہ سرڈک سے ملا سکتی ہیں۔ لیکن نارمنوں کی تالیف قلب کے لئے ایڈیتھ نے اپنا نام مصلحتاً تبدیل کر کے ماڈ یا میٹلڈ اختیار کر لیا۔

ٹنچی برائی کی لڑائی
سنہ ۱۱۰۶ء

رابرٹ جس نے اپنی عادت سے مجبور ہو کر زمانہ کا ساتھ کبھی نہ دیا تھا جب ارض مقدس سے

لوٹا تو یہ تمام واقعات رونما ہو چکے تھے۔ اُس کی مراجعت پر جاگیرداروں نے اُس کے حق میں حکومت وقت کے خلاف حسب معمول علم بغاوت بلند کیا۔ لیکن اس مرتبہ بغاوت بہت جلد فرو کر دی گئی۔ رابرٹ اپنا لشکر لئے ہوئے پورٹسمتھ کے ساحل پر اترا لیکن انسلم اور رابرٹ متوطن میولان نے دونوں بھائیوں میں صلح کرادی اور رابرٹ ہنری سے چار ہزار نقرئی مارک کا وظیفہ لے کر رخصت ہوگیا۔ پھر بھی جاگیردار نچلے نہ بیٹھے۔ اور پانچ سال تک انگلستان اور نیز نارمنڈی میں لوگوں کو ہنری کے خلاف اکساتے رہے۔ شریوسبری اور ارنڈل کے امیر رابرٹ متوطن بیلسیم نے جو ایک سفاک اور اور دغاباز شخص تھا۔ لوگوں کو بھڑکا کر ایک خطرناک بغاوت کرا دی۔ اس علت میں وہ جلا وطن کر کے نارمنڈی بھیج دیا گیا جہاں موقع پاتے ہی اُس نے ہنری کے مقبوضات پر پھر حملہ کر دیا۔ ادھر امیر رابرٹ کی حکومت کا انتظام ایسا برا تھا کہ نارمنڈی کا تیا پانچا ہوتا چلا جا رہا تھا۔ آخر ہنری کو فوج کشی پر مجبور ہونا پڑا۔ ایک انگریزی لشکر کے ساتھ اُس نے نارمنڈی پر چڑھائی کی اور ٹینچی برای کی مشہور لڑائی میں اُس نے شوریدہ سر امرا کو کامل زک دے کر اپنا مطیع و منقاد بنا لیا۔ رابرٹ کو وہ اپنے ساتھ انگلستان لیتا آیا۔

رابرٹ قید کردیا گیا

جہاں رابرٹ نے باقی عمر قید خانہ میں گذاری۔ رابرٹ سر پھرا مزور تھا اور اُس کی طبیعت بھی لا اُبالی تھی۔ لیکن اُس کی نیک نفسی اور نیک دلی سے انکار نہیں ہو سکتا۔ اُس کا عبرت انگیز انجام دیکھ کر قدرت کی نیرنگیوں کا سماں آنکھوں میں پھر جاتا ہے۔

ٹنچی برائی کی جنگ پر انگریزوں کو بڑا فخر تھا اس لئے کہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ نارمنوں کو خود انہیں کے ملک میں شکست دینے سے انہوں نے جنگ ہیسٹنگز کی رسوائی کا داغ مٹا دیا ہے۔

نارمنڈی اور انگلستان اب پھر ایک فرمانروا کے زیر نگیں آگئے۔ نارمن جاگیرداروں کے ساتھ انگریزی حکومت کی یہ کشمکش انگلستان کے حق میں نہایت اہم ثابت ہوئی۔ ایک تو اس لئے کہ ہنری نے اپنی انگریزی فوج کو فرانسیسی رسالہ سے مقابلہ کرنے اور اس سے عہدہ برآ ہونے کا گر سکھا دیا۔ اور اس طور پر انگریز سپاہی کے دل سے نارمن سوار کی ہیبت جاتی رہی۔ دوسرا بڑا نتیجہ اس جدوجہد کا یہ ہوا کہ ہنری نے باغی امرا سے اُن کی انگریزی جاگیریں چھین کر ایسے لوگوں میں تقسیم کردیں جن کی قوت ذرا گھٹی ہوئی تھی۔ اور جن کی وفاداری پر اُسے بھروسہ تھا۔ اضلاع کی عاملانہ حکومت بسا اوقات ان نئے امرا کے تفویض کی جاتی تھی اگرچہ وہ نسل کے نارمن تھے لیکن قدیم امرا کے زمرہ میں نہ شامل ہونے اور نارمنڈی میں کوئی جائداد نہ رکھنے کے باعث وہ انگلستان ہی کو اپنا وطن سمجھتے تھے۔ اور انگریزوں ہی میں شادی بیاہ کرتے تھے۔ اس طور پر انگریزوں اور نارمنوں کا نسلی امتیاز رفتہ رفتہ مٹتا چلا اور اس امتیاز کے مٹانے میں اس واقعہ نے خصوصیت کے ساتھ حصہ لیا کہ انگریزی زبان کا رواج دربار کے سوا باقی ہر جگہ عام ہوگیا۔ آج کے دن تک ہم اس بات کا سراغ لگا سکتے ہیں کہ امرا کی زبان انگلستان

نئے امرا نے انگریزی قومیت اختیار کرلی

میں کچھ عرصہ تک فرانسیسی تھی مثلاً "شیپ" (بھیڑ)، "آکسن" (بیل)، اور "کاف" (بچھڑا) قدیم انگریزی نام ہیں۔ اس لئے کہ کاشتکار ان جانوروں کو پالتے تھے لیکن جب انہیں جانوروں کا گوشت نارمن دسترخوان پر آتا تھا تو بھیڑ کا گوشت "مٹن" کہلاتا تھا۔ جس کی فرانسیسی شکل "موتان" ہے۔ گائے کے گوشت کو "بیف" کہتے تھے جو فرانسیسی میں "بوف" ہے۔ اور بچھڑے کے گوشت کو "ویل" کا نام دیا جاتا تھا جو فرانسیسی میں "وو" ہے علیٰ ہذا القیاس

انگریزی زبان میں فرانسیسی الفاظ

"ساورن" (تاجدار)، "ہامیج" (بندگی)، "پیلیس" (محل) اور "کیسل" (قلعہ)، نارمن الفاظ ہیں اور "ہرتھ" (چولہا) اور "ہوم" (گھر)، قدیم انگریزی الفاظ ہیں۔ غرض جس طرح انگلستان میں نارمن خون کی آمیزش سے انگریزی قوم کی جودت و ذکاوت ہمت واستقامت اور شائستگی و نفاست بڑھ گئی۔ اسی طرح فرانسیسی الفاظ کی آمد سے انگریزی زبان کی بوقلمونی اور دل آویزی میں ایک پسندیدہ تر شان پیدا ہو گئی

اسقف راجر میر عدل مقرر ہوا

دونوں قوموں کو ہنری کے بے لاگ عہد حکومت کے عدل و انصاف نے ایک دوسرے سے اور بھی زیادہ قریب کر دیا۔ ۱۱۰۷ء میں اس نے سالسبری کے اسقف راجر کو اپنا میر عدل مقرر کیا اور اس مشہور و معروف شخص نے سلطنت کے قوانین اور مالگزاری کا انتظام نہایت خوبی و خوش اسلوبی سے کیا۔ رعایا کو حلقہ وار اپنی دیہی پنچایتیں مل گئیں۔ اضلاع کے عمال ہر سال آتے تھے اور محصول لگان اور تاوان کی تحصیل سے تمام زر واجب الایصال بادشاہ کے محکمہ میں داخل

کر جاتے تھے۔ زر ادا شدہ کی رسید کے طور پر اُنہیں لکڑی کی چھوٹی چھوٹی تختیاں دے دی جاتی تھیں۔ تختیوں کے دونوں کناروں پر آمنے سامنے کٹائی کے نشان بالکل ایک پیمانہ پر بنے ہوئے ہوتے تھے جس سے رقم ایصال شدہ کا تعین مقصود ہوتا تھا۔ ان تختیوں کو بیچ میں سے توڑ دیا جاتا تھا۔ ایک ٹکڑا بادشاہ کے محکمہ میں وثیقہ کے طور پر رہتا تھا دوسرا ٹکڑا عامل کے حوالے کر دیا جاتا تھا۔ جس میز پر روپیہ گنا جاتا تھا اُس پر بساط شطرنج کی وضع کا ایک چار خانہ دار کپڑا بچھا رہتا تھا۔ اور جب بعض شاہی

محکمہ خزانہ

حسابات مرتب ہو جاتے تھے تو اس بساط پر رقوم جوڑلی جاتی تھیں۔ دفتر شمار رقوم کو جو "کورٹ آف دی اکسچکر" (شطرنجی محکمہ) کہا جاتا ہے تو اس کی وجہ تسمیہ یہی چار خانہ کا کپڑا ہے اگر کسی شخص کو عمال کے خلاف کوئی شکایت ہوتی تھی تو وہ شاہی عدالت کے افسروں سے استغاثہ کر سکتا تھا جو تعین محصولات اور فصل خصومات کے لئے سال میں ایک مرتبہ سارے ملک کا دورہ کیا کرتے تھے۔

شہر دویہ

شہروں نے ہنری اول سے بہت سی جدید مراعات نذرانہ دے کر خرید لیں۔ چنانچہ لندن نے ایک خاص قبالۂ مراعات حاصل کیا اور اپنے لئے ایک جداگانہ عامل اور میر عدل مقرر کیا۔ اس قبالہ کی رو سے جائز نہ تھا کہ اہل لندن پر لندن کی شہر پناہ سے باہر کوئی مقدمہ چلایا جا سکے۔ "ڈین گلڈ" کا خراج اُنہیں معاف تھا۔ اُن کی تجارت چنگی کے محصول سے

مستثنیٰ تھی۔ نارمن امرا نے ملک کے بعض حصوں میں غیبی آزمائش کے طریقہ کے بجائے سبارزہ کا جو طریقہ ملزم کو بری الذمہ قرار دینے یا مجرم گردانے کے لئے جاری کر رکھا تھا لندن والے اُس کی زد سے بھی باہر تھے۔ دیہاتی اور قصباتی لوگوں کی حالت بھی بہ نسبت سابق بہت بہتر تھی۔ اس لئے کہ گو جنگل اور شکار کے قوانین اب تک نہایت سخت تھے پھر بھی چوروں اور ڈاکوؤں کو سولی پر لٹکایا جاتا تھا اور بد اعمالیوں کے لئے سخت سزائیں مقرر تھیں۔ تاریخ قوم سیکسن میں لکھا ہے کہ "ہنری بڑا اچھا بادشاہ تھا۔ لوگوں کے دلوں میں اُس کی ہیبت نہایت درجہ بیٹھی ہوی تھی۔ اور اُس کے عہد میں کسی شخص کی مجال نہ تھی کہ کسی پر ہاتھ اُٹھائے۔"

فلیمنگ پارچہ باف اور سسٹرشین راہب

عمدہ قوانین کے نفاذ کا ایک نتیجہ یہ ہوا کہ انگلستان میں اُن فنون کو ترقی ہونے لگی جو امن و امان کے ساتھ لازم و ملزوم ہیں۔ اس عہد میں دو نرالی وضع کی نوآبادیاں قایم ہوئیں۔ ۱۱۰۵ء میں ہنری نے فلینڈرس کے کچھ طوفان زدہ باشندوں کو پمبروک شایر میں آباد ہونے کی اجازت دی اور اُن کی نسل آج تک یہاں موجود ہے۔ اس کے بعد ۱۱۲۸ء میں سسٹرشین طبقہ کے کچھ راہبوں نے اوّل اوّل ویور لی واقع سری میں اور آگے چل کر شمالی اور مغربی اضلاع میں کہ یہ سب کے سب نہایت ہی ویران علاقے تھے اپنی بستیاں بسانی شروع کیں۔ یہ طبقہ ابتدا سیٹو میں جو ڈیژن کے قریب ہے قایم کیا گیا۔

تھا۔ اور اُس کے راہب اپنے شعار کے پورے پابند اور بڑے محنتی اور جفاکش تھے انہوں نے تو اپنی نوآبادی میں بھیڑیں پالیں اور افتادہ زمین کو قلبہ رانی کے قابل بنایا اور فلینڈرس والوں نے اونی کپڑا بُننے کا فن ملک میں رائج کیا اور اس طور پر یہ دونوں نوآبادیاں انگلستان کے لئے مفید ثابت ہوئیں۔

اسقف کا انتخاب
پاپائے روما کا سفیر

ہنری کے عہد کے دو اور واقعات کا بیان کرنا اس مقام پر ضروری معلوم ہوتا ہے۔ ان واقعات کی اہمیت آگے چل کر کھلے گی۔ پہلا واقعہ تو یہ ہے کہ صدر اسقف انسلم کے ساتھ بہت کچھ بحث کرنے کے بعد ہنری اس بات پر رضامند ہوگیا کہ گرجاؤں کے پادری اپنے اساقفہ کا انتخاب آپ کر لیا کریں تاکہ ولیم سرخ رنگ کی طرح بادشاہ اُن کی خدمتیں خالی نہ رکھ سکا کرے۔ لیکن یہ منظوری ہنری نے اس شرط سے دی کہ انتخاب بادشاہ کے دربار میں ہوا کرے اور اساقفہ اُن جاگیرات کے لئے جو بادشاہ کی طرف سے اُنہیں عطا ہوں مراسم اطاعت و بندگی بجا لائیں۔ دوسرا واقعہ یہ تھا کہ ہنری نے پاپائے روما کو دربار انگلستان میں اپنا سفیر متعین کرنے کی اجازت دی۔ اگرچہ ایک عرصہ دراز تک پاپا کی طرف سے اس حق کا مطالبہ معرض التوا میں پڑا رہا لیکن آگے چل کر اسی کی وجہ سے مشکلات بھی پیدا ہوگئیں۔

ہنری کا اکلوتا بیٹا ڈوب گیا
سنہ ۱۱۲۰ء

عین اس عالم میں جبکہ امن و امان کی برکتیں ملک کو نصیب ہوچکی تھیں ہنری کی تقدیر نے

پلٹا کھایا اور مصیبت کا ایک بہت بڑا پہاڑ اُس پر ٹوٹ پڑا تین سال سے وہ نارمنڈی میں نارمن امرا کا مقابلہ کر رہا تھا۔ جب وہاں سے مظفر و منصور ہو کر لوٹا تو اُس کا اکلوتا بیٹا ولیم ساتھ تھا۔ لیکن ولیم کی قضا بھی ساتھ تھی۔ "وھایٹ شپ" (سفید جہاز) جس پر ولیم سوار تھا ایک چٹان سے ٹکرایا اور اہلِ کشتی سب کے سب غرق ہو گئے۔ جوان بیٹے کی موت ہنری کی تمام اُمنگیں اور خوشیاں اپنے ساتھ لیتی گئی۔ کہتے ہیں کہ اس سانحہ کے بعد ہنری کو کسی نے کبھی مسکراتے نہ دیکھا۔ اب یہ سوال پیدا ہوا کہ ہنری کے بعد تخت پر کون بیٹھے۔ اگر ہنری عقلمند اور ساتھ ہی کشادہ دل بھی ہوتا تو اپنے نوعمر بھتیجے ولیم یعنی اپنے نظربند بھائی رابرٹ کے بیٹے کو اپنا جانشین قرار دیتا۔ ولیم ایک سعادت مند اور نیک نفس نوجوان تھا اور تاج و تخت کا سب سے زیادہ قریبی وارث بھی وہی تھا۔ لیکن ہنری کو یہ ہوس دامنگیر تھی کہ کسی طرح تاج انگلستان اُس کے گھر ہی میں رہے۔ چنانچہ اُس نے اپنی بیٹی میٹلڈا بیوۂ شہنشاہِ جرمنی کا عقد جافری امیر انجو سے کر دیا کہ صرف اُسی کی دشمنی کا اُسے اندیشہ تھا۔ اُس کے بعد اُس نے انگریزی امرا کو حلف اُٹھانے پر آمادہ کیا کہ پہلے میٹلڈا کو تخت پر بٹھائیں گے اور اُس کے بعد اُس کے بچے کو اپنا بادشاہ بنائیں گے۔ اگرچہ اس عرصہ میں نوجوان ولیم جنگ میں کام آچکا تھا پھر بھی امرا نے ہنری کے امر کا امتثال بادل ناخواستہ کیا اس لئے کہ

ہنری امرا کو مجبور کرتا ہے کہ میٹلڈا اور اُس کے بیٹے کو اپنا فرمانروا تسلیم کریں

یہ شورش پسند گروہ نہ چاہتا تھا کہ عورت ذات اُس پر حکمراں ہو۔ غرض صورت حالات نہایت ہی پریشان کن تھی اور مقدر نے مطلع کو بھی اور زیادہ مکدر کر دکھایا۔ ۳ر فروری ۱۱۳۴ء کو رابرٹ نے اپنے زندان میں انتقال کیا اور یکم دسمبر ۱۱۳۵ء کو ہنری نے اپنی شکارگاہ واقع نار منڈی میں بخار سے وفات پائی جو اُسے مورینہ مچھلی کھانے سے آگیا تھا۔ اُس کی لاش انگلستان لائی گئی اور ریڈنگ منسٹر میں دفن کردی گئی۔ لیکن اُس کا جنازہ ابھی سرِ قبر پہنچنے بھی نہ پایا تھا کہ ایک اور بادشاہ تخت انگلستان پر بیٹھا ہوا نظر آیا۔

چھٹا باب

اسٹیفن کا عہد حکومت

فساد اور شورش سے بھرا ہوا انیس سال کا زمانہ -

۱۱۳۵ء لغایت ۱۱۵۴ء

نیس سال تک جس مصیبت جس خونریزی اور جس ظالمانہ سفاکی سے انگلستان کو دوچار ہونا پڑا وہ اس سے پہلے کبھی اس نے نہیں دیکھی تھی اور خدا سے دعا ہے کہ آیندہ یہ افتاد اس پر کبھی نہ پڑے بلائے کا امیر اسٹفن جو اپنے چچا کے مرتے ہی انگلستان چلا آیا ولیم فاتح کی بیٹی ایڈیلا کے بطن سے تھا جس نے بلائے کے ایک امیر سے عقد کیا تھا (دیکھو شجرہ نسب صفحہ ۷۳) تخت

اسٹفن کے دعاوی | انگلستان کے ورثائے ذکور میں اب یا تو ایک وہ باقی تھا یا میٹلڈا کا بچہ ہنری۔ اسٹفن ولیم فاتح کا نواسا ہوتا تھا اور ہنری کا پڑوتا اسٹفن نہایت ہر دل عزیز شجاع اور ذی مروت واقع ہوا تھا اور ہنری اول اُسے بہت چاہتا تھا لیکن اُس کی طبیعت جوشیلی اور متلون واقع ہوی تھی اور اس لئے وہ ہرگز اس قابل نہ تھا کہ حکومت کی باگ

اُس کے ہاتھ میں دی جاے باشندگان لندن نے اس خیال سے کہ انہیں تخت انگلستان پر کسی ملکہ کا بیٹھنا گوارا نہ تھا اُس کا خیر مقدم کیا اور راجر اسقف سالسبری اور اُس کے حقیقی بھای ہنری اسقف ونچسٹر نے اُس کا ساتھ دیا۔ چنانچہ ۲۶ دسمبر ۱۱۳۵ء کو جب کہ موسم زمستان جوش پر تھا وہ بادشاہ منتخب ہوا اور تخت نشینی کے وقت اس نے عہد کیا کہ میں عدل وانصاف سے حکومت کروں گا اور امرا کے جھگڑوں اور خرخشوں کو مٹا دوں گا۔

جھنڈے کی لڑائی ۱۱۳۸ء

لیکن اسٹیفن نے وعدہ ایسا کیا تھا جس کا ایفا اُس کے امکان سے باہر تھا ہنری کی زبردست شخصیت کے اٹھتے ہی امرا نے کھلم کھلا بغاوت کردی۔ اور اپنے قلعوں کو مستحکم کرکے کچھ تو میٹلڈا کے طرفدار ہوگئے جس کا ساتھ دینے کی وہ حلف اٹھاکر حامی بھر چکے تھے اور کچھ اسٹیفن کے مدد معاون بن گئے جو اس وقت واقع میں مسند نشین تھا۔ لیکن اُن کی حقیقی غرض و غایت صرف یہ تھی کہ ان میں ملک کو اجاڑنے اور تباہ کرنے کی قوت پیدا ہوجاے ڈیوڈ شاہ اسکاٹلینڈ نے جو میٹلڈا کا چچا تھا اپنی بھتیجی کی حمایت میں تلوار نیام سے نکالی لیکن جھنڈے کی مشہور لڑائی میں جو کاؤٹن مور کے میدان میں واقع ہوی اُس نے شکست کھائی۔ کاؤٹن مور نارتھیلرٹن کے قریب یارک شایر میں واقع ہے اور اس لڑائی کو جھنڈے کی لڑائی اس لئے کہتے ہیں کہ انگریزوں نے ایک جہاز کے مستول پر ایک متبرک قرص نصب کیا تھا اور اسے

اپنا جھنڈا قرار دیا تھا۔

میرعدل اور وزیر خزانہ کی گرفتاری

۱۱۳۹ء میں اسٹیفن سے ایک نہایت احمقانہ حرکت سرزد ہوئی امرا کی شورش جب حد سے زیادہ بڑھنے لگی تو اساقف کو اپنے مال و املاک کی طرف سے خطرہ دامنگیر ہوا۔ اور اسی لئے انہوں نے اپنے قلعے مستحکم کرنے شروع کئے۔ اسٹیفن بدحواس ہوکر سمجھا کہ یہ لوگ اسے دغا دے کر میٹلڈا کے ساتھ مل جانے کی فکر میں ہیں۔ اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ جھٹ کئی اسقفوں کو گرفتار کرلیا ان میں میر عدل راجر بھی تھا۔ جو اس کا بہترین دوست تھا۔ راجر کا بیٹا جو وزیر خزانہ تھا اور راجر کا بھتیجا اسقف ایلی بھی جو خزانہ داری کے منصب پر مامور تھا اسی لپیٹ میں آگیا۔ اسٹیفن نے راجر کو طوق و جولان کی سزا کے ساتھ دھمکی دی کہ اگر تم لوگوں کے قلعوں کی حوالگی فوراً عمل میں نہ آئی تو تمہارے بیٹے کو سولی پر لٹکا دیا جائے گا اسقف راجر اس سلوک سے شکستہ دل ہوکر گوشہ نشین ہوگیا اور اسٹیفن اپنے بہترین مددگار کو کھو بیٹھا اس واقعہ کے بعد ملک میں کوئی قاعدہ وقانون نہ رہا اور نظام امن و امان درہم و برہم ہوگیا۔

میٹلڈا کی انگلستان میں لنگر اندازی ۱۱۳۹ء

ادھر رابرٹ امیر گلاسٹر جو میٹلڈا کا سوتیلا بھائی تھا اپنی بہن کی حمایت میں اٹھ کھڑا ہوا اور شمالی اور مغربی علاقوں کے جاگیرداروں نے بھی اس کی تقلید کی۔ اسٹیفن کے طرفداروں میں مشرقی اور جنوبی علاقوں کے امرا کا شمار تھا۔ میٹلڈا ۱۱۳۹ء میں بمقام پورٹسم لنگر انداز ہوئی اور

زمانہ جنگ کا سلسلہ پوری شدت کے ساتھ قائم ہوگیا۔ رن پڑنے لگے۔ ایک جنگ کے ختم ہوتے ہی دوسری جنگ ٹھن جاتی تھی محال ہے کہ ان تمام معرکوں کا تفصیلی حال سپرد قلم کیا جا سکے اس لئے کہ آٹھ سال کے دوران میں ایک ہفتہ بھی ایسا نہ گذرا ہوگا جس میں کوئی نہ کوئی لڑائی کسی نہ کسی حصہ ملک میں نہ ہوئی ہو ایک موقع پر اسٹیفن گرفتار ہوکر قلعہ لنکن میں قید کردیا گیا اور میٹلڈا فتح و نصرت کا پھریرا اڑاتی ہوئی لندن میں داخل ہوئی اور ۱۱۴۱ء میں اس کے ملکہ ہونے کا اعلان بھی کردیا گیا۔ لیکن وہ کچھ ایسی سخت گیر اور بددماغ واقع ہوئی تھی کہ اہل لندن اس سے منحرف ہوگئے۔ اور اس کی تاج پوشی کی رسم کبھی بھی ادا نہ ہونے پائی۔ اب اسٹیفن کی بیوی ملکہ میٹلڈا رئیسہ بولون کی عزیمت کے جوہر کھلے۔ اس نے لندن کے باشندوں کے دلوں میں اسٹیفن کی حمایت کا جوش بھردیا اور انہیں اس بات پر ابھارا کہ ایک ہزار زرہ پوش تلورئے بھیج کر ونچسٹر کا محاصرہ کرلیں۔ چنانچہ اس زبردست جمعیت نے ایک ہی یلغار میں اس شہر کو تاخت و تاراج کرڈالا اور امیر گلاسٹر کو قید کرکے اس کے معاوضہ میں اسٹیفن کو چھڑا لیا۔ اسٹیفن کے آزاد ہوتے ہی لڑائی کا رنگ بدل گیا اب میٹلڈا نرغہ میں آکر آکسفرڈ میں قلعبند ہوگئی۔ اسٹیفن نے ۱۱۴۲ء میں اس قلعہ کا محاصرہ کرکے اس کا قافیہ ایسا تنگ کیا کہ وہ ایک سفید لبادہ اوڑھکر راتوں رات برف

میٹلڈا انگلستان سے رخصت ہوتی ہے ۱۱۴۷ء

سے پٹے ہوئے میدانوں کو قطع کرتی ہوئی فرار ہوگئی۔ آخر کئی معرکوں کے بعد ہمت ہار کر اُس نے ۱۱۴۸ء میں انگلستان کو خیرباد کہا اور اُسی زمانہ میں امیر رابرٹ کا انتقال ہوگیا

لیکن امن وامان اب بھی کوسوں دور تھا اس لئے کہ امرا کی باہمی کشمکش کسی طرح ختم ہونے ہی میں نہ آتی تھی ہر قلعہ بجائے خود ایک مستقل حکومت کا حکم رکھتا تھا جس کا مالک اپنے نام کا سکہ جاری کرتا تھا اپنا قانون خود بناتا تھا اور گرد نواح کے علاقہ میں مار دھاڑ کرتا رہتا تھا۔ تاریخ قوم سیکسن میں پر آشوب زمانہ کے مصیبت خیز حالات کی تصویر اس طرح کھینچی گئی ہے "امرا بدنصیب کاشتکاران اراضی کے ساتھ نہایت ظالمانہ برتاو کرتے تھے۔ انہیں بیگار میں پکڑ کر قلعہ کی تعمیر کے کام پر لگاتے تھے اور جب قلعہ بن چکتا تھا تو اُسے شیاطین اور اخوان الشیاطین سے بھر دیتے تھے جس شخص کی نسبت بھی انہیں خیال ہوتا تھا کہ اس کے گھر میں کچھ اثاثہ موجود ہے بلا تفریق مرد و زن بلا لحاظ وقت و ساعت گرفتار کرکے قیدمیں

رعایا کے مصائب

ڈال دیتے تھے اور شکنجوں میں کھینچ کھینچ کر انواع واقسام کے عذاب دے دے کر غریب قیدیوں سے اُن کا اندوختہ رکھوا لیتے تھے ہزاروں بیکسوں کو انہوں نے فاقہ دے دے کر جان بلب کردیا اس ملک کے شوریدہ بخت باشندوں کو اُن امرا کے ہاتھوں جو جو عقوبتیں اور اذیتیں پہنچیں اُن کا بیان کرنا میرے امکان سے خارج ہے اور اگر بیان کرنا

چاہوں بھی تو نہیں کرسکتا یہ زمانہ انیس سال تک قائم رہا جبکہ شیفن برسر حکومت تھا اور حالت بد سے بدتر ہوتی چلی گئی یہ وہ زمانہ ہے جبکہ اناج مہنگا تھا گوشت پنیر اور مکھن پیسے والوں بھی نہ ملتے تھے اس لئے کہ یہ نعمتیں ملک میں باقی ہی نہ رہی تھیں کچھ زمانہ کے بعد ان امرا کی دراز دستی یہاں تک بڑھ گئی کہ کلیسا تو ایک طرف رہے قبرستان بھی اُن کے تصرف سے نہ بچے۔ اُن متبرک مقامات میں بھی وہ جو کچھ پاتے تھے اڑا لے جاتے تھے اور غضب یہ کہ لوٹ کا مال ہتھیانے کے بعد گرجاؤں اور خانقاہوں کو آگ لگاکر کھنڈر کردیتے تھے زمین میں اناج پیدا نہ ہوتا تھا اس لئے کہ ساری کی ساری زمین اجاڑ پڑی تھی اور لوگ علانیہ کہتے تھے کہ جناب مسیح اور اُن کے اولیا سوتے پڑے ہیں۔

قاعدہ ہے کہ جب انسان کی مصیبت حد سے بڑھ جاتی ہے تو اُسے خدا یاد آنے لگتا ہے انگلستان کے باشندوں پر مصیبت اور موت کا دل بادل چھایا ہوا تھا۔ اسی کالی گھٹا کے چھینٹوں نے لوگوں کو جنہیں پیسی پادریوں کی لوریاں اتنی مدت سے سلاتی چلی آرہی تھیں بیدار کردیا اور طاعت واتقا کی وہ قدیم روح جو قرنہا قرن سے بےحس وحرکت پڑی تھی آخر جاگ اٹھی۔ شہروں اور قریوں میں لوگوں کی جماعتیں عبادت کی غرض سے قائم ہوگئیں راہبوں نے جنگلوں میں بسیرا کیا اور جیسے سٹرشین طبقہ کے متقشف صومعہ نشین

مذہبی احیا

دشت و بیابان میں پھیلتے گئے امیر و غریب اعلیٰ و ادنیٰ ان کا ایک ساتھ خیر مقدم کرنے لگے ۔ جاگیر داروں کی شرارتوں اور خباثتوں نے لوگوں کے دلوں میں نیکی اور پرہیز گاری کا ولولہ پیدا کر دیا اور آخر راحت و آسائش کی ساعت آپہنچی ۔

۱۱۵۰ء میں جب روما میں ایک نئے پاپا کا انتخاب ہوا تو اس نے کنٹربری کے صدر اسقف تھیو بالڈ کو جس کی اخلاقی حس نہایت ذکی واقع ہوئی تھی اپنا سفیر مقرر کیا ۔ تھیو بالڈ نے اپنے نئے اختیارات سے فائدہ اٹھا کر اسٹیفن کو ترغیب دی کہ میٹلڈا کے بیٹے ہنری کو جس کی عمر اب بیس سال کی ہوگئی تھی اپنا جانشین مان لے ۔ انہیں دنوں اسٹیفن کے بیٹے یوسٹیس کا انتقال ہوگیا اور جو ان سال ہنری انگلستان کے ساحل پر لنگر انداز ہوا ۔ اس کے آتے ہی اس امید میں کہ ایک دیرپا امن قائم ہو جائے ۔ ایک

عہد نامہ ویلنگفرڈ ۱۱۵۳ء

لشکر جرار اس کے جھنڈے تلے جمع ہوگیا ۔ اب اسٹیفن کے لئے بجز تسلیم خم کرنے کے چارہ نہ تھا ۔ چنانچہ ۱۱۵۳ء میں عہد نامہ ویلنگفرڈ مرتب ہوا جس کی رو سے ہنری وارث تاج و تخت تسلیم کیا گیا ۔ اب پھر عدل و انصاف کا زمانہ آگیا ۔ اس لئے کہ تمام وہ لوگ جو خواہان امن و امان تھے باغیوں کی سرکوبی کے لئے متحد ہوگئے اس کے علاوہ اسٹیفن بھی اب قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھا تھا ۲۵ اکتوبر ۱۱۵۴ء کو اس نے وفات پائی اور تاج انگلستان ترکہ میں ہنری کے لئے چھوڑتا گیا ۔ تاریخ قوم سیکسن کی تصنیف کا یہ آخری سال ہے اور اس تاریخ کے آخری اجزا خانقاہ پیٹر برو میں حوالہ قلم ہوئے ۔

ساتواں باب

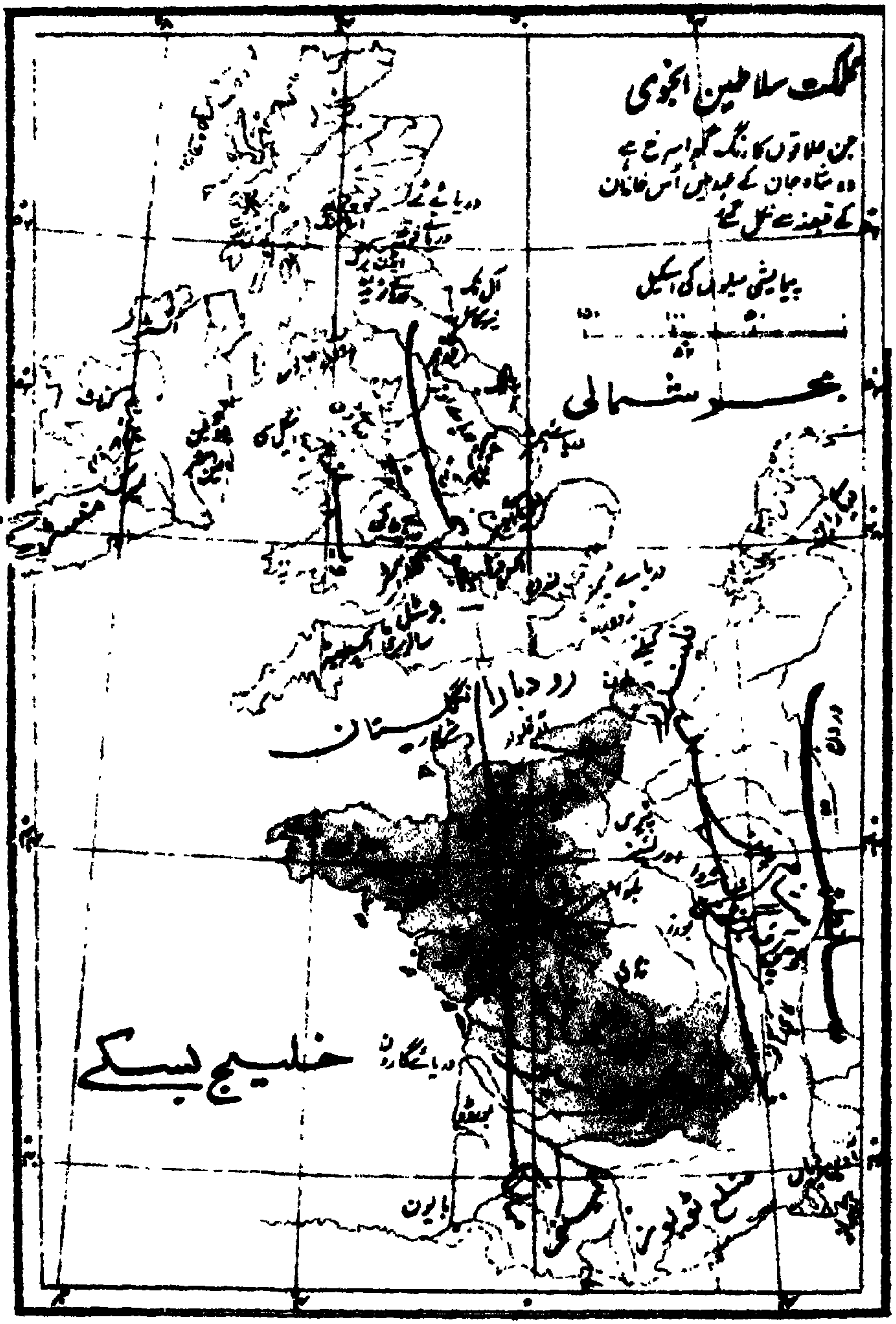
ہنری پلنٹجنٹ اور اس کے بیٹے

(تاجدارانِ سلسلہ انجویہ)

ہنری ثانی ۱۱۵۴ء لغایت ۱۱۸۹ء

رچرڈ ۱۱۸۹ء لغایت ۱۱۹۹ء — جان ۱۱۹۹ء لغایت ۱۲۱۵ء

شاہ اسٹیفن کے انتقال کے وقت جوان سال ہنری انگلستان میں موجود نہ تھا لیکن اس کی مراجعت کے وقت تک صدر اسقف تھیو بالڈ نے پورا امن و امان قائم رکھا ۱۹؍ دسمبر ۱۱۵۴ء کو ہنری اکیس سال کی عمر میں تخت انگلستان پر بیٹھا اور ویسٹ منسٹر میں اس کی اور اس کی ملکہ کی رسم تاجپوشی ادا کی گئی۔ تخت پر بیٹھتے ہی اس نے پہلا کام یہ کیا کہ ایک قبالہ کے اجرا سے رعایا کو آزادی کے نئے حقوق عطا کئے اگرچہ فرانس میں اس کے مقبوضات بلحاظ رقبہ تمام انگلستان سے بڑھے ہوئے تھے۔ اور اپنی پینتیس سال کی حکومت میں اس نے اٹھارہ سال سے بھی زائد زمانہ انگلستان سے باہر بسر کیا۔ پھر بھی اس کا شمار انگلستان


مملکت سلاطین انجوی
جن علاقوں کا رنگ گہرا سرخ ہے
وہ شاہ جان کے عہد میں اس خاندان
کے قبضہ سے نکل گئے
پیمایش میلوں کی اسکیل
بحر شمالی
رود بار انگلستان
خلیج بسکے

کے بہترین بادشاہوں میں ہے۔

ہنری ثانی ۱۱۵۴ء لغایت ۱۱۸۹ء

ہنری فرمانروایان انگلستان کے ایک نئے سلسلہ کا بانی تھا جسے بعض مصنفین سلسلہ پلنٹجنٹ (جاروبیہ) کہتے ہیں اس لئے کہ ہنری کا باپ جافری امیر انجو جھاؤ کی ایک شاخ کو کہ اس سے جھاڑو بنائی جاتی ہے نشان کے طور پر طرہ کی جگہ لگاتا تھا لیکن ایک اور جماعت مورخین کی انہیں فرمانروایاں سلسلہ انجویہ کے نام سے یاد کرتے ہیں جس سے اُن کی مراد یہ ہے کہ یہ فرمانروا والیان انجو کی اولادواحفادمیں میرے نزدیک لفظ پلنٹجنٹ محض ایک علامت امتیازی ہونے کے اعتبار سے زیادہ موزوں ہے۔ دوسرا نام سن کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ایک نئی بدیسی نسل کے فرمانروا باہر سے ہم پر حکومت کرنے آئے تھے بخلاف اس کے ولیم فاتح کے زمانہ کے بعد ہنری انگلستان کا پہلا وہ بادشاہ تھا جس کی رگوں میں مغربی سیکسن خون دوڑ رہا تھا وہ والی انجو کا بیٹا ضرور تھا لیکن اُس کی ماں نارمن ہونے کے ساتھ سیکسن بھی تھی۔ اس لئے کہ وہ ولیم فاتح کی پوتی اور ایڈمنڈ فولاد رخ کی پوتی کی نواسی ہوتی تھی اس کے علاوہ جیسا کہ ہمیں آگے چل کر معلوم ہوگا کچھ زیادہ عرصہ نہ گذرنے پایا تھا کہ امارت انجو ہنری کے جانشینوں کے ہاتھ سے بالکل ہی نکل گئی۔

ہنری کے مقبوضات اور اس کا عقد

لیکن خود ہنری ایک وسیع قلمرو پر حکمران تھا۔ اور اُس کے مزاج میں اُس حرارت کا بہت بڑا عنصر پایا جاتا تھا جو فرانسیسی جبلت کا خاصہ ہے۔ انجو اور ٹورین

کے صوبے اُسے باپ سے ترکہ میں ملے تھے۔ اور نارمنڈی اور انگلستان کی حکومتیں اُسے اپنی ماں اور نانا کی طرف سے بطور میراث ہاتھ آئی تھیں۔ برٹنی پر وہ اپنے بیٹے جافری کی وساطت سے حکومت کرتا تھا جو کانسٹنس رئیسہ برٹنی کا شوہر تھا۔ اور پائٹو ایکویٹین اور گاسکنی کے علاقے اسے اپنی بی بی الیانار کے جہیز میں ملے تھے۔ الیانار جس کا سن اُس سے زیادہ تھا۔ لوئی ہفتم شاہ فرانس کی ملکہ تھی۔ لوئی نے اُسے طلاق دے دی تھی اور طلاق کے چند ہی ہفتہ بعد ہنری نے اُس سے عقد کرلیا تھا۔

شکل و شباہت اور سیرت و شمائل ہنری دُھرے بدن کا ایک فربہ اندام شخص تھا بال چھوٹے چھوٹے اور سرخی مائل بھورے رنگ کے تھے۔ آنکھیں نیلگوں اور خوب نمایاں تھیں چست و چالاک ایسا تھا کہ کھانے کے اوقات کے علاوہ شاذ و نادر ہی کرسی پر بیٹھتا تھا وہ صبح کہیں ہوتا تھا اور شام کہیں۔ لوگوں کو معلوم ہوتا تھا کہ اس وقت وہ کہاں ہے اور اپنی اسی مسلسل نقل و حرکت کی بدولت وہ ہمیشہ رعایا کو قابو میں رکھتا تھا تعلیم اُس نے اچھی پائی تھی۔ اور بیوپار کی اونچ نیچ سے خوب واقف تھا۔ طبیعت جوشیلی تھی۔ اور جب حزم پر جوش غالب نہ ہوتا تھا تو اُس کی حکیمانہ تدبیر کے جوہر بھی خوب کھلتے تھے۔ اُس کے بیٹے اگرچہ ناخلف تھے۔ لیکن وہ اُن کے ساتھ ہمیشہ شفقت کا سلوک کرتا رہا۔ البتہ بی بی سے اُس کی ان بن

تھی. ملکہ کو اپنے شوہر کی بے اعتنائی اور بے وفائی کا گلہ رہتا تھا اور تعلقات کی اسی کشیدگی سے بہت سی مشکلات پیدا ہوگئیں ۔

انگریزوں کو اپنے طاقتور اور عادل بادشاہ کی نئی شخصیت کے فوائد بہت جلد محسوس ہونے لگے تھیو بالڈ کے مشورہ پر کاربند ہوکر ہنری نے جاگیرداروں کو اُن تمام قلعوں کے انہدام پر مجبور کیا جو شاہی اجازت کے بغیر تعمیر کئے گئے تھے ۔ تمام وہ خالصہ اراضیات واپس لے لیں جن سے اسٹیفن نے اپنے متوسلین کی شکم پُری کی تھی اور ان بدیسی افواج کو جنہیں وہ اپنے ہمراہ انگلستان لایا تھا رخصت کردیا۔ اُس نے عدالتوں کا از سرنو افتتاح کیا اور رچرڈ ڈی لوسی جیسے نیک اور متدین شخص کو جو پچیس سال تک اُس کا خدمتگزار رہا اپنا میر عدل بنایا وزارت خزانہ کی خدمت پر اُس نے کنٹربری کے نائب صدر اسقف ٹامس بیکٹ کا تقرر کیا ٹامس بیکٹ کا باپ ایک دولتمند نارمن تاجر گلبرٹ بیکٹ تھا جو لندن کا شاہ بندر اور صدر اسقف تھیو بالڈ کا دوست اور شاگرد تھا ۔

ٹامس بیکٹ وزیر خزانہ مقرر ہوا۔

اب دس سال تک انگلستان میں امن وسکون رہا اور باوجودیکہ ہنری کو بہت سی بیرونی لڑائیوں میں مصروف رہنا پڑا اور ۱۱۵۸ء سے لے کر ۱۱۶۳ء تک وہ ملک سے باہر رہا پھر بھی کسی قسم کی شورش اس زمانہ میں نہ ہونے پائی لیکن

باہر رہنے کے باوجود بھی ہنری معاملات انگلستان میں برابر مشغول
رہا اور اس دس سال کے عرصے میں اس نے رعایا کے لئے
بہت سے عمدہ قوانین وضع کئے اس کی خواہش تھی کہ کسی طرح
جاگیرداروں کی حد سے بڑھی ہوئی قوت گھٹ جائے اور اسی
کے ساتھ اپنی فوج کو جو بیرونی مہمات میں شریک تھی تنخواہ
دینے کے لئے وہ روپیہ کی بھی کوئی سبیل نکالنا چاہتا تھا۔ اس
محصول جنگ کی شکل اس نے یہ نکالی کہ مزارعین کو جو قانوناً
جنگی خدمات کی انجام دہی کے لئے اپنے مالکوں کے ہمراہ
جانے پر مجبور تھے۔ اجازت دی کہ اگر چاہیں جنگ میں شریک
ہونے کے عوض ایک بندھی رقم بطور فدیہ سرکاری خزانہ میں
داخل کردیں اس ایک کرشمہ سے ہنری کے دو کام نکل آئے
کسانوں کو جہاں یہ فائدہ ہوا کہ گھر پر رہ کر فصل کی کاشت و
درو کے اہتمام کے لئے انہیں جمعیت خاطر نصیب ہوئی۔ وہاں
جاگیرداروں کی مسلح تعداد خود بخود کم ہوگئی۔

عدالتی حلقے اور جوریاں اب عدالتی حکام پہلے کی بہ نسبت زیادہ باقاعدگی
پنچایتیں کے ساتھ اپنے فرائض مفوضہ کی انجام دہی
کے لئے دورہ کرنے لگے۔ اس لئے کہ ہنری نے ملک کو
چھ اضلاع یا عدالتی حلقوں میں اس ہدایت کے ساتھ تقسیم
کردیا تھا کہ ہر "سینکڑے" میں بارہ اشخاص اور ہر شہر کے چار
اشخاص ان تمام الزامات کی تفتیش کریں جو ان کے علاقے کے
بدمعاشوں پر لگائے جائیں۔ اور الزامات کے صحیح ثابت

ہونے کی صورت میں ملزمین کو حکام مذکور کے اجلاس میں پیش کریں اور حلف اٹھائیں کہ ملزمین نے واقعی ارتکاب جرم کیا ہے۔ اس طور پر اُس بڑی جوری (پنچایت) کی ابتدا ہوی جو آج کے دن تک کسی قدر ترمیم کے ساتھ ہمارے نظام عدالت کا جزو ہے۔ جوری کے ارکان "جورد" (ثالث یا حکم) کہلاتے تھے لفظ "جورد" لاطینی مادہ جورد سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں "میں قسم کھاتا ہوں" جورد کے ارکان چونکہ قسم کھاکر بیان کرتے تھے کہ ملزم پر جرم ثابت ہے اس لئے انہیں "جورد" کہا جاتا تھا یعنی وہ جو قسم کھاے۔ اس ابتدائی کارروائی کے بعد ملزمین کے مقدمہ کی سماعت ہوتی تھی اور "غیبی آزمائش" کا قدیم سیکسن طریقہ بناے تجویز عدالت ہوتا تھا چالیس سال بعد جانا کہ عہد حکومت میں غیبی آزمائش کا طریقہ منسوخ ہوگیا اور بڑی پنچایت کے اجلاس سے ملزم ایک اور پنچایت کے سپرد ہونے لگا جو چھوٹی جوری کے نام سے موسوم ہوی یہ پنچایت بھی بارہ ایسے اراکین پر مشتمل ہوتی تھی جن کی نسبت گمان غالب تھا کہ مقدمہ کے تمام واقعات کا انہیں علم ہے۔ یہ اراکین اپنے ذاتی علم و یقین کی بناپر تجویز کرتے تھے کہ بڑی پنچایت کا قائم کیا ہوا الزام صحیح ہے یا نہیں۔ یہ تجویز "ورڈکٹ" کہلاتی تھی جس سے مراد قول صحیح یا مختصراً فیصد ہے آگے چل کر چھوٹی پنچایت کو بھی اس امر کی ضرورت محسوس ہوی کہ الزام زیر تجویز کی بابت جو باتیں دوسروں کو معلوم ہیں اُن کی چھان بین کی جائے۔ اور اس طور

پر گواہوں کی شہادت طلب کرنے کا طریقہ رواج پذیر ہوا۔

کلیرنڈن کی عدالت سشن ۱۱۶۶ء

اب لوگوں کو داد خواہی کے لئے ہر طرح کی آسانیاں میسر ہوگئیں اور کلیرنڈن کی عدالت سشن نے ۱۱۶۶ء اور نارتھمپٹن کی عدالت سشن نے ۱۱۷۶ء میں جو فیصلجات صادر کئے اُن میں یہ تمام تبدیلیاں پایۂ توثیق کو پہنچ گئیں اور آج کے دن بھی یہ فیصلجات انگریزوں کی آزادی کے قبالے متصور ہو سکتے ہیں۔ اُن عمدہ قوانین کے نفاذ کی بدولت ملک کو جو امن و امان نصیب ہوا اس سے فائدہ اٹھا کر بہت سے لوگوں کو جو بدامنی کے دور میں علمی مشاغل جاری نہ رکھ سکتے تھے تحصیل علم کا شوق پیدا ہوا اور ہم پہلی مرتبہ آکسفرڈ

دارالعلم آکسفرڈ کے اولین طالب العلم

میں طلبہ کو فاضل راہبوں سے کہ وہی اس زمانہ میں معلمی کی خدمت خاص طور پر انجام دیتے تھے درس لیتے ہوئے سنتے ہیں۔ ابتدا اس درس و تدریس کی اگرچہ مختصر سے پیمانہ پر ہوئی لیکن آگے چل کر یہی مکتب ایک بہت بڑا دارالعلم ہو گیا۔

لیکن عدالتوں کے انتظام کی اصلاح کرتے کرتے ہنری نے ایک بہت بڑی مصیبت مول لی۔ اس کا وزیر خزانہ ٹامس بیکٹ بڑے درجہ پر پہنچ گیا تھا اور اس کا عزیز ترین دوست ہوگیا تھا جب تھیو بالڈ نے وفات پائی تو ہنری کو موقع ملا کہ امرا کی طرح پادریوں کی حالت بھی لگے ہاتھوں درست کرے اور اس خیال سے کہ اس کام میں بیکٹ اس کا ہاتھ بٹائے گا۔ اس نے

بیکٹ کا تقرر صدر اسقفی کی خدمت پر

اسے کنٹربری کا صدر اسقف مقرر کردیا لیکن ہنری نے بیکٹ کے انداز فرائض شناسی کا صحیح اندازہ نہ کیا تھا۔ بیکٹ کو جو کام کرنا ہوتا تھا اس میں ہمہ تن محو ومنہمک ہوجاتا تھا اور اس کے انصرام میں اپنی جان لڑا دیتا تھا۔ جب وہ وزیر خزانہ رہا اپنے آپ کو بادشاہ کا نوکر سمجھتا رہا اور حق یہ ہے کہ نوکری کا اس نے حق ادا کردیا۔ لیکن صدر اسقف بنتے ہی اس نے سمجھ لیا کہ اب میں بادشاہ کا نہیں بلکہ کلیساے مسیحی کا نوکر ہوں چنانچہ اس نے اپنا پر تکلف لباس اتار پھینکا موٹنہ پوش بن گیا اور قسیسیت کے حقوق کی حمایت کا عزم بالجزم کرلیا۔

یاد ہوگا کہ ولیم اول نے پادریوں کے مقدمات کی سماعت کے لئے قسیسی عدالتیں مقرر کی تھیں (دیکھو صفحہ ۸۳) ان عدالتوں میں آئے دن انصاف کا خون ہوا کرتا تھا۔ اس لئے

پادریوں کے مقدمات کی سماعت

کہ اس زمانہ میں قریب قریب تمام لکھے پڑھے لوگ دینوی خدمتوں پر مامور ہونے کے باوجود قسیسی منصب رکھتے تھے اور یہ لوگ جن جرائم کے بھی مرتکب ہوتے تھے یہاں تک کہ سرقہ اور قتل جیسے سنگین جرم بھی ان سے سرزد ہوتے تھے تو ان سے کوئی بڑا مواخذہ نہ ہوتا تھا اور وہ بہ آسانی چھوٹ جاتے تھے کیونکہ کلیسا کے قانون میں کوئی سنگین سزا موجود نہ تھی اور معمولی عدالتوں کو ان پر کچھ اختیار نہ تھا ہنری کو اصرار تھا کہ معمولی نوعیت کے جرائم

کے لئے پادریوں پر شاہی عدالت میں مقدمات چلائے جائیں اور جس طرح ایڈورڈ الملقب بہ تائب کے زمانہ میں ان کو عام مجرموں کی طرح سزائیں دی جاتی تھیں اسی طرح اب بھی دی جائیں۔ تمام اساقفہ اس پر رضامند ہوگئے مگر بیکٹ کسی طرح راضی نہ ہوا۔ آخر بصد وقت اُسے اس بات پر آمادہ کیا گیا کہ "آئین کلیرنڈن" کو جو حکومت کی طرف سے قیسی معاملات میں دست اندازی کرنے کے متعلق ۱۱۶۴ء میں مرتب ہوئے تھے تسلیم کرلے۔ لیکن دوسری ہی دن اپنے کئے پر پشیمان ہوکر اُس نے اپنی رضامندی واپس لے لی اور پاپا سے درخواست کی کہ جو گناہ اس سے کلیسا کے مقابلہ میں سرزد ہوا ہے اُس کی اُسے معافی دی جائے۔

شہزادہ ہنری کی تاج پوشی

اپنے دوست کی اس حرکت پر ہنری کو بے انتہا طیش آیا۔ اور اپنا غصہ اُس نے اس طرح نکالا کہ بیکٹ کو طرح طرح ذلیل ورسوا کرنا شروع کیا۔ بیکٹ بادشاہ کے عتاب کی تاب نہ لا سکا اور فرار ہوکر فرانس چلا گیا۔ جہاں اُس نے چھ سال گزارے۔ ہنری کی آتش غضب اُس کی غیبت میں بھی فرو نہ ہوی اور بیکٹ کے تمام دوست اور رشتہ دار چن چن کر جلاوطن کئے گئے ۱۱۷۰ء میں بادشاہ نے چاہا کہ شہزادہ ہنری کے سر پر تاج رکھا جائے تاکہ اس کے زمانہ غیبت میں عنان حکومت شہزادہ کے ہاتھوں میں رہے۔ بیکٹ چونکہ انگلستان

میں موجود نہ تھا اس لئے تاج پوشی کی رسم یارک کے صدر اسقف راجر کے ہاتھوں عمل میں آئی۔ کنٹربری کے صدر اسقف کی اس سے بڑھ کر توہین اور کیا ہوسکتی تھی۔ پاپا کی برافروختگی کی کوئی حد نہ رہی اور اُس نے ہنری کو ایک تہدید آمیز پیام اس مضمون کا بھیجا کہ اگر شاہ انگلستان بیکٹ کو فرانس سے واپس نہ طلب کرے گا تو حلقۂ کلیسا سے خارج کر دیا جائے گا۔

بیکٹ کا قتل ۲۹ دسمبر ۱۱۷۰ء

غرض ہنری جو اس وقت فرانس میں تھا مصالحت پر مجبور ہوا اور بیکٹ کو انگلستان واپس جانے کی اجازت دے دی۔ اب بیکٹ کے نائرۂ غضب کے مشتعل ہونیکی باری آئی۔ ساحل انگلستان پر لنگر انداز ہوتے ہی اُس نے شہزادہ کو تاج پہنانے کے الزام میں یارک کے صدر اسقف کو معطل کر دیا۔ بیکٹ کے اس خصومت آمیز طرز عمل کے احمقانہ ہونے میں کلام نہیں لیکن ہنری کا جنون انگیز جوش غضب اور بھی زیادہ احمقانہ تھا کہ اس واقعہ کی خبر پاتے ہی وہ آپے سے باہر ہوگیا اور پکار اٹھا کہ کوئی ہے جو اس فتنہ پرداز پادری سے میرا پیچھا چھڑائے؟ چار فوجی سردار یہ سنتے ہی اٹھ کھڑے ہوئے اور انگلستان پہنچ کر بیکٹ کو جس کی استقامت اور پامردی میں آخر وقت تک فرق نہ آنے پایا کنٹربری میں خود اسی کے گرجا کے فرش پر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔

غصہ اور انتقام کے جذبات کے نتایج یہی ہوا کرتے ہیں قانون کے بدلنے میں ہنری بالکل حق بجانب تھا۔ اور بیکٹ

نے جو ہنری کی مخالفت کی محض اپنا فرض سمجھ کر کی۔ لیکن آگے چل کر دونوں سیدھے رستے سے بھٹک گئے۔ بیکٹ نے اُس جبر و تشدّد کا انتقام لینا چاہا جو اس پر روا رکھا گیا تھا اور یہی منتقمانہ خواہش اس کی بے راہہ روی کی محرک بن گئی۔ ہنری غصہ کے جوش میں بے قابو ہوگیا اور اپنے عزیز دوست کا قاتل ٹھیرا۔

ہنری کو جب بیکٹ کے مارے جانے کی اطلاع ہوی تو سخت پشیمان ہوا اور اسی وقت اپنے خاص قاصدوں کے ہاتھ پاپا کو کہلا بھیجا کہ بیکٹ کے ناشدنی قتل میں اس کے ارادہ یا ایما کو ہرگز دخل نہ تھا۔ اس کے بعد اس وقت تک کے لیئے کہ اُس کی براءت کا فرمان صادر ہو کلیسا کی حد عتاب سے پرے پرے رہنے کا ارادہ کرکے وہ انگلستان چلا آیا اور انگلستان سے روانہ آئرلینڈ ہوگیا۔

لینسٹر کی تسخیر آئرلینڈ میں بڑے بڑے انقلاب واقع ہورہے تھے۔ ۷۹۵ء سے جب کہ قوم ڈین نے اس ملک پر حملہ کیا تھا اہل ملک ستائے اور لوٹے جارہے تھے اور اُن کی حالت وحشیوں سے بدتر ہورہی تھی۔ ۱۰۱۴ء میں آئرلینڈ کے نامور سردار براین بورو نے ڈین حملہ آوروں کو ایک خون ریز معرکہ میں شکست دے کر ملک سے باہر نکال دیا تھا اگرچہ وہ خود بھی اسی معرکہ میں کام آیا تھا۔ اُس زمانہ سے آئرلینڈ میں طوایف الملوکی کا بازار گرم ہوگیا اور چھوٹے چھوٹے

بادشاہ اور سردار آپس میں برسرپیکار رہنے لگے ہنری نے اپنے عہد حکومت کے اوایل میں آئرلینڈ کے فتح کرنے کی اجازت پاپا سے حاصل کرلی تھی اس اجازت سے فائدہ اٹھانے کی نوبت دیر تک نہ آنے پائی۔ ۱۱۶۶ء آئرلینڈ کے ایک فرمانبردار ڈرماٹ والی لینسٹر نے اپنے ہم چشموں کے خلاف ہنری سے مدد مانگی۔ اُس پر ہنری نے پمبروک کے امیر رچرڈ ڈی کلیرکو جو "کڑی کمان" کے لقب سے ملقب تھا آئرلینڈ پر چڑھائی کا اذن دیا۔ امیر موصوف قسمت آزماتلوریوں کا ایک جتھا لے کر چڑھ دوڑا اور لینسٹر کے قریب قریب سارے علاقہ کو بزور شمشیر مسخر کرلیا۔ ہنری جواب ایک لشکر جرار کے ساتھ عازم آئرلینڈ ہوا تو اُس کا مقصد یہ تھا کہ اس نئے علاقہ پر اپنا تسلط جمائے۔ وہ ایک سال تک ڈبلن کے باہر ڈیرے ڈالے پڑا رہا اور اس عرصہ میں اپنی قوت کو مضبوط کرتا رہا۔ اپنے ہمراہیوں کو اُس نے مفتوحہ علاقہ میں جاگیرات عطا کیں۔ متعدد قلعے تعمیر کرائے اور آئرلینڈ کے فرمانروا ہونے کی حیثیت سے

ہنری ثانی فرمان روائے آئرلینڈ ۱۱۷۱ء

ملک کے تمام سرداروں سے اطاعت کا حلف لیا۔ پانچ سال بعد اُس نے اپنے چہیتے بیٹے جان کو حاکم آئرلینڈ بناکر بھیجا۔ لیکن جان نے اپنی بے عنوانیوں سے اپنے اتنے بہت سے دشمن بنائے کہ اُسے معاودت انگلستان پر مجبور ہونا پڑا۔ اگرچہ تسخیر آئرلینڈ کا یہ اولیں زمانہ ہے لیکن اس ملک کی حقیقی حکومت کہیں تین سو سال بعد جاکر انگریزوں کے ہاتھ میں آئی

ہنری کے بیٹوں کی بغاوت

ادھر ہنری اپنی سلطنت کی حدود کو وسعت دے رہا تھا اُدھر اُس کے بیٹے اور دوسرے دشمنان دولت اُس تہلکہ سے فائدہ اُٹھاکر جو بیکٹ کے قتل نے ملک بھر میں ڈال دیا تھا اُس کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے میں مصروف تھے۔ شہزادہ ہنری آرزومند تھا کہ باپ کے جیتے جی ہی انگلستان یا نارمنڈی کا مطلق العنان فرمان روا بن بیٹھے۔ جافری اور رچرڈ چاہتے تھے کہ فرانس میں بڑے بڑے علاقوں کے خود مختار حاکم ہو جائیں۔ ملکہ الیانار کے دل میں اپنے خاوند کی طرف سے جو اُس کی جانب ملتفت نہ ہوتا تھا پہلے ہی نفرت بیٹھی ہوئی تھی شاہ فرانس جو ہنری کے بڑھتے اقتدار کو ایک آنکھ نہ دیکھ سکتا تھا باغیوں کو امداد دینے کے لئے موقع کا منتظر تھا اسکاٹلینڈ کا بادشاہ ولیم المخاطب بہ "شیر" الگ اس تاک میں تھا کہ انگلستان کے شمالی اضلاع کو دوبارہ فتح کرکے اپنی عملداری میں شامل کرلے۔ اور انگلستان کے جاگیردار اس افراتفری میں اپنی کھوئی ہوی قوت کی بحالی کے منصوبے جدا گانٹھ رہے تھے۔

ہنری کا کفارہ اور اپنے حریفوں پر غلبہ

لیکن ہنری ایک اکیلا ان سب پر بھاری تھا۔ آئرلینڈ سے وہ پاپا کے قاصدوں کی پیشوائی کے لئے جو اُس کی معافی کا فرمان لاتے ہوئے تھے سیدھا نارمنڈی گیا۔ ادھر سے مطمئن ہوکر اس نے بیٹوں کی باغیانہ شورش فرو کی اور ملکہ الیانار کو زندان میں ڈال دیا جہاں وہ اس کی وفات تک قید رہی۔ اس کے بعد اس نے بیکٹ کے مزار پر

نفس کشی کرنے سے اپنی رعایا کا دل مٹھی میں لے لیا اور کنٹربری کی چار دیواری سے چلہ کھینچ کر وہ نکلا ہی تھا کہ ولیم والیِ اسکاٹلینڈ کے قید ہونے کی خبر آئی۔ اس قید سے ولیم کو اسوقت تک رہائی نصیب نہ ہوی جب تک کہ اس نے انگلستان کی باج گزارانہ اطاعت کا حلف نہ اٹھا لیا۔ کنٹربری سے ہنری فوجین لئے ہوے ہنٹنگڈن کی طرف اپنے باغی جاگیردارونکی سرکوبی کے لئے بڑھا۔ اور اُنہیں شکست دے کر از سرِ نو اپنا حلقہ بگوش بنایا۔ غرض ایک سال کے اندر اندر اس نے تمام حریفون کو زیر کرکے اپنا پورا اقتدار قایم کر لیا۔

فوج ردیف کا قیام ۱۱۸۱ء

اس تمام جدوجہد نے ہنری کو ایک ایسی انگریزی فوج کی ضرورت محسوس کرائی جس پر وہ آڑے وقت میں پورا بھروسہ کر سکے۔ چنانچہ ۱۱۸۱ء میں اس نے لازمی فوجی خدمت کے اُس قدیم مغربی سیکسن قانون کو از سرنو رواج دیا جس کی رو سے تمام آزاد اشخاص کو ہتھیار دے دیئے جاتے تھے اور اُن سے عہد لے لیا جاتا تھا کہ خطرہ کے وقت اپنے بادشاہ اور ملک کی حفاظت کرین گے۔ فوجی خدمت کا یہ طریقہ اُس جاگیردارانہ طریقہ سے بالکل مختلف تھا جس کے بموجب رعایا بوقت ضرورت اپنے آقا کے لئے جنگی خدمت انجام دیتی تھی۔ یہ نیا فوجی قانون ہماری "ملیشیا" (فوج ردیف) کی بنیاد قرار پایا کہ اس فوج سے قومی سپاہیون کی ایک ایسی جمعیت مراد ہے جو بطور فوج باقاعدہ طیار کی جانے لیکن جس سے جنگی خدمت

صرف اسی وقت لی جائے جب ملک کو غنیم سے بچانے کی ضرورت پیش آئے۔ ہنری کی عمر کا باقی حصہ زیادہ تر انگلستان سے باہر گزرا۔ اگرچہ اس عرصہ میں وہ چار مرتبہ خود بھی انگلستان آیا لیکن انتظام حکومت نائبانہ حیثیت سے رینلف ڈی گلینول کے تفویض رہا جو داد رسی کے فن کا ماہر اور نہایت قابل مقنن تھا۔ اسی زمانہ میں لندن کا پرانا پل تعمیر ہونا شروع ہوا۔ یہ پہلا سنگین پل تھا جو دریائے ٹیمز پر باندھا گیا۔ اور ہمارے زمانہ تک قایم رہا۔ نیا پل جو اس کی جگہ از سر نو بنایا گیا ۱۸۲۴ء میں تعمیر ہوا۔

ہنری کی وفات ۱۱۸۹ء

ہنری کے ناخلف بیٹے ابھی تک اپنی سرکشی سے باز نہ آئے تھے اور آئے دن باپ سے الجھتے رہتے تھے۔ آخر بڑے بیٹے ہنری کا ۱۱۸۳ء میں اور منجھلے بیٹے جافری کا ۱۱۸۶ء میں انتقال ہوگیا۔ صرف رچرڈ اور جان باقی رہ گئے اور اُن کی سعادت مندی کی یہ کیفیت تھی کہ رچرڈ نے فلپ شاہ فرانس کی مدد سے اپنے باپ کو جس کی صحت اب بگڑتی جارہی تھی شکست دے کر ٹورین کے علاقہ سے نکال دیا۔ شکستہ دل اور سقیم الحال ہنری نے جب بخار کی حالت میں باغیوں کی فہرست ملاحظہ کے لئے طلب کی اور چوٹی پر اپنے چہیتے بیٹے جان کا نام درج پایا تو مایوس ہوکر کہنے لگا کہ اب حقیقت میں دنیا میرے لئے تنگ ہوگئی جیون تو کس کے لئے اور کس امید پر ا

اس کے دوسرے ہی دن اُس کا انتقال ہوگیا۔
انگلستان کے بادشاہون میں ہنری کا نام ہمیشہ نیکی سے یاد کیا جائے گا۔ انگریزون کو اُس کے عہد حکومت میں امن وامان اور عدل و انصاف کی برکتین نصیب ہوئیں اور جو عمدہ قوانین اُس نے نافذ کئے وہ آج کے دن تک برقرار ہیں۔

رچرڈ المخاطب بہ شیر دل

سنہ ۱۱۸۹ء لغایت سنہ ۱۱۹۹ء

ہنری کے بعد رچرڈ وارث تاج وتخت ہوا۔ سپاہیانہ اوصاف سے قطع نظر کرکے باقی ہر ایک بات میں وہ اپنے باپ کی ضد تھا۔ اگرچہ اُس کی پیدایش انگلستان کی تھی لیکن چونکہ اُس کا ایک بڑا بھائی بھی موجود تھا جو ولیعہد سلطنت تھا لہذا ایکوٹین کے علاقہ کی حکومت اس کے حصہ میں بطور ترکہ آئی تھی اور اُسی حیثیت سے اُسکی تعلیم و تربیت باہر ہی ہوئی تھی انگریزی زبان کا شاید وہ ایک فقرہ بھی نہ بول سکتا تھا اور اپنے دہ سالہ عہد حکومت میں اُسے انگلستان آنے کا اتفاق صرف دو مرتبہ ہوا اور دونوں بار اس کا قیام صرف چند مہینے رہا۔ وہ حریص اور دنی الطبع ضرور تھا لیکن شجاعت اور مروت کے اوصاف اُس کی فطرت میں کوٹ کوٹ کر بھرے ہوے تھے۔ جس کا دوست بن جاتا تھا اس کا آخر وقت تک

رچرڈ حقیقی معنوں میں انگلستان کا بادشاہ نہ تھا

ساتھ دیتا تھا اور جس کا دشمن ہو جاتا تھا اُس کی جان ہی لے کر چھوڑتا تھا۔ اپنی رعایا کی سود و بہبود کی اُسے کچھ پروا نہ تھی البتہ مذہب کے نام پر مٹا ہوا تھا اور حروب صلیبہ میں اُس کے مردانہ کارنامے یادگار روزگار ہیں۔ اسی لیئے انگریزی قوم کو اُس کی ذات پر فخر تھا۔ لیکن انگلستان کی تاریخ پر اُس کا کوئی احسان نہیں یہ گاڑی اُس کے عین حیات میں اُس کے بغیر ہی چلتی رہی۔

رچرڈ عہدے اور نصب فروخت کرتا ہے

رچرڈ کی تاج پوشی کی رسم بتاریخ ۳ ستمبر ۱۱۸۹ء عمل میں آئی۔ تخت پر بیٹھتے ہی اس نے تمام سرکاری عہدے اور اعزاز اور کلیسائی اوقاف اور خالصہ اراضیات جن پر اُس کا قابو چل سکا فروخت کرنی شروع کردیں۔ اور تو اور صلیبی جنگ کے لئے روپیہ جمع کرنے کی غرض سے اُس نے فرمان روائے اسکاٹلینڈ کے حلف اطاعت تک کے بیچ کر دام کھڑے کر لئے اور اس طور پر اُسے انگلستان کی باجگذاری سے سبکدوش کردیا۔ صلیبی مہم کے اخراجات کے لئے رقم فراہم کرنے کی دھن میں ایک مرتبہ اس نے یہاں تک کہ دیا کہ اگر کوئی خریدار نظر آئے تو مجھے اُس کے ہاتھ لندن تک بیچ ڈالنے میں عذر نہیں۔ غرض دسمبر کے مہینے میں فلپ شاہ فرانس کے ساتھ جا ملنے کے لئے کہ وہ بھی ارض مقدس کو جا رہا تھا رچرڈ انگلستان سے روانہ ہوگیا اور اپنی ماں الیانار اور اپنے میر عدل ولیم لانگ شانی کو اپنی

غیبت میں ملک کا انتظام کرنے کے لئے چھوڑتا گیا۔
لانگ شانی ایک فرومایہ شخص تھا جس نے وزارت خزانہ کا عہدہ ایک بندھی رقم دے کر رچرڈ سے خریدا تھا۔ ظاہر ہے کہ ایسا رذیل شخص ملک داری کا کسی طرح اہل نہو سکتا تھا۔ انگلستان کے نصیب اچھے تھے کہ رچرڈ کا باپ اپنی زندگی میں دانشمندانہ قوانین بناتا گیا تھا اور انہیں قوانین کی ملک میں اصلی حکومت تھی ورنہ لانگ شانی جیسوں نے تو قلم و کو تہ وبالا ہی کر دیا ہوتا۔ لانگ شانی صرف دو سال حکومت کرنے پایا ملک کے جتنے امرا اور جاگیردار تھے سب کو اُس سے دلی نفرت تھی۔ اُس کی قوت اگر قایم تھی تو صرف ملکہ ایلیانار کے سہارے۔ چنانچہ جب ملکہ ۱۱۹۱ء میں عازم جزیرہ صقلیہ ہوئی تو شہزادہ جان نے باشندگان لندن کی امداد اور رضامندی حاصل کر کے اُسے برطرف کر دیا اور وہ فرار ہو کر نارمنڈی چلا گیا۔ لندن کے "لارڈ میئر" (رئیس بلدیہ) کا عہدہ غالباً اُسی واقعہ کی بدولت قایم ہوا ہے۔ اس لئے کہ جان نے باشندگان لندن کی خدمات کا اعتراف اس شکل میں کیا کہ اول تو ان کی مجلس انتظامی کے حقوق کے برقرار رکھنے کا حلف اٹھایا اور اسی کے ساتھ سب سے پہلی مرتبہ اُن کے لئے ایک رئیس بلدیہ مقرر کیا جس کے اختیارات شہر کی حدود کے اندر قریب قریب شاہانہ اقتدارات کے مساوی

لانگ شانی کا عزل
۱۱۹۱ء

لندن کا پہلا رئیس
۱۱۹۱ء

تھے ۔ لندن کا پہلا رئیس بلدیہ ہنری فٹز آلون مقرر ہوا اور جب تیئیس سال بعد اُس نے وفات پائی تو بادشاہ وقت جان نے اپنا رئیس بلدیہ آپ منتخب کرنے کا حق باشندگان لندن کے ہاتھ بیچ ڈالا۔

اس اثنا میں رچرڈ نے یہ سن کر کہ لوگ لانگ شانی سے ناراض ہیں ایک اور شخص کا تقرر میر عدل کے عہدے پر کردیا۔ ملکہ الیانار بھی صقلیہ سے واپس آگئی جس کا اثر یہ ہوا کہ جان کو جو تخت و تاج غصب کرنے کے منصوبے گانٹھ رہا تھا اپنے غاصبانہ ارادے سے باز آنے پر مجبور ہونا پڑا۔ ارض مقدس سے شاہ رچرڈ کے شجاعانہ کارناموں کی خبریں انگریزی قوم کو وقتاً فوقتاً پہنچتی رہتی تھیں تا آنکہ ایک دن یہ خبر آئی کہ واپسی پر امیر آسٹریا نے اُسے گرفتار کرکے شہنشاہ جرمنی کے ہاتھ بیچ ڈالا ہے اور جب تک کہ اُسے فدیہ دے کر چھڑایا نہ جائے اُس کی رہائی کی کوئی صورت نہیں ہوسکتی۔ فدیہ کی رقم ایک لاکھ پاؤنڈ تھی اور اس رقم کی فراہمی کے لئے ضرور تھا کہ انگلستان کا ہر باشندہ اپنی سالانہ آمدنی اور مال و املاک کا چوتھا حصہ دے اور اس کے علاوہ چار جدید محصول ادا کرے جو اسی غرض سے لگائے جانے تجویز ہوئے تھے۔ جان نے ازراہ غداری شہنشاہ جرمنی کو بہت کچھ آمادہ کرنا چاہا کہ کسی طرح رچرڈ کو قیدی رکھے لیکن

رچرڈ کا فدیہ ۱۱۹۴ء

رچرڈ کی دوسری آمد مارچ تا مئی ۱۱۹۴ء

اس کوشش میں اسے کامیابی نہ ہوئی اور فدیہ کے ادا ہونے پر رچرڈ ۱۳ مارچ ۱۱۹۴ء کو بمقام سینڈوچ لنگر انداز ہوا۔ اس مرتبہ اپنے چہار ماہہ قیام انگلستان کا زمانہ اس نے بیرونی لڑائیوں کے اخراجات کے لئے روپیہ فراہم کرنے میں گزارا اور امیری سے رہا ہونے پر صدر اسقف کی دعائیں لے کر وہ مئی کے مہینے میں روانہ نارمنڈی ہوگیا جس کے بعد اُسے انگلستان واپس آنا پھر کبھی نصیب نہ ہوا۔ جان نے غدارانہ سفلہ پن کی راہ سے جو سلوک اُس کے ساتھ کیا تھا اس کی پاداش میں اُس نے جان کی تمام جاگیرین اور قلعے ضبط کرلئے لیکن اس سے زیادہ اور کوئی سزا نہ دی بلکہ فیاضی سے کام لے کر بے مہر بھائی کو معاف کردیا۔

غیرملکی لڑائیوں کے اخراجات کے لئے روپیہ دینے سے اساقف کا انکار

آیندہ چار سال تک انگلستان کی عنان حکومت ہیوبرٹ والٹر اور جافری فٹز پیٹر کے ہاتھوں میں رہی۔ یہ دونوں میر عدل اپنی خدمات نائب السلطنتہ ہونے کی حیثیت سے وفاداری کے ساتھ انجام دیتے رہے اور رچرڈ کو اپنی معرکہ آرائیوں کے لئے جن بیش قرار رقوم کی ضرورت پڑتی رہتی تھی اُنہیں محصولات کی شکل میں اہل ملک پر بحصہ رسدی عاید کرتے وقت انہوں نے تابحدامکان عدل و انصاف سے کام لیا۔ ایک فائدہ قوم و ملک کو اس سے ضرور ہوا۔ تمام قلمرو میں چونکہ اب امن و امان کا دور دورہ تھا اس لئے لوگوں نے سوچنا شروع کیا کہ آیا

یہ بات مناسب اور قرین صواب ہے کہ بادشاہ اس بے دریغ طریقہ سے رعایا پر ٹیکس لگاتا چلا جائے اور رعایا اس سے کوئی باز پرس نہ کرے۔ شدہ شدہ ان خیالات کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر فراہمی رقم کے موقع پر نائبان سلطنت کو قانونی مجالس منعقد کرنے کی ضرورت پیش آنے لگی۔ ایک مرتبہ تو لنکن اور سالسبری کے استقفوں نے روپیہ دینے سے صاف انکار کردیا اور کہہ دیا کہ ہم کلیسا کے اوقاف کا محاصل غیر ملکی لڑائیوں کے اخراجات کے لئے نہیں دے سکتے۔ اس طور پر اہل ملک کے دل میں یہ خیال مضبوطی سے جمنا شروع ہوگیا کہ اس بات کے تصفیہ میں قوم کی آواز کو بھی دخل ہونا چاہیئے کہ حکومت کو رعایا پر کون کون سے ٹیکس لگانے چاہئیں۔

رچرڈ کی وفات ۱۱۹۹ء

آخر ایک دن یکا یک خبر آئی کہ ۶ اپریل ۱۱۹۹ء کو لیموجی کے قریب قلعہ شالو کا محاصرہ کرتے ہوئے رچرڈ تیر کا ایک کاری زخم کھا کر انتقال کرگیا۔ وہ شجاعت جو رچرڈ کا خاصہ تھی مرتے دم تک قایم رہی۔ چنانچہ جس تیر انداز نے اُسے نشانہ اجل بنایا تھا اُس کو اُس نے کشادہ دلی سے معاف کردیا۔ لیکن جب رچرڈ کی آنکھیں بند ہوئیں تو یہ معافی نظر انداز کردی گئی اور وہ شخص بے رحمی سے مار ڈالا گیا۔

جان المخاطب بہ منحوس

۱۱۹۹ء لغایت ۱۲۱۶ء

اب ہم انگلستان کے ایک ایسے بادشاہ کے حالات پر قلم اٹھاتے ہیں جس کی نسبت ایک کلمۂ خیر بھی نہیں کہا جا سکتا۔ یہ سچ ہے کہ اُس کا زمانہ انگلستان کے لئے نہایت اہم تھا اور اُس کے عہد میں اہل انگلستان کو آزادی کے بڑے بڑے حقوق حاصل ہوے لیکن برائی سے یہ اچھائی محض اس لئے پیدا ہوئی کہ بادشاہ کے ظلم و ستم سے تنگ آکر رعایا اُٹھ کھڑی ہوئی اور حق و عدل کے حقوق اُس سے جبراً لے کر رہی۔ جان وجیہ و شکیل اور خوش طبع و رنگین مزاج تھا۔ تعلیم بھی اچھی پائی تھی قابلیت بھی رکھتا تھا لیکن پرلے درجے کا سفاک عیاش طماع بد عہد اور نفس پرست واقع ہوا تھا۔ باپ کو اُس نے دغا دی۔ بھائی کے ساتھ اس نے غداری کی۔ تخت بادشاہی پر بیٹھا تو بھتیجے کی اُس نے بیخ کنی کی رعایا کو اُس نے ستایا غرض کسی موقع پر اپنے شاہانہ قول و قرار کا پاس نہ کیا۔

جان کی سیرت

آرتھر اور شاہ فرانس کے ساتھ جنگ

رچرڈ کی وفات کے وقت جان پاس ہی موجود تھا حاضرالوقت امرا نے اُسے اپنا بادشاہ تسلیم کر کے اُس کی اطاعت کا حلف اٹھایا اور انگلستان میں بھی وہ بلا پس و پیش حکمران منتخب ہو گیا اس لئے کہ جافری کے بیٹے آرتھر والی

برٹنی کی عمر صرف بارہ سال کی تھی اور اسی لئے اُس کا ساتھ دل سے کسی نے نہ دیا۔ البتہ فرانس کی حالت انگلستان سے جداگانہ تھی۔ جان نے نارمنڈی۔ پائٹو اور ایکویٹین کے صوبوں پر تو کسی قدر جدو جہد کے بعد قبضہ کر لیا لیکن صوبہ انجو کا حقیقی امیر آرتھر تھا اسی لئے انجو۔مین اور برٹنی کے علاقوں کی آبادی اُس کی حمایت پر کمربستہ ہوگئی۔ دیرینہ سال ملکہ الیانار نے جس کی عمر اب اسّی برس کی ہوچکی تھی جان کی طرف داری کا اعلان کیا اور فرانس کا بادشاہ فلپ آرتھر کی حمایت میں تیغ بکف ہو گیا۔ یہ جنگ کچھ کچھ وقفہ کے ساتھ تین سال تک جاری رہی تا آنکہ شہزادہ آرتھر کو جس نے صوبہ پائٹو کے قلعہ مرابل میں اپنی دادی الیانار کو گھیر رکھا تھا جان نے شکست دے کر گرفتار کر لیا۔

آرتھر کا قتل
۱۲۰۳ء

اب ایک ایسا فعل شنیع وقوع میں آیا جس کی یاد سے آج تک ہمارے رونگٹے کھڑے ہو ہو جاتے ہیں گرفتاری کے وقت آرتھر کی عمر پندرہ سال تھی۔ جان نے اُسے روئن کے نئے حصار میں قید کر دیا مگر بہادر لڑکے نے صاف کہہ دیا کہ میں تاج انگلستان کے دعوی سے دست بردار نہیں ہوسکتا۔ اس کے بعد ہی وہ دنیا کے پردے سے ہمیشہ کے لئے غائب ہوگیا۔ شیکسپیر نے اپنے ناٹک میں اس شجاع دلو خیز شہزادے کے شرم ناک قتل کی تصویر کھینچ کر ہمارے دلوں میں غصہ وغضب اور رحم و ہمدردی کے جذبات

کا تلاطم برپا کر دیا ہے۔ لیکن یہ ایک ڈراما نویس کی جادو نگاری کا کرشمہ ہے۔ اصل حقیقت کا علم ہمیں صرف اس قدر ہے کہ یورپ بھر میں گھر گھر اس بات کے چرچے ہونے لگے کہ جان نے اپنے بھتیجے کو مروا ڈالا ہے اور اس میں ذرا شک نہیں کہ یہ الزام درست تھا۔ جان کا قبضہ اپنی فرانسیسی جاگیرات پر فلپ شاہ فرانس کے محکوم ہونے کی حیثیت سے تھا چنانچہ فلپ نے اُسے

نارمنڈی اور انجو کے علاقہ جان کے قبضے سے نکل گئے۔

حکم دیا کہ آرتھر کے قتل کا جو الزام اُس پر لگایا جارہا ہے اُس کی صفائی اپنے ہم چشم امرائے دولت کے مواجہ میں آکر پیش کرے۔ جان نے امتثال امر سے پہلو تہی کی۔ اس پر فلپ نے اُس کی تمام فرانسیسی جاگیرات کی ضبطی کا اعلان کر دیا۔ ملک کے اکثر امرا بھی اُس کے مخالف ہو گئے اور اُس کی ماں بھی انتقال کر گئی۔ بالآخر بجز اُن جزایر کے جو آبنائے انگلستان میں واقع ہیں (دیکھو نقشہ نمبر ۳) شمالی فرانس کے تمام مقبوضات جان کے ہاتھ سے نکل گئے منتہائے جنوب میں ایک فقط گاسکنی کا علاقہ جو اُس کی ماں کی ملک سے تھا اور صوبہ ایکویٹین کا ایک حصہ قلیل اُس کے قبضہ میں رہا۔ نارمنڈی اور انجو کو از سر نو مسخر کرنے کے لئے اُس نے بیشک متعدد کوششیں کیں لیکن یہ سب کوششیں رایگاں گئیں۔ غرض اُس ناپاک قتل کی پاداش میں جس کے ارتکاب سے اُس نے تخت انگلستان پر قبضہ کیا اُس کا تمام آبائی ترکہ ایک سلطنت اُس کے ہاتھ سے جاتا رہا۔ جان کے اس نقصان سے

انگلستان کو یہ ایک بہت بڑا فائدہ ضرور ہوا کہ آیندہ کے لئے اس ملک کے تاجدار اور امرا اسی کے ہو گئے۔ اب تک وہ انگریزی قوم کا روپیہ خرچ کر کے غیر ملکوں میں جنگ کیا کرتے تھے۔ اب ضرور ہوا کہ وہ انگلستان ہی کو اپنا گھر بنائیں اور اہل انگلستان ہی کے ساتھ قرابت اور دوستی کے رشتے قایم کریں۔

اسٹیفن لینگٹن کا انتخاب

لیکن جان کے لئے جلد ہی ایک نئی الجھن پیدا ہوگئی۔ گزشتہ پانچ سال سے صدر اسقف ہیوبرٹ وزارت خزانہ کے منصب پر مامور تھا اور ملک کا انتظام اُس نے نہایت اچھا کیا تھا۔ جب ۱۲۰۵ء میں اُس کا انتقال ہوا تو کنٹربری کے پادریوں نے اس خیال سے کہ جان یقیناً اس ذمہ داری کی خدمت پر کسی اپنے حاشیہ نشین ہی کا تقرر کرے گا خفیہ طور پر خود ایک صدر اسقف منتخب کر لیا۔ جان کو جب اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو اُس نے اُن میں سے بعض پادریوں کو ایک اور صدر اسقف کے انتخاب پر مجبور کیا۔ دونوں اسقفوں نے پاپائے انوسنٹ ثالث سے فریاد کی لیکن پاپا نے دونوں کو الگ کردیا اور جن چھ پادریوں کا وفد فریاد لے کر آیا تھا اُن سے قرعہ انتخاب ایک نیک نفس اور متدین انگریزی قسیس اسٹیفن لینگٹن کے نام ڈلوا دیا جو اس وقت روما میں قیام پذیر تھا۔ جان نے لینگٹن کا داخلہ انگلستان ہی بند کردیا اور اپنے اس فیصلہ پر

انگلستان کے لئے مذہبی بندش ۱۲۰۸ء

ایسا اڑا کہ آخر پاپا نے ۱۲۰۸ء میں سارے قلمرو انگلستان کے حق میں مذہبی بندش کا حکم امتناعی جاری کر دیا یعنی تمام پادریوں کو ہدایت کر دی کہ نہ تو گرجاؤں میں لوگوں کے نکاح پڑھائیں نہ قبرستانوں میں مردوں کو دفن ہونے دیں اور رسم اصطباغ کی انجام دہی یا کسی دم توڑتے شخص کے حق میں دعا مانگنے کے علاوہ گرجا میں دعا یا نماز کی قسم سے کوئی مذہبی رسم نہ انجام دیں۔ چار سال تک یہ سخت بندش قایم رہی۔ گرجاؤں میں کوئی گھنٹی نہ بجی۔ کوئی دعا نہ مانگی گئی۔ کوئی نماز نہ ادا کی گئی۔ مردے مذہبی رسوم کے بغیر کھائیوں اور چراگاہوں میں گڑھے کھود کر گاڑ دئے جاتے رہے۔

حلقۂ کلیسا سے جان کا اخراج ۱۲۰۹ء

ملک کے حق میں یہ ایک بہت بڑی سختی تھی اس لئے کہ جھگڑا تو اصل میں حکومت اور کلیسا کے درمیان تھا اور رعایا بچاری مفت میں مصیبت جھیل رہی تھی لیکن جان کو اس کی خس برابر بھی پروا نہ ہوئی۔ وہ الٹا کینہ توزی پر اتر آیا اور کلیسا سے اس طرح بدلہ لیا کہ اسقفوں اور قسیسوں کا تمام مال و املاک ضبط کر کے جو رقم اس طرح وصول ہوئی اُس سے آئرلینڈ اسکاٹلینڈ اور ویلز کی لڑائیوں کا خرچ پورا کیا۔ اس پر انوسنٹ نے ۱۲۰۹ء میں جان کو کلیسا کی برادری کے حلقہ سے خارج کر کے اس حکم کو عام کر دیا کہ کوئی شخص جان کی اطاعت نہ کرے اب بھی جان کے بھانوین نہ ہوا

بلکہ جن جن لوگوں نے پاپا کے احکام کا امتثال کیا انہیں سزائیں دینی شروع کیں۔ چنانچہ نارچ کے بڑے پادری کو عدول حکمی کی پاداش میں اُس نے سیسے کے ایک گرانبار سرپوش کے نیچے کچلوا ڈالا۔ امرائے سلطنت جب دربار سے ایک ایک کرکے رخصت ہوگئے تو جان نے اُن کے قلعوں پر قبضہ کرلیا اُن کے بچوں کو گرفتار کرلیا اور اُن کی بیبیوں اور بیٹیوں کے ساتھ شرمناک سلوک کیا۔ آخر ۱۲۱۲ء میں پاپائے روما نے جان کی معزولی کے اعلان کے ساتھ فلپ شاہ فرانس کو انگلستان پر فوج کشی کا حکم صادر کردیا۔

جان پاپا کی اطاعت قبول کرتا ہے ۱۲۱۳ء

اب جان کے حواس ذرا ٹھکانے ہوئے اس لئے کہ خود اُس کی ذات کو نقصان پہنچتا نظر آتا تھا۔ اگر اُس کے تعلقات رعایا سے اچھے ہوتے تو اُسے پاپا اور فلپ دونوں کی مخالفت کی پروا نہ ہوتی لیکن اُسکی بدکرداریوں نے تمام لوگوں کے دلوں میں اُس کی طرف سے نفرت ڈال دی تھی اور کوئی شخص اُس کا ساتھ دینے کے لئے تیار نہ تھا۔ کسی منجم نے پیشینگوئی کی تھی کہ "ہنشن ڈے" (یوم صعود مسیح) سے پہلے پہلے کہ یہ دن جان کے جلوس کی سالگرہ کا دن تھا جان کی حکومت کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اُس پیشینگوئی سے حواس باختہ ہوکر اُس نے نہ صرف لینگٹن کا تقرر صدر اسقف کے عہدہ پر منظور کرلیا بلکہ ازراہ غایت تذلل تاج انگلستان پاپا کے وکیل مطلق پنڈلف کے

حوالے کر کے پھر وہی تاج پاپا کی باجگذار رعایا ہونے کی حیثیت سے واپس لیا۔ اپنے اس طرز عمل سے جان نے پاپایان روما اور تاجداران انگلستان کے درمیان ایک طویل و مدید کشمکش کی طرح ڈال دی جس کا سلسلہ تین سو سال سے زیادہ عرصہ تک قایم رہا۔

قوم کی بڑھتی طاقت

جان نے لینگٹن کا تقرر منظور کرنے کو تو کر لیا لیکن یہی تقرر خود اُس کے گلے کا ہار ہوگیا۔ ہنری ثانی اور رچرڈ کے خاموش و پُرامن دور حکومت میں قوم کی قوت سالہاسال سے بڑھ رہی تھی شہروں میں جب صدائے جرس پر اہل شہر کا جلسہ منعقد ہوتا تھا جلسہ کے اراکین امور زیر بحث پر آزادی سے گفتگو کرنے کے خوگر ہو چلے تھے۔ تجار کی مجالس قوانین تجارت معین کرتی تھیں۔ پیشہ وروں کی مجالس اہل حرفہ کو ارباب اقتدار کی سخت گیریوں سے بچاتی تھیں۔ اور جب کبھی بادشاہ وقت کو روپیہ کی ضرورت پیش آتی تھی تو بہت سے نئے مراعات رقم دے کر خرید لئے جاتے تھے۔ یونیورسٹیوں میں طلبہ کو مساوات کا سبق ملنے لگا تھا۔ انگریز۔ نارمن آیرش اور ویلش نسل کے طالبان علم بلالحاظ درجہ و رتبہ عام اس سے کہ وہ امیرزادے ہوں یا دہقان زادے دوستانہ اور ہمچشمانہ برابری کی حیثیت سے آپس میں ملتے تھے دیہات میں بھی، آزادی کی یہ روح اپنا کام کر رہی تھی۔

مالک و مملوک کی باہمی ذمہ داریوں کا تعین قانون نے کر دیا تھا۔ دونوں کو ایک دوسرے کے مقابلہ میں خاص خاص حقوق حاصل تھے۔ مزارع بسا اوقات آزاد ہوتا تھا اور بجائے محنت کے اپنے آقا کا حق خدمت ایک بندھی رقم کے ذریعہ سے ادا کر دیتا تھا۔ غرض قوم کے مختلف طبقوں میں اب اس قدر یکجہتی پیدا ہوگئی تھی کہ ایک ظالم بادشاہ کے مقابلہ میں عوم الناس اور امرا کے متحد ہو جانے کی صورت نکل آئی تھی۔

امرا کی طرف سے قبائز آزادی کا مطالبہ۔

اُن کو صرف ایک ایسے شخص کی ضرورت تھی جو اُنھیں رستہ دکھائے ور اُن کا سرگردہ بنے۔ یہ بیڑا لینگٹن نے اٹھایا اور علم انقلاب کے بلند ہونیکی تیاریاں ہونے لگیں۔ ۴ر اگست ۱۲۱۳ء کو اسقفوں امیروں اور شہروں کے شریفوں کا ایک جلسہ اس مسئلہ پر غور کرنے کے لئے منعقد ہوا کہ جن اسقفوں کا مال ومتاع جان نے لوٹ لیا ہے اُن کی کس قدر رقم حکومت کے ذمہ واجب الادا ہے۔ اس پر جافری فٹنر پیٹر میر عدل نے امرا سے مخاطب ہو کر کہا کہ اگر آپ لوگ جان کے مظالم اور سخت گیریوں کو برداشت کرنے پر رضامند ہیں تو اس میں کسی کا کیا قصور ہے۔ ساری خطا خود آپ لوگوں کی ہے۔ ورنہ اگر آپ چاہیں تو استحقاقاً بادشاہ کو ہنری اول کے قوانین کے اتباع پر مجبور کر سکتے ہیں۔ اِس کے چند ہفتے بعد سینٹ پال

کے گرجا میں ایک اور جلسہ ہوا جس میں اسٹیفن لینگٹن نے ہنری اول کا ضابطہ قوانین پیش کیا اور جلسہ کے متفقہ فیصلہ کے موافق فٹز پیٹر نے دونوں جلسوں کے مطالبات جان کے روبرو پیش کر دئے قضائے کار عین اسی زمانہ میں فٹز پیٹر کا انتقال ہوگیا اور جان نے میر عدل کے عہدہ پر اپنے ایک بدیسی حاشیہ نشین کو مامور کر دیا۔ لیکن حقوق طلبی کی جنگ کا سلسلہ صدر استقف لینگٹن نے برابر جاری رکھا اور شمالی و جنوبی علاقہ جات کے امرا نے بمقام اڈمنڈ سبری خفیہ طور پر عہد و پیمان کیا کہ یا تو حقوق کے ایک منشور پر جان سے دستخط کرا کر رہیں گے یا تلوار سے اُس کا مقابلہ کریں گے۔ چنانچہ ۱۲۱۵ء کے ماہ جنوری میں انہوں نے اپنے مطالبات بادشاہ کے سامنے پیش کر دئے۔

جان منشور اعظم پر دستخط کرتا ہے ۱۲۱۵ء

امرا کی اس جابرستانہ کارروائی نے جان کے ہوش پراگندہ کر دئے اور تو اُس سے اس وقت پر کچھ بن نہ پڑا البتہ تین مہینے کی مہلت اُن کے مطالبات پر غور کرنے کے لئے طلب کی۔ یہ بھی اُس کا ایک داؤں تھا۔ بجائے اُس کے کہ وہ اہل ملک کے حقوق کی نوعیت کی تحقیقات کرتا اُس نے چپکے چپکے فوج فراہم کرنی شروع کر دی اور اپنا نام صلیبی جنگ آزماؤں کی فہرست میں داخل کرا لیا تاکہ اُس کے خلاف جنگ کرنے والا دینی بے حرمتی کا مرتکب سمجھا جائے۔ لیکن امرا

بچی گولیاں نہ کھیلے تھے۔ انہوں نے تلواریں نیام سے نکال
لیں اور سارا ملک اُن کے ساتھ ہوگیا۔ جان کی تمام امیدیں
اب خاک میں مل گئیں۔ سارا ملک ایک طرف تھا اور وہ
یکہ و تنہا ایک طرف۔ صرف سات فوجی سرداروں نے اُس
کا حق رفاقت ادا کیا اور انہیں کو لے کر اپنے سرکش امرا سے
رنی میڈ میں جو ونڈسر کے قریب دریائے ٹیمز کے کنارے
واقع ہے مقابل ہوا ۱۵ر جون ۱۲۱۵ء کو اُس نے اپنی مرضی
کے خلاف طوعاً وکرہاً منشور اعظم پر دستخط ثبت کئے اور یہی
وہ اساسی ضابطہ ہے جس نے اُس وقت سے لیکر آج کے
دن تک انگریزوں کی آزادیوں کی نگہداشت کی ہے اس
قبالۂ اعظم کے اکثر قوانین کچھ نئے نہیں تھے بلکہ پہلے سے دوسرے
شاہی منشوروں کے اندر درج چلے آتے تھے۔ اس کے
دو فقرے خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ پہلے فقرے کا مضمون
یہ تھا کہ بادشاہ مجاز نہ ہوگا کہ اپنی مرضی سے اپنی رعایا کو
جب اور جس طرح چاہے قید کردے یا سزا دے۔ بلکہ
ضرور ہے کہ ہر شخص کے داد رس اُس کے برابر والے ہوں
دوسرے فقرے کی رو سے بادشاہ کو اسقفوں امیرالامراؤں
اور بڑے اور چھوٹے درجہ کے جاگیرداروں کی رضامندی
کے بغیر ٹیکس لگانے کا اختیار حاصل نہ تھا۔ باقی فقرات
کے ذریعہ سے زیادہ تر قدیم حقوق کی تجدید کی گئی تھی لیکن
بڑی بات اس قبالہ میں یہ تھی کہ دوسرے منشوروں میں تو بادشاہ

منشور اعظم کے فواید | اپنے جلوس کے وقت محض اُن قوانین کا اعلان کردیا کرتا تھا جن سے رعایا پر حکومت کرنی مقصود ہوتی تھی اور یہ منشور اعظم ایک معاہدہ تھا جس پر دستخط کرنے کے لئے رعایا نے ایک ظالم بادشاہ کو مجبور کیا تھا۔ قوم اب اس قدر طاقتور ہوگئی تھی کہ قوانین کی بجا آوری اور دوسروں کے حقوق کی تکریم پر کیا رعایا اور کیا بادشاہ دونوں کو یکساں مجبور کرے۔ امرا نے اپنے اور نیز عوام کے حقوق کے نفاذ کا یہاں تک تہیّہ کر لیا تھا کہ اُن میں سے پچیس امیروں کی ایک مجلس اس غرض سے مقرر کی گئی کہ بادشاہ نے جو وعدے کئے ہیں اُن کے ایفا کی نگرانی کرے اور اِس کو یہ اختیار دیا گیا کہ نقض عہد کی صورت میں شاہی قلعوں اور زمینوں پر قبضہ کرلے

جان اور اس کے امرا کی جنگ | جان جی میں ٹھان چکا تھا کہ اپنا عہد کبھی پورا نہ کرے گا۔ امرا کو وہ بلطایف الحیل ٹالتا رہا اور ساتھ ساتھ بدیسوں کی فوج فراہم کرتا رہا۔ پاپا سے بھی اُس نے مدد مانگ بھیجی اور بالآخر خانہ جنگی کا بازار گرم ہوگیا۔ جان کو متعدد معرکوں میں فتح حاصل ہوی اور انگلستان کے شمال میں جو کچھ اُس کے سامنے آیا حوالہ تیغ و آتش ہوتا گیا۔ آخرکار جان کی غدّارانہ بدعہدیوں نے امرا کا پیمانہ

لوئی فوج لے کر آتا ہے | صبر چھلکا دیا اور انھوں نے شاہ فرانس کے سب سے بڑے بیٹے لوی کو انگلستان کی

عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لینے کے لئے بلا بھیجا۔
چنانچہ لوی ایک لشکر جرار لے کر روانہ ہوگیا لیکن موت نے
چند مہینے بعد انگلستان کو اس ظالم فرمانروا کی گرفت بیداد سے
چھڑا لیا۔ لنکن شایر کی دلدلوں میں واش کی ندی کو عبور کرتے
وقت جان کا تمام خیمہ وخرگاہ اور جواہرات اور تاج جو اُسے
اپنی رعایا سے بہت زیادہ محبوب تھا موجوں کی نذر ہوگیا۔
دوسرے دن "سوانزہیڈ" (سرخوک) کے منہ میں

جان کی وفات ۱۲۱۶ء

اُس کی طبیعت بگڑ گئی مگر وہ بیماری کی حالت
ہی میں آگے بڑھا چلا گیا۔ اور ۱۹۔ اکتوبر ۱۲۱۶ء
کو بمقام نیوارک انتقال کرگیا۔ جان نے دو کم سن لڑکے
ہنری اور رچرڈ یادگار چھوڑے اور جب اُس کی آنکھیں بند
ہوئی ہیں تو ملک کی یہ حالت تھی کہ چاروں طرف خانہ جنگی کا
ہنگامہ برپا تھا اور غیر ملکی افواج کی قطاروں سے میدان بھرے
پڑے تھے۔

حصہ سوم
انگریزی پارلیمنٹ کی اٹھان

قبالۂ اعظم سے لے کر فرمانروایان خاندان لینکسٹر تک کے بادشاہ

جان

دیکھو نقشہ مندرجۂ صفحہ ۷۳

ہنری سوم
سال ولادت [illegible] سال وفات [illegible] عہد حکومت [illegible] لغایت [illegible]
پراونس کی شہزادی ایلینار سے عقد کیا

- **ایڈورڈ اول**
  سال ولادت [illegible] سال وفات [illegible] عہد حکومت [illegible] لغایت [illegible]
  کیسٹیل کی شہزادی ایلینار اور بعدہٗ فرانس کی شہزادی مارگریٹ سے عقد کیا
  - **ایڈورڈ دوم**
    [illegible] میں پیدا اور [illegible] میں قتل ہوا
    عہد حکومت [illegible] لغایت [illegible]
    فرانس کی شہزادی اسابلا سے عقد کیا
    - **ایڈورڈ سوم**
      سال ولادت [illegible] سال وفات [illegible]
      عہد حکومت [illegible] لغایت [illegible]
      ہنیالٹ کی شہزادی فلپا سے عقد کیا
      - **ایڈورڈ المعروف بہ شہزادہ سیاہ پوش**
        سال ولادت [illegible] سال وفات [illegible]
        - **رچرڈ دوم**
          ۱۳۶۶ء میں پیدا ہوا اور ۱۳۹۹ء میں تخت سے اتار دیا گیا
          زمانہ حکومت [illegible] لغایت ۱۳۹۹ء
          بوہیمیا کی شہزادی این بعد ازاں فرانس کی شہزادی اسابلا سے عقد کیا
      - **جان آف گانٹ**
        بلانچ رئیسہ لینکسٹر سے عقد کر کے امیر الامرائے لینکسٹر ہوا
- **ایڈمنڈ امیر لینکسٹر**
  - **تامس امیر لینکسٹر**
    فرقہ "ڈسپنسرس" (مقربین) سے انحراف کرنے کے باعث [illegible] میں اس کی گردن ماری گئی
  - **ہنری امیر لینکسٹر**
    - **ہنری امیر الامرائے لینکسٹر**
      - **بلانچ رئیسہ لینکسٹر** (جان آف گانٹ سے عقد)
        - **ہنری**
          امیر ڈاربی و امیر الامرائے لینکسٹر
          جو آگے چل کر ہنری چہارم کے لقب سے تخت نشین انگلستان ہوا

آٹھواں باب

امرا کی جنگ

ہنری سوم ۱۲۱۶ء لغایت ۱۲۷۲ء

شاہ جان اس دنیا سے اُٹھ چکا تھا اور فرشتہ اجل نے اُس سے عہد کرنے یا عہد کو توڑنے کی قابلیت چھین لی تھی۔ امرا نے فرانس کے شہزادہ لوی کو دعوت دینے میں جو غلطی کی تھی اُس پر پشیمان ہونے کی نوبت اب آچلی تھی کیونکہ اُنہیں معلوم ہوگیا تھا کہ شہزادہ لوی اُن کی جاگیریں اپنے فرانسیسی امیروں کو بخش دے گا۔ اسی لئے وہ انگلستان کے کم سن شہزادہ ہنری کو جس کی عمر اس وقت صرف نو سال کی تھی اپنا بادشاہ بنانے کے لئے بطیب خاطر آمادہ تھے۔ غرض ونچسٹر کے اسقف نے جان کی وفات کے دس دن بعد گلاسٹر میں شہزادہ

نو عمر ہنری کی تخت نشینی ۲۸ اکتوبر ۱۲۱۶ء

کے سر پر تاج رکھا۔ تاج تو دریا میں غرق ہوگیا تھا اس لئے تاجپوشی کی رسم ایک سادہ طلائی حلقے کے ذریعہ سے انجام دی گئی۔ اور ہنری نے پاپا کے وکیل مطلق گوالو کے سامنے باجگذارانہ حیثیت سے روما کی اطاعت کا حلف اٹھایا۔ اس موقع پر قبالہ اعظم از سر نو شائع کیا گیا تھا

وہ فقرہ حذف کردیا گیا جس کا یہ مضمون تھا کہ ٹیکس لگانے کیلئے بادشاہ کو رعایا کی رضامندی حاصل کرنی لازم ہوگی۔ پمبروک کا دیرینہ سال اور دانشمند امیر ولیم مارشل جو ہنری کے باپ دادا کی رفاقت میں ثابت قدم رہتا چلا آیا تھا بادشاہ کا اتالیق اور نائب السلطنت مقرر ہوا رفتہ رفتہ تمام امرا نے جو جادۂ اطاعت سے منحرف ہوگئے تھے حکومت کے آگے سر متابعت خم کردیا

شہزادہ لوئی کی فرانس کو مراجعت ۱۲۱۷ء

شہزادہ لوی تخت انگلستان پر قبضہ کرنے کے لئے ابھی تک جدوجہد کررہا تھا لیکن انگریزی قوم کی متفقہ طاقت کے آگے اس کی کچھ پیش نہ گئی۔ ۲۰۔ مئی ۱۲۱۷ء کو امیر پمبروک نے اُس کی فوجوں کو لنکن کے کوچوں میں شکست دی اور ۲۴۔ اگست کو ہیوبرٹ ڈی برا کے ہاتھوں اُس کے بیڑے نے آبنائے انگلستان میں زک اٹھائی ان حالات میں اُس نے اس معاہدہ کو بہت غنیمت سمجھا جو فریقین کے درمیان بمقام لیمبتھ قلمبند ہوا اور جس کی رو سے روپیہ کی کچھ رقم اُس کے ہاتھ آئی۔ چنانچہ وہ یہ رقم لے کر انگلستان سے رخصت ہوگیا دو سال بعد کہن سال امیر پمبروک کا انتقال ہوگیا اور پیٹر ڈی روشے اسقف ونچسٹر نوخیز فرمانروا کا اتالیق مقرر ہوا۔ حکومت کا انتظام ہیوبرٹ ڈی برا میر عدل اور نیک نہاد اسٹیفن لینگٹن صدر اسقف کے سپرد ہوا۔ ۱۲۲۰ء میں صدر اسقف نے ہنری کی تخت نشینی کی رسم دوبارہ انجام دی اور ۱۲۲۷ء میں بعمر بست سالگی اس نے نظم ونسق سلطنت کی عنان خود اپنے ہاتھ میں لے لی۔ اول اول اس تغیر سے سلطنت کے انتظام میں کوئی

بادشاہ کا عہد طفولیت ۱۲۱۶ء لغایت ۱۲۲۷ء

حقیقی فرق نہ آنے پایا اس لئے کہ ہنری کے مشیر اُس کی خاص مجلس شوری کی حیثیت سے برابر انجام دیتے رہے۔ اسی مجلس سے اُس کونسل کی ابتدا ہوئی جو ہمارے زمانہ میں "پریوی کونسل" کے نام سے مشہور ہے

رعایا کی حالت

شہر و دیہ دونوں جگہ کی رعایا خوش حال تھی۔ یہ سچ ہے کہ خانہ جنگی کا طوفان ملک بھر میں اپنے پیچھے فساد و اضطراب کی ایک لہر چھوڑتا گیا تھا۔ سڑکوں اور شاہراہوں پر رابن ہڈ۔ لٹل (کوچک) جان اور فرایر (برادر) ٹک کی وضع و قماش کے دیدہ دلیر ڈاکو منڈلاتے پھرتے تھے لیکن ان قزاقوں کا قاعدہ تھا کہ زیادہ تر مال دار مسافروں ہی کو لوٹتے تھے لوگوں کے گھروں پر چھاپے نہ مارتے تھے۔ فصلیں عموماً اچھی ہوتی تھیں۔ مزدوری پیشہ لوگوں تک کو جو اور کبھی کبھی گیہوں کی روٹی کھانے کو اور جو کی شراب پینے کو بکثرت مل جاتی تھی۔ دسترخوان پر مچھلی بھی ہوتی تھی اور پنیر بھی۔ لوگ موسم سرما میں اپنے پہننے کا کپڑا خود بنتے تھے۔ چمڑے کی دباغت خود کرتے تھے اور لکڑی کے جن اوزاروں کی ضرورت ہوتی تھی خود تیار کرتے تھے۔ کشتی بھنکیتی اور تیز اندازی جس کا سیکھنا قانوناً لازمی تھا اُن کے دل لگی کے مشغلے تھے۔ یہ مشاغل سال میں کئی بار دہقانوں اور امیروں کی افسردہ زندگانی کے اکتا دینے والے طلسم کو اپنی بوقلموں کی لوح سے توڑا کرتے تھے کبھی کبھی کوئی دیہاتی اپنے آقا سے کسی شہر میں جاکر تجارت کرنے کی اجازت لے لیتا تھا یا فوج میں بھرتی ہوکر بادشاہ کے دشمنوں سے لڑنے کے لئے انگلستان سے باہر

چلا جاتا تھا یا گاؤں کے پادری سے لکھنا پڑھنا سیکھ کر اُس کی سفارش پر تسلیم کو تکمیل کرنے کے لئے یونیورسٹی میں داخل ہوتا تھا۔ شہروں میں بھی گرانبار شاہی محصولات کے باوجود اندرونی اور بیرونی تجارت ترقی کرتی جاتی تھی۔ دیہات کے

میلے باشندے جو چیزیں اپنے لئے خود نہ بنا سکتے تھے انہیں جاگیر کا خانسامان میلوں سے خرید لیتا تھا۔ یہ میلے بادشاہ کی خاص اجازت سے ہر سال ملک کے مختلف حصوں میں بھرتے تھے اور جو سامان ان میں فروخت ہوتا تھا اُس پر بادشاہ محصول وصول کرتا تھا۔ ان میلوں سے رعایا کو بہت بڑا فائدہ پہنچتا تھا اگرچہ بعض دفعہ جب ہنری کو روپیہ کی ضرورت ہوتی تھی تو وہ لندن جیسے مقامات میں بھی جہاں اُن کی کچھ ضرورت نہ تھی اُن کے لگانے جانے کا حکم دے دیتا تھا اور اس سے مستقل دکانداروں کو نقصان پہنچ جاتا تھا۔ اِسی عہد کے اندر ۱۲۵۷ء میں اول اول طلائی سکے انگلستان میں مسکوک ہوئے لیکن اُن کا عام چلن کہیں ۱۳۴۴ء میں جا کر ہوا۔

پاپا انگلستان سے روپیہ وصول کرتا ہے رعایا اگرچہ خوش حال و فارغ البال تھی لیکن بادشاہ اور امرا کے تعلقات کشیدہ ہوکر پھر ایک خطرناک صورت اختیار کر رہے تھے۔ ۱۲۲۸ء میں صدر اسقف لینگٹن کا انتقال ہوگیا اور اُس کی وفات کے بعد پاپائے گریگوری نہم انگلستان کے ساتھ اس طرح سلوک کرنے لگا گویا کہ یہ ملک اُس کی ذاتی جاگیر تھا۔ آئے دن بڑی بڑی رقمیں منگا بھیجتا تھا

اور اپنے جنگی مصارف ادا کرنے کے لئے انگلستان کے ہر پادری کے مال و املاک تک کا دسواں حصہ ہتیا لیتا تھا۔ اس پاپا نے انگلستان کے اعلیٰ و ادنیٰ کلیسائی مناصب پر بھی اطالوی پادریوں کو مقرر کردیا تھا اور وہ انگریزی روپیہ سے جیبیں بھرتے چلے جاتے تھے۔ ان بدیسی پادریوں کو رعایا کے سود و بہبود کی مطلق پروانہ تھی اور اگر پیشوایان مذہب کی اُس جماعت کے دو جدید طبقے انگلستان میں آکر اشاعت علم کی خدمت سر انجام نہ دیتے جو فرایر یعنی اخوان کے نام سے موسوم ہے تو لوگ جہالت اور وحشت کی پستی میں پڑے رہتے۔ اُن میں ایک طبقہ ڈامینکی اسود کہلاتا تھا۔ ڈامینکی اُنہیں اس لئے کہتے تھے کہ اُن کے پیشوا کا نام ڈامینک تھا جو ایک

طبقہ برادران کلیسا

ہسپانوی نژاد راہب تھا۔ دوسرا طبقہ ایک اطالوی راہب فرانسس ساکن اسیسی سے نسبت اتباع رکھنے کے باعث فرانسکی یا ابیض کے نام سے موسوم تھا۔ راہبوں کی یہ اخوت مختلف اقوام کے نیک نفس افراد سے مرکب تھی جنہوں نے مفلسانہ و تہیدستانہ زندگی بسر کرنے کی منت مان رکھی تھی۔ وہ تمام ایشیا اور یورپ میں ننگے پاؤں سفر کرتے پھرتے تھے اور لباس کی قسم سے اُن کے جسم پر ایک ادنیٰ لبادہ ہوتا تھا جس کے گرد سن کا ایک پٹکا بندھا رہتا تھا۔ انگلستان میں آکر انہوں نے اس ملک کے شہروں کے ذلیل و رذیل ترین محلوں میں سکونت

اختیار کی اور لوگوں کے اصلاح کے لئے جا بجا پھر کر شبانہ روز مساعی کا سلسلہ جاری کردیا۔ انہیں برادران کلیسا میں سے ایک برادر مشہور و معروف راجر بیکن ہے جس کی معرکۃ الآرا تصنیف "اوپس میجس" نے اول اول لوگوں کی توجہ کو مسائل حکمیہ کی طرف منعطف کیا۔

ہنری مطلق العنان ہوکر حکومت کرتا ہے ۱۲۳۲ء لغایت ۱۲۵۸ء

۱۲۳۲ء میں بادشاہ نے ہیوبرٹ ڈی براکی طرف سے بدگمان ہوکر میر عدل کا منصب اُس سے چھین لیا اور عنان اختیار خود اپنے ہاتھوں میں لے کر اُن مشیران باتمیز کی جگہ جو اس خوش اسلوبی سے حکومت کا انتظام کرتے چلے آئے تھے محض معمولی کارکن مقرر کر دئے۔ اُسی دن سے شیرازہ نظم ونسق درہم و برہم ہونے لگا۔ اس لئے کہ ہنری متلون المزاج خود بیں مسرف کانون کا کچا تھا اس میں کچھ خوبیاں بھی مزود تھیں مثلاً اُس کے اخلاق وسیع تھے شاعری اور فنون لطیفہ سے اُسے خاص لگاؤ تھا۔ ویسٹ منسٹرایبی کی عمارت کو اس شکل میں اُسی نے مکرر تعمیر کرایا اور انگریزی فن عمارت کو اُسی کے مذاق سلیم نے ترقی دی۔ لیکن مدبرانہ جہانبانی کے فن سے وہ ناآشنا تھا۔ آج جس شخص پر اعتبار کرتا تھا کل اُسی پر شبہ کی نگاہیں ڈالنے لگتا تھا اور اگرچہ طبیعت کا نرم اور نیت کا نیک تھا لیکن کمزور ایسا واقع ہوا تھا کہ نہ تو کبھی اپنے ضمیر ہی کے حق سے عہدہ برا ہوسکا اور نہ کسی دوسرے ہی کا اُس نے کبھی ساتھ دیا۔

بدیسیوں کا اکھاڑا | ہنری کی ماں اسابیلا نے اپنے شوہر شاہ جان کی وفات کے بعد ایک فرانسیسی امیر سے شادی کرلی تھی اور اُس سے کئی اولادیں بھی ہوئی تھیں۔ ہنری نے اب اپنے نوعمر علاتی بھائیوں کو روپیہ اور جاگیریں بخشنی شروع کیں اور انگریزی اشرفیاں فرانسیسی جیبوں میں کھنکنے لگیں پھر ۱۲۳۶ء میں اُس نے پراونس کی شہزادی الیانار کے ساتھ عقد کیا اور اب اُس کے سسرال والوں کے نہال ہونے کی باری آئی۔ فرانسیسی بدیسیوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ اُسکے دربار میں آجمے اور اُس نے انگلستان کی امیرزادیوں کو اُنکے ساتھ بیاہنا شروع کردیا۔ اسٹرانڈ کے جنوب میں لندن کا جو حصہ ابھی تک سیوائے کہلاتا ہے اُس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اِس جگہ ملکہ الیانار کے ایک چچا پیٹر امیر سیوائے کا محل واقع تھا۔

پارلیمنٹ کا آغاز | پاپا کے عاملوں کے استحصال بالجبر اور بدیسیوں کی حرص و آز کی متفقہ دستبرد سے انگلستان مفلس ہوتا چلا جارہا تھا۔ خود بادشاہ بھی حد کا فضول خرچ تھا اور ملک کے روز افزوں افلاس میں اُس کی مسرفانہ عادات کے علاوہ اُس کی یہ کوشش بھی حصہ لے رہی تھی کہ کس طرح اُس کے باپ کے فرانسیسی مقبوضات اُسے واپس مل جائیں ان گوناگوں ضرورتوں کے لئے روپیہ فراہم کرنے کی غرض سے وہ امرا و عمائد و اساقفہ کی مجلسیں منعقد کرنے پر وقتاً فوقتاً

مجبور ہوتا تھا۔ یہ مجلسیں اب پہلی مرتبہ پارلیمنٹ کے نام سے موسوم ہوئیں۔ پارلیمنٹ ایک فرانسیسی لفظ "پارلیماں" سے لیا گیا ہے اور پارلے کے معنی بولنے کے ہیں۔ ان جلسوں میں امرا بادشاہ کو رقم کی منظوری ہاتھ کھینچ کھینچ کر دیتے تھے اور جدید مطالبہ کے وقت اصرار کرتے تھے کہ مخارج کی جانچ پرتال اور نگرانی کے لئے ایک ذمہ دار میر عدل ایک وزیر مال اور ایک افسر خزانہ مقرر ہونا چاہئے۔ بادشاہ زبانی وعدے تو بہت کرتا تھا اور چھ مرتبہ اُس نے قبالہ جات کی توثیق بھی کی لیکن کسی وعدے کے ایفا کی نوبت کبھی نہ آئی۔ ہر سال جب بادشاہ کی طرف سے رقم کا مطالبہ ہوتا تھا تو یہی مشکلات پیش آتی تھیں اور جیسا جیسا روپیہ کا تقاضا بڑھتا جاتا تھا یہ مشکلات زیادہ پیچیدہ ہوتی جاتی تھیں تا آنکہ امرا کو یہ بات جی میں ٹھان لینی پڑی کہ اُن آئے دن کے بے دریغ مصارف کی روک تھام کرنی چاہئے اور بادشاہ کے بدیسی منہ لگوں کی افزایش کا قصہ پاک کرنا چاہیئے۔

سایمن ڈی مانٹ فرٹ

لنکن کے اسقف گراسٹٹ کنٹربری کے صدر اسقف ایڈمنڈ رچ یہاں تک کہ خود بادشاہ کے بھائی رچرڈ امیر کورنوال نے طرح طرح کے جتن کئے کہ جو ابتری پھیلی ہوئی ہے اُس کا خاتمہ ہو جائے۔ لیکن اس تمام جدوجہد میں امرا کا خاص سرغنہ امیر لیسٹر سایمنڈی

مانٹ فرٹ تھا بادشاہ کی بہن الیانار سایمن کے حبالہ عقد میں آئی تھی اور اس لحاظ سے وہ رشتہ میں بادشاہ کا بہنوئی ہوتا تھا۔ اگرچہ امیر سایمن کے ماں باپ بدیسی تھے لیکن اُس کی دادی انگلش تھی اور شاید اسی لئے وہ انگلستان کا سچا دوست اور بہی خواہ تھا۔ اُس کے قول و فعل سے راستی آشکارا تھی۔ حق کی حمایت پر وہ ہر وقت کمربستہ نظر آتا تھا اور اُس کے دوست گراسٹٹ او۔ فرانسکی طبقہ کے ایک راست کردار راہب آدم مارش نے اِس آرزو کا گہرا نقش اُس کے دل میں بیٹھا دیا تھا کہ کسی طرح لوگوں پر عدل وانصاف کی حکومت ہو۔ کئی سال تک بادشاہ کے نائب ہونے کی حیثیت سے وہ گاسکنی کے علاقہ پر حکومت کرتا رہا اگرچہ بادشاہ نے اِس زمانہ میں اُس کے ساتھ یہ شرمناک سلوک کیا کہ نہ تو روپیہ ہی سے اُس کی مدد کی نہ فوج ہی سے۔ آخر جب وہ انگلستان آیا تو بادشاہ کی بے عنوانیوں اور حماقتوں پر اُسے متنبہ کرنا چاہا لیکن یہ تمام کوششیں رایگاں گئیں۔

بدنظمی کے بائیس سال

بائیس سال تک حالت بد سے بدتر ہوتی چلی گئی۔ ۱۲۴۰ء میں جب رچ کا انتقال ہوا تو ہنری نے ملکہ کے چچا بانی فیس امیر سیوا ے کو جو ابھی عنفوان شباب ہی میں تھا کنٹربری کا صدر اسقف مقرر کردیا۔ ۱۲۵۳ء میں گراسٹٹ نے بھی وفات پائی مگر مرنے سے پہلے وہ اہل ملک کی شکایات کی ایک فہرست مرتب کرکے سایمن سے قسم لیتا

گیا کہ آخر وقت تک حق و انصاف کی حمایت سے دستکش نہ ہوگا اس وعدہ کو امیر سایمن نے پورا کر کے دکھا دیا۔

پاپا کشور صقلیہ کا تاج ایڈمنڈ کے سر پر رکھنا چاہتا ہے

یہ مواد جو اندر پک رہا تھا چند سال کے بعد پھوٹ پڑا۔ ۱۲۵۴ء میں پاپائے انوسنٹ چہارم کی کانرڈ شہنشاہ جرمنی سے جھڑپ ہوگئی۔ اور پاپا نے اُسے جزیرہ صقلیہ کی حکومت سے بیدخل کرنے کا ارادہ کرلیا۔ ہنری کے چھوٹے بیٹے ایڈمنڈ کی عمر اس وقت صرف نو سال کی تھی پاپا نے ہنری کو کہلا بھیجا کہ اگر تم میرے ساتھ مل کر کانرڈ کو سسلی سے نکال دو تو تاج صقلیہ ایڈمنڈ کے سر پر رکھا جاسکتا ہے ہنری نے ازراہ حماقت یہ تجویز منظور کرلی اور اگرچہ انوسنٹ کا عین اسی زمانہ میں انتقال ہوگیا لیکن یہ سمجھوتا برقرار رہا اور انوسنٹ کا جانشیں پاپا ہے الگزنڈر چہارم ہنری کی طرف سے ہنری ہی کی مالی امداد کے سہارے کانرڈ پر حملہ آور ہوا۔ ۱۲۵۷ء میں جب پارلیمنٹ کا اجلاس منعقد ہوا تو بادشاہ کو اعتراف کرنا پڑا کہ اُس کے ذمہ پاپا کا قرضہ بقدر ایک لاکھ پینتیس ہزار مارک (انوّے ہزار پاؤنڈ) کے واجب الادا ہے۔

مجنون پارلیمنٹ ۱۲۵۸ء

یہ سن کر امرا کی برہمی کی کوئی حد نہ رہی۔ اور اُنکا برہم ہونا واجبی تھا اس لئے کہ صقلیہ کی جنگ کے معاملہ کی انہیں کانوں کان خبر نہ ہونے پائی تھی اور ادھر خزانہ خالی ہوتا چلا جارہا۔ آخر انہوں نے بہت کچھ رد و قدح کے بعد صرف باون ہزار مارک کی منظوری دی اور جب ۱۱ جون ۱۲۵۸ء کو آکسفرڈ

میں پارلیمنٹ پھر منعقد ہوی تو وہ پوری طرح سے مسلح ہوکر آئے۔ اس موقع پر اُن کی طرف سے یہ مطالبہ پیش ہوا کہ چوبیس امرا کی مجلس نظام حکومت کی اصلاح کے لئے مقرر کی جائے اور اراکین مجلس میں سے بارہ کو تو بادشاہ نامزد کرے اور بارہ کا انتخاب خود اُن کی جانب سے عمل میں آئے۔ اصلاحات کی تفصیل حسب ذیل تھی:۔(۱) ہر سال تین پارلیمنٹوں کا انعقاد ہوا کرے (۲) قلعے انگریزوں کو واپس مل جائیں (۳) بادشاہ کو صلاح و مشورہ دینے کے لئے ایک مستقل پریوی کونسل (خاص مجلس شوری) مقرر ہو (۴) میر عدل۔ وزیر مال اور افسر خزانہ جن کا تقرر مجلس امرا کے اختیار سے عمل میں آئے ہر سال کے خاتمہ پر اپنی کارروائیوں کی رپورٹ پریوی کونسل کے سامنے پیش کیا کریں۔

ضوابط آکسفرڈ

بادشاہ کے طرفداروں کی جماعت امرا کے اس طرز عمل سے سخت ناراض ہوئی اور اس پارلیمنٹ کو تعریضاً "مجنوں پارلیمنٹ" کے نام سے موسوم کیا لیکن ہنری نے بجز سر تسلیم خم کرنے کے اور کوئی چارہ نہ دیکھا چنانچہ اُس نے اور اُس کے بڑے بیٹے ایڈورڈ نے جو اس وقت نوزدہ سالہ تھا باقرار صالح عہد کیا کہ اُن "ضوابط آکسفرڈ" پر حرف بحرف عمل کیا جائے گا۔ سب سے پہلا شخص جس نے بدیسی ہونے کی حیثیت سے اپنے قلعے حکومت کے حوالے کر دئیے خود امیر سایمن تھا یہ حالت دیکھ کر بادشاہ کے بہت سے فرانسیسی حاشیہ نشیں

اپنے وطن کو فرار ہو گئے اور اُن کے عہدوں اور منصبوں
پر انگریز مقرر ہوئے۔

محاکمۂ آمیاں
۱۲۶۴ء

حکومت اب امرا کے ہاتھ میں تھی۔ لیکن اُن کا اقتدار صرف چار سال تک قایم رہا۔ اس لئے کہ اُن میں سے اکثر کو مسئلہ نفاذ اصلاحات سے چنداں دلچسپی نہ تھی۔ اُن کے لئے یہی اطمینان کافی تھا کہ بدیسیوں کو انہوں نے ملک سے نکال دیا۔ رہا امیر سایمن سو اُس کی اصلی وحقیقی خواہش صرف اس قدر تھی کہ کسی طرح حکومت کا انتظام خوش اسلوبی سے چلتا رہے۔ شہزادہ ایڈورڈ اپنی طبعی انصاف پسندی اور نیک نفسی کے اقتضا سے سایمن کی حمایت پر آمادہ تھا لیکن بادشاہ کی نیت بخیر نہ تھی۔ اُس نے پاپا کو پہلے ہی سے لکھ رکھا تھا کہ ایفائے عہد سے اُسے بری کردیا جائے۔ چنانچہ فرمان براءت کے وصول ہوتے ہی اس نے قلعہ لندن پر قبضہ کرلیا اور تمام اضلاع کے نام احکام جاری کر دئے کہ امرا کی طرف سے جو افسر مقرر ہیں اُن کے احکام کا امتثال ہرگز نہ کریں۔ اُس پر امرا طیش میں آکر تیغ بکف ہو گئے۔ اور ملکہ نے گھبرا کر قلعہ لندن میں جا پناہ لی۔ فریقین جنگ پر تلے ہوے تھے اور چھوٹی چھوٹی جھڑپیں بھی ہوئیں اگرچہ کوئی بڑا معرکہ پیش نہیں آیا۔ آخر جانبین کا اس بات پر اتفاق ہوا کہ اس بحث کا ثالث لوئی نہم شاہ فرانس کو قرار دینا چاہئے جو اپنی زہد واتقا اور شرافت نفس کے لحاظ سے ہر چھوٹے بڑے کی تعظیم کا مستحق ہے۔ وہ جو فیصلہ کرے گا

دونوں کو منظور ہوگا۔ لوئی نے (جس کا نام ۱۲۹۷ء میں کلیسا کے حلقہ اولیا کی فہرست میں داخل ہوا) امور ما بہ النزاع پر غور کرنے کے بعد یہ رائے ظاہر کی کہ بادشاہ کو خود مختارانہ حکمرانی کا حق حاصل ہے اور اسی رائے کے لحاظ سے بمقام آمیاں اُس نے اپنے محاکمہ میں فیصلہ قطعی بحق ہنری صادر کیا۔

امرا کی جنگ ۱۲۶۴ء

اب وہ مشہور جنگ چھڑ گئی جو "امرا کی جنگ" کے نام سے موسوم ہے۔ اگرچہ حقیقت یہ ہے کہ بادشاہ اور امرا کے درمیان حصول اقتدار کے لئے شاہ جان ہی کے زمانہ سے کشمکش چلی آتی تھی۔ پندرہ ہزار باشندگان لندن امیر سایمن کے جھنڈے کے نیچے آ جمع ہوئے۔ اور جب ملکہ ایلیانار قلعہ سے نکل جانے کی کوشش کر رہی تھی تو عوام کے ایک جم غفیر نے اُس کی تذلیل و توہین کے ساتھ اُس پر کیچڑ اور پتھروں کی بوچھاڑ کی۔ امرا کا ایک گروہ بادشاہ کا بھی طرفدار ہوگیا اور شہزادہ ایڈورڈ نے جب دیکھا کہ نوبت کھلم کھلا لڑائی تک آپہنچی ہے تو ساری بدیسی فوج لے کر اپنے باپ کے ساتھ آملا۔ اُدھر امیر سایمن کے طرفداروں کی بھی ایک بہت بڑی جماعت تھی۔

جنگ لیویز ۱۲۶۴ء

۱۴ مئی ۱۲۶۴ء کو کئی چھوٹی چھوٹی چپقلشوں کے بعد دونوں فوجوں کا لیویز کے قریب مقابلہ ہوا اول اول تو شاہی لشکر کا پلہ بھاری رہا لیکن شہزادہ ایڈورڈ

جس نے حملہ کی ابتدا کی لندن والوں کو شکست دے کر اُس توہین کی غضب آلود یاد میں جو انہوں نے اُس کی ماں کے حق میں روا رکھی تھی دور تک رگیدتا ہوا لے گیا اسی ایک واقعہ نے لڑائی کا رنگ بدل دیا اور جب وہ تعاقب سے واپس آیا تو میدان ہاتھ سے جا چکا تھا اور بادشاہ حریف کی قید میں تھا خود ایڈورڈ کے لئے بھی اب بجز اس کے اور کوئی چارہ نہ تھا کہ اپنے آپ کو دشمن کے حوالہ کر دے۔

بادشاہ اور ولیعہد قید میں
سنہ ۱۲۶۴ء

اس کے بعد امیر سایمن نے ایک سال سے کچھ اوپر بادشاہ کے نام سے انگلستان پر حکومت کی اور ہنری اُس کی حراست میں رہا۔ ۲۰ جنوری سنہ ۱۲۶۵ء کو اُس نے ویسٹ منسٹر میں پارلیمنٹ کا ایک اجلاس منعقد کیا۔ اس اجلاس کے شرکا اگرچہ صرف وہی لوگ تھے جو اُس کے دست و بازو تھے پھر بھی اُسے بہت بڑی تاریخی اہمیت حاصل ہے اس لئے کہ سایمن نے سنہ ۱۲۵۴ء کے طرز عمل کا اعادہ کرتے ہوے نہ صرف ہر ضلع سے دو سرداروں کو شرکت کی دعوت دی بلکہ ہر شہر کے دو باشندوں کو بھی امرا کے ساتھ پارلیمنٹ کی کارروائی میں حصہ لینے کے لئے طلب کیا۔ یہ پہلا موقع تھا

خاص و عوام کی شرکت
پارلیمنٹ ۲۰ جنوری سنہ ۱۲۶۵ء

کہ شہری آبادی یا عوام کے نمایندے بھی پارلیمنٹ کے اجلاس میں شریک ہوئے۔ سرداروں کو اضلاع کے زمیندار ضلع کی عدالت میں جو زمانہ قدیم کے پنچایتی حلقہ کی قایم مقام تھی منتخب کرتے تھے اور یہ نمایندے

گویا آج کل کے ممبراں پارلیمنٹ کے جواب تھے جنہیں اب بھی "نائٹس آف دی شایر" (سرداراں حلقہ) کے تاریخی نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ شہروں کے ممبروں کا انتخاب شہر والوں کی طرف سے عمل میں آیا تھا۔

لیکن سایمن اپنی جماعت کا اتحاد اب پھر قایم نہ رکھ سکا۔ امرا اُس کے اقتدار کو رشک و رقابت کی نظروں سے دیکھنے لگے تھے خصوصاً امیر گلاسٹر اُس کا بہت بڑا رقیب تھا۔

شہزادہ ایڈورڈ کا فرار
۲۸ر مئی ۱۲۶۵ء

سایمن کے بیٹوں کی بد دماغی بھی لوگوں کو گوارا نہ تھی اور اُس کے علاوہ وہ بادشاہ کا قیدی بنا رہنا پسند نہ کرتے تھے۔ ایک دن شہزادہ ایڈورڈ نے جو ہیرفرڈ میں نظر بند تھا پہرہ والے سنتریوں سے گھوڑ دوڑ کرائی۔ اور جب شرط کے بعد اُن کے گھوڑے تھک گئے تو خود اپنے تازہ دم بادپا کو ایڑ بتا کر چمپت ہوگیا۔

اُس قید سے رہا ہونا تھا کہ اُس کے قدیم ہوا خواہوں کا جتھا اُس کے گرد جمع ہوگیا اور امیر گلاسٹر ایک زبردست جمعیت لے کر اُس کے ساتھ آملا۔ شہزادہ دریاے سیورن کے کنارے کنارے یلغار کرتا ہوا بڑھا۔ گلاسٹر اور وارسٹر کو سر کر کے اُس نے پلوں کو توڑ ڈالا اور سایمن کا قافیہ ایسا تنگ کیا کہ اُسے بھاگ کر ویلز کے حکمراں لیولن کی پناہ ڈھونڈتے ہی بنی۔

جنگ ایوشام
۴ر اگست ۱۲۶۵ء

اس کے بعد شہزادہ نے کینلورتھ میں پہنچ کر سایمن کے بیٹے کو شکست دی جو اپنے باپ

کی کمک کے لئے آرہا تھا۔ اس معرکہ سے فارغ ہوکر اور اُن جھنڈوں کو جو سایمن کے بیٹے کی فوج کے سرداروں سے چھینے گئے تھے اپنی فوج کے سامنے رکھ کر ایڈورڈ ایک ہی تاخت میں اس پھرتی سے ایوشام واقع وارسٹرشایر میں کہن سال امیر سایمن کے سر پر پہنچ گیا کہ اُسے خبر بھی نہ ہونے پائی کہ دشمن اس قدر قریب آگیا ہے۔ سایمن کے ساتھ اس وقت ویلز کے ناتربیت یافتہ جوانوں کی محض ایک مختصر سی جمعیت تھی۔ یہ دیکھ کر کہ اب موت کے پنجے سے بچ نکلنا محال ہے سایمن نے اُن چند امیروں سے جو اُس کے شریک حال تھے کہا کہ بھائیو آؤ ہم اپنی روحیں خدا کو سونپ دیں کیونکہ ہمارے جسموں پر تو دشمن کا قبضہ ہوچکا۔ یہ کہکر وہ مردانہ وار غنیم کی صف میں گھس گیا اور مرتے دم تک اُس کی زبان پر یہ الفاظ جاری رہے کہ "یہ خدا کا فضل ہے"

صلحنامۂ کینلورتھ ۱۲۶۶ء

سایمن کے ساتھ اُس کی جماعت کی امیدوں کا خاتمہ ہوگیا۔ خانہ جنگی کا سلسلہ اور ایک سال قایم رہا اور اُس کے بعد فریقین کے درمیان کینلورتھ کے مقام پر ایک صلحنامہ مرتب ہوا جس کی رو سے بادشاہ نے اکثر امرا کو اُن کی جاگیرات واپس دے دیں۔ ۱۲۶۷ء میں ہنری نے "ضوابط آکسفرڈ" کی ازسرنو توثیق کی اور آیندہ چھ سال کا زمانہ امن و امان سے بسر ہوا۔ شہزادہ ایڈورڈ ۱۲۷۰ء میں بغرض شرکت حروب صلیبیہ انگلستان سے روانہ ہوگیا اور ابھی وہ باہر ہی

تھا کہ بادشاہ نے ۱۶ر دسمبر ۱۲۷۲ء کو وفات پائی۔ ہنری نے پچاس سال سے اوپر حکومت کی اور زمانہ زیادہ تر فسادوں میں کٹا۔ اس عرصہ مدت میں اُس نے دیدہ و دانستہ قوم و ملک کو کبھی کوئی ضرر پہنچانے کا قصد نہیں کیا۔ پھر بھی انگلستان کو بے انتہا مصیبتیں جھیلنی پڑیں جس کی وجہ محض اس قدر ہے کہ فرمانروایانہ حیثیت سے ہنری بالکل فضول اور نکما تھا۔

نواں باب

ویلز اور اسکاٹلینڈ کے ساتھ کشمکش

ایڈورڈ اول (منسوب بہ ویسٹ منسٹر) ۱۲۷۲ء لغایت ۱۳۰۷ء
ایڈورڈ دوم (منسوب بہ کیرناروان) ۱۳۰۷ء لغایت ۱۳۲۷ء

شاہی کونسل کی نیابت ۱۲۷۲ء لغایت ۱۲۷۴ء

ہنری کی وفات پر شاہی کونسل نے شہزادہ ایڈورڈ کی بادشاہی کا اعلان کیا اور اُس کی غیبت میں نائبانہ حیثیت سے کوئی دو سال تک امن و اماں کے ساتھ حکومت کی تاآنکہ اُس نے انگلستان کو معاودت کی اور بتاریخ ۱۹ اگست ۱۲۷۴ء سر پہ تاج بادشاہی رکھا۔ اس وقت ایڈورڈ کی عمر پینتیس سال تھی۔ قد لمبا تھا۔ جسم توانا تھا۔ بال سیاہ تھے آنکھوں سے حلم کا نور چھنتا نظر آتا تھا لیکن برافروختگی کے وقت یہی آنکھیں قہر کے شرارے برسانے لگتی تھیں اُس کا شمار

ایڈورڈ اول کی شکل و شمایل

انگلستان کے بہترین بادشاہوں میں ہے۔ اور ملک کے قوانین پر اُس کی بہت سی اصلاحوں کا احسان ہے۔ وہ ایک فرمانبردار فرزند ایک وفادار شوہر اور ایک

شفیق باپ تھا۔ اُس کی سعادت مندانہ شرافت کا ثبوت کیا کم ہے کہ جب لندن والوں نے اُس کی ماں کی اہانت کی تو جوشِ غیرت سے وہ بےتاب ہوگیا۔ اُس کی پاکباز فطرت کی نشانیاں اگر ڈھونڈنی ہوں تو اُن صلیبوں کو دیکھ لو جو آج کے دن تک ہر اُس مقام پر نصب نظر آتی ہیں جہاں اُس کی پہلی بی بی ملکہ الیانار کا جنازہ لنکن شایر اور ویسٹ منسٹر کے درمیان ٹھہرا تھا۔ چیرنگ کراس کی وجہ تسمیہ انھیں میں سے ایک صلیب ہے بہادری سچائی اور استقامت اُس کے خاص جوہر تھے۔ اُس کا مقولہ تھا کہ "ہمیشہ راست کردار اور راست گفتار رہو" باپ کی غلطیاں چونکہ اُس کے پیش نظر تھیں اس لئے اُس کی ہمیشہ یہی خواہش رہتی تھی کہ کسی طرح رعایا کا دل مٹھی میں لے اور اُن کے لئے عمدہ قوانین جاری کرے۔ غلطیاں اُس سے بھی ضرور ہوتی تھیں اور زیادتیاں وہ بھی کر بیٹھتا تھا۔ لیکن اس کا باعث صرف وہی قدیم خیال تھا جو ابھی تک اُس کے دماغ میں سمایا ہوا تھا کہ بادشاہ کے لئے قانون کا توڑ ڈالنا بھی جائز ہے۔

پہلا نامور وزیر مال ۱۲۷۴ء

امرا کی جنگ کے بعد میر عدل کے عہدہ کی تجدید نہ ہونے پائی۔ وزیر مال (گویا صدر اعظم) کے اختیارات اب بادشاہ سے دوسرے درجہ پر تھے اور رابرٹ برنل جس کا تقرر وزارت مال پر ہوا انگلستان کا پہلا نامور وزیر مال تھا ایڈورڈ نے مسند حکومت پر بیٹھتے ہی نظام سلطنت کی خرابیوں

کی اصلاح شروع کردی۔ امرا کو قیمت ادا کئے بغیر مویشیوں کو اپنے قلعوں کے اندر ہانک لے جانے کی ممانعت کردی گئی۔ اور اُن کو سختی سے ہدایت کردی گئی کہ اپنی رعایا سے ناجایز رقوم کسی صورت میں وصول نہ کریں۔ ایک قانون اِس مضمون کا وضع کیا گیا کہ شریفوں اور عدالت کے دوسرے حاکموں کے آزادانہ انتخاب کا حق رعایا کو حاصل ہونا چاہئے۔ اڈورڈ نے ملک کے سکہ رائج الوقت کی بھی اصلاح کی اور چاندی کی نصف پنیاں اور فارڈنگ مسکوک کرائے۔ الفریڈ کے زمانہ سے اسوقت

نصف پنی اور فارڈنگ کے سکوں کی تشکیل

تک سکہ کی حالت یہ تھی کہ چاندی کی پنی پر صلیب کا ایک گہرا نشان کندہ ہوتا تھا اور لوگوں کو جب خردہ کی ضرورت پڑتی تھی تو حسب حاجت اس کا نصف یا ربع ٹکڑا توڑ لیتے تھے۔

اڈورڈ نے اب اپنی توجہ ویلز پر مبذول کی جو آئے دن کی شورشوں اور فسادوں کا گھر بنا ہوا تھا۔ قدیم نسل کے برطانویوں کے قبضہ سے قریباً تمام وہ علاقہ جو کبھی اُن کی ملک تھا بتدریج نکل چکا تھا۔ اسٹرتیھکلائڈ اور کمبریا مدت کے انگلستان اور اسکاٹلینڈ میں ضم ہو چکے تھے۔ مغربی ویلز یعنی ڈیون اور کارنوال کے

ویلز

اضلاع کا الحاق جنوبی انگلستان سے ہو چکا تھا اور ویلز کے جنوبی اضلاع کو بھی نارمن امرا نے فتح کرلیا تھا۔ یہ امرا ویلز کے سرحدی علاقہ میں سکونت رکھتے تھے اور اِسی لحاظ سے "علاقہ داران سرحدات ویلز" کہلاتے تھے۔ البتہ ویلز کا صرف شمالی رقبہ ایسا

رہ گیا تھا جہاں اولاد وطن مقامی سرداروں کے زیر نگین تھی۔ ان لوگوں کے دلوں میں سکسن قوم سے نفرت اور کینہ تھا اور اس نفرت کو اُن کے قومی بھاٹ نیک نہاد شاہ آرتھر کے زریں عہد کی خوبیاں اور سکسنوں کی برائیاں جوش انگیز ترانوں میں بیان کرکر کے اور زیادہ ابھارتے رہتے تھے۔ اِن سرداروں میں سب سے بڑا لیولن امیر سنوڈن و رئیس ویلز تھا جس نے امیر سایمن کو اُس کے خروج میں مدد دی تھی اور جنگ امرا کے دوران میں خود مختارانہ حیثیت سے حکومت کی تھی۔ ایڈورڈ نے جب اُسے باجگزارانہ اطاعت کا حلف اُٹھانے کے لئے انگلستان بلایا تو اُس نے صاف انکار کردیا۔ ایڈورڈ نہ چاہتا تھا کہ نوبت جنگ تک پہنچے۔ دو سال تک بلکہ اس سے بھی اوپر اس نے سبھی جتن کئے کہ کسی طرح معاملہ صلح و صفائی سے طے ہو جائے۔ لیکن لیولن نے کسی طرح نہ مانا۔ آخر سنہ ۱۲۷۷ء میں بادشاہ نے ویلز پر فوج کشی کی اور لیولن کو زک اُٹھاکر کوہستانی کمین گاہوں میں پناہ لینی پڑی۔ شاہی فوجوں کے بڑھتے دباؤ کی تاب نہ لاکر لیولن کو مجبوراً ہتھیار ڈالنے پڑے اور ایڈورڈ نے خاص خاص شرایط کے ساتھ اُس کا درجہ و اقتدار بحال رکھ کر اسے امیر سایمن ڈی مانٹفرٹ کی بیٹی سے شادی کرنے کی اجازت دے دی۔

لیولن اطاعت سے انکار کرتا ہے

لیکن چار سال بعد ویلز میں پھر بغاوت برپا ہوگئی

لیولن ایک شجاع اور شریف النفس سردار تھا لیکن اُس کے بھائی ڈیوڈ (داؤد) کو جو ایک مرتبہ لیولن کو دغا دے کر انگریزوں سے جا ملا تھا کبھی ایک حال پر قرار نہ تھا۔ اب اوس نے غداری کا دوسرا پہلو اختیار کیا۔ فلنٹ شایر میں قلعہ ہاورڈن پر جا چھاپہ مارا۔ ویلز کی انگریزی عدالت کے حاکم اعلیٰ کو گرفتار کر لیا اور لیولن اور دوسرے سرداران ویلز کو بھڑکایا کہ اُٹھ کھڑے ہوں اور "سرحدات" کو لوٹ لیں۔ ویلز میں مدت سے ایک پیشین گوئی چلی آتی تھی کہ جب انگریزی سکہ کی شکل گول ہو جائے گی تو ویلز کے ایک شہزادے کے سر پر لندن میں تاج رکھا جائے گا۔ جب ٹوٹی ہوئی چینوں کی

تسخیر ویلز ۱۲۸۳ء

بجائے کوچک تر مدوّر سکے مضروب ہوئے تو لوگوں کو یقین ہو چلا کہ اس پیشین گوئی کے پورا ہونے کا وقت آ گیا ہے۔ غرض بادشاہ کو دوبارہ ویلز پر چڑھائی کرنی پڑی۔ ویلز کے جاڑے بڑے سخت ہوتے ہیں ایڈورڈ کو بڑی زحمتوں اور مشقتوں کا سامنا ہوا۔ لیکن اُس کے پائے ثبات میں مطلق لغزش نہ آنے پائی آخر تقدیر نے یاوری کی۔ دریائے وائی کے کنارے ایک چھوٹے سے معرکہ میں بہادر لیولن بڑی مردانگی سے کام آیا اور اوس کے مرنے کے ساتھ ہی انگلستان کا پھریرا ویلز پر اُڑنے لگا۔ چند مہینے بعد ڈیوڈ پکڑا گیا اور غدارانہ نمک حرامی کی پاداش میں لامحالہ اُس کی گردن ماری گئی۔ ایڈورڈ نے پورا ایک سال ویلز میں گزارا اور دادگستری کے لئے عمدہ قوانین نافذ کئے۔ انہی دنوں بمقام کیرناروان ۱۲۸۴ء میں اُس کو خدا نے ایک بیٹا دیا

جس کا نام ایڈورڈ رکھا گیا۔ اس زمانہ سے ویلز کا الحاق انگلستان سے ہوگیا اگرچہ ویلز کے قوانین انگلستان کے قوانین سے جداگانہ تھے۔ بلکہ الیانار کے چار بیٹوں میں سے ایڈورڈ ہی جو ویلز میں پیدا ہوا تھا زندہ رہا۔ سنہ ۱۳۰۱ء میں ایڈورڈ نے اس شہزادہ کو شہزادہ ویلز کا لقب عطا کیا۔ اہل ویلز اس لڑکے کو بےحد عزیز رکھتے تھے اور وہ پہلا انگریزی شہزادہ تھا جو شہزادہ ویلز کے لقب سے ملقب ہوا۔ سنہ ۱۳۰۷ء جب وہ تخت انگلستان پر بیٹھا تو لوگوں نے اُس قدیم پیشین گوئی کو حرف بحرف پورا ہوتے دیکھ لیا کہ ویلز کے ایک شہزادے کے سر پر لندن میں تاج رکھا جائے گا۔

پہلا انگریزی شہزادہ ویلز سنہ ۱۳۰۱ء

آیندہ بارہ سال کا زمانہ جس کے دوران میں تین سال کے لئے ایڈورڈ انگلستان سے باہر رہا زیادہ تر قانونی اصلاحات میں بسر ہوا جو آج کے دن تک قایم ہیں۔ قوانین اراضی نہایت احتیاط سے منضبط کئے گئے اور اُس مشہور و معروف قانون دستِ شل کا نفاذ عمل میں آیا جس کی رُو سے سرکاری اجازت کے حصول کے بغیر اراضی کا ”دستِ شل“ کے قبضہ میں رہنا ممنوع قرار پایا جو جاگیردار فوجی خدمت سے پہلوتہی کرنا چاہتے تھے وہ یہ حیلہ اختیار کرتے تھے کہ اپنی اراضیات بناوٹی طور پر کلیسا یا کسی مذہبی انجمن کو دے ڈالتے تھے۔ اِس قانون کی وجہ سے ایسی حیلہ گری ممنوع قرار پائی۔ اسی زمانہ میں عدالتیں جن پر پہلے

قانون دستِ شل سنہ ۱۲۷۹ء

عدالتوں کی تنظیم

صرف میرعدل کی نگرانی ہوتی تھی تین شاخوں میں تقسیم کردی گئیں (۱) عدالت شاہی جس میں سرکاری مقدمات فیصل ہوتے تھے (۲) عدالت خصومات عامہ جس میں رعایا کے خانگی مقدمات دایر ہوتے تھے (۳) عدالت مال جس میں سرکاری مالگزاری کے تمام مقدمات کا تصفیہ ہوتا تھا۔ وزیر مال کے اجلاس میں اب وہ تمام مثلیں بھی پیش ہونے لگیں جن میں رعایا کی طرف سے بادشاہ کی خدمت میں رحم و کرم کی التجا ہوتی تھی اور اس طور پر وزیر مال رفتہ رفتہ ایڈورڈ سوم کے عہد کے آغاز میں عدالت "چانسری"[1] (عدالت عالیہ صیغۂ دیوانی) کا حاکم اعلیٰ ہوگیا۔ بالآخر جن مقدمات کا ان میں سے کسی عدالت میں بھی تصفیہ نہ ہوتا تھا وہ خود بادشاہ کی حضور میں باجلاس پریوی کونسل پیش ہوتے تھے تاکہ اگر بے انصافی ہوئی ہو تو اُس کی تلافی کردی جائے۔

ایڈورڈ اب ڈکیتی اور غارتگری کے انسداد کی طرف متوجہ ہوا۔ اس زمانہ میں بڑی بڑی جماعتیں ایسے دراز دست لوگوں کی موجود تھیں جو لوٹ مار اور استحصال بالجبر پر اوقات بسر کرتے تھے۔ اِن لوگوں کے غارتگرانہ طرز عمل کا اندازہ اِس سے ہوسکتا ہے کہ ایک دفعہ جاگیرداروں کا ایک جتھا لنکن شایر

---

[1] ۱۸۷۳ء میں جب عدالتوں کے ضابطہ کی ترمیم کی گئی تو یہ عدالت انگلستان کی عدالت العالیہ کی شاخ دیوانی بنادی گئی اور اس میں اور بھی بہت سے تغیرات کئے گئے۔

میں بوسٹن کے میلے کی تقریب پر بھرے میلے میں آگھسا اور سوداگروں کو لوٹنے اور جان سے مارڈالنے کے بعد اُن کا تمام مال و متاع اُٹھاکر جہازوں میں لے گیا جو بندرگاہ میں اسی غرض کے لئے پہلے سے لاکر تیار رکھے گئے تھے۔ ایسی مفسدانہ غارتگریوں کی روک تھام کے لئے ایک قانون وضع کیا گیا جس کی رُو سے ہر شخص کا فرض قرار پایا کہ جب کبھی ایسا موقع پیش آئے تو مسلح ہوکر ہنگامہ داروگیر میں شریک ہو جائے اور غارتگروں کی گرفتاری میں مدد دے۔ ۱۲۸۵ء میں ہر ضلع سے ایک خطاب یافتہ سردار اس غرض سے منتخب ہوا کہ "محافظ امن" کی خدمات سرانجام دینے کے علاوہ ضلع کے شریف کی بھی نگرانی کرے کہ مجرم سزایاب ہوتے ہیں یا نہیں۔ یہی محافظانِ امن آگے چل کر ناظمانِ فوجداری اضلاع ہوگئے جو اب اپنے اپنے علاقہ میں فوجداری مقدمات کی سماعت کرکے جرائم کے لئے سزائیں تجویز کرتے ہیں۔

محافظانِ امن ۱۲۸۵ء

ان مفید اصلاحات کے اُجلے دامن پر یہودیوں کا اخراج ایک بدنما دھبہ ثابت ہوا۔ بادشاہان انگلستان میں سے اکثر کے ظلِّ حمایت میں زندگی بسر کرنے والے یہودی سود کھا کھاکر خوب دولتمند ہوگئے تھے۔ امرا اُن سے بسااوقات چھوٹے چھوٹے زمینداروں کو اپنی اغراض کے لئے تباہ کرنے کا کام لیتے تھے۔ یعنی یہودی امرا کے ایما سے

انگلستان سے یہودیوں کا اخراج ۱۲۹۰ء

ان زمینداروں کو روپیہ قرض دیتے تھے اور جب مدیون روپیہ نہ ادا کرسکتے تھے تو اُن کی زمینیں قرق کرلیتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ لوگوں کو ان سے سخت عداوت ہوگئی ان پر سکہ رائج الوقت کی چاندی تراش لینے اور کئی اور طرح کی خیانتوں اور بددیانتیوں کا الزام بھی لگایا جاتا تھا اور یہ الزام شاید واجبی تھا۔ پہلے بھی رچرڈ اول کی تخت نشینی کے وقت لندن اور یارک میں یہودیوں کا بڑے غضب کا قتل عام وقوع میں آچکا تھا اور جنگ امرا کے دوران میں یہودیوں کی بستیوں کی بستیاں غارت کی جاچکی تھیں۔ گراسٹٹ اور سائمن دی مانٹ فرٹ دونوں کی یہی خواہش تھی کہ یہودی جلاوطن کردئے جائیں۔ غرض سارا ملک یہودیوں کی مخالفت پر ایک عرصہ سے تلا ہوا تھا اب ایڈورڈ نے عام حکم جاری کردیا کہ یا تو یہودی مسیحی مذہب اختیار کریں ورنہ انگلستان سے نکل جائیں۔ یہ سچ ہے کہ اُس نے اُن کی دولت سے کچھ تعرض نہ کیا بلکہ اُن کو اجازت دے دی کہ اپنی سب جمع جتھا اپنے ساتھ لے جائیں اور اس طور پر اُن کو دیس نکالا دینے سے اُس نے بذاتِ خود ایک ذریعہ آمدنی کا کھودیا۔ لیکن پھر بھی یہ ایک ظالمانہ فعل تھا۔ خانہ بدوش یہودیوں کا قافلہ جب جہازوں پر سوار ہوکر فرانس کو روانہ ہوا تو ان میں سے اکثر رستہ ہی میں لوٹ لئے گئے اور شریفوں اور بدمعاشوں کو ساتھ ہی اس غارتگری کی مصیبتوں کا خمیازہ کھینچنا پڑا۔ اس وقت سے لے کر کرام ول کے زمانہ تک

انگلستان میں پھر کوئی یہودی آباد نہ ہونے پایا۔

لیکن اگر یہ ایک ظالمانہ حرکت تھی تو اس کے ساتھ ہی ایڈورڈ کے اس حریت نواز طرز عمل کی ستایش بھی کی جاسکتی ہے کہ اُس نے خواص و عوام کو پارلیمنٹ میں شرکت کی دعوت دینے کا وہ طریقہ اختیار کیا جو سایمن ڈی مانٹ فرٹ کا تجویز کیا ہوا تھا ایڈورڈ کو پارلیمنٹ میں مال کی منظوری صرف امرا ر اور اساقف سے مل سکتی تھی۔ باشندگان اضلاع ساکنان شہر اور عام قسیسوں سے پارلیمنٹ کے باہر جداگانہ منظوری لینی پڑتی تھی اور اس میں بسااوقات بڑی بڑی دقتیں پیش آتی تھیں اب ہر ضلع سے دو سرداروں ہر بلاد سے دو شہریوں اور ہر اسقفی حلقہ سے دو قسیسوں کو پارلیمنٹ کی رکنیت کی دعوت دے کر یہ مشکل آسان کرلی گئی۔ اِس لئے کہ یہ ارکین اپنے انتخابی حلقوں کی جانب سے وعدہ کرسکتے تھے۔ اِس کے علاوہ جیساکہ ایڈورڈ نے خود ایک موقع پر بیان کیا حق و انصاف اسی کا مقتضی تھاکہ جو معاملات جمہور سے تعلق رکھتے ہوں اُن کے بارہ میں جمہور سے استصواب بھی کرلیا جائے غرض ۱۲۹۵ء میں بادشاہ کے حکم سے پارلیمنٹ کا کامل و مکمل اجلاس منعقد ہوا۔ امرا کے بلانے کے لئے شاہی فرمان اسم وار جاری ہوا۔ فوجی سردار اور شہری شریف کے پروانہ کے ذریعہ سے بلائے گئے۔ یہ پارلیمنٹ آج کل کی پارلیمنٹ کے بہت کچھ

پارلیمنٹ کا پہلا اجلاس کامل
۱۲۹۵ء

مشابہ تھی البتہ امرا اور عوام کی نشست یکجا تھی اور اہل کلیسا بھی موجود تھے۔ آگے چل کر قسیسوں نے پارلیمنٹ کی شرکت سے انکار کر دیا۔ اور کہدیا کہ ہم خود اپنی جداگانہ مجلس منعقد کرکے روپیہ کی منظوری دے دیا کریں گے یہی وجہ ہے کہ دارالعوام میں اس وقت قسیسین کا کوئی وکیل شریک نہیں ہے۔ بعض دوسری باتوں میں بھی یہ قدیم پارلیمنٹیں ہماری پارلیمنٹوں سے مختلف تھیں۔ مثلاً ہر اجلاس کے لئے ارکان کا انتخاب ہوتا تھا اور ان کے مصارف قوم کو ادا کرنے پڑتے تھے۔ ہر شہری کو دو شلنگ یومیہ ملتے تھے اور ہر سردار کو چار شلنگ۔ ہمارے زمانہ کے سکہ کی قیمت کے لحاظ سے اس کی مقدار علی الترتیب پانچ شلنگ اور دس شلنگ کے قریب ہوتی ہے۔ مگر اس زیرباری اور خرچ کو نہ تو قوم ہی پسند کرتی تھی اور نہ وکلائے قوم ہی کچھ بہت اچھا سمجھتے تھے۔ اس کے علاوہ پارلیمنٹ کا ہر اجلاس اُن کے نزدیک بادشاہ کی طرف سے روپیہ کے مطالبہ کا محض ایک نیا حیلہ تھا اور بس۔ اُنھیں یہ نہ معلوم تھا کہ آگے چل کر اپنے وکلا کے طفیل اُنھیں کتنی بڑی طاقت حاصل ہونے والی ہے۔

ارکان پارلیمنٹ کو معاوضہ

پارلیمنٹ کے پہلے اجلاس کامل کے ایک سال بعد اڈورڈ کو اسکاٹلینڈ پر فوج کشی کرنی پڑی۔ دونوں ملکوں میں ایک عرصہ دراز سے صلح و آشتی کے تعلقات قایم تھے اور سو سال سے ان میں جنگ نہ ہونے پائی تھی۔ اب جو یہ

تعلقات کشیدہ ہوکر منجر بہ جنگ ہوئے تو اس کا باعث یہ تھا کہ ۱۲۸۶ء میں الگزنڈر سوم بادشاہ اسکاٹلینڈ نے انتقال کیا اور اُس کے صلبی جانشینوں میں صرف اُس کی پوتی مارگرٹ جو ایرک شاہ ناروے کی بیٹی تھی باقی رہ گئی۔ ۱۲۹۰ء کے موسم گرما میں ناروے کی یہ کم سن شہزادی کیرناروان کے شہزادہ ایڈورڈ سے منسوب ہونے کے لئے انگلستان آرہی تھی کہ قضاکار اُس کا بھی انتقال ہوگیا اور تخت اسکاٹلینڈ بالکل ہی خالی رہ گیا

تخت اسکاٹلینڈ خالی رہ گیا ۱۲۹۰ء

اسکاٹلینڈ چونکہ ایڈورڈ کے زیر سیادت تھا اس لئے اسکاٹلینڈ کی کونسل نے نئے بادشاہ کے انتخاب کا مسئلہ اُسی کی رائے پر چھوڑ دیا۔ پانچ امرا تاج اسکاٹلینڈ کے دعویدار تھے۔ اِن پانچوں کے نام کونسل نے ایڈورڈ کے سامنے پیش کردئے کہ ان میں سے جن کو زیادہ مستحق سمجھے اُسی کے حق میں فیصلہ کرے۔ غرض ایڈورڈ اسکاٹلینڈ کی پارلیمنٹ کے ارکین سے نارہم میں جو بروک کے قریب حد پر واقع ہے ملا اور اُن سے باج گزارانہ اطاعت کا حلف لے کر جان بیلیل[۱] رابرٹ بروس اور جان ہیسٹنگر کے حقوق پر نظر غایر ڈالی۔ یہ تینوں امرا تین بہنوں کی نسل سے تھے جن کا مورث اعلیٰ ڈیوڈ اول شاہ اسکاٹلینڈ تھا اور دوسرے دعویداروں کے مقابلہ میں حق بھی انہیں کا مرجح تھا ایڈورڈ نے سب سے بڑی بہن کے پوتے جان بیلیل کو منتخب کیا جس نے جان شاہ اسکاٹلینڈ کا لقب اختیار

جان بیلیل کا انتخاب ۱۲۹۲ء

---

[۱] آکسفرڈ کے بیلیل کالج کا بانی اسی شخص کا باپ تھا۔

کرکے ایڈورڈ کی اطاعت کا حلف اٹھایا۔ کچھ عرصہ تو اس کے بعد خیریت سے گزرا لیکن ایڈورڈ اُس سے بھی زیادہ اختیارات کو وسیع کرنا چاہتا تھا جو واجبی طور پر اُس کی سیادت کا حصہ تھے چنانچہ اول تو اُس نے حکم دیا کہ اسکاٹلینڈ کے امرا اور عوام مجاز ہوں گے کہ اسکاٹلینڈ کی عدالتوں کے فیصلجات کا مرافعہ اُس کے اجلاس میں کریں اور پھر جب علاقہ گوین کے بارہ میں شاہ فرانس سے اُس کی جنگ ہوئی تو اس نے امرائے اسکاٹلینڈ کو بلاوا بھیجا کہ اُس کے ساتھ مل کر فرانسیسیوں کا مقابلہ کریں۔ اُنہوں نے ناراض ہوکر اس حکم کے ماننے سے انکار کردیا اور انگلستان کی اطاعت کا جوا اپنے کندھے سے اتار پھینکنے کی دھن میں شاہ فرانس کے ساتھ ایک خفیہ معاہدہ کرکے سرحد انگلستان سے گزرتے وقت کمبرلینڈ کا علاقہ تاخت و تاراج کرڈالا۔

ان واقعات نے ایڈورڈ کو سخت برافروختہ کیا۔ بھائی کو تو اُس نے اپنے عوض گاسکنی بھیجا اور خود ایک لشکر جرار لے کر شمال کی طرف روانہ ہوا۔ بروک کا شہر انگریزی فوجوں کے ایک زبردست حملہ میں سر ہوگیا۔ اہل شہر نے حملہ آور کو دل خراش طعنے دیئے تھے۔ ان چبھتے ہوئے فقروں کی پاداش میں جوش غضب سے ازخود رفتہ ہوکر ایڈورڈ نے ایک تنفس کو بھی زندہ نہ چھوڑا اور سب کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ لیکن بیٹیل ابھی تک برسر جنگ تھا۔ اس لئے ایڈورڈ نے ایڈنبرا

اسکاٹلینڈ میں پہلی جنگ ۱۲۹۶ء

اسٹرلنگ۔ اور پرتھ پر قبضہ کرلیا۔ بیلیل بھی مانٹروز میں شکست کھاکر گرفتار ہوا اور انگلستان بھیجدیا گیا۔ اب ایڈورڈ نے انتظام مملکت کے لئے ایک انگریزی کونسل قایم کی اور اسکاٹلینڈ کے شاہی جواہرات اور اسکون کا وہ متبرک پتھر اپنے ساتھ انگلستان لیتا گیا جس پر بیٹھ کر شاہان اسکاٹلینڈ تخت نشینی کی رسم ادا کیا کرتے تھے اس پتھر سے انگلستان کا شاہی تخت بنایا گیا جو ویسٹ منسٹر میں رکھا ہوا ہے اور آج کے دن تک تخت نشینی کی تقریب پر فرمانروایان انگلستان اسی تخت پر بیٹھ کر تاج پہنا کرتے ہیں اہل اسکاٹلینڈ کا عقیدہ تھا کہ اُن کی قومی حکومت اِس پتھر سے جدا نہیں ہوسکتی۔ چنانچہ جب پتھر انگلستان چلا آیا تو انھوں نے اپنے اس عقیدہ کو علی الاعلان ظاہر کردیا اور کہا کہ جس ملک میں یہ پتھر ہوگا اُس پر ایک نہ ایک دن اسکاٹلینڈ کے بادشاہوں کی حکومت ہوگی۔ یہ پیشین گوئی جیمز اوّل کی تاجپوشی کے وقت پوری ہوکر رہی۔

ایڈورڈ سمجھا تھا کہ ویلز کی طرح اسکاٹلینڈ بھی اُس کا کمال مطیع و منقاد ہوچکا ہے لیکن جس قوم سے اب اُس کا پالا پڑا تھا اُن کی افتاد طبیعت کی اُسے خبر نہ تھی۔بلندحوصلہ اہل اسکاٹلینڈ اپنی آزادی کھوکر اندر ہی اندر پیچ و تاب کھارہے تھے۔ اور جب ایک بہادر سردار ولیم والس نے جو جرم خلاف ورزی باسرکار کی پاداش میں قانونًا باغی قرار

دیا گیا تھا علم بغاوت بلند کیا تو لوگ اُس کے جھنڈے تلے جوق
در جوق آجمع ہوئے۔ ولیم دلیر ہونے کے ساتھ فن سپہگری میں طاق تھا

ولیم ہوالس ۱۲۹۷ء

اُس نے لانرک کی قلعبند انگریزی فوج کو گاجر مولی کی طرح
کاٹ ڈالا اور اسکون پر دھاوا کرکے انگریزی میرعدل کو
وہاں سے نکال دیا پھر ایک اور باغی سردار سرولیم ڈگلس کی مدد سے
اُس نے انگریزی فوج کو بمقام اسٹرلنگ شکست دے کر شاہ جان کی طرف سے
اپنے "محافظ ملک و ملت" ہونے کا اعلان کر دیا۔

اس وقت انگلستان اور فرانس دست و گریباں ہو رہے تھے۔
فلپ چہارم شاہ فرانس فلینڈرس کے بندرگاہوں میں اُن سے لڑے ہوئے
انگریزی جہازوں پر قبضہ کرنے میں مصروف تھا اور ایڈورڈ اس کے مقابلہ میں
اہل فلینڈرس کو مدد دے رہا تھا۔ ایڈورڈ کے لئے یہ بڑے امتحان کا وقت تھا
ہر طرف مشکلات ہی مشکلات نظر آتی تھیں۔ آیرلینڈ میں بے چینی کے آثار
نمودار تھے۔ ویلز میں بغاوت برپا تھی۔ فلپ گوین کا علاقہ ہٹانے

ایڈورڈ بھاری محصول لگاتا ہے ۱۲۹۶ء

کی فکر میں تھا۔ روپیہ ٹھہر جانے پر جب اخراجات
جنگ کے لئے اُس نے پادریوں سے اُن کی نصف
سالانہ آمدنی طلب کی تو حسب الحکم پاپا اُنھوں نے روپیہ دینے سے
انکار کر دیا تاآنکہ قانون و انصاف کے دائرہ حمایت سے خارج کرنے کی
دھمکی دے کر اُس نے اُن کا سر تسلیم طوعًا و کرہًا خم کرایا۔ ایک نئی
شکل یہ آن پڑی کہ انگلستان کے بعض امرا نے گوین جاکر فرانسیسیوں کا
مقابلہ کرنے سے انکار کر دیا۔ بات یہ تھی کہ ان امرا کے نزدیک بیرونی
مقبوضات کے لئے غیر ممالک میں جاکر لڑنا مفت میں اپنی دولت کا

لٹاتا اور قوت کا ضایع کرتا تھا۔ اُن کا خیال تھا کہ جب گھر ہی میں آتش جنگ کے شعلے جابجا بلند ہیں تو یہ کہاں کی عقلمندی ہے کہ باہر کی آگ بجھانے کی فکر کی جائے۔ ایڈورڈ کو یہ فکر ہلکان کئے ڈالتی تھی کہ تاجدار فرانس کہیں بازی نہ لے جائے۔ حریف کو نیچا دکھانے کے لئے روپیہ کا ہونا ضروری تھا اور روپیہ کی بہم رسی کی صرف یہی ایک شکل تھی کہ رعایا پر ٹیکس لگائے جائیں چنانچہ اُس نے اہل انگلستان پر گرانبار محصولات کا ایک تار باندھ دیا۔ اُن پر جس قدر محصول پہلے لیا جاتا تھا اُس سے چھ گنا زاید لیا جانے لگا۔ اضلاع کے نام احکام جاری کردئے گئے کہ فوج کے لئے کثیر مقدار میں سامان رسد بھیجیں اطراف ملک کے شرفا کو ایما ہوا کہ سرداری کے اعزازی طبقہ میں شریک ہوجائیں اور اس شرکت کے لئے اُنھیں معتدبہ فیس ادا کرنی پڑی۔ اسکے علاوہ تمام مالکان اراضی سے جنگ کے لئے سپاہی طلب کئے گئے۔ ان تمام سختیوں کی تاب نہ لاکر پارلیمنٹ بگڑ بیٹھی اور بادشاہ کے احکام سے سرتابی کرنے پر آمادہ ہوگئی۔ ارکان پارلیمنٹ نے جب ایڈورڈ پر غیرواجبی اور نامنصفانہ ٹیکس وصول کرنے کا الزام لگایا تو اُس نے انکسار نفس کی وہ پسندیدہ روش اختیار کرکے جو اُس کی رعایا کی الفت و عقیدت کی ضامن تھی اپنے قصور کا اعتراف کرلیا لیکن ساتھ ہی بمنت کہا کہ مجھ سے اگر غلطی بھی ہوی ہے تو انگلستان کی عزت و آبرو کے برقرار رکھنے کی نیت سے ایسی حالت میں آپ لوگوں کے وفادارانہ ایثار سے مجھے پوری امداد کی

توقع ہے۔ اس پر ارکان پارلیمنٹ نے جنگ جاری رکھنے کی منظوری دے دی لیکن ساتھ ہی ایک نیا قبالہ مرتب کر کے بادشاہ کے پاس فلینڈرس بھیجدیا۔ بادشاہ نے اس پر دستخط کردئے اور منجملہ دیگر امور کے ایک وعدہ اس میں یہ کیا کہ پارلیمنٹ کی منظوری کے بغیر آیندہ میں کچھ روپیہ رعایا سے وصول نہ کروں گا اور ہر جدید رقم کی منظوری سے پہلے رعایا کی شکایتیں رفع کردی جایا کریں گی۔

پارلیمنٹ بادشاہ سے آزادی کے قبہ قبالے حاصل کرتی ہے سنہ ۱۲۹۷ء

ان تمام پریشانیوں کے ہوتے ہوے اب ایڈورڈ کو یہ خبر آئی کہ اسکاٹلینڈ والے انگلستان کے شمالی علاقہ کو تباہ و برباد کررہے ہیں اس خبر نے اُسے بے تاب کردیا۔ فوراً ہی انگلستان واپس آکر وہ ایک زبردست لشکر کے ساتھ اسکاٹلینڈ پر چڑھ دوڑا۔ فالکرک کے قریب جہاں والس کی فوجیں صف آرا تھیں فریقین کی مٹ بھیڑ ہوی اور گھمسان کا رن پڑا۔ اسکاٹلینڈ والے بڑی بہادری سے لڑے اور والس نے اُن کی صف بندی میں فن حرب کا یہ اُستادانہ نکتہ ملحوظ رکھا تھا کہ اُن کی جمیتوں کو مربع شکلوں میں آراستہ کیا تھا۔ چنانچہ جنگ کے وقت یہ مربع بندی اب بھی ہماری سپاہ میں رائج ہے۔ لیکن انگریزوں اور اُن کے حریفوں میں تین اور ایک کی نسبت تھی۔ انگریزی تیراندازوں نے جن کا روئے زمین پر جواب نہ تھا غنیم کی صف میں ایک مقام پر اپنی تیرباری سے بہت بڑا شگاف ڈال دیا۔ انگریزی سواروں کا ٹڈی دل گھوڑے ڈپٹاتا ہوا اس شگاف کے اندر گھس گیا۔ انگریزی

جنگ فالکرک سنہ ۱۲۹۸ء

تلواروں نے اسکاٹلینڈ والوں کے پرزے اڑادئے اور اُن کی فوج تباہ و برباد کردی گئی۔ ایڈورڈ نے باغی امرا کو معاف کردیا۔ لیکن والس جو میدان جنگ سے بچ نکلا تھا ایڈورڈ کے مراحم خسروانہ سے بہرہ اندوز ہونے پر رضامند نہ ہوا۔

والس سُولی پر لٹکا دیا گیا
۲۳ اگست ۱۳۰۵ء

سات سال بعد اُس کے نوکر جیک شارٹ کی غدارانہ نشاندہی پر قلعہ ڈنبرٹن کے قلعدار سرجان نائیٹھ نے اُسے گرفتار کرلیا اور ۲۳ اگست ۱۳۰۵ء کو ٹاورہل کی پہاڑی پر اُسے پھانسی دے دی گئی۔

جنگ فالکرک کے بعد آٹھ سال تک ایڈورڈ اس کوشش میں لگا رہا کہ کسی طرح انگلستان اور اسکاٹلینڈ والے متحد ہوکر ایک قوم ہوجائیں لیکن یہ کوشش رائیگاں گئی۔ بلیئیل کے بھتیجے جان کامن کی سرکردگی میں اسکاٹلینڈ کے امرا رہ رہ کر بغاوتیں کرتے تھے اور ان کی شوریدہ سری سے آئے دن نئے فتنے بپا ہوتے رہتے تھے آخر خدا خدا کرکے کہیں ۱۳۰۳ء میں امن و آشتی کی صورت پیدا ہوئی۔ انھیں دنوں اسکاٹلینڈ کا ایک جوان سال امیر رابرٹ برس نامی ایڈورڈ کے دربار میں تربیت پارہا تھا۔ یہ بہادر امیر جس کو کیرک کی امارت اور اینڈیل کی ریاست آبائی میراث میں ملی تھی اُس رابرٹ بروس کا پوتا تھا جو ۱۲۹۱ء میں اسکاٹلینڈ کا ایک دعویدار تھا۔ ایڈورڈ کے دل میں نوجوان رابرٹ بروس کی حوصلہ مندیوں کی طرف سے کھٹکا لگا رہتا تھا۔ اور یہی وجہ تھی کہ وہ اُسے ہمیشہ اپنے پاس رکھتا تھا۔ انگلستان اور اسکاٹلینڈ کے اتحاد کی ایک شکل

بروس کے ہاتھوں کامن کا قتل
ماہ فروری ۱۳۰۶ء

ایڈورڈ نے یہ سوچی تھی کہ دونوں قوموں کی شرکت سے ایک پارلیمنٹ ترتیب دی جائے۔ کارلایل میں اس پارلیمنٹ کے انعقاد کے منصوبہ پر وہ غور کر ہی رہا تھا کہ ایک دن کالن کی معرفت یہ خبر اڑتی ہوئی اُس تک پہنچی کہ بروس اسکاٹلینڈ والوں کے ساتھ مل کر سازش کر رہا ہے۔ دوسرے دن صبح کے وقت بروس کا کہیں پتہ نہ تھا۔ اور پھر جو اُس کی خبر آئی تو خبر کا ماحصل یہ تھا کہ ڈمفریز کے ایک گرجا میں کالن سے اُس کی جھڑپ ہوگئی۔ کالن مارا گیا اور انگریزی حکام عدالت شہر سے نکال دئے گئے۔

ابتدا تو اچھی نہ تھی اس لئے کہ کالن کا ایک گرجا میں مارا جانا بےحرمتی کلیسا اور قتل انسان کے دُہرے گناہ کا حکم رکھتا تھا لیکن بروس کی خوبیٔ تقدیر نے امرا کا ایک گروہ اُس کے گرد جمع کر دیا اور چھ ہفتہ بعد بوکن کی دلیر رئیسہ نے اپنے ہاتھوں سے بمقام اسکون اُس کے سر پہ تاج حکومت رکھا رئیسہ بوکن خاندان میکڈف سے تھی اور عوام میں یہ روایت ایک عرصہ سے مشہور چلی آتی تھی کہ ضرور ہے کہ شاہ اسکاٹلینڈ پر ہر خاندان میکڈف ہی کا کوئی شخص رکن تاج رکھے۔ شاہ ایڈورڈ نے یہ خبر ونچسٹر میں سنی۔ وہ اُس وقت بیمار تھا۔ اور پیرانہ سری کی کمزوریوں پر طرح طرح کے آلام وافکار مستزاد تھے لیکن پھر بھی اُس نے قصد کر لیا کہ جو ہو سو ہو اسکاٹلینڈ پر

رابرٹ بروس بادشاہ اسکاٹلینڈ بنایا جاتا ہے ۲۵ مارچ ۱۳۰۶ء

اور ایک دفعہ ضرور فوج کشی کروں گا۔ روانگی سے پہلے اُس نے "نائٹس ٹیمپلرس"[1] (اُن جنگجو راہبوں کا طبقہ جنھوں نے حروب صلیبیہ کے دوران میں بیت المقدس کی جنگی حفاظت کا عہد کرلیا تھا) کے گرجا میں جسے آج کل ٹیمپل (ہیکل) کہتے ہیں بڑی دھوم دھام کے ساتھ اپنے بیٹے شہزادہ ویلز کو بہادری کا اعزاز عطا کیا۔ اس رسم کے بعد جو جشن ضیافت ترتیب دیا گیا اُس میں اُس نے کالن کے قتل کے انتقام کا حلفیہ عہد کیا اور اپنی رعایا کو تاکیدی وصیت کی کہ اگر رستہ میں میرا انتقال ہو جائے تو میرا جنازہ اسکاٹلینڈ کے مسخر ہونے تک لشکر کے آگے آگے رہے۔

ایڈورڈ خود آہستہ آہستہ سفر کرتا ہوا کارلایل پہنچا اور فوج کو امیر پمبروک کی کمان میں دے کر آگے روانہ کردیا۔ امیر موصوف نے اسکاٹلینڈ کے بہت سے امرا گرفتار کرلئے اور بروس کو زک دے کر کوہستان گرامپیان میں پناہ لینے پر مجبور کیا۔ ایڈورڈ نے

---

[1] نائٹس ٹیمپلرس مسیحی راہبوں کا ایک دولتمند طبقہ تھا جس کی اُٹھان حروب صلیبیہ کے دوران میں ہوئی تھی۔ فرانس کا بادشاہ فلپ ان کے مال و املاک پر دست تصرف دراز کرنے کی فکر میں تھا اور بپاس خاطر فلپ پاپائے روما نے ان کی بیخ کنی کے احکام بھی جاری کردئے۔ ایڈورڈ اول کے جانشین کے عہد میں اس طبقہ کا استیصال دوسرے مقامات کی طرح انگلستان میں بھی کردیا گیا (سنہ ۱۳۱۲-۱۳۹ء) انگلستان میں اِن کی جائداد زیادہ تر طبقۂ بہادران سینٹ جان کو بخش دی گئی۔ اور انھوں نے ٹیمپل کا ایک حصہ قانون خواں طالب العلموں کو کرایہ پر دے دیا اور وہ اس طور پر "ان آف کورٹ" (سرائے عدالت) کے نام سے موسوم ہوگیا۔

جس کا غصہ بلا کا تھا اب کی بار اپنے دشمنوں سے پھر سخت انتقام لیا۔ امرا سولیوں پر لٹکا دیئے گئے اور ریئسہ بوکن ایک چوبی قفس میں بند کرکے قلعہ بروک کی فصیل پر رکھ دی گئی۔ لیکن قضا بھی انتقام ورز بادشاہ کے سر پر منڈلا رہی تھی۔ اُس نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح منزل مقصود تک پہنچ جائے لیکن موت سنگ راہ ہوگئی اور ۷ جولائی ۱۳۰۷ء کو بمقام برا آن دی سینڈز جہاں سے اسکاٹلینڈ کی مدنظر آرہی تھی اُس نے دم دے دیا۔ اپنے بڑے بیٹے ایڈورڈ کے علاوہ اُس نے اپنی فرانسیسی ملکہ مارگرٹ کے بطن سے دو بیٹے یادگار چھوڑے۔

ایڈورڈ کا آخری سفر ۱۳۰۷ء

ایڈورڈ دوم

۱۳۰۷ء لغایت ۱۳۲۷ء

دیرینہ سال بادشاہ کی وفات نے صورت حالات کا نقشہ ہی بدل دیا۔ اگر ایڈورڈ اول کو قضا نے کچھ اور مہلت دی ہوتی تو اس میں ذرا شک نہیں کہ بروس زیر ہوگیا ہوتا کم از کم کچھ عرصہ کے لئے تو اُسے ضرور ہی مغلوب ہونا پڑتا۔ لیکن ایڈورڈ ثانی کے حصہ میں نیک نفس اور عالی دماغ والدین کی خوبیاں نہ آئی تھیں۔ بچپن میں ماں باپ نے بڑے ناز و نعمت سے پالا۔ ہر خواہش پوری کی ہر شوخی برداشت کی۔ اس لاڈ پیار کا نتیجہ جو ہوسکتا تھا وہی ہوا۔ شہزادے نے جب منزل شباب میں قدم رکھا تو کاہلی اور غیر مستقل مزاجی کا

چپلا تھا اور بڑے باپ کو اپنی ناہمواریوں اور بداطواریوں سے بہت کچھ
تکلیف دے چکا تھا۔ اس وقت اُس کی عمر تیئیس سال تھی۔
دیکھنے میں حسین وجمیل تھا مگر انتہا کا خودرائے کمینوں کی صحبت کا
دلدادہ عیش پرست اور وارستہ مزاج واقع ہوا تھا۔ بیس سال بعد
جس حسرتناک طریق پر اُس کا خاتمہ ہوا وہ بھی ہمارے دل میں
ایسے نالایق بادشاہ کی طرف سے ہمدردی کا کوئی جذبہ نہیں پیدا کرتا۔

باپ نے بستر مرگ پر بیٹے کو تین وصیتیں کی تھیں۔ اول
یہ کہ جب تک اسکاٹلینڈ مسخر نہ ہولے جنگ برابر جاری رکھے۔
دوم یہ کہ اُس کا دل پہلو سے نکال کر ارض مقدس میں بھیجدے۔ سوم
یہ کہ ایک بدچلن شخص پیرس گیوسٹن نامی کو | گیوسٹن
جو گاسکنی کا رہنے والا تھا اور جسے ایڈورڈ اول نے جلاوطن
کردیا تھا کبھی واپس نہ بلائے سعادت مند بیٹے نے ان میں
سے ایک وصیت بھی پوری نہ کی۔ میدان جنگ سے فوراً ہی
جنوب کی طرف پلٹ کر اُس نے بروس سے تین سال تک
مطلق کچھ تعرض نہ کیا اور وہ اس عرصہ میں اپنی قوت
خوب بڑھاتا رہا۔ باپ کو ویسٹ منسٹر میں دفن کردیا۔ اور
اور باپ کی وفات کو ایک مہینہ بھی نہ ہونے پایا تھا کہ
اُس نے گیوسٹن کو بلاکر انعام واکرام سے نہال کردیا۔
پھر خود تو فلپ چہارم کی بیٹی اسابیلا سے شادی
کرنے کے لئے فرانس چلا گیا اور اپنی غیبت میں دومہینے
کے لئے گیوسٹن کو نائب السلطنت بناکر چھوڑتا گیا۔

فرانس سے واپس آنے پر ۲۵ر فروری ۱۳۰۸ء کو ایڈورڈ اور اُس کی کم سن ملکہ کی رسم جلوس عمل میں آئی۔ اور عنان حکومت گیوسٹن کے ہاتھ دے دی گئی۔ گیوسٹن جو رنگیں مزاجی اور شوخ چشمی کے ساتھ اپنے مقاصد کو ملحوظ رکھنے میں بلند نظر بھی واقع ہوا تھا بادشاہ کے ساتھ عیش و عشرت کی صحبتوں اور سیر و تفریح کے جلسوں میں شریک ہوتا تھا اور امرا کو ذلتوں پر ذلتیں دیتا تھا۔ دو مرتبہ وہ جلا وطن بھی کیا گیا لیکن ایڈورڈ ہر بار اُسے واپس بلا لیتا تھا۔ ایک سال پارلیمنٹ نے حکومت کا انتظام بادشاہ کے ہاتھ سے لے کر اساقف و امرا کی ایک مجلس کے سپرد کر دیا جو مجلس فرمان فرمایان کے نام سے موسوم ہوئی اور جس نے بعض فرامین کے نفاذ سے بادشاہ کے اقتدارات کو محدود کر دیا۔

مجلس فرمان فرمایاں
۱۳۱۰-۱۳۱۱ء

پہلی مرتبہ جو پارلیمنٹ ملتوی کی گئی وہ بھی پارلیمنٹ ہے یعنی کچھ عرصہ کے لئے برخاست کر دی گئی اور پھر اراکین کے جدید انتخاب کے بغیر طلب کر لی گئی۔ گیوسٹن کچھ عرصہ تک جلا وطن رہا لیکن آخر واپس آیا۔ اور اس دفعہ قضا کو بھی اپنے ساتھ لایا۔ اسکاربرو میں پہنچتے ہی امرا نے اُسے گرفتار کر لیا۔ اور امیر وارک نے جو اُس کا جانی دشمن تھا

گیوسٹن کا قتل
۱۳۱۲ء

۱۹؍ جون ۱۳۱۲ء کو اُسے بادشاہ کے چچیرے بھائی ٹامس ایبرلینکسٹر کے روبرو بلیکلو کی پہاڑی پر قتل کر دیا۔

ایڈورڈ ادھر اِن لغویات میں مبتلا تھا ادھر اسکاٹلینڈ اُس کے ہاتھوں سے نکلا چلا جا رہا تھا۔ ۱۳۰۷ء سے لیکر اس وقت تک بروس کئی شہروں پر قبضہ کر چکا تھا۔ ۱۳۱۰ء میں ایڈورڈ اور گیوسٹن نے لشکر کشی اوس پر کی تھی وہ بھی سراسر ناکام ثابت ہوئی تھی۔ ۱۳۱۴ء میں بجز اسٹرلنگ اور بروک کے باقی اور کوئی مقام ایسا نہ رہا تھا جہاں بروس کا اقتدار تسلیم نہ کیا جاتا ہو۔ قلعہ اسٹرلنگ کے قلعدار پر

جنگ بینک برن
۲۴؍ جون ۱۳۱۴ء

بروس کی فوجوں نے ایسا دباؤ ڈالا کہ کمک نہ پہنچنے کی صورت میں اُس نے سینٹ جان والے دن یعنی ۲۴؍ جون کو قلعہ کی حوالگی کا وعدہ کر لیا تھا آخر ایڈورڈ جو اپنے چہیتے مصاحب کو ہمیشہ کے لئے کھو بیٹھا تھا اور جو باوجود کاہل اور آرام طلب ہونیکے موقع آپڑنے پر بہادری کے جوہر بھی دکھا سکتا تھا فوجیں لے کر شمال کی طرف بڑھا اور ایک چھوٹی سی ندی کے کنارے جس کا نام بینک برن ہے اور جہاں سے قلعہ اسٹرلنگ نظر آرہا تھا بروس کے لشکر پر جا پڑا۔ اسکاٹلینڈ کا ہر سپاہی بھی جان ہتھیلی پر رکھے مرنے مارنے کے لئے تیار تھا۔ وہ وقت آگیا تھا کہ اسکاٹلینڈ یا تو اپنی آزادی حاصل کر لے یا

کھو بیٹھے۔ لڑائی سینٹ جان والے دن ہوئے۔
اسکاٹلینڈ کے شاعر برنس کا ایک مشہور ترانہ ہے۔
دشمن کو جن کے جوہر والس دکھا چکا ہے۔ جن کو بروس اکثر میدان میں لا چکا ہے
وہ ہیں یہی بہادر اسکاٹلینڈ والے

یہ ترانہ واقعہ بینک برن کے چار سو سال بعد سپرد قلم ہوا تھا اور اس کے سننے سے معلوم ہوتا ہے کہ بینک برن کی یاد ابھی تک اسکاٹلینڈ کے دل میں تازہ ہے۔ شاہ رابرٹ نے اپنی فوج کے سامنے بڑے بڑے گڑھے کھدوا کر اُنہیں گھاس اور ٹہنیوں سے چھا دیا تھا۔ اور والس کی مانند اپنے اُن سپاہیوں کی جو برچھوں سے مسلح تھے اس طرح مربع بندی یا دایرہ بندی کی تھی کہ دایرے اور مربعے بیچ میں سے خالی تھے اور سامنے والی صفوں کے جوان گھٹنے ٹیکے ہوئے تھے انگریزی قادر اندازوں کے تیروں کی بوچھاڑ نے اُنہیں بے حد نقصان پہنچایا اور ان کے پرے کے پرے صاف ہو گئے لیکن اُن کی جوانمردانہ شجاعت کا یہ عالم تھا کہ جو سپاہی گرتا تھا اُس کی جگہ جھٹ دوسرا آموجود ہوتا تھا۔ انگریزی سواروں کے دستے رہ رہ کر حملے کرتے تھے لیکن ہر دفعہ تنے ہوئے برچھوں کی انیوں کا ایک جنگل اپنے سامنے پاتے تھے یہاں تک کہ پھر اُنہیں آگے بڑھنے کا حوصلہ نہ ہوا اور

اُن میں سخت ابتری پھیل گئی۔ اُسوقت کوہستانی نوکروں کی ایک جماعت پہاڑی پر سے اترتی ہوئی نظر آئی۔ انگریز سمجھے کہ غنیم کی تازہ دم فوج آرہی ہے۔ اس غلط فہمی سے اُن میں کھلبلی پڑ گئی اور امرا اور فوجی سردار سر پر پاؤں رکھکر ایسا بھاگے کہ پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا خود ایڈورڈ نے بھی میدان جنگ سے فرار ہوکر بروک میں جا دم لیا۔ لیکن اُس کی ساری فوج منتشر ہوگئی۔ امرا قید کر لئے گئے اور بہت بڑا مال غنیمت دشمن کے ہاتھ آیا غرض ایک ہی معرکہ میں اسکاٹلینڈ نے انگلستان کی اطاعت کا جوا اپنے کندھے سے اتار پھینکا اس شکست سے انگلستان کی ذلت و رسوائی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ اورچھ سال کا زمانہ جو واقعہ بینک برن کے بعد گزرا مصائب و آلام سے بھرا ہوا تھا۔ ملک کی آبادی کا ایک اچھا حصہ فوج کی نذر ہوچکا تھا۔ زندگی کے کاروبار کے لئے آدمی نہ ملتے تھے۔ اس پر بہ ہنگامی وبائے مواشی اور شاہی عمال کی دستبرد نے مل ملاکر گرانی اجناس کی شکل پیدا کردی۔ پارلیمنٹ نے اُس گرانی کو ناعاقبت اندیشی کی راہ سے قانوناً روکنا اور اشیائے خوردنی کا نرخ جبراً ارزاں کرنا چاہا

اسکاٹلینڈ کی آزادی

نتیجہ یہ ہوا کہ ماکولات کا سستا نرخ دیکھ کر لوگوں نے بہت زیادہ مقدار میں جنس خریدنی شروع کردی جس سے ملک میں قحط پڑ گیا اور بہت سی جانیں تلف ہوئیں۔ اسکاٹلینڈ والوں نے بھی انگلستان کے شمالی علاقہ میں لوٹ مار مچا رکھی تھی۔ اور رابرٹ کا بھائی ایڈورڈ بروس آئرلینڈ پر حملہ کر رہا تھا۔ ۱۳۲۰ء میں ایڈورڈ کی چشم التفات کی نظر ایک نئے مصاحب ہیوگ ڈسپنسر پر پڑی جس نے اپنے باپ کے ساتھ ملکر ٹامس امیر لینکسٹر کو صدارت عظمیٰ کے منصب سے الگ کردیا اور حکومت کی باگ خود اپنے ہاتھوں میں لے لی ڈسپنسر اور اُس کا باپ گیوسٹن سے بہرحال اچھے تھے لیکن پھر بھی امرائے سلطنت سے بہت جلد اُن کی ان بن ہوگئی اور امرا نے راجر مارٹیمر رئیس وگمور اور امیر ہیرفرڈ اور امیر لینکسٹر کی سرکردگی میں علم بغاوت بلند کر کے حکومت پر مسلط ہو جانے کے قصد سے شاہ اسکاٹلینڈ کے ساتھ سازباز کرنا شروع کردیا۔

قحط اور شورش

نیا مصاحب ہیوڈسپنسر ۱۳۲۰ء-۱۳۲۶ء

لیکن اس مرتبہ ایڈورڈ چوکنا تھا۔ اسکاٹلینڈ کی طرف سے باغیوں کو کمک پہنچنے بھی نہ پائی تھی کہ اُس نے اُنہیں جالیا۔ امیر ہیرفرڈ مارا گیا۔ مارٹیمر لنڈنکے

قلعہ میں نظر بند کر دیا گیا۔ اور ٹامس امیر لینکسٹر جس کا گیوسٹن کے قتل میں شریک ہونا ایڈورڈ کو کبھی بھی فراموش نہ ہوا تھا قتل کر دیا گیا۔ اس کے بعد بادشاہ نے یارک میں پارلیمنٹ کا ایک اجلاس منعقد کر کے مجلس فرمان فرمایاں کے احکام و ضوابط کو منسوخ کر دیا اور چونکہ وہ امرا کی قوت گھٹانا چاہتا تھا اس لئے پارلیمنٹ کو اس نے ایک نہایت ہی اہم قانون کے نفاذ پر آمادہ کیا۔ وہ قانون یہ تھا کہ "تمام امور کا تصفیہ بادشاہ قسیسوں امیروں جاگیرداروں اور ملک کے عوام کے اتفاق رائے سے ہونا چاہئے" وضع قوانین کے اختیارات میں عوام کو حصہ ملنے کا یہ پہلا موقع تھا۔ اس سے پہلے ان سے صرف محصولات کے بارہ میں مشورہ لیا جاتا تھا۔ حکومت اب ہیولی ڈسپنسر اور اس کے باپ کے ہاتھوں میں تھی۔ حکومت کیا تھی ابتری و بے عنوانی کا دور تھا۔ لوگ کار فرمایان حکومت کو سخت نفرت کی نظر سے دیکھتے تھے اور ملکہ اسابیلا بھی اس لحاظ سے اہل ملک کی شریک حال تھی۔ ۱۳۲۵ء کے اوایل میں ریاست گوین کی بابت اپنے بھائی چارلس رابع سے ایک نزاع کا تصفیہ کرنے کے لئے ملکہ اسابیلا فرانس گئی۔ اور چند مہینے بعد اپنے بیٹے شہزادہ ایڈورڈ کو جس کی عمر اسوقت

لینکسٹر کا قتل ۱۳۲۲ء

وضع قوانین میں عوام کا حصہ

تیرہ سال تھی بلا بھیجا کہ اگر رئیس گوین ہونیکی حیثیت سے
شاہ فرانس کی اطاعت کا حلف اٹھائے۔ لیکن اب
نہ تو ملکہ ہی انگلستان واپس گئی نہ شہزادہ ہی گیا۔ اصل
مطلب اسابیلا کا کچھ اور تھا۔ لارڈ مارٹیمر قلعہ لندن سے
فرار ہوکر فرانس چلا آیا تھا اور ملکہ اُس کے ساتھ مل کر
سازش کر رہی تھی کہ کسی طرح ایڈورڈ کو تخت سے
اتار دیا جائے۔ اور اُس کی جگہ اُس کے بیٹے کے سر پر
تاج رکھا جائے۔ چنانچہ ۲۴ ستمبر ۱۳۲۶ء کو وہ ایک
مختصر سے دستہ فوج کے ساتھ سفوک میں لنگر انداز
ہوئی۔ اور معاً صدر اسقف اور تمام امرا اپنی اپنی جمیعتیں
لے کر اُس کے ساتھ آملے۔ یہ دیکھ کر کہ اُس کا ساتھ
دینے والا کوئی نہیں رہا اور چاروں طرف سے مایوس
ہوکر بدنصیب ایڈورڈ نے اپنے دونوں مصاحبوں کو
ساتھ لیا اور ویلز کا رخ کیا۔ لیکن اُس کے دشمنوں نے
وہاں بھی اُس کا پیچھا نہ چھوڑا اور گلیمارگن میں رفیقوں
سمیت اُسے گرفتار کر لیا۔ ہیولی ڈسپنسر اور اُس کا باپ
تو سولی پر لٹکا دئے گئے اور بادشاہ کو ایک پارلیمنٹ
نے جس کا اجلاس بتاریخ ۲۰ جنوری ۱۳۲۷ء ویسٹ منسٹر
میں منعقد ہوا حکومت کے ناقابل قرار دیا
اُس کا عطائے فرمانروائی توڑ ڈالا گیا اور
اُس کی جگہ نوعمر شہزادہ ایڈورڈ کی بادشاہی کی اعلان

ایڈورڈ دوم تخت سے اتار کر قتل کر دیا گیا۔ ۱۳۲۷ء

کیا گیا۔ اُس موقع پر بادشاہ کے منہ سے جو فقرے نکلے وہ بڑے عبرتناک ہیں۔ درد بھرے لہجے میں اُس نے حاضرین سے اس طرح خطاب کیا کہ مجھے اپنی رعایا کے دل میں گھر نہ کر سکنے کا بہت رنج ہے اور میں اُن سب سے جو یہاں موجود ہیں معافی مانگتا ہوں۔ لیکن جو بات ہوکر رہنے والی تھی وہ ٹل کس طرح سکتی ہے۔ ایسی حالت میں یہ بھی غنیمت ہے کہ آپ نے میرے سب سے بڑے لڑکے کو بادشاہ منتخب کیا جس کے لئے میں آپ کا ممنون ہوں۔ اس کے بعد ایڈورڈ قید کر دیا گیا اور ایک قلعہ سے دوسرے قلعہ میں منتقل ہوتا رہا تا آنکہ ۲۱ ستمبر ۱۳۲۷ء کو قلعہ بارکلے میں مارٹیمر کے حکم سے وہ بے دردی سے قتل کر دیا گیا۔

دسواں باب

جنگ صدسالہ کسانوں کی بغاوت

ایڈورڈ سوم ۱۳۲۷ء لغایت ۱۳۷۷ء
شہزادہ سیاہ پوش۔ سال وفات ۱۳۷۶ء
رچرڈ دوم ۱۳۷۷ء لغایت ۱۳۹۹ء

بادشاہ کا عہد طفولیت ۱۳۲۷ء-۱۳۳۰ء

۲۹ جنوری ۱۳۲۷ء کو نو عمر شہزادہ کی رسم جلوس عمل میں آئی۔ چونکہ کم سن تھا اس لئے اُس کی طرف سے نیابتہً حکومت کرنے کے لئے اولیائے امور مقرر کیگئے لیکن چار سال تک حقیقی حکومت ملکہ اسابیلا اور اُس کے منظور نظر لارڈ مارٹیمر کے غاصبانہ ہاتھوں میں رہی۔ اِس کے بعد ایڈورڈ خود صاحب اختیار ہوگیا۔ ۱۳۲۹ء میں اُس نے ایمس بینالٹ کی بیٹی فلیا سے عقد کیا۔ ۱۵ جون ۱۳۳۰ء کو اُس کا پہلونٹا بیٹا پیدا ہوا جس نے آگے چل کر شہزادہ سیاپوش کے لقب سے شہرت عام حاصل کی۔ اُسی سال کے ماہ نومبر میں مارٹیمر کے اشارہ سے بادشاہ کے چچا ایرکنٹ کی گردن ماری گئی۔

مارٹیمر کا انجام

اِس واقعہ نے نوخیز بادشاہ کی آنکھیں کھولدیں چند دوستوں کو ساتھ لے کر وہ آدھی رات

سے وقت قلعہ ناٹنگھم میں جا گھسا اور مارٹیمر کو قید کر لیا جس پر مقدمہ چلایا گیا۔ امرا نے متعدد جرایم کے ارتکاب کی پاداش میں اُس کی نسبت سزائے موت تجویز کی اور بتاریخ ۲۹ر نومبر ۱۳۳۰ء وہ ٹائبرن میں جس کا نام اُن دنوں "ڈی ایلس" تھا سولی پر لٹکا دیا گیا۔ رہی ملکہ اسابیلا سو وہ بقیہ عمر کے لئے قلعہ کاسل رائزنگ واقعہ نارفاک میں نظر بند کر دی گئی۔

ان تمام واقعات سے واضح ہوا ہوگا کہ انیس سال کی عمر کو پہنچنے سے پہلے ہی ایڈورڈ شادی بھی کر چکا تھا صاحب اولاد بھی ہو گیا تھا اور شاہانہ اختیارات سے بھی کام لینے لگا تھا۔ اُس کے عہد حکومت کے دو تاریخی پہلو ہیں انگلستان اُس کے زمانہ میں بیرونی لڑائیوں میں بھی شریک رہا اور خود ملک کے اندر بھی بڑے بڑے اہم واقعات رونما ہوئے۔ ان دونوں پہلوؤں پر ہمیں الگ الگ نظر ڈالنی ہوگی۔

بیرونی

اسکاٹلینڈ اگرچہ اب آزاد تھا لیکن باہمی کش مکش کا سلسلہ دونوں طرف سے بدستور جاری تھا۔ اور جب شاہ رابرٹ صرف ایک ہفت سالہ لڑکا اپنا جانشین چھوڑ کر رہگزائے عالم باقی ہوا تو ایڈورڈ سوم نے

فرانس کے ساتھ نزاع کے اسباب

اسکاٹلینڈ پر چڑھائی کر کے جان بیلئیل کے سب سے بڑے بیٹے ایڈورڈ کو تخت پر بٹھا دیا۔ اس کے کچھ ہی دن بعد بیلئیل کو اسکاٹلینڈ کے محبان وطن نے پھر مار کر نکال دیا چونکہ فرانسیسی اہل اسکاٹلینڈ کے حلیف تھے لہذا فلپ سادس شاہ فرانس جو گوین پر دست تصرف دراز

کرنا چاہتا تھا یہ حجت نکال کر کہ ایڈورڈ نے اُس کے حلیفوں کے علاقہ پر فوج کشی کی ہے گاسکنی کے صوبہ پر چڑھ دوڑا انہیں دنوں اہل فلینڈرس نے جو انگلستان کے ساتھ وسیع پیمانہ پر اون کی تجارت کرتے تھے اپنے نااہل حکمران امیر لوئی کے استحصال سے تنگ آکر ایڈورڈ سے امان طلب کی

ایڈورڈ سے اہل فلینڈرس کی استمداد

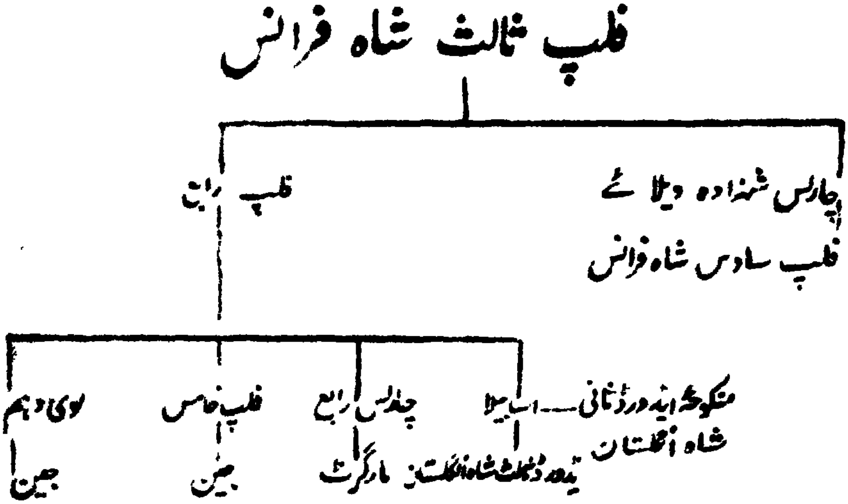
اہل فلینڈرس کی قومی آرزوؤں کا ترجمان ایک شخص جیمز واں آرٹیولڈ نامی تھا جسے عرف عام میں "گنٹ کا کلال" کہتے تھے اُس نے ایڈورڈ سے امداد کی استدعا کی اور ساتھ ہی درخواست پیش کی کہ ایڈورڈ "شاہ فرانس" کا لقب اختیار کرے تاکہ فلینڈرس والے اپنا جائز فرمانروا اُسے جان کر اُس کی اطاعت اختیار کرسکیں۔

ایڈورڈ نے یہ تجویز قبول کرلی۔ اپنی ڈھال پر فرانس کا شاہی نشان "فلرڈی لی" ثبت کر کے اور Dieu et Mon Droit کا فرانسیسی طغرا اختیار کرکے

ایڈورڈ تخت فرانس کا دعوٰی کرتا ہے

اُس نے تخت فرانس کا اس بنا پر دعوٰے پیش کیا کہ اُس کی ماں اسابیلا فرانس کے شاہی خاندان کی شاخ اکبر سے تعلق رکھتی تھی حالانکہ فلپ ساوس کا تعلق شاخ اصغر سے تھا یہ دعوٰے

بالکل مہمل تھا اس لئے کہ فرانسیسی قانون کی رو سے عورت واسطۂ وراثت نہ تھی۔



فلپ سادس کی تخت نشینی پر اگرچہ ایڈورڈ نے اس بات کو تو تسلیم کرلیا کہ عورت ذات خود تخت فرانس کی وارث نہیں ہوسکتی لیکن ساتھ ہی وہ اس استدلال پر بھی مصر تھا کہ اگر عورت کا وارث جنس ذکور سے ہو اور فرمانروائے سابق سے قریب ترین رشتہ رکھتا ہو تو وہ ضرور تاج فرانس کا حق دار ہوسکتا ہے اس بحث نے طول کھینچکر اس مشہور جنگ صد سالہ کی شکل پکڑلی جس کا سلسلہ کچھ کچھ وقفہ کے ساتھ انگلستان کے پانچ بادشاہوں کے عہد تک قائم رہا۔ بنائے فساد اگرچہ ابتداءً فلینڈرس والے تھے لیکن زیادہ عرصہ نہ گزرنے پایا تھا کہ انکا اس جنگ سے کچھ تعلق نہ رہا۔ غور سے دیکھا جائے تو یہ ایک افسوسناک جنگ تھی جسکا مقصد بجز جلب اقتدار کے اور کچھ نہ تھا

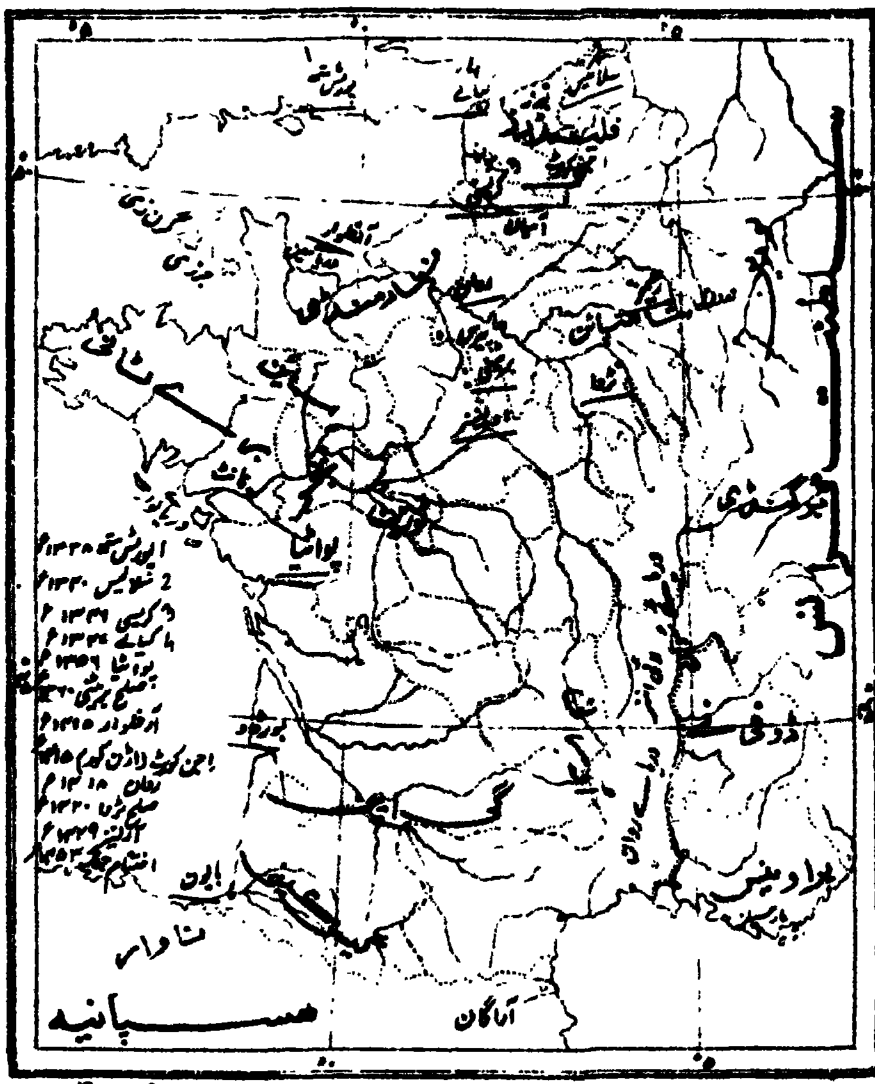
اور دونوں قوموں کو اِس آویزش سے کچھ بھی فائدہ پہنچتا نظر نہ آتا
تھا۔ لیکن جس زمانہ کے یہ واقعات ہیں اُسکا اخلاقی معیار بھی آجکل سے
دورِ مروت
بالکل جدا تھا۔ یہ عہد فتوت و مروت کا دور کہلاتا
ہے جبکہ فنون سپہگری کے دنگلوں تک میں
اپنی بہادری اور شجاعت کے کرتبوں کی نمایش کے لئے امرا اپنی
جان پر کھیل جانے سے دریغ نہ کرتے تھے۔ اُس جانبازانہ
شجاعت اور بہادرانہ شرافت نفس میں جو اِس عہد کا خاصہ ہے
اگرچہ بہت سی باتیں قابل تعریف ہیں لیکن ان خصوصیات سے
امرا آپس میں ایک دوسرے ہی کو فیض پہنچاتے تھے۔ خواص
سے گزر کر یہ فیض عوام تک نہ پہنچتا تھا۔ امرا جب جنگ کو
نکلتے تھے تو جلتے ہوے گاؤں اجڑی ہوئی کھیتیاں لٹے ہوئے
تاکستان اُن کے دلوں میں اُن خانماں برباد غریبوں کی طرف سے
جن کا سارا مال واملاک ساری جمع جتھا حوالہ تیغ وآتش ہوچکی
تھی مطلق کوئی جذبہ ہمدردی بنی نوع کا پیدا نہ کر سکتے تھے۔
اور اُن مصیبت زدہ غربا کی تکالیف پر اُن کا دل پسیجتا بھی تو
کیوں کر۔ انہیں تو اُس زمانہ کی اصطلاح میں "راسکل" (بدمعاش)
کو کہتے تھے جن کا عدم وجود برابر تھا۔

ایڈورڈ کے عہد میں جنگ صد سالہ تین معرکوں پر تقسیم کی
جاسکتی ہے۔ پہلے معرکہ کا آغاز ۱۳۳۷ء میں فرانسیسیوں کے
پورٹسمتھ پر حملہ کرنے سے ہوا۔ اس معرکہ کا دور ۱۳۶۰ء میں ختم ہوا
جنگ صد سالہ پہلا معرکہ ۱۳۳۷ء تا ۱۳۶۰ء
اور بحیثیت مجموعی انگریز اس میں کامیاب رہے

۱۳۴۰ء میں انہیں ایک بہت بڑی بحری فتح سلائیز کے
قریب حاصل ہوئی جو فلینڈرس کی بندرگاہ پر واقع ہے
اور ۲۶ ر اگست ۱۳۴۶ء کو کریسی واقع شمال فرانس میں انہیں
ایک اور فتح ایسا ہوئی کریسی کی لڑائی میں انگریزی
تیراندازوں نے بہادرانِ فرانس کی صفیں الٹ دیں اور
بارود کا استعمال بھی اول اول اسی لڑائی میں ہوا۔ ایڈورڈ
شہزادۂ ویلز جو شہزادہ سیاہ پوش کے لقب سے مشہور ہے
اس وقت شانزدہ سالہ تھا کریسی کی لڑائی میں اس نے
ایسی شجاعت کا ثبوت دیا کہ اس کم سنی ہی میں اُسے سرداری
کے معزز خطاب سے مخاطب کیا گیا۔ بیان کیا جاتا ہے لیکن
یہ روایت کسی قدر مشتبہ ہے کہ کریسی کی لڑائی کے بعد ہی
شہزادہ سیاہ پوش نے تین کلغیاں لگانی شروع کر دیں اور مقولہ
"آک ڈین" (میرا کام خدمت کرنا ہے) بھی اختیار کرلیا۔ یہ مقولہ
آج بھی شہزادہ ویلز کا طغرائے امتیاز ہے۔

محاصرہ کیلے اس کے بعد کیلے کا محاصرہ شروع ہوا اور
ماہ ستمبر ۱۳۴۶ء سے لیکر ۴ ر اگست ۱۳۴۷ء تک
پورے گیارہ مہینے قایم رہا۔ ۴ ر اگست کو جب محصورین میں
تاب مقاومت بالکل ہی باقی نہ رہی تو شہر کے چھ بہادر
باشندے ننگے پاؤں اظہار تذلل کے لئے رسے ڈالے باہر
آئے اور ملتجی ہوئے شہر پر رحم کرکے انہیں معاف کر دیا جائے
ایڈورڈ انہیں پھانسی دینے کا ارادہ کرچکا تھا لیکن نیک نہاد

نقشه نمره ٣ مشهور محاربات و محاصرات جنگ صدساله محاذی صحیفه ۲۹۵



ملکہ فلپا کی عاجزانہ التجائیں آڑے آگئیں اور اُن کی جان بخشی کی گئی۔ کیلے میں ایڈورڈ نے انگریزوں کو لا آباد کیا اور دو سو سال تک اُس شہر پر انگریزی قبضہ رہا

طبقۂ گارٹر ۱۳۴۹ء

ابنائے انگلستان کے جہازوں کے لئے کیلے کا بندرگاہ بہت بڑی جائے پناہ کا حکم رکھتا تھا۔ اُسی زمانہ میں ایڈورڈ سوم نے شاید بیادگار محاصرہ کیلے گارٹر کا مشہور اعزازی طبقہ قایم کیا جو چھبیس جلیل القدر اراکین پر مشتمل تھا چھبیسواں رکن خود بادشاہ تھا۔

دوسرا معرکہ ۱۳۵۵ء میں بعہد جان ثانی شاہ فرانس شروع ہوا۔ اس معرکہ کی سب زیادہ مشہور لڑائی پائیٹرس کی لڑائی تھی جسکا سال وقوع ۱۳۵۶ء ہے۔ ۱۹ ستمبر والے روز شہزادہ سیاپوش نے صرف بارہ ہزار کی جمعیت سے فرانسیسیوں کی ساٹھ ہزار فوج کو شکست فاش دی۔ شہزادہ نے اپنی فوج کی صف بندے تاکستانوں کے اندر ایک تنگ سی گزرگاہ کے سرے پر کی تھی۔ فرانسیسی جب قریب پہنچتے تھے انگریزی فوج کے تیرانداز

دوسرا معرکہ ۱۳۵۵-۱۳۶۰ء

اُن پر تیروں کی بوچھاڑ کرتے تھے اور اُنکے قدم اکھڑ اکھڑ جاتے تھے۔ فرانسیسی پھر بھی بڑی شجاعت سے لڑے لیکن فتح کا پلہ دوسری طرف جھک چکا تھا۔ شاہ جان مع اپنے کم سن بیٹے فلپ کے گرفتار ہوا اور انگلستان بھیج دیا گیا جہاں آٹھ سال بعد جان

نے لندن میں قیصر سیوا ے کے اندر وفات پائی۔ پائیٹرس کی لڑائی کے دو سال بعد انگریزی فوج نے پیرس کی طرف کوچ کیا۔ جس علاقہ میں اُس کا گذر ہوا وہ بالکل اجاڑ ہو رہا تھا اور قدم قدم پر اُن بے باک سپاہیوں کی غارتگرانہ دستبرد کے نشان نظر آتے تھے جنھیں اُس زمانہ کی اصطلاح میں "جماعت آزادہ گان" کہتے تھے۔ بریٹگنی میں جو پیرس کے جانب جنوب واقع ہے ۸ مئی ۱۳۶۰ء کو انگریزوں اور فرانسیسیوں کے مابین ایک صلحنامہ مرتب ہوا۔ اس معاہدہ کے بموجب ایڈورڈ تاج فرانس کے دعوے سے دستکش ہوگیا لیکن ایکوٹیین۔ پائٹو گاسکنی اور کیلے کی خود مختارانہ حکومت اُس کے حصے میں آئی۔ غرض دوسرے معرکہ کا دور جب ختم ہوا تو انگریز فرانس کے ایک بڑے حصے پر قابض تھے۔ لیکن تیسرے معرکہ میں انگریزوں نے شکست کھائی اور یہ علاقہ اُن کے ہاتھ سے نکل گیا۔ شہزادہ سیاپوش نے جو امیر ایکوٹیین ہوکر اس علاقہ کے صدر مقام بورڈو میں حکومت کرنے گیا تھا ہسپانیہ کے ایک نزاعی معاملہ میں مداخلت کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چارلس پنجم فرمانروائے فرانس نے از سر نو بساط جنگ بچھادی۔ چارلس اپنے باپ جان کی بہ نسبت زیادہ ہوشیار اور چالاک واقع ہوا تھا۔ انگریزی فوج کا دوبدو مقابلہ

تیسرا معرکہ ۱۳۶۹ء | کرنے کی بجائے اُس نے لڑائی کا ڈھنگ اس طرح ڈالا کہ جب انگریزی فوج پاس آتی

تھی کتی کاٹ کر دور نکل جاتا تھا اور غنیم کو ویران و غیر آباد علاقوں میں لمبی لمبی منزلیں مارنے سے پریشان کرتا رہتا تھا شہزادہ سیاہ پوش کی طبیعت ناساز تھی جنگ کی اس روش نے اُس کے مزاج کو اور چڑچڑا کر دیا۔ اور غنیم قدم قدم پر اُس سے گوے سبقت لے جانے لگا شہر لموجے کی رعایا اُسی دوران میں شہزادے سے منحرف ہوکر چارلس سے جا ملی تھی۔ شہزادہ نے برافروختہ ہوکر اُن کے قتل عام کا حکم دے دیا اور اپنے تام نیک کو اس ایک ظالمانہ فعل سے بٹہ لگا لیا۔ آخر جب اُس کی صحت نے اُسے بالکل ہی جواب دے دیا تو وہ انگلستان واپس چلا آیا اور اُس وقت سے انگریزوں کو شکستوں پر شکستیں ہونے لگیں۔ ۱۳۷۲ء میں اُن کے بیڑے کو ہسپانویوں نے زک دی اور ۱۳۷۴ء کے ختم ہوتے ہوتے فرانسیسیوں نے کیلے بورڈو اور بیان کے سوائے باقی تمام علاقہ انگریزوں سے واپس لے لئے۔ غرض اس معرکہ کے خاتمہ پر انگریزوں کے قبضہ میں چھتیس سال پہلے کی بہ نسبت بہت کم فرانسیسی علاقہ باقی رہ گیا۔

۱۴۱ اب ہم ایڈورڈ ''کے اوایل عہد کے اُن واقعات پر نظر ڈالتے ہیں جو انگلستان کے اندر پیش آئے۔ یہ بات بظاہر عجیب معلوم ہوگی کہ جنگ فرانس اہل انگلستان کی طبایع کو مرغوب تھی۔ لیکن غور سے دیکھا جائے تو ایسا ہونا اقتضائے فطرت تھا امرا کے لئے جنگ پہلے ہی ایک دل پسند

نشوونمائے قوم
۱۳۷۰-۱۳۲۹

مشغلہ کا حکم رکھتی تھی۔ رہے عوام سو انہیں اب یہ خیال
پیدا ہو گیا تھا کہ اگر بادشاہ کی رعایا کی تعداد زیادہ ہوگی
تو اسی نسبت سے اُن کے محصولات کا بوجھ ہلکا ہو جائیگا
شہزادہ سیاپوش کے جنگی کارناموں نے بھی لوگوں کے
دلوں میں گھر کر لیا تھا اور نام و نمود کے فطری جذبہ سے
متاثر ہو کر وہ ایسے بہادر شہزادے کی ذات پر فخر کرنے
لگے تھے جس کی جوانمردی نے انگلستان کی سطوت وجبروت
کا ڈنکا غیر ممالک میں بجا دیا تھا۔ اِس کے علاوہ جنگ
اول اول طبقہ اوانی کیلئے ذریعہ منفعت بھی ثابت ہوئی تھی۔ فوجی سرداروں

ارامنیات کے پٹے اور کاشتکار علاقوں کو آزادی

اور جاگیرداروں کو اپنے قیمتی سلاح جنگ کی
بہم رسانی اور باہر جاکر اپنا ٹھاٹھ قایم رکھنے
کے لئے آئے دن روپیہ کی ضرورت پیش آتی رہتی تھی
اُس ضرورت کو وہ اس طرح رفع کرتے تھے کہ اپنے جاگیریں
اور زمینیں طویل میعاد کے لئے پٹہ پر دے دیتے تھے
جس کا پٹہ دار آسامیوں سے انہیں لگان مل جاتا تھا۔ اسی سے
کسانوں کے مزرعوں اور آزاد حیثیت رکھنے والے کسانوںکی
ابتدا ہوئی۔ وہ اپنے کاشتکار علاقوں کو بھی جو اُن کی جائداوں
کا جزو ہوتے تھے معاوضہ لے کر آزاد کر دیتے تھے یہاں
تک خود بادشاہ بھی روپیہ کی خاطر اپنی وسیع وعریض جاگیروں
میں اپنے مختاروں کو بھیج دیتا تھا کہ جو آسامیاں آزاد ہونا چاہیں
ایک بندھی رقم دے کر آزادی خرید لیں۔ ایڈورڈ اپنی

حرفت اور تجارت کی ترقی۔

ساتھ کچھ جولاہے فلینڈرس سے لیتا آیا تھا۔ اُن پیشہ وروں نے اپنی بستیاں نارفاک سفاک اور اسکس میں بسالیں اور لوگوں کو پارچہ بافی کا ہنر سکھانا شروع کیا۔ پارچہ بافی تھوڑے ہی دنوں میں ملک کی ایک اہم اور سودمند دستکاری ہوگئی اور چونکہ ہر اُس غلام کو جو کسی زمینداری کے دایرہ تصرف سے نکل کر کسی شہر میں ایک سال اور ایک دن بودوباش رکھنے کا موقع نکال سکتا کامل آزادی کا استحقاق حاصل ہو جاتا تھا لہذا بہت سے لوگوں نے کسب معاش کے لئے پارچہ بافی کا پیشہ اختیار کرلیا۔ غیر ملکوں کے ساتھ لین دین کے تعلقات قایم ہونے سے بازار تجارت بھی گرم ہو چلا۔ نارمنڈی کے ساتھ مچھلی اور لکڑی فلینڈرس کے ساتھ اُون اور گاسکنی کے ساتھ شراب اور نمک کا بیوپار ہوتا تھا جس سے لوگوں کے لئے معاش کی نئی راہیں کھل گئیں۔ اسی زمانہ میں سکہ رایج الوقت کی اصلاح ہوئی اور ۱۳۴۴ء میں اول اول سونے کے سکوں کا چلن ہوا۔ امرا اور جاگیردار بدستور اپنے جنگی مشاغل میں منہمک تھے۔ اور انہیں کچھ خبر نہ تھی کہ ملک میں چپکے ہی چپکے کیا انقلاب پیدا ہو رہا ہے اگر اُن کی چشم بصیرت کھلی ہوتی تو انہیں صاف نظر آگیا ہوتا کہ اُن تمام ترقیوں کی بدولت آزاد شدہ غلام اور مطلق العنان مزدور اور کسان احرار کی ایک زبردست

جمعیت بنتے جاتے ہیں اور اب انہوں نے اپنے لئے وہ ضروریات پیدا کرلی ہیں جن کا اس سے پہلے انہیں کبھی احساس نہ ہوا تھا اور اُن حقوق کے حصول کے درپے ہیں جن کا مطالبہ پیشتر انہوں نے کبھی نہ کیا تھا واقعات کی یہ رفتار بیس سال سے بھی زیادہ اسی طرح جاری رہی۔ اور اس اثنا میں بادشاہ برابر پارلیمنٹ سے مصارف جنگ کے لئے روپیہ مانگتا رہا۔ ۱۳۴۰ء میں بادشاہ نے فرانس سے سخت برافروختگی کے عالم میں مراجعت کی تمام وزرا اور اعلیٰ حکام عدالت کو برطرف کردیا اور اپنے وزیر خزانہ اسٹریٹفرڈ پر جو کنٹربڑی کا صدر اسقف تھا زر محصل کے ناجایز طور پر صرف کرنیکا الزام لگایا۔ بادشاہ اسٹریٹفرڈ سے بذات

امرا اور عوام وزیر خزانہ کی حمایت کرتے ہیں

خود محاسبہ کرنے پر مصر تھا لیکن پارلیمنٹ کہتی تھی کہ کسی وزیر پر کوئی الزام نہیں لگایا جاسکتا اور اس صورت میں کہ الزام کی سماعت پارلیمنٹ کے بھرے اجلاس میں اُس کے ہم چشموں کے بالمواجہ ہو۔ ۱۳۴۱ء میں ممبران پارلیمنٹ نے اپنی یہ بات منواکر چھوڑی کہ وزرا کا انتخاب اُن کے مشورے سے عمل میں آئے اور وزرا اُن کے سامنے قانون کے پابند رہنے کا حلف اُٹھائیں۔ گزشتہ نو سال سے پارلیمنٹ کے اجلاس کا یہ دستور چلا آتا تھا کہ جاگیردار اور ساکنان شہر کی نشست تو "پلینٹڈ چیمبر" (ایوان منقوش) میں ہوتی تھی اور

امراے کبار اور اساقف کا اجلاس اُن سے الگ "وھایٹ چیمبر" (ایوان سفید) میں ہوتا تھا۔ گویا پارلیمنٹ کے اب دو حصہ ہوگئے تھے دارالامرا اور دارالعوام۔ دونوں کے باہمی تعلقات پر نظر ڈالنے سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ امرا عوام سے مشورہ لے لیا کرتے تھے اور عوام اپنی راے کا آزادی کے ساتھ اظہار کرتے تھے۔ پارلیمنٹ حکومت کے نظم ونسق میں اب درحقیقت ایک حدتک دخیل تھی اور سلطنت کا انتظام خوبی و خوش اسلوبی سے چلنے لگا تھا۔ میدان جنگ میں انگلستان کو جیت پر جیت ہورہی تھی۔ کریسی کے معرکہ میں فرانسیسوں کو شکست ہوئی تھی۔ نیول کراس (متصلِ ڈرہم) کی لڑائی میں اسکاٹلینڈ والوں کو زک ملی تھی اور اُن کا بادشاہ ڈیوڈ ۱۳۴۶ء میں پکڑ لیا گیا تھا۔ کیلے پر بھی انگلستان کا قبضہ ہوچکا تھا اور اس بندرگاہ کی تسخیر نے آبناے انگلستان کو ہر بحری غنیم کی دستبرد سے محفوظ کردیا تھا۔ یہ تمام فتوحات ایسی نہ تھیں جن سے اہل انگلستان کے دل میں جوش مسرت پیدا نہ ہو۔ وہ خوش تھے کہ ہر میدان میں پالا اُنہیں کے ہاتھ رہا ہے۔

طاعون

لیکن ایک بہت بڑی مصیبت کا پہاڑ سر پر ٹوٹنے کو تھا۔ ۱۳۴۸ء میں ایک خوفناک وبا جو "کالی موت" (طاعون) کے نام سے مشہور ہے یورپ میں نمودار ہوی۔ اور اس براعظم کے ملکوں کا صفایا کرتی ہوئی انگلستان پہنچی۔ انگلستان میں اسکا ایسا

دور ہوا کہ شہروں کے بھرے محلے اور گاؤں کے گاؤں
اِکّے دُکّے جھونپڑے سب ایک ساتھ فنا کے گھاٹ اتر نے
لگے۔ موت کی گرم بازاری کا یہ عالم تھا کہ لاشوں کا دفن
کرنا مشکل ہوگیا تھا۔ جب تباہی کا یہ بادل چھٹا تو انگلستان
کی ایک تہائی آبادی پیوند زمین ہوچکی تھی اور جو لوگ
لڑائیوں میں حوالۂ خاک وخوں ہوچکے تھے اُن کا کوئی حساب
ہی نہ تھا۔ اب زمینداروں کو بڑی مشکل پیش آئی کہ اُن کا
کام کون کرے۔ طاعون کے ہنگامہ میں لوگوں نے
سراسیمہ ہوکر زراعت کا کاروبار بالکل ترک کردیا تھا۔ کھیت
ویران پڑے تھے۔ مزدور نام کو نہ ملتے تھے اور جو تھے
وہ مزدوری اتنی مانگتے تھے کہ زمینداروں میں اُس کے
ادا کرنے کی توفیق نہ تھی۔ اب اُس جماعت کے درمیان
جو مال واملاک والی تھی یا صاحب سرمایہ تھی اور اُس جماعت کے

سرمایہ اور محنت کی آویزش۔

درمیان جو محنت مزدوری کرکے پیٹ پالتی
تھی پہلی مرتبہ وہ کشمکش شروع ہوئی جسکا
سلسلہ ابھی تک کسی نہ کسی شکل میں قایم ہے۔ طاعون کے
زمانہ میں ایک گروہ ایسے مسٹنڈوں کا پیدا ہوگیا جو بھیک
مانگ کر گزارہ کرتے تھے اور محنت سے جی چراتے تھے
پارلیمنٹ نے یہ حالت دیکھکر ایک قانون نافذ کیا جس کے
واجبی ہونے میں کلام نہیں کہ ہر شخص کے لئے جسکی
عمر ساٹھ سال سے کم ہو کسی نہ کسی طرح کی محنت

کرنا لازمی ہوگی۔ لیکن اسی کے ساتھ پارلیمنٹ نے جو "قانون مزدوران" وضع کیا وہ بڑا سخت تھا۔ اس قانون کی رو سے مزدوروں کی اجرت کی شرح وہی قرار دی گئی جو انہیں دور طاعون سے پہلے ملا کرتی تھی۔ مزدور اس پر رضامند نہ ہوئے اور ان لوگوں کی محنت کرکے جو زیادہ مزدوری دینے کی توفیق رکھتے تھے منشاء قانون کو ٹالنے لگے۔ زمینداروں کے لئے اب بڑی مشکل پیش آئی۔ مزدوری تو انہیں پہلے کی بہ نسبت زیادہ دینی پڑتی تھی۔ آلات زراعت اور تمام مصنوعات کے دام بھی بہت مہنگے ہوگئے تھے لیکن اناج اور گوشت جو ان کی اراضی کی پیداوار تھا اسی مناسبت سے زیادہ قیمت نہ پاتا تھا اس لئے کہ ملک کی گھٹتی ہوئی آبادی میں خوراک کی مانگ کم تھی۔ اس پر پارلیمنٹ نے جس کے اراکین میں زمینداروں کا عنصر بڑا زبردست تھا پرانے قوانین از سرنو رائج کردئے جن کی رو سے ہر شخص اپنے آقا کی جاگیر میں رہ کر کام کرنے کا پابند بنا دیا گیا۔ مزدور کے لئے اپنے حلقہ سے باہر جانا ممنوع قرار پایا اور ایک قاعدہ اس مضمون کا وضع کیا گیا کہ جو شخص فرار ہوجائے اس کی پیشانی پر جلتے لوہے سے حرف "ایف" کا داغ دے دیا جائے یہ حرف "فیوجی ٹو" کا مخفف ہے جس کے معنی "مفرور" کے ہیں۔ اس طور پر بہت سے فرار شدہ غلام شہروں

سے واپس لائے گئے اور بعض ایسے غلاموں کو جو اپنی آزادی خرید چکے تھے

قانون مزدوران

اپنے پرانے مالکوں کے ناواجبی مطالبہ کی بنا پر از سر نو حلقہ بگوش ہونا پڑا۔ مزدور اب اس حقیقت سے آگاہ ہو چکے تھے کہ بحالت آزادی وہ زیادہ روپیہ کما سکتے ہیں۔ اسی لئے وہ اس ظالمانہ قانون کی گرفت میں رہ رہ کر پیچ وتاب کھاتے تھے اور اس گرفت سے چھوٹنے کے لئے طرح طرح کے حیلے کرتے رہتے تھے۔

اسی زمانہ میں انگلستان کے قادرالکلام شاعر چاسر نے اپنی مشہور تصنیف "کنٹربری ٹیلس" (قصص کنٹربری) سپرد قلم کی اور لینگلینڈ نے جس کی شاعری عوام میں بہت مقبول تھی ایک عجیب وغریب نظم لکھی جو "دی وژن آف پیرس پلاؤمین" (رویائے پیرس دہقان) کے نام سے موسوم ہے۔ ان دونوں نظموں کے مطالعہ سے اِس زمانہ کے حالات کی تصویر آنکھوں میں پھر جاتی ہے کہ ایکطرف تو جاگیردار

چاسر اور لینگلینڈ کی تصانیف۔

اور امرائے دربار اور مالدار قسیس وراہب رنگ رلیاں منارہے اور گلچھرے اڑا رہے ہیں اور دوسری طرف ادنیٰ طبقہ کی فکرزدہ جماعتیں روز بروز زیادہ بے چین ہو رہی ہیں۔ انہیں دنوں بیلیئل کالج آکسفرڈ کے صدر معلم جان وکلف نے جو انگلستان کا سب سے پہلا مصلح مذہب ہے پادریوں اورخصوصاً

ماہیوں کی بداعمالیوں کا کچا چٹھا اور اس گروہ کی منافقانہ روش اور حِرص وآز کا راز کھولنا شروع کیا۔ وکلف آکسفرڈ کا ایک مخلص اور نیک نیت واعظ تھا۔ اُس کا یہ منشا ہرگز نہ تھا کہ ملک میں بے چینی پھیلے بلکہ وہ دین برحق کی بھولی بسری روایتوں کو تازہ کرنا اور ارباب اقتدار کو اُن کی ستمگارانہ اور جفا جویانہ روش پر سچے دل سے ملامت کرنا چاہتا تھا۔ چند سال بعد اُس نے انجیل کا زبان انگریزی میں ترجمہ کیا اور بے سروسامان پادریوں کی برہنہ پا جماعت کو جو موٹے جھوٹے کپڑے کے فرغل پہنے تھی لوگوں میں اِس بات کی منادی کرنے کے لئے بھیجا کہ ہر شخص خدا کی حضور میں اپنی افعال کا جواب دہ خود ہے۔ خدا کی نظروں میں تمام انسان ایک درجہ رکھتے ہیں اور امرا اور پادریوں کا فرض ہے کہ حکومت عدل و انصاف سے کریں تاکہ خدا کی ساری مخلوق کا اس میں بھلا ہو۔ آزادی کے اُن ولولہ انگیز خیالات نے کسانوں میں جو پہلے ہی بد دل ہو رہے تھے ایک آگ سی لگا دی اور آیندہ عہد حکومت میں اُس آگ کے شعلے آسمان تک لپکتے ہوئے نظر آئے۔

جان وکلف

پھر بھی بظاہر امن وسکون قایم رہا اور آیندہ بیس سال کے عرصہ میں پارلیمنٹ نے بہت سی مفید اصلاحات کو رواج دیا۔ ۱۳۵۱ء میں چونکہ فرانس اور انگلستان ایک دوسرے کے دشمن تھے اور پاپاے روما

اصلاحات پارلیمنٹ

ایک فرانسوی الاصل شخص تھا جو فرانس کے ایک شہر اوڈیان میں رہتا تھا لہذا پارلیمنٹ نے اِس مضمون کا ایک قانون وضع کیا کہ پاپا کو آیندہ سے یہ حق نہ ہوگا کہ انگلستان کی قسیسی خدمتوں پر کسی بدیسی کا تقرر کرکے یا اہل انگلستان سے گرانبار خراج وصول کرے۔ یاد ہوگا کہ پاپا کو شاہ جان کے زمانہ سے یہ حقوق حاصل تھے۔ اب اس قانون سے یہ حقوق یکلخت زایل ہو گئے۔ ۱۳۵۳ء میں لوگوں کو قانون امتناع مداخلت پاپا کے ذریعہ سے غیر ممالک کی عدالتوں میں

قانون امتناع مداخلت پاپا

انگریزی مقدمات کے رجوع کرنے کی ممانعت کردی گئی اور اس قانون کی اہمیت آگے چل کر بہت کچھ بڑھ گئی۔ ۱۳۶۲ء میں فرانسیسی کی جگہ جو اس وقت تک عدالتی زبان تھی انگریزی نے لے لی اور عدالتوں میں اب انگریزی زبان استعمال کی جانے لگی۔ ساتھ ہی یہ قاعدہ بھی جاری کردیا گیا کہ پارلیمنٹ کی منظوری کے بغیر بادشاہ آیندہ سے اُون پر محصول وصول کرنے نہ پائیگا حکومت نے آئرلینڈ کے لئے بھی ایک ضابطہ قوانین مرتب کرنا چاہا لیکن یہ قوانین ابتدا ہی سے غلط تھے اور ظالمانہ بھی تھے۔ اس وقت آئرلینڈ میں تین قسم کی رعایا آباد تھی اولاً قدیم اہل آئرلینڈ جن کا جنم بھوم یہی ملک تھا۔ ثانیاً وہ انگریز جو مدت ہوی نقل وطن کرکے یہاں آبسے تھے اور قدیم باشندوں کے ساتھ شادی بیاہ کرکے یہیں کے

ہو رہے تھے۔ ثالثاً وہ انگریز جو آئرلینڈ پر حکومت کرنے آئے تھے اس میں شک نہیں کہ پہلے اور دوسرے طبقہ کی جماعتیں غیر مہذب اور نیم وحشی تھیں لیکن جو برتاؤ اُن کے حاکموں نے اُن کے ساتھ روا رکھا وہ بڑا ہی شرم انگیز تھا۔ آئین کلکنی کی رو سے اہل آئرلینڈ کے ساتھ انگریزوں کے ازدواجی تعلقات ممنوع قرار پائے۔ آئرلینڈ والوں کے تمام قومی کھیل تماشے بند کر دئے گئے اور انہیں حکم دیا گیا کہ اپنی بول چال چھوڑ کر انگریزی زبان بولیں اور انگریزی رسمیں اختیار کریں۔ بادشاہ کے بیٹے لایونل امیر کلارنس نے جو آئرلینڈ میں نائب السلطنت ہو کر گیا حکم دے رکھا تھا کہ کوئی شخص جو آئرلینڈ میں پیدا ہوا ہو اُس کے خیمہ گاہ کے قریب بھی نہ پھٹکنے پائے۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کی حکومت کے ماتحت اہل آئرلینڈ کبھی اطمینان و قناعت کی زندگی نہ بسر کر سکتے تھے۔

آئین کلکنی ۱۳۶۷ء

اسی طرح اور دس سال گزر گئے۔ فرانس میں تیسرا معرکہ شکستوں پر ختم ہوا۔ بادشاہ کا پیرانہ سری کا عالم تھا نیک نہاد ملکہ فلپا گزر چکی تھی اور بادشاہ کے مزاج میں ایک سفلہ منش عورت ایلس پیررس دخیل ہو گئی تھی۔ بادشاہ کا سب سے بڑا بیٹا شہزادہ سیاہ پوش بستر نزع پر پڑا دم توڑ رہا تھا۔ چھوٹے بیٹے کی عمر جو ولیعہد

سلطنت تھا صرف دس سال تھی۔ حکومت دراصل بادشاہ کے تیسرے بیٹے جان رئیس گانٹ و امیر لینکسٹر کے ہاتھ میں تھی جس نے اپنی مرضی کے وزرا منتخب کر رکھے تھے اور اُس کے تیور کہے دیتے تھے کہ وہ تخت سلطنت پر غاصبانہ قبضہ جمانے کی فکر میں ہے۔ آخر ۱۳۷۶ء میں ایک نئی پارلیمنٹ کا اجلاس منعقد ہوا جو "نیک پارلیمنٹ" کے عرف سے مشہور ہے۔ اس پارلیمنٹ کے اراکین دارالعوام نے پہلی مرتبہ یہ جرات دکھای کہ وزرائے سلطنت پر اُن کی بےعنوانیوں کی پاداش میں فرد قرار داد جرم لگا کر دارالامرا میں اُن پر مقدمہ چلایا۔ وزرا پر الزام یہ تھا کہ اُنہوں نے سرکاری رقم میں تغلب کیا ہے۔ بلا اجازت رعایا پر ٹیکس لگائے ہیں اور بیچارے کمن سال بادشاہ کو روپیہ قرض دے کر اصل سے سوگنا زیادہ وصول کیا ہے۔ امیر لینکسٹر نے ان حملوں کے روکنے کے لئے سبھی طرح کے جتن کئے لیکن شہزادہ سیاہ پوش نے بستر مرگ پر پڑے پڑے بھی دارالعوام کے فیصلہ کو برقرار رکھا۔ غرض وزرا اپنے عہدوں سے ہٹا دئے گئے اور ایلس پیررس ایوان شاہی سے نکال باہر کی گئی اگرچہ اُس نے جلد ہی واپس آکر پھر اپنا رنگ جمالیا۔ اُن واقعات کے دو مہینے بعد جب ۸۔ جون ۱۳۷۶ء کو شہزادہ سیاہ پوش نے وفات

نیک پارلیمنٹ ۱۳۷۶ء

شہزادہ سیاہ پوش کی وفات ۱۳۷۶ء

پائی تو صدر اسقف کم سن شہزادہ رچرڈ کو پارلیمنٹ میں لے آیا اور شہزادہ ولیعہد سلطنت تسلیم کرلیا گیا۔ بایں ہمہ جان رئیس گانٹ نے ازسرنو اقتدار حاصل کرلیا اور ۱۳۷۷ء کی پارلیمنٹ نے سب کئے کرائے پر پانی پھیر کر فی کسانہ کے نام سے ایک نیا محصول اہل ملک پر لگا دیا کہ ہر شخص سے اس قدر رقم بطور ٹیکس وصول کرلی جایا کرے۔ اس پارلیمنٹ میں دارالعوام کا صدرنشیں پہلی مرتبہ "اسپیکر" (رئیس النطق) کے لقب سے ملقب ہوا۔ اسی سال ۲۱؍ جون ۱۳۷۷ء کو ایڈورڈ سوم نے انتقال کیا اور تخت انگلستان جس پر گوناگوں مشکلات کا بادل چھایا ہوا تھا صرف گیارہ سال کے سن میں شہزادہ رچرڈ کو نصیب ہوا

پہلا ٹیکس ۱۳۷۷ء

رچرڈ دوم

۱۳۷۷ء لغایت ۱۳۹۹ء

رچرڈ کے سر پر تاج حکومت ۱۶؍ جولائی ۱۳۷۷ء کو رکھا گیا اور ایک مجلس انتظامی نظم ونسق سلطنت کے لئے مقرر کی گئی بادشاہ کے چچا اس مجلس میں شریک نہ تھے لیکن جان رئیس گانٹ کو ابھی تک بہت بڑا رسوخ حاصل تھا۔ جنگ فرانس برابر جاری تھی اور انگلستان بہت بُری طرح سے اس کا خمیازہ کھینچ رہا تھا۔ مصارف جنگ کا بوجھ محصولات

کی شکل میں تمام ملک کی گردن پر تھا۔ فیکسانہ لوگوں پر پھر عاید کر دیا گیا۔ امیر لینکسٹر کو چھ پاؤنڈ تیرہ شلنگ چار پنس کی رقم ادا کرنی پڑتی تھی۔ اس سے کم درجہ کے امیر چار پاؤنڈ فی کس دیتے تھے تا آنکہ رعایا کے تمام طبقوں پر بحصہ رسدی بٹتا ہوا یہ محصول سولہ سال سے اوپر کے غریب ترین افراد رعایا تک جا پہنچتا تھا جس سے فی کس چار پنس وصول کئے جاتے تھے۔ لیکن اس پر بھی جنگ کے اخراجات پورے نہ ہوتے تھے۔ اس لئے سال آیندہ فی کسانہ کی شرح بڑھا دی گئی۔ غریبوں پر اس بوجھ کا دُہرا دباؤ پڑا تیس سال

فیکسانہ سے نفرت

پہلے جب قانون مزدوراں نافذ ہوا تھا تو جاگیرداروں اور زمینداروں کی رعایا اور مزدوری پیشہ جماعتوں پر بھاری بھاری محصول لگا دئے گئے تھے جس کی وجہ سے اُن میں بے چینی پیدا ہوگئی تھی جو برابر بڑھتی جاتی تھی۔ فیکسانہ کا نیا گرانبار محصول وہ آخری تنکا تھا جس نے اُن کے صبر و تحمل کی کمر توڑ ڈالی خفیہ انجمنیں جا بجا قایم ہونے لگیں اور وکلف کے قسیسی گماشتہ جواب "لالرڈ" (خوش نوا) کہلاتے تھے اطراف و اکناف ملک میں پھر کر حکومت سے تنگ آئے ہوئے لوگوں کے مابین نامہ وپیام کی خدمات سرانجام دینے لگے ان میں سے ایک پادری جان بال نامی کو اسقف لندن نے مفسدانہ و غلط کہنے کی پاداش میں قید بھی کر دیا تھا۔

تاہم ملک میں کوئی فساد نہ ہونے پایا لیکن بارود بچھ چکی تھی چنگاری پڑنیکی کسر تھی۔ شہر ڈارٹفرڈ میں ایک شخص مسمی جان ٹیلر ٹائل بنانے کا پیشہ کرتا تھا۔ ٹیکسانہ کے ایک محصل نے جب اسکی لڑکی کو چھیڑا تو اُسنے محصل کو چٹکی بجاتے میں مارڈالا۔ اس خبر کا مشہور ہونا تھا کہ تمام ملک میں ایک آگ سی لگ گئی۔ اور صاف ظاہر ہوگیا کہ لوگوں کے درمیان کوئی خفیہ سمجھوتا پہلے سے قایم ہے۔ اس لئے کسانوں کا مفسدہ | کہ یارک شایر۔ لنکا شایر۔ ڈیون۔ سفاک۔ ایسکس اور کینٹ

سنہ ۱۳۸۱ء | تمام مقامات کی آبادی ایک ساتھ اٹھ کھڑی ہوئی

اہل کینٹ نے وایٹ ٹایلر کی سرکردگی میں کہ وہ اور جان سکن دونوں ہم پیشہ تھے بلا استثناے احدے علم انقلاب بلند کیا اور جان بال میڈسٹن کے جیل خانہ سے چھڑا کر کوچ کرتے ہوے سیدھے بلیک ہایتھ پہنچے جہان وایٹ ٹایلر نے ایک پرجوش تقریر میں انکو تمام انسانونکی مساوات کا سبق پڑھایا اور بآواز بلند یہ شعر[1] دہرائے

ہل چلاتے تھے ہمارے جدامجد جن دنوں۔ اور چرخہ کاتتا تھا شغل دادی جان کا
آپ کرلیتی تھیں حوا اپنے گھر کا کام کاج۔ بار اُٹھاتے تھے نہ آدم غیر کے احسان کا
محنت اُس عہد کہن میں تھی شرافت کی دلیل۔ مرتبہ سلطان سے گھٹ کر نہ تھا دہقان کا
تھی کہاں اُسوقت یہ شایستگی اے منعو۔ آدمی پر جس سے ہوتا ہے گماں حیوان کا
عالم اِس تہذیب سے ناآشنا تھا اُن دنوں۔ جس نے انساں کو بنایا ہے غلام انسان کا

---

[1] اصل شعر کا لفظی ترجمہ اس قدر ہے "جب آدمؑ کدال سے زمین کھودتے تھے اور حوا چرخہ کاتتی تھیں تو اس وقت شریف کون تھا" میں نے فحواے کلام کے لحاظ سے اس مطلب کو ذرا پھیلا کر بیان کردیا ہے۔ مترجم۔

ایک چھپر چھانے والے نے جس کا نام جیک اسٹرا تھا
ایکس میں سر اٹھایا۔ سب لوگ اُس کے پیچھے ہوئے اور
لٹھوں زنگ آلودہ تلواروں اور کمانوں سے مسلح ہو کر
ہجوم سے آملے۔ ہرٹفرڈ شایر کے باشندوں نے بھی یہی کیا
اس طور پر ایک لاکھ آدمی اکھٹے ہو گئے اور یہ جم غفیر منزلیں
مارتا ہوا لندن پہنچا۔ خود لندن میں بھی کھلبلی پڑی ہوئی تھی
اندر کے بلوائیوں نے شہر کے پھاٹک کھول دے اور
باہر والے اندر آگھسے۔ ۱۳ر جون کو انہوں نے پایہ تخت
کے تمام قید خانہ توڑ پھوڑ ڈالے۔ جان رئیس گانٹ کی طرف سے
اُن کے دل میں خاص نفرت بیٹھی ہوئی تھی۔ قصر سیوائے
کو جو اُس کا گھر تھا جلاکر خاک سیاہ کر دیا۔ ٹمپل کی نئی سرائے
میں بھی آگ لگادی اور ان تمام مکانات کو جن میں فلینڈرس
والے آباد تھے برباد کر ڈالا۔ پھر بھی انہوں نے نہ تو کسی کا
مال لوٹا نہ کہیں چوری کی بلکہ رات ہوتے ہی سکون اور خاموشی
کے ساتھ اپنے ٹھکانوں کو چلے گئے۔ اہل کینٹ نے
ٹاورہل پہ جا بسیرا کیا۔ اہل ایکس نے مایل اینڈ میں مقام کیا
اور ہرٹفرڈ شایر والے ہائی بری میں شب باش ہوئے۔
یہ افتاد ایسی ناگہانی تھی کہ امرا اور مجلس انتظامی کے اراکین
مارے خوف کے بدحواس ہو گئے اور اس سراسیمگی کے عالم میں
ان سے کچھ کرتے دھرتے نہ بن پڑا۔ اس موقع پر صرف
ایک شخص ایسا تھا جس کے اوسان خطانہ ہونے پائے

اور وہ نوعمر بادشاہ تھا۔ اگرچہ وہ ابھی پورے سولہ سال کا بھی نہ ہونے پایا تھا لیکن اُس نے حیرت انگیز جراءت اور استقامت کا ثبوت دیا۔ علی الصباح گھوڑے پر سوار ہوکر وہ مایل اینڈ پہنچا اور بلوائیوں سے مخاطب ہوکر پوچھا کہ لوگو میں تمہارا بادشاہ ہوں اور تم میری رعایا ہو۔ بتاؤ تم کیا چاہتے ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم آزادی چاہتے ہیں اور ہماری خواہش ہے کہ جابرانہ محصول اور جنگی کے مطالبات موقوف کردئے جائیں اور محنت کی بجائے ہم سے لگان لیا جایا کرے۔ رچرڈ نے اُن کے تمام مطالبات کی منظوری کا وعدہ کیا اور ہر حلقہ کے باشندوں کے لئے فرمان آزادی سپرد قلم کرنے پر تیس اہلکاروں کو مامور کیا۔ یہ فرامین لیکر مایل اینڈ کا ہجوم تو منتشر ہوگیا لیکن پورا فتنہ ابھی فرد نہ ہوا تھا۔ رچرڈ جس وقت ایکس والوں کو دم دلاسا دینے میں مصروف تھا کینٹ والے ایک نیا ہنگامہ بپا کررہے تھے قصر ٹاور میں گھس کر اُنہوں نے صدر اسقف کو جو وزیر خزانہ تھا قتل کردیا۔ اور خزانہ دار کو بھی جس سے اُنہیں ٹیکسانہ کے باعث نفرت تھی مارڈالا

رچرڈ اپنی رعایا سے دوچار ہوتا ہے۔

اُدھر واٹ ٹائیلر تیس ہزار آدمی لئے، ابھی تک لندن میں موجود تھا۔ رچرڈ اُن سے دوسرے دن اسمتھ فیلڈ میں ملا اور جب واٹ ٹائیلر نے آگے بڑھ کر بادشاہ کے گھوڑے کی باگ پہ ہاتھ ڈالا تو لندن کے

رئیس بلد نے ایک ہی وار میں اُس کا کام تمام کر دیا
یہ دیکھ کر لوگوں کے غصہ کی کوئی انتہا نہ رہی۔ چاروں
طرف سے آوازیں بلند ہوئیں کہ ہمارا سردار مار ڈالا گیا۔
اُس کا بدلہ لو اور جو سامنے آئے اُسے مار ڈالو۔ اُس
کے جواب میں رچرڈ پکارا کہ لوگو میں تمہارا سردار ہوں
میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔ اُس آواز میں کچھ ایسا بلا کا
اثر تھا کہ سننے والے اُس کے پیچھے ہو لئے اور امن
وسکون کے ساتھ اسلنگٹن تک اُس کے ساتھ ساتھ آئے
اب اتنی خرابی کے بعد فوج کو بھی ہوش آیا تھا اور
وہ اسلنگٹن میں صف بستہ موجود تھی۔ لیکن رچرڈ اس بات
کا روا دار نہ تھا کہ اُس کی سپاہ بلوائیوں سے کچھ بھی
تعرض کرے بلکہ اُس نے آزادی کے تحریری فرمان
لکھ لکھ کر اُن کے حوالے کئے اور وہ مطمئن ہو کر
اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ اس طرح لندن میں
فساد کا خاتمہ ہوگیا لیکن دور دست مقامات میں آیندہ
پندرہ دن کے اندر بہت سی جانیں ضائع ہوئیں اور
مال کا نقصان بھی بہت کچھ ہوا۔ بادشاہ ایک لشکر
جرار لیکر مفسدوں کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوا اور
کینٹ اور ایسکس کے علاقوں میں ہیبت بٹھاتا ہوا گزرا
جان بال اسٹرا اور صدہا دیگر اشخاص گرفتار کر کے

ہار ڈالے گئے اور جب پارلیمنٹ کا اجلاس منعقد ہوا تو تمام وہ فرامین آزادی جو بادشاہ نے جاری کئے تھے اس بنا پر کالعدم قرار دئیے گئے کہ بادشاہ امرا کے حقوق عوام کو بخش دینے کا مجاز نہیں ہو سکتا

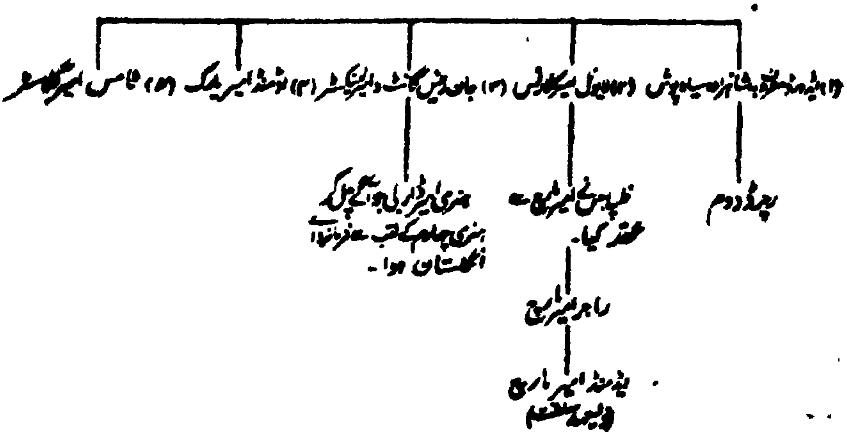
غلامی بتدریج مٹ جاتی ہے

غرض اس تمام ہنگامہ آرائی کے باوجود قوم بظاہر گھاٹے ہی میں رہی لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ ظاہری نقصان ایک بہت بڑے حقیقی نفع کی تمہید تھا۔ یعنی اگرچہ اول اول ارباب اقتدار کا تشدد اور زیادہ بڑھ گیا اور غریبوں پر پہلے سے بھی بڑھ کر ظلم ہونے لگا تاہم امرا کو جلد اس حقیقت کا احساس ہوگیا کہ لوگوں کو غلامی پر مجبور کرنے میں بہت بڑا خطرہ ہے۔ چنانچہ آیندہ ڈیڑھ سو سال کے دوران میں جبری محنت کی غلامانہ رسم رفتہ رفتہ بالکل ہی موقوف ہوگئی اور اس کی جگہ آزاد رضامندانہ محنت نے لے لی۔ بہت سے امیدیں اس دنیا میں رایگاں جایا کرتی ہیں۔ رچرڈ کے عہد حکومت کا آغاز بہت شاندار ہوا تھا لیکن اس کا دور فرمانروائی اس کے حق میں سراسر ناکام اور حسرتناک ثابت ہوا۔ ان ناکامیوں کا اندازہ کرنے کے لئے اسبات کا جان لینا ضروری ہے کہ اراکین دارالعوام

پارلیمنٹ کا اقتدار

کی قوت اب اس قدر بڑھ گئی تھی کہ بادشاہ کو

روپیہ کی منظوری دینے سے پہلے وہ اُسے اپنے مشورہ پر کاربند ہونے کے لئے مجبور کرسکتے تھے۔ پھر بھی انہیں ابھی تک اپنی اس قوت سے کام لینے کا ڈھنگ نہ آیا تھا بلکہ سلطنت کے امرائے کبار نے جو ملک کے اصلی حکمران تھے انہیں اپنی مرضی کا تابع بنا رکھا تھا۔ رچرڈ کے چچا چاہتے تھے کہ حکومت تو خود کریں اور نوجوان بادشاہ اُن کا ذیل ہوکر رہے لیکن ہم دیکھ ہی چکے ہیں کہ وہ خود مقتدر صاحب عزم تھا اور کسی سے دب کر نہ رہنا چاہتا تھا۔ ایڈورڈ کے سات بیٹے تھے جن میں سے صرف پانچ بڑے ہوکر صاحب اقتدار ہوئے۔ اُن کے نام درج ذیل ہیں۔



دونوں پہلے شہزادوں کا انتقال بادشاہ کے عین حیات ہی میں ہوگیا اور شہزادہ سیاہ پوش کا بیٹا رچرڈ دوم کا لقب اختیار کرکے تخت پر بیٹھا۔ اُس کے وزرا اور اُس کی مجلس انتظامی کے اراکین کسی وقت میں بھی ایسے لوگ

نہ ہونے پائے جن کی قابلیت مسلمہ ہو اس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ بادشاہ کی ماں اور دوسرے ہوا خواہوں کو اُس کے چچاؤں کے رفقا کا انتخاب گوارا نہ تھا۔ بایں ہمہ حکومت چچا ہی کرتے تھے۔ اول اول عنان اقتدار جان رئیس گانٹ کے ہاتھ میں تھی لیکن جب کسانوں کے مفسدہ میں اُس تنفرو بیزاری کا علانیہ اظہار ہوا جس کی گرہ عوام کے دلوں میں اُس کی طرف سے پڑی ہوئی تھی تو وہ تین سال کے لئے ہسپانیہ چلا گیا اور اپنے بیٹے ہنری بانگبروک ایرڈاربی کو جسے لوگ بہت عزیز رکھتے تھے انگلستان چھوڑ تا گیا۔ جان رئیس گانٹ کے جاتے ہی ٹامس امیر گلاسٹر برسر اختیار ہوگیا اور رچرڈ ۱۳۸۶ء

گیارہ اراکین کی مجلس ۱۳۸۶ء

میں جبکہ ابھی نابالغ تھا اُس نے امیر ارنڈل کے ساتھ مل کر پارلیمنٹ کو اس بات پر آمادہ کیا کہ سرکاری رقم کے صرف بے جا کی پاداش میں رچرڈ کے وزیر امیر سفاک پر مقدمہ چلایا جائے اور بادشاہ کے معاملات کی نگرانی کے لئے گیارہ اشخاص کی ایک مجلس مقرر کی جائے۔ رچرڈ کو اس پر سخت طیش آیا اُس نے پارلیمنٹ کو دھتا بتائی اور لوگوں کو بھڑکا کر اپنے ساتھ ملا لینے کی کوشش شروع کردی۔ ظاہر ہے کہ اُسکا یہ فعل احمقانہ اور خود سرانہ تھا اس لئے کہ ابھی تک حکومت کا اختیار اُسکے ہاتھ میں

بیرحم پارلیمنٹ ۱۳۸۸ء

نہ آنے پایا تھا دوسرے سال ایک پارلیمنٹ

کے اجلاس میں جو بیرحم پارلیمنٹ کرکے مشہور ہے دارالامرا کے اراکین گلاسٹر آرنڈل وارک ناٹنگھم اور ڈاربی نے جو امراے مرافعین کہلاتے ہیں بادشاہ کے مقربین کے خلاف بعلت بغاوت مرافعہ دائر کیا۔ اور ان میں سے سات کو پھانسی پر چڑھا دیا۔ ایک دیرینہ سال بہادر سردار سرسایمن برلی بھی اس لپیٹ میں آگیا اور سولی پر لٹکایا گیا۔ بادشاہ اسکو بہت چاہتا تھا اور اُسکی بڑی قدر کرتا تھا۔ ملکہ نے یہاں تک کہ خود ہنری ایرڈاربی نے بڑی منت و سماجت کی کہ اسکی جان نہ لیجائے لیکن گلاسٹر کے پتھر دل پر اُن التجاؤں کا اثر نہ ہونا تھا نہ ہوا۔ رچرڈ نے دیکھ لیا کہ کیسے بیرحم اور سفاک شخص سے اُسکا پالا پڑا ہے اور ایسے شخص سے عہدہ برا ہونیکے لئے کسقدر حزم و احتیاط کی ضرورت ہے

رچرڈ عنان حکومت خود اپنے ہاتھ میں لیتا ہے ۱۳۸۹ء

سال آیندہ ۱۳۸۹ء میں اُسنے اس ناگہانی اعلان سے مجلس کے تمام اراکین کو مبہوت و ششدر کردیا کہ چونکہ میری عمر تیس سال کی ہوگئی ہے اس لئے آیندہ سے میں خود حکومت کا انتظام کیا کرونگا خاتم شاہی ایرآرنڈل کے قبضہ میں تھی۔ رچرڈ نے اسے حکم دیا کہ لاؤ وہ میری مہر میرے حوالے کرو ایک تو اُس کے بگڑے تیور دیکھکر سب کے ماتھے ٹھنک گئے دوسرے اسکی بات بھی واجبی تھی۔ خواہی نخواہی سب نے سر تسلیم خم کردیا اور رچرڈ نے تمام اختیارات خود سنبھال لئے۔

آٹھ سال تک رچرڈ نے دانشمندی اور سلیقہ سے حکومت کی اور اچھے اچھے قوانین بناکر ملک میں نافذ کئے ۔ اُسی زمانہ میں دوسرے قانون امتناع مداخلت پاپا کا نفاذ ہوا۔

اس قانون کا نفاذ یہ تھا کہ ہر وہ شخص جو انگلستان میں پاپائے روما کا کوئی ایسا فرمان لے کر آئے گا جبکی رو سے کسی شخص کو مسیحی برادری سے اخراج کی سزا دی گئی ہوگی مستوجب سزائے قید ہوگا اور اُس کی جائداد بھی ضبط کر لی جائیگی

دوسرا قانون امتناع مداخلت پاپائے ۱۳۸۹ء

جیسا کہ ہمیں آگے چل کر معلوم ہوگا اس قانون سے ہنری ہشتم کے عہد حکومت میں بڑے بڑے اہم نتایج مرتب ہوئے۔ رچرڈ نے آئرلینڈ کا سفر بھی کیا اور وہاں کے باشندوں سے شفقت اور ملاطفت کے ساتھ پیش آیا۔ اس اثنا میں اُن لوگوں کے ساتھ جنہوں نے اُس کے رفیقوں اور ہوا خواہوں کو قتل کیا تھا اُس کی طرف سے بظاہر کوئی برا برتاؤ نہ ہونے پایا۔ لیکن وہ ان واقعات کو بھولا نہ تھا۔ یہ کانٹے اُس کے دل میں برابر کھٹک رہے تھے۔ ۱۳۹۴ء میں اُس کی بی بی این نے جو بوہیمیا کی شہزادی تھی انتقال کیا اور اُس نے ۱۳۹۶ء میں شاہ فرانس کی بیٹی سے جس کی عمر صرف آٹھ سال تھی اس مصلحت سے عقد کیا کہ فرانس کے ساتھ پچیس سال کے لئے صلح کی جا سکے۔

اب رچرڈ ہر طرف سے فارغ ہو گیا اور وقت آپہنچا کہ وہ اپنے دشمنوں سے گن گن کر انتقام لے۔ فرانس کے ساتھ ہنگامی صلح ہو جانے کے باعث چونکہ سلسلہ

جنگ منقطع ہوگیا اس لئے امراے کبار ناراض ہو گئے
اور اُس کے خلاف جوڑ توڑ کرنے لگے۔

رچرڈ کا انتظام ۱۳۹۷ء

اس سے بہتر انتظام کا اُسے اور کیا ہاتھ آسکتا تھا۔ گلاسٹر آرنڈل اور وارک کی گرفتاری کا فرمان جاری ہوا اور وہ چند ہی گھنٹے میں قید کر لئے گئے۔ گلاسٹر تو کیلے بھیج دیا گیا جہاں سے دو ہفتہ بعد اُس کی وفات کی خبر آگئی۔ آرنڈل پر بعلت خلاف ورزی با سرکار پارلیمنٹ کے اجلاس میں مقدمہ چلایا گیا اور ثبوت جرم پر اُس کی گردن ماری گئی۔ رہا وارک سو اُسے حبس دوام کی سزا دی گئی۔ پارلیمنٹ اب کم زور ہوگئی اور اُسے طوعاً وکرہاً رچرڈ کے آگے سرتسلیم خم کر کے بادشاہ کے تمام مطالبات کی منظوری دیتے ہی بنی۔ بادشاہ کے لئے تاحین حیات سالانہ معاش مقرر ہوگئی اور اُسے اپنے مقربین و مصاحبین کی ایک خاص مجلس کے قیام کی اجازت بھی مل گئی جسے یہ اختیار حاصل تھا کہ جو عرضیاں پارلیمنٹ میں پیش ہوں اُن پر نظر ثانی کر کے پارلیمنٹ کے فیصلہ کو توڑ دے۔ قصہ مختصر یہ کہ رچرڈ ایک بالکل خود مختار اور مطلق العنان بادشاہ بن گیا۔ لیکن یہی خود سری اُس کے زوال کا باعث ہوئی۔ اُس کی بے عنوانی اور خیرہ سری حد سے بڑھ

رچرڈ کی خود مختاری

گئی۔ وہ کسی کی نہ سنتا تھا اور اختلاف رائے

کی ذرا تاب نہ لاسکتا تھا۔ رفتہ رفتہ اُس نے نئے محصول لگا کر لوگوں پر تشدد کرنا شروع کیا اور عدالتیں بھی اُس کی مداخلت سے محفوظ نہ رہیں۔ ان تمام باتوں نے رعایا کا دل اُس کی طرف سے پھیر دیا اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ اُس کی اچھی بات بھی لوگوں کو بری لگتی تھی۔ مثلاً زمینداروں کے مقابلہ میں مزدوروں کے حقوق کے حفاظت یا لارڈ طبقہ کے منادی کرنے والوں کی اُن کے مخالفین کے مقابلہ میں حمایت ایسی باتیں تھیں جنکے لئے عامہ خلایق کو رچرڈ کا ممنون ہونا چاہئے تھا لیکن وہ پھر بھی اُس کو نفرت ہی کی نظر سے دیکھتے تھے اس لئے کہ اُس کی رعایا پروری بھی شان استبداد لئے ہوئے تھی اور وہ لوگوں کو جتانا چاہتا تھا کہ میں اپنی مرضی کا مالک و مختار ہوں اور جو چاہوں کرسکتا ہوں۔

ہنری امیر ہیرفرڈ کی جلاوطنی سنہ ۱۳۹۸ء

امرا ے مرافعہ میں سے ابھی دو امیر انگلستان میں موجود تھے۔ ایک تو ناٹنگھم تھا جو اب نارفاک کی امیرالامرائی کے منصب پر فائز تھا اور دوسرا ہنری بالنگبروک امیر ہیرفرڈ تھا جو جان ریمس گانٹ کا بیٹا اور رچرڈ کا ابن عم ہوتا تھا۔ اگرچہ یہ دونوں امیر بادشاہ کے ہوا خواہ تھے لیکن وہ اُن کے وجود کو اپنے حق میں خطرہ سے خالی نہ پاتا تھا۔ اسی

لئے جب اُن میں ۱۳۹۸ء میں باہم نزاع ہوئی تو رچرڈ نے اُس نزاع سے فائدہ اٹھا کر دونوں جلا وطن کردیا نارفاک کو عمر بھر کے لئے اور ہنری کو چھ سال کے لئے۔ ہر ایک نہایت ہی خلاف انصاف فعل تھا اور چونکہ ہنری ہر دلعزیز تھا اس لئے اُس کا دیس نکالا لوگوں کی کمال برہمی کا باعث ہوا۔ لیکن رچرڈ کو رعایا کی ناراضی کی خس برابر بھی پروا نہ تھی اُسے اپنی قوت کا زعم اور اپنے اقتدار کا گھمنڈ تھا سال آیندہ جب جان رئیس گانٹ کا انتقال ہوا تو اُس نے متوفی کی تمام جاگیرات جو استحقاقاً ہنری کو ترکہ میں پہنچتی تھیں ضبط کرلیں اور اب اس اطمینان کو دل میں جگہ دئے ہوئے کہ انگلستان میں اُس کوئی دشمن نہیں رہا وہ مئی ۱۳۹۹ء میں دوبارہ روانہ آئرلینڈ ہوگیا۔ رچرڈ کی حالت اُس کبک خراماں کے مشابہ تھی جو قہقہے لگا رہا ہو اور سر پنجہ شاہیں قضا سے غافل ہو۔ عین اُس وقت جبکہ اُسے اپنی سلامتی کا پورا یقین تھا تقدیر نے پلٹا کھایا اور اُس کے قصر اقتدار کا ستون مرکز ثقل سے ہٹ کر دھم سے زمین پر آرہا۔ ہنری جو باپ کی وفات پر لینکسٹر کی امیرالامرائی پر سرافراز ہوا تھا اپنی جاگیرات کا دعوی

رچرڈ کا زوال۔ ۱۳۹۹ء

پیش کرنے کے لئے یارک شایر میں لنگر انداز ہوا۔ اُس کی آمد کی خبر سنتے ہی نار تھمبر لینڈ کے امراے خاندان پرسی وسمٹور لینڈ کا امیر نیول یہاں تک کہ خود رچرڈ کا چچا امیر یارک جسے رچرڈ نایب السلطنت بناکر چھوڑتا گیا تھا اُس سے آملے۔ رچرڈ کا کیا اب اُس کے آگے آیا۔ اُس نے اہل انگلستان کو جبر و استبداد سے دباتا چاہا تھا۔ پھر یہ کس طرح ممکن تھا کہ سارا انگلستان اُس کے خلاف نہ اٹھ کھڑا ہو۔ جب وہ دو ہفتہ بعد ویلز میں لنگر انداز ہوا تو سلطنت اُس کے ہاتھ سے نکل چکی تھی۔ رچرڈ کی طرح ہنری ایڈورڈ سوم کا پوتا تھا اور ماں کی طرف سے بھی اُس کا سلسلہ نسب ہنری سوم سے ملتا تھا (دیکھو نقشہ مندرجہ صفحہ ۲۳۰) اور اگرچہ امیر کلارنس کا پروتا امیر مارچ تخت انگلستان کا سب سے زیادہ قریبی حقدار تھا لیکن اس وقت اُس کی عمر صرف چھ سال کی تھی۔ غرض قوم رچرڈ کے ظلم و ستم سے تنگ آئی ہوئی تھی۔ ہنری کا آنا تھا کہ سارے ملک نے اُس کا خیر مقدم کیا اور بطیب خاطر اُس کو اپنا حکمراں بنا لیا۔

ویلز پہنچ کر رچرڈ فلنٹ کیسل میں قلعہ بند ہوا۔ لیکن امیر نار تھمبر لینڈ کی غداری نے مقابلہ کی نوبت بھی نہ آنے دی اور اُسے ہنری کے حوالہ کر دیا۔ ہنری نے اُسے

قید کر کے قلعہ لندن میں بھیج دیا جہاں ۲۹ ستمبر ۱۳۹۹ء کو اس نے سلطنت سے دست برداری کے اقرارنامہ پر دستخط ثبت کر دئے۔ دوسرے دن پارلیمنٹ نے ہنری کی بادشاہی کا اعلان کر دیا۔

رچرڈ کی معزولی

سال بھر بعد جب رچرڈ کو دوبارہ تخت پر بٹھانے کے لئے ملک میں ایک جماعت نے بغاوت برپا کی تو بیان کیا گیا کہ رچرڈ کا انتقال ہو چکا ہے اور اس کے ثبوت میں اس کی لاش بھی لوگوں کو دکھائی گئی لیکن اس بات کو خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ اس کا خاتمہ کیوں کر ہوا۔ البتہ قیاس یہی چاہتا ہے کہ خفیہ طور پر اس کا کام تمام کر دیا گیا ہوگا۔ غرض سلطنت اس طور پر خاندان لینکسٹر میں منتقل ہو گئی۔ لیکن یہ بات التزاماً یاد رکھنے کے قابل ہے کہ سلطنت کا قریب ترین حقدار خاندان کلارنس سے تھا اور ہنری اور اس کا جانشین مالک تاج و تخت محض اس لئے ہوئے کہ پارلیمنٹ کی طرف سے ان کا انتخاب عمل میں آیا تھا۔ اس لئے کہ یہی واقعہ اس فساد کا محرک ہوا جس کا خاتمہ گلاب کے پھولوں کی لڑائی" پر ہوا۔ اب ہم اس زمانہ سے لیکر جب قبالۂ اعظم نے انگریزی آزادی کی بنیادیں استوار کیں تقریباً دو سو سال کے واقعات پر نظر ڈال چکے ہیں ہم نے دیکھ لیا ہے کہ اس مدت میں پارلیمنٹ نے

نشو و نما پاکر ملک کے طبقۂ عوام کے منتخب کیے ہوئے وکلا کو رکنیت کا حق دیا۔ محصولات پر اپنی نگرانی قایم کی اور بادشاہ سے یہ حق حاصل کیا کہ اپنی ضروریات کے لئے روپیہ کی منظوری حاصل کرنے سے پہلے اُسے رعایا کی شکایات رفع کرنی ہونگی اور اُس کے وزرا کو اپنے افعال کے لئے پارلیمنٹ کے سامنے جواب دہ ہونا پڑے گا۔ ہم نے دیکھ لیا ہے کہ پارلیمنٹ میں امرا اور عوام کے اجلاس الگ الگ منعقد ہونے لگے لیکن تمام معاملات اُن کے باہمی مشورہ سے طے ہونے لگے اور دو بادشاہ محض اس لئے تخت سے اتار دئے گئے کہ انہوں نے اپنی رعایا کی پروا نہ کی تھی اور من مانی کارروئیاں کرنی چاہی تھیں۔ لیکن ان دونوں بادشاہوں کی علحدگی کے بانی مبانی سلطنت کے امرائے کبار تھے عوام نے یہ بیڑا نہ اٹھایا تھا اِس لئے کہ شاہ جان کے زمانہ کی طرح ابھی تک ایسی حالتوں میں جبکہ بادشاہ کمزور یا سرکش ہوتا تھا ملک کی حکومت کی باگ امرا ہی کے ہاتھ میں ہوتی تھی۔ ہم نے دیکھ لیا ہے کہ اسی زمانہ میں ویلز کا انگلستان کے ساتھ الحاق ہوگیا اور اسکاٹلینڈ نے آزادی حاصل کرکے اپنے قومی بادشاہوں کا ایک سلسلہ قایم کرلیا۔ ہم نے دیکھ لیا ہے کہ انگلستان نے رفتہ رفتہ خود کو اُس بھاری خراج کے بوجھ

۱۰۶۶ء سے ۱۴۸۵ء تک کے واقعات کا خلاصہ

سے سبکدوش کریا جو پاپایان روما اُس زمانہ سے وصول کررہے تھے جبکہ شاہ جان نے پاپا کی اطاعت کا حلف اٹھا کر تاج انگلستان اپنے سر پر روما کے باجگذار ہونے کی حیثیت سے رکھا تھا۔ ساتھ ہی فلینڈرس کے ساتھ ایک وسیع پیمانہ پر اُن کے بیوپار کے باعث تجارت میں ترقی ہوتی گئی اور شہروں نے جو تجارتی حقوق بتدریج حاصل کرلئے تھے اُن کی بدولت سوداگروں کو بہت بڑا منافع حاصل ہونے لگا اس کے علاوہ قدیم زمانہ میں جو تکلیف دہ محصول بادشاہ رعایا سے وصول کیا کرتے وہ بھی موقوف ہو گئے ہم نے اُس تحریک کو بارور ہوتے بھی دیکھ لیا ہے جس نے قوم کے طبقہ عوام میں ہیجان پیدا کر کے ملک میں جمہوریت کی روح پھونک دی کہ پہلے تو امرا اور جاگیرداروں کے علاقوں نے رفتہ رفتہ آزادی حاصل کرلی۔ پھر کاشتکاروں نے مالکوں کی محنت کرنے کی بجائے اُنہیں لگان دینا شروع کیا۔ پھر وکلف نے عوام کو آزادی ضمیر کی تعلیم دی اور بائبل کا انگریزی زبان میں ترجمہ کر ڈالا جس سے لوگ اس قابل ہو گئے کہ کتاب مقدس کو خود پڑھ کر اُس پر غور کرسکیں اور اس طرح گویا اصلاح کلیسا کی پہلی داغ بیل ڈال دی۔ خود

وکلف اسقف لندن کے ساتھ ایک طولانی مباحثہ کے بعد اپنے حلقہ لٹردرتھ میں جاکر گوشہ نشین ہوگیا جہاں اُس نے ۱۳۸۴ء میں وفات پائی۔ لیکن اُس کے پیرووں کا گروہ یعنی طبقہ لالرڈ بدستور قایم رہا اور آیندہ عہد میں ہمیں اُن سے ابھی بہت کچھ سابقہ پڑے گا۔

ان دو صدیوں کے خاتمہ پر ہم انگلستان کو فرانس سے برسرجنگ چھوڑتے ہیں اس لئے کہ جو ہنگامی صلح رچرڈ نے کی تھی وہ اُسی کے ساتھ ختم ہوگئی۔ بیرونی جنگ کے علاوہ انگلستان ایک اندرونی کشمکش میں بھی مبتلا ہوا ہی چاہتا ہے اور اس خانہ جنگی کا باعث یہ ہے کہ تخت انگلستان کے سب سے زیادہ قریبی حقدار کے موجود ہوتے ہوے ہنری تخت نشین ہوگیا تھا آگے چل کر ہمیں معلوم ہوگا کہ اُس جنگ میں جو فرانس سے چھڑی ہوی تھی اور اُن معرکوں میں جو خود ملک کے اندر پیش آئے اتنے بہت سے بڑے بڑے گھرانے اجڑ گئے کہ جب یہ معرکے ختم ہوے تو امرا کے بعد کا وہ پردہ جو بادشاہ اور اُس کی رعایا کے درمیان حایل تھا بہت کچھ اُٹھ چکا تھا۔

گیارھواں باب

خاندان لینکسٹر

ہنری چہارم ۱۳۹۹ء لغایت ۱۴۱۳ء
ہنری پنجم ۱۴۱۳ء لغایت ۱۴۲۲ء
ہنری ششم ۱۴۲۲ء لغایت ۱۴۶۱ء
(تخت سے اتار دیا گیا)

۱۳۹۹ء جس کے حالات اب ہمارے پیش نظر ہیں تاریخ انگلستان کے ایک ایسے دور کی تمہید ہے جسمیں بہت سخت افراتفری پڑی رہی۔ آیندہ اسی سال کے زمانہ میں کسی بادشاہ کو بھی بلا خل وغش حکومت کرنی نصیب

ہشتاد سالہ نزاعی دور

نہ ہوی۔ سلطنت کا ایک نہ ایک دعویدار ہر وقت موجود ہوتا تھا اور اس کی وجہ سے فسادوں اور خانہ جنگیوں کا ایک تانتا بندھا ہوا تھا۔ قدیم خاندانوں کا ایک بڑا حصہ اسی آپس کے کشت وخون میں تباہ ہوگیا۔ اور امرا کے اکثر گھرانے بے چراغ ہو گئے۔

ہنری چہارم کے پہلے ہی دو حریف موجود تھے۔ یعنی رچرڈ دوم جو یارک شایر کے قلعہ پانٹی فریکٹ میں قید تھا اور بادشاہ کا کمسن بھتیجا ایڈمنڈ مارٹیمر امیر مارچ جو اپنے چھوٹے بھائی کے ساتھ قلعہ ونڈسر میں پرورش پارہا تھا۔ ہنری کو تخت پر بیٹھے پورے تین مہینے بھی نہ گزرنے پائے تھے کہ بتاریخ ۳ جنوری ۱۴۰۰ء کینٹ ہنٹنگڈن اور سالسبری کے امرا نے لارڈ ڈسپنسر کے ساتھ مل کر رچرڈ کو از سرنو تخت پر بیٹھانے کے لئے آپس میں سازش کی لیکن یہ راز طشت از بام ہوگیا اور سب شرکائے سازش قتل کردئے گئے۔ غالباً اس بات کا علم ہمیں کبھی بھی نہ ہو سکے گا کہ رچرڈ اپنی موت سے مرا یا یہ سازش اس کی موت کا باعث ہوئی۔ لیکن یہ ایک واقعہ ہے کہ چند ہی ہفتہ بعد رچرد کی وفات کا اعلان کیا گیا اور اُس کی لاش لوگونکو دکھائی گئی اگرچہ بہت سے لوگوں کو شک تھا کہ لاش واقع میں رچرڈ کی ہے بھی یا نہیں۔ اس کے کچھ ہی روز بعد ویلز کے ایک رئیس اووِن گلنڈ وور نے جو لیولن کی شاہی نسل سے تھا اور رچرڈ دوم کی جان نثارانہ رفاقت کا حق ادا کرتا چلا آیا تھا ویلز میں بغاوت کی اور تمام باشندگان ویلز اُس کی مدد کو اٹھ کھڑے ہوئے۔ ہنری نے کئی دفعہ اُس پر چڑھائی کی اور اپنے نوعمر بیٹے شہزادہ ویلز کو

ہنری کے خلاف بغاوتیں
۱۴۰۰ء—۱۴۰۹ء

ایک بہت بڑی فوج کے ساتھ اس مہم پر روانہ کیا لیکن گلینڈ دور ہر مرتبہ کوہستانی کمینگاہوں میں جا چھپتا تھا اور انگریزی فوج کا مقابلہ کرنے کے لئے برف وباد کو اپنا قایم مقام چھوڑ جاتا تھا اور جب یہ فوج رخصت ہو جاتی تھی تو پھر آکر ملک پر تسلط جمالیتا تھا

جنگ ہالڈن ہل ۱۳۳۳ء

اسکاٹلینڈ کے ساتھ بھی لڑائی چھڑی ہوی تھی اور امرا سے خاندان پرسی یعنی امیر نارتھمبرلینڈ اور اس کا جنگ آزما بیٹا ہیری ہاٹسپر جنھوں نے ہنری کو تخت پر بٹھانے میں مدد دی تھی انگلستان کے شمالی علاقہ کو اسکاٹلینڈ والوں کے حملوں سے بچانے میں مصروف تھے۔ دریاے ٹاین کے کنارے ہالڈن ہل پر ایک جنگ ہوئی جس میں اسکاٹلینڈ کی فوج نے شکست کھائی اور بہت سے سربرآوردہ قیدی باپ بیٹوںکے ہاتھ آئے۔ کہ ان قیدیوں کے فدیہ سے انہیں بہت بڑی رقم وصول ہونے کی امید تھی لیکن ہنری نے قیدیوں پر اپنا حق ثابت کرکے انہیں ناراض کردیا۔ ایک اور بات بھی ان دونوں امراکی برہمی کا باعث ہوئی تھی اور وہ یہ کہ ایڈمنڈ مارٹیمرکو جو ہیری ہاٹسپر کا برادر نسبتی تھا ہنری ویلز میں بحالت قید چھوڑتا آیا تھا۔ یہ سمجھ کر کہ بادشاہ احسان فراموش ہے دونوں باپ بیٹے اس سے بگڑ گئے اور گلینڈ دورسے جاملے۔

امرائے خاندان پرسی اور گلینڈ ور کی بغاوت ۱۴۰۳ء

ملک میں یہ غلغلہ بلند ہوا کہ رچرڈ اسکاٹلینڈ میں ابھی تک جیتا جاگتا موجود ہے۔ ساتھ ہی فرانسیسوں نے باغیوں کی امداد کے لئے کچھ فوج ویلز میں لا اُتاری۔ اور ہنری کو اپنے تخت و تاج کی حفاظت کے لئے پھر ایک بار تیغ بکف ہونا پڑا۔ اپنے دو نو عمر بیٹوں ہنری شہزادہ ویلز اور جان ایبر بیڈفرڈ کو ساتھ لئے ہوئے بادشاہ باغیوں کے مقابلہ کے لئے بڑھا شریو سیری کی مشہور لڑائی میں باغیوں کو شکست ہوی ہیری ہاٹسپر میدان جنگ میں کام آیا۔ اور بہت سے امرا گرفتار ہوکر قتل کر دئے گئے۔

لیکن نارتھمبرلینڈ کا کہن سال ایبر پرسی ابھی باقی تھا۔ ۱۴۰۵ء میں لیڈی ڈسپنسر کم سن امیدِ مارچ کو ونڈسر سے بھگا لے گئی۔ شوربخت ہنری نے اس لڑکے کو دوبارہ گرفتار کیا ہی تھا کہ شمال کی طرف سے ایک نئی بغاوت کے

موبرے اور اسکروپ کی بغاوت۔ ۱۴۰۵ء

پھوٹنے کی خبر آئی شاہی فوجیں اس کے فرو کرنے کے لئے فوراً ہی روانہ ہو گئیں اور باغی منتشر کر دئے گئے۔ اس مرتبہ ایبر موبرے اور رچرڈ اسکروپ صدر اسقف یارک بعلت بغاوت قتل کر دئے گئے۔

اس کے بعد ہنری کو امن نصیب ہوا اور کوئی مزید شورش اُس کے اطمینان میں مخل نہ ہوی۔ ۱۴۰۵ء میں شہزادہ جیمز ولیعہد اسکاٹلینڈ فرانس کو جا رہا تھا کہ رستہ میں انگریزی

جہازوں نے اُسے گرفتار کرلیا۔ ہنری اس شہزادہ کو اپنے پاس رکھ کر اُس کی تربیت اپنی نگرانی میں کرنے لگا۔ اور اس حکمت عملی کا اثر یہ ہوا کہ اسکاٹلینڈ والوں نے اُس کے خلاف پھر سر نہ اٹھایا۔ فرانس کی طرف سے بھی اب کوئی کھٹکا نہ رہا اس لئے کہ چارلس ششم شاہ فرانس تو دیوانہ ہوگیا تھا اور آرلینئس اور برگنڈی کے دونوں امیر کبیر نائب السلطنت کے منصب پر فایز ہونے کے لئے آپس میں لڑ رہے تھے انہیں اتنی فرصت کہاں تھی کہ گلینڈ دور کو امداد بھیجیں چنانچہ ہنری شہزادہ ویلز نے جو اس نوعمری ہی میں سپہگری کے جوہر دکھانے لگا تھا گلینڈ دور کو رفتہ رفتہ ویلز کے جنوبی

امن کا زمانہ ۱۴۰۵-۱۴۱۳ء

علاقہ سے بے دخل کردیا اور وہ پہاڑوں اور دڑوں میں مارا مارا پھرنے لگا۔ بالآخر ۱۴۰۸ء میں امیر نارتھمبرلینڈ میدان جنگ میں ماراگیا اور پھر کسی کو ہنری کی مخالفت کا حوصلہ نہ ہوا۔

لیکن مسلسل بے اطمینانی اور تذبذب کا یہ ہفت سالہ دور بادشاہ کے لئے سخت پریشان کن تھا۔ اپنے امرا پر وہ بھروسا کرنہ سکتا تھا اس لئے مجبوراً پارلیمنٹ اور کلیسا کو اُسے اپنا بنانا پڑا۔ فرانس کی طویل و مدید جنگ کے مصارف

دارالعوام کو روپیہ کی منظوری دینے کا حق حاصل ہوجاتا ہے۔ ۱۴۰۷ء

کے لئے اراکین دارالعوام زیادہ روپیہ کی منظوری دیتے ہوئے بہت کچھ ہچکچاتے تھے اور بادشاہ کا ہاتھ اکثر خالی رہتا تھا۔ یہ دیکھکر

کہ بادشاہ اُن کا دست نگر ہے اراکین دارالعوام نے اُس پر دباؤ ڈالنا شروع کیا اور نہ صرف یہ کہ شاہی کونسل کے اراکین اور شاہی محل کے افسروں کا تقرر اپنی مرضی کے موافق کر لیا بلکہ دارالامرا کو بھی مجبور کرکے یہ حق خاص اپنے لئے محفوظ کرالیا کہ بادشاہ کو جب روپیہ کی ضرورت پیش آئے تو اُن کی شکایات پر لحاظ مناسب کرنے کے بعد انہیں سے منظوری لیا کرے۔

قومی آزادی کی شاہراہ کے لئے یہ کارروائی ایک نئے سنگ میل کا حکم رکھتی تھی لیکن اسی زمانہ میں ایک قانون ایسا بھی نافذ کیا گیا جس کے ظالمانہ تشدد کی کوئی انتہا نہ رہی اور اس ظلم وستم کا سلسلہ سو سال سے بھی زیادہ عرصہ تک قایم رہا۔ ہنری کے جلوس کے بعد دوسری

قانون انسداد الحاد سنہ ۱۴۰۱ء

قسیسی مجلس کا انعقاد صدر اسقف ارنڈل کی تحریک پر ۲۶ر جنوری سنہ ۱۴۰۱ء کو ہوا۔ اس مجلس نے بادشاہ کی خدمت میں اس مضمون کی ایک درخواست پیش کی کہ لالرڈ طبقہ کے بدعقیدہ پادریوں کا قلع وقمع کر دیا جائے۔ چنانچہ پارلیمنٹ کے آیندہ اجلاس میں یہ قانون جاری کیا گیا کہ جو شخص مبتدعانہ عقاید رکھتا ہو اگر ایک ایک دفعہ کی تنبیہہ کے بعد بھی اپنے عقیدے پر قایم رہے گا تو افسران عدالت کے حوالے کر دیا جائیگا اور زندہ جلا دیا جائیگا۔ اس خوفناک قانون کے وضع ونفاذ کے محرک غالباً تین سبب

تھے۔ اول تو پادریوں کو اس بات کا کھٹکا لگا ہوا تھا کہ طبقہ لالرڈ لوگوں کو گمراہ کر دے گا اور کلیسا کی جائداد پر قابض ہو جائے گا۔ ثانیاً پارلیمنٹ بھی اس گروہ سے خایف تھی اس لئے کہ وہ قانون اراضی اور قانون محصولات میں ترمیم کا خواہاں تھا اور جو غلام جاگیرداروں کے پاس باقی رہ گئے تھے اُن کو آزاد کرانا چاہتا تھا۔ ثالثاً خود ہنری بھی اس جماعت سے ڈرتا تھا اس لئے کہ رچرڈ نے اُن کی حمایت کی تھی۔ غرض ماہ فروری سنہ۱۴۰۱ء میں انسان نے پہلی مرتبہ وہ آگ روشن کی جس کے شعلوں نے اُس کے ہم جنسوں کو محض اختلاف عقاید کی پاداش میں جلاکر خاکستر کر دیا۔ نارفاک کا ایک پادری ولیم ساٹر نامی لالرڈ عقاید کی تلقین کے لئے لندن آیا تھا۔ اس بیچارے کو دہکتی چتا میں زندہ جلا دیا گیا۔

لیکن اگر اس واقعہ سے قطع نظر کی جائے کہ صدر اسقف آرنڈل طبقہ لالرڈ کے درپئے آزار و ایذا تھا تو باقی ہر ایک لحاظ سے اُس کی فراست اور قابلیت کی ہمیں داد دینی پڑتی ہے اور یہی قول ہنری کے سوتیلے بھائیوں پر صادق آتا ہے جو بوفرٹ کے خاندانی نام سے موسوم تھے اور ہنری کے عہد میں وزارت خزانہ کے منصب پر مامور ہوئے۔ یہ دونوں بھائی جان رئیس گانٹ کے بیٹے تھے اُن کی ماں جان کی تیسری بی بی

ٹامس بوفرٹ وزیر خزانہ سنہ۱۴۰۹ء

کیتھراین سوین فرڈ تھی (دیکھو نقشہ مندرجہ صفحہ ۲۳۱) اور رچرڈ دوم نے اُن کا اولاد جایز ہونا تسلیم کرلیا تھا۔ ہنری کی صحت اب بگڑ گئی اور اُسے آئے دن دورے اٹھنے لگے۔ باپ کی علالت کے باعث ولیعہد سلطنت برسر اقتدار تھا اور برادران بوفرٹ اُس کے مشیر و ندیم ہونے کی حیثیت سے اپنی خدمات قابلیت اور وفاداری کے ساتھ انجام دیتے تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے بادشاہ سے خواہش بھی ظاہر کی کہ تخت و تاج سے بحق ولیعہد دست بردار ہو جائے لیکن وہ اس بات پر رضامند نہ ہوا۔ کچھ عرصہ کے لئے بادشاہ کی صحت عود بھی کر آئی اور اُس پر ولیعہد جس نے مجلس انتظامی میں نمایاں حصہ لیا تھا خانہ نشین ہوگیا اور وزارت خزانہ کا قلمدان پھر آرنڈل کے تفویض ہوا۔ یہ صورت حالات ایک مدت تک اسی طرح قایم رہی تا آنکہ ایک دن جبکہ بادشاہ خانقاہ ویسٹ منسٹر میں عبادت کررہا تھا اُسے یکایک دورہ اٹھا اور ۲۰ مارچ ۱۴۱۳ء کو اُس کا انتقال ہوگیا۔ ہنری نے چار بیٹے یادگار چھوڑے۔ (۱) ہنری جو اُس کا جانشین ہوا (۲) ٹامس ایرکلارنس (۳) جان ایر بیڈفرڈ جس کی دانشمندی اور شرافت کا ہر چھوٹا بڑا معترف تھا اور (۴) ہمفری ایر گلاسٹر جو ننگ خاندان تھا۔

ہنری پنجم

۱۴۱۳ء لغایت ۱۴۲۲ء

اب نو سال تک انگلستان کو غیر ممالک میں پھر شاندار فتوحات نصیب ہوتی رہیں۔ باپ کی وفات پر ہنری پنجم کی عمر پچیس سال کی تھی اور ایک فتحمند سپہ سالار اور تجربہ کار مدبر ہونے کی حیثیت سے اُس کا نام پہلے ہی نکل چکا تھا۔ کہتے ہیں کہ ریعان شباب میں وہ بہت کچھ وارستہ مزاج تھا اور قانون کی خلاف ورزی کرنے کی پاداش میں جج گیسکاین نے اُسے ایک دفعہ قید بھی کر دیا تھا۔ لیکن اگر یہ واقعہ صحیح ہو تو اسکی تلافی کے لئے اُس کی دوسری خوبیاں کچھ کم نہ تھیں۔ اُس نے گلنڈ دور کو شکست دیکر ایک بڑے زبردست دشمن کو نیچا دکھایا تھا۔ جب اراکین دارالعوام نے کلیسا کی جائداد ضبط کر لینی چاہی تھی تو اُس نے بڑی جراءت سے اُن کی مخالفت کی تھی اور مجلس انتظامی کے رکن رکین ہونے کی حیثیت سے نظم ونسق سلطنت کا کام بڑی خوش اسلوبی سے چلایا تھا۔ جو سلطنت اُسے

میراث میں ملی تھی اُس کی بنیادیں اُس کے باپ کے زبردست و عمل گستر عہد حکومت میں استوار ہوچکی تھیں اور مبدء فیاض سے اُس کو اس بات کی توفیق عطا ہوی تھی کہ اپنے باپ کے نقش قدم پر چلے۔ اپنی تخت نشینی کے پہلے ہی سال میں اُس نے اراکین دارالعوام کو ایک ایسا حق بخش دیا جس کی انہیں مدت سے تمنا تھی یعنی اُن کی عرضداشتین جو اب مسودات قانون کے نام سے موسوم ہونے لگی تھیں اُن کے اجلاس سے مرتب ہونیکے بعد کسی حک واصلاح یا ترمیم وتغییر کے بغیر بشکل قانون نافذ ہوجایا کریں اورجس شکل میں وہ بادشاہ کے سامنے پیش ہوں اسی شکل میں منظور یا نامنظور ہوا کریں۔ اسی سال پارلیمنٹ نے اس امر کی نسبت بھی اپنی رضامندی کا اظہار کیا کہ ممالک غیر کی مذہبی جماعتون کا انگلستان میں جن اوقاف پر اس وقت تک مالکانہ تصرف تھا وہ سب بادشاہ کے قبضہ میں دے دئے جائیں۔

مسودات قانونکی بلاترمیم منظوری۔ ۱۴۱۳ء

باشندگان ممالک غیر کی موقوفہ املاک پر بادشاہ کا قبضہ ۱۴۱۴ء

غرض ہنری کا عہد حکومت ایک نیک ساعت میں فراخی و فرخی سے شروع ہوا۔ اُس کا بھائی امیر بیڈفرڈ اُس کا حقیقی بہی خواہ اور فرزانہ مشیر تھا۔ اس کے لایق وزیر خزانہ ہنری بوفرٹ اسقف ونچسٹر کی وفاداری سونے پر سہاگا تھی وہ خود راست گفتاری راست کرداری

شجاعت اور ایثار علی النفس کی جیتی جاگتی تصویر تھا۔ ان تمام باتوں نے مل ملاکر اُس کے مختصر عہد حکومت میں اُسے انگریزی قوم کی آنکھوں کا تارا بنادیا تھا۔ جو صاحب قوت وسطوت والے ہوتے ہیں وہ اپنے حریفوں کے ساتھ بھی احسان کر سکتے ہیں۔ ہنری نے خاندان مارٹیمر کی جاگیرات نوجوان ایرل مارچ کو پھر بخش دیں اور نارتھمبرلینڈ کی امارت ہیری ہاٹسپر کے بیٹے کو بحال کردی۔ شاہ رچرڈ کی لاش ایبٹس لینگلی میں دفن تھی ہنری نے اس لاش کو شاہی اعزاز واکرام کے ساتھ خانقاہ ویسٹ منسٹر کے قبرستان میں منتقل کردیا۔ اُس نے اسکاٹلینڈ کے نو عمر بادشاہ کو بھی معاودت کی اجازت دے دی لیکن ایرالبنی جو نائب السلطنة تھا سنگ راہ ہوا اور جیمز نے انگلستان کے قیام ہی کو اپنے حق میں بہتر سمجھا ۱۴۱۵ئیں مارٹیمر کے برادر نسبتی رچرڈ ایرل کیمبرج نے ایک کمزور سی سازش البتہ ہنری کے خلاف کی لیکن اس سازش کا بھانڈا جلد پھوٹ گیا۔ اور رچرڈ اور اُس کے شرکا لارڈ اسکروپ و سر ٹامس گرے کی گردن ماردی گئی۔

ہنری پنجم کی طاقت اور ہر دلعزیزی

باوجودیکہ ملک میں کئی بار قحط پڑے اور ۱۴۲۰ئیں وبا طاعون بھی نمودار ہوئی لیکن پھر بھی کئی سال سے قوم کی خوش حالی روبہ ترقی تھی۔ محنت آزاد ہو چلی تھی۔ دہقان اور کسان اپنے کھیت دوسرے کاشتکاروں کو پٹہ پر دینے

کے مجاز ہو گئے تھے۔ اور جو قوانین اس زمانہ میں ملبوسات کے متعلق لوگوں کے اسراف کو روکنے کے لئے نافذ کئے گئے اُن سے ثابت ہوتا ہے کہ ملک میں روپیہ کی کمی نہ تھی۔ مثلاً اُن قوانین کی رو سے کسی مزدور کی بی بی مجاز نہ تھی کہ زرتار پٹکا باندھے یا دو شلنگ (موجودہ زمانہ کے بیس شلنگ کے مساوی) فی گز سے زیادہ قیمت کے کپڑے کا لباس پہنے۔ ہالینڈ آمصار بحر بالٹک فلینڈرس وینس اور دیگر ممالک کے ساتھ تجارت کو فروغ دینے کے لئے جو نئے معاہدات سپرد قلم ہوے اُن سے

قوم کی حالت

جہاز سازی کی ترقی اور تجارت کی گرم بازاری کا ثبوت ملتا ہے۔ نیوکیسل کے کوئلہ کا بیوپار بہت بامنفعت ہو رہا تھا اور اگرچہ فرمانروایان انگلستان ازراہ حماقت سکہ رایج الوقت کو مغشوش کرنے یعنی چاندی کی تعداد گھٹانے اور کھوٹ کی مقدار بڑھانے میں لگے تھے پھر بھی سکہ کا چلن خوب تھا۔ سوداگروں کا طبقہ دولت مند اور طاقت ور تھا۔ ڈک وٹنگٹن جو تین مرتبہ لندن کا رئیس بلد منتخب ہوا اسی طبقہ کا ایک مشہور رکن ہے۔ پیشہ وروں نے انجمنیں قایم کر رکھی تھیں جو مزدوروں کے حقوق کی حفاظت کرتی تھیں اور اچھے کام کرنے والوں کے حوصلے بڑھاتی تھیں۔

لوگوں میں اگر کوئی بے چینی پائی جاتی تھی تو اُس کا

باعث لالرڈ تھے جن کے خیالات وعقاید ملک میں دور دور پھیل گئے تھے۔ سر جان اولڈکیسل ایک دبنگ جاگیر دار تھا جو کابھم کی رئیسہ کے ساتھ عقد کر کے اور اپنی بی بی کی آبائی امارت سے حصہ پاکر لارڈ کابھم کے لقب سے ملقب ہوا تھا۔ جماعت لالرڈ کئی سال سے اُس کے زیر حمایت تھی۔ فنون سپہگری میں طاق ہونے کے علاوہ وہ پارلیمنٹ کا ممبر بھی تھا اور دارالعوام میں قدرومنزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اگرچہ فرقہ لالرڈ کے پیرووں نے اُسکے قلعہ کو جو علاقہ کینٹ میں بمقام کو لنگ

فرقہ لالرڈ کی بغاوت ۱۴۱۴ء

واقع تھا اپنا صدر مقام بنا رکھا تھا پھر بھی کسی کو اُس سے تعرض کرنے کا حوصلہ نہ پڑتا تھا۔ ہنری پنجم نے بارہا کوشش کی کہ کسی طرح وہ اپنے عقاید سے رجوع کرے لیکن اُس دھن کے پکے نے ایک نہ مانی اور برابر اپنے عقیدے پر جما رہا۔ آخر بادشاہ کے حکم سے وہ گرفتار کرلیا گیا اور اُس کے حق میں سزاے موت تجویز کی گئی لیکن سزایاب ہونے سے پہلے ہی وہ قلعہ لندن سے فرار ہوگیا۔ اُس کا فرار ہونا تھا کہ فرقہ لالرڈ کے پیرو ایک ساتھ اٹھ کھڑے ہوے۔ اُن لوگونکی ایک بہت بڑی جماعت مضافات لندن کے میدانوں میں بمقام سینٹ جایلز آجمع ہوئی۔ لیکن ہنری اس فتنہ کا سر کچلنے کیلئے

پہلے سے تیار تھا۔ اُس نے شہر کے تمام پھاٹک بند کرا دئے کہ باغی اندر گھسنے نہ پائیں اور شاہی فوجوں نے آگے بڑھ کر ساری جماعت کو ایک ہی حملہ میں منتشر کردیا فرقہ لالرڈ کے انتالیس اکابر قتل کئے گئے اور لارڈ کابھم دیلنز بھاگ گیا۔ لیکن ۱۴۱۷ء میں گرفتار ہوکر طوق وسلاسل میں جکڑا گیا۔ اسی حالت میں اُسے سولی پر لٹکادیا گیا اور اس کی لاش جلا دی گئی۔

جنگ فرانس کی تجدید کے اسباب

اس کے بعد لالرڈیت بتدریج معدوم ہوگئی۔ لیکن ملک میں عام طور پر بے چینی کے آثار بدستور باقی رہے اور یہی وجہ تھی کہ فرانسیسوں نے بساط جنگ از سرنو بچھادی اساقف چاہتے تھے کہ لوگوں کی توجہ فرقہ لالرڈ اور اُس کی تعلیم کی طرف سے ہٹ جائے اور ساتھ ہی وہ اس بات کے بھی خواہشمند تھے کہ کسی طرح پارلیمنٹ کلیسا کے اوقاف کی ضبطی کے خیال سے باز آجائے۔ دوسری طرف سوداگروں کی آرزو تھی کہ اُن کے لئے تجارت کی نئی راہیں کھل جائیں۔ رہے امرا سو وہ امن وامان کی حالت سے پہلے ہی تنگ آئے ہوئے تھے۔ ان ایام میں جنگی فتوحات اور تسخیر ممالک کو بادشاہوں اور قوموں کی عزت کا ذریعہ سمجھتے تھے ہنری کی اولوالعزمی بھی جاہ طلبی کا یہی پہلو لئے ہوئے تھی اور اس کے علاوہ اُسے یہ خیال پیدا ہوگیا تھا کہ

فرانس میں جو خانہ جنگی چھڑی ہوی ہے وہ اگر کسیطرح ختم کردی جائے تو یہ بات ہر پہلو سے قرین مصلحت ہوگی پس اگرچہ ایڈورڈ سوم کی بہ نسبت بھی تاج فرانس پر اُس کا کم حق تھا تاہم اُس نے ماہ اپریل ۱۴۱۵ء میں باضابطہ طور پر اعلان کردیا کہ تخت فرانس کا جایز حقدار میں ہوں اور جنگ پھر شروع ہوگئی۔

محاصرہ ہارفلیور اگست ۱۴۱۵ء

۱۴ر اگست ۱۴۱۵ء کو ہنری نارمنڈی کی بندرگاہ ہارفلیور کے قریب لنگر انداز ہوا اور ایک ہولناک محاصرہ کے بعد اس کو سر کرلیا۔ اس محاصرہ کے دوراں میں انگریزی فوج میں بیماری پھیل گئی اور کئی ہزار آدمیوں کا نقصاں ہوا۔ تسخیر ہارفلیور کے بعد ہنری کیلے کی طرف بڑھا۔ ایجنکورٹ کے میدان پر جو پکرڈی میں واقع ہے اُس کے مقابلہ کے لئے ساٹھ ہزار فرانسیسی موجود تھے جنھوں نے اب آپس میں ایکا کرلیا تھا۔ ہنری

جنگ ایجنکورٹ اکتوبر ۱۴۱۵ء

کی فوج کی تعداد زیادہ سے زیادہ نو ہزار ہوگی لیکن انگریزی قادر اندازی پھر اپنا کام کرگئی۔ انگریزی تیروں کی بوچھار نے فرانسیسی رسالہ کو منتشر کردیا۔ گیارہ ہزار فرانسیسی میدان جنگ میں کام آئے جن میں ایک سو سے اوپر امرا و شہزادے تھے اس فتح عظیم کے باوجود ہنری کو مراجعت انگلستان پر مجبور ہونا پڑا اس لئے کہ اُس کی فوج بہت ہی خستہ واندہ

ہوگئی تھی۔ کہیں دو سال بعد ۱۴۱۷ء میں وہ بتیس ہزار فوج کے ساتھ پھر پلٹا اور علاقہ نارمنڈی کے تمام قلعوں اور شہروں اور بندرگاہوں کو فتح کرلیا۔ یہ معرکہ بڑا شدید اورطویل تھا ۱۴۱۸ء میں ایک شہر روین ہی کے محاصرہ پر چھ مہینے کی مدت صرف ہوئی۔ شہروالوں نے آخروقت تک مقابلہ کرتے رہنے کا عزم کرلیا تھا۔ مارے فاقوں کے وہ جان بلب تھے مگر ہتھیار ڈالن گوارانہ تھا کماندار نے بارہ ہزار فاقہ کش مردوں عورتوں اوربچوں کو شہرکے پھاٹکوں کے باہر نکال دیا تھا اور یہ بیچارے فصیل شہر اور انگریزی فوج کے درمیان بھوک کے عذاب سے پڑے دم توڑ رہے تھے۔

محاصرہ روین ۱۴۱۹ء

آخر جب بہادر محصورین نے شہرکو آگ لگاکر خاک سیاہ کرڈالنے کی دھمکی دی تو ہنری نے اُن کے ساتھ صلح کرلی لیکن اُن کے جوانمرد کماندار امین بلدنشرد کو قتل کردیا۔ سال آیندہ ہنری نے پانٹایزکو مسخرکیا اورپیرس کے محاصرہ کی تیاریاں کرہی رہا تھاکہ تقدیر نے یاوری کی اورغیب سے ایسی کامیابی کے ساماں پیدا ہو گئے جس کا اُسے وہم وگمان بھی نہ تھا۔ جان امیر برگنڈی چارلس ولیعہد فرانس سے کسی امرخاص میں مشورہ کرنے گیا تھا۔ امیرآرلینس کے رفقا نے اُسے دھوکا دے کر ولیعہد کے مواجہ ہی

میں قتل کر دیا۔ اہل برگنڈی آرلینس والوں کی اس غداری پر آپے سے باہر ہو گئے اور ہنری سے جا ملے۔ اور تو اور مسلوب الحواس شاہ فرانس کی ملکہ اسابل بھی اپنے بیٹے کی مخالف ہوگئی اور اپنی بیٹی کیتھرائن کا حق قرابتہ ہنری کو دے دیا۔ غرض ۲۱ مئی ۱۴۲۰ء کو ٹرائز میں ایک عہد نامہ مرتب ہوا جس کی رو سے ہنری فرانس کا نائب السلطنت مقرر ہوا اور ساتھ ہی جانشینی تخت وتاج کے لئے بھی نامزد کیا گیا۔

ہنری نائب السلطنت فرانس مقرر ہوا ۱۴۲۰ء

ہنری جب اپنی نوخیز ملکہ کو لئے ہوے فرانس کے نائب السلطنت ہونے کی حیثیت سے مظفر ومنصور انگلستان کی طرف پلٹا تو سارا انگلستان اپنے بادشاہ کی ذات پر فخر کرتا نظر آیا۔ اس وقت کون جانتا تھا کہ آئندہ عہد میں انگلستان والوں کو اُن شاندار فتوحات اور اُن زرین کامیابیوں کا کیا خمیازہ کھینچنا پڑے گا ۹ دسمبر ۱۴۲۱ء کو ملکہ کیتھرائن کے بطن سے ایک شہزادہ پیدا ہوا جس کا نام ہنری رکھا گیا۔ بادشاہ اُس وقت فرانس میں ولیعہد فرانس سے برسرجنگ تھا اُس کی صحت جواب دے چکی تھی اور پیمانہ عمر لبریز ہوچکا تھا۔ ۳۱ اگست ۱۴۲۲ء کو صرف چونتیس سال کی عمر میں بمقام ونسینی اُس کا انتقال ہوگیا۔ دو مہینے بعد فرانس کے ناشاد تاجدار چارلس ششم نے بھی وفات پائی

شاہان انگلستان وفرانس کی وفات۔ ۱۴۲۲ء

اور انگلستان کا وہ ماہہ دودہ پیتا شہزادہ انگلستان اور فرانس کا بادشاہ ہوا۔

ہنری ششم

سنہ ۱۴۲۲ء لغایت سنہ ۱۴۶۱ء

ہنری پنجم کے انتقال کے وقت انگلستان کی شہرت و ناموری کا آفتاب نصف النہار پر تھا۔ اراکین پارلیمنٹ اہل کلیسا اور عامہ خلایق نے متفقہ طور پر بادشاہ کا ساتھ دیا تھا اور اُس نے اپنی شاندار فتوحات سے یورپ کی نظروں میں اُن کی قدر و منزلت بہت کچھ بڑھا دی تھی لیکن یہ عزت محض دکھاوے کی عزت تھی۔ اور یہ سارا شکوہ و طمطراق نمایشی تھا اس لئے کہ حکومت قرض میں ڈوبی ہوی تھی۔ ملک کمزور ہو رہا تھا۔ فوج کے لئے آدمی ملنے مشکل تھے اور خزانہ روپیہ سے خالی تھا۔ ہنری کی وصیت کے بموجب امیر بیڈفرڈ محافظ سلطنت اور خرد سال شاہزادہ کا اتالیق مقرر ہوا لیکن فرانس کے نائب السلطنت کا منصب بھی اُسی کے تفویض ہوا اور

اُس کی غیبت میں حکومت انگلستان کا انتظام امیر گلاسٹر اور شاہی کونسل کے سپرو کیا گیا۔ ہنری نے دونوں بھائیوں کو تاکید کردی تھی کہ چارلس ششم کے بیٹے سے کبھی صلح نہ کریں اور برگنڈی کے امیر کے ساتھ کبھی نہ بگاڑیں۔ ساتھ ہی اُس نے گلاسٹر کو متنبہ کردیا تھا کہ ملک کی اغراض پر اپنی اغراض کو کبھی مقدم نہ رکھے۔ یہ انتباہ بے وجہ نہ تھا۔ گلاسٹر کی فطرت میں خود غرضی کوٹ کوٹ کر بھری ہوی تھی۔ پورا ایک سال بھی نہ گزرنے پایا تھا کہ گلاسٹر کی اپنی بی بی کے ترکہ کے بارہ میں امیر برگنڈی سے نزاع ہوگئی اور اپنے چچا ہنری بوفرٹ سے بھی جو وزیر خزانہ تھا اُس کی چل گئی چنانچہ تین سال بعد بیڈفرڈ کو دونوں میں صلح کرانے کے لئے مجبوراً فرانس سے واپس آنا پڑا۔

شاہزادہ کے عہد طفولیت میں حکومت کا انتظام

محاصرہ آرلینس ۱۴۲۸-۱۴۲۹ء

بخلاف اُس کے بیڈفرڈ نے فرانس میں رہکر اپنے فرایض مفوضہ بخوبی و خوش اسلوبی انجام دئے۔ امیر برگنڈی کی بہن سے عقد کرکے اُس نے بصد وقت اُن مشکلات کو رفع کیا جو گلاسٹر کے جھگڑے کی وجہ سے پیدا ہوگئی تھیں۔ پھر پانچ سال کے اندر پے درپے فتوحات سے اُس نے دریاے لایر کے شمال کی جانب سارا فرانس سر کرلیا اور آرلینس کو محصورہ کرکے وہ یہاں بھی فتح و نصرت کا پھریرا اڑانے ہی کے قریب تھا

کہ اس شہر کو وہ حیرت انگیز تائید پہنچ گئی جس کا افسانہ رہتی دنیا تک زبان زد خلق رہے گا۔

شمپین اور لورین کے مضافات میں ڈامریمی ایک قصبہ ہے اُس قصبہ کے ایک مزدور کی ایک بیٹی تھی جس کا نام جین ڈارک تھا۔ انگریزی زبان میں غلطی سے یہ نام جون ساکن آرک ہوگیا۔ سیدھی سادھی روستازادہ لڑکی جس کی عمر اٹھارہ سال تھی اپنے ملک کی مصیبت اور تباہی دیکھ دیکھ کر جی ہی جی میں کڑھا کرتی تھی۔ قدیم الایام سے فرانس میں ایک پیشین گوئی چلی آتی تھی کہ جب یہ ملک تباہ ہونے کے بالکل ہی قریب ہوگا تو لورین کی ایک دوشیزہ لڑکی اٹھ کر اپنی قوت بازو سے اُسے بچالے گی۔ یہ پیشین گوئی جین ڈارک کے دل پر نقش تھی اور وہ خود کو اس کا مصداق سمجھنے لگی تھی۔ عالم رویا میں کئی بار اُس کو محسوس ہوا کہ فرشتہ میکائیل نمودار ہوا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ ولیعہد فرانس کے پاس جا اور اُس کو خوش خبری سنا کہ میں تیری مظفر و منصور فوجوں کو ریمز تک لے جانے پر مامور ہوئی ہوں جہاں کلیسا کے مقدس روغن سے تیرے سر کی تدہین کی جائے گی اور اُس سر پر تاج بادشاہی رکھا جائے گا۔ گاؤں کے پادری اور باقی تمام گاؤں والوں نے جب لڑکی کی اُن بشارتوں کا حال سنا تو سمجھے کہ

جین ڈارک کی داستان
سنہ ۱۴۲۹-۱۴۳۱ء

لڑکی سٹرن ہوگئی۔ انہوں نے اُسے بھتیرا رہ کا مگر وہ نہ مانی اپنے علاقہ کی فوج کے کپتان کو سمجھا بجھا کر راضی کر لیا کہ اُسے ولیعہد کے خیمہ گاہ تک لے چلے۔ وہاں پہنچکر اُس نے اپنا مقصد بیان کیا۔ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا بھی کافی ہوتا ہے۔ ولیعہد نے جو چاروں طرف سے مایوس ہوچکا تھا جین ڈارک کی پیش کی ہوئی غیبی تائید کو اپنا آخری سہارا سمجھا اور تمام فوجوں کی کمان اُسے دے دی لڑکی نے ڈرے یا جھجکے بغیر یہ بھاری ذمہ داری قبول کرلی اور ہتھیار سج کر سفید زرہ بکتر لگا کر فرانس کا شاہی نشان سر پر اڑاتی اور ستر ہزار سپاہیوں کے ساتھ انگریزی فوج کے قلب میں جا گھسی۔ گھمسان کا رن پڑا کشتوں کے پشتے لگ گئے اور معرکہ کارزار میں جین ڈارک خود بھی زخمی ہوئی لیکن آرلینئس کا محاصرہ اٹھ گیا۔ انگریزی فوج شکست کھاکر بے حواسی اور سراسیمگی کے عالم میں بھاگ کھڑی ہوئی۔ اور فرانسیسوں کو یقین ہوگیا کہ اُن کی سپہ سالار خدا کی طرف سے مامور ہوکر آئی ہے۔ معرکہ آرلینئس کے بعد فرانسیسی جرنیل خواہشمند تھے کہ غنیم کا مقابلہ دریائے لایرہی کے کنارے کیا جائے مزید پیش قدمی نہ کی جائے لیکن جین ڈارک نے اُن کے مشورہ پر عمل نہ کیا اور دشمن کی تمام مزاحمتوں کو جو سنگ راہ ہوئیں پامال کرتی ہوئی فاتحانہ حیثیت سے ریمز میں جا داخل ہوئی۔ جہاں ۱۷ر جولائی ۱۴۲۹ء کو چارلس ہفتم کے

سر پر تاج فرانس رکھا گیا اب جین نے واپس ہونے کی اجازت چاہی اور کہا کہ میرا مقصد پورا ہو چکا ہے اب وہ آسمانی آوازیں بھی مجھے سنائی نہیں دیتیں جو پہلے کان میں پڑا کرتی تھیں۔ بہتر ہوگا کہ اپنے گھر جا کر دیہاتیوں کی طرح زندگی بسر کردں اور بھیڑوں کی رکھوالی کروں۔ لیکن چارلس کسی طرح اُسے رخصت کرنے پر رضامند نہ ہوا اور جین کو چارناچار امرشاہی کا امتثال کرنا پڑا۔ میدان جنگ میں وہ بدستور داد شجاعت دیتی رہی لیکن جو بھروسہ اُسے اپنی ذات پر پہلے تھا وہ اب باقی نہ رہا تھا۔ ۱۴۳۰ء میں جب کامپین کا محاصرہ ہوا تو برگنڈی والوں نے اُسے گرفتار کر کے انگریزوں کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ لیکن چارلس نے اُسے چھڑانے کی کوئی کوشش نہ کی۔ اُس کا خاتمہ جس طریق پر ہوا وہ فرانسیسیوں اور انگریزوں دونوں کے لئے موجب شرم و رسوائی ہے۔ فرانسیسیوں کو اُس نے تباہ ہونے سے بچا لیا تھا لیکن وہ ایسے احسان فراموش ثابت ہوئے کہ اپنی محسنہ کو موت کے منہ میں جاتے دیکھ کر اُس کے بچانے کے لئے انگلی تک نہ اٹھائی۔ انگریزوں نے اُس کی شجاعت و سولاوری کے کارنامے اپنی آنکھوں دیکھے تھے لیکن اُن کو ایک بہادر دشمن کی قدر کرنے کی توفیق نہ ہوئی شرم و ندامت کے داغ سے اگر کسی کی پیشانی پاک ہے تو وہ خود اس بھولی بھالی لڑکی کی پیشانی ہے۔ ۳۰ مئی ۱۴۳۱ء

جین ڈارک کی موت
۱۴۳۱ء

کو جادوگرنی ہونے کے الزام میں یہ غریب بمقام روین زندہ جلا دی گئی اور اُس کی پاک روح بد عہد دوستوں اور بے رحم دشمنوں کے پنجہ سے نکل کر اُس عالم قدس کی طرف پرواز کر گئی جہاں اشرار کسی کو ایذا نہیں پہنچا سکتے اور خستگی و فرسودگی آسایش و آسودگی سے بدل جاتی ہے۔

جنگ ابھی تک ختم نہ ہوئی تھی اس لئے کہ چارلس پیرس پہنچنے نہ پایا تھا اور جین ڈارک کی وفات والے سال ہی میں بوفرٹ نے اس شہر میں تاج فرانس ہنری ششم کے سر پر رکھ دیا تھا۔ لیکن اسی وقت سے انگریزوں کے پاوں اکھڑنے شروع ہو گئے دو سال بعد بیڈفرڈ کا انتقال ہوگیا جنگ صدسالہ کا خاتمہ سنہ ۱۴۳۵ء اور جنگ کا اہتمام رچرڈ امیر یارک اور جان ٹالبٹ کے سپرد ہوا۔ لیکن کامیابی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی کیونکہ بیڈفرڈ کے آنکھیں بند کرتے ہی برگنڈی والے شاہ فرانس سے جا ملے۔ سنہ ۱۴۴۵ء میں جب ہنری ششم نے انجو کی شہزادی مارگرٹ سے شادی کی تو انگریزوں کی طرف سے وعدہ ہوا کہ انجو اور مین کا علاقہ مارگرٹ کے باپ ریتنی کو دے دیا جائے گا اور ساتھ ہی فرانس کے ساتھ عارضی صلح کا عہد بھی ہوگیا۔ لیکن یہ عہد آئے دن ٹوٹتا رہتا تھا۔ سنہ ۱۴۴۹ء میں چارلس ہفتم نے نارمنڈی کو دوبارہ فتح کرلیا اور مزید چار سال کے عرصہ میں گوین اور بورڈو پر بھی اُس کا قبضہ ہوگیا۔ غرض ٹالبٹ کے مارے جانے پر جب سنہ ۱۴۵۳ء

میں جنگ صدسالہ کا خاتمہ ہوا تو فرانسیسی مقبوضات میں سے انگلستان کے پاس صرف کیلے باقی رہ گیا تھا۔

ادھر تو فرانس میں انگریزوں کو پے درپے شکستیں ہو رہی تھیں اور علاقہ پر علاقہ ہاتھ سے نکلا چلا جارہا تھا اُدھر خود گھر کی یہ حالت تھی کہ امیر گلاسٹر اور وزیرخزانہ بوفرٹ آپس میں دست وگریبان ہو رہے تھے۔ گلاسٹر ہردلعزیز اور جاہ طلب تھا مگر مدبرانہ دماغ نہ رکھتا تھا

گلاسٹر اور بوفرٹ کے جھگڑے

اور بوفرٹ جب کسی معاملہ کو سلجھانا چاہتا تھا تو وہ جھٹ اُس میں الجھنیں ڈال دیتا تھا ایک مرتبہ تو گلاسٹر کے ہاتھ سے تنگ آکر بوفرٹ انگلستان ہی سے چلا گیا۔ خود بیڈفرد کا گلاسٹر نے ناک میں دم کر رکھا تھا چنانچہ بیچارے خردسال بادشاہ کو ایک دفعہ جبکہ اُسکی عمر گیارہ سال کی تھی بمنت اپنے چچاؤں سے التجا کرنی پڑی کہ از برائے خدا لڑیں جھگڑیں نہیں بلکہ صلح اور صفائی کے ساتھ رہیں۔ جب ۱۴۲۹ء میں ہنری کی تخت نشینی کی رسم عمل میں آئی تو گلاسٹر کا اقتدار ختم ہوگیا لیکن بوفرٹ جواب کرڈینال کے کلیسائی منصب پر فائز تھا معاملات سلطنت میں برابر دخیل رہا اور اُس کا رسوخ ۱۴۴۷ء تک جو اُس کا سال وفات ہے قایم رہا۔

ان دنوں پارلیمنٹ کی قوت روز بروز گھٹ رہی تھی اور بادشاہ کی پریوی کونسل زیادہ طاقتور ہوتی جاتی تھی۔

اس کا ایک سبب یہ تھا کہ پارلیمنٹ کی وکالت کے لئے مضافات کے خطاب یافتہ سرداروں کے حق میں راے دینے

پارلیمنٹ کا انحطاط

کا عام اختیار جو پہلے تمام اُن لوگوں کو حاصل تھا جو مرکز انتخاب یعنی ضلع کی عدالت میں حاضر ہوتے تھے ہنری ششم کی حکومت کے آٹھویں سال میں موقوف ہوگیا۔ اور صرف انہیں لوگوں کے لئے مخصوص کردیا گیا جو چالیس شلنگ (اس زمانہ کے بیس تیس پاونڈ کے مساوی) کی مالیت کی اراضی یا مکانات کے مالک ہوں۔ اس کے ساتھ شہروں کے نمایندوں کے انتخاب پر شہریوں کی ایک منتخب جماعت" نے قابو پایا اورچونکہ حکام عدالت اس انتخاب میں بہت کچھ دخیل ہوتے تھے اس لئے بادشاہ اور ملک کے اکابر واعیان آسانی سے اپنا اثر ڈال کر اپنی گوں کے وکلا منتخب کرا سکتے تھے۔ غرض اس طور پر دارالعوام کی وقعت وزراے سلطنت کے آلہ کار برآری سے کچھ ہی زیادہ رہ گئی اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ جب وزرا آپس میں لڑتے جھگڑتے تھے تو

لٹھیت پارلیمنٹ

ممبران پارلیمنٹ بھی پارلیمنٹ کے اجلاس میں مسلح ہوکر آتے تھے۔ ۱۴۲۶ء میں ایک انوکھی پارلیمنٹ کا اجلاس منعقد ہوا جو لٹھیت پارلیمنٹ کے نام سے موسوم ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ چونکہ دنگے فساد کے ڈر سے ممبروں کو پارلیمنٹ میں ہتھیار باندھکر

آنے کی ممانعت کردی گئی تھی اس لئے وہ آستینوں میں ڈنڈے چھپاکر لیتے آئے۔ پارلیمنٹ کی کمزوری کی ایک اور وجہ یہ بھی تھی کہ ۱۴۳۷ء میں بادشاہ نے اپنی کونسل کے اراکین کا انتخاب پارلیمنٹ کی راے پر محول رکھنے کی بجائے بذات خود کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سلطنت کا حقیقی اختیار اُس کے ہاتھوں میں چلا گیا۔

ہنری ششم کی سیرت

لیکن یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ یہ اختیار فی الحقیقت خود اُس کے اپنے ہاتھوں میں منتقل ہوا۔ اس لئے کہ ہنری جو ۱۴۴۲ء میں ذمہ داری کے سن کو پہنچا اپنی کوئی راے نہ رکھتا تھا۔ وہ پاکباز تھا صابر تھا منکسرالمزاج تھا رحم دل تھا کریم النفس تھا یہ سب کچھ تھا لیکن نہ اُسے جسمانی توانائی سے بہرہ ملا تھا نہ اُس کے قواے دماغی صحیح تھے۔ اخیر عمر میں اُسے رہ رہ کر جنوں کے دورے اُٹھا کرتے تھے اور یہ مرض اُسے ننھیال سے ترکہ میں پہنچا تھا اس لئے کہ اُس کا نانا چارلس ششم شاہ فرانس مجنون تھا۔ ایٹن کا مدرسہ اور کیمبرج کا کنگس کالج (شاہی دارالعلم) اُسی کے قایم کئے ہوے ہیں اور ان دونوں تعلیم گاہوں کے ساتھ اُسے ایک خاص دل بستگی تھی۔ اپنے سرکاری فرایض کی انجام دہی میں بھی وہ کوتاہی نہ کرتا تھا اور ہمیشہ کوشش کرتا رہتا تھا کہ اُس کے مشیروں اور صلاح کاروں میں باہم

صلح و آشتی رہے لیکن سلطنت کے تمام مہمات امور
میں وہ اُن لوگوں کی راے کی پابندی پر مجبور تھا جو
اُس سے زیادہ صمیم العزم واقع ہوے تھے۔
۱۴۴۵ء میں ہنری نے مارگرٹ رنسٹ انجو کے ساتھ
عقد کیا تھا اس تاریخ سے وہی ہنری پر حاوی ہو گئی
اور وہ زیادہ تر اُسی کے اشارہ پر چلنے لگا۔ وزرا میں
سے اول اول امیر سفاک کو ملکہ کے مزاج میں دخل تھا
آگے چل کر امیر سامرسٹ کا رسوخ بڑھ گیا۔ انگلستان کو
جب جنگ میں نقصان ہونے لگا تو گلاسٹر نے تلافی
مافات کی کوشش کرنی چاہی کہ جو علاقہ ہاتھ سے نکل
گئے ہیں کسی طرح پھر ہاتھ آجائیں لیکن مارگرٹ
فرانسوی الاصل ہونے کے باعث بالطبع اپنے زادبوم
سے ہمدردی رکھتی تھی اور اُس کی خواہش تھی کہ صلح
ہو جائے۔ ۱۴۴۷ء میں گلاسٹر پر بغاوت کا الزام لگایا
گیا اور پانچ دن بعد وہ اپنے بستر پر مردہ پایا گیا۔
قیاس چاہتا ہے کہ اُس کے دشمنوں نے اُسے قتل
کر دیا ہوگا۔ عنان اقتدار اب سفاک کے ہاتھ میں آئی
اور اُس نے اپنے اختیارات مناسب
طور پر استعمال کئے لیکن چھپے دشمن اُکی
تاک میں لگے ہوے تھے۔ اُنہوں نے اب شور مچانا شروع
کیا کہ سفاک فرانس کے ساتھ بے آبروئی کی صلح کر رہا ہے

گلاسٹر اور سفاک کا قتل
۱۴۴۷ء تا ۱۴۵۰ء

غرض اس پر بھی سنہ ۱۴۵۰ء میں مقدمہ چلایا گیا اور بعد ثبوت الزام اُسے جلاء وطن کی سزا دی گئی لیکن وہ برِّاعظم یورپ تک جان سلامت لے کر پہنچنے نہ پایا بلکہ آبنائے انگلستان کو عبور کرتے وقت رستہ ہی میں مار ڈالا گیا۔

لوگ اب گرانبار محصول ادا کرتے کرتے تنگ آگئے تھے لیکن ساتھ ہی اس بات پر بھی ناراض تھے کہ کیوں فرانس کے ساتھ صلح کرلی گئی۔ چونکہ ایسی کوئی زبردست قوت ملک میں موجود نہ تھی جو انہیں قابو میں رکھ سکے اس لئے انہوں نے بغاوت کردی۔

جیک کیڈ کی بغاوت
سنہ ۱۴۵۰ء

آئرلینڈ کے ایک باشندے نے جس کا نام جیک کیڈ تھا اور جو خاندان مارٹیمر سے ظاہر کرتا تھا۔ کینٹ سرے اور سسکس کے بیس ہزار جوانوں کے ساتھ بلیک ہیتھ کا لن کا رخ کیا اور وہاں سے لندن کی طرف روانہ ہوا۔ ستر سال قبل واٹ ٹائلر کی سرکردگی میں جس جماعت نے علم فساد بلند کیا تھا اُس کے مقابلہ میں جیک کیڈ کے ہمراہیوں کی اقتصادی حالت بہتر نظر آتی ہے اس لئے کہ اُن لوگوں نے نہ تو غلامی کی شکایت کی نہ اجرت کی کمی کا شکوہ کیا بلکہ صرف اس قدر مطالبہ کیا کہ پارلیمنٹ کے انتخابات آزادانہ طور پر عمل میں آئیں۔ حکومت کے بدیسی منہ لگے

ملک سے نکال دیے جائیں۔ اُن لوگوں نے لندن کے
اندر داخل ہوکر افسر خزانہ لارڈ سے کو قتل کردیا لیکن
آخر ایک لڑائی میں جو لندن کے پل پر ہوی شکست
کھاکر منتشر ہو گئے اور بادشاہ نے ازراہ مراحم خسروانہ
اُن کا جرم معاف کردیا۔ البتہ جیک کیڈ آگے چل کر
لیویز کے قریب مارا گیا۔ اسی سال کے ماہ نومبر میں
لندن کے لارڈ میئر (رئیس بلد) کے انتخاب کی تقریب پر
رئیس بلد کا پہلا جشن نمائش برپا ہوا۔

جیک کیڈ کی بغاوت سے یہ امر روز روشن کی طرح
آشکارا ہوگیا تھا کہ حکومت کے انتظام پر اب کسی ایسے
شخص کو مامور ہونا چاہیئے جو زبردست انتظامی قابلیت رکھتا ہو
چنانچہ کچھ سال بعد رچرڈ امیر یارک جو فرانس اور آئرلینڈ میں
رچرڈ امیر یارک محافظ سلطنت قرار پایا ۱۴۵۵ء
برسرکار تھا انگلستان آیا اور ملکہ کے منہ لگے وزیر
سامرسٹ کی جگہ لے کر ۱۴۵۵ء میں محافظ
سلطنت کے منصب پر مقرر ہوا تاکہ بحیثیت نائب السلطنت
غریب بادشاہ کی طرف سے جو عارضہ اختلال حواس میں
مبتلا تھا حکومت کے کاروبار کو سرانجام دے۔ یارک کا
یہ امیر رچرڈ ہنری کا قریب ترین رشتہ دار تھا اور گلاسٹر
کی وفات کے وقت سے لے کر ۱۴۵۳ء تک جبکہ ہنری
کا بیٹا ایڈورڈ پیدا ہوا رچرڈ ہی ولیعہد سلطنت رہا۔ ایڈورڈ
کی ولادت کے بعد بھی اگر بنظر انصاف دیکھا جائے تو

ایک لحاظ سے رچرڈ ہی تخت انگلستان کا سب سے زیادہ حقدار تھا اس لئے کہ اُس کی ماں امیر کلارنس کے سلسلہ نسب میں خاندان مارٹیمر کی اُس شاخ کبیر سے تعلق رکھتی تھی (دیکھو نقشہ مندرجہ صفحہ ۲۲۱) جس کا دعواے تخت وتاج ہمیشہ نظر انداز ہوتا رہا۔ لیکن بات یہ ہے کہ خاندان لینکسٹر تین نسل سے انگلستان میں برسر حکومت تھا اور امیر یارک اُس وقت مہام سلطنت میں صرف بادشاہ کا ہاتھ بٹا نے آیا تھا۔ سال آیندہ جب ہنری کا مزاج بحال ہوا تو مارگرٹ نے بادشاہ کو یہ پٹی پڑھائی کہ یارک کو الگ کر کے سامرسٹ کو پھر واپس بلا لیجئے۔ ایک تو جانشینی کا موقع ہاتھ سے نکل جانا دوسرے حکومت کے تمام اختیارات کھو بیٹھنا یہ دونوں سختیاں ایسی نہ تھیں جنہیں امیر یارک آسانی سے سہہ سکتا۔ اُس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ جھٹ علم انقلاب بلند کر دیا۔ امیر سالسبری امیر نوفوک اور امیر وارک بھی اپنی اپنی جمیعتوں کے ساتھ اُس کے شریک ہو گئے

جنگ سینٹ آلبنس ۲۲ مئی ۱۴۵۵ء

ملکہ کی جماعت بھی بڑے ٹھاٹھ سے نکلی۔ سینٹ آلبنس کے مقام پر دونوں کا مقابلہ ہوا۔ امیر یارک کو فتح ہوئی اور سامرسٹ مارا گیا۔

اس طور پر وہ خونریز آویزش شروع ہو گئی جو گلاب کے پھولوں کی لڑائی کے نام سے مشہور ہے۔ طرف داراں

خاندان لینکسٹر یعنی ملکہ کے ہوا خواہوں کی علامت سرخ گلاب تھی جو ہمیشہ سے اُن کا امتیازی نشان چلا آیا تھا اور طرف داران خاندان یارک نے اپنے لئے سفید گلاب کا نشان تجویز کیا۔ جنگ کا پلہ کبھی ایک فریق کی طرف جھک جاتا تھا کبھی دوسرے کی جانب۔ ۱۴۵۵ء میں بادشاہ کو پھر جنون کا دورہ اٹھا اور امیر یارک حسب سابق محافظ سلطنت مقرر ہوا۔ اس مرتبہ جب بادشاہ کو افاقہ ہوا تو اُس نے امیر موصوف اور ملکہ میں صلح کرا دینی چاہی۔ لیکن مارگرٹ اُس کو اپنے بیٹے کا حریف سمجھتی تھی۔ ایسی حالت میں کس طرح ممکن تھا کہ دونوں میں مصالحت ہو سکے۔ ملکہ چپکے چپکے توڑ جوڑ کرتی رہی اور پارلیمنٹ کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ ایک مسودہ قانون خلاف ورزی باسرکار مرتب کیا جائے جسمیں امیر یارک اور اُس کے ہواخواہوں کو بعلت بغاوت مستوجب سزائے موت قرار دیا جائے۔ اس مسودہ قانون کی زد میں جو شخص آتا تھا اُسے پارلیمنٹ باضابطہ قانونی کارروائی کے بغیر ہی مجرم قرار دے کر اُس کے خاندان کو باغی کر دیتی تھی اور یہ لوگ جائداد سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو جاتے تھے۔ جنگ گلاب کے معرکوں کے دوران میں ہنوز اختیار فریق۔ فریق ثانی کے اکابر و عمائد کو

جنگ گلاب
۱۴۵۵ء تا ۱۴۸۵ء

مسودہ قانون خلاف
ورزی باسرکار

اُس قانون کی زد میں لاکر باغی قرار دیتا رہا اور جتنے امرا میدان جنگ میں کام آئے اُن سے کچھ کم اس قانون کا شکار نہ ہوئے ہوں گے۔ سو وہ قانون خلاف ورزی

جنگ نارتھمپٹن
جولائی ۱۴۶۰ء

باسرکار کی گرفت سے امیر یارک بچا رہا اس لئے کہ وہ آئرلینڈ میں تھا جہاں اُس کے حریف نہ پہنچ سکتے تھے۔ سنہ ۱۴۶۰ء میں وہ ایک لشکر جرار لیکر آیا اور نارتھمپٹن کی لڑائی میں اپنے حریفوں کو شکست فاش دی۔ ہنری ششم تو گرفتار کرلیا گیا اور مارگرٹ نے اپنے بیٹے کے ساتھ میدان جنگ سے فرار ہوکر اسکاٹلینڈ میں جاپناہ لی۔

اب امیر یارک نے دعوی پیش کیا کہ تخت انگلستان میرا حق ہے اور ایک پارلیمنٹ نے جس کا اجلاس اسی سال کے موسم خزاں میں منعقد ہوا اُس کا دعوے تسلیم کرکے اُسے ہنری کا جانشین قرار دیا اور ایڈورڈ شہزادہ ویلز کو الگ کردیا۔ لیکن میدان ابھی خالی نہونے

جنگ ویکفیلڈ
۳۰ دسمبر ۱۴۶۰ء

پایا تھا۔ فریق ثانی برابر تیاریاں کررہا تھا پانچ مہینے بعد ویکفیلڈ کے میدان میں پھر ایک جنگ ہوی جس نے سارا نقشہ ہی بدل دیا۔ فریق لینکسٹر کو فتح ہوئی۔ امیر یارک مارا گیا اور اُس کا بیٹا امیر رٹلینڈ جنگ کے بعد قتل کردیا گیا۔

رچرڈ کے بعد اُس کے خلف اکبر ایڈورڈ نے امارت

یارک کی مسند پر فائز ہوکر اپنے خاندان کے حریفوں کا مقابلہ شروع کیا۔ اور مارٹیمرس کراس کے مقام پر جو ہیرفرڈ شایر کے ضلع میں واقع ہے امیر پمبروک کو شکست دے کر سیدھا لندن کی طرف بڑھا۔ اگرچہ انگلستان کے شمال کی آبادی خاندان لینکسٹر کی طرفدار تھی لیکن تمام بڑے بڑے تجارتی شہر خاندان یارک کے دلی ہوا خواہ تھے۔ صورت حالات اس وقت یہ ہو رہی تھی کہ اُدھر تو امیر وارک نے ملکہ پر حملہ کیا جس نے اُسے شکست دے کر اپنے خاوند کو چھڑا لیا اور شمالی علاقہ کی طرف چلی گئی اوھر ایڈورڈ اپنی فوجیں لئے ہوئے لندن میں داخل ہوگیا اور اہل شہر نے بڑے تپاک سے اُس کا خیر مقدم کرتے وقت "زندہ و پائندہ بادشاہ ایڈورڈ" کے نعرے لگانے شروع کئے۔ لوگ اصل میں ہنری کی بودی حکومت سے تنگ آگئے تھے اور کسی قوی بازو بادشاہ کی حکمرانی کی تمنا کرنے لگے تھے کہ انہیں اُس کے ظل حمایت میں امن اور چین تو نصیب ہو۔ دو دن بعد امیر وارک بھی لندن آگیا۔ تمام امرا جو خاندان یارک کے حلیف تھے جمع ہوئے اور ۴ مارچ ۱۴۶۱ء کو ایڈورڈ کی بادشاہی کا اعلان کردیا گیا۔

جنگ مارٹیمرس کراس ۱۴۶۱ء

ایڈورڈ کی بادشاہی کا اعلان ۱۴۶۱ء

لیکن اس کامیابی کی خوشیاں منانے کا ابھی وقت
نہ تھا کیونکہ ملکہ ایک بہت بڑی فوج شمال میں جمع
کر رہی تھی۔ ایڈورڈ اور وارک اس خطرہ کے دفعیہ کیلئے
بلا درنگ شمالی علاقہ کی طرف بڑھے۔ اُدھر سے ملکہ
بھی تیار ہوکر نکلی۔ دونوں فوجوں کا ٹوٹن کے میدان
جنگ ٹوٹن | پر مقابلہ ہوا جو یارک شایر میں واقع ہے
۲۹ مارچ ۱۴۶۱ء | اس سارے معرکہ کی یہ خونریز ترین لڑائی
تھی۔ لینکسٹر والوں کی طرف سے بیس ہزار آدمی کھیت
رہے۔ یارک والوں کا بھی قریب اسی قدر نقصان
ہوا لیکن میدان اُن کے ہاتھ رہا۔ ہنری اور مارگرٹ نے
اسکاٹلینڈ میں جا پناہ لی۔ بہت سے امرا یا میدان جنگ
میں کام آئے یا قتل کر دئے گئے۔ ایڈورڈ مظفر ومنصور
ہوکر لندن واپس آیا اور ۲۸ جون ۱۴۶۱ء کو ویسٹ منسٹر
میں تاج سلطنت اُس کے سر پر رکھا گیا۔

بارھواں باب

خاندان یارک

ایڈورڈ چہارم ۱۴۶۱ء لغایت ۱۴۸۳ء — رچرڈ سوم ۱۴۸۳ء لغایت ۱۴۸۵ء

ایڈورڈ پنجم اپریل تا جولائی ۱۴۸۳ء

ہنری ششم کی نظربندی قلعہ لندن میں۔

آیندہ دس سال کا زمانہ کشت و خون اور لڑائیوں کا ایک مسلسل فساد انگیز دور ہے۔ مارگرٹ اپنے خاوند اور بیٹے کو دوبارہ تخت سلطنت دلوانے کے لئے مردانہ وار جدو جہد کرتی رہی۔ ۱۴۶۴ء میں ہجلی مور اور ہیکسم کے میدانوں پر دو لڑائیاں ہوئیں اور فرانسیسیوں اور اسکاٹلینڈ والوں کی امداد کے باوجود مارگرٹ کو دونوں میں شکست ہوئی۔ ہر طرف سے عاجز ہوکر وہ اپنے بیٹے کو لئے ہوے فلینڈرس چلی گئی اور شاہ ہنری جو لنکاشایر میں روپوش تھا گرفتار کیا گیا اور لندن کے قلعہ میں بھیج دیا گیا جس سے ان دنوں قلعہ کے علاوہ محل شاہی کا کام بھی لیا جاتا تھا۔ یہاں بحالت نظر بندی اُسکے

ساتھ اچھا برتاؤ ہوتا تھا لیکن نگرانی سخت تھی کہ فرار نہ ہونے پائے۔

ایڈورڈ نے اسی زمانہ میں سرجان گرے کی بیوہ الزبتھ وڈویل کے ساتھ نکاح کر کے امیر وارک کو سخت ناراض کردیا امیر موصوف کو امید تھی کہ اُس کے مشورہ سے بادشاہ کسی فرانسیسی شہزادی کو اپنے حبالۂ عقد میں لائے گا اور اس طور پر اُس کا اقتدار مستحکم ہو جائے گا یا اگر یہ ممکن نہ ہوا تو اپنی بیٹی اُسے دے گا۔ لیکن ایڈورڈ نے اُس کی تمام امیدوں پر پانی پھیردیا اور یہی نہیں کیا کہ ایک بے حیثیت اور بے اثاثہ خاتون سے شادی کرلی بلکہ بہت جلد اپنے خسر لارڈ ریورس اور اپنے دوسرے سسرال والوں کو بڑی بڑی ذمہ داری کی خدمت پر مامور کرنا شروع کیا۔ وارک نے اس کے جواب میں اپنی بیٹی اسابیلا نیول کا نکاح ایڈورڈ کے بھائی امیر کلارنس سے کردیا کہ ایڈورڈ کے بعد وارث تخت و تاج وہی تھا اور یہ بات بادشاہ کی ناراضی کا موجب ہوئی۔

شاہی عقد

انہیں ایام میں فریق لینکسٹر نے شمال انگلستان میں ایک شورش برپا کی جس کا اثر دور دور تک جا پہنچا اور ایڈورڈ کو اپنے حریفوں سے پھر معرکہ آرا ہونا پڑا۔ ایجکوٹ کے مقام پر جو آکسفرڈ شایر میں واقع ہے فریقین کا مقابلہ ہوا۔ ایڈورڈ کی جماعت کو شکست ہوئی۔

جنگ ایجکوٹ ۱۴۶۹ء

کثیر التعداد امرا جن میں ملکہ کے بھی کئی رشتہ دار شامل تھے مارے گئے۔ خود ایڈورڈ جو میدان میں اکیلا رہ گیا تھا گرفتار ہوکر کچھ دیر کیلئے وارک کے بھائی صدر اسقف نیول کے پاس قید رہا۔ لیکن بعد میں اُسے لندن واپس جانے کی اجازت دے دی گئی جہاں پہنچ کر اُس نے وارک اور اپنے سگے بھائی امیر کلارنس کو باغی قرار دیکر اُن کی گرفتاری کا اشتہار جاری کر دیا۔ اب اُن دونوں کو بجز اس کے چارہ نہ رہا کہ فرانس بھاگ جائیں۔ یہاں معزول شدہ ملکہ مارگرٹ پہلے سے موجود تھی۔ ملکہ سے وارک نے کہا

وارک مارگرٹ سے جاملا

کہ اگر آپ اس بات پر رضامند ہوں کہ آپ کے فرزند ایڈورڈ شہزادہ ویلز کی نسبت میری بیٹی این کے ساتھ ٹھہر جائے تو پھر میں آپ کا شریک حال ہوکر تخت انگلستان پر دوبارہ قابض ہونے میں آپ کو ہرطرح کی امداد دینے کے لئے تیار ہوں۔ وارک کی اسمیں یہ مصلحت تھی کہ اُس کی دونوں بیٹیوں میں سے ایک نہ ایک کے لئے سلطنت کا رستہ صاف ہوا جاتا تھا۔ امیر کلارنس کے ساتھ جو خاندان یارک سے تھا اُس کی بیٹی اسابلا کا عقد ہوچکا تھا۔ شہزادہ ویلز کے ساتھ جس کا تعلق خاندان لینکسٹر کے ساتھ تھا اُس کی دوسری بیٹی این کی منگنی ہو جانے والی تھی۔ ایسی حالت میں یارک یا لینکسٹر جس فریق کا بھی پلہ بھاری ہوتا وارک کا فائدہ ہی فائدہ تھا۔

ایڈورڈ کا فرار

ملکہ اس تجویز پر رضامند ہوگئی اور وارک کی بیٹی کا رشتہ قبول کرلیا۔ اب وارک حسب قرار داد فوج لے کر ڈارٹمتھ میں لنگر انداز ہوا اور ایڈورڈ چہارم نے یہ دیکھکر کہ جو اُس کے دست و بازو تھے وہی اُسے دغا دے گئے بے حواسی کے عالم میں راہ فرار اختیار کرکے فلینڈرس میں جا سر چھپایا۔ اُس کی ملکہ الزبتھ ووڈول خانقاہ ویسٹ منسٹر کے دامن میں پناہ گزین ہوئی اور یہیں اُس کا پہلوٹا بیٹا پیدا ہوا جس کی قسمت میں ایک دن ایڈورڈ پنجم کا لقب اختیار کرکے تخت انگلستان پر بیٹھنا لیکن کچھ ہی دن بعد دنیا سے نامراد جانا لکھا تھا۔

بیچارہ ہنری اب ۵ر اکتوبر ۱۴۷۰ء کو نظر بندی سے آزاد ہوا اور چھ مہینے کے لئے اُسے پھر حکومت نصیب ہوئی۔ وارک جس کی کوششوں سے وہ دوبارہ تخت پر بیٹھا تھا اسی لئے "بادشاہ گر" کہلاتا ہے۔ لیکن فتح و شکست کے اس

ہنری ششم چھ مہینے بھر بادشاہی کرتا ہے۔

پریشان کن اتار چڑھاؤ کا تسلسل اب ختم ہونے کو تھا۔ ایڈورڈ اپنے بہنوئی امیر برگنڈی سے مدد لے کر فرانسیسی فوج کے ایک مختصر سے دستہ کے ساتھ اُسی مقام پر لنگر انداز ہوا جہاں بہتر سال قبل ہنری چہارم اترا تھا اور اُس کا بھائی امیر کلارنس بھی اُس سے آملا۔ دونوں بھائی اپنی فوجیں لئے ہوئے سیدھے لندن پہنچے جہاں ایڈورڈ کا خیر مقدم پھر بڑے جوش سے کیا گیا۔

بارنٹ کے میدان میں ایڈورڈ اور وارک کا مقابلہ ہوا اور وارک لڑائی میں مارا گیا۔ اب مارگرٹ نے جنگ کی تیاریاں شروع کیں اور جس قدر سپاہ فراہم کرسکتی تھی ایڈورڈ کے مقابلہ پر ٹیوکسبری کے میدان میں لائی جو گلاسٹر شایر میں واقع ہے۔ اس معرکہ میں اس نے بھی شکست فاش کھائی اور اس کا نوخیز بیٹا شہزادہ ویلز شاہ ایڈورڈ کی آنکھوں کے سامنے میدان جنگ میں کاری زخم کھاکر کام آیا۔ دو ہفتہ بعد ہنری ششم بھی قلعہ لندن میں غالباً قاتل کے خنجر سے ہلاک ہوا۔ اور اس طرح یہ طویل کشمکش آخر ختم ہوی۔ مارگرٹ گرفتار ہوکر قید کردی گئی تھی لیکن اس کے باپ رینی نے ۱۴۷۵ء میں فدیہ دے کر بیٹی کو چھڑا لیا اور وہ فرانس واپس چلی گئی۔

جنگ ٹیوکسبری ۴ مئی ۱۴۷۱ء

آخر خدا خدا کرکے ملک کو امن و امان نصیب ہوا۔ لیکن یہ حقیقت نظرانداز نہیں ہوسکتی کہ اگرچہ اس تمام عرصہ میں امرا اور ان کے متوسلین ایک دوسرے کا گلا کاٹنے میں مصروف تھے پھر بھی جدید طبقہ متوسط کی آبادی یعنی کسان دہقان سفید پوش بیوپاری اور سوداگر برابر ترقی کر رہے تھے۔ ملک کے طول وعرض میں جو لڑائیاں ہورہی تھیں ان سے انہیں کچھ سروکار نہ تھا اس لئے کہ یہ ہنگامے محض خاص خاص جماعتوں کی باہمی آویزشوں کا حکم رکھتے تھے ملک کی عام آبادی کا ان میں

طبقہ متوسط کی خوش حالی

کوئی حصہ نہ تھا اگرچہ یہ درست ہے کہ ان ہنگاموں کے دوراں میں جب اُن کے گھر بار لٹ جاتے تھے تو اُن کی کہیں شنوائی نہ ہوتی تھی اور اُن کے نقصان کی تلافی کی شکل مشکل سے پیدا ہوتی تھی۔ یہ حالات ہمیں بعض دل چسپ خطوط سے معلوم ہوئے ہیں جو اس زمانہ میں نارفاک کی ایک خاتون مارگرٹ پیٹن نے لکھے تھے۔ پھر بھی بحیثیت مجموعی طبقہ متوسط کی خوش حالی روبہ ترقی اور اُس کی دولت میں روز افزوں اضافہ ہورہا تھا۔ چنانچہ جب ایڈورڈ نے تخت و تاج کی طرف سے مطمئن ہوکر فرانس پر حملہ آور ہونے کا قصد کیا (اگرچہ بالآخر شاہ فرانس سے ایک سالانہ وظیفہ ملنے پر یہ قصد اُس نے ترک کردیا) تو بہت سے متمول تاجر اور دوسرے اہل دول ملک میں ایسے موجود تھے

ہدایا

جنھوں نے ہدایا کے نام سے بڑی بڑی نذرانہ کی رقمیں اُس کے آگے لاکر ڈھیر کردیں جس سے اس بات کا بین ثبوت ملتا ہے کہ ملک میں روپیہ کی کمی نہ تھی۔ اول اول تو یہ ہدایا لوگوں نے بطیب خاطر دیئے اس لئے کہ لوگ ایسی حکومت کو ایک نعمت خداداد سمجھتے تھے جو امن قائم رکھتی ہو لیکن کچھ عرصہ کے بعد اُن نذرانوں کا ادا کرنا شہروالوں کو وبھر ہوگیا بہرحال مجموعی اعتبار سے ملک بہت آسودہ تھا اور اس آسودگی میں ایک خوفناک وبا سے بھی کوئی فرق نہ آنے

پایا جو "مرض عرق ریز" کے نام سے ۱۴۸۵ء میں نمودار ہوئی اور ملک کی آبادی کے ایک بڑے حصہ کا صفایا کرتی گئی۔

ایڈورڈ کو اپنے اوایل عہدی میں ایک بندھی سالانہ رقم بطور وظیفہ حین حیات ملنے لگی تھی اس لئے وہ داخل کی طرف سے فارغ البال تھا اور یہی وجہ ہے کہ آٹھ سال کی طویل مدت میں پارلیمنٹ کی طلبی صرف ایک دفعہ ہوئی۔ ایسی حالت میں بادشاہ اور اُس کی کونسل کا مطلق العنان ہوتا ایک بالکل قدرتی بات تھی۔ کوئی قوت ایسی موجود نہ تھی جو اُس کی خود سرانہ کارروائیوں کی روک تھام کر سکے۔ بادشاہ چونکہ بدچلن اور آوارہ تھا اس لئے رچرڈ دوم کی طرح اُس نے بھی رعایا پر طرح طرح کی سختیاں کرنی شروع کیں اور اُس کی سخت گیریاں حد سے بڑھنے لگیں۔ پھر بھی اُس کی ہر دلعزیزی بدستور برقرار رہی اور تمام اُن لوگوں کی بیخ کنی سے جو اُس کے مزاحم ہوے وہ امن قائم رکھنے میں کامیاب رہا۔ لیکن یہ کامیابی اُسے بہت ہی مہنگے داموں پڑی اس لئے کہ بغاوت کے ڈر سے اُس نے خود اپنے حقیقی بھائی امیر کلارنس

امیر کلارنس کا قتل ۱۴۷۸ء

کو بہ الزام بغاوت ۱۸ فروری ۱۴۷۸ء کو قلعہ لندن میں مروا ڈالا۔ کلارنس کی موت کا واقعہ نہایت دردناک ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ بیچارہ شراب ماسی کے

ایک خم میں پھینک دیا گیا اور اسی میں غوطے کھا کھا کر مر گیا۔

کیکسٹن اور اُس کا مطبع
۱۴۷۶ء

سیاست کے ان شور انگیز حوادث سے پلٹ کر جب ہم معاشرت کی منزل میں قدم رکھتے ہیں تو ہمیں ایک سہانا منظر دکھائی دیتا ہے۔ ویسٹ منسٹر کی خانقاہ کے ایک چھوٹے سے گوشہ میں جہاں ایک گرجا اور کچھ خیرات گھر موجود تھے ایک شخص چپکے چپکے ایک ایسا کام کرنے میں مصروف تھا جو بادشاہ اور اُس کے امرا کے باہمی جھگڑوں سے کہیں زیادہ اہم تھا بلکہ شاید شہر کے تاجروں کی کوٹھیاں اور اہل حرفہ کی دستکاریاں بھی قدر وقیمت میں اُس سے بڑھ کر نہ تھیں یہ شخص جس کا نام ولیم کیکسٹن تھا لڑکپن میں کینٹ سے فلینڈرس گیا تھا اور تیس سال وہاں گزار کر اور چھپائی کا فن سیکھ کر ۱۴۷۶ء میں ایک مطبع لئے ہوئے انگلستان واپس آیا تھا۔ ممالک غیر میں چھاپہ کے فن کا نشوونما اور طبع کتب کے لئے ابھرے ہوئے حروف کی ایک ڈال چوبی تختیوں کی بجائے رفتہ رفتہ سیسے کے متحرک حروف کا رواج بجائے خود ایک طویل داستان ہے۔ لیکن جب کیکسٹن نے چھپائی کا کام انگلستان میں شروع کیا تو یہ تمام مراحل بتدریج طے ہوتے گئے۔ ۱۴۷۶ء سے پہلے انگلستان میں جس قدر کتابوں کی

نئی نقول تیار ہوتی تھیں سب قلمی ہوتی تھیں اور اُس سے
اُن کے نایاب اور قیمتی ہونے کا اندازہ کیا جاسکتا ہے
لیکن اب کتابت طباعت سے بدل گئی اور کیکسٹن نے شاہ
ایڈورڈ اور رچرڈ امیر گلاسٹر کی سرپرستی میں بہت سی
شعر و سخن کے کتابیں چھاپ ڈالیں۔ اُس کی گزر اوقات
کا ذریعہ بھی اُس کا چھاپہ خانہ تھا۔ چنانچہ وہ پادریوں کیلئے
دعا کی کتابیں واعظوں کے لئے خطبے اور سرداروں اور
جاگیرداروں کے لئے عشق و حسن اور شجاعت و مروت کی
داستانیں چھاپ چھاپ کر بیچا کرتا تھا۔ "ملفوظات واقوال فلاسفہ"
پہلی کتاب تھی جو ۱۴۷۷ء میں انگلستان میں طبع ہوئی۔ اس کے
بعد چاسر کا کلام اور سیکسن نسل کے نامور تاجدار کی داستان
موسوم بہ "انجام آرتھر" شایع ہوئی۔ اُن کے علاوہ کیکسٹن نے
متعدد غیر زبانوں کی تصانیف ترجمہ کر کے چھاپیں۔ مثال کے
طور پر "رینارڈ لومڑی کی کہانی" اور "تاریخ ٹرائے" کا نام لیا
جاسکتا ہے۔ لیکن اُن کتابوں کی طبع و اشاعت سے بھی
کہیں زیادہ اہم یہ واقعہ ہے کہ جب ۱۴۹۱ء کے قریب
کیکسٹن کا انتقال ہوا تو چھاپہ کا فن جس نے دنیا میں ایسے ایسے
حیرت انگیز انقلابات پیدا کردئے ہیں انگلستان میں مستقل طور
پر شایع ہوچکا تھا۔

لیکن کیکسٹن ابھی زندہ ہی تھا کہ انگلستان پھر نئی مشکلات
و مصایب میں مبتلا ہوگیا۔ ۹ اپریل ۱۴۸۳ء کو ایڈورڈ چہارم نے

وفات پائی اور دو بیٹے یادگار چھوڑے۔ ایڈورڈ شہزادہ ویلز جس کی عمر تیرہ سال تھی اور رچرڈ امیر یارک جس نے دسویں سال میں قدم رکھا تھا۔ جو نئی سیاسی جدوجہد اب شروع ہوئی اُس کا تختہ مشق بیچارے انہیں دونوں اطفال خردسال کو بننا پڑا

ایڈورڈ پنجم

اپریل لغایت جون ۱۴۸۳ء

جب بادشاہ کا انتقال ہوا تو حکومت پر دست تصرف دراز کرنے کے لئے دو فریق پہلے سے تیار بیٹھے تھے۔ ایک جماعت تو ملکہ اور اس کے اقربا کی تھی۔ دوسری جماعت کا سردار بادشاہ کا بھائی رچرڈ امیر گلاسٹر تھا شہزادہ ویلز اُس وقت اپنے ماموں لارڈ رورس اور اپنے سوتیلے بھائی سر رچرڈ گرے کی نگرانی میں مقیم لڈلو تھا۔ ملکہ کو جو ویسٹ منسٹر میں رہتی تھی اصرار تھا کہ اُس کے بیٹے کی ولایت اور سلطنت کی محافظت کے منصب پر کونسل کی طرف سے اُسی کا تقرر ہونا چاہئے لیکن اراکین کونسل یہ خدمت رچرڈ کے تفویض کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے اسے یارک سے جہاں

لارڈ رورس اور سر رچرڈ گرے کی گرفتاری

وہ بحیثیت نائب حکمراں تھا بلا بھیجا۔ رچرڈ نے چھوٹتے ہی ملکہ کی جماعت کے قلع وقمع کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ رستہ میں اُس کی اور اُس کے رفیق امیر بکنگھم کی

لارڈ رورس اور سر رچرڈ گرے سے مٹ بھیڑ ہوئی جو شہزادہ کو لئے ہوئے لندن جارہے تھے۔ اُس نے اُن دونوں کو تو گرفتار کر کے یارک شایر کے قلعہ پانٹی فرکٹ میں بھیج دیا اور شہزادے سے یہ بہانہ کیا کہ تمہارا چچا اور سوتیلا بھائی تمہارے تخت وتاج کے خلاف سازش کر کے حکومت پر خود قبضہ کر لینے کی فکر میں تھے۔ غریب لڑکا پھوٹ پھوٹ کر رونے اور اپنے دونوں عزیزوں کی حمایت کرنے لگا لیکن رچرڈ کا پتھر دل ذرا نہ پسیجا اور شہزادے کو پھر اُن دونوں سے ملنا کبھی نصیب نہ ہوا۔

ملکہ نے جب اپنے بھائی کی گرفتاری کی خبر سنی تو بے حد پریشان ہوئی اور اپنے چھوٹے بیٹے اور بیٹیوں کو لے کر خانقاہ ویسٹ منسٹر کے ماٴمن میں جا سر چھپایا۔ ۴ مئی کو رچرڈ اور بکنگھم نوعمر بادشاہ کے ہمرکاب داخل لندن ہوئے اور رچرڈ محافظ سلطنت مقرر ہوا۔ رچرڈ کو اس منصب پہ فایز ہونے میں لارڈ ہیسٹنگز سے بہت بڑی مدد ملی۔ لارڈ موصوف کا شمار امرا کے طبقہ جدید میں تھا جو ملکہ کا مخالف تھا۔ اول اول ایڈورڈ پنجم کے قیام کے لئے اسقف لندن کا محل واقع سنیٹ پال تجویز کیا گیا لیکن چند ہی روز بعد رچرڈ نے اُسے قلعہ لندن کے محل میں منتقل کر دیا اور شومی قسمت سے ملکہ اس تجویز پر رضامند ہو گئی کہ چھوٹا شہزادہ امیر یارک بھی اپنے بڑے بھائی کے

رچرڈ کا تقرر بحیثیت نائب السلطنت
۴ مئی ۱۴۸۳ء

ساتھ ہی رہے۔

یہاں تک تمام واقعات آئینہ کی طرح روشن ہیں لیکن جو طرز عمل رچرڈ نے اس کے بعد اختیار کیا اُس کی نسبت صحیح رائے قائم کرنی مشکل ہے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ آیا ابتدا ہی سے سلطنت پر اُس کا دانت تھا یا بعد میں اپنے دشمنوں کی سازشوں کا توڑ کرتے کرتے یکایک اُس کی نیت بدل گئی۔ اُس کے مخالفین کا بیان ہے کہ اُس کی شکل و صورت نہایت مکروہ تھی اور اُس کے عادات و اطوار غیر خوش آیند تھے لیکن یہ بیان بہت کچھ مبالغہ آمیز ہے۔ وہ نحیف الجثہ ضرور تھا اور اُس کے ایک کندھے کی ساخت بھی کسی قدر ناقص تھی پھر بھی اُس کے بشرے سے آثار غور و فکر ہویدا تھے اگرچہ آنکھوں کی بے قرارانہ جنبش طبیعت کی بیتابیت پر دلالت کرتی تھی۔ اُس کے اطوار پسندیدہ تھے اور علمی مشاغل سے اُسے دل بستگی تھی۔ اُس کے مکار اور بے اصول ہونے میں شک نہیں لیکن اس میں بھی کلام نہین کہ اپنے بھائی ایڈورڈ کے ساتھ جب تک وہ زندہ رہا اُس کے تعلقات مخلصانہ رہے اور ہمیں اُس کی نسبت یہی نیک گمان رکھنا چاہئے کہ جو جرائم اُس سے بعد میں سرزد ہوئے اُن کے ارتکاب پر وہ شروع ہی سے نہیں تلا بیٹھا تھا۔

رچرڈ کی سیرت

ایڈورڈ پنجم کو تخت پر بیٹھے ایک مہینہ گزر چکا تھا۔ ملکہ کے ہوا خواہ سازشوں کا جال پھانے میں مصروف تھے اور فریق مخالف کو زک دینے کے لئے کسی مناسب موقع کی تاک میں تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ لارڈ ہیسٹنگز بھی یہ دیکھ کر کہ رچرڈ اپنے اختیار کی باگیں بہت ڈھیلی کرتا جاتا ہے ملکہ کی جماعت کے ساتھ آملا۔ رچرڈ کو بھی پل پل کی خبر لگ رہی تھی۔

لارڈ ہیسٹنگز کا قتل
۱۳ر جون ۱۴۸۳ء

۱۳ر جون کو دفعتہً کونسل کے ایوان میں داخل ہوکر اُس نے ہیسٹنگز پر اپنے خلاف سازش کرنے کا الزام لگایا اور ملزم کو صفائی کا موقع دیے بغیر ایک مسلح جماعت کے پہرے میں دے دیا جس نے دوپہر ہوتے ہوتے ٹاور گرین میں اُس کا سر لکڑی کے ایک لٹھ پر رکھ کر قلم کر دیا۔ نو دن بعد رچرڈ کی غاصبانہ نیت ایک نیا رنگ لائی۔ ایک پادری نے سینٹ پالس کراس میں اور امیر بکنگھم نے گلڈ ہال میں لوگوں کو یہ جل دینا چاہا کہ قانونی حیثیت سے الزبتھ وڈول ایڈورڈ چہارم کی بیاہتا بی بی نہ تھی اس لئے کہ اُس کو عقد میں لانے سے پہلے ایڈورڈ ایک اور خاتون سے منسوب ہوچکا تھا اور ایسی حالت میں دونوں شہزادے جو اولاد ناجایز تھے تخت وتاج کے حقیقی وارث نہ ہوسکتے تھے۔ یہ داؤں تو چل گیا لیکن اب بھی رچرڈ اور تخت سلطنت کے درمیان ایک اور حجاب حایل تھا۔ یعنی

شہزادے غیر صحیح النسب قرار دئے گئے۔

امیر کلارنس کے نوعمر بیٹے امیر وارک کا حق رچرڈ کے حق پر مرجح تھا۔ یہ مشکل چٹکی بجاتے میں یوں حل کرلی گئی کہ وارک کا باپ باغی تھا اس لئے وہ تخت نشین نہیں ہوسکتا۔ غرض ۲۵ رجون کو پارلیمنٹ کے امرا اور عوام کی ایک جماعت نے تاج شاہی رچرڈ کو پیش کیا اور اُس کے دوسرے دن اُس نے ایوان ویسٹ منسٹر میں داخل ہوکر رچرڈ سوم کے لقب سے اُس سنگ مرمر کے تخت پر جلوس کیا جو رسم تخت نشنی کے لئے مخصوص ہے۔ اس کے چند دن بعد امیر رورس اور سر رچرڈ گرے کی پانٹی فریکٹ میں گردن ماری گئی اور ساتھ ہی ایڈورڈ پنجم کے عہد کا خاتمہ ہوگیا۔

رچرڈ سوم
۱۴۸۳ء لغایت ۱۴۸۵ء

لیکن وہ سانحہ ابھی پیش نہ آیا تھا جس کی حسرت خیز یاد ابھی تک لوح روزگار پر نقش ہے۔ رچرڈ کی رسم جلوس اُس تمام تزک و احتشام کے ساتھ عمل میں آئی جس کی تیاریاں اُس کے بھتیجے کے لئے کی گئی تھیں۔ اُس کے بعد وہ اپنی ملکہ کو ساتھ لے کر انگلستان کے شمالی علاقہ کی طرف روانہ ہوا جہاں اُس کی ہردلعزیزی میں

کبھی بھی فرق آنے نہ پایا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اُس کی غیبت میں امیر بکنگھم اپنے کئے پر بہت پشیمان ہوا کیونکہ میں نے ایسے شخص کو تاج و تخت کا قبضہ دلانے میں ایسا اہتمام کیا۔ کم سن شہزادوں کی اسیری بھی لوگوں کو گراں گزرنے لگی اور اس قید کے گھر گھر چرچے ہونے لگے۔ انہیں ایام میں یہ خبر دور دور پھیل گئی کہ شہزادے لندن کے قلعہ میں قتل کر دئے گئے ہیں۔ لیکن کسی کو باور نہ آتا تھا کہ ایسی بے رحمی کا ارتکاب ممکن ہو سکتا ہے۔ ہر شخص کو امید لگی ہوئی تھی کہ رچرڈ اپنے دونوں بھتیجوں کو روز روشن میں لاکر وہ دھبے چھڑا دے گا جو اُن بچوں کے قتل کی افواہ نے اُس کی شہرت کے دامن میں لگا رکھے ہیں۔ لیکن معصوموں کے خون کے یہ داغ کچھ کیچڑ کے دھبے نہ تھے۔ رچرڈ انہیں مرتے دم تک نہ چھڑا سکا۔ کوئی دو سو سال بعد شاہ چارلس دوم کے عہد میں کم سن شہزادوں کی عمر کے دو لڑکوں کی لاشیں قلعہ لندن کے برج سفید کے زینے کے نیچے سے برآمد ہوئیں۔ اور خانقاہ ویسٹ منسٹر میں ہنری ہفتم کے کنیسے کے اندر دفن کر دی گئیں۔ اگرچہ ہم وثوق کے ساتھ کوئی حکم نہیں لگا سکتے لیکن قلعہ لندن کے قلعدار سر جیمز ٹرل کے اس اقبالی بیان کی صحت میں کلام کی مطلقاً گنجایش نہیں کہ رچرڈ نے

شہزادوں کے قتل کے چرچے

حکم سے دونوں شہزادے اپنے بستر پر ہی گلا گھٹوا کر مروا ڈالے گئے اور پھر زینے کے نیچے گاڑ دیے گئے۔

رچرڈ کی زندگی اب اُس کے لئے وبال ہو گئی۔ اُس کا مجرم ضمیر اُسے دم بھر کو چین نہ لینے دیتا تھا۔ ڈراؤنے خواب اُسے راتوں کو جگا جگا دیتے تھے اور سوتے میں چیخ چیخ اُٹھتا تھا اِدھر ضمیر کی ملامت کی یہ کیفیت تھی اُدھر اُس کے دشمنوں کو بھی ناکردہ گناہ شہزادوں کے خون ناحق کے صدقہ میں اُس کے خلاف ایک اچھا خاصہ حربہ ہاتھ آگیا تھا۔ بہرحال اپنے مختصر سے دو سالہ عہد حکومت میں اُس نے سلطنت کا انتظام اچھی طرح کیا۔ تجارت کی حفاظت کے لئے اُس نے عمدہ قوانین جاری کئے اور اوّل اوّل اُسی نے غیر ممالک میں انگریزی آبادی کے حقوق کی حفاظت کے لئے مناسب تدابیر اختیار کیں۔ چنانچہ پالیسا میں جو انگریز آباد تھے اُن کے حقوق کی نگہداشت کی خدمت اُس نے فلارنس کے ایک سوداگر کے سپرد کی زمانہ حال کی اصطلاح میں اُس عہدہ کو لفظ ”قونصل“ سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ رچرڈ ہی انگلستان کا وہ پہلا تاجدار ہے جس نے شمال انگلستان اور پایہ تخت کے درمیان پیام رسانی کے لئے ہرکاروں کا ایک باقاعدہ سلسلہ قایم کر کے گویا ڈاک کے انتظام کی ابتدا کی۔ اُسی کے ساتھ اُس نے

رچرڈ کے عہد کے اصلاحات

ایک قانون نافذ کرکے "ہدایا" کے اُس طریقہ کو موقوف کردیا جو ایڈروڈ چہارم نے جاری کیا تھا۔ اُس کے علاوہ اُس نے چھاپے کو ترقی دی اور اشاعت کتب نے اُسکی سرپرستی میں بہت کچھ فروغ پایا۔ لیکن باایں ہمہ وہ خوب جانتا تھا کہ لوگوں کو اُس سے عموماً نفرت ہے اور اُس کے تباہ وبرباد کرنے کے لئے سازشیں کی جارہی ہیں

امیر بکنگھم نے جو اب رچرڈ کا پورا مخالف ہوگیا تھا شاہی نسل سے ہونے کی بناپر پہلے تو دعوائے تخت وتاج خود کرنا چاہا لیکن پھر اُس ارادہ کو خلاف مصلحت سمجھکر ترک کردیا۔ ہواخواہان خاندان لینکسٹر نے ہنری ٹیوڈر امیر رچمنڈ کو باہر سے بلا بھیجا تھا کہ آکر رچرڈ کو حکومت سے بے دخل کرے اور خود تخت وتاج سنبھال لے۔ ادھر فریق یارک کی جو رچرڈ سے قلبی نفرت رکھتا تھا یہ تجویز تھی کہ ٹیوڈر ایڈورڈ چہارم کی بیٹی الزبتھ سے عقد کرکے یارک اور لینکسٹر دونوں خاندانوں کو ملادے۔ ان حالات میں امیر بکنگھم کو ہنری ٹیوڈر ہی کی تائید زیادہ مناسب معلوم ہوئی۔ ہنری ٹیوڈر اور اُس کے دعاوی کی حقیقت سمجھنے کے لئے ہمیں سو سال پیچھے ہٹکر ایڈورڈ سوم کے شجرہ پہ نظر ڈالنی پڑے گی (دیکھو نقشہ مندرجہ ۲۳۱/۲ صــ) اس نقشہ سے معلوم ہوگا کہ ہنری ٹیوڈر کی ماں مارگرٹ بوفرٹ کیتھرائن سوین فرڈ کے بطن سے جان ڈیوک گانٹ

ہنری ٹیوڈر کو انگلستان آنے کی دعوت

ایمر لینکسٹر کی پردتی تھی۔ استحقاق حکومت کی جستجو میں ایک صدی کا الٹا سفر بہت بڑی رجعت ہے اور پھر بھی یہ استحقاق کچھ بہت زیادہ وزن دار نہیں ثابت ہوتا اس لئے کہ اول تو برادراں بوفرٹ کے نسب کی صحت کا اعلان بھی رچرڈ دوم ہی کی عنایت سے ہوا دوسرے ہنری ٹیوڈر کے باپ کی حیثیت بھی اس سے زیادہ نہ تھی کہ وہ ویلز کا ایک شریف زادہ تھا اور اُس کے باپ اودن ٹیوڈر کی شادی ہنری پنجم کی بیوہ کیتھراین رئیسۂ فرانس سے ہوئی تھی۔ (دیکھو نقشہ مندرجہ صـ ۲۳۱/۲) پھر جو انگریز ہنری ایمر رچمنڈ کو اپنا بادشاہ تسلیم کرنے کے لئے آمادہ ہوگئے تو اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ رچرڈ سے وہ کس حدتک بیزار ہوں گے۔

رچرڈ کو ان تمام سازشوں کا علم تھا۔ اسی لئے اُس کے حریفوں کی کوشش ناکام ثابت ہوئی۔ اور بکنگھم گرفتار ہوکر ۲ر نومبر ۱۴۸۳ء کو قتل کر دیا گیا۔ رچرڈ دو سال تک حکمراں رہا لیکن ۱۴۸۴ء میں اُس کے بیٹے کا جو ولیعہد سلطنت تھا انتقال ہوگیا۔ ایک سال بعد بتاریخ ۷ر اگست ۱۴۸۵ء ہنری ایمر رچمنڈ نے ملفرڈ ہیون کی بندرگاہ میں جو پمبروک شایر میں واقع ہے۔ لنگر ڈالا۔ لنگراندازی کے وقت اُس کے ساتھ صرف دو ہزار آدمیوں کی جمعیت موجود تھی۔ اسی مختصرسی جمعیت کے ساتھ اُس نے کوچ کیا

ہنری ایمر رچمنڈ کی لنگر اندازی ۷ر اگست ۱۴۸۵ء

لیکن رستہ میں لوگ اطراف و جوانب سے آ آ کر اُس کے ساتھ شامل ہوتے گئے اور اس جمعیت نے بہت جلد ایک لشکر جرار کی صورت اختیار کر لی۔ رچرڈ اگرچہ اس خطرہ کو مطلق خاطر میں نہ لایا لیکن پھر بھی بمقتضائے احتیاط فوجیں لئے ہوئے نکلا اور لیسٹر تک بڑھا چلا گیا۔ مارکٹ باسورتھ کے میدان پر شہر سے باہر دونوں

میدان باسورتھ کی لڑائی
۲۲ راگست ۱۴۸۵ء

فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ لڑائی ابھی شروع بھی نہ ہونے پائی تھی کہ لارڈ اسٹینلی رچرڈ کا ساتھ چھوڑ کر اپنے تمام ہمراہیوں سمیت دشمن سے جا ملا پرسی امیر نارتھمبرلینڈ نے بھی تنت کے وقت دغا دی اور اپنا دستہ فوج لئے ہوئے دشمن کی فوج میں جا شریک ہوا۔ یہ حالت دیکھ کر رچرڈ کی تمام امیدیں منقطع ہوگئیں اور اُسے یقین ہوگیا کہ اب بنائے سے کچھ نہ بنے گا اُس کے لئے اب میدان جنگ میں صرف عزت کی موت باقی رہ گئی تھی اور چونکہ دل کا بودا نہ تھا اس نعرہ کے ساتھ کہ "میرے ساتھی مجھے دغا دے گئے" تلوار سونت کر غنیم کی صفوں میں جا گھسا اور داد مردانگی دیتا ہوا مارا گیا۔ اُس کا تاج کٹیلی کی ایک جھاڑی کے نیچے پڑا ہوا ملا اور

جنگ گلاب کا خاتمہ

ہنری کے سر پر رکھا گیا۔ اس طور پر گلاب کے پھولوں کا معرکہ جس نے قتل ونہب اور خونریزی و غداری کا بازار ملک بھر میں گرم کر رکھا تھا

خدا خدا کر کے ختم ہوا اور ملک کو پھر چین نصیب ہوا۔ اس کے کچھ ہی دن بعد ہنری ٹیوڈر نے خاندان یارک کی شہزادی الزبتھ کے ساتھ جو ایڈورڈ چہارم کی بیٹی تھی عقد کر کے نہ صرف تخت نشینی کے لئے قوی استحقاق پیدا کر لیا بلکہ لینکسٹر اور یارک کے دونوں رقیب گھرانوں کو متحد کر دیا۔

جنگ گلاب کے خاتمہ کے ساتھ انگلستان میں قرون وسطی کی تاریخ کا دور تمام ہوتا ہے۔ ان قرون میں امرا کی طاقت کا پلہ نہایت زبردست تھا اور بادشاہ گویا اُن کا سردار ہوتا تھا جیسے اساقف یعنی سرداران کلیسا اور جاگیردار یعنی امراے سلطنت بسا اوقات اپنے قابو میں رکھتے تھے۔

قرون وسطی میں انگلستان اور براعظم یورپ کے باہمی تعلقات

اُس کے علاوہ انگلستان کی حیثیت اس زمانہ میں براعظم یورپ کے ایک حصہ سے بڑھ کر نہ تھی۔ گویا یورپ ایک بہت بڑا خاندان تھا اور انگلستان اس خاندان کے ایک قبیلہ کا حکم رکھتا تھا۔ امراے انگلستان و فرانس اکثر صورتوں میں باہم دگر قریب کے رشتہ دار ہوتے تھے اور جنگ و امن دونوں حالتوں میں گویا فوجی سرداروں کے اُس بڑے خانوادہ سے تعلق رکھتے تھے جس کا شیرازہ اصول شجاعت و مروت نے باندھ رکھا تھا۔ روما سے لیکر انگلستان تک ایک تھا۔ انگلستان کے علماء و فضلا اور قسیس اکثر صورتوں میں یا تو بدیسی ہوتے تھے یا باہر سے تعلیم پاکر

آتے تھے۔ لندن کے تاجروں کی سب سے زیادہ با اقتدار جماعت ساحل بحیرہ بالٹک کے جرمن سوداگروں کی انجمن تھی اور انگریزوں کو ہمیشہ اس بات کی شکایت رہتی تھی کہ شاہان انگلستان کے درباروں میں تمام بڑی بڑی خدمتوں پر غیر ممالک کے باشندوں کا قبضہ ہے۔

قدیم طبقہ امرا کی بربادی

لیکن کچھ دنوں سے یہ پرانی بندشیں رفتہ رفتہ ڈھیلی پڑنے لگی تھیں۔ گزشتہ پچاس سال سے امرا کا طبقہ قدیم تباہ ہو رہا تھا۔ کچھ تو جنگ صد سالہ میں مرکھپ گئے تھے اور ایک بہت بڑی تعداد جنگ گلاب کے معرکوں میں کام آچکی تھی۔ ان خانہ جنگیوں کے دوراں میں شاہی نسل کے جو افراد کام آئے اُن کا شمار کسی طرح اتنی سے کم نہ تھا اور جب کوئی امیر باغی قرار دیا جاتا تھا اور یہ صورت اکثر پیش آتی رہتی تھی تو باغی کی تمام جائداد بادشاہ کے قبضہ میں چلی جاتی تھی۔ جب ہنری ہفتم سریر آرائے سلطنت ہوا تو اُس کی پہلی پارلیمنٹ کے اجلاس میں صرف ستائیس امیرالامرا امرا اور کمتر درجہ کے رؤسا اور جاگیردار شریک ہونے کے لئے موجود تھے۔ بلاشبہ اس موقع پر کچھ امیر ایسے بھی تھے جو ہنری ہفتم کی سیادت تسلیم نہ کرنے کے باعث پارلیمنٹ میں نہ آئے لیکن باایں ہمہ اُن ستائیس میں بھی کئی امیر ایسے تھے جنھیں منصب نیا نیا عطا ہوا تھا۔

یہ سچ ہے کہ ان میں سے بعض امرا نہایت طاقتور تھے اور ان کی اس بڑھی ہوی طاقت کا باعث ایک خاص دستور تھا جو سربراہی کے نام سے موسوم تھا۔ اس دستور کی رو سے امرا اپنے علاقہ کے تمام سفید پوشوں اور شریفوں کو جو اُن کی طرف سے بمعاوضہ حمایت وحفاظت جنگی خدمات انجام دیتے تھے وردیاں اور نشان دیا کرتے تھے۔ لیکن ان طاقتور امیروں کا زمانہ بیتنے کے قریب تھا۔ بارود نے جس کا استعمال عام ہوگیا تھا بادشاہ کے ہاتھ میں ایک نئی طاقت دے دی تھی جس سے آگے تیر وکمان اور نیزہ و شمشیر بالکل بیکار تھے توپخانہ اور گولی بارود کا ذخیرہ بادشاہ اور اُس کے وزرا کی نگرانی میں رہتا تھا۔ اور توپوں کی ایک ہی باڑہ امرا کے تیر اندازوں اور نیزہ برداروں کو منتشر اور اُن کے قلعوں کو مسمار کرسکتی تھی۔

سربراہی کا دستور

امرا کا زور تو ٹوٹ گیا تھا لیکن شرفا اور متوسطین دولت و رسوخ میں ترقی کر رہے تھے۔ ان دونوں طبقوں کے جو افراد اپنے تمول یا خدمت سرکار کے باعث اعلی مدارج پر فایز تھے عہد قدیم کے مغرور امرا کے مقابلہ میں بادشاہ کے زیادہ فرمانبردار تھے اور قیام امن وترقی تجارت کے ساتھ غیر ملکی لڑائیوں کی بہ نسبت انہیں زیادہ شغف تھا۔ غرض قرون وسطی اور ازمنۂ

قرون وسطی کی تحویل زمنۂ جدید میں

جدیدہ میں ایک بڑا فرق ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ قدیم امرا تو غیر ممالک میں جا کر جنگ کرنے اور داد تہور و مردانگی دینے کو زندگی کا بہترین مشغلہ سمجھتے تھے۔ بخلاف اُس کے امرائے طبقہ جدید گھر میں رہ کر حریت شخصی کی نعمت سے بہرہ اندوز ہونے اور علوم و فنون اور تجارت و صنعت سے متمتع ہونے ہی کو اپنا نصب العین خیال کرتے تھے ہنری ہفتم کی تخت نشینی کے ساتھ ہم ایک دور سے نکل کر دوسرے دور میں داخل ہوتے ہیں اور اس میں ذرا شک نہیں کہ نئے انقلاب کا رستہ صاف کرنے کے لئے کئی ایک اعتبار سے وہ موزوں ترین شخص تھا۔

باب پنجم

سلسلہ ٹیوڈر کے تاجداروں کی زبردست حکومت

خاندان ٹیوڈر کے فرمانروا

یارک لنکسٹر ویلز

ایڈورڈ چہارم — جان بوفرٹ ڈیوک سامرسٹ — اوون ٹیوڈر شوہر کیتھرین بیوہ شاہ فرانس بیوہ ہنری پنجم

مارگریٹ بوفرٹ .... منکوحۂ .... ایڈمنڈ ٹیوڈر

الزبتھ دختر ایڈورڈ .... منکوحۂ .... ہنری ہفتم

سال ولادت ۱۴۵۷ء سال وفات ۱۵۰۹ء زمانہ حکومت ۱۴۸۵ء تا ۱۵۰۹ء

آرتھر — سولہ سال کی عمر میں گزر گیا

مارگریٹ — جیمز چہارم شاہ اسکاٹلینڈ کے عقد میں آئی

ہنری ہشتم — سال ولادت ۱۴۹۱ء سال وفات ۱۵۴۷ء زمانہ حکومت ۱۵۰۹ء تا ۱۵۴۷ء

اس نے حسب ذیل خاتونوں سے عقد کیا

(۱) کیتھرین بیوہ ایراگان (۴) این بیوہ کلیوز

(۲) این بولین (۵) کیتھرین ہوورڈ

(۳) جین سیمور (۶) کیتھرین پار

میری — منکوحۂ لوئی دوازدہم شاہ فرانس / امیر سفاک

فرنسیز برینڈن

منکوحۂ ہنری گرے

لیڈی جین گرے

جیمز پنجم شاہ اسکاٹلینڈ

میری ملکۂ اسکاٹلینڈ

ہنری اسٹوارٹ (لارڈ ڈارنلی) سے عقد کیا

جیمز اول شاہ انگلستان — جس کا لقب شاہ اسکاٹلینڈ ہونے کی حیثیت سے جیمز ششم تھا اور جو تمام اسٹوارٹ کے فرمانرواؤں میں انگلستان کا پہلا فرمانروا تھا

میری — سال ولادت ۱۵۱۶ء سال وفات ۱۵۵۸ء — منکوحۂ فلپ ثانی شاہ ہسپانیہ — عہد حکومت ۱۵۵۳ء تا وفات ۱۵۵۸ء — (کیتھرین بیوہ ایراگان کے بطن سے)

الزبتھ — سال ولادت ۱۵۳۳ء سال وفات ۱۶۰۳ء — عہد حکومت ۱۵۵۸ء تا وفات ۱۶۰۳ء — (این بولین کے بطن سے)

ایڈورڈ — سال ولادت ۱۵۳۷ء سال وفات ۱۵۵۳ء — عہد حکومت ۱۵۴۷ء تا وفات ۱۵۵۳ء — (جین سیمور کے بطن سے)

تیرہواں باب

فرمانروایان نسل ٹیوڈر دور اصلاح کنیسہ

ہنری ہفتم ۱۴۸۵ء لغایت ۱۵۰۹ء

ہنری ہشتم ۱۵۰۹ء لغایت ۱۵۴۷ء

ہنری ہفتم کے عہد سے تاریخ انگلستان کا ایک نیا دور شروع ہوتا ہے۔ ۳۰ر اکتوبر ۱۴۸۵ء کو ویسٹ منسٹر میں اس کے جلوس کی رسم عمل میں آئی اور سال آئندہ وہ خاندان یارک کی چشم چراغ الزبتھ کو اپنے حبالہ عقد میں لے آیا اور اس طور پر دونوں رقیب گھرانے جنکی ایک مدت سے لاگ ڈانٹ چلی آتی تھی آپس میں مل گئے

ہنری ہفتم کی صورت اور سیرت

ہنری چھریرے بدن کا ایک دبلا پتلا شخص تھا چہرے سے نور ذکاوت برستا تھا۔ آنکھیں نیلگوں تھیں اور بشرے سے روشنی اور بشاشت مترشح ہوتی تھی۔ ننھیال کی طرف سے اس کا سلسلہ خاندانِ بوفرٹ سے جاملتا تھا جس کے اراکین فرزانگی میں شہرہ آفاق اور فن تدبیر مملکت میں یگانہ روزگار تھے اور ان کی یہ دماغی قابلیت اسے ترکہ میں پہنچی تھی۔ اپنی فرانسوی الاصل دادی سے اسے مدبرانہ سلیقہ اور سیاسی شعور میراث میں ملا تھا اور بحالت جلا وطنی

اُس نے فرانس میں رہ کر سیاست خارجہ میں درخور حاصل کرلیا تھا اب اُس کا سب سے بڑا مقصد یہ تھا کہ داخلی اور خارجی امن قائم رکھے تاکہ خزانہ میں روپیہ بافراط جمع ہو سکے اور ملک میں ایک زبردست حکومت قایم ہو جائے۔

پارلیمنٹ نے تخت انگلستان پر اُس کا اور اُس کے جانشینوں کا دوامی حق تسلیم کرلیا اور اس طور پر ویلز والے بھی خوش ہوگئے اس لئے کہ بادشاہ کے باپ کا وطن ویلز تھا۔ لیکن یارک والے ابھی تک بہت بے چین تھے۔ اُنہیں یہ شکایت تھی کہ بادشاہ کی بی بی اگرچہ نسل یارک سے ہے لیکن سلطنت میں اُن کا اسی قدر امتیاز کافی نہیں۔ بادشاہ خود خاندان یارک سے ہونا چاہئے تھا۔ چنانچہ ایڈورڈ چہارم کی بہن مارگرٹ رئیسہ برگنڈی اور جیمز چہارم شاہ اسکاٹلینڈ کی مدد سے انہوں نے یکے بعد دیگرے تخت وتاج کے دو جھوٹے دعویٰ دار کھڑے بھی کردئے خاندان یارک کا ایک حقیقی وارث تخت وتاج جوان سال ایڈورڈ امیر وارک ابھی تک زندہ موجود تھا اور ہنری نے پیش بندی کی راہ سے اُسے قلعہ لندن میں نظر بند کر رکھا تھا۔ یہ ایڈورڈ اُس امیر کلارنس کا بیٹا تھا جو شراب مامسی کے خم میں ڈبو دیا گیا تھا لیکن ۱۴۸۶ء میں ایک جعلی امیر وارک آیرلینڈ میں نمودار ہوا

فریق وارک کی بغاوتیں

اور امیر کلڈیر کی مدد سے یہ جعل یہاں تک کامیاب ہوا کہ ڈبلن کے گرجا میں نقلی امیر وارک کے جلوس کی رسم بھی عمل میں لائی گئی۔ طمع کی بھڑک دو دن میں

اتر جایا کرتی ہے ہنری نے اصلی ایبروارک کو باشندگان لنڈن کے سامنے پیش کرکے نقلی ایبر کا پول کھول دیا اور اسٹوک کے مقام پر جو نیوارک کے قریب واقع ہے ماہ جون ۱۴۸۷ء میں اُس کی فوج کو بھی شکست فاش دی۔ ہنری کا یہ حریف جب گرفتار ہوا تو یمبرٹ سمنل نامی ایک لڑکا نکلا جس کا باپ آکسفرڈ میں بڑھئی کا پیشہ کرتا تھا۔ ہنری نے اُسے فقط اتنی سزا دی کہ شاہی باورچی خانہ میں برتن مانجھنے کے کام پر لگا دیا۔

یمبرٹ سمنل
۱۴۸۷ء

اس بغاوت نے ہنری کی توجہ آیرلینڈ کی طرف پھیر دی جہاں انگریز کئی سال سے ساحل کے کنارے ایک قطعہ زمین پر جو "احاطہ" کہلاتا تھا آباد تھے۔ "احاطہ" کے یہ انگریز ہمیشہ آپس میں لڑتے رہتے تھے اور اندرون ملک کے مقامی سرداروں سے بھی اُن کا آئے دن فساد ہوتا رہتا تھا۔ انہوں نے اپنی ایک جداگانہ پارلیمنٹ بھی بنا رکھی تھی جو من مانے قوانین وضع کیا کرتی تھی۔ ۱۴۹۴ء میں ہنری نے سرہنری پائننگس کو جس کی سپہگرانہ قابلیت مسلّم تھی فوج دے کر آیرلینڈ روانہ کیا کہ اس ملک کا ازسرنو انتظام کرے۔ پائننگس نے آتے ہی اپنے حسن تدبیر سے فتنہ و فساد مٹا دیا۔ عدالتوں اور دوسرے سررشتوں میں انگریزی افسر مقرر کئے۔ باغی ایبرکلڈیر کو گرفتار کرکے انگلستان بھیج دیا۔ اور اس مضمون کا ایک قانون جاری کیا کہ آیندہ سے آیرلینڈ قوانین انگلستان ہی

آیرلینڈ کی حالت

پائننگس کا قانون

کا تابع ہوگا اور "احاطہ" کی پارلیمنٹ کوئی نیا قانون شاہی کونسل کی منظوری کے بغیر وضع نہ کر سکے گی۔ اس کے بعد کلڈیر جس نے وفادار رہنے کا عہد کیا تھا نائب السلطنت بنا کر آئرلینڈ واپس بھیج دیا گیا۔

سمنل کی بغاوت سے ایک اور نتیجہ یہ مترتب ہوا کہ ہنری نے جلد ہی الزبتھ کے سر پر ملکہ انگلستان ہونے کی حیثیت سے تاج سلطنت رکھ دیا تاکہ فریق یارک اسی حیلہ سے رام ہو جائے اس کے بعد اُس نے ارکین پریوی کونسل میں سے ایک مجلس انتظامی منتخب کی جسے اُن طاقتور مجرموں کو سزا دینے کے اختیارات دئے گئے جن پر عدالتیں ہاتھ ڈالتے ہوے ڈرتی تھیں

استار چیمبر کی عدالت

یہ مجلس آگے چل کر استار چیمبر (ایوان کواکب) کی عدالت میں ضم ہوگئی۔ اس عدالت کو اُس پرانی کونسل کا قائم مقام سمجھنا چاہئے جس کی وساطت سے بادشاہ آزادانہ طور پر دادگستری کے اختیارات خود استعمال میں لاتا تھا۔ آیندہ بادشاہوں کے عہد میں اس عدالت کی سرگرمیاں بہت کچھ ایذا رساں ثابت ہوئیں لیکن ہنری کے زمانہ میں اقدام بغاوت کا سختی کے ساتھ انسداد کرنے فتنوں اور شور شوں کے بجبر روکنے اور اس طور پر ملک میں امن وامان قایم رکھنے کے لحاظ سے اُس کا وجود نہایت مفید تھا اسی عدالت کی مدد سے ہنری نے "سربراہی" کا دستور (دیکھو صفحہ) موقوف کردیا جو امرا کے ہاتھ میں رعایا پر ظلم کرنے عدالتوں کو دھمکانے

اور اضلاع کے حاکمان عدالت کے انتخاب کو ذاتی اغراض و مقاصد کے پابند بنانے کا آلہ بنا ہوا تھا۔ ہنری عزم بالجزم کرچکا تھا کہ سلطنت کے بڑے بڑے امرا کو اپنا مطیع و منقاد کرکے رہے گا اور چونکہ اُن کی تعداد اب پہلے کی بہ نسبت بہت کچھ گھٹ گئی تھی اس لئے اُن پر قابو پاتا اُس کے لئے آسان تھا
اسی اثنا میں ایک اور بغاوت کا مواد پک رہا تھا۔ پرکن وار بک نامی ایک نوجوان نے جو بعد میں ٹورنے کا رہنے والا ثابت ہوا یہ دعویٰ پیش کیا کہ جو دو خرد سال شہزادے قلعہ لندن میں قید کیئےگئے تھے میں اُنہیں میں سے ایک ہوں میرا نام رچرڈ امیر یارک ہے اور جب میرا بڑا بھائی ایڈورڈ پنجم قتل ہوا تھا تو میں آنکھ بچاکر قلعہ سے نکل بھاگا تھا۔ شاہ فرانس اور مارگرٹ رئیسۂ برگنڈی کو اُس کی یہ باتیں باور آگئیں۔ اور انہوں نے اُس کی وراثت کو تسلیم کرلیا۔ دول خارجہ کے درباروں میں بھی اُس کی بڑی آو بھگت ہوئی غرض ایک جمعیت فراہم کرکے اُس نے آیرلینڈ میں جا سر اُٹھایا اور جب یہاں ناکامی ہوئی تو اسکاٹلینڈ چلاگیا جہاں جیمز چہارم نے اپنی بھتیجی کیتھراین گارڈن سے اُس کا عقد کردیا اور ۱۴۹۶ء میں انگلستان پر چڑھائی کرنے کے لئے فوج سے بھی اُس کی مدد کی۔ اُس فوج کو امیر سرے نے شکست دی اور پرکن فرار ہوکر پھر آیرلینڈ چلاگیا۔ یہاں سے اُس نے کارنوال کا رخ کیا جہاں محصولات کی زیادتی سے تنگ آکر لوگوں نے

پرکن واربک ۱۴۹۲-۱۴۹۷ء

بغاوت برپا کر دی تھی۔ کارنوال میں پرکن نے ایک فوج تیار کی جسے لے کر وہ اکسیٹر کی طرف بڑھا لیکن ٹانٹن کے مقام پر شاہی افواج سے مٹ بھیڑ ہوتے ہی جی چھوڑ بیٹھا اور بھاگ کر بولیو کی خانقاہ میں جاچھپا۔ جہاں وہ گرفتار کر لیا گیا اور ۱۴۹۷ء میں قلعہ لندن میں بھیج دیا گیا۔

پرکن کا قلعہ لندن میں قید ہونا۔ ۱۴۹۷ء

ان بغاوتوں نے اگرچہ بادشاہ کو کسی قدر پریشان ضرور کیا لیکن ملک پر جس میں بڑے بڑے اہم انقلابات واقع ہو رہے تھے اُن کا بہت کم اثر ہوا۔ اپنے لایق وزیر صدر اسقف مارٹن کی مدد سے رچرڈ اپنے خزانہ کو دولت سے پاٹ رہا تھا ہر اُس امیر کو جس کے متوسلین کی تعداد بہت زیادہ ہوتی جرمانہ کی ایک بھاری رقم ادا کرنی پڑتی تھی۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ جب بادشاہ امیر آکسفرڈ کے گھر گیا اور اُس تقریب پر اُس نے حشم و خدم کی غیر معمولی نمایش کی تو بادشاہ نے اس علت میں کہ کیوں اُس نے اپنے خدام کو ایسی بھڑکیلی وردیاں دے رکھی ہیں اُس بیچارے پر پندرہ ہزار پاؤنڈ جرمانہ صادر کیا اور جب تک یہ رقم خزانہ میں داخل نہ کرا لی دم نہ لیا۔ ”ہدایا“ جنہیں رچرڈ نے موقوف کر دیا تھا پھر وصول کئے جانے لگے۔ اور خانہ جنگیوں کے دوراں میں جو افراتفری پڑگئی تھی اُس سے فائدہ اٹھا کر ہنری نے بہت سی واجب الوصول رقمیں مطالبہ کر کے خزانہ میں داخل کرالیں اور بہت سے

زمینداروں کی جائدادوں پر جو سند ملکیت پیش نہ کر سکے قبضہ کرلیا۔ اس سے ہنری کو دو فائدے ہوئے۔ ایک تو

ہنری کا استحصال بالجبر اور خود مختارانہ حکومت

وہ امیر جو حد سے زیادہ طاقتور تھے کمزور ہو گئے۔ دوسرے اُس کا خزانہ بھر گیا۔ تاج فرانس پر شاہان انگلستان کے قدیم دعوے کو بھی اُس نے ذریعہ جلب منفعت بنایا اور بولون سے اپنی فوجیں ہٹا لینے کے معاوضہ میں بادشاہ فرانس سے اُس نے ایک بہت بڑی رقم وصول کی ان تدبیروں سے اُس نے ڈھیروں دولت جمع کرلی۔ چنانچہ جب اُس کا انتقال ہوا تو اُس کے بیٹے کو اندازاً بیس لاکھ پاؤنڈ ترکہ میں ملے۔ افسوس ہے کہ اس دولت کا بڑا حصہ ناجائز وسایل سے جبراً فراہم ہوا تھا اور لوگوں کی اس میں بڑی بڑی حق تلفیاں ہوئی تھیں۔ ایمپسن اور ڈڈلی نامی دو مقنن جو استحصال کے اس ظالمانہ کام میں عمر بھر بادشاہ کا ہاتھ بٹاتے رہے بڑی نفرت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ لیکن ہنری کو اُس میں ایک اور فائدہ بھی ہوا اس طور پر دولت سمیٹنے کے باعث وہ پارلیمنٹ کا دست نگر نہ رہا تھا۔ اپنے عہد حکومت کے پچھلے تیرہ سال میں پارلیمنٹ کو اُس نے صرف ایک مرتبہ طلب کیا۔ اور اسی لئے وہ گویا ایک بالکل خود مختار اور مطلق العناں فرمانروا تھا۔

اب ہنری کی بڑی آرزو یہ تھی کہ کسی طرح ممالک غیر کے ساتھ صلح و آشتی کے تعلقات قایم ہو جائیں اور اس

مقصد کے حصول کے لئے اُس نے بڑی دانائی سے کام لیا۔ یورپ میں انگلستان کے سب سے بڑے حریف تین تاجدار تھے۔ چارلس ہشتم اور اُس کا جانشین لوئی دواز دہم شاہ فرانس اور فرڈینند شاہ ایرگان۔ فرانس کی قوت چونکہ اب بہت بڑھ گئی تھی اور اُس کے علاوہ فرانسیسی ہمیشہ اسکاٹلینڈ والوں کو مدد دینے کے لئے آمادہ رہتے تھے اس لئے ضرور تھا کہ انگلستان کا کوئی ایسا حلیف موجود ہو جو فرانس کے مقابلہ میں وقت پڑے پر کام آسکے ادھر خود فرڈینند انگلستان کی امداد کا دل سے متمنی تھا۔غرض ان باہمی مصالح کو مدنظر رکھ کر دونوں نے آپس میں ایکا کرلیا اور اس سیاسی اتحاد پر ہنری کے سب سے بڑے بیٹے آرتھر شاہزادہ ویلز اور فرڈینند کی بیٹی کیتھراین شہزادی ایراگان کے عقد نے مہر قرابت لگادی۔ عقد سے پہلے نوعمر امیر وارک اور پرکن واربک اس الزام میں قتل کردئے گئے کہ انہوں نے قلعہ لندن سے فرار ہوجانے کی کوشش کی۔ لیکن اس دہرے قتل کی علت غائی غالباً یہ تھی کہ فرڈینند کو اس بات پہ اصرار تھا کہ تخت وتاج کے تمام دعویداروں کا قصہ پاک کردیا جائے اگلے سال ہنری نے اپنی بیٹی مارگرٹ کو بھی جیمز چہارم شاہ اسکاٹلینڈ سے بیاہ دیا اور اس طورپر یہ ملک بھی انگلستان کا دوست بن گیا اس ہسپانوی شادی کے تین مہینے بعد قضا کار شہزادہ آرتھر کا

کیتھراین شہزادی ایراگان کے ساتھ آرتھر کا عقد

مارگرٹ اور جیمز چہارم شاہ اسکاٹلینڈ کا عقد

انتقال ہوگیا۔ اب سوال یہ پیدا ہوا کہ کیتھراین کی قسمت کا کیا فیصلہ کیا جائے۔ فرڈینینڈ اور ہنری دونوں کی تمنا تھی کہ جو رشتہ ان میں قایم ہوا ہے وہ کسی طرح ٹوٹنے نہ پائے۔ اس لئے باہمی مفاہمت سے یہ بات طے ہوئی کہ چونکہ کیتھرین کا نکاح آرتھر کے ساتھ محض رسمی طور پر بندھا تھا اور زن و شو اکٹھے نہ ہوئے تھے لہذا لڑکی انگلستان ہی میں رہے اور اپنے دیور کے ساتھ جو بعد میں ہنری ہشتم کا لقب اختیار کر کے تخت نشین ہوا عقد کرلے غرض پاپائے روما سے فرمان جواز نکاح حاصل کیا گیا۔ اور شہزادہ ہنری کو جس کی ابھی اچھی طرح مسین بھی نہ بھیگنے پائی تھیں اپنے بڑے بھائی کی بیوہ کے ساتھ جو عمر میں اُس سے چھ سال بڑی تھی بیاہ دیا گیا۔ ہمیں آگے چل کر معلوم ہوگا کہ اس بے جوڑ شادی سے کیسے کیسے غیر مترقبہ اور غیر متوقعہ نتایج مترتب ہوئے۔

ہنری شہزادہ ویلز کا نکاح اپنی بیوہ بھاوج کے ساتھ

یورپ کے تاجدار جن دنوں اس طور پر آپس میں رشتے ناتے کر کے اپنی طاقت بڑھا رہے تھے اُسی زمانہ میں بعض اولوالعزم شخص جان جوکھوں میں ڈال کر ایسے ایسے نئے اکتشافات کرنے میں مصروف تھے جن سے ساری دنیا کی کایا ہی پلٹ جانے والی تھی ۱۴۹۲ء میں شہر جنوا کے ایک باشندے نے جس کا نام کرسٹوفر کولمبس تھا بحر اوقیانوس کی طرف سے ہندوستان کی راہ نکالنے کا بیڑا اٹھایا

کولمبس کے اکتشافات ۱۴۹۲ء

اور اسی کوشش میں ساحل امریکہ کے قریب وہ جزایر دریافت کئے جنہیں اُس نے جزایر غرب الہند کا نام دیا۔ چند سال بعد سنہ ۱۴۹۸ء میں واسکوڈی گاما نامی ایک پرتگیز نے راس امید کے گردا گرد ہوتے ہوئے ہندوستان کا بحری رستہ دریافت کرلیا۔ اور اسی سال وینس کے ایک باشندے سباسٹین کیبٹ نے شمالی و مغربی سمندروںکی چھان بین کے لئے جہاں وہ اپنے باپ کے ہمرہ سال بھر قبل ہوآتا تھا ہنری ہفتم کی اجازت لے کر برسٹل سے لنگر اٹھایا۔ لبریڈار کے ساحل سے ہوتا ہوا اور برف کی اُن تیرتی ہوئی چٹانوں میں سے گزرتا ہوا جن پر قطبی ریچھوں کا بسیرا تھا کیبٹ نیو فاونڈلینڈ تک جا پہنچا اور کاڈ مچھلیوں کی مشہور شکارگاہ سے دنیا کو روشناس کیا۔

واسکوڈگاما اور کیبٹ
سنہ ۱۴۹۷-۱۴۹۸ء

ان جغرافی اکتشافات کے ساتھ ساتھ اِٹلی سے نئے نئے علوم وفنون آکر انگلستان میں پھیل رہے تھے سنہ ۱۴۵۳ء میں ترکوں نے قسطنطنیہ پر قبضہ کیا اور بہت سے یونانی علما نے جو بھاگ کر اٹلی چلے آئے تھے ارض مغرب کے رہنے والوں میں ادبیات یونان کو رواج دیا۔ کچھ تو ان جدید معلومات نے اور کچھ کتب مطبوعہ کی اشاعت نے لوگوں کو فلاسفہ یونان کی تصانیف اور یونانی زبان کی اناجیل کے مطالعہ کا شوق دلایا۔ اس سے پہلے خود قسیس بھی انجیل بزبان لاطینی پڑھا کرتے تھے۔ سنہ ۱۴۹۶ء کالٹ نامی ایک انگلش پادری نے جو اٹلی ہو آیا تھا آکسفرڈ میں کچھ لکچر دئے جن کا حرف حرف نئے

علوم جدیدہ

خیالات سے لبریز تھا۔ ۱۴۹۹ء میں ہالینڈ کے مشہور عالم ارسمس نے جو یونانیات میں مہارت رکھنے کے علاوہ ایک بہت بڑا مصلح بھی تھا پہلی مرتبہ انگلستان کا سفر کیا اور سر ٹامس مور نے جس کی قانون دانی اور علم دوستی انگلستان میں مشہور ہے ۱۵۰۹ء میں ایڈورڈ پنجم کی سوانح عمری قلمبند کی۔ یہ پہلی کتاب تھی جو انگریزی نثر کے موجودہ رنگ میں لکھی گئی۔ یونیورسٹیوں میں نئے خیالات کا دور دورہ تھا اور ایک نئے جوش سے بھرے ہوئے زندگی کے آثار علمی حلقوں میں نمایاں تھے۔ لوتھر کے خطبے جرمنی میں ہل چل ڈالنے لگے تھے لیکن یہ ہل چل پڑنے ہی لگی تھی کہ ہنری ہفتم اُس محل میں جو اُس نے رچمنڈ میں تعمیر کیا تھا انتقال کر گیا اور خانقاہ ویسٹ منسٹر کے اس خوشنما کنیسے میں جو اُسی کے نام سے موسوم ہے دفن کیا گیا۔ اُس نے تین اولادیں یادگار چھوڑیں (۱) مارگرٹ ملکہ جیمز چہارم شاہ اسکاٹلینڈ (۲) میری جس نے بعد میں لوئی دوازدہم شاہ فرانس سے عقد کیا اور (۳) ہنری ہشتم ایک حسین وجمیل ہجدہ سالہ نوجوان جس کا عہد انگلستان کی تاریخ میں بڑے بڑے اہم واقعات کا اضافہ کرنے والا تھا

ہنری ہشتم

۱۵۰۹ء لغایت ۱۵۴۷ء

ہنری ہشتم کے بادشاہ ہونے کی خوشی سارے انگلستان نے

یکساں منائی۔ اُس کی رگوں میں یارک اور لینکسٹر دونوں قبیلوں کا خون دوڑ رہا تھا خدا نے اُسے طبیعت بھی اچھی دی تھی۔ بڑا ہنسوڑ اور ملنسار تھا۔ ہر شخص کی دلجوئی ہر ایک کے ساتھ مذاق اور دل لگی اُس کی فطرت میں داخل تھی۔ مزاج میں فیاضانہ ایثار بھی تھا جس سے گمان ہوتا تھا کہ باپ کی ممسکانہ جزرسی اسمیں نہ آنے پائی گی۔ تعلیم بھی بہت اچھی ہوی تھی اس لئے کہ جب اُس کا بڑا بھائی زندہ تھا تو خیال یہ تھا وہ کنٹربری کے صدر اسقف کے منصب پر فایز ہو اور ظاہر ہے کہ تبحر علمی اس منصب کا لازمہ تھا۔ وہ فن موسیقی میں درخور وافی رکھتا تھا اور شہسواری اور کشتی کے فنون میں بھی طاق تھا۔ وہ خودرائے ضرور تھا اور پرلے درجہ کا خودبیں بھی واقع ہوا تھا لیکن اُس کے معاملہ فہم ہونے میں کلام نہیں۔ اس کے علاوہ رعایا میں ہردلعزیز ہونے کی خواہش بھی ہمیشہ اس پر غالب رہتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ باوجود اُن لغزشوں کے جو اُس سے رہ رہ کر سرزد ہوتی تھیں لوگوں کے دلوں سے اپنے اکثر مگر رنگیلے بادشاہ کی محبت کبھی پوری طرح سے زایل نہ ہونے پائی۔ اس کا سب سے بڑا عیب یہ تھا کہ وہ حد سے زیادہ خود غرض اور نفس پرست تھا۔ اپنے کسی مدعا کے حاصل کرنے یا اپنی ہردلعزیزی کے برقرار رکھنے کے لئے وہ اپنے وفادار سے وفادار خادموں کو بھی نہایت بیدردانہ

ہنری ہشتم سیرت

طور پر قربان کردیتا تھا اور چونکہ بڑھتی عمر کے ساتھ نفس پرستی بھی بڑھتی جاتی ہے جس نے مرتے دم تک ہنری کا ساتھ نہ چھوڑا اس لئے اخیر عمر میں اُس کی حالت ایک وحشی اور بے درد ظالم کی ہوگئی تھی اور اگر اُسے یہ خوف نہ ہوتا کہ اُس کی ہر دلعزیزی جاتی رہے گی تو نہ معلوم وہ کیسا کچھ کھل کھیلتا

باپ کی وفات کے بعد جلد ہی اُس نے اپنی منگیتر کیتھرائن ایراگان کی شہزادی سے شادی کرلی اور ۲۴ر جون ۱۵۰۹ء کو دونوں کی تاجپوشی کی رسم عمل میں آئی۔ ہنری نے زمام اختیار اپنے ہاتھ میں لینے کے بعد سب سے پہلا حکم یہ دیا کہ ایمپسن اور ڈڈلی کو گرفتار کرکے ان پر مقدمہ چلایا جائے چنانچہ اُن دونوں کی گردن ماری گئی۔ اُس کے بعد وہ انگلستان کے جنگی بیڑے کی اصلاح کی طرف متوجہ ہوا۔ اُس وقت تک اُس کے پاس صرف ایک جنگی جہاز تھا۔ یہ جہاز جس کا نام "گریٹ ہیری" تھا اُس کے باپ کے عہد حکومت میں بنا تھا۔ لیکن ۱۵۱۱ء میں ایک بڑا جنگی جہاز "ڈی لاین" اسکاٹلینڈ والوں سے غنیمت میں ملا اور سال آئندہ ایک اور جہاز ایک ہزار ٹن وزن کا "ڈی ریجنٹ" کے نام سے طیار کرایا گیا۔ اس جہاز کو فرانسیسیوں نے غرق کردیا۔ اُس پر ایک اُس سے بھی بڑا جہاز "ہنری گریس ڈی ڈیو" بنوایا گیا اور پھر متعدد اور جہاز یکے بعد دیگرے طیار ہوے

موجودہ برطانوی بیڑے کا بانی ہنری ہشتم تھا

جہاز سازی کے اہتمام کے علاوہ بادشاہ نے سررشتہ امارت بحری کی بھی بنا ڈالی اور ۱۵۱۳ء میں "ٹرینیٹی ہاؤس" (دارالتثلیث) کی مجلس قایم کی جس نے روشنی کے میناروں کی تعمیر جہازوں کی رہ نمائی کے لئے آب شناس بدرقوں کے باضابطہ تقرر جہاز رانی کے قوانین کی ترتیب اور خطرناک مقامات میں لنگر نماؤں کی نشاندہی سے بہت کچھ مفید خدمات انجام دی ہیں۔ مزید براں جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ہنری نے ڈپٹ فرڈ وولچ اور پورٹسمتھ میں جہاز سازی کے کارخانے قایم کئے تو ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ وہ موجودہ برطانوی بیڑے کا بانی قرار دیا جاسکتا ہے۔

ہسپانیہ اور جرمنی نے ایکا کر کے ایک "اتحاد مقدس" قایم کیا تھا جس کا مقصد یہ تھا کہ پاپائے روما کے مقبوضات کو فرانس کی دستبرد سے بچایا جائے۔ ہنری بھی اس اتحاد میں شریک ہوگیا لیکن اُس کا یہ فعل دانشمندانہ نہ تھا۔ جنگ نہایت نقصان رساں ثابت ہوئی۔ اور جان ومال کی بے دریغ قربانیاں

جنگ مہمیز
۱۶ر اگست ۱۵۱۳ء

کرنے کے بعد انگریزوں کو فلینڈرس میں صرف شہر ٹور نے ہاتھ لگا۔ جس معرکہ میں یہ شہر سر ہوا وہ جنگ مہمیز کے نام سے موسوم ہے اور جنگ مہمیز اُسے اس لئے کہتے ہیں کہ جس طرح مہمیز لگانے سے گھوڑا فراٹے بھرنے لگتا ہے اسی طرح فرانسیسی بھی اس معرکہ میں سرپر پاؤں رکھ کر بھاگے تھے۔ ۱۵۱۴ء میں فرانس کے ساتھ

فرانسس اول شاہ فرانس ۱۵۱۴ء

صلح ہوگئی۔ اور ہنری کی سب سے چھوٹی بہن میری لوی دوازدہم سے بیاہ دی گئی۔ تین مہینے بعد لوئی کا انتقال ہوگیا اور اُس کے بیٹے فرانسس اول نے تخت فرانس پر جلوس کیا۔

جنگ فلاڈن ۹ر ستمبر ۱۵۱۳ء

اس اثنا میں اسکاٹلینڈ والوں نے جو ہمیشہ سے فرانس کی دوستی کا دم بھرتے چلے آتے تھے موقع پاکر ۱۵۱۳ء میں انگلستان پر حملہ کر دیا تھا۔ ہنری ملک میں موجود نہ تھا اس لئے اُس کی بجائے امیر سرے نے دشمن کا مقابلہ کیا جسے فلاڈن کی مشہور لڑائی میں شکست فاش ہوی۔ اور جیمز چہارم کھیت رہا۔ ہنری کی بہن مارگرٹ جس کا بیٹا جیمز پنجم دو سال کا دودہ پیتا بچہ تھا اب حکومت اسکاٹلینڈ کی مختار جزو وکل رہ گئی۔ کئی سال تک امراے اسکاٹلینڈ کو آپس ہی کے لڑائی جھگڑوں سے اتنی فرصت نہ ملی کہ انگلستان کو پریشان کرسکیں لیکن ستائیس سال بعد جبکہ ہنری کا عہد حکومت ختم ہو

جنگ سالوے اس ۱۵۴۲ء

رہا تھا اسی جیمز پنجم نے اپنے باپ کے نقش قدم پر چل کر انگلستان پر چڑھائی کی اور ۲۵ر نومبر ۱۵۴۲ء کو سالوے ماس کی لڑائی میں شکست کھائی۔ نوجوان شاہ اسکاٹلینڈ کو اس شکست کا ایسا رنج ہوا کہ وہ گھل گھل کر اسی غم میں مرگیا۔ بدنصیب میری ملکہ اسکاٹلینڈ اُسی کی لڑکی تھی اور باپ کے مرنے پر اُس کا شیرخوارگی کا عالم تھا۔

اب ہمیں چاہئے کہ اپنی توجہ کسی اور طرف بٹنے نہ دیں اور

اُن گوناگوں انقلابات پر نظر جمائے رہیں جو انگلستان میں یکے بعد دیگرے پیش آتے رہے اس لئے کہ ہنری ہشتم کا عہد حکومت گویا ناٹک کا ایک کھیل ہے۔ جس طرح ناٹک میں ایک تماشا گر آتا ہے اور اپنا کھیل دکھا کر چلا جاتا ہے اسی طرح ہنری کے مزاج میں بھی کبھی کوئی عورت اور کبھی کوئی مردِ دخیل ہوکر کچھ دیر کے لئے اپنے اقتدار کے کرشمے دکھا کر رخصت ہو جاتا تھا اور اپنی جگہ کسی نئے رقیب کے لئے خالی کر جاتا تھا۔ بادشاہ پر سب سے پہلے جس شخص نے اپنا اثر ڈالا اور سب سے زیادہ اقتدار حاصل کیا وہ شہر اپسیچ کے ایک دولت مند باشندے کا نوجوان بیٹا وُلزے نامی تھا۔ وُلزے ہنری ہفتم کے محل کا پادری رہ چکا تھا اور فرانس میں ہنری ہشتم کے بڑے کام آیا تھا۔ فرانس سے واپس آکر بادشاہ نے اُسے یارک کا صدر اسقف اور وزیر خزانہ مقرر کیا اور بعد میں پاپا نے اُسے کرونیال کا درجہ عطا کر کے دربار لندن میں اپنا وکیل مطلق بھی بنا دیا اس سے اُس کے اختیارات نہایت وسیع ہو گئے۔ وزیر خزانہ ہونے کی حیثیت سے وہ سلطنت کا صدر اعظم تھا اور پاپا کے وکیل مطلق ہونے کے باعث اُسے کلیسا کے معاملات میں کنٹربری کے صدر اسقف پر بھی تفوق حاصل تھا۔ ولزے کی قابلیت اور روشن ضمیری میں کلام نہیں۔ وہ علوم و فنون کا سرپرست تھا اور اکسفرڈ

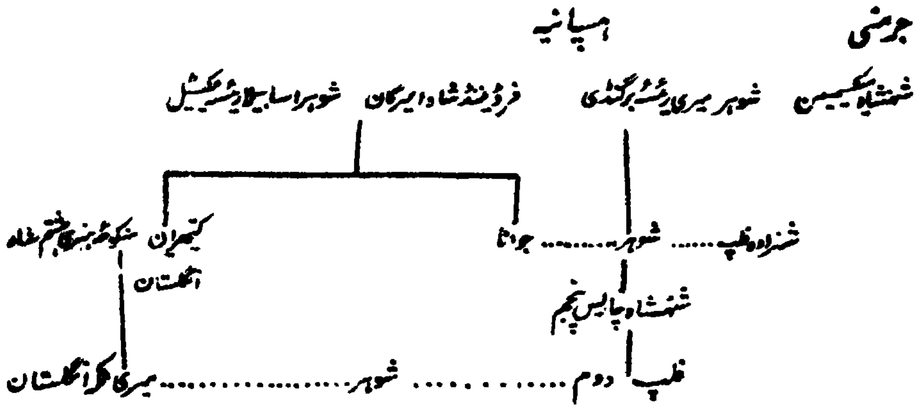
وُلزے کی وزارت
۱۵۱۵ء لغایت ۱۵۲۹ء

کا کرایسٹ چرچ کالج اسی کا قایم کیا ہوا ہے۔ اس کے علاوہ وہ ریاست خارجہ میں یدطولی رکھتا تھا۔ ان خوبیوں کے ساتھ ایک عیب بھی اُس میں ضرور تھا۔ مملکت کے نظم و نسق میں عرقریزی و جانکاہی کا کوئی دقیقہ اُس نے اٹھا نہ رکھا تھا لیکن ملک کی اس بہی خواہی میں اُس کی ایک خاص غرض کی آلایش بھی ملی ہوی تھی۔ اُس کی بڑی تمنا یہ تھی کہ بادشاہ کی قوت بڑھائے اور خود عزت و دولت پیدا کرے روپیہ کی فراہمی کے لئے اُس نے انواع و اقسام کے طریقے اختیار کر رکھے تھے کبھی "ہدایا" وصول کرتا تھا کبھی جبراً قرض اٹھاتا تھا کبھی عدالتوں سے لوگوں پر جرمانے کرادیتا تھا۔ اس طور پر اُس نے بادشاہ کے خزانہ کو بھی بھر دیا اور خود بھی ہنری سے انعام و اکرام لے لے کر مالا مال ہوگیا اُس کی دولت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ اُس نے قصر ہیمپٹن کورٹ اور قصر یارک ہاوس (جو آگے چل کر وھایٹ ہال کے نام سے موسوم ہوا) جیسے شاندار محل خود اپنے رہنے کے لئے تعمیر کرائے۔

لیکن وُلزے کو یہ تمام دولت انگلستان ہی سے نہیں ہاتھ آئی تھی۔ یورپ کا سب سے بڑا تاجدار اس وقت شہنشاہ چارلس پنجم تھا جسے ہسپانیہ کی سلطنت اپنے نانا فرڈیننڈ سے ترکہ میں ملی تھی جرمنی کا تخت اپنے

سیاسیات یورپ

دادا میکسیملین کی وفات پر انتخاباً ہاتھ آیا تھا اور نیدرلینڈ کا علاقہ اپنی دادی میری رئیسۂ برگنڈی سے میراث میں ملا تھا۔ ذیل کے شجرہ نسب سے شاہان یورپ کے بین الاقوامی تعلقات کی کیفیت اچھی طرح واضح ہوگی۔



چارلس پنجم جس کی سطوت و اقتدار میں اتنی بہت سی سلطنتیں تھیں ہنری کی ملکہ کیتھراین کا خواہر زادہ تھا اور اُس کی اور فرانسس اول تاجدار فرانس دونوں کی یہی تمنا تھی کہ انگلستان اُن کا ساتھ دے۔ وُلزے دونوں سے برابر تحایف و ہدایا وصول کرتا رہتا تھا اور دونوں کی رقیبانہ چشمک میں اپنا سیاسی اُلو سیدھا کرتا رہتا تھا۔ سنہ ۱۵۲۰ء میں چارلس پنجم نے انگلستان آکر ہنری ہشتم سے کنٹربری میں ملاقات کی اس کے چند مہینے بعد فرانسس اول نے ہنری کو فرانس آنے کی دعوت دی۔ ہنری نے یہ دعوت قبول کرلی اور دونوں تاجدار اپنے اپنے حشم و خدم کے ساتھ گشنے کے مقام پر جو بولون سے

کچھ زیادہ دور نہیں ہے آپس میں آکر ملے۔

میدان فرش زرتار سنہ ۱۵۲۰ء

میزبان اور مہمان دونوں نے اس موقع پر اپنے شاہانہ طمطراق اور کرو فر کی نمایش کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ بڑی دھوم دھام سے جشن منائے جنگی کرتبوں کے شاندار ڈھنگوں سے تفریح طبع کا سامان کیا۔ ناؤنوش کی صحبتیں دونوں طرف سے گرم ہوئیں جس میدان پر اس ٹھاٹھ کے ساتھ یہ جشن بپا ہوا وہ اپنی غیر معمولی شان وشکوہ کے لحاظ سے "میدان فرش زرتار" کہلاتا ہے۔ لیکن اخلاص والفت کے پینگ اس گرمجوشی سے بڑھانے کے باوجود ہنری واپسی پر چارلس پنجم سے گریولائنز میں پھر ملا اور دو سال بعد اُسے فرانسس پہ حملہ آور ہونے میں مدد دی۔

اس میں نکتہ یہ تھا کہ ہنری تو دونوں بادشاہوں کی قوت میں توازن قایم رکھنا چاہتا تھا اور وُلزے جسے پاپاے روما بننے کی ہوس تھی اُن میں سے اُس تاجدار کا ساتھ دینا چاہتا تھا جو اُس کے زیادہ کام آسکے۔ چارلس پنجم نے امداد کا وعدہ کیا تھا لیکن جب دو موقع پے در پے

فرانس کے ساتھ اتحاد

ہاتھ سے نکل گئے تو وُلزے چارلس سے بدگمان ہوکر دوسری طرف جا ملا۔ ۱۵۲۵ء میں جوائلی کے شہر پیویا کے میدان پہ چارلس پنجم اور فرانسس اول میں جنگ ہوئی۔ فرانسیسوں نے شکست کھائی اور اُن کا بادشاہ

گرفتار کرلیا گیا۔ چارلس کی طاقت اب اس قدر بڑھتی جاتی تھی کہ ہنری اور ولزے خایف ہو گئے۔ غرض فریقین کے ساتھ یکے بعد دیگرے نامہ وپیام ہوا اور اخر میں فرانس کے ساتھ اتحاد قایم کرلیا گیا۔ انگریزون کو یہ معاہدہ ناگوار گزرا اس لئے کہ چارلس پنجم فرمانروے ندرلینڈ تھا اور معاہدہ کا لازمی نتیجہ یہہ ہوا کہ فلینڈرس کے ساتھ اُن کی اُون کی تجارت رک گئی۔ ہنری نے اس تمام کارروائی کا الزام ولزے کے سر تھوپ دیا اور چونکہ لوگوں سے جو محصول وصول کئے جاتے تھے وہ بھی گرانبار تھے اس لئے ولزے کی طرف سے عام بددلی پھیلنے لگی۔

اب یہ تجویز قرار پائی کہ ہنری کی اکلوتی لڑکی شہزادی میری کا عقد شاہ فرانس کے ایک بیٹے سے کردیا جاے لیکن ٹاربز کے اسقف نے اس پر یہ کہہ کر اعتراض کیا کہ ہنری نے اپنے بھائی کی بیوہ سے شادی کی تھی اس لئے میری اولاد جایز نہیں ہوسکتی۔ ہنری یہ سنکر سوچ میں پڑگیا اور اسقف ٹاربز کا اعتراض اوسکے کے لئے ڈھیلنے کا بہانہ ہوگیا۔ کیتھراین سے اس کی طبیعت اچاٹ ہوچکی تھی۔ دونوں کی شادی کو اٹھارہ سال گزر چکے تھے اور اس شادی سے صرف ایک ہی اولاد میری موجود تھی حالانکہ ہنری اولاد نرینہ کا خواہشمند تھا۔ اس کے علاوہ وہ کیتھراین کی ایک خواص این بولین پر عاشق بھی

ہنری کیتھراین کو طلاق دینا چاہتا ہے۔

ہوگیا تھا اور اُس کو اپنے حبالہ عقد میں لانا چاہتا تھا
غرض ۱۵۲۸ء میں اُس نے پاپائے روما کلیمنٹ سابع کو
کہلا بھیجا کہ میرا ضمیر متقاضی ہے کہ کیتھراین ندھباً
میری بیاہتا بی بی نہیں ہے ایسی حالت میں بذریعہ
طلاق میری اور اُس کی علٰحدگی عمل میں آنی چاہئے
ہنری کو خیال تھا کہ پاپا اُس کی بات مان لے گا اس
لئے کہ ابھی پانچ ہی سال ہوئے ہنری نے لوتھر کے
خلاف ایک رسالہ لکھا تھا اور پاپائے لیو دہم نے اس
تصنیف کے صلہ میں اُسے "حامی دین" خطاب دیا تھا
لیکن پاپا کو۔ مجال نہ تھی کہ کیتھراین کے خواہرزادے
چارلس پنجم کو ناراض کرے جس کی فوجیں پہلے ہی روما
میں لوٹ مار مچا کر خود پاپا کو گرفتار کرچکی تھیں۔ پھر
بھی کلیمنٹ سابع نے اپنا ایک خاص وکیل مطلق کردینال
کمپگیو انگلستان بھیجا اور وکیل موصوف نے کیتھراین کو
اس بات پر آمادہ کرنا چاہا کہ تارک الدنیا ہوکر کسی خانقاہ
کے زاوئے میں جا بیٹھے لیکن اُس نے کسی طرح نہ مانا
اور اپنے اور اپنی بیٹی کے حقوق کے لئے سینہ سپر ہوگئی
اس پر پاپا نے اس مسئلہ کا تصفیہ کرنے کے لئے ہنری
کو روما بلا بھیجا۔

ولزے اگرچہ بادشاہ کی خدمت گزاری کا دل سے
متمنی تھا لیکن اُس کی رائے میں یہ بات کسی طرح

قرین مصلحت نہ تھی کہ ہنری این بولین سے نکاح کرے
این بولین کو ولزے کے اس عندیہ کا علم تھا اور چونکہ
ان دنوں اُس کی کمان چڑھی ہوئی تھی اس لئے اس نے
ہنری کے دل میں اپنے وفادار ندیم کی طرف سے گرہ

ولزے کا عزل
۱۵۲۹-۱۵۳۰ء

ڈال دی۔ ولزے نے دیکھا کہ اب میری
خیر نہیں۔ اُس نے اپنے خوش نما محل
بادشاہ کی نذر کر دے اور وزارت سے الگ ہو کر یارک
کی صدر اسقفی پر چلا گیا۔ لیکن وہاں جا کر اُس کی ہردلعزیزی
اس قدر بڑھ گئی کہ ہنری اُس سے اور بھی زیادہ
کھٹکنے لگا اور سال بھر بعد بعلت بغاوت اُس کی
گرفتاری کا حکم جاری کر دیا۔ اگرچہ ولزے کو اسوقت
صرف انسٹھواں سال تھا لیکن کثرت کار و ہجوم افکار نے
اُسے بیمار و فرسودہ کر دیا تھا۔ اسی بیماری کی حالت
میں لندن آتے ہوئے بچارے کو خانقاہ لیسٹر میں مجبوراً قیام
کرنا پڑا۔ اور خانقاہ کے راہب جب سامنے آئے تو درد بھرے
لہجہ میں اُن سے کہنے لگا کہ میں اپنی ہڈیاں اس خانقاہ کے گوشے کو
امانت سونپنے آیا ہوں۔ جس تندہی سے میں نے بادشاہ کی اطاعت
کی ہے کاش ویسی ہی جانفشانی میں نے طاعت معبود میں بھی
دکھائی ہوتی کہ بڑھاپے میں میری مٹی یوں خراب تو نہ ہوتی۔ ولزے
کا مرض مرض الموت ثابت ہوا اور خانقاہ لیسٹر ہی میں ۲۸
نومبر ۱۵۳۰ء کو اُس کا انتقال ہو گیا۔

ولزے کی جگہ وزارت خزانہ پر پہلے ہی سر ٹامس مور کا تقرر ہو چکا تھا۔ جو ایک انصاف پسند اور نیک کردار شخص تھا لیکن ہنری کی رائے کے خلاف وہ کچھ نہ کر سکتا تھا۔ چھ سال سے کوئی پارلیمنٹ منعقد نہ ہوئی تھی اس لئے کہ گزشتہ پارلیمنٹ نے بادشاہ کی خواہش کے مطابق رقم کی منظوری دینے سے انکار

ہفت سالہ پارلیمنٹ ۱۵۲۹ء لغایت ۱۵۳۶ء

کر دیا تھا۔ لیکن اب ۱۵۲۹ء میں جو پارلیمنٹ طلب کی گئی وہ برابر سات سال تک قائم رہی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس پارلیمنٹ کے اراکین بادشاہ کی ہر رائے پر آمنا وصدقنا کہنے اور اس کے اُلٹے سیدھے تمام احکام کا امتثال کرنے کے لئے آمادہ تھے۔ اس پارلیمنٹ کی نشستوں کے دوراں میں انگلستان میں بعض نہایت ہی اہم تبدیلیاں وقوع میں آئیں۔ ہنری کی بڑی آرزو اب یہ تھی کہ کسی طرح پاپا کی مذہبی سیاوت کی قید سے آزاد ہو جائے تاکہ کیتھراین کو بآسانی طلاق دے سکے۔ اس مشکل کے حل کرنے کے لئے اُسے ایک نیا وزیر مل گیا جو بہت بڑی قابلیت رکھتا تھا۔ اُس کا نام ٹامس کرامول تھا اور سابق میں وہ ولزے کا ملازم رہ چکا تھا۔ ۱۵۳۰ء میں جب

ٹامس کرامول کی وزارت ۱۵۳۲ء لغایت ۱۵۴۰ء

اُسے قلمدان وزارت سپرد ہوا تو اُس نے ہنری کو ایڈورڈ سوم اور رچرڈ ثانی کے

عہد کا وہ "قانون امتناع مداخلت پاپا" یاد دلایا (دیکھو صفحہ ۔۔۔) جس کی رو سے تمام اُن اشخاص پر سزا سے قید وضبطی جایداد عاید ہوتی تھی جو بادشاہ یا اُس کی سلطنت کے حق میں عدالت روما کی دست اندازی کو جایز سمجھیں ولزے نے پاپا کے وکیل مطلق ہونے کی حیثیت سے اس بھولے بسرے قانون کی خلاف ورزی کی تھی اور ہنری نے اس خلاف ورزی کو جایز سمجھا تھا لیکن اب ہنری نے ولزے کو اسی بنا پر مورد الزام قرار دیا اور اُن تمام پادریوں سے بھی جنہوں نے ولزے کا اتباع کیا تھا ولزے کی وفات کے بعد اسی علت میں مواخذہ کیا۔ اس پر پادری بہت گھبرا سے کہ کہیں اُن کے روزینے ہی نہ چھن جائیں اور قید کی مصیبت اس پر مستزاد ہو ہنری بھی انہیں اسی طرح ڈھب پر لانا چاہتا تھا غرض انہوں نے بادشاہ کی خدمت میں ایک عرضداشت بھیج کر رحم وعفو کی التجا کی اور کرامول کی ہدایت پر اس عرضداشت میں ہنری کو "محافظ و پیشوا ئے کلیسا بلا شرکت احدے" کے القاب سے مخاطب کیا تھا۔

ہنری کلیسا کا پیشوائے اعلیٰ تسلیم کر لیا جاتا ہے ۱۵۳۱ء

اب پارلیمنٹ نے جو شاہ جان کے زمانہ ہی سے پاپا کی مداخلت کو نیگاہ اکراہ دیکھتی چلی آئی تھی ۱۵۳۲ء میں دو جداگانہ قوانین نافذ کئے جن کی رو سے انگلستان میں پاپا کے اختیارات کا بالکل ہی خاتمہ ہوگیا۔ پہلے قانون

کا مضمون یہ تھا کہ انگلستان کی عدالتوں کے فیصلجات کی ناراضی سے کوئی مرافعہ پاپا سے رُوما سے نہ کیا جائے دوسرے قانون میں پادریوں کو ممانعت تھی کہ اپنی معاش کا ثمرہ اول جو وہ اب تک نذرانہ کے طور پر پاپا کو دیا کرتے تھے آیندہ سے مطلق نہ دیں۔ ۱۵۳۴ء میں "قانون اعتلا" کے نام سے ایک نیا قانون نافذ کیا گیا جس کی رو سے ہنری کو کلیسا کے پیشوائے اعلٰی کا منصب عطا کیا گیا اور اُسی زمانہ سے تاجداران انگلستان اپنی پارلیمنٹ کے ساتھ تمام امور کا جو متعلق بہ کلیسا ہوں پاپا کی دست اندازی کے بغیر خود فیصلہ کرتے چلے آئے ہیں۔

کیتھراین کا طلاق اور این بولین سے عقد ۱۵۳۳ء

معاملہ طلاق میں اب ہنری کے لئے آسانی پیدا ہوگئی۔ کیمبرج کا ایک عالم کریمر جو پہلے بھی بادشاہ کی طرفداری کا حق ادا کرچکا تھا کنٹربری کا صدر اسقف مقرر کیا گیا اور اساقف کی ایک مجلس شوری کی مدد سے اُس نے کیتھراین کے ساتھ ہنری کے نکاح کو کالعدم قرار دیا۔ ۱۵۳۳ء میں ہنری نے این بولین سے عقد کیا اور اسی سال کے ماہ ستمبر میں شہزادی الزبتھ پیدا ہوئی۔

ولزے کی علٰحدگی کے بعد دینی اور دنیوی حکومت پر کامل و مطلق اقتدار کے حصول سے ہنری بالکل مطلق العنان ہوگیا اب یا تو وہ اپنی مرضی کا تابع تھا یا کراہول

کے مشورہ پر عمل کرتا تھا جو طبیعت کا وحشت اور سخت گیر واقع ہوا تھا اور ہر وقت اسی دھن میں لگا رہتا تھا کہ بادشاہ کے اقتدار میں یوماً فیوماً اضافہ ہو۔ کرامول نے ملک بھر میں اپنے جاسوس لگا رکھے تھے اور جو شخص بھی اُس کا مزاحم ہوتا تھا اُس کا تیاپانچا کر ڈالتا تھا۔ پھر بھی حق یہ ہے کہ اُس نے ملک کا انتظام پورے شغف و انہماک سے کیا اور ولزے کی طرح اپنے لئے دولت سمیٹنے کا اُسے کبھی خیال تک نہ آیا۔

ویلز میں قانون انگلستان کا نفاذ ۱۵۳۳ء

اُسی کے عہد وزارت میں ویلز کا بالآخر انگلستان کے ساتھ پورا الحاق ہوگیا اور ویلز والے انگریزی قانون اور انگریزی آزادی کے حقوق سے متمتع ہونے لگے۔ لیکن اُسی کے ساتھ اس ظالمانہ قانون کا اجرا بھی اُسی کے ایما سے ہوا کہ جن اشخاص پر بغاوت کا الزام لگایا جائے انہیں عذر داری یا صفائی کا موقع نہ دیا جائے

قانون بغاوت

عجب عبرت کا مقام ہے کہ جب کرامول اپنے عہدہ جلیلہ سے الگ ہوا تو خود اُسی کو سب سے اول اُس قانون کا خمیازہ کھینچنا پڑا۔ سچ ہے چاہ کن را چاہ درپیش۔

این بولین کے ساتھ ہنری کے عقد کا اعلان ہوتے ہی دو قوانین کا نفاذ عمل میں آیا۔ ایک قانون کی رو سے تو شہزادی میری وراثت سے علیحدہ کر دی گئی اور تخت وتاج

کی جانشین این بولین کی اولاد قرار پائی۔ دوسرے قانون کا مفاد یہ تھا کہ جو شخص قانون اعتلا کا منکر ہوگا وہ باغی سمجھا جائے گا۔ چونکہ لوگوں سے وقتاً فوقتاً اُن قوانین کے جواز و وجوب کا حلف بھی اٹھوایا جاتا تھا اس لئے کئی اشخاص نے جو انہیں حق بجانب نہ سمجھتے تھے ضمیر پروری کی راہ سے اپنی حقیقی راے کا اظہار کردیا اور اس کا خمیازہ کھینچا۔ پہلا شخص جس نے اپنے معتقدات پر اپنی جان اس طرح نثار کی ہنری کا مخلص ترین رفیق اور مشیر سر ٹامس مور تھا۔ اُس کی صداقت و دیانت اُس کے علم و فضل اور اُس کی سادگی و صفائی کی وجہ سے لوگ اُسے بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ہنری کے نکاح کے معاملہ میں وہ سکوت ہی کو اولی سمجھتا رہا لیکن بادشاہ نے اظہار راے پر اس قدر اصرار کیا کہ بدرجہ مجبوری اُسے اپنی راے ظاہر کردینی پڑی اور صاف کہہ دینا پڑا کہ ملکہ کیتھراین کی طلاق کو میں مستحسن نہیں خیال کرتا اور نہ اس طریقہ ہی کو پسندیدہ تصور کرتا ہوں جو طلاق حاصل کرنے کے لئے عمل میں لایا گیا۔ انہیں خیالات کا اظہار راچیسٹر کے اسقف فشر نے لیا۔ ہنری نے دونوں کے قتل کا حکم دیا چنانچہ وہ گرفتار کرکے قلعہ لندن میں بھیج دئے گئے اور وہیں اُن کی گردن ماری گئی۔ مور کی طبیعت کی شگفتگی مرتے دم تک بدستور

سر ٹامس مور

قائم رہی۔ وار کا زینہ جب ذرا لرزا تو مور نے قلعدار سے مزاحاً کہا کہ دار پر فقط چڑھنا ذرا مشکل ہے اس کا انتظام تم کردو کہ صحیح و سلامت اس کی چوٹی تک پہنچ جاوں نیچے میں خود چلا آوں گا۔" یہ کہہ کر اُس نے اپنی گردن کندے پر رکھ دی اور جلاد کے تیغے کا وار پڑنے سے پہلے یہ آخر درد آلود ظریفانہ فقرہ آئندہ نسلوں کے لئے یادگار چھوڑتا گیا کہ تیری یہ ڈاڑھی اگر کٹ گئی تو بڑے ہی افسوس کا مقام ہوگا اس لئے کہ اس بیچاری نے تو بغاوت کے جرم کا ارتکاب نہیں کیا۔

رعایا کی حالت

انگلستان کے لئے یہ بڑی مصیبت اور پریشانی کا زمانہ تھا کیونکہ سارا نظام تمدن درہم وبرہم ہو رہا تھا۔ کچھ مدت سے غربا سختیان جھیل رہے تھے جس کی وجہ یہ تھی کہ امرائے طبقہ جدید جنہیں قدیم امرا کی جاگیرات ہاتھ آئی تھیں اناج کی کاشت کے بجائے بھیڑوں کی چرائی سے زیادہ روپیہ پیدا کر سکتے تھے اور اس لئے بہت کم زمین زیر کاشت تھی اور اسی نسبت سے مزدور بھی گھٹ گئے تھے بہت سے مزارع اور مزدور اپنے مکانوں سے نکال دے گئے تھے اور اس اراضی شاملات کے اکثر حصہ پر بھی جہاں اُن لوگوں کے مواشی چرا کرتے تھے امرا کا قبضہ ہوگیا تھا۔ ایک اور بڑی خرابی یہ ہوئی کہ قدیم امرا کے متوسلین نے ملازمت سے برطرف ہوکر بھکاریوں اور بدمعاشوں کی تعداد میں اضافہ

کردیا اور اکثر آدمیوں کا گزارہ ڈکیتی اور قتل پر ہونے لگا اس کے علاوہ مذہبی شکوک کے باعث لوگوں کے عقیدے بہت کچھ ڈانواں ڈول ہو رہے تھے۔ قدیم رشتے ٹوٹ چکے تھے اور نئے رشتے ابھی استوار ہونے نہیں پائے تھے۔ جرمنی اور سوئٹزرلینڈ میں جو عظیم الشان مذہبی انقلاب واقع ہو رہا تھا اُس کی کیفیت سن سن کر باشندگان انگلستان میں ایک کھلبلی سی پڑ رہی تھی۔ ان دونوں ممالک میں لوتھر اور اُس کے شریک کار زوئنگلی نے اصلاح مذہب کا علم بلند کیا تھا۔ اور پاپا اور قسیسین کے اکثر افعال و اعمال کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے اس اصول کی تلقین کی تھی کہ کلیسا کی تعلیم کی بجائے ہمارے لئے انجیل کی ہدایت کافی ہے۔ اس نئے مذہب کے پیرو گو اول اول ۱۵۲۹ء میں "پراٹسٹنٹ" (احتجاجیین) کہلائے اور اُن میں بہت سے جرمن شہزادے بھی شامل تھے۔ ہنری نہ چاہتا تھا کہ یہ نیا اصلاح پذیر فتہ مذہب انگلستان میں رائج ہو اس لئے کہ خود اپنے قلم سے وہ لوتھر کے رد میں ایک رسالہ لکھ چکا تھا لیکن پاپا کے اختیارات کا جوا اپنے کندھے سے اتار پھینکنے میں ہنری ایک ایسی بڑی تحریک کو جنبش میں لے آیا تھا جس کا روکنا اُس کے امکان سے باہر تھا۔ کرامول اور کرینمر کی وزارتوں کے عہد میں مذہب

لوتھر اور زوئنگلی

انگلستان میں مذہبی تبدیلیاں۔

عیسوی کے معتقدات کا ایک خلاصہ مرتب کیا گیا مورتوں اور آثار متبرکہ کی پرستش ممنوع قرار دی گئی اور ٹنڈیل کا ترجمہ انجیل بہ تصحیح مایلز کا ورڈیل چھاپ کر شایع کیا گیا اور تمام گرجاؤں میں اسی کو رواج دیا گیا۔ نئے علوم کے حامی اور نیز وہ لوگ جن کے دلوں میں وکلف اور جماعت لالرڈ کی تعلیم کی یاد زندہ تھی ان تبدیلیوں کو بنگاہ استحسان دیکھتے تھے اور کراسول نے خانقاہوں کے بند کر دینے کا جو منصوبہ اپنے ذہن میں قایم کر رکھا تھا اسکی تکمیل میں اس تبدیل خیالات سے مزید آسانی پیدا ہوگئی۔

خانقاہوں کی تباہی ۱۵۳۶-۱۵۳۹ء

ہم دیکھ چکے ہیں کہ قدیم الایام میں زاویہ نشین راہبوں نے نا شایستہ انگریزوں کو مہذب بنانے میں بڑی بڑی مفید خدمات انجام دی تھیں۔ لیکن ان راہبون کی خانقاہیں جیسے جیسے دولت و تمول میں ترقی کرتی گئیں اور راہبوں کے لئے حقیقی کارگزاری کے مواقع کم ہوتے گئے ویسے ویسے ان میں کاہلی اور نفس پرستی آتی گئی چنانچہ اکثر چھوٹے درجہ کی خانقاہیں تو بدانتظامی اور بد اطواری میں مشہور تھیں۔ ولزے ایک موقع پر پہلے ہی پاپا کی اجازت سے کر چند خانقاہیں اور انکی بجائے کالج قایم کر چکا تھا۔ کراسول نے جسے بادشاہ کے لئے روپیہ کی ضرورت تھی ایک قدم اور آگے بڑھ کر کریمنر کی مدد سے ان کا بالکل ہی خاتمہ کر دیا۔ چھوٹی خانقاہیں تو ۱۵۳۶ء میں

اٹھادی گئیں اور جو بڑی تھیں وہ ۱۵۳۹ء میں بے چراغ کردی گئیں۔ تمام راہب مردوں اور راہبہ عورتوں کو رہبانیت کے ان غلت کدوں سے نکال دیا گیا۔ کچھ مرد اور عورتیں تو وظیفہ دے کر گھر بٹھادی گئیں اور کچھ بحال خود چھوڑ دی گئیں۔ جو رقم وظایف دے دلاکر بچی اُس کا کچھ حصہ تو جہازوں کی ساخت گرجاؤں کی قسیسی انجمنوں کی پرداخت اور کیمبرج کے ٹرینیٹی کالج (مدرسہ تثلیثیہ) کی تعمیر پر صرف کیا گیا لیکن اُس کا جز و غالب بادشاہ کی جیب خاص میں چلا گیا۔ اراضی متعلقہ یا تو امیروں کو دی دی گئی یا برائے نام داموں پر اُن کے ہاتھ بیچ ڈالی گئی۔ اگرچہ کرامول کی حکومت نہایت جابرانہ تھی اور راہبوں کی طرف سے بھی کوئی مخالفت یا مزاحمت نہوی تاہم یہ تمام کارروائی شور شوں اور فسادوں کے بغیر تکمیل کو نہ پہنچی۔

این بولین کا قتل اور جین سیمور کے ساتھ عقد ۱۵۳۶ء

اس اثنا میں ہنری نے ایک اور بی بی کے ساتھ عقد کرلیا تھا۔ ملکہ کیتھراین کا جب گوشہ گیری کے عالم میں انتقال ہوگیا تو اس کے چند مہینے بعد ۱۵۳۶ء میں ہنری نے این بولین پر بے عصمت ہونے اور متعدد آشناؤں کے ساتھ ناجایز تعلقات رکھنے کا الزام لگایا۔ اس الزام میں اُس پر مقدمہ چلایا گیا اور وہ ۱۹ مئی ۱۵۳۶ء کو قتل کردی گئی۔ اُس کے دوسرے

ہی دن ہنری اپنی مقتول ملکہ کی ایک خواص جین سیمور کو اپنے حبالہ عقد میں لے آیا اور شہزادی الزبتھ اپنی سوتیلی بہن میری کی طرح اولاد نا جائز قرار دی گئی اس صریح جفا کاری اور بے دردانہ سفاکی سے ساری قوم میں ایک افراتفری سی پڑگئی۔ شمال انگلستان کی آبادی کچھ تو بیکاری کچھ خانقاہوں کی ناگہانی بربادی اور کچھ نئے مذہب سے متنفر ہونے کے باعث پہلے ہی بھری بیٹھی تھی۔ این بولین کے بے رحمانہ قتل نے جلتی اگ پر اور تیل ڈال دیا۔ اور ایک خطرناک بغاوت پھوٹ پڑی

شمالی اور مغرب میں بغاوتیں

جس میں کیا امرا اور کیا کاشتکار سب کے سب شریک ہوگئے۔ باغیوں نے مطالبہ کیا کہ شہزادی میری وارث تخت وتاج قرار دی جائے پرانا مذہب از سرِنو رواج پائے اور کراسول برطرف کردیا جائے۔ لیکن کراسول اُن کے بس کا نہ تھا۔ اپنے جاسوسوں کے ذریعہ سے اُس نے اُن کے تمام منصوبوں کا حال دریافت کرلیا تھا۔ پہلے تو اُس نے سبھی طرح کے وعدے کرلئے اور اُنہیں دم دلا سا دیکر ٹالا لیکن پھر تمام مفسدہ پردازوں کو فوجی قوت سے منتشر کردیا۔ باغیوں نے اپنی اس انقلابی تحریک کا نام "سفرِ راہِ خدا" رکھا تھا۔ کراسول نے چند مہینے بعد اس تحریک کے سرغنوں کو گرفتار کرلیا اور شمالی علاقہ کے بہت سے امرا قتل کردیئے گئے

انہیں ایام میں انگلستان کے مغربی علاقہ نے بھی سر اٹھایا۔ لیکن کراسول نے اس فتنہ کا سر بھی کچل دیا ایڈورڈ چہارم کا پوتا امیر اکیسٹر اور کہن سال مارگرٹ پلنٹجنٹ رئیسہ سالسبری دونوں کے دونوں اس مفسدہ کی سرکردگی کی علت میں گرفتار ہوے اور بعد میں قتل کر دئے گئے

آخر ہنری کی مراد برآئی اور اُسے اولاد نرینہ میسر ہوئی۔ ۱۲ر اکتوبر ۱۵۳۷ء کو جین سیمور کے بطن سے ایک شہزادہ تولد ہوا جس کا نام ایڈورڈ رکھا گیا لیکن وضع حمل کے دو گھنٹے بعد زچہ کا انتقال ہو گیا۔ اعضاے سلطنت اب دو مخالف جماعتوں میں منقسم ہو گئے۔ ایک جماعت پراٹسٹنٹ (احتجاجیین) یا نئے مذہب والوں کی تھی جن کا سردار جین سیمور کا بھائی اور ایڈورڈ کا ماموں امیر ہرٹفرڈ تھا۔ اور کراسول کا میلان بھی اسی فریق کی جانب تھا۔ دوسری جماعت کیتھولک (عمومیین) یا پرانے مذہب کے پرستارون پر مشتمل تھی۔ اس جماعت کے پیشوا امیر کبیر نارفاک اور اُس کا بیٹا امیر سرے تھے جن کا تعلق امراے طبقہ قدیم سے تھا۔ کراسول چونکہ جرمنی کے پراٹسٹنٹ شہزادوں کے ساتھ اتحاد قایم کرنا چاہتا تھا اس لئے اُس نے ہنری کے لئے ایک پراٹسٹنٹ شہزادی این رئیسہ

شہزادہ ایڈورڈ کی ولادت
۱۲ر اکتوبر ۱۵۳۷ء

کلیوز کا رشتہ تجویز کیا۔ لیکن وہ شکل صورت کی کچھ ایسی نہتی
اپنی شادی کلیوز کے ساتھ اور اطوار بھی اُس کے ناپسندیدہ تھے۔ ہنری کی
نکاح اور پھر علیحدگی ۱۵۴۰ء طبیعت اُس سے ایسی اکھڑی کہ چھ ہی مہینے
بعد اُسے الگ کر دیا۔ اب ہنری کے عتاب کا نزلہ کرامول پر
گرا کہ یہ سب کیا دھرا اُسی کا تھا۔ ہنری کو اُس پر ایسا
طیش آیا کہ ۱۰ جون ۱۵۴۰ء کو کونسل کے ایوان ہی میں جہاں
سب کے سب امرا اُس کے دشمن تھے اُس کی گرفتاری کا
حکم دے دیا۔ کرامول نے اپنی ٹوپی زمین پر دے ماری اور
چلا کر کہا کہ کیا یہی میری تمام وفاداریوں اور جان نثاریوں کا
صلہ ہے؟ از برائے خدا انصاف کرو کیا میں حقیقت میں
جرم بغاوت کا مرتکب ہوں جو یوں گرفتار کیا جا رہا ہوں؟
اس سوال کا جب اُسے کوئی جواب نہ ملا تو اُس نے
کرامول کا قتل کہا کہ جو کرنا ہے جلد کر چکو تاکہ میرا کام
۲۸ جولائی ۱۵۴۰ء جلد تمام ہو اور میں قید خانہ میں پڑا ہوا
نہ سسکا کروں۔ چند دن بعد پارلیمنٹ نے بھرے اجلاس
میں اُس پر بغاوت کا الزام عاید کیا اور اُسے اپنی صفائی
میں لب کشائی کی اجازت نہ دی اور ۲۸ جولائی ۱۵۴۰ء
کو وہ ٹاور ہل پر قتل کر دیا گیا۔

اپنے وفادار وزیر کے قتل والے دن ہی ہنری نے
بقیہ تمہید
امیر نارفاک کی بھتیجی کیتھرائن ہاورڈ سے نکاح کر لیا
جو اُس کی پانچویں ملکہ تھی کچھ دنوں سے ہنری کو یہ خطرہ

دامن گیر ہونے لگا تھا کہ مذہب جدید کی طرف اُس کا میلان حد سے زیادہ تجاوز ہو چکا ہے۔ اور اب وہ پرانے مذہب کے حامیوں کی طرف جھک پڑا پارلیمنٹ نے اُس کے اشارہ سے پراٹسٹنٹوں کے خلاف ایک قانون جاری کردیا اور کرامول کی موت کے دو دن بعد یہ عجیب و غریب نظارہ لوگوں کے دیکھنے میں آیا کہ چھ اشخاص ایک گاڑی میں بیٹھے ہوئے مقتل کی طرف جا رہے ہیں۔ اُن میں سے تین تو کیتھولک ہیں جنھوں نے قانون اعتلا کے آگے سر تسلیم خم کرنے سے انکار کردیا تھا اور تین پراٹسٹنٹ ہیں جن کے حق میں بہ علت الحاد سزائے موت تجویز ہوئی ہے۔ ہنری دوم کے زمانہ سے اس وقت تک شاہان انگلستان آیرلینڈ کے "امیر" کہلاتے چلے آئے تھے۔ اب ۱۵۴۱ء میں ہنری نے یہ لقب ترک کر کے اول اول بادشاہ آئرلینڈ" کا لقب اختیار کیا۔ کیتھراین ہاورڈ کے ساتھ ہنری کا رشتہ ازدواج زیادہ دیر تک قایم نہ رہ سکا اس لئے آگے چل کر یہ بات معلوم ہوئی کہ کیتھراین کی عصمت پر اوایل عمر میں حرف آچکا ہے اور اگرچہ اپنی زندگی کے اس افسوسناک واقعہ کے لحاظ سے وہ واجب الرحم ضرور تھی لیکن بادشاہ کی بیاہتا بی بی ہونے کے قابل نہ رہی تھی۔ چنانچہ ۱۲ر فروری ۱۵۴۲ء کو وہ

کیتھراین ہاورڈ کے ساتھ عقد۔ سنہ ۱۵۴۰ء

کیتھراین ہاورڈ کا قتل ۱۵۴۲ء

عبادت کے انگریزی دستورالعمل کا رواج

قتل کردی گئی اور اگلے سال ہنری نے کیتھرائن پار سے شادی کرلی جو اُس کی وفات کے بعد زندہ رہی۔ بادشاہ کو اب اپنے کم سن بیٹے ایڈورڈ کی خانہ آبادی کی فکر ہوئی۔ ۱۵۴۲ء میں جب جیمز پنجم کی وفات پر اُسکی شیر خوار بیٹی اسکاٹلینڈ کے تخت وتاج کی وارث ہوئی (دیکھو صفحہ) تو ہنری نے شہزادہ ایڈورڈ کی نسبت اس بچی سے ٹھہرا دینی چاہی تھی لیکن اس میں وہ کامیاب نہ ہوسکا۔ اسکاٹلینڈ اور فرانس دونوں کے ساتھ انگلستان برسرجنگ تھا اور اس جنگ کا سلسلہ طول کھینچتا چلا جارہا تھا۔ فرانس کے مقابلہ میں انگلستان کا پلہ بھاری رہا تھا اور شہر بولون ہنری کے ہاتھ آیا تھا۔ اب ہنری نے پراٹسٹنٹ اور رومن کیتھولک دونوں مذاہب کے وکلایا نمایندوں کی ایک مجلس انتظامی کا انتخاب اس غرض سے کیا کہ اگر وہ اپنے بیٹے کے سن بلوغ کو پہنچنے سے پہلے وفات پا جائے تو ولیعہد کی طفولیت کے دوران میں انتظام مملکت اس مجلس کے سپرد ہو۔ اراکین مجلس میں ایڈورڈ کا ماموں ایسر ہرٹفرڈ بھی شامل تھا جس کا رسوخ ان دنوں بہت بڑھا ہوا تھا اور بادشاہ اُس کی بات بہت ماننے لگا تھا۔ ایسی حالت میں پراٹسٹنٹ فریق کا غالب آنا ایک لازمی بات تھی۔ اس فریق نے

کرینمر کی مدد سے کلیساؤں میں انگریزی طریقہ عبادت کو رایج کردیا اور بجائے لاطینی طریقہ عبادت کے گرجاؤں میں ہر صبح و شام نئے طریق پر پرستش ہونے لگی جو آداب عبادت ارکان دین احکام عشرہ اور دعاے مسیح پر مشتمل تھی۔

ہرٹفرڈ امیر نارفاک کے اثر سے بہت خایف تھا۔چنانچہ اُس نے بادشاہ کو یہ پٹی پڑھائی کہ امیر موصوف سلطنت کی ولایت پر متصرف ہو جانے کے لئے توڑ جوڑ کررہا ہے ہرٹفرڈ کا وار کارگر ہوگیا اور ہنری نے وہ ظالمانہ کارروائی کی جو اُس کے عہد حکومت کا آخری داغ ہے۔یعنی امیر نارفاک کو تو اُس نے قلعہ لندن میں قید کردیا اور اُسکے بیٹے امیر سرے کو قتل کردیا۔کہتے ہیں کہ خود نارفاک کے قتل کی تاریخ بھی اُس نے مقرر کر رکھی تھی لیکن یکایک اُسے موت نے آگھیرا اور نارفاک کے سر سے آئی ہوی بلا ٹل گئی۔ایک عرصہ سے اُس کے جسم کا موٹاپا بڑھ رہا تھا اور ضعف روبہ ترقی تھا۔آخر اُس کا وقت آپہنچا اور ۲۸؍جنوری ۱۵۴۷ء کو وہ اس دنیا سے کوچ کرگیا۔

انگلستان پر ہنری کے بڑے بڑے احسان ہیں لیکن افسوس ہے کہ انسانیت اُس کی مطلق مرھون منت نہیں اور اسی لئے ہمارے دل میں اُس کی بہت

کم قدر و منزلت باقی رہ جاتی ہے وراثت کے بارہ میں اُس نے یہ وصیت کی تھی کہ اُس کا جانشین اُس کا بیٹا ایڈورڈ ہو اور اگر ایڈورڈ کوئی اولاد نہ چھوڑے تو پھر میری تخت نشین ہو اور اُس کے بعد الزبتھ کی باری آئے۔ اگر تینوں لاولد مرجائیں تو پھر اُس کی چھوٹی بہن میری بیوۂ لوئی دوازدہم کی اولاد حقدار سلطنت سمجھی جائے جس نے بیوگی کے بعد امیر سفاک سے شادی کرلی تھی۔ اُس سے واضح ہوگا کہ ہنری نے اپنی سب سے بڑی بہن مارگرٹ کی پوتی میری ملکہ اسکاٹلینڈ کا نام اپنے جانشینوں کے زمرہ میں بالکل ہی شامل نہیں کیا۔ یہ "قانون جانشینی" جس کی رو سے بادشا نے تاج و تخت اپنی اولاد و احفاد کے لئے ترکہ کے طور پہ چھوڑا ظاہر کررہا ہے کہ زمانہ سابق کے مقابلہ میں جب قوم اپنے بادشاہ کا انتخاب اپنی مرضی سے کیا کرتی تھی اُس وقت تک کتنی بڑی تبدیلی ملک میں واقع ہوچکی تھی۔

قانون جانشینی

چودھواں باب

مسیحیت کی دونوں شاخوں کی آویزش

ایڈورڈ ششم ۱۵۴۷ء لغایت ۱۵۵۳ء | میری ۱۵۵۳ء لغایت ۱۵۵۸ء

ہنری ہشتم کے بعد کے دو فرمانرواؤں کا عہد جس کا مجموعی زمانہ صرف گیارہ سال ہوتا ہے پراٹسٹنٹ اور رومن کیتھولک مذاہب کی باہمی کشمکش کا ایک دور مسلسل ہے۔

ایڈورڈ ششم ایک پکا پراٹسٹنٹ

ایڈورڈ ششم جب سریر آرائے سلطنت ہوا تو اُس کی عمر صرف دس سال تھی۔ اُس نے پکے پراٹسٹنٹ عقیدہ رکھنے والے اتالیقوں کی نگرانی میں تربیت پائی تھی اور چونکہ اُس کی طبیعت میں مبدء فیاض نے غور و فکر کا مادہ ودیعت کیا تھا اور ذہن بھی اُس نے رسا پایا تھا اس لئے وہ اپنی عمر سے بہت بڑھ کر ان امور میں دل چسپی لیتا تھا

امیر کبیر سامرسٹ کا تقرر محافظ سلطنت کے منصب

اُس کا ماموں امیر ہرٹفرڈ جو ہنری ہشتم کی وصیت کی رو سے سامرسٹ کی امارت عالیہ کے درجہ پر فایز ہوا تھا مجلس ولایت کا صدر نشین

بن بیٹھا اور بہت جلد کم سن بادشاہ پر اپنا اثر ڈال کر محافظ سلطنت کے عہدہ جلیلہ پر بھی اپنا تقرر کرالیا اور اس طور پر اُسے قریب قریب شاہی اقتدارات حاصل ہو گئے۔ اُس کے خلوص اور نیک نیتی میں کلام نہیں لیکن اصلاح مذہب کے میدان میں اُس کی روش متعصبانہ تھی دولت کا بھی اُسے بڑا لالچ تھا اور فن تدبیر مملکت سے بھی وہ بیگانہ تھا۔

اسکاٹلینڈ پر بے سود حملہ ۱۵۴۷ء

زمام اختیار اپنے ہاتھ میں لیتے ہی سب سے پہلا کام اُس نے یہ کیا کہ اسکاٹلینڈ کی پراٹسٹنٹ جماعت کو اپنا حلیف بنایا اور ایک فوج جمع کر کے اسکاٹلینڈ والوں پہ دباؤ ڈالنا چاہا کہ اپنی ملکہ شہزادہ ایڈورڈ سے بیاہ دیں۔ ایڈنبرا کے قریب پنکی کلیو کی مشہور لڑائی میں بماہ ستمبر ۱۵۴۷ء اُس نے انہیں شکست بھی دی لیکن اُس کے بعد اُس کو انگلستان واپس آنے پر مجبور ہونا پڑا اور یہ مہم رایگاں گئی۔ اسکاٹلینڈ والے یہ شکست کھا کر مارے غصہ کے اپنے آپے میں نہ رہے۔ اور اپنا جی اس طرح ٹھنڈا کر لیا کہ خرد سال شہزادی میری کو جلد ہی فرانس بھیج دیا جہاں دس سال بعد اُس کا عقد ولیعہد فرانس سے ہوگیا۔

انگلستان میں سامرسٹ اور صدر اسقف کرینمر نے بلا درنگ بڑی شدومد کے ساتھ پراٹسٹنٹ اصلاحات

پراٹسٹنٹ اصلاحات

کی ترویج شروع کردی۔ ایک نئے قانون کے نفاذ سے تمام وہ احکام جو فرقہ لالرڈ کے خلاف جاری کئے گئے تھے اور نیز پراٹسٹنٹ جماعت کے خلاف ہنری ہشتم کے احکام ششگانہ یک قلم منسوخ کر دے گئے قسیسوں کو نکاح کی اجازت دے دی گئی گرجاؤں میں کیتھولک طریقہ عبادت ممنوع قرار دیا گیا اور تمام مورتیں ضایع کردی گئیں ۱۵۴۹ء میں عبادت عومی کی پہلی انگریزی کتاب کی اشاعت ہوئی اور "قانون وحدت عمل" کے اجرا سے گرجاؤں میں اس کتاب کے علاوہ باقی تمام کتابوں کا استعمال روک دیا گیا اور لوگوں کے لئے نئے مذہب کی پیروی حکماً لازمی کردی گئی۔ مزید براں کرینمر نے غیر ممالک کے اُن پراٹسٹنٹ عقیدہ رکھنے والے باشندوں کو جنہیں اپنے وطن میں امان نہ ملتی تھی انگلستان چلے آنے کی عام دعوت دے دی۔ ہسپانیہ اور ہالینڈ میں چارلس پنجم کے حکم سے تمام ملحدوں کو ایک خفیہ عدالت کے اجلاس میں جس کا نام محنۃ یا محکمہ احتساب تھا بیدینی کی علت میں طرح طرح کی عقوبت انگیز سزائیں دی جاری تھیں اور ان ممالک کے پراٹسٹنٹ اپنے وطن سے فرار ہو رہے تھے۔ اُن سب کو صلائے عام تھی کہ انگلستان میں آکر بود و باش اختیار کریں اُن شہروں میں جہاں کے باشندے نئے مذہب کے عطیہ آزادی کی حقیقت شناسی کی اہلیت رکھتے تھے ان تیزات

کا خیر مقدم خوشی سے کیا گیا۔ لیکن دوروست دیہاتی علاقوں میں لوگ رومن کیتھولک طریقہ عبادت کے متقاضی تھے جو اُن کی گھٹی میں پڑا تھا۔ چنانچہ ۱۵۴۹ء میں وھٹا سنڈے کے تیوہار کے روز موضع سیمپفرڈ کو رٹنی میں فساد ہوگیا جو پھیلتے پھیلتے ڈیونشایر اور کارنوال کے سارے علاقہ پر چھا گیا۔ مفسدہ پردازوں نے اکیسٹر کا محاصرہ کرلیا اور لارڈ گرے نے جرمن اور اطالوی افواج کی مدد سے بڑی مشکلوں میں انہیں شکست دی۔

مغربی اضلاع کی بغاوت

اسی زمانہ میں ایک اور شورش نارفاک کی زراعت پیشہ آبادی میں برپا ہوئی۔ رعایا میں ہرجگہ بڑی بےچینی پھیلی ہوئی تھی۔ اراضی شاملات دیہ پر امرا کے متصرف ہو جانے اور غریبوں کو مزدوری نہ ملنے کے باعث ملک میں بدمعاشوں مفلسوں اور چوروں کی کثرت ہوگئی تھی اور رعایا کی اس مصیبت کو اناج کی کمی اور سکہ کے کھوٹ نے اور بھی بڑھا دیا تھا۔ ہنری ہشتم نے اپنے عہد کے اواخر میں سکہ رائج الوقت کی چاندی کو بہت کچھ مغشوش کرنے سے پچاس ہزار پاونڈ کی رقم فراہم کی تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ ہر سکے کی حقیقی مالیت اُس کی نام نہاد قیمت سے کم رہ گئی تھی اور اب چونکہ سونے چاندی کی ایک مقدار کثیر امریکہ سے آنے لگی تھی اس لئے

نارفاک میں بغاوت ۱۵۴۹ء

سکہ رائج الوقت میں کھوٹ کی ملاوٹ

سکہ کی قیمت اور بھی گھٹ گئی۔ رفتہ رفتہ ایک شلنگ کا ارز بازار صرف چھ پنس رہ گیا حالانکہ مزدوری کی شرح یعنی سکوں کی وہ تعداد جو ہر شخص کو اُس کی محنت کے معاوضہ میں ملتی تھی وہی رہی جو پہلے تھی۔ بایں ہمہ پارلیمنٹ نے ۱۵۴۷ء ایک سخت قانون آوارہ گردی کے خلاف جاری کیا جس کے گویا یہ معنی تھے کہ کرنے کو محنت بھی نہ ملے اور محنت کے معاوضہ میں روپیہ بھی دستیاب نہ ہو لیکن پھر بھی لوگ محنت کرتے اور اپنی ضروریات زندگی کے دام جیب سے نکالتے چلے جائں۔ آخر یہ سختیاں رنگ لائیں اور ۱۵۴۹ء میں رابرٹ کٹ نامی ایک کمہیک کی سرکردگی میں بیس ہزار آدمیوں نے ناروچ کے قریب جمع ہوکر شاہی افواج کو شکست دی اور مطالبہ کیا کہ غریبوں کی شکایات رفع کی جائیں اراضی شاملات سے امرا بے دخل ہوں اور وزرا برطرف کردئے جائیں۔

ایسر وارک نے جرمن فوجوں کی مدد سے اس بغاوت کو دبا دیا لیکن پے در پے اتنے بہت سے فسادوں کے پھوٹ پڑنے کے باعث سامرسٹ ہردلعزیز نہ رہا اس کے علاوہ اسی زمانہ میں اُس نے خود اپنے حقیقی بھائی امیرالبحر سیمور کو گرفتار کرکے قتل کرڈالا۔ امیرالبحر سیمور نے کیتھرائن

سامرسٹ کا قتل ۱۵۵۲ء

پار سے نکاح کرلیا تھا اور اُس کی وفات کے بعد شہزادی الزبتھ کو اپنے حبالہ عقد میں

لاتا چاہا تھا۔ بھائی کا قتل گو وہ کیسا ہی ضروری کیوں نہ ہو ایک دل دہلا دینے والا واقعہ تھا جس نے تمام قوم میں برہمی پھیلا دی اور کونسل نے محافظ سلطنت کے عہدہ سے مستعفی ہونے پر اُسے مجبور کیا۔ کونسل میں وہ اس کے بعد بھی تین سال تک شریک رہا لیکن ایمر وارک نے اُس کے اثر سے خایف ہوکر اُس پر بغاوت کا الزام قایم کرا دیا چنانچہ ۲۲ر جنوری ۱۵۵۲ء کو وہ قتل کرا دیا گیا۔

ایمر وارک محافظ سلطنت مقرر ہوتا ہے

جان ڈڈلی ایمر وارک جو اب محافظ سلطنت مقرر ہوا اُس ڈڈلی کا بیٹا تھا جو ہنری ہفتم کے لئے ہر جایز ناجائز حیلے سے روپیہ وصول کیا کرتا تھا۔ یہ شخص بڑا ہی خود غرض واقع ہوا تھا اور حکمرانی کا سلیقہ نہ رکھتا تھا لیکن خواہ اُس میں سلیقہ موجود بھی ہوتا تاہم وہ فساد جو روپیہ کی گھٹی ہوئی قیمت اور محنت کے میسر نہ آنے سے پیدا ہوگئے تھے کسی طرح رک نہ سکتے۔ پراٹسٹنٹوں کی اُسے بھی خاطر منظور تھی۔ گارڈ ینر اسقف ونچسٹر اور بانر اسقف لندن قدیم عقاید کی حمایت کی پاداش میں قلعہ لندن میں قید کر دئے گئے اور اُن کی جگہ دو پراٹسٹنٹ اساقف

دوسرا قانون وحدت عمل ۱۵۵۲ء

لیٹیمر اور رڈلے نامی مامور ہوئے۔ ۱۵۵۲ء میں ایک اور کتاب عبادت شایع کی گئی اور قانون وحدت عمل کا اجرا بھی مکرر ہوا تو عمر شہزادے کا مذہبی جوش

اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ ہسپانیہ کے ساتھ ایک خفیف سی بات پر جنگ ہوتے ہوتے رہ گئی۔ معاملہ صرف اس قدر تھا کہ شہزادہ کی بہن میری کیتھولک عقاید رکھتی تھی اور شہزادہ کو اصرار تھا کہ وہ اپنے گرجا میں اس طریقہ پر عبادت نہ کیا کرے۔

ان مذہبی خرخشوں اور نزاعوں کو چھوڑ کر جب ہم دیکھتے ہیں کہ بعض ارباب علم وفضل کو زمانہ میں غریب بچوں کی تعلیم کی فکر ہو چلی تھی تو دل کو ایک گونہ اطمینان ہوتا ہے۔ ہنری ہشتم کے عہد میں پادری کالٹ نے مدرسہ سینٹ پال کی بنا ڈالی تھی اور اب بہت سے لوگ خانگی طور پر ابتدای مدارس قایم کرنے لگے۔

ایڈورڈ ششم کے ابتدائی مدارس

ایڈورڈ ششم نے اس قسم کے پورے اٹھارہ مدارس کی بنیاد استوار کی اور مختلف خانقاہوں کو بند کر کے جو روپیہ اس طریق پر حاصل ہوا وہ ان مدارس کے لئے وقف کر دیا۔ اسقف رڈلے نے بادشاہ کے سامنے ایک وعظ کے دوران میں لندن کے غربا کے مصایب کا ذکر کیا تھا۔ بادشاہ کے قلب پر اس وعظ کا ایسا اثر ہوا کہ ۱۵۵۳ئ میں یتامی اور اولاد لقیط کے لئے بلوکوٹ اسکول یا کرایسٹ چرچ ہسپتال قایم کیا گیا۔

لیکن اب نوعمر بادشاہ کا عہد حکومت ختم ہونے والا تھا۔ اُسے سل کا مرض ہوگیا تھا اور اُس کے ندیموں

کو صاف نظر آرہا تھا کہ اس مرض صعب سے اُس کا جانبر ہونا دشوار ہے۔ وارک کو جو امراے خاندان پرسی کے ہاتھ سے بغاوت کی علت میں امارت نارتھمبرلینڈ کے نکل جانے پر ۱۵۵۱ء میں نارتھمبرلینڈ کا امیر کبیر بنا دیا گیا تھا ایک بہت بڑی مصیبت کا پہاڑ اپنے سر پر معلق نظر آیا۔ وہ جانتا تھا کہ اگر میری تخت نشین ہوئی تو رومن کیتھولک مذہب شاہی مذہب ہوجائیگا اور میں مارا جاؤں گا۔ یہ سوچ کر اُس نے ایڈورڈ سے ایک دست آویز پر دستخط کرا لئے جن میں بادشاہ نے میری اور الزبتھ اپنی بہنوں کو الگ کر کے اپنا جانشین لیڈی جین گرے کو نامزد کیا جو ہنری ہشتم کی بہن میری کی نواسی تھی۔

جانشینی کیلئے لیڈی جین گرے کی نامزدگی

لیڈی جین گرے نے چند ہی ہفتے قبل امیر نارتھمبرلینڈ کے بیٹے لارڈ گلڈ فرڈ ڈڈلی سے شادی کی تھی اور امیر موصوف کو امید تھی کہ اس طریقہ سے حکومت اُس کے گھر ہی میں رہے گی۔ ایڈورڈ کے مصاحبوں میں جتنے بڑے بڑے لوگ تھے سب نے اس دستاویز پر دستخط کر دئے اگرچہ پارلیمنٹ کی منظوری کے بغیر اس کی کوئی حقیقی قدر و قیمت نہ تھی۔ ۶ جولائی ۱۵۵۳ء کو کم سن بادشاہ کا صرف چھ سال کی حکومت کے بعد سولہ سال کی عمر میں انتقال ہو گیا۔

تم ہوئی کی
ادی ہوئی
ہنشاہ
ہوئی تھی

میری

۱۵۵۳ء لغایت ۱۵۵۸ء

بادشاہ کی آنکھیں بند ہوتے ہی نارتھمبرلینڈ نے سپاہیوں کا ایک دستہ ہنڈن کو روانہ کر دیا جو ہرٹفرڈشایر میں واقع ہے تاکہ میری کو گرفتار کرلیں اور دعوائے تخت و تاج کے لئے اُسے لندن نہ آنے دیں۔ اس کے بعد وہ چار دوسرے امرا کے ہمراہ قصر سیان ہاؤس میں گیا جہاں لیڈی جین گرے فروکش تھی آئے اور اُس کے سامنے ادب کے ساتھ جھک کر اُسے مبارک باد دی کہ آج سے خصور انگلستان کی ملکہ ہیں اس شانزدہ سالہ حسین و جمیل لڑکی کو جو زیور علم و دانش سے آراستہ تھی کبھی بھولے سے بھی تخت سلطنت پر بیٹھنے کا خیال پیدا نہ ہوا تھا اور جب امرا نے اُسے مبارک باد دی تو مارے خوف کے اُس کا دل ہاتوں اچھلنے لگا۔ پراٹسٹنٹ مذہب کا واسطہ دلاکر اُسکے مذہبی جذبات کو بہت ہی برانگیختہ کیا گیا تو جب کہیں بڑی مشکلوں میں جاکر وہ میری کی مخالفت پر آمادہ ہوگئی

لیڈی جین گرے کی تخت نشینی کا اعلان لندن میں ۱۰ جولائی ۱۵۵۳ء

نارتھمبرلینڈ نے ۱۰ر جولائی کو لندن میں اُس کے ملکہ ہونے کا اعلان کیا لیکن لوگوں نے اس اعلان کو بہت ہی بددلی اور کبیدگی سے سنا اس لئے کہ ایک تو انہیں امیر نارتھمبرلینڈ سے نفرت تھی دوسرے میری کو وہ اپنا جائز اور آئینی فرمانروا تصور کرتے تھے۔

میری بھی اس عرصہ میں بیکار نہ بیٹھی تھی۔ اُس کے ہوا خواہوں نے خفیہ طور پر اُسے تمام واقعات سے آگاہ کردیا تھا اور نارتھمبرلینڈ کے سپاہیوں کے آنے سے پہلے اُس نے فرار ہوکر امیر کبیر نارفاک کے قبیلہ میں جو خاندان ہاورڈ سے تھا جا پناہ لی تھی۔ یہاں بہت جلد ہزار ہا آدمی اُس کی خاطر مرنے مارنے کے لئے آ جمع ہوئے اور اس جم غفیر کو ہمراہ لے کردہ سیدھی لندن پہنچی جہاں لوگوں نے نعرہ ہائے مسرت و شادمانی کے ساتھ اُس کا خیر مقدم کیا۔ نارتھمبرلینڈ لندن چھوڑ کر کیمبرج چلاگیا تھا۔ اور جب کیمبرج میں میری کے ملکہ ہونے کا اعلان کیا گیا تو خود نارتھمبرلینڈ کو بھی بادل ناخواستہ اپنی ٹوپی اچھالنے اور عوام کے ساتھ خوشی کے نعرے مارنے پر مجبور ہونا پڑا۔ لیکن یہ نعرے اُس کی جان نہ بچا سکے۔ اپنے بیٹے اور بہو (لیڈی جین گرے) سمیت وہ گرفتار ہوکر قلعہ لندن میں قید کردیا گیا جہاں مہینے بھر بعد ۲۲ر

میری کی فرمانروائی کا اعلان لندن میں ۱۹ر جولائی ۱۵۵۳ئ

اگست ۱۵۵۳ء اُس کی گردن ماردی گئی اور حق یہ ہے کہ اُسکے مرنے کا کسی کو بھی افسوس نہ ہوا۔

امیر کبیر نارفاک اور پادری بانر اور پادری گارڈ مینراب قلعہ لندن کے زندان سے رہا کردئے گئے اور اُن کی بجائے پراٹسٹنٹ اسافف لیٹیمر اور کرینمر اسی زندان میں ڈال دئے گئے۔ جب پارلیمنٹ کا اجلاس ہوا تو میری کی صحت نسب کا اعلان کردیا گیا اور ایڈورڈ کے عہد کے تمام مذہبی قوانین

کیتھولک مذہب کی تجدید

یک قلم منسوخ کردے گئے۔ وہ قسیس جنہوں نے شادیاں کرلی تھیں گرجاؤں سے نکال دئے گئے۔ کتاب عبادت عمومی کا رواج ممنوع قرار پایا اورکلیساؤں میں کیتھولک طریقہ عبادت از سر نو جاری کیا گیا اگرچہ اس آخری تبدیلی پر پارلیمنٹ میں کئی دن تک مباحثہ ہوتا رہا۔ بانر لندن کا اسقف مقرر ہوا۔ گارڈ مینرکو وزارت خزانہ کا عہدہ جلیلہ تفویض کیا گیا اور ملکہ اکثر امور میں ہسپانوی سفیر سایمن رینارڈ کے مشورہ پرکاربند ہونے لگی۔

اب تک بجز لندن اور بعض دوسرے بڑے بڑے شہروں کے پرانے مذہب کے از سرنو رواج پانے سے اہل ملک عموماً مطمئن تھے۔ لیکن میری کی آرزوئیں بہت زیادہ وسیع تھیں۔ اُس کے عہد حکومت میں جو جو ظلم ہوے اور ملک پر جو جو سختیاں روارکھی گئیں اُن کی ماہیت سمجھنے اور اُن مظالم کو اُس کی نیک نیتی کا نتیجہ قرار دینے

میری کی سیرت

کے لئے ہمیں ان واقعات کا تبصرہ اُس کے نقطۂ نظر سے کرنا چاہیئے۔ وہ ایک ایماندار لیکن تنگ خیال عورت تھی جس نے بچپن سے لے کر اس وقت تک کہ اُس کی عمر سینتیس سال کی ہونے کو آئی تھی بجز سختیاں سہنے اور کڑیاں جھیلنے کے دنیا کا اور کچھ نہ دیکھا تھا۔ نسباً وہ نیم ہسپانوی تھی اور اپنی ماں اور اُس کی قوم کے ساتھ طبعاً الفت رکھتی تھی۔ جب اُسے خیال آتا تھا کہ اُس کی ماں کو بے وجہ اور بلا قصور طلاق دے دی گئی اور اُس کی آبرو خاک میں ملادی گئی اور اُس کی بجائے الزبتھ کی ماں این بولین ملکہ بنادی گئی تو اُس کے سینے پر سانپ سالوٹ جاتا تھا۔ بچپن ہی سے اُس کے دل میں یہ خیال بٹھا دیا گیا تھا کہ ان تمام مصایب و آلام کا اصلی باعث انگلستان کی طرف سے پاپاے روما کی مخالفت کا اعلان اور جدید مذہب کی ترویج ہے۔ باپ کا سلوک اس کے ساتھ ہمیشہ بے دردانہ رہا اور اُس کی سوتیلی بہن الزبتھ جسے وہ کبھی شہزادی کہہ کر نہ پکارتی تھی انگلستان کی آئندہ ملکہ نامزد کی گئی۔ اس کے بعد شہزادہ ایڈورڈ پیدا ہوا جو دونوں بہنوں کو الگ کرکے خود مالک تخت و تاج ہوگیا اور عمر بھر میری کو اپنے مذہب سے کنارہ کش ہونے پر مجبور کرتا رہا۔ ان حالات میں اگر اُس کا دل تمام اُن اشخاص کی طرف سے جو اس پر سختیاں کرتے رہے خون ہو تو اُس میں تعجب کی کیا بات ہے؟

اب اُس کے بھائی کی موت سے سارا نقشہ ہی بدل گیا۔ لوگ نارتھمبرلینڈ کے برتاؤ سے تنگ آئے ہوے تھے۔ میری کا تخت پر بیٹھنا تھا کہ ہر طرف سے مبارک سلامت کی آوازیں آنے لگیں۔ زندگی بھر میں یہ پہلا موقع تھا کہ اُسے آزادی نصیب ہوی اور اختیارات بھی حاصل ہوئے۔

ملکہ کے عقد کی تجویز

میری کی بڑی آرزو یہ تھی کہ کسی طرح انگلستان میں پاپا کے اختیارات پھر بحال ہو جائیں چنانچہ جب رینا رڈ نے اُس کو یہ مشورہ دیا کہ اس مقصد کی تکمیل کی بہترین شکل یہ ہے کہ وہ اپنے ابن عم فلپ شاہ ہسپانیہ خلف شہنشاہ چارلس پنجم (دیکھو صفحہ) سے شادی کر لے جو کیتھولک مذہب کا سب سے بڑا حامی ہے تو اُس نے اس مشورہ کو بڑی توجہ سے سنا۔ غرض میری کی نسبت فلپ سے ٹھیر گئی لیکن پارلیمنٹ کو اور ساری قوم کو یہ رشتہ بہت ہی ناگوار گزرا اس لئے کہ عام خواہش یہی تھی کہ اُس کا عقد ایڈورڈ چارم کے پروتے ایڈورڈ کورٹنے ایرل ڈیون سے ہو۔ شاہ ہسپانیہ کے ساتھ ملکہ کے نکاح ہو جانے سے لوگوں کو خطرہ اس بات کا تھا کہ ممکن ہے کہ اُسے بہت زیادہ اختیارات حاصل ہو جائیں اور ہسپانیہ کی طرح وہ یہاں بھی محنہ کا ظالمانہ محکمہ قایم کر دے۔

ملکہ کے رشتہ کی تجویز نے ملک بھر میں ایک کھلبلی سی ڈال دی۔ ڈیون شایر ویلز اضلاع متوسط اور کینٹ میں

ایک سازش ہوئی کہ امیر ڈیوں سے شہزادی الزبتھ بیاہ دی جائے اور میری کے بجائے اُن دونوں کو تخت پر بٹھایا جائے۔ اس سازش کا جال تو بڑا وسیع تھا

وایٹ کی بغاوت
ماہ فروری ۱۵۵۴ء

لیکن شرکائے سازش کی بد انتظامی کے باعث صرف ضلع کینٹ کی آبادی ہی نے ایک بہادر مقامی سردار سرٹامس وایٹ کی سرکردگی میں سر اٹھایا۔ مفسدہ پردازوں نے دریائے ٹیمز کے تمام جہازوں اور توپوں پر قبضہ کرلیا اور سپاہ ردیف بھی جسے امیر نارفاک ان کے مقابلہ کے لئے لایا تھا اپنے سپہ سالار کا ساتھ چھوڑ کر "وایٹ کی جے! وایٹ کی جے!" پکارتی ہوئی باغیوں سے جا ملی۔ اس نازک موقع پر شکست کو فتح سے مبدل کرنے کا سہرا خود میری کے سر رہا۔ گھوڑے پر سوار ہوکر وہ مردانہ وار گلڈہال میں پہنچی اور ایک پرجوش تقریر سے اہل شہر کے جذبہ وفاداری کو ابھار کر اُن سے وعدہ کیا کہ میں پارلیمنٹ کی مرضی بغیر ہرگز شادی نہ کروں گی۔ وایٹ جب فروری کی تیسری تاریخ کو لندن پہنچا تو پچیس ہزار تیغ آزماؤں کو اپنے مقابلہ میں سینہ سپر پایا۔ اس زبردست جمعیت کے مقابلہ میں زک اٹھاکر وہ ٹمپل بار میں گرفتار ہوا اور قلعہ لندن میں قید کر دیا گیا۔

میری کا انتظام نہایت خوفناک تھا۔ اُس وقت تک

لیڈی جین گرے کو اُس نے چھوڑ رکھا تھا لیکن اب وہ ناشاد خاتون اور اُس کے خاوند کے قتل پر آمادہ ہوگئی۔ چنانچہ دونوں کے دونوں ۱۲ر فروری ۱۵۵۴ء کے روز قتل کردئے گئے۔ امیر گرے امیر سفاک سر ٹامس وایٹ اور بعض دوسرے اکابر کا سر اس کے چند دن بعد قلم ہوا۔ اور طبقہ عوام کے ایک سو سے اوپر افراد سولی پر لٹکا دئے گئے۔ شہزادی الزبتھ قلعہ لندن میں قید کردی گئی اور رینارڈ کی خواہش تھی کہ اس کا بھی کام تمام کردیا جائے لیکن وزیر خزانہ گارڈینر کی سفارش سے اُس کی جان بچ گئی قلعہ لندن سے نکال کر اُسے سرکاری پہرے میں پہلے قصر ووڈسٹاک میں رکھا گیا جو آکسفرڈ شایر میں واقع ہے اور وہاں سے وہ بعد ازاں ہٹ فیلڈ میں منتقل کردی گئی جو ہرٹفرڈ شایر کے مضافات سے ہے۔

لیڈی جین گرے اور دیگر اشخاص کا قتل

ان خونریزیوں کے چند مہینے بعد جولائی ۱۵۵۴ء میں میری کا عقد فلپ سے ہوگیا۔ یہ شادی کچھ بامراد اور مسرت افروز نہ ثابت ہوی۔ پارلیمنٹ کو فلپ کے سر پر تاج انگلستان رکھنے سے انکار تھا اُدھر فلپ کے دل میں اپنی ادھیڑ عمر کی بی بی کی الفت موجود نہ تھی اگرچہ وہ ہمیشہ اُس سے بہ اخلاق پیش آتا رہا۔ اولاد نرینہ کی تمنا میں فلپ نے ایک سال کا زمانہ انگلستان میں گزارا لیکن آخر مایوس ہوکر اپنے ملک کو واپس چلا گیا۔ ادھر میری اپنے

ملکہ کا عقد ماہ جولائی ۱۵۵۴ء

منصوبوں کی تکمیل میں برابر مصروف تھی۔ کسی نہ کسی طرح
اُس نے ایک ایسی پارلیمنٹ کا انتخاب کرا ہی لیا جو بہت
پاپا کے وکیل مطلق کی آمد
کچھ اس کی مرضی کی تابع تھی اور یہ پارلیمنٹ
اس بات پر رضامند ہوگئی کہ پاپا کا ایک وکیل
مطلق دربار انگلستان میں موجود رہے۔ چنانچہ کردنیال پول بڑے
کروفر کے ساتھ جہاز پر سوار دریائے ٹیمز میں داخل ہوا۔ اُسکے
جہاز کے اگلے حصہ پر چاندی کی ایک صلیب نصب تھی۔ اور
جب اُس نے دارالامرا اور دارالعوام کے اراکین کو پاپا کی
طرف سے فرمان معافی سنایا تو سب کے سب گھٹنوں کے
بل اُس کے سامنے جھک گئے۔ یہ کردنیال پول اس رئیسہ
سالسبری کا بیٹا تھا جو ہنری ہشتم کے عہد میں قتل ہوی
تھی ۱۵۵۶ء میں وہ کنٹربری کا صدر اسقف مقرر ہوا۔

امرا کی طرف سے کلیسا کی جائداد کی بحالی کا انکار
اور شاہی کونسل میں اُس کا بڑا درجہ ہوگیا
لیکن پاپا کو انگلستان پر اب کوئی حقیقی اختیار
حاصل ہونا بہت مشکل تھا اس لئے کہ ہنری ہشتم نے
خانقاہوں کی جائدادیں اپنے امرا میں بانٹ دی تھیں۔ پاپائے
پال چہارم نے اگرچہ انگلستان کو اپنے فرمان عمومی کے اطلاق
سے مستثنی کردیا تھا کہ تمام مذہبی اوقاف کلیسا کو واپس
دئے جائیں مگر میری نے تمام وہ جائداد جس پر اُس کا
قبضہ تھا اپنی خوشی سے واپس کردی۔ امرا کو اب یہ خوف
ہوا کہ اگر پرانا دستور پھر رایج ہوگیا تو نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک

نہ ایک دن سارا مال غنیمت اُن کے قبضہ سے نکل جائیگا
غرض انہوں نے آپس میں ایکا کرکے عہد کیا کہ جب تک
اُن کی کمر میں نیام اور نیام میں تلوار موجود ہے وہ اپنی
جائدادوں کو ہاتھ سے نہ جانے دیں گے۔ میری کو بھی معلوم
ہوگیا کہ ملک میں ایک زبردست جماعت ایسی موجود ہے
جو پاپا کے غلبہ اقتدار کی دل سے مخالف ہے

بایں ہمہ میری اس بات کو اپنا فرض سمجھتی رہی کہ دین
مقدس کے رستے میں روڑا اٹکانے والے تمام ملحدوں کا
قلع و قمع کردیا جائے۔ کردنیال پول خود تو ایک رحم دل
اور میانہ رو شخص تھا اور اگر اُسی کی راے پر تمام معاملات
محول ہوتے تو میری اس قدر جبر و تشدد نہ کرتی لیکن پول

فرقہ پراٹسٹنٹ پرسختیاں ۱۵۵۵ء نہایت ۱۵۵۵ء

پاپا سے پال چہارم سے جو سخت متعصب واقع
ہوا تھا بہت ہی ڈرتا تھا۔ فرقہ لالرڈ کے
خلاف ہنری چہارم اور ہنری پنجم کے عہد میں جو قوانین
جاری کئے گئے تھے اُن کا اجرا از سر نو عمل میں آیا اور سینٹ
پال کے گرجا کا ایک پادری راجرس اور گلاسٹر کا اسقف ہوپر
ماہ فروری ۱۵۵۵ء میں زندہ جلا دئے گئے۔ ان کے بعد جلد جلد
اوروں کی باری آنے لگی۔ چار شخص اپریل اور مئی میں جلائے
گئے۔ چھ جون میں۔ گیارہ جولائی میں اور اٹھارہ اگسٹ میں
غرض مذہب کے نام پر جان قربان کرنے والوں کا شمار
بڑھتا ہی جاتا تھا۔ اکتوبر کے مہینے میں لیٹمر اور رڈلے زنجیروں

سے پشت بہ پشت جکڑے ہوئے اُسی چتا پر جلنے کے لئے آئے جو پہلے ہی اتنی بھینٹیں لے چکی تھی۔

رڈلی اور لیٹمر جب جلتی آگ کے شعلوں میں جھونکے جانے لگے تو لیٹمر نے اپنے ساتھی سے مخاطب ہوکر کہا کہ بھائی رڈلی ہمت نہ ہارو اور مردانہ وار جان دو آج اس آگ میں جل کر ہم انگلستان میں وہ مشعل روشن کریں گے جو خدا کے فضل سے کبھی گل ہونے میں نہ آئے گی۔ جو کچھ

لیٹمر رڈلی اور کریمنر کا زندہ جلایا جانا

لیٹمر نے کہا تھا اُس کا حرف حرف پورا ہوکر رہا اہل انگلستان کے لئے بحث طلب بات یہ نہ تھی کہ کونسا مذہب سچا ہے اور کونسا جھوٹا ہے۔ سوال یہ تھا کہ آیا کسی شخص کو یہ حق حاصل ہے یا نہیں کہ اپنی ضمیر کی تلقین کے لحاظ سے کسی عقیدے پر قایم رہے اور اگر یہ حق حاصل ہے تو اس میں اس قدر طاقت ہے یا نہیں کہ اس حق کی حمایت میں سینہ سپر ہو سکے۔ لیٹمر اور رڈلی کے بعد ۱۵۵۶ء میں صدر اسقف کریمنر بھی جلا دیا گیا۔ کریمنر نے ایک موقع پر کمزوری دکھا کر اپنے عقاید سے رجوع کیا تھا اور توبہ نامہ پر دستخط کر دئے تھے۔ اب اس ارتداد کے کفارہ کا وقت آیا چنانچہ جب اُسے چتا کے پاس لائے تو اُس نے سب سے پہلے اپنا دہنا ہاتھ جو توبہ نامہ پر دستخط ثبت کرنے کا مجرم تھا لپکتے شعلوں میں دے دیا۔ ان اشخاص کے زندہ جلنے سے جو رو جفا کے اندھیرے گھپ میں صداقت

اور جرأت کی وہ شمع روشن ہوی جو آج تک برابر نور افشان ہے۔غرض تین سال کے اندر اندر کم سے کم دو سو اسّی (۲۸۰) راست باز اور خدا ترس اشخاص اپنے مذہب پہ قایم رہنے کی علت میں ہلاک کئے گئے۔ اُن کی ہلاکت رایگاں نہ گئی اس لئے کہ ان ہیبت ناک واقعات سے خایف ہوکر نہ صرف یہ کہ بہت سے نیک نفس لوگ وطن چھوڑ کر فرینکفرٹ اور جینوا میں جا بسے بلکہ انگلستان کی کیا کیتھولک اور کیا پراٹسٹنٹ آبادی کو یہ خیال پیدا ہوگیا کہ کسی فرمانروا کو اختلاف عقاید کی بناپر رعایا کی جان لینے کا اختیار حاصل ہونا کس درجہ خطرناک ہے۔

لوگوں میں اب ملکہ کی خرابی صحت کے متعلق سرگوشیاں ہونے لگیں اور چپکے چپکے اس تمنا کا اظہار ہونے لگا کہ خدا کرے یہ ظالم ملکہ جلد مرے اور ملک کو پھر چین نصیب ہو۔ ۱۵۵۷ء میں فلپ کے دوسرے سفر انگلستان سے بھی صورت حالات میں کچھ اصلاح نہ ہوی۔ اس کے آنے کا

کیلے کا انگریزی قبضہ نکل جانا ۱۵۵۸ء

مقصد یہ تھا کہ میری کو سمجھا بجھا کر فرانس پر فوج کشی کرنے میں اپنے ساتھ شریک کرلے شاہی کونسل میں جب یہ معاملہ بحث کے لئے پیش ہوا تو اراکین کونسل نے سخت مخالفت کی۔ لیکن آخر میری کی رائے غالب آئی اور بشرکت ہسپانیہ فرانس پر حملہ کردیا گیا۔ آگے چل کر اپنی اس ہٹ کا میری کو بے حد رنج ہوا اس لئے

کہ ۱۵۵۸ء میں کیلے کو جس کی حفاظت پر کافی فوج مامور نہ تھی دو سو سال سے بھی زیادہ عرصہ تک انگریزی قبضہ میں رہنے کے بعد فرانسیسیوں نے دوبارہ فتح کرلیا۔ جب اُس کے کچھ ہی دن بعد گسنے کا قلعہ جو نواح کیلے میں واقع ہے غنیم کے حوالے ہوا تو براعظم یورپ میں انگریزوں کے پاس ایک چپہ زمیں بھی باقی نہ رہی۔ کہتے ہیں کہ میری کو جب ان شکستوں کی خبر پہنچی تو بے اختیار اُس کے منہ سے نکلا کہ جب میں مروں گی تو کیلے کا نام میرے دل پہ نقش ہوگا میری کی صحت ایک مدت سے خراب چلی آتی تھی۔ انہیں ایام میں ایک قسم کا بخار لوگوں میں پھیل گیا اور وہ بھی اس میں مبتلا ہوکر ۱۷ر نومبر ۱۵۵۸ء کو جہان سے گزر گئی۔ یہ ایک عجیب اتفاق ہے کہ اس کی وفات کے بائیس گھنٹے بعد کردنیال پول کا بھی انتقال ہوگیا۔

پندرھواں باب
دورِ فرخی و فراخی
الزبتھ
۱۵۵۸ء لغایت ۱۶۰۳ء

شہزادی الزبتھ بیٹ فلیڈ کے چمن میں ۱۷ر نومبر ۱۵۵۸ء کو ایک درخت کے نیچے بیٹھی ہوی تھی کہ قاصد نے آکر اُسے ملکہ انگلستان ہونے کا مژدہ سنایا - یہ خوش خبری سنتے ہی وہ گھٹنوں کے بل گر کر خدا کا شکر بجالائی اور کہنے لگی کہ خدایا یہ سب تیرا فضل ہے تیری شان کے قربان جائیے۔ جلوس کے بعد جب اُس کے نام کا سکہ چلا تو طلائی سکوں پر اُس نے یہی الفاظ نقش کرا دیئے اور اُس کے سارے عہد حکومت میں سونے کے اسیطرح کے سکوں کا رواج رہا۔

جو اوصاف پیرایۂ نسائیت ہیں اُن سے الزبتھ عاری تھی اور اس لحاظ سے اُس کی بہت سی بڑی بڑی لغزشیں گنائی جاسکتی ہے لیکن ایک ملکہ ہونے کی حیثیت سے اُس کا حق ستایش ہم سے پورا ادا نہیں ہوسکتا۔ اپنے خسروانہ فرایض

سے وہ مدت العمر جس طریقہ پر عمدہ برا ہوتی رہی اُس کا ذکر اپنے عہد کے خاتمہ پر خود اپنی زبان سے اُس نے اس طرح کیا ہے اور حق یہ ہے کہ ان الفاظ کا حرف حرف سچائی میں ڈوبا ہوا ہے "میں ہمیشہ قیامت والے دن کو پیش نظر رکھتی رہی ہوں اور اس طرح حکومت کرتی رہی ہوں کہ گویا مجھے ایک احکم الحاکمین کی حضور میں اپنے افعال و اعمال کے لئے جواب دہ ہونا ہے اور میں اسی بزرگ و برتر پروردگار کے عدل کو اپنا گواہ قرار دیتی ہوں کہ میرے دل میں کبھی بھی کوئی خیال ایسا نہیں گزرا جس سے میری رعایا کی فلاح کا پہلو نہ نکلتا ہو" باپ کی

الزبتھ کی سیرت

طرف سے اُسے استقامت جراءت اعتماد علی النفس اور شوق ہر دلعزیزی کے اوصاف ترکہ میں ملے تھے۔ اُسکے علاوہ وہ باپ ہی کی طرح ان لوگوں کے ساتھ جو اُسکی اطاعت کا دم بھرتے تھے بہت کم مخلصانہ برتاؤ کرتی تھی اور بہت کم اُن کی احسانمند ہوتی تھی۔ ماں کی سیرت سے اُسے زندہ دلی۔ شوق خوش لباسی اور البیلے پن کا حصہ ملا تھا۔ خود بینی کا عیب دونوں کی جانب سے اُس کی مشترک میراث تھا۔ لیکن الزبتھ خود بینی اور ناز آفرینی ہی کی جیتی جاگتی تصویر نہ تھی ایک وسیع قلمرو کی ملکہ ہونے کے لحاظ سے اُسے اپنے شاہانہ فرائض اور ذمہ داریوں کا گہرا احساس تھا۔ عقل خداداد کی رسائی سے اُس نے ہمیشہ

اچھے مشیروں کا انتخاب کیا۔ اور اپنی رعایا کی فلاح و بہبود کے لئے جو باتیں اکثر اُسے سوجھ جایا کرتی تھیں وہ خود اُن کے ذہن میں بھی نہ آتی تھیں۔ اُس کو یہ کٹھن کام انجام دینا تھا کہ تخت سلطنت کو اپنی ذات کے لئے محفوظ رکھکر مملکت کو بدیسی دشمنوں کے پنجے سے چھڑائے بھاری بھاری محصول کم کردے۔ اور نظام سلطنت کے دینی و دنیوی عناصر کی بے ترتیبی کو رفع کر کے از سرنو امن و اماں قایم کرے تاکہ انگریزی قوم مضبوط و متحد ہو جائے۔ اس کار اہم کے سرانجام دینے میں اگر اکثر موقعوں پر اُس سے ناراستی اور تلون ظاہر ہوتا تھا تو جیسا کہ وہ خود کہا کرتی تھی اُس کا یہ عذر ایک حد تک قابل پذیرائی ہے کہ کیا کروں عورت ذات ہوں اور کمزور ہوں بڑے بڑے زبردست دشمن گھات میں ہیں اُن کا توڑ مجھے ہر حیلے کرنا ہی پڑتا ہے۔

انگلستان کی ابتر حالت

الزبتھ جب تخت پر بیٹھی ہے تو انگلستان کی حالت بہت ہی ابتر ہو رہی تھی۔ کلیسا کے اوقاف سے دست کش اور فرانس کے ساتھ ایک تباہ کار جنگ میں مصروف ہوکر میری نے خزانہ بالکل خالی کر دیا تھا۔ رعایا پر جو خوفناک مذہب تشدد روا رکھا گیا تھا اُس سے تنگ آکر اچھے اچھے لوگ گھر بار چھوڑ کر غیر ممالک میں چلے گئے تھے اور ملک بغاوت پر آمادہ ہوگیا تھا۔ رعایا میں عام بے چینی پھیلی ہوی تھی۔ جان و مال خطر میں تھے

بیرونی حملے کا خدشہ ان اندرونی مصائب پر مستزاد تھا۔ آیرلینڈ میں خانہ جنگی کی آگ الگ بھڑک رہی تھی اور اسکاٹلینڈ کی ملکہ میری اسٹارٹ نے جو ولیعہد فرانس سے عقد کرچکی تھی الزبتھ کو اولاد ناجایز قرار دے کر تخت انگلستان پر اپنا حق الگ جما رکھا تھا۔ براعظم یورپ میں کیتھولک اور پراٹسٹنٹ گروہوں کے درمیان ایک بہت بڑی کشمکش برپا تھی جو الزبتھ کے زمانہ میں برابر جاری رہی۔ ہنری دوم تاجدار فرانس اپنی پراٹسٹنٹ رعایا کی بیخ کنی کے لئے جد وجہد کر رہا تھا اور فلپ ہسپانیہ میں ملحدوں کو آگ کا زندہ ایندھن بنانے میں مصروف تھا۔ فلپ کو چونکہ فرانس کا کھٹکا لگا ہوا تھا اس لئے ابتدا ابتدا میں اس کے تعلقات الزبتھ کے ساتھ بظاہر مخلصانہ رہے اگرچہ وہ اُس کا حقیقی بہی خواہ کبھی بھی نہ تھا اس کے علاوہ یاد ہوگا کہ فلپ کے باپ چارلس پنجم کو ہالینڈ کا علاقہ اپنی دادی میری رئیسۂ برگنڈی سے جس نے شہنشاہ میکیلیس سے شادی کرلی تھی ترکہ میں ملا تھا۔ اہل ہالینڈ نے چونکہ پراٹسٹنٹ مذہب اختیار کرلیا تھا اور یہ لوگ نہایت پختہ عقاید رکھتے تھے اس لئے فلپؑ دوم کی حکومت اور اُس کے سررشتہ احتساب عقاید کی سختیاں اُنہیں دوبھر گزرنے لگی تھیں۔ یہ بھی بالواسطہ فلپ کے الزبتھ سے کشیدہ ہو جانے کی ایک نئی وجہ ہوگئی۔ غرض یورپ اس وقت دو مخالف گروہوں کا اکھاڑا بنا ہوا تھا۔ ایک طرف کیتھولک

براعظم یورپ میں مذہبی کشمکش

تھے دوسرے طرف پراٹسٹنٹ اور پاپائے پال چہارم جس نے بزمانہ حکومت میری انگلستان میں اپنا بہت ساکھویا ہوا اقتدار پھر حاصل کرلیا تھا اس انتظار میں تھا کہ الزبتھ کس فریق کا ساتھ دیتی ہے۔

الزبتھ نے دانشمندی کی راہ سے اول اول دونوں میں سے کسی فریق کا ساتھ نہ دیا۔ میری کی کونسل میں جو ارکان سلطنت شریک تھے ان میں سے اکثر کو الزبتھ نے اپنی اپنی خدمتوں پر بحال رکھا اور اُن میں ایک بیدار مغز مدبر سر ولیم سیسل کا اضافہ کردیا جو آگے چل کر لارڈ برلے کے لقب سے ملقب ہوکر صدر اعظم کے درجہ پر فائز ہوا اور مدت العمر اُس کی خدمات

صدر اعظم سر ولیم سسل

وفاداری سے بجالاتا رہا۔ آئین اور ضابطہ کے خلاف وہ کوئی بات نہ کرنا چاہتی تھی چنانچہ جب کلیسا کے طریقہ عبادت کے بدلنے کا سوال پیدا ہوا تو اُس نے صاف کہہ دیا کہ جب تک پارلیمنٹ کے اجلاس میں اس مسئلہ پر پوری طرح غور نہ ہولے میں خود کوئی حکم اس بارہ میں صادر نہیں کرسکتی۔ ساتھ ہی اُس نے یہ اعلان کردیا کہ رعایا کی آزادی ضمیر میں کوئی مداخلت نہ کیجائیگی بلکہ ہر شخص کو اختیار ہوگا کہ جس عقیدے پر چاہے قایم رہے لیکن شرط یہ ہے کہ عبادت کا جو عام طریقہ قانوناً مقرر ہو اُس کی پیروی برابر کیا کرے

جب ۲۵ جنوری ۱۵۵۹ء کو پارلیمنٹ کا اجلاس منعقد ہوا تو اسکے سب سے پہلا کام یہ تھا کہ الزبتھ کے جایز اور حقیقی ملکہ

انگلستان ہونے کا اعلان کر کے قوانین اعتلا و وحدت عمل نافذ کئے پہلے قانون کی رو سے ہر پادری کا فرض تھا کہ امور دینیہ میں ملکہ کی سیادت کا حلف اٹھائے۔ دوسرے قانون کے بموجب ایڈورڈ ششم کی کتاب "عبادت عمومی" بعض ترمیمات کے ساتھ جن سے فریق کیتھولک کی دل جوئی مقصود تھی از سرنو رایج کی گئی اور تمام لوگ گرجاؤں میں عبادت کے لئے اوقات مقررہ پر حاضر ہونے یا بھاری جرمانہ بھرنے پر مجبور کئے گئے

حلف سیادت

اساقف پکے کیتھولک تھے جن کے عقیدے میں دینی سیادت کا مرتبہ صرف پاپا کو حاصل تھا۔ اسلئے بجز ایک کے باقی سب نے حلف سیادت اٹھانے سے انکار کردیا چونکہ اس انکار کے صریح معنی یہ تھے کہ وہ ملکہ کو اپنا پیشوا نہیں تسلیم کرتے لہذا وہ اپنی اپنی خدمتوں سے محروم کئے گئے اور انکی بجائے پر اٹسٹنٹ اساقف کا تقرر عمل میں آیا۔ لیکن الزبتھ نے اس بارہ میں کمتر درجہ کے پادریوں پر زیادہ دباؤ ڈالنا مناسب نہ سمجھا۔ چنانچہ جو پادری حلف اٹھانے نہ آئے اُن کی غیرحاضری نظر انداز کردی گئی اور اکثر مقامات میں گھروں کے اندر کیتھولک طریقہ پر عبادت ہوتی رہی اگرچہ گرجاؤں میں یہ طریقہ ممنوع تھا پیتھو پارسر جو ایک محتاط و معاملہ فہم عالم تھا کنٹربری کا صدر اسقف مقرر ہوا۔ غرض اس طرح ایک عرصہ تک الزبتھ اُن مذہبی مناقشات سے پہلو بچاتی رہی جنہوں نے بیرونی ممالک کو تہ وبالا کر رکھا تھا۔

اسکاٹلینڈ نے الزبتھ کے لئے ایک اور مشکل پیدا کردی۔ میری
اسٹوارٹ چونکہ اب فرانس کی ملکہ ہوگئی تھی اس لئے اُس کی
ماں میری رئیسۂ گایز نائب السلطنتہ ہونے کی حیثیت سے
اسکاٹلینڈ پر حکمراں تھی۔ یہ ملک کئی سال سے بتدریج پراٹسٹنٹ
مذہب اختیار کررہا تھا۔ امرا کلیسا اور خانقاہوں کی دولت واقتدار
کو نگاہ رشک سے دیکھتے تھے اور یہی وجہ تھی کہ اُن میں سے
اکثر مذہب جدید کی اشاعت کے حامی تھے۔ عہد سابق کے مظالم
سے تنگ آکر انگلستان کے جو پراٹسٹنٹ اسکاٹلینڈ چلے آئے تھے
اُن کا خیر مقدم تپاک سے کیا گیا تھا۔ طبیعت کے سخت اور

اسکاٹلینڈ کی حالت

دھن کے پکے ہونے کی وجہ سے اسکاٹلینڈ والے
معاملہ مذہب میں انگریزوں سے بھی دو قدم آگے
نکل کر جینوا کے نئے مصلح مذہب جان کیلون کے پیرو ہو گئے
تھے۔ ۱۵۵۷ء میں امرا کے ایک انبوہ کثیر نے ایڈنبرا میں جلسہ
کرکے آپس میں عہد کیا کہ ایک دوسرے کا ساتھ دیں گے
اور نئے عقیدے کی تبلیغ میں سرگرمی سے ساعی ہوں گے
جس معاہدہ پر انہوں نے دستخط کئے تھے وہ "پیمان اول" کہلاتا
ہے اور انہوں نے اپنے لئے "امرائے جماعت" کا امتیازی لقب
تجویز کیا۔ میری رئیسۂ گایز جو ایک کٹر کیتھولک تھی ان سرگرمیوں

اسکاٹلینڈ کے امرا جماعت ۱۵۵۹ء

کو کب ٹھنڈے دل سے دیکھ سکتی تھی۔ اُس نے
جدید عقاید کا استیصال بجبر کرنا چاہا۔ اس پر مشہور
پیرو کیلون واعظ جان ناکس کے اتباع میں لوگوں نے

گرجاؤں میں مورتوں کو توڑ پھوڑ ڈالا اور ۱۱ مئی ۱۵۵۹ء کو کھلم کھلا فساد پر آمادہ ہوگئے۔ نائب السلطنتہ نے اپنی حکومت ایک فرانسیسی فوج کی مدد سے قایم رکھنی چاہی لیکن امرائے جماعت نے ایڈنبرا پر قبضہ کیا اور وہاں ایک پارلیمنٹ منعقد کی اپنے پرانے حلیفوں یعنی فرانسیسیوں کی گرفت سے اب وہ آزاد ہونا چاہتے تھے اور بحث و مباحثہ کے بعد بالاتفاق یہی رائے قرار پائی کہ الزبتھ سے مدد مانگنی چاہئے۔

الزبتھ نے پہلے تو تامل کیا اس لئے کہ وہ باغیوں کو حکومت کے مقابلہ میں مدد دینا پسند نہ کرتی تھی۔ لیکن اسکاٹلینڈ میں ایک فرانسیسی فوج کا موجود ہونا خود انگلستان کے لئے بہت بڑے خطرے کا موجب تھا۔ اس لئے بہت کچھ سوچ بچار کے بعد اس نے آخرکار انگریزی بیڑے کو خلیج فورتھ میں بھیج دیا اور لارڈ گرے کی کمان میں آٹھ ہزار فوج محاصرہ لیتھ میں کمک دینے کے لئے روانہ کی۔ انہیں ایام میں نائب السلطنتہ ملکہ کا انتقال ہوگیا اور امرا کی اس مجلس نے جو حکومت کے انتظام کی ذمہ دار ہوی تھی ایڈنبرا میں ایک معاہدہ پر دستخط کر دئے جس کی رو سے فرانسیسیوں نے تو اسکاٹلینڈ خالی کر دینے کا وعدہ کیا اور امرا نے یہ ذمہ لیا کہ میری اسٹوارٹ تاج انگلستان کا دعویٰ نہ کرے گی۔ لیکن میری خود اس معاہدہ کی تصدیق پر کسی طرح رضامند نہ ہوئی اس پر اسکاٹلینڈ کی پارلیمنٹ نے ۲۵۔ اگست ۱۵۶۰ء کو پورے

عہدنامہ ایڈنبرا
جولائی ۱۵۶۰ء

غلو کے ساتھ پراٹسٹنٹ عقاید کا قانوناً اعلان کیا اور اسی زمانہ

میری ملکہ اسکاٹلینڈ کی معاودت۔ اگست ۱۵۶۱ء

سے اسکاٹلینڈ کا مذہب پراٹسٹنٹ ہے چند ماہ بعد دسمبر ۱۵۶۰ء میں میری کا فرانسیسی شوہر شاہ فرانس ثانی وفات پا گیا اور اگلے سال وہ بحالت بیوگی اپنے وطن واپس آئی تاکہ ملکہ اسکاٹلینڈ ہونے کی حیثیت سے حکومت کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے۔ لیکن الزبتھ کو سردست اُس سے کچھ اندیشہ نہ تھا اس لئے کہ تمام پراٹسٹنٹ امرا اُس کے طرفدار تھے۔

انگلستان کو اس اثنا میں داخلی امن و امان کی وجہ سے خوش حالی کا موقع مل رہا تھا۔ کلیسا کے اوقاف پر دوبارہ قابض ہوجانے اور اخراجات میں کفایت کرنے سے خزانہ پھر معمور ہوگیا۔ اس کے ساتھ ہی کھوٹے سکوں کا چلن روک دینے اور روپیہ کو ازسرنو اصلی قیمت پر چلانے سے سیسل نے رعایا کو ایک بار گران سے

انگلستان کی خوش حالی

سبکدوش کردیا۔ ۱۵۶۱ء میں ایک کمیشن رعایا کی عسرت و پریشان حالی کے اسباب کی تحقیقات کے لئے مامور کیا گیا اور ۱۵۶۲ء میں ہر شہر کے رئیس بلدیہ اور ہر گاؤں کے داروغہ کلیسا کو حکم دیا گیا کہ اپنے اپنے علاقہ کی آبادی سے اس علاقہ کے غربا کی پرورش کے لئے چندہ اکھٹّا کرکے ایک سرمایہ قایم کریں۔ یہ گویا پہلے "ضابطہ مساکین" کے نفاذ کی ابتدا تھی جس کی توثیق ۱۶۰۱ء پارلیمنٹ کے ایک قانون سے عمل میں آئی اور جو ۱۸۳۴ء تک نافذ رہا۔ اگرچہ آگے چل کر یہ ضابطہ رعایا کے لئے ایک ناقابل برداشت بوجھ ہوگیا

ضابطہ ساکین سنہ ۱۵۶۳ع

لیکن اس زمانہ میں اس کا نفاذ ہر پہلو سے قرین مصلحت تھا اور قیام امن میں اس سے بڑی مدد ملی۔

ترقی زراعت

لیکن رعایا کی خیر و فلاح میں الزبتھ کی جن دانشمندانہ تدابیر نے سب سے زیادہ حصہ لیا وہ یہ تھیں کہ ایک تو اس نے جبر و استبداد کی ہیبت مٹادی دوسرے ناتوانوں کی جائداد کو تواناؤں کی دستبرد سے محفوظ کردیا۔ مالکان اراضی اور شرفائے طبقۂ متوسط اب اپنی زمین داریوں کا انتظام بہت اچھی طرح کرنے لگے مختلف قسم کی کھادوں کے استعمال پر توجہ ہونے لگی اور ایک کھیت میں مختلف فصلیں بدل بدل کر بونے کے طریقہ پر عمل ہونے لگا۔ البتہ یہ ایک بہت بڑی خرابی تھی کہ پہلے کی طرح مزدوروں کے پاس خود اپنی زمینیں نہ تھیں پھر بھی بہترین طریقہ کاشت کے رواج سے فصلوں کی پیداوار زیادہ ہونے لگی اور کھیتوں میں زیادہ مزدور کام پر لگائے جانے لگے۔

صنعت و حرفت دستکاری اور تجارت میں بھی جان پڑنے لگی اور محنت کرنے والوں کے لئے اس طور پر معاش کی ایک نئی صورت نکل آئی۔ مذہبی دارو گیر سے تنگ آکر ندرلینڈ کے بہت سے دستکار نقل مکان کرکے انگلستان چلے آئے اور انگریزوں نے ان سے نفیس ترسوتی اور ریشمی کپڑا بننے صابن اور تدہین کے لئے روغن تیار کرنے اور اپنا کپڑا

تجارت اور صنعت وحرفت

خود رنگنے کا ہنر سیکھ لیا۔ شمالی علاقے کے شہر خوش حال اور متمول ہو چلے اور مانچسٹر کا موٹا اونی کپڑا۔ ہیلی فکس کا سوتی پارچہ اور شفیلڈ کے چاقو چھریاں اپنی ساخت کی پایداری اور نفاست میں مشہور ہوگئیں اس کے علاوہ جو تجارتی مال اور روپیہ پہلے اطراف و اکناف عالم سے سیدھا انٹورپ جایا کرتا تھا اب براہ راست انگلستان آنے لگا۔ طلا ونقرۂ خام امریکہ سے خاک طلا اور عاج افریقہ سے اور ریشمی اور سوتی تھان دیلد مشرق سے آ آکر لندن کی منڈیون میں فروخت ہونے لگے جہان سر طامس گریشم نے ۱۵۶۶ء میں شاہی صرّافہ قایم کیا تاکہ اس کی عمارت میں سوداگر و بازارگاں اکٹھے ہوسکیں قسمت آزما جہاز رانوں کی حوصلہ افزای خود ملکہ کی طرف سے ہوتی تھی۔ اس سے تجارتی جہازوں کا ایک اچھا خاصا بیڑا رفتہ رفتہ تیار ہوگیا جس کے جری ناخدا سمندروں میں جان ہتیھلی پر لئے پھرتے تھے۔

غرض انگلستان نے آب شور کی اُس تسخیر کی طرف اب قدم بڑھانا شروع کیا تھا جس نے اُس کی عظمت وشکوہ میں چار چاند لگا دئے ہیں۔ ۱۵۷۶ء مغربی علاقہ کا ایک جہازراں جس کا نام فرابشر تھا سمت شمالی میں روانہ ہوا تاکہ شمالی ومغربی طرف سے ہندوستان کا بحری رستہ دریافت کرے اس جستجو میں اُس نے آبنائے خلیج ہڈسن دریافت کرلی جو

جغرافی اکتشافات آج تک اُس کے نام سے موسوم ہے اسی سال
۱۵۵۸ء تا ۱۶۰۳ء جواں ہمت سر ہمفری جلبرٹ نے امریکہ کی
تفتیش کے لئے ایک بحری سفر اختیار کیا اور اسی غرض سے
۱۵۸۳ء میں ایک اور سفر کیا جس کے دوران میں اُس نے
نیو فاونڈ لینڈ پر انگلستان کا جھنڈا جا گاڑا لیکن بعد میں اس کا
جہاز ضائع ہوگیا اور سب اہل کشتی غرق ہو گئے۔ ڈیوس ریلے
ہاکنس اور ڈریک یہ سب وہ لوگ ہیں جن کے نام بحری
اکتشافات کے لئے مشہور ہیں۔ ڈریک پہلا وہ انگریز ہے
جس نے تمام دنیا کے گرد بحری سفر کیا لیکن ہاکنس کی یاد اس
داغ سے ملوث ہے کہ ۱۵۶۲ء میں سب سے پہلے وہی حبشی
غلاموں کی ایک کھیپ جہازمیں بھر کر افریقہ سے امریکہ لے گیا
بہر حال ان اشخاص نے نئے نئے ممالک دریافت کئے اور
تجارت کی نئی نئی راہیں کھولیں۔

دولت و ثروت کے اس اضافہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں کی
زندگی زیادہ آرام و آسایش سے بسر ہونے لگی۔ مستحکم اور
متحصن قلعوں کی بجاے شرفا نے اپنے رہنے کے لئے دل کش
کوٹھیاں تعمیر کرالیں جن کی وضع فن عمارت میں الزبتھ کے
نام سے موسوم ہے۔ ان شاندار ایوانوں کے زینے صنعت سنگ
تراشی کا کمال ظاہر کرتے تھے۔ اور کمروں کے فرش
توفیر آسایش پر تکلف قالینوں سے آراستہ تھے۔ سفید پوشوں
اور کسانوں کے مکانوں میں بھی اینٹ پتھر کی

چنانچہ ہونے لگی کھڑکیوں میں آئینے نظر آنے لگے۔ اور اُس سوراخ کی بجائے جو پہلے چھت میں سے دھواں نکالا کرتا تھا اب خوش وضع دودبان دکھائی دینے لگے۔ ہر طبقہ رعایا خصوصاً شرفا کا لباس پہلے سے زیادہ نفیس اور قیمتی ہونے لگا۔ خود ملکہ بھی اگرچہ بڑی سگھڑ اور کفایت شعار تھی لیکن طمطراق اور نمود پر مٹی ہوئی تھی اور جب ایک مقرب امیر کے گھر سے دوسرے کے گھر جاتی تھی تو دھوم دھام کے جشنوں کی ترتیب اور زرق برق کی نمود و نمایش سے شہر دلہن بنا ہوا نظر آتا تھا اور اس گرمئی ہنگامہ سے رعایا میں نت نئی چہل پہل پیدا ہوتی رہتی تھی

رعایا تو خوش حال اور فارغ البال تھی لیکن خود ملکہ الزبتھ طرح طرح کے آلام و افکار میں مبتلا تھی۔ پاپائے پائس رابع یہ دیکھ کر کہ نہ تو وہ انگلستان میں اس کے وکیل مطلق ہی کے سکونت پذیر ہونے کی روا دار ہے اور نہ پاپائے مجلس عمومی میں جو بمقام ٹرنٹ ۱۵۶۱ء منعقد ہوئی اُس نے اپنا سفیر ہی بھیجکر حق تعظیم روما ادا کیا اُسے ایک سرکش تاجدار سمجھنے لگا۔ اور اسی لحاظ سے پاپا نے فرقہ کیتھولک کے نام ہدایات جاری کردیں کہ کوئی شخص عبادت کے لئے انگریزی گرجاؤں میں نہ جائے پارلیمنٹ کو یہ مداخلت ناگوار گزری اور اُس کے رد عمل کے لئے اُس نے ایک قانون جاری کر دیا جس کی رو سے ہر رکن

حلف اطاعت
۱۵۶۳ء

دارالعوام ہر سرکاری عہدہ دار اور ہر قسیس حلف کے لئے لازم قرار پایا کہ ملکہ کی اطاعت کا

حلف اٹھائے اور انگلستان میں پاپا کا صاحب اختیار ہونا تسلیم نہ کرے۔ اس قانون کا بدیہی اثر یہ ہوا کہ تمام راسخ العقیدہ کیتھولک اشخاص کے لئے دارالعوام کا دروازہ بند ہوگیا۔

ایڈورڈ ششم کے عہد میں دین مسیحی کے جو انتالیس ارکان ایک رسالہ کی شکل میں مرتب کے گئے تھے اب قانوناً واجب الاتباع قرار پائے اور تمام پیشوایان مذہب سے انکی حقیت کا تحریری اعتراف کرایا گیا۔ اس طور پر الزبتھ کی سخت ناراضی کے باوجود مذہبی پھوٹ کا بیج اُس کی رعایا کے دلوں میں جم گیا میری ملکہ اسکاٹلینڈ بھی اب پھر الزبتھ کے اطمینان قلب میں خلل ڈالنے لگی

الزبتھ کا مناکحت سے انکار

حق جانشینی اب بھی اُس کی طرف عود کرتا تھا اس لئے کہ اگرچہ پارلیمنٹ نے بار بار الزبتھ سے عقد کے لئے اصرار کیا اور اُس نے بھی کبھی ولیعہد اسٹریا کے پیغام کے ساتھ مشق نازکی کبھی اپنے چہیتے مقرب رابرٹ ڈڈلی امیر لیسٹر پر گوشہ چشم التفات مبذول کیا لیکن نتیجہ ان تمام باتوں کا کچھہ نہ نکلا اور ملکہ کی ساری عمر کنوار پن ہی میں گزری۔ حقیقت یہ ہے کہ ازدواج کے جھمیلے میں پڑنا اُس کے لئے سخت مشکل تھا۔ ظاہر ہے کہ وہ اگر عقد کرتی تو یا توکسی پراٹسٹنٹ سے کرتی یا کسی کیتھولک سے۔ دونوں صورتوں میں اُسکی رعایا کا آدھا حصہ اُس سے ضرور برگشتہ ہوگیا ہوتا۔

غرض میری اسٹوارٹ ابھی تک الزبتھ کے لئے خار پہلو تھی

جب وہ اول اول فرانس سے اسکاٹلینڈ واپس آئی تو تمام لوگ اپنی قبول صورت جواں سال ملکہ کو جان و دل سے چاہتے تھے اور انہیں اس میں بھی کوئی اعتراض نہ تھا کہ ملکہ اپنے کیتھولک عقیدے پر قایم رہے خصوصاً جبکہ ملکہ کا سوتیلا بھائی میرے جو پراٹسٹنٹ مذہب رکھتا تھا نظم و نسق مملکت میں اُس کا ہاتھ بٹانے لگا۔ کچھ ہی دن بعد ملکہ کو دوسرا نکاح کرنے کا خیال پیدا ہوا اور ۱۵۶۵ئہ میں اُس نے اپنے نوجوان قرابت دار ہنری اسٹوارٹ لارڈ ڈارنلی سے عقد کرلیا جو خود اُس کی طرح ہنری ہشتم کی بہن مارگرٹ ٹیوڈر کی نسل سے تھا۔ ڈارنلی کی تربیت انگلستان میں ہوئی تھی اور اُس کے خاندان والے جولیناکس کہلاتے تھے قدیم سے کیتھولک مذہب کے پیرو چلے آتے تھے۔ اب اسکاٹلینڈ میں کیتھولک امرا کا غلبہ ہوگیا۔ مرے ملک بدر ہونے پر مجبور ہوا اور الزبتھ کو میری اور ڈارنلی کی ملک گیرانہ یورش کی طرف سے ہر وقت کھٹکا لگا رہنے لگا۔

میری ملکہ اسکاٹلینڈ کا عقد لارڈ ڈارنلی کے ساتھ ۱۵۶۵ئہ

لیکن میری نے بنا بنایا کھیل اپنے ہاتھوں بگاڑ دیا۔ ڈارنلی ایک کمزور طبیعت اور متفنی شخص تھا۔ ایسے شوہر سے بھلا میری کی کس طرح بنھ سکتی تھی۔ ڈارنلی کی طرف سے اُس کی طبیعت جلد ہی اچاٹ ہوگئی۔ اُس کی بڑی آرزو یہ تھی کہ کیتھولک مذہب کا اقتدار از سر نو قایم ہو اور وہ خود انگلستان کی ملکہ ہو جائے۔ اسی غرض سے اُس نے پاپائے

روما تاجدار اور ہسپانیہ کے ساتھ خفیہ خط وکتابت کا سلسلہ قایم کر رکھا تھا اور اس کام میں اُسے اپنے لایق اطالوی معتمد ڈیوڈ رزیو سے بڑی مدد ملتی تھی۔ ڈارنلی ملکہ میری کے شوہر ہونے کی حیثیت سے سر پر تاج بادشاہی رکھنے کا آرزو مند تھا لیکن میری نے اُس کی تمنا پوری نہ ہونے دی۔ اُس پر ڈارنلی بہت ہی بگڑا اور رزیو کا ایسا دشمن ہو گیا کہ بعض پراٹسٹنٹ امرا کو سکھا پڑھا کر اُس کے قتل پر آمادہ کر دیا۔ چنانچہ یہ امرا ملکہ کے قصر ہولی رڈ میں داخل ہو کر رزیو کو اُس کے سامنے سے کشاں کشاں باہر لے آئے اور محل کے زینہ پر اُس کا کام تمام کر دیا۔ اُس کے بعد اُنہوں نے محل کے پھاٹکوں پر اپنے پہرے بٹھا دیئے اور ملکہ اُن کے قابو میں آگئی۔ مصلحت وقت اسی میں تھی کہ وہ اُن کے آگے سر تسلیم خم کر دے اور ڈارنلی کے ساتھ از سر نو مراسم ارتباط قایم کرے لیکن یہ واقعہ اُسے کبھی فراموش نہ ہوا اور اُس کے دل میں رہ رہ کر کانٹے کی طرح کھٹکتا رہا۔ تین مہینے بعد ۹ر جون ۱۵۶۶ء کو اُس کے بطن سے ایک شہزادہ تولد ہوا اور اب اُسے ایک وارث تخت و تاج مل جانے سے الزبتھ پر ایک طرح کی فوقیت حاصل ہو گئی

رزیو کا قتل
۹ر مارچ ۱۵۶۶ء

نو مہینے تک حالت سکون قایم رہی لیکن اُس کے بعد یکایک ایک خوفناک واقعہ پیش آیا۔ ڈارنلی کچھ دن سے بیمار تھا اور میری جو بظاہر اُس کی تیمارداری بڑی توجہ اور دلجوئی سے کر رہی تھی اُسے تبدیل آب ہوا کیلئے ایک پرانی خانقاہ مین جو

کرک او فلیڈ کے نام سے موسوم تھی اور ایڈنبرا کے باہر قصر ہولی رڈ کے قریب واقع تھی اٹھوالائی۔ ایک دن سر شام

ڈارنلی کا قتل
۱۰؍ فروری ۱۵۶۷ء

وہ اسے ایک نوعمر غلام بچہ کی نگرانی میں چھوڑکر خود قصر ہولی رڈ میں اپنے ایک خادم کی عروسی کے جلسہ رقص میں چلی گئی۔ آدھی رات گزرتے ہی دفعتہً ایک ہیبت ناک دھماکا ہوا جس نے سارے شہر کی بنیادیں ہلادیں۔ کرک او فلیڈ کی خانقاہ بھک سے اڑگئی تھی اور ڈارنلی اور غلام بچہ کی لاشیں پاس ہی ایک کھیت میں پڑی ہوی تھیں۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ ملکہ کو اس واقعہ کا کس حد تک علم تھا لیکن اس میں ذرا شک نہیں کہ یہ کام ایک نوجوان من چلے رئیس زادہ جیمز ہیبرن امیر باتھول کا تھا اور میری نے تین مہینے بعد ۱۵؍ مئی ۱۵۶۷ء کو اس سے عقد کرلیا۔

خاوند کے اس بیدردانہ قتل کا واقعہ ایسا نہ تھا کہ ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک سارا اسکاٹلینڈ اس سے نفرت نہ کرنے لگے۔ اگرچہ بہت سے لوگ ایسے بھی تھے جنہیں اس کی بیگناہی کا یقین تھا۔ ایک مہینے تک وہ امرا کے مقابلہ کے لئے فوج جمع کرتی رہی لیکن جب وقت آیا تو کسی نے اس کا ساتھ نہ دیا۔ اور سب ایک ایک کرکے الگ ہوگئے باتھول نے تو آرکینیز میں جاکر پناہ لی اور وہاں سے بھاگ کر ڈنمارک چلاگیا جہاں اس کا انتقال ہوگیا۔ میری گرفتار کرلی گئی اور ایک مستحکم قلعہ میں جو علاقہ کنراس شایر کی جھیل لیونکے بیچوں بیچ

واقع تھا نظر بند کر دی گئی۔ امرا نے اس حالت میں اُسے تخت و تاج سے دست بردار ہونے پر مجبور کیا اور اُس کا شیرخوار بچہ ایسر مرے کی ولایت میں جیمز ششم کے لقب سے تخت اسکاٹلینڈ پر بٹھایا گیا۔ سال بھر بعد وہ موقع پاکر قید سے نکل گئی اور اپنے حریفوں کے مقابلہ کے لئے پھر ایک لشکر فراہم کرلیا۔ لیکن تقدیر یاور نہ تھی۔ گلاسگو کے قریب لینگسایڈ کے میدان میں اُس نے شکست کھائی اور میدان جنگ سے جان بچا کر بھاگی۔ نوے میل تک گھوڑو کی باگیں اٹھائے اور رستہ میں بجز ڈاک بدلنے کے کہیں بھی ذرا دم لئے بغیر وہ برابر سرپٹ چلی گئی اور اتنی لمبی منزل مارنے کے بعد خلیج سالوے کو عبور کر کے کارلائل میں پناہ گزین ہوئی۔

میری فرار ہو کر انگلستان چلی جاتی ہے سنہ ۱۵۶۸ء

الزبتھ کو یہ بات کب گوارا ہوسکتی تھی کہ اُس کی رقیب سرزمیں انگلستان میں موجود ہو۔ ابھی سال ہی بھر ہوا تھا کہ پارلیمنٹ نے اُس سے مکرر اصرار کیا تھا کہ اپنے نکاح اور جانشینی کے مسئلہ کو کسی صورت سے حل کرے۔ قوم کی بڑھتی خوش حالی کے ساتھ اراکین دارالعوام کی جرأت بھی بڑھتی جاتی تھی۔ اب دیہات کے شرفا دارالعوام کی رکنیت کے آرزومند ہونے لگے تھے اور اراکین پارلیمنٹ مشاہرہ طلب کرنے کی بجائے اپنے ہمسایوں کی وکالت کرنے پر بلا معاوضہ اظہار آمادگی کرتے تھے۔ یہ لوگ بالکل آزادہ رو

انگریزی پارلیمنٹ کی روز افزوں طاقت۔

تھے اور اس بات کے متمنی تھے کہ کسی طرح اُن کے
حقوق محفوظ رہیں۔ میری کے بیٹے کی ولادت کے بعد ہی انہوں
نے مسئلہ جانشینی کے طے کرنے کے لئے الزبتھ پر از سرنو زور
ڈالنا شروع کیا اور جب الزبتھ نے انہیں سختی سے کہلا بھیجا
کہ تم لوگوں کو اس معاملہ میں کوئی دخل نہیں اس کا فیصلہ
میری رائے پر چھوڑ دیا جائے تو دارالعوام کے ایک رکن
ونٹورتھ نامی نے اُٹھکر سوال کیا کہ کیا ملکہ کا یہ پیغام ہماری قومی آزادی
کے منافی نہیں ہے؟ آخر ملکہ نے وعدے وعید کرکے اُن کو
تسلی دی اور انہوں نے جب کہیں جاکر اس فوجی مہم کے
مصارف کے لئے جو وہ آئرلینڈ کو روانہ کرنا چاہتی تھی مطلوبہ
رقم کی منظوری دی۔ آئرلینڈ ایک دلیر اور بیدار مغز سردار
شان اونیل کی سرکردگی میں ۱۵۶۰ء سے کھلم کھلا برسر بغاوت
تھا۔ لیکن زر ولشکر کے بل پر سر ہنری سڈنی نے
۱۵۶۷ء یہ بغاوت فرد کردی اور قیام امن
و امان کی امید بندھ چلی۔

شان اونیل کی بغاوت ۱۵۶۰ء تا ۱۵۶۷ء

مین ان ایام میں میری اسٹوارٹ کے بھاگ کر انگلستان
چلے آنے سے الزبتھ کی مشکلات میں ایک نیا اضافہ ہوگیا۔
سوال یہ تھا کہ میری کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ میری
چاہتی تھی کہ یا تو ایک فوج اُس کے ہمراہ کردی جائے تاکہ
وہ اسکاٹلینڈ واپس چلی جائے یا اسے فرانس چلے جانے
کی اجازت دے دی جائے۔ الزبتھ یہ اجازت نہ دے سکتی

میری کا انگلستان میں مقید ہونا
۱۵۶۸ء تا ۱۵۸۷ء

تھی اسلئے کہ فرانس کو اسطور پر اسکاٹلینڈ کے معاملات میں دست اندازی کا پھر موقع مل جاتا۔ البتہ مرے کو اُس نے ضرور کہلا بھیجا کہ اپنی ملکہ کو واپس بلا بھیجے لیکن اس نے انکار کردیا اور مرے نے اپنے انکار کو حق بجانب ثابت کرنے کیلئے چند خطوط پیش کئے جو میری اور باتھول نے ایک دوسرے کو لکھے تھے۔ اگر یہ خط وکتابت فرضی نہ تھی بلکہ اصلی تھی تو اُس سے ثابت ہوتا تھا کہ میری اپنے خاوند کے قتل کی سازش میں شریک تھی۔ غرض الزبتھ نے اُسے انگلستان ہی میں رکھا اور پہلے تو اپنی نگرانی میں اُسے اضلاع کے ایک محل میں نظر بند کیا اور بعد ازاں دوسرے محل میں بھیجدیا اکثر لوگوں نے الزبتھ پر میری کو مقید رکھنے کا الزام لگایا ہے بخلاف اُسکے ایک اور طبقہ ایسے لوگوں کا ہے جو میری کو ملزم ٹھیراتا ہے کہ آئندہ اٹھارہ سال تک وہ الزبتھ کے خلاف سازشوں میں شریک رہی۔ راقم الحروف کی رائے میں الزبتھ اور میری دونوں میں سے کسی سے بھی کسی دوسرے طرز عمل کی توقع رکھنا فطرت انسانی کا غلط اندازہ لگانا ہے۔ کیتھولک عقیدہ رکھنے اور کیتھولک فرقہ کی حامی ہونیکی حیثیت سے میری کا ایمان تھا کہ اگر تخت سلطنت پر کسی تدبیر سے اُسکا قبضہ ہوسکے تو ایسی تدبیر اختیار کرنے میں وہ سراسر حق بجانب ہے علی ہذالقیاس الزبتھ کو اپنی رعایا

میری اور الزبتھ

پر جو اسے عزیز رکھتی تھی اپنا اقتدار قایم رکھنے کیلئے ہر ایک قسم کی کوشش کرنی لازم تھی۔ الزبتھ کو ایک بات میں میری پر فوقیت حاصل تھی اور وہ یہ کہ اگرچہ

الزبتھ طبیعت کی سخت تھی لیکن اُس کا خیال ہمیشہ اپنی رعایا کی فلاح میں منہمک رہتا تھا۔ میری دلفریب اور پسندیدہ اطوار ضرور تھی لیکن اُس نے اپنے جذبات سے بے قابو ہوکر اپنا معاملہ خود بگاڑ لیا۔ جسوقت سے اس نے اپنے شوہر کے قاتل کے ساتھ عقد کیا دولت و اقبال نے اُس کا ساتھ چھوڑ دیا اور کوئی امید اُسکی کامیابی کی باقی نہ رہی۔

اسوقت تک الزبتھ نے بڑی حکمت عملی سے اپنے آپکو غیر ممالک کی لڑائیوں سے الگ تھلگ رکھا تھا لیکن اب یہ غیر جانب داری اُس کیلئے روز بروز زیادہ مشکل ہوتی جاتی تھی۔ میری اسٹوارٹ جب فرار ہوکر انگلستان چلی آئی تو انہیں ایام میں ندرلینڈ کے من چلے باشندون یعنی ہالینڈ زیلینڈ اور فلینڈرس کی آبادی نے

اہل ندرلینڈ کی بغاوت ۱۵۶۶ء

ولیم رئیس آرنج کی قیادت میں اپنے ظالم ہسپانوی حاکموں کے خلاف وہ خونریز جدوجہد شروع کردی تھی جسکا سلسلہ مدتوں قایم رہا۔ اس جنگ میں انہیں انواع و اقسام کی سختیان جھیلنی پڑین اور بارہا فاقہ کشی تک نوبت آپہنچی آخر اُنہون نے اپنے علاقہ کے سیلابی بند تڑوادیے اور تمام علاقہ کو تہ آب کرکے دشمن کو ملک سے نکالدیا۔ اس موقع پہ اگر کوئی کیتھولک ملکہ فرمانروائے انگلستان ہوتی تو فلپ ثانی کا بہت کچھ ہاتھ بٹاتی لیکن الزبتھ کے لئے فریقین میں سے کسی کا بھی ساتھ دینا بہت مشکل تھا خود اسکی کونسل کے اراکین اس بارے میں مختلف اغراض کے حامی تھے سیسل اور تمام پراٹسٹنٹ امرا

کی خواہش تھی کہ ندرلینڈ والوں کا ساتھ دیا جائے۔ امیر نارفاک اور کیتھولک امرا چاہتے تھے کہ ہسپانیہ کے ساتھ مصالحانہ مراسم قایم ہوں اور میری الزبتھ کی جانشین نامزد ہو ملکہ نے ان دونوں جماعتوں کی متخالف اغراض میں توازن قایم رکھنے کی کوشش کی لیکن کیتھولک امرا قابو سے باہر ہو گئے

شمال انگلستان بغاوت نومبر ۱۵۶۹ء

چنانچہ میری کو امیر نارفاک کے حبالہ عقد میں لانے کی سازش کی گئی اور جب اس سازش کے کھل جانے پر نارفاک قلعہ لندن میں قید کر دیا گیا تو میری کو آزادی دلانے کے قصد سے امیر نارتھمبرلینڈ اور امیر ویسٹ مورلینڈ کی سرکردگی میں شمالی انگلستان کی آبادی نے بغاوت کر دی یہ امرا شکست کھا کر اسکاٹلینڈ بھاگ گئے اور چھ سو سے زیادہ ملزموں کی بعلت بغاوت گردن ماری گئی۔

لیکن کیتھولک ابھی تک بے چین تھے۔ اگلے سال یعنی ۱۵۷۰ء میں پاپائے پایس خامس نے الزبتھ کو دایرہ کلیسا سے خارج کر دیا اور اس اخراج کے ساتھ ہی ملکہ کی رعایا کو فرض اطاعت سے سبکدوش کر دیا۔ اس کے جواب میں پارلیمنٹ نے کیتھولک فرقہ کے خلاف پہلے سے بھی زیادہ سخت قوانین نافذ کئے اس

دایرہ کلیسا سے الزبتھ کا اخراج اور رڈالفی کی سازش ۱۵۷۱ء

اثنا میں امیر نارفاک نے رڈالفی نامی ایک گماشتہ کو خفیہ طور پر فلپ شاہ ہسپانیہ کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا کہ ہسپانوی فوج کا ایک دستہ انگلستان میں لنگر انداز ہو کر الزبتھ کو قید کرلے اور میری کو تخت پر

بٹھادے۔ پاپا نے اس تجویز سے اتفاق کیا اور سازش کنندوں کو اُن کے منصوبے کی تکمیل کے لئے کچھ رقم بھی دی۔ لیکن ہسپانوی جرنیل الوا جس کے سپرد یہ مہم کی گئی تھی ابھی کچھ کرنے بھی نہ پایا تھا کہ اس سازش کا بھانڈا پھوٹ گیا اور لارڈ برلے کو سب باتیں معلوم ہوگئیں۔ نارفاک تو ۲ر جون ۱۵۷۲ء کو قتل کردیا گیا اور سفیر ہسپانیہ انگلستان سے نکال دیا گیا۔

پارلیمنٹ نے الزبتھ پر اس بات کے لئے بھی بہت زور ڈالا کہ ملکہ میری پر بعلت بغاوت مقدمہ چلایا جائے لیکن وہ کسی طرح رضامند نہ ہوئی۔

ہسپانیہ کی اس نیش زنی کے باوجود الزبتھ نے اول تو ایمرا انجو اور بعد ازاں اُس کے چھوٹے بھائی کو پیغام عقد دے کر فرانس کو اپنا بنا رکھا تھا۔ لیکن اس اثنا میں ایک ایسا خوفناک حادثہ وقوع میں آیا جس کی یاد سے روح لرزتی ہے۔ شاہ فرانس کی ماں کیتھرائن ڈی مڈیسی اور خانوادہ گایز کے کیتھولک امرا نے اس ڈر سے کہ مبادا فرانسیسی پراٹسٹنٹوں

قتل سینٹ بارتھالومیو ۲۴ر اگست ۱۵۷۲ء

کی طاقت بہت بڑھ جائے پیرس کے اراذل و اوباش کو اُن کے خلاف بھڑکا دیا۔ جس کا نتیجہ ۲۴ر اگست ۱۵۷۲ء کو وہ خونریز واقعہ ہوا جو سینٹ بارتھالومیو کے قتل عام کے نام سے مشہور ہے اس دن پیرس کے تمام پراٹسٹنٹ اکابر چن چن کر قتل کرڈالے گئے۔ اور جہلا کے جوش تعصب کا سیلاب شہر بہ شہر اور قریہ بہ قریہ ایسا اٹھا کہ ایک

لاکھ سے اوپر پراٹسٹنٹ کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ کیتھولک فریق کی اس مہیب کامیابی نے الزبتھ اور اُس کی رعایا کو متردد کردیا لیکن اس پر بھی وہ پراٹسٹنٹ جماعت کی علانیہ طرفداری سے محترز رہی اور جب ندرلینڈ والوں نے ۱۵۷۵ء میں یہ تمنا ظاہر کی کہ وہ اُن کی ملکہ بن جائے تو اُس نے اُنکی یہ دعوت رد کردی البتہ اُن کی مدد کے لئے کچھ روپیہ بھیجدیا لیکن اُس نے اپنی رعایا کو انہیں مدد دینے کی ممانعت نہ کی چنانچہ لندن کے سوداگروں نے پانچ لاکھ اشرفیاں ولیم رئیس آرنج کے پاس بھجوادیں اور پانچ ہزار سے زاید نوجوان انگریز ندرلینڈ کے بہادر محبان وطن کے دوش بدوش لڑنے کے لئے اپنے وطن سے روانہ ہو گئے۔ کچھ انگریز اپنے جہازوں پر سوار ہوکر اہل ندرلینڈ کو بحری کمک دینے گئے اور ابنائے انگلستان میں یہ غارتگر جہاز جو "کلاب البحر" کے نام سے پکارے جاتے تھے ٹڈی دل کی طرح پھیل کر فرانسیسی اور ہسپانوی تجارتی جہازوں پر حملہ کرنے لگے۔ ان کلاب البحر کی غرض ندرلینڈ والوں کو امداد رسانی کے ساتھ ساتھ غالباً غارت گری بھی تھی۔ ہسپانوی اور پرتگیز اُن دنوں نئی دنیا کے اُن خطوں پر قابض تھے جہاں سونا اور خزانہ دستیاب ہوتا تھا چنانچہ ڈیون شایر کے ایک قیس زادے فرانسس ڈریک نے پہلے ۱۵۷۲ء اور پھر ۱۵۷۷ء میں ہسپانوی جنوبی امریکہ پر تاخت کی اور سونے سے

ندرلینڈ والوں کو انگریزی کمک

لدے ہوئے جہاز لوٹ کر یہ خزانہ انگلستان لے آیا۔ فلپ نے قسم کھائی کہ اس لیٹرے سے انتقام لے کر رہے گا اور اُس کے طیش کی بڑی وجہ یہ ہوی کہ جب ڈریک مال غنیمت لے کر پلٹا تو اُس کی بڑی آؤ بھگت ہوی تھی اور اُس کا نام مشاہیر انگلستان کے زمرہ میں داخل ہوگیا تھا اس کے علاوہ ملکہ الزبتھ نے اُسے "سر" کا خطاب بھی عطا کیا تھا۔ لیکن سردست فلپکو دوسری بہت سی مہموں کے باعث اس انتقام کی فرصت نہ تھی اس کا وقت کہیں آٹھ سال کے بعد جاکر آیا جبکہ الزبتھ نے آخرکار ایبرلیسیٹر کو اہل ندرلینڈ کی امداد پر مامور کیا اور ڈریک کو ۱۵۸۵ء میں پچیس جہازوں کے ساتھ پھر ہسپانیہ کے امریکن مقبوضات پر چھاپہ مارنے کی اجازت دی جہاں سے وہ مال غنیمت لادکر لایا تھا اُسوقت سے فلپ حقیقی طور پر انگلستان کے ساتھ جنگ کرنے کی تیاریاں کرنے لگا لیکن اُس کا مشہور ہُسپانوی جنگی بیڑا" جس سے انگلستان پر چڑھائی کرنی مقصود تھی ابھی اور تین سال میں کیل کانٹے سے لیس ہونے والا تھا اور اس عرصہ میں بہت سے اہم واقعات پیش آئے۔

کچھ عرصہ سے کیتھولک مذہب کے نوجوان انگریزوں کی ایک جماعت فرانس کے شہر ڈوای میں اس غرض سے تیار کی جارہی تھی کہ انھیں تبلیغ دین کیتھولک کے لئے انگلستان بھیجا جائے۔ یہ لوگ اس عقیدہ پر مضبوطی سے جمے ہوے تھے کہ اہل انگلستان کی نجات اخروی کی یہی

کیتھولک مذہب کا تبلیغی وفد انگلستان میں ۱۵۸۰ء

ایک سبیل ہے کہ اُن پر پاپاے روما کی حکومت ازسرنو قایم ہو جائے ۱۵۸۰ء میں یہ جماعت انگلستان پہنچی اور اطراف ملک میں خفیہ طور پر سفر کرنے اور سرگرمی سے اپنے عقاید کی اشاعت کرنے لگی۔ حکومت کو جب اس واقعہ کا علم ہوا تو اُسے سخت تشویش لاحق ہوی سانپ کا سر کچلنے کے لئے فوری تدابیر اختیار کی گئیں۔ جو پادری یہ اگ لگانے آئے تھے وہ جہاں کہیں ملے گرفتار کرلئے گئے اور آئندہ بیس سال کے زمانہ میں اُن کی ایک بہت بڑی تعداد وقتاً فوقتاً قتل ہوی۔ ہسپانوی سازشوں کا جال بھی ساتھ ساتھ برابر پھیلا ہوا تھا۔ ۱۵۸۳ء میں ایک سازش دریافت ہوی

مجلس حفاظت ملکہ الزبتھ ۱۵۸۴ء

جس کا مقصد یہ تھا کہ الزبتھ قتل کردی جائے اور میری کو اُس کی جگہ تخت پر بٹھایا جائے اس سازش کا بانی مبانی فرانسس تھراگمارٹن نامی ایک کیتھولک تھا اور سفیر ہسپانیہ کو بھی اُس کی کل کیفیت معلوم تھی۔ تھراگمارٹن تو قتل کردیا گیا لیکن انگلستان کے تمام سربرآوردہ لوگوں نے اب یہ دیکھ کر کہ اُن کی ملکہ کی جان سخت ہی خطرہ میں ہے ۱۵۸۴ء ایک مجلس قایم کی جس میں اُنہوں نے بہ استصواب پارلیمنٹ تحریری عہد کیا کہ جو شخص ملکہ کے خلاف سازش کرے گا اور نیز جس شخص کی خاطر یہ سازش کی گئی ہوگی ان سب کو جان سے مار ڈالیں گے۔"

ظاہر ہے کہ اس دھمکی میں ملکہ میری بھی شامل تھی چنانچہ خود اُس سے اس تحریر پر دستخط کرائے گئے۔ لیکن تین سال بھی نہ گزرنے پائے تھے کہ وزیر سلطنت سر فرانسس والسنگھم کو ایک اور سازش کا علم ہوا جس کی منظوری میری نے اپنی طولانی اسیری کی صعوبتوں سے تنگ آکر دے دی تھی۔ یہ سازش جس میں ایک نوجوان انتھونی بیبنگٹن نامی پیش پیش تھا اور جو پہلے کی طرح ہسپانیہ کی ریشہ دوانیوں سے عمل میں آئی تھی آخر میری کی جان لے کر رہی۔ سازش کا ثبوت امرا کی ایک مجلس کے روبرو قلعہ فادرنگے (واقع نارتھمپٹن شایر) میں جہاں میری نظر بند تھی پیش کیا گیا اور پارلیمنٹ نے ماہ نومبر ۱۵۸۶ء میں اُس کے لئے سزائے موت تجویز کی لوگ خوش تھے کہ اب عمر بھر کی سازشوں اور منصوبوں کا خاتمہ ہو جائے گا اور اس خوشی میں سارے لندن میں چراغاں کیا گیا۔ لیکن الزبتھ کو قتل نامہ پر دستخط کرنے میں تامل تھا وہ ڈرتی تھی کہ سارا یورپ اُس کے اس فعل کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھے گا۔ آخر ایک عرصہ دراز کے بعد اُس نے اپنے دستخط ثبت کر دئے اور ۸ فروری ۱۵۸۷ء کو یہ جمال گر برگشتہ بخت ملکہ اسکاٹلینڈ کا سر قلم کیا گیا۔ جب اسے مقتل میں لے چلے اور اُس کی خواصیں زار و قطار رونے لگیں تو اُس نے انہیں یہ کہہ کر تسلی دی کہ میرے لئے گریہ

میری ملکہ اسکاٹلینڈ کا قتل ۸ فروری ۱۵۸۷ء

وزاری نہ کرو۔ میں نے اطمینان دلا دیا ہے کہ تمہاری کوئی خطا نہیں۔ تم سے کسی طرح کا تعرض نہ کیا جائے گا۔ میرے تمام ہواخواہوں کو میرا یہ آخری پیغام پہنچا دینا کہ میں مرتے دم تک صدق دل سے کیتھولک عقیدہ پر قایم رہی۔

الزبتھ کو اب صرف ایک دشمن سے انتقام لینا باقی رہ گیا یہ دشمن فلپ تاجدار ہسپانیہ تھا جو انگلستان پر بڑے زور شور سے چڑھائی کرنے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ ملکہ کی جزرسی نے اُسے حسب معمول اس قدر رقم کی منظوری کی اجازت نہ دی کہ انگریزی بیڑا پوری طاقت کے ساتھ حریف کا مقابلہ کرنے کے قابل ہو جائے۔ لیکن لارڈ ہاورڈ امیر افنگہم اور اُس کے امیرالبحروں کی سعی وہمت نے ملکہ کی فردگزاشت کی تلافی کردی سر فرانسس ڈریک نے ۱۵۸۷ء میں کیڈرز کی بندرگاہ پر دلاورانہ تاخت کرکے غنیم کے جنگی بیڑے کے ایک حصہ کو آگ لگادی اور انگلستان کے متعدد شرفا نے دشمن کے مقابلہ کے لئے اپنے خرچ سے جہاز تیار کرائے۔ آخر وہ ساعت جس کا کھٹکا لگا ہوا تھا آپہنچی۔ فلپ کے نامور سپہ سالار ایسر پارما نے ندرلینڈ میں تیس ہزار ہسپانوی فوج پہلے سے جمع کر رکھی تھی کہ جنگی بیڑے کے پہنچتے ہی آبنائے کو عبور کرتی ہوئی انگلستان میں جا اترے ادھر فلپ کو پورا یقین تھا کہ انگلستان کے تمام کیتھولک اُس کے ساتھ مل جائیں گے چنانچہ اسی یقین کو دل میں لئے ہوئے اُس نے اپنا زبردست

ہسپانیہ کے جنگی بیڑے کی شکست

۱۲ جولائی ۱۵۸۸ء

جنگی بیڑا جو ایک سو انتیس جہازوں پر مشتمل تھا ایسرلوینا سدلینا کی کمان میں ۱۲ر جولائی ۱۵۸۸ء کو مہم انگلستان پر روانہ کیا۔

فلپ نے غلط اندازہ لگایا تھا۔ ۱۹ر جولائی کو ساحلی روشنیوں کے ذریعہ سے غنیم کے جنگی بیڑے کی آمد آمد کا اعلان ہونا ہی تھا کہ سارا انگلستان ایک ساتھ اٹھ کھڑا ہوا اور کیا کیتھولک اور کیا پراٹسٹنٹ سب کے سب بلا تفریق و امتیاز اپنے ملک اور اپنی ملکہ کی حفاظت کیلئے کمربستہ ہو گئے۔

ہسپانوی جنگی بیڑے کی شکست ۱۵۸۸ء

لارڈ ہاورڈ کے پاس کلہم اسّی جہاز اور نو ہزار کی بحری جمعیت تھی لیکن ان جہازون کے کمانڈر لارڈ ہنری سیمور فرانبشر ڈریک اور ہاکنس جیسے جیوٹ سورما تھے۔ ہلکے پھلکے انگریزی جہازوں نے ہسپانوی بیڑے کے گراں وزن جہازوں کا تند و تیز حملوں سے ناک میں دم کر دیا۔ اور آٹھ آتش زن کشتیون نے جو رات کے وقت کیلے کی بندرگاہ میں ناخداوں کی رہنمائی کے بغیر موجوں کے حوالہ کر دی گئی تھیں ہسپانویوں میں ایسی سراسیمگی پھیلائی کہ وہ لنگر اٹھاکر کھلے سمندر میں چلے گئے۔ اب انگریزی بیڑے نے جو اسی موقع کا منتظر تھا اُن پر ایک زبردست حملہ کر کے اُن کی راہ مراجعت قطع کر دی اور جب تک گولی بارود نے ساتھ دیا اُن پر غضبناک آگ برساتا رہا۔ اس جاں گسل حملے نے ہسپانویوں کی کمرہمت توڑ دی۔ موسم نے بھی انگریزوں کا ساتھ دیا اور سمندر میں ہوا کا ایک طوفان چلنے لگا جس نے ہسپانوی امیرالبحر

کو اسکاٹلینڈ کے شمال کی طرف سے چکر کاٹ کر الٹے پاؤں ہسپانیہ واپس جانے پر مجبور کر دیا۔ جزیرہ آرکنیز کے قریب مصیبت اور بڑھ گئی۔ غنیم کے جہاز چٹانوں سے ٹکرا ٹکرا کر پاش پاش ہو گئے۔ اسکاٹلینڈ کے جزیروں کے ساحلوں پر ہسپانوی لاشوں کے ڈھیر لگ گئے۔ گیارہ ہزار ہسپانوی ساحل آئرلینڈ پر ہلاک ہوئے اور صرف ترپن ٹوٹے پھوٹے جہاز اتنے بڑے بیڑے میں سے بچ کر بندرگاہ کارنا میں واپس پہنچے۔ ہسپانیہ کا مہیب جنگی بیڑا جب اس طرح تباہ ہو گیا تو انگریزوں کے جوش مسرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ انہوں نے پروردگار عالم کا اس عظیم الشان کامیابی پر شکر ادا کیا اور الزبتھ نے مسرت و امتنان کے انہیں جذبات سے متاثر ہوکر اس واقعہ کی یادگار میں یہ لاطینی مقولہ ایک نئے سکہ پر نقش کرایا کہ "خدا نے سانس لی اور اس سانس کی جنبش نے انہیں برباد کر دیا"۔

انگلستان میں وحدت قومی کا ظہور اور اس کا قیام

اب خدا خدا کر کے الزبتھ کو تھوڑا بہت اطمینان نصیب ہوا دنیا کی تمام قومیں اُس کا لوہا مان گئیں۔ اُس کا بیڑا "سمندر کا فرمانروا" بن گیا۔ اُس کی رعایا بغاوت کی ہر نبرد آزما ترغیب پر غالب آئی اور جماعت کیتھولک بھی آخر یہ دیکھ کر کہ دول خارجہ کے ساتھ ساز و باز کرنے کی بجائے خود اپنے ہی فرمانروا کی اطاعت کرنا اولی و انسب ہے خاموش ہوکر بیٹھ گئی اور کم از کم دکھاوے

کے نئے کلیسائے انگلستان کے آداب کی پابند ہوگئی۔ جس فریق کا رام کرنا سب سے زیادہ مشکل تھا وہ انتہا پسند پراٹسٹنٹوں کی جماعت تھی جو "پیوریٹن" (متقشفین) کہلاتے تھے اور جنیوا سے یہ عقیدہ اپنے ساتھ لائے تھے کہ معمولی سے معمولی رسوم کی پابندی بھی ناجائز ہے۔ لیکن الزبتھ کے عہد حکومت میں یہ گروہ کچھ زیادہ سر نہ اٹھانے پایا۔ فرانس میں ہنری چہارم نے مشہور و معروف "فرمان نانٹیز" کے صدور سے اپنی پراٹسٹنٹ رعایا کو اپنی پسند کا طریقہ عبادت اختیار کرنے کی آزادی دے دی اور اس سے بھی یورپ کے امن قایم ہونے میں مدد ملی۔

فرمان نانٹیز
۱۳ر اپریل ۱۵۹۸ئ

قوم نے گزشتہ تیس سال کے عرصہ میں جو ترقی ناصلوم وغیر محسوس طور پر کی تھی اب اُس کے نتائج آشکارا ہونے لگے انگریزی جہاز اطراف عالم کے سمندروں میں گشت لگاتے پھرتے تھے اور کوئی ایسا مقام نہ تھا جہاں انگلستان کے جہازراں نہ پہنچے ہوں۔ سر والٹر ریلے نے سات بحری مہمات یکے بعد دیگرے شمالی اور جنوبی امریکہ کو روانہ کیں۔ جوان سرزمینوں سے نئے نئے میوے اور نیز تمباکو اور آلو اپنے ہمراہ لائیں۔ اور اگرچہ ورجینا کی نو آبادی جو سر والٹر نے قایم کی تھی سرسبز نہ ہوی لیکن اس کے قیام سے دوسری نو آبادیوں کے لئے رستہ صاف ہوگیا۔ سر فرانسس ڈریک نے مشرقی ہندوستان کی بحری راہ

ایسٹ انڈیا کمپنی
۳۱ر دسمبر ۱۵۹۹ئ

جہازرانوں کے لئے کھول دی چنانچہ انگلستان اور ہالینڈ دونوں ممالک کی تجارتوں میں جہازوں کا مشرق تک ایک تانتا بندھ گیا ملکہ الزبتھ نے بتاریخ ۳۰ دسمبر ۱۵۹۹ء لندن کے تاجروں کی ایک شرکت کو جو ہندوستان اور ممالک مشرقیہ کے ساتھ تجارت کرتی تھی شاہی سند عطا کی۔ انگلستان کی مشہور ومعروف ایسٹ انڈیا کمپنی کے بانی مبانی یہی تاجر تھے۔

اس خارجی ترقی کے پہلو بہ پہلو ذہن وعقل کی اندرونی نشوونما کا عمل بھی برابر جاری تھا۔ سو سال کے زمانہ میں جو ہنری ٹیوڈر کی تخت نشینی کے وقت سے لے کر اب تک منقضی ہوا تھا بڑے بڑے اہم واقعات ظہور پذیر ہوچکے تھے اور ایسے ایسے حیرت انگیز علمی اکتشافات نے معلومات انسانی

کوپرنیکس اور گلیلیو

میں اضافہ کیا تھا جو ارباب فکر سلیم کے قوائے مدرکہ میں ہیجان پیدا کئے بغیر نہ رہ سکتے تھے کوپرنیکس اور گلیلیو نے ثابت کر دکھایا تھا کہ یہ چھوٹی سی دنیا جس میں ہم رہتے ہیں مرکز کائنات نہیں ہے لیکن اسی کے ساتھ بحری سفر کرنے سے جو نئے ممالک دریافت ہوئے اُن سے یہ بات بھی پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ قدما نے اس چھوٹی سی دنیا کی جسامت اور عظمت کی نسبت جو رائے قایم کر رکھی تھی اُس سے اس کا درجہ براتب بڑھا ہوا ہے امریکہ جو سونے چاندی کا گھر تھا اور جس میں انسانوں کی متعدد عجیب وغریب نسلیں آباد تھیں دریافت ہوچکا تھا خود انگلستان

میں مذہب جدید کی اشاعت فن طباعت کی ترویج اور یونانی ولاطینی ادبیات کے مطالعہ نے لوگوں کے دماغوں میں افکار بلند کی ایک لہر دوڑا دی تھی جس کی روانی کا جانفزا منظر منظوم ومنثور تصانیف کے جوش آلودہ اوراق میں دکھائی دیتا تھا۔ رفتہ رفتہ الزبتھ کے عہد کے خاتمہ کے قریب فن تاریخ کا شوق عہد الزبتھ کے مصنفین تازہ ہونے لگا۔ صدر اسقف پارکر نے قدیم وقائع انگلستان کو ایک جا فراہم کرنے کی کوشش شروع کردی اور سر والٹر ریلے نے اپنی معرکۃ الآرا کتاب "تاریخ عالم" کی طرح ڈالی جو عہد آئندہ میں سپرد قلم ہوئی۔ رسایل نویسوں افسانہ نگاروں اور ہر موضوع پر خامہ فرسائی کرنے والوں کی ایک تعداد کثیر کے علاوہ جنکے نتایج طبع موج دریا کی طرح آئے اور چلے گئے الزبتھ کے زمانہ میں بعض ایسے مشاہیر بھی پیدا ہوے جن کے علمی کارنامے شہرہ آفاق ہیں۔ مثلاً سر فرانسس بیکن نے فلسفہ اور سائنس میں ایک نئی روح پھونک دی اسپنسر نے جو سخنوری میں استادانہ درجہ رکھتا ہے "فیری کوئین" جیسی یادگار زمانہ کتاب لکھی۔ سر فلپ سڈنی نے جو ندرلینڈ میں جنگ زٹفن کے موقع پر ایک مہلک زخم کھاکر کام آیا مشہور کتاب "آرکیڈیا" تصنیف کی۔ الزبتھ کا زمانہ شاعروں اور ڈراما نویسوں کی کثرت کے ساتھ مشہور ہے۔ ڈراما نویسوں کے ناٹکوں اور شاعروں کی نظموں کا چرچا گھر گھر ہونے لگا۔ ناٹک گاؤں کے کھلیانوں شرابخانوں امرا کے مکانات کے

صحنوں یا تھیٹروں میں جو اب لندن میں بن گئے تھے تماشا کرکے دکھائے جاتے تھے اور نظمیں بھی یہیں سنائی جاتی تھیں۔ ان تمام شعرا اور ڈراما نگاروں کا سرتاج شیکسپیر ۱۵۶۴ء میں پیدا ہوا۔ اُس کے ناٹکوں کا آج تک جواب نہیں ہوا ان میں فطرت انسانی کی تصویر اس خوبی اور صفائی سے کھینچی گئی ہے کہ افکار اس درجہ حکیمانہ ہیں زبان میں وہ زور و قوت ہے اور خیالات اس قدر بلند ہیں کہ نہ صرف انگلستان بلکہ ساری دنیا کا ادب ان کا زیر بار احسان چلا آتا ہے۔

شیکسپیر ۱۵۶۴ء

اب الزبتھ کے عہد کا خاتمہ قریب آتا جاتا ہے۔ ۱۵۹۸ء میں سیسل (الملقب بہ) لارڈ برلے نے وفات پائی اور ملک کے گرد وپیش ایسے امرا نظر آنے لگے جن کی عمریں کم تھیں مثلاً سروالٹر ریلے جس کی شجاعت اور قابلیت مانی ہوی تھی برلے کا بیٹا رابرٹ سیسل جو ایک دانشمند مدبر تھا اور رابرٹ ڈیویرو امیر ایسکس جس نے ایک شوخ اور بے چین طبیعت پائی تھی اور الزبتھ اس کے ساتھ بچوں کا سا سلوک کیا کرتی تھی کہ کبھی پیار کیا کبھی گھُرک دیا۔ آئرلینڈ کا پرانا ناسور ابھی تک رس رہا تھا۔ فرقہ کیتھولک کے خلاف تعزیری قوانین کے نامناسب نفاذ اور رعایا کو کلیسائے انگلستان کے طریق عبادت اور انگریزی کتاب عبادت کے استعمال پر مجبور کرنے کی

برلے کی وفات ۱۵۹۸ء

غیر مدبرانہ کوشش نے صورت حالات کو اور ابتر کر دیا۔ اس کے علاوہ جب پاپا نے الزبتھ کو دایرہ کلیسا سے خارج کیا تو آئرلینڈ والے بڑے تذبذب میں پڑ گئے کہ کس کا ساتھ دیں پاپا کا یا ملکہ کا۔ ادھر ہسپانوی انہیں برابر انگلستان کے خلاف بھڑکاتے رہتے تھے۔ تا آنکہ ۱۵۹۵ء میں آئرلینڈ کے ایک بہادر سردار ہوا ونیل امیر ٹایرون نے فلپ ثانی کی شہ پاکر علم بغاوت بلند کر دیا انگریزی فوج کو جو اُس کے مقابلہ پر آئی مقام ارماغ کے قریب شکست ہوی۔ اس پر ملکہ نے ایسکس کو تیس ہزار فوج دے کر اُسکے زیر کرنے کے لئے روانہ کیا۔ اس مہم میں بہت سی مشکلات ایسکس کے سنگ راہ ہوئیں اور ٹایرون کی چرب زبانی کا فریب کھاکر اُس نے حریف کے ساتھ صلح کر لی۔ اس احمقانہ عہد و پیمان کے بعد وہ دل میں اس امید کو جگہ دئے ہوئے انگلستان واپس چلا آیا کہ ملکہ کو سمجھا بجھا کر راضی کرے گا۔ لیکن ملکہ صلح کا حال سن کر سخت برہم ہوئی۔ اور ایسکس اُس کے حکم سے اپنے مکان میں نظر بند کر دیا گیا۔ اس برتاؤ سے بددل ہوکر شوریدہ سر ایسکس نے اپنے ہواخواہوں کی ایک جمعیت فراہم کی اور انہیں لے کر بغاوت برپا کرنے کی نیت سے شہر میں نکلا۔ اس مقصد میں اُسے قطعاً ناکامی ہوئی اور جرم بغاوت کے ثابت ہونے پر ماہ فروری ۱۶۰۱ء میں اُسکی گردن ماری گئی

ہوا ونیل امیر ٹایرون کی بغاوت ۱۵۹۵ء تا ۱۶۰۱ء

ایسکس کی سرکشی اور قتل ۱۶۰۱ء

ایسکس کے بعد آئرلینڈ کی مہم پر لارڈ ماؤنٹ جائے بھیجا گیا تھا جس نے وہاں پہنچ کر ٹایرون کا قافیہ ایسا تنگ کیا کہ آخر ۲۴ مارچ ۱۶۰۳ء کو اُسے ہتھیار ڈالتے ہی بنی۔ اس تاریخ سے سارے آئرلینڈ پر انگلستان کی حکوت قائم ہوگئی اور الزبتھ کے جانشین کے عہد میں انگلستان اور اسکاٹلینڈ کے کثیر التعداد لوگوں کو لینسٹر اور السٹر کے صوبوں میں اس شرط پر زمینیں دی گئیں کہ وہ وہاں امن و امان قائم رکھیں۔ انہیں السٹر اور لینسٹر کی نوآبادیاں کہتے ہیں اور ان نوآبادیوں کے قیام سے آئرلینڈ کے شمال کا دو تہائی علاقہ بدیسیوں کے قبضہ میں چلا گیا۔

آئرلینڈ پر ۱۶۰۳ء سے انگلستان کی حکومت

لیکن اگرچہ اس تبدیلی سے بظاہر ملک خوش حال و آسودہ ہوگیا پھر بھی چونکہ اکثر صورتوں میں اس نئے عملدرآمد سے لوگوں کے ساتھ بے انصافی کا برتاؤ ہوا تھا اس لئے اُن میں سخت بددلی پھیل گئی اور چند سال بعد اسی بددلی نے انگریزی حکومت کے لئے آئرلینڈ میں بڑی بڑی مشکلات پیدا کردیں۔

اب ملکہ کا آخری وقت آپہنچا۔ اور وہ جلیل القدر عورت جس نے اتنی مدت تک اس شان سے فرمانروائی کی تھی آخر بستر مرگ پر دم توڑتی نظر آئی۔ انگلستان پہ اُس کے بڑے بڑے احسان ہیں وہ خود بین متلون غیر مستقل مزاج ضرور تھی اور بارہا دروغ گوئی بھی کر بیٹھتی تھی لیکن اس بات کا ہمیں خواہی نخواہی اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ اُس کی

تنسیخ مراعات
اکتوبر ۱۶۰۱ء

تخت نشینی کے وقت انگلستان کمزور تھا اور آپس کی پھوٹ نے اُس کا شیرازہ بکھیر رکھا تھا لیکن جب اُس کی آنکھیں بند ہوئیں تو مملکت قوی اور قوم متحد ہوچکی تھی پارلیمنٹ کی جو آزادی ہنری ہشتم کے عہد میں سلب ہوگئی تھی وہ بھی الزبتھ کے زمانہ میں ایک بڑی حد تک بحال ہوگئی۔ چنانچہ اپنے عہد کے سب سے آخری اجلاس پارلیمنٹ میں الزبتھ کو مسئلہ مراعات میں دارالعوام کے سامنے سرتسلیم خم کرنا پڑا۔ مراعات سے مراد وہ حقوق خاص ہیں جو اکثر امرا کو خاص خاص اشیا مثلاً شراب کی فروخت کے متعلق حاصل تھے جن کے استعمال سے وہ رعایا کو لوٹا اور اپنی جیبیں بھرا کرتے تھے۔

الزبتھ کا انتقال
۲۴ مارچ ۱۶۰۳ء

لیکن ایک بات پر الزبتھ آخر وقت تک اڑی رہی یعنی اُس نے اپنے جانشین کو نامزد نہ کیا پر نہ کیا۔ البتہ ۲۳ مارچ ۱۶۰۳ء کی شام کو جب اُس کا طایر روح قفس عنصری سے پرواز کر رہا تھا اُس کے سر کی ایک خفیف سی جنبش سے اُس کے ارکان دولت یہ نتیجہ نکال سکے کہ وہ جیمز ششم فرمانروائے اسکاٹلینڈ کی جانشینی پر رضامند ہے یہ جنبش سر شمع ہستی کی آخری لَو تھی۔ ۲۴ مارچ کو گجر دم انگلستان کی نامور ملکہ دنیا سے رخصت ہوگئی۔

خاندان ٹیوڈر کا افتاب اقبال اب غروب ہوگیا اور اُسکی جگہ ہمائے دولت خاندان اسٹوارٹ کے سر پر سایہ افگن ہوا انگلستان کو ترقی کرتے ہوئے سو سال سے بھی زیادہ ہوگئے

تھے اور اس عرصہ میں اُس نے محفل اقوام کی صدرنشینی کا درجہ حاصل کر لیا تھا۔ ہنری ہفتم کے تدبر نے اس حکمت عملی کی بنیاد ڈالی تھی کہ غیر ممالک کی لڑائیوں میں حصہ نہ لیا جائے اور خود اپنے ملک کے اندر امرائے سلطنت کو قابو میں رکھا جائے۔ ہنری ہشتم نے اُس کے نقش قدم پر چل کر بدیسی اقتدار کے نفوذ کو روک دیا یعنی پاپائے روما کو کلیسا پر جو اختیارات حاصل تھے اُن کا سد باب کر دیا۔ ایڈورڈ اور میری کے پر آشوب زمانہ حکومت نے لوگوں کو آزادی خیالات کی خواہش اور جبر و استبداد سے نفرت پیدا ہوئی اور الزبتھ نے اپنی رعایا کو خونریز مذہبی کشمکشوں سے جنکی تباہیاں چاروں طرف پھیلی ہوئی تھیں بچا کر قوت پکڑنے اور ترقی کرنے کا موقع دیا۔ تجارت بڑھ گئی زراعت سدھر گئی اور راحت و آسایش کے اسباب میں اضافہ ہوگیا۔ دلیر جہازرانوں نے دور و دراز سمندروں کا چپہ چپہ چھان مارا یہانتک کہ انگلستان کی جرأت اور جانبازی کا اقصائے عالم میں ڈنکا بج گیا۔ اسی کے ساتھ نئے نئے خیالات کی رو لوگوں کے دلوں میں دوڑ گئی اور جدید معلومات کی روز افزوں وسعت نے ادب و حکمت کا ایک ایسا شاندار سرمایہ فراہم کر دیا جسپر آج کل کا عہد ترقی بھی سبقت نہیں لے جا سکا۔ البتہ نظام حکومت میں جس کی بدولت یہ ساری ترقیاں ظہور پذیر ہوئیں ایک کمزوری ضرور تھی۔ یعنی اُس کا شیرازہ بند

خاندان ٹیوڈر کے عہد کے واقعات کا خلاصہ

صرف بادشاہ یا ملکۂ وقت کا جوہر ذاتی تھا۔ جب تک ایک دانشمند اور بیدار مغز فرمانروا سریر آرائے سلطنت رہا حکومت کا انتظام اچھی طرح رہا لیکن ایک نااہل تاجدار کے برسر حکومت ہوتے ہی مملکت میں خرابیاں پیدا ہوگئیں۔ چنانچہ ایڈورڈ اور میری کے عہد حکومت نے ثابت کردکھایا کہ شاہی اختیارات اس قدر وسیع ہوگئے ہیں کہ اُن کا استعمال بے دانشی کے ساتھ ہوتے ہی قوم کے معاملات میں ابتری پڑگئی اور شیرازہ ملت بکھر کر رہ گیا۔ الزبتھ کی وفات کے بعد ایسے فرمانرواؤں کا دور آیا جن کا طرز حکومت دانشمندانہ نہ تھا اور اسی لئے جیسا کہ ہمیں آگے چل کر معلوم ہوگا تاجداران وقت اور پارلیمنٹ اور قوم کے درمیان ایک ایسی کشمکش پیدا ہوگئی جس نے انگلستان کو پھر خانہ جنگی کے مصائب اور انواع و اقسام کے آلام و نوایب میں مبتلا کردیا۔

سولھواں باب

شاہانہ استبداد اور جمہوریت کا تصادم

جیمز اول

۱۶۰۳ء لغایت ۱۶۲۵ء

الزبتھ کی آنکھ بند ہوتے ہی مجلس وزرا نے قاصد دوڑا دیئے کہ میری اسٹوارٹ اور ڈارنلی کے بیٹے اور ہنری ہفتم کی سب سے بڑی بیٹی مارگرٹ کے پروتے جیمز ششم فرمانروائے اسکاٹلینڈ کو ساتھ لیتے آئیں۔ اگرچہ ہنری ہشتم نے اپنی وصیت میں مارگرٹ کے حقوق جانشینی کو نظر انداز کر دیا تھا (دیکھو صفحہ ۳۸۰) لیکن اس میں کلام نہیں کہ جیمز نہ صرف تاج و تخت کا حقیقی وارث تھا بلکہ قوم بھی دل سے اُس کو چاہتی تھی اور قرعہ انتخاب اُسی کے نام پر پڑا تھا۔ اس طور پر اسکاٹلینڈ والوں کی پیشین گوئی (دیکھو صفحہ) آخر پوری ہو کر رہی یعنی جب جیمز ششم فرمانروائے اسکاٹلینڈ نے جیمز اول شاہ انگلستان کا لقب اختیار کر کے خانقاہ ویسٹ منسٹر میں تاج حکومت سر پر رکھا تو اسکاٹلینڈ کا

ایک بادشاہ اسکون کے مقدس پتھر پر پھر مسند نشین نظر آیا۔ اگرچہ جیمز کے عہد میں ایسے واقعات پیش نہیں آئے جو خاص طور پر قابل ذکر ہوں لیکن پھر بھی یہ عہد ایک اعتبار سے اہم ہے اس لئے کہ پارلیمنٹ کے ساتھ جیمز کے آئے دن کے تنازعات نے اُس کے بیٹے چارلس اول کے رستے میں کانٹے بچھا کر ایک بہت بڑے انقلاب کی بنا ڈالی۔

جیمز کی سیرت

جیمز بد باطن نہ تھا اور بادشاہ ہونے کی حیثیت سے بھی اُس کی سرشت پر حرف نہیں آسکتا البتہ اُسے گم کردہ راہ کہہ سکتے ہیں۔ روزمرہ کے انتظامی معاملات میں وہ بڑا زیرک اور ہوشمند تھا۔ دلدل والے علاقہ کو خشک کرانے کا خیال اُسی کو پیدا ہوا جس سے بیکار زمینیں قابل زراعت ہوگئیں۔ ڈاکخانہ (صرف ممالک غیر کے لئے) اول اول اُسی کے عہد میں قائم ہوا اور بہت سی مفید دستکاریاں مثلاً ریشم بافی اور پیلہ پروری اُسی کی سرپرستی میں رایج ہوئیں۔ لیکن انگریزی قوم کی مزاج شناسی کا ملکہ اُس میں کبھی بھی نہ پیدا ہوا۔ انگلستان آنے کے وقت اُس کی عمر چھتیس سال کی تھی اور چونکہ وہ اپنے سے بڑھ کر عقلمند کسی کو نہ سمجھتا تھا اس لئے اس سن و سال کے شخص سے جو اس درجہ خودبیں ہو انگریز و نکے مزاج داں ہونے کی توقع بھی نہ ہوسکتی تھی۔ وہ فطرۃً ملنسار اور نرم دل واقع ہوا تھا اور جیسا کہ ہمیں آگے

چل کر معلوم ہوگا اُس کے عہد میں رعایا پر جو سختیاں روا رکھی گئیں اُن میں زمانہ سابق کی وحشیانہ تعدی کا عنصر کبھی بھی شامل ہونے نہ پایا۔ لیکن اسمیں خوش اطواری اور متانت نام کو نہ تھی طبیعت میں جہل تھا مگر اُس کے ظریفانہ فقرے کبھی گندہ دہانی سے خالی نہ ہوتے تھے علم و فضل میں اُسے یدطولیٰ حاصل تھا اور بات بات میں اپنے کمالات کی نمائش کرتے رہنا اُس کی طبیعت ثانیہ ہوگئی تھی۔ ضد اور کٹھ حجتی اُسکی طبیعت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوی تھی اور دوسروں کے مشورہ پر عمل کرنے میں اپنی کسر شان سمجھتا تھا لیکن چونکہ بیحد خوشامد پسند تھا اور حد کا کاہل بھی تھا اس لئے اُس کے منھ لگے بآسانی اُس پر قابو پا جاتے تھے۔

مسئلہ حق آسمانی

تاج انگلستان کو وہ اپنی آبائی میراث سمجھتا تھا اور اُسے دل سے اس بات پر یقین تھا کہ سلطنت پر اُس کا آسمانی حق ہے۔ بالفاظ دیگر وہ خود کو تمام انسانی ذمہ داریوں سے بالا تصور کرتا تھا اور سمجھتا تھا کہ قوم اور قوانین مملکت پر اُسے اختیارات مطلق حاصل ہیں تاجداران خاندان ٹیوڈر مطلق العنان ضرور تھے۔ اور ہنری ہفتم کے اسٹارچمبر (ایوان کواکب) اور "مجلس عالیہ نائبین" نے جو انتظام کلیسا کے لئے الزبتھ کے حکم سے قایم ہوئی تھی تاجداران وقت کو وسیع اختیارات

دے رکھے تھے۔ لیکن ہنری ہشتم اور الزبتھ میں اپنی رعایا کی مزاج شناسی کا ملکہ موجود تھا اور اسی لئے وہ دونوں کے دونوں ہر دلعزیز تھے۔ جیمز اس وصف سے عاری تھا اور رعایا کو بلاوجہ دق کرتا رہتا تھا۔ پارلیمنٹ کے فیصلوں کو توڑنے کی اُس نے بارہا کوشش کی اور ایک دفعہ تو اُس نے دارالعوام کے اراکین سے صاف کہہ دیا کہ جسطرح خدا کی قدرت میں چون وچرا کرنا کفر ہے اسی طرح رعایا کے لئے بادشاہ کے اختیارات پر حرف گیری کرنا یا یہ کہنا کہ بادشاہ کے لئے فلاں فلاں امور ناجائز ہیں ایک نہایت شوخ چشمانہ کارروائی ہے اور اس سے بادشاہ کی بہت بڑی تحقیر ہوتی ہے

ظاہر ہے کہ یہ باتیں انگریزوں کی سی آزاد قوم کو کیطرح گوارا نہ ہوسکتی تھیں یہ سچ ہے کہ انگریز اپنے پادشاہوں کا ادب بھی کرتے تھے اور اُن کے ساتھ محبت بھی رکھتے تھے لیکن قدیم سیکسن زمانہ سے وہ اس بات کے عادی چلے آئے تھے کہ اول اول مجلس عقلا میں بذات خود اور ازاں بعد پارلیمنٹ میں اپنے وکلا و سفرا کی زبانی ہر نئی تجویز پر "ہاں ہاں" یا "نہیں نہیں" کی آوزا بلند کریں۔ اور اپنے ضمیر کو کسی قوت سے دبنے نہ دیں۔ مزید براں جیمز کی تخت نشینی کے وقت قوم ایک زمانہ دراز کے امن وآمان کی بدولت خوش حال و فارغ البال تھی اور

قوم کی حالت

قوم ہردلعزیز و طاقتور فرمانرواؤں کا زمانہ دیکھ چکی تھی۔ پھر بھلا وہ اس بات کی تاب کب لاسکتی تھی کہ ایک کمزور اورخود نما بادشاہ کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بن جائے۔ اضلاع میں شرفا اور دہقان اور مزدور آسودہ تھے۔ شہروں میں تجارت روبہ ترقی تھی۔ لندن کی آبادی اس سرعت کے ساتھ بڑھ گئی تھی کہ الزبتھ نے نئی عمارات کا بننا روک دیا تھا اورجیمز نے اپنے عہد میں اُن شرفا کو جو اپنے خاندانوں سمیت باہر سے آکر پائے تخت میں سکونت اختیار کرنا چاہتے تھے دو مرتبہ فہمایش کی کہ "گھر جائیں اور وہیں رہیں اور اپنے کام سے کام رکھیں"۔ بڑے بڑے شہروں میں لوگوں کے اجتماع اور مطبوعات خصوصاً انگریزی بائبل کی عام اشاعت کا نتیجہ یہ ہوا کہ مختلف امورپر جو پہلے زیادہ تر مدبران سلطنت اور پادریوں کا حصہ سمجھے جاتے تھے لوگ آزادی کے ساتھ غور و خوض اور رائے زنی کرنے لگ گئے۔

متقشفین

انگلستان میں اس وقت تین بڑی بڑی جماعتیں موجود تھیں۔ پہلا گروہ متقشفین (پیوریٹن) کا تھا۔ یہ لوگ خلوص نیت اور ایثار نفس کے جوہرسے آراستہ تھے اورلہو ولعب سے کچھ سروکار نہ رکھتے تھے۔ یا وہ گوئی قمار بازی شرابخواری اور دوسری بداعمالیوں سے جو شاہی درباروں کا شیوہ عام ہورہی

تھیں اُنہیں سخت نفرت تھی۔ کلیسا کی تمام رسموں کو وہ ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتے تھے اور دوران اصطباغ میں صلیب کا نشان بنانا یا قسیسی جُبّہ پہننا اُن کے نزدیک معیوب تھا۔ اور چونکہ قانون وحدت عمل کی رو سے بجز اُس طریقہ عبادت کے جو کتاب عبادت میں درج تھا کسی اور طریقہ کی پیروی ممنوع تھی اس لئے متقشفین چاہتے تھے کہ عبادت کے بعض ارکان تبدیل کردئے جائیں دوسرا گروہ جو اب تک تعداد میں سب سے بڑھا ہوا تھا پیروان کلیسائے انگلستان کا گروہ تھا۔ اس میں وہ لوگ شریک تھے جو چاہتے تھے کہ امور مذہبی میں اُنہیں اُسی حالت پر چھوڑ دیا جائے جو الزبتھ قایم کرگئی تھی اور جو کچھ اُن کے اساقفہ اُنہیں ہدایت کریں اُس کے بموجب انہیں عمل کرنے دیا جائے یہ جماعت بادشاہوں کی ممد و معاون اور اُس کے اقتدارات کی حمایت کرنے والی تھی تیسرا گروہ فرقہ کیتھولک پر مشتمل تھا اور اس کی آرزو تھی کہ انگلستان میں کسی طرح کیتھولک طریقہ عبادت کو از سرنو رواج ہو اور پاپا کے اختیارات پھر بحال ہوجائیں

جماعت کلیسائے انگلستان

کیتھولک

الزبتھ نے حکمت عملی سے ان تینوں جماعتوں کو قابو میں رکھا تھا لیکن جیمز میں یہ قابلیت موجود نہ تھی۔ وہ نہ انکا اداشناس تھا نہ ان کو بس میں رکھ سکتا تھا۔ متقشفین

اُسے ایک آنکھ نہ بھاتے تھے اس لئے کہ ان کے عقاید بھی وہی تھے جو فرقہ پرسبیٹیرین یعنی اسکاٹلینڈ کے فرقہ پراٹسٹنٹ کے تھے۔ اس فرقہ نے جیمز کو اسکاٹلینڈ میں بہت دق کیا تھا اور جب اُس نے انگلستان کی جماعت متقشفین کے چار اراکین کو ماہ جنوری ۱۶۰۴ء میں اس غرض سے دعوت دی کہ ہیمپٹن کورٹ میں اساقفہ کی شرکت سے ایک مجلس شوری منعقد کر کے بعض مابہ النزاع مسایل کا تصفیہ کرلیں تو اُسے معلوم ہوا کہ فرقہ پرسبیٹیرین کی طرح یہ متقشفین بھی بڑے ہی ضدی ہیں اور اپنے عقاید سے سرمو منحرف ہونے والے نہیں ہیں جو دلایل جیمز کی طرف سے اس موقع پر پیش ہوے وہ اُنھوں نے ایک ایک کرکے سب رد کر دے۔ اس پر جیمز بہت بگڑا اور کہنے لگا کہ یا تو میں تمھیں اپنی بات منوا کر چھوڑوں گا یا دھکے دلوا کر ملک سے باہر نکال دوں گا۔ اس مجلس کے انعقاد سے صرف ایک ہی اچھا نتیجہ نکلا اور وہ یہہ کہ جیمز نے حکم دیا کہ بعد نظر ثانی بائبل کا ترجمہ از سرنو مرتب کیا جائے یہ مصدقہ ترجمہ جو ۱۶۱۱ء میں شایع ہوا آج تک مروج ہے اور جو زبان اس میں استعمال کی گئی ہے وہ نہایت ہی پیاری اور دلکش ہے آج کل کی انگریزی زبان کو ترکیب دینے اور اس زبان کی پاگیزگی کے برقرار رکھنے میں جو فائدہ اس ترجمہ سے اور شیکسپیر کی تحریرات سے ہوا ہے

مجلس شوری منعقدہ ہیمپٹن کورٹ جنوری ۱۶۰۴ء

حق یہ ہے کہ تمام دوسری تصانیف ایک طرف اور یہ ایک طرف جیمز نے جو دھمکی متقشفین کو دی تھی اوسے پورا کرکے رہا۔ دس شخصوں کو جنہوں نے ترمیم طریقہ عبادت کی درخواست پیش کی تھی مجلس "ایوان کواکب" کے حکم سے سزاے قید دی گئی اور فرقہ متقشفین کے تین سو پادری اپنی اپنی خدمتوں سے علیحدہ کردئے گئے۔

متقشفین پر سختیاں

لوگوں کو جب مذہبی آزادی کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو انہوں نے جی میں ٹھان لی کہ وطن چھوڑکر کسی دوسرے ملک کو نکل جائیں۔ چنانچہ متقشفین کی ایک مختصر سی جماعت اپنے مذہبی پیشوا جان رابنسن اور اپنے فرقہ کے ایک سردار ولیم بریوسٹر کے زیر ہدایت فرار ہوکر ایمسٹرڈم اور لیڈن میں جابسی۔ بارہ سال بعد یہ ایک سو بیس نفوس جو آگے چلکر "آبائے زایرین" کے لقب سے ملقب ہوئے "مے فلاور" نام کے ایک جہاز میں سوار ہوکر بحر اوقیاس کو عبور کرتے ہوے براعظم امریکہ میں جا پہنچے اور ورجینیا کے شمال میں جہاں پہلے سے ایک بارونق نوآبادی قایم تھی آباد ہو گئے۔ اُن آوارگان دشت غربت کا قانون بائبل تھا۔ انکی التمغا سند ان کی باہمی اخوت تھی۔ اور اگرچہ میسیچوسٹس کے بے برگ و نوا ساحل پر اُنہیں بے حد زحمتیں اُٹھانی پڑین لیکن انہوں نے بعد میں آنے والوں

متقشفین کا ترک وطن کرنا کو ۱۶۲۰ء

کے لئے رستہ صاف کر دیا اور نیوانگلینڈ (انگلستان جدید) کی آزاد حکومتوں کی داغ بیل ڈال دی۔

ہیمپٹن کورٹ کی مجلس شوری کے انعقاد کے بعد ہی جیمز نے اپنی پہلی پارلیمنٹ کی احضار کا فرمان جاری کیا اور بڑی خرابی یہ ہوئی کہ رعایا کو ہدایت کی گئی کہ اراکین کا انتخاب بادشاہ کی مرضی کے مطابق عمل میں آئے پارلیمنٹ کے دوسرے اجلاس میں اراکین دارالعوام کی طرف سے درخواست پیش ہوئی کہ فرقہ متقشفین کے پادریوں کو بدستور منادی کرنے کی اجازت دی جائے لیکن جیمز نے سرے سے انہیں اس مسئلہ پر بحث کرنے ہی کا موقع نہ دیا۔ انہوں نے اس کے جواب میں کیتھولک فرقہ کے خلاف سخت تر قوانین بنا دیئے۔ جس پر جیمز نے مجبوراً بعض پادریوں کو جلا وطن کردیا اور ازسرنو بیس پاؤنڈ ماہوار کا تاوان تمام "منکرین" یعنی کیتھولک فرقہ کے اُن افراد سے وصول کرنا شروع کیا جنہیں انگریزی طریقہ عبادت کی پیروی سے انکار تھا۔

پہلی پارلیمنٹ کے ساتھ جھگڑا ۱۶۰۴ء لغایت ۱۶۱۱ء

اس پر کیتھولک ایسے جھلائے کہ ایک مختصر سی جماعت جس کی تعداد پندرہ سے زیادہ نہ ہوگی ایک جوشیلے شخص رابرٹ کیٹسبی کی سرکردگی میں ایک فتنہ انگیز منصوبہ باندھا کہ افتتاح پارلیمنٹ کے موقع پر جب بادشاہ اپنے بڑے بیٹے ہنری کے ساتھ وہاں موجود ہو تو ایوان پارلیمنٹ کو

بارود والی سازش
۵ر نومبر ۱۶۰۵ء

بھک سے اڑا دیا جائے اور اس کے بعد بادشاہ کے چھوٹے بیٹوں میں سے ایک کو تخت پر بٹھا کر کیتھولک مذہب کو ملک میں پھر رایج کیا جائے۔ اس سازش کا مواد کئی مہینے تک پکتا رہا۔ فلینڈرس سے ہتھیار منگائے گئے اور کیتھولک فرقہ کے اکابر کو دعوت دی گئی کہ آئیں اور سب مل کر بغاوت برپا کردیں۔ لیکن جب سب تیاریاں تکمل ہوچکیں تو آخری وقت میں شرکاے سازش میں سے ایک نے جس کا نام فرانس ٹریشم تھا اپنے برادر نسبتی لارڈ مانٹیگل کو ایک انتباہی چٹھی لکھ بھیجی کہ خبردار آج پارلیمنٹ کے اجلاس میں شریک نہ ہونا۔ یہ پر اسرار چٹھی جیمز کو دکھائی گئی۔ اُس کا ماتھا ٹھنکا کہ دال میں کچھ کالا نظر آتا ہے اُسی وقت عمارت کی تلاشی لی گئی تو ایوان پارلیمنٹ کے نیچے ایک زمین دوز حجرے میں یارک شایر کا ایک باشندہ گائی (یا گایڈو) فاکس نامی جو فلینڈرس میں نوکری کرچکا تھا دبکا ہوا نظر آیا۔ حجرے میں بارود کے کئی کپوں کا ڈھیر لگا ہوا تھا اور قریب تھا کہ گائی فاکس بارود کو بتی دکھائے۔ اس احمقانہ سازش کا نتیجہ یہ ہوا کہ سازش کرنے والے تو اوسی وقت مار ڈالے گئے یا گرفتار ہوکر قتل ہوئے اور کیتھولک فرقہ کی حالت بد سے بدتر ہوگئی اور کئی نسلوں تک اسی طرح رہی۔

انگلستان اور اسکاٹلینڈ کا مجوزہ اتحاد۔ ۱۶۰۴ء

لیکن جیمز اور اراکین دارالعوام کا باہمی اختلاف کچھ معاملات کلیسا ہی پر موقوف نہ تھا بابت اصل میں یہ تھی کہ دربار میں اسکاٹلینڈ والوں کا رسوخ بڑھا ہوا تھا اور انگریز اُنہیں رشک وحسد کی نگاہ سے دیکھتے تھے کہ یہ کیوں حکومت میں اس قدر دخیل ہوتے جاتے ہیں۔ بادشاہ نے جب یہ تجویز پیش کی کہ دونوں حکومتیں متحد ہوکر "برطانیہ کلاں" کے مشترکہ نام سے موسوم ہوں تو اس تجویز کی بڑی سخت مخالفت ہوئی۔ سرفرانسس بیکن جو اُس زمانہ میں ایک نامآور بیرسٹر تھا اپنے موکلوں کے لئے زیادہ سے زیادہ جو رعایت پارلیمنٹ سے حاصل کرسکا وہ صرف اس قدر تھی کہ جیمز کی تخت نشینی کے بعد جو باشندگان اسکاٹلینڈ پیدا ہوے ہوں وہ انگلستان کی اولاد وطن سمجھے جائیں۔

انگلستان اور اسکاٹلینڈ کو متحد کردینے کی تجویز کے لحاظ سے جیمز سراسر حق بجانب تھا اور اُس کی رعایا کا طرز عمل واجبی نہ تھا لیکن رعایا کی مخالفت کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ ہمیشہ اپنی مرضی کا مالک ہوکر رہنا چاہتا تھا اور اُن کی رائے کو خس برابر وقعت نہ دیتا تھا۔ چنانچہ مال تجارت کے متعلق اعلان جاری کرنے اور اُس پر تاوان

اعلانات اور محصولات

مقرر کرنے کے بارہ میں اُس نے شروع سے لے کر آخر تک جو کارروائی کی پارلیمنٹ کی رائے

کے خلاف کی۔ یعنی اس خیال سے کہ کپڑا بہتر رنگا جائے اُس نے سنہ ۱۶۰۸ئہ میں اس مضمون کا ایک اعلان جاری کیا کہ بے رنگا کپڑا باہر نہ بھیجا جاے۔ اسی کے ساتھ اُس نے کپڑے کے رنگنے اور درست کرنے کا حق بلا شرکت غیرے و مساہمت احدے ایلڈرمین کاکین کو عطا کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کپڑے کی تجارت قریباً برباد ہوگئی اور جیمز کو وہ شاہی سند جو اس تجارت کے لئے عطا کی گئی تھی واپس لینی پڑی۔ اس کے بعد جب اُسے روپیہ کی ضرورت پیش آئی تو اُس نے ارکان عدالت کی یہ راے حاصل کرلی کہ اُسے مال تجارت پر محصول لگانے کا حق حاصل ہے اور اس طور پر ایک سال کے عرصہ میں ستر ہزار پاونڈ کی رقم فراہم کرلی۔ جیمز کے دربار کے مصارف بہت بڑھے ہوے تھے۔ اس کے علاوہ اُسے آیرلینڈ میں ایک بڑا لشکر رکھنا پڑتا تھا اس لئے کہ السٹر کی نوآبادی (دیکھو صفحہ) میں بڑی بددلی پھیلی ہوئی تھی۔ غرض جیمز کو روپیہ کیلئے بدرجہ مجبوری اراکین دارالعوام کے آگے ہاتھ پھیلانا پڑا لیکن انھوں نے صاف کہہ دیا کہ جب تک بادشاہ منسوخی اعلانات و موقوفی محصولات کا وعدہ نہ کرے گا ہم ہرگز کسی رقم کی منظوری نہ دیں گے۔ جیمز بھلا ایسی کڑی شرط کب مان سکتا تھا جو اُس کے اعتراف عجز کی دلیل ہو۔ اُس نے

پیمان اعظم اور برطرفی پارلیمنٹ سنہ ۱۶۱۱ئہ

صاف انکار کر دیا۔ اس پر سیسل نے جو اب لارڈ سالسبری کے خطاب سے سرفراز اور درجہ صدراعظم پر فایز تھا اراکین دارالعوام کے ساتھ ایک قرار داد کرلینی چاہی جو "پیمان اعظم" کے نام سے موسوم ہے۔ اس قرار داد کا ماحصل یہ تھا کہ بادشاہ بعض حقوق سے جو اُس کے لئے مختص تھے دست بردار ہو جائے اور پارلیمنٹ اُس کے لئے دو لاکھ پاونڈ سالانہ کی معاش مادام الحیات مقرر کر دے۔ لیکن اراکین دارالعوام اس پر رضامند نہ ہوے۔ جیمز کو جب کوئی رقم ہاتھ نہ لگی تو اس نے پارلیمنٹ کو ماہ فروری ۱۶۱۱ء میں برطرف کر دیا۔ دوسال بعد اُس نے ایک اور پارلیمنٹ کے احضار کا حکم دیا۔ اور چند ہی ہفتوں میں اس کو بھی توڑ دیا اس لئے کہ اراکین دارالعوام اب کی مرتبہ بھی اپنی اُسی ضد پر اڑے رہے کہ جب تک محصولات موقوف نہ ہوں گے بادشاہ کو کسی رقم کی منظوری نہ دی جائے گی۔ یہ دوسری پارلیمنٹ بانجھ پارلیمنٹ کہلاتی ہے کہ اس نے اپنے مختصر زمانہ اقتدار میں ایک مسودہ قانون بھی نافذ نہیں کیا۔

بانجھ پارلیمنٹ ۱۶۱۴ء

بانجھ پارلیمنٹ کی برطرفی کے بعد سات سال تک جیمز پارلیمنٹ کی مدد کے بغیر حکمرانی کرتا رہا۔ ۱۶۱۲ء میں جب لارڈ سالسبری کا انتقال ہو گیا تو اس نے اسکاٹلینڈ کے ایک نوعمر شخص رابرٹ کار کو سلطنت کے مناصب عالیہ

پر سرفراز کرکے امارت سامرسٹ کا درجہ عطا کیا۔ لیکن یہ ہری بھری بیل منڈھے نہ چڑھنے پائی۔ سامرسٹ نے ایسیکس کی مطلقہ بی بی سے شادی کرلی اور اس الزام میں

دور مصاحبین
۱۶۱۵ء لغایت ۱۶۲۸ء

ملوث ہوا کہ اُس کی بی بی نے از راہ عناد سر ٹامس اوور بری کو زہر دیا تھا اور وہ بھی اس جرم میں معین تھا۔ اس واقعہ کے بعد وہ بادشاہ کی نظروں سے گر گیا اور اُس کی بجاے جیمز کا گوشہ چشم التفات جارج ولیئرس پر مبذول ہوا جو آگے چل کر امیر کبیر بکنگھم کے لقب سے ملقب ہوا۔ بکنگھم نو عمر وجیہ وشکیل اور دلیر وشجاع لیکن ساتھ ہی بڑا جلد باز اور خود سر تھا۔ جیمز اور اُس کے چھوٹے بیٹے شہزادہ چارلس کے مزاج میں اُسے اسقدر درخور تھا کہ جو لوگ دربار شاہی میں ترقی کرنا چاہتے تھے اُسے رشوتیں دیتے تھے اور اُس کی خوشامدیں کرتے تھے چنانچہ چند ہی سال میں وہ انگلستان کا سب سے زیادہ دولت مند اور طاقتور امیر ہوگیا۔ اگر بادشاہ کا بڑا بیٹا ہنری شہزادہ ویلز زندہ رہتا تو ممکن تھا کہ صورت حالات بدلجاتی اسلئے کہ یہ شہزادہ ہونہار جانباز اور بیدار مغز ہونے کے ساتھ ہی ہردلعزیز بھی تھا۔ لیکن قضا نے اوسے مہلت نہ دی ۱۶۱۲ء میں اُس کا انتقال ہوگیا اور چارلس ایک نفیہ وناتواں کم سخن وناآشنا مزاج وارث تخت وتاج ہوا

جیمز کی طبیعت علم پسند واقع ہوئی تھی۔ اسی لئے انگلستان

اور ہسپانیہ کی جنگ مدت کی ختم ہوچکی تھی۔ اب اُس نے چاہا کہ شہزادہ چارلس کا عقد فلپ ثالث کی بیٹی شہزادی میرایا کے ساتھ ہو جائے۔ یہ تجویز دانشمندی سے بہت ہی بعید تھی اس لئے کہ انگریز ہسپانویوں سے نفرت رکھتے تھے اور کسی کیتھولک شہزادی کو بیاہ لانے کے روادار نہ تھے۔ ملکہ الزبتھ کو رعایا کی ان خواہشوں کا فوراً ہی احساس ہوگیا ہوتا اور وہ ادا شناس تاجدار ایسے موقع پہ جھٹ طرح دے جاتی لیکن جیمز میں یہ بات کہاں تھی وہ بارہ سال تک اسی ادھیڑبن میں لگا رہا کہ کسی طرح ہسپانیہ کے ساتھ سمدھیانہ کے تعلقات قایم ہو جائیں اور رعایا کو رہ رہ کر برافروختہ کرتا رہا۔ لیکن اس دوازدہ سالہ منصوبہ بندی کا نتیجہ آخر کچھ بھی نہ نکلا۔ "بیٹا چارلی" اور "بیٹا اسٹینی" کہ چارلس اور بکنگھم کو جیمز پیار کے ان ناموں سے پکارا کرتا تھا رخت سفر باندہ کر ہسپانیہ بھی گئے مگر اُن کے اس رنگیلے سفر کا یہ حشر ہوا کہ شہزادی نے تو شہزادہ کی صورت دیکھتے ہی ناک بھوں چڑھالی اور اُسکے باوانے شہزادہ کی دامادی کو اس شرط پر محول کیا کہ وہ اپنا عقیدہ ترک کرکے کیتھولک ہو جائے۔ اس پر یہ رشتہ ۱۶۲۳ء میں ٹوٹ تو گیا لیکن جیمز کے عہد حکومت کی ایک بڑی مدت کے دوران میں اس نے رعایا کو پریشان کئے رکھا اور بادشاہ نے اگر عمر بھر میں کسی ایسے فعل کا ارتکاب

ہسپانیہ کی شہزادی کے ساتھ ولیعہد کے عقد کی تجویز ۱۶۱۱ء تا ۱۶۲۳ء

کیا جسے حقیقی معنوں میں ظالمانہ کہہ سکتے ہیں تو اُس کا باعث اسی احمقانہ رشتہ کی تجویز تھی۔

اربیلا اسٹوارٹ کو جو ہنری ہفتم کی چوتھی پشت میں تھی جیمز کی بجائے تخت پر بٹھانے کی سازش کی گئی تھی جوانمرد سر والٹر ریلے بھی اس سازش میں شریک تھا اور اس جرم میں اُس کے لئے سزائے موت تجویز ہوئی تھی تیرہ سال سے وہ قید میں تھا اور اس اسیری ہی میں اپنی کتاب "تاریخ عالم" لکھ رہا تھا۔ ۱۶۱۶ء میں اُس نے بادشاہ سے کہا کہ ملک گائنا میں سونے کی ایک کان ہے اور اگر مجھے موقع ملے تو میں اس کا سراغ لگا سکتا ہوں۔ جیمز کو تو ہر وقت روپیہ کی ضرورت رہتی تھی اُس نے ریلے کو جھٹ آزاد کر دیا اور گائنا کے سفر کی اجازت دے دی لیکن ساتھ ہی جتا دیا کہ ہسپانویوں سے ہرگز نہ لڑے ورنہ اُس کی جان کی خیر نہ ہوگی۔ اس حکم کا امتثال قریب قریب محال تھا اور ریلے کی بحری مہم کا انجام بہت ہی برا ہوا۔ ریلے خود دریائے آری نوکو کے دہانہ کی حفاظت کے لئے ٹھہرا رہا اور اپنے ساتھ کے باقی جہازوں کو معدن طلا کی تلاش کے لئے بھیج دیا مگر اس جستجو میں وہ ناکام رہے رستہ میں ہسپانویوں نے اُن پر حملہ کر دیا جس پر انہوں نے ایک ہسپانوی گانوں جلا دیا اور اس ہنگامہ میں

سر والٹر ریلے کی تباہی اور قتل۔
۱۶۱۶ء لغایت ۱۶۱۸ء

ریلے کا بیٹا مارا گیا۔ خالی ہاتھ واپس آنے کی عار سے بچنے کے لئے ریلے نے بعض خزانہ سے لدے ہوے ہسپانوی جہازوں کو ہتھیا لینا چاہا لیکن اُس کے جہاز کا عملہ باغی ہوگیا اور وہ شکستہ دل ہوکر انگلستان واپس آیا جہاں اس فیصلہ کے لحاظ سے جو تیرہ سال قبل اُس کے حق میں صادر ہوچکا تھا اُس کا سر قلم کردیا گیا۔ لوگوں کو جنہیں خوب معلوم تھا کہ یہ کارروای محض شاہ ہسپانیہ کے خوش کرنے کے لئے کی گئی ہے اس نامور سیاح اور مورخ کی موت بہت ہی شاق گزری اور جیمز کا یہ فعل قابل نفرین سمجھا گیا۔ ریلے میں اور عیوب خواہ کتنے اور کیسے ہی کیوں نہ ہوں اس کی بہادری اور شرافت میں کسی کو کلام نہ تھا

ریلے کے قتل کے تین سال بعد جیمز کو ایک اور پارلیمنٹ کے احضار کی مجبوری محسوس ہوی۔ اُس نے اپنی سب سے بڑی بیٹی الزبتھ کا عقد ۱۶۱۳ء میں فرماں فرمائے پیلٹیائن فریڈرک پنجم سے کردیا تھا۔ فرماں فرمائے موصوف جرمنی کا ایک سربرآوردہ پراٹسٹنٹ تاجدار تھا اور ہیڈلبرگ کے قریب دریائے راین کے علاقہ پر حکمرانی کرتا تھا۔ چند سال بعد اہل بوہیمیا نے فرڈ نینڈ شہنشاہ جرمنی کے خلاف علم بغاوت بلند کردیا اور فریڈرک کو اپنا بادشاہ بنا لیا۔ لیکن

جرمنی میں جنگ سی سالہ کا آغاز ۱۶۱۹ء

شاہ ہسپانیہ دوسرے کیتھولک فرمانرواؤں کی معیت میں پراٹسٹنٹوں کے خلاف شہنشاہ جرمنی

کے ساتھ شریک ہوگیا اور وہ خوں ریز جنگ شروع ہوگئی جو جنگ سی سالہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس جنگ کی ابتدا ہی میں فریڈرک نہ صرف بوہیمیا کھو بیٹھا بلکہ اپنے منصب فرماں فرمائی سے بھی محروم ہوگیا اور بی بی سمیت اپنے ملک سے فرار ہونا پڑا۔ دونوں جیمز کے پاس آکر طالب امداد ہوے لیکن پارلیمنٹ کی منظوری کے بغیر یہ امداد دینی اُس کے اختیار سے باہر تھی۔

اب وقت آپہنچا کہ جیمز اپنے گزشتہ اعمال و افعال کا خمیازہ بری طرح کھینچے۔ سات سال کی مدت میں سنگین جرمانوں ہدیوں جبریہ قرضوں اور دوسرے ناجائز ذریعوں سے اُس نے رعایا سے بڑی بڑی رقمیں وصول کی تھیں۔ فراہمی زر کا ایک اور ڈھنگ اُس نے یہ اختیار کیا تھا کہ امارت کے درجے رقوم خطیرہ کے عوض فروخت کر ڈالے تھے ہالینڈ کے شہروں کو اجازت دے رکھی تھی کہ آدمی رقم یکمشت داخل کر کے اپنا اپنا قرض اتار دیں اور "بیرونٹ" کے نام سے ایک نیا اعزاز تجویز کیا تھا جسے ہر شخص سو پاؤنڈ دے کر خرید سکتا تھا۔ مزید براں اُس نے سبھی طرح کے اجارے بکنگھم اور اُس کے یاروں دوستوں کو دے رکھے تھے جن کی وجہ سے رعایا پر بڑا ہی جبر ہوتا تھا۔ عدالتیں بھی نفرت انگیز طور پر بددیانت اور مرتشی تھیں۔ حکام عدالت جن کا تقرر

ناجائز جلب منفعت

بادشاہ کرتا تھا بہت ہی قلیل مشاہرہ پاتے تھے اور مقدمات فیصلہ کرنے سے پہلے فریقین سے نذرانہ وصول کرتے تھے۔

نئی پارلیمنٹ کے لئے جو اراکین منتخب ہوئے انمیں سے اکثر ایسے تھے جو بادشاہ کے اس جابرانہ وخودمختارانہ طرز حکومت کا سدباب کرنے کے لئے تلے بیٹھے تھے انمیں پیش پیش دوشخص تھے۔ ایک تو جان پم جو پہلے حلقہ کین اور بعد ازاں حلقہ ٹیوسٹاک کی طرف سے سفیر منتخب ہوا اور دوسرا جان ہیمپڈن جو علاقہ بکنگھم شایر کا ایک رئیس تھا۔ ان لوگوں کو لگی لپٹی نہ آتی تھی۔ راستباز مستقل مزاج بڑے دلیر تھے اور مرتے دم تک انگلستان کی آزادی کے لئے جدوجہد کرتے رہنے کا امتیاز انکا حصہ ہوچکا تھا۔ اس جدوجہد میں کچھ اور لوگ بھی ان کے شریک تھے۔ مثلاً جنگی بیڑے کا امیرالبحر سرجان الیٹ جو ایک آتش مزاج اور بے لاگ شخص تھا کوک اور سلڈن جو اس زمانہ کے دو مشہور قانون دان تھے۔ اور ونٹھورتھ جو کچھ مدت تک محض بکنگھم سے بغض رکھنے کے باعث گروہ محبان وطن کا طرفدار رہا۔ یہ سب لوگ اُس کشمکش میں جس کا سلسلہ آیندہ چالیس سال تک قایم رہا شریک غالب تھے۔

تیسری پارلیمنٹ ۱۶۲۸ء تا ۱۶۲۹ء

انہوں نے سامان جنگ کے لئے بادشاہ کو ایک

قلیل رقم کی منظوری تو دی لیکن اس کے ساتھ ہی ناجایز جرمانوں اور اجاروں اور حکام عدالت کی رشوت ستانی کے خلاف صداے احتجاج بلند کی۔ جیمز نے مجبور ہوکر اجاروں کی مراعات کو موقوف کر دیا اور اب اراکین دارالعوام نے موقع پاکر سرفرانسس بیکن پر جو لارڈ ویرولام کے لقب سے ملقب تھا بددیانتی اور رشوت ستانی کا الزام قایم کر کے مقدمہ چلایا۔ بیکن جو تین سال

بیکن کا چالان ۱۶۲۱ء

سے وزارت خزانہ کے عہدہ پر ماسور تھا حال ہی میں اپنی معرکۃ الآرا تصنیف "نووم آرگنیم" شایع کرچکا تھا اور اپنے زمانہ کے مشاہیر اہل قلم کا سرتاج سمجھا جاتا تھا۔ لیکن افسوس ہے کہ علمی لیاقت کے ساتھ اُس میں دیانت کا جوہر موجود نہ تھا جب دارالامرا میں اُس پر مقدمہ دائر ہوا تو اُس نے اپنی خطا کا اعتراف کر کے یہ عذر پیش کیا کہ رشوت ستانی میں میں نے محض رواج عام کا اتباع کیا ہے۔ غرض پارلیمنٹ کی عدالت نے بعد ثبوت جرم اسے اوس کے عہدے سے برطرف کر دیا اس کے علاوہ سنگین جرمانہ بھی تجویز کیا لیکن بادشاہ نے اُسے معافی دے دی اور وہ بارہ سو پاؤنڈ کے وظیفہ پر علحدہ ہوکر علمی خدمت میں مشغول ہوگیا۔

بادشاہ اس اثنا میں جنگ کی تیاری بے دلی کے

ساتھ کر رہا تھا۔ ابھی تک یہ خیال اُس کے دل سے نکلنے نہ پایا تھا کہ شہنشاہ فرڈیننڈ سے برسر جنگ ہونے کے باوجود وہ ہسپانیہ کے ساتھ جو فرڈیننڈ کا حلیف تھا دوستانہ مراسم قایم رکھ سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ خیال خام تھا اس لئے کہ شاہ ہسپانیہ شہنشاہ جرمنی کے خلاف کبھی بھی نیام سے تلوار نہ نکال سکتا تھا۔ پم اور کوک نے اب ایک

تیسری پارلیمنٹ کی طرف سے ۱۶۲۱ء

محضر مرتب کیا جس میں صاف صاف بیان کیا گیا تھا کہ بادشاہ کو ہسپانیہ کے ساتھ اپنے تعلقات قطع کر دینے چاہئیں اور شہزادہ چارلس کا عقد کسی پراٹسنٹ شہزادی سے کرنا چاہئے۔ یہ محضر جب اراکین دارالعوام نے بادشاہ کے پاس بھیجا تو اُس نے سخت برہمی کا اظہار کیا اور اُن کے مشورہ کو شوخ چشمانہ دخل درمعقولات سمجھا۔ اس پر اُنہوں نے بر سبیل احتجاج یہ دعوے کیا کہ ہمیں آزادی گفتار کا پورا حق حاصل ہے اب تو جیمز کے غصہ کی کوئی حد نہ رہی۔ عالم غیظ و غضب میں اُس نے دارالعوام کی کتاب الآرا کے اُس ورق کو جس پر یہ احتجاج درج تھا پارہ پارہ کر دیا اور پارلیمنٹ توڑ کر پم کوک سلڈن اور دوسرے سربرآوردہ اراکین کو قید کر دیا۔ غرض اس طور پر تیسری پارلیمنٹ کا بھی خاتمہ ہوگیا جو ٹوٹ تو گئی لیکن اپنا تھوڑا بہت سکہ بٹھاتی گئی۔ یعنی اس نے اجاروں کے دستور کو جس سے رعایا کی صریح حق تلفی ہوتی تھی

موقوف کر دیا۔ عدالتوں کے طرز عمل کی اصلاح کی خطاکار ارباب اقتدار پر نالش کرنے کا حق از سرِ نو حاصل کیا اور معاملات سلطنت میں رائے دینے کا حق منوا کر چھوڑا۔ لیکن بادشاہ اور پارلیمنٹ کی ناچاقی کا میدان روز بروز زیادہ وسیع ہوتا جاتا تھا۔ اسی زمانہ میں اول اول ملکی خبروں کے مطبوعہ اوراق شایع ہونے لگے اور ۲۳ مئی ۱۶۲۲ء کو انگلستان کا پہلا ہفتہ وار اخبار جاری ہوا۔

پہلا ہفتہ وار اخبار ۱۶۲۲ء

سال آیندہ یعنی ۱۶۲۳ء میں ولیعہد کی ہسپانوی نسبت ٹوٹ گئی اور چارلس اور بکنگھم ہسپانیہ سے جنگ کرنے کا شوق دل میں لئے ہوئے سفر سے واپس آ گئے۔ بادشاہ روپیہ فراہم کرنے کی مشکلات سے خوب واقف تھا اس لئے جنگ سے بہت ہی کارہ تھا لیکن بکنگھم کے پیہم اکسلئے جانے سے آخر راضی ہوگیا اور ۱۶۲۴ء میں بہمرسانی سامان جنگ کی منظوری حاصل کرنے کے لئے ایک اور پارلیمنٹ طلب کی جو اُس کے عہد کی چوتھی اور آخری پارلیمنٹ تھی۔ اب چونکہ ہسپانیہ میں عقد ہونے کا خدشہ بالکل مٹ چکا تھا اس لئے دارالعوام نہ چاہتا تھا کہ جنگ ہو جس کی ایک خاص وجہ یہ بھی تھی کہ پیلٹنیاین کی حکومت پھر حاصل کرنے کے لئے جیمز فرانس کے ساتھ اتحاد فراہم کرنے اور فرانس کی شہزادی ہنریٹا کو چارلس

چوتھی پارلیمنٹ ۱۶۲۴ء

کے حبالہ عقد میں لانے کا خواہشمند تھا کہ وہ بھی کیتھولک مذہب کی پیرو تھی۔ بہر حال اراکین دارالعوام نے صرف اس قدر رقم کی منظوری دی جس سے ہالینڈ والوں کو ہسپانیہ کے مقابلہ میں مدد دی جا سکے اور انگریزی بندرگاہوں کی حفاظت کی جا سکے۔ اس کے بعد پارلیمنٹ نے اپنا اجلاس ملتوی کر دیا اور وعدہ کیا کہ آیندہ اجلاس موسم سرما میں منعقد ہوگا اور اگر مزید رقم کی ضرورت ہوی تو اس کی منظوری اُس وقت دی جائے گی۔

ہالینڈ کی تباہ کن مہم ۱۶۲۵ء

اس اثنا میں چارلس اور شہزادی ہنریٹا کے عقد کے معاہدہ پر دستخط ہو چکے تھے اور اس خیال سے کہ بیٹا ایک کیتھولک شہزادی سے نکاح کرنے کا پابند ہو چکا ہے جیمز کو حوصلہ نہ پڑتا تھا کہ پارلیمنٹ کو منہ دکھائے۔ جو قلیل رقم اُس کے پاس موجود تھی اُس سے اُس نے ایک مختصر سا لشکر ترتیب دیا اور موسم بہار میں ایک جرمن کماندار اُمیر مینسفلڈ کو بارہ ہزار فوج کے ساتھ علاقہ پیلٹینایٹ کی تسخیر کے لئے روانہ کیا۔ اس مہم کا انتظام نہایت ہی ناقص تھا۔ رسد ٹھٹر گئی اور فوج میں بیماری پھوٹ پڑی جس سے نو ہزار آدمی ہلاک ہو گئے غرض یہ مہم سراسر ناکام رہی اور اس ناکامی کا جیمز پر اس قدر اثر ہوا کہ اُس کی صحت اُسے جواب دے گئی اور وہ تپ لرزہ میں مبتلا ہو کر ۲۷ مارچ ۱۶۲۵ء کو انتقال

جیمز کی وفات ۲۷ مارچ ۱۶۲۵ء

کرگیا۔ اس نے کئی تصانیف یادگار چھوڑیں منجملہ اُن کے ایک رسالہ تمبا کو کی مضرتوں پر تھا۔ ایک میں جادوگرنیوں کے حالات درج تھے اور ایک کا موضوع "بادشاہوں کی ظل اللہی" تھا جیمز تصنیف وتالیف کی وادی کا خواہ کیسا ہی مرد میداں کیوں نہ قرار دیا جائے لیکن بادشاہ ہونے کی حیثیت سے وہ اپنی رعایا کے رستے میں بہت سے کانٹے بوتا گیا۔

سترھواں باب

شاہ و رعایا

چارلس اوّل

سنہ ۱۶۲۵ء لغایت سنہ ۱۶۴۹ء

چارلس جب تخت پر بیٹھا تو بجز گنتی کے چند اشخاص کے باقی تمام قوم کو اُس کی ذات سے بڑی بڑی امیدیں تھیں شمایل و خصایل میں وہ اپنے باپ کی ضد واقع ہوا تھا۔ مسند نشینی کے وقت اگرچہ اُس کی عمر صرف پچیس سال تھی لیکن متانت و تمکنت کی جیتی جاگتی تصویر معلوم ہوتا تھا۔ بال سیاہ تھے پیشانی بلند تھی۔ بشرہ سنجیدہ تھا اور اُس پر اداسی چھائی رہتی تھی۔ کم سخنی کے باوجود اُس کے اطوار پسندیدہ تھے۔ ملنے والوں سے نوازش اور ملاطفت کے ساتھ پیش آتا تھا اور کبھی اُس جوش غضب اور درشت کلامی کا اظہار نہ کرتا تھا جو اُس کے باپ کے مصاحبین کو گراں گزرا کرتی تھی۔

چارلس اول کے عادات وخصایل۔

اس کے علاوہ چارلس کی ہردلعزیزی کی یہ وجہ بھی تھی کہ وہ ہسپانیہ سے جنگ کرنے کا خواہشمند تھا۔ لیکن اُن معدودے چند اشخاص کو جن کی نگاہ ذرا گہری تھی بادشاہ کی سیرت کے بہت سے نامحمود خصایص نظر آ گئے تھے۔ اُن سے یہ بات پوشیدہ نہ تھی کہ باپ کی طرح چارلس بھی اپنے ذاتی دبدبہ اور رعب کے خیال پر مٹا ہوا ہے اور اس نقص کی تلافی کے لئے اُس میں جیمز کی صاف دلی اور نیک طینتی نام کو موجود نہیں۔ اُس کے خوش اطوار ہونے میں کلام نہیں لیکن اسی کے ساتھ اُس کا ظاہر و باطن ایک نہ تھا اور طبیعت میں ضد پرلے درجہ کی تھی مذہب سے اُسے خاص لگاؤ تھا اور اپنی اولاد کے ساتھ بہ شفقت پیش آتا تھا لیکن اپنی غرض کے لئے فریب دہی اور وعدہ خلافی کو گناہ نہ سمجھتا تھا۔ اُس کی ضد اور ہٹ کا اندازہ اُس کے دربار کے ایک خوش فکر رکن کے اس قول سے ہوسکتا ہے کہ "بھائیو خدا سے یہی دعا مانگو کہ اگر بادشاہ کسی بات پر جم جائے تو وہ برسر حق ہو ورنہ اگر وہ غلطی پر اڑگیا تو یاد رکھو کہ اس سے بڑھ کر ضدی اور خود سر دنیا کا کوئی فرمانروا نہ ہوا ہے نہ ہے اور نہ ہوگا" اس قول کے لفظ لفظ سے حسرت آمیز سچائی ٹپک رہی ہے۔ اور جب ہم اس واقعہ کو پیش نظر رکھتے ہیں کہ اراکین دارالعوام نے ابھی سے بادشاہ کی

رائے کے مقابلہ میں اپنی رائے پر باصرار قایم رہنے کا ڈھنگ ڈال دیا تھا تو ہمیں ذرا بھی تعجب نہیں ہوتا کہ چارلس کا عہد حکومت ایک سلسلہ نزاع پیہم تھا جس میں فریقین کی برہمی اور حق ناشناسی بجاے خود بڑھتی گئی تاآنکہ وہ ہیبت ناک انجام پیش آیا جو پیش آیا۔

یہ نزاع بہت جلد شروع ہوگئی۔ اس لئے کہ جب پارلیمنٹ کا اجلاس ۱۸ر جون ۱۶۲۵ء کو منعقد ہوا تو لوگ ہالینڈ والی مہم کی تباہی سے پہلے ہی بہت دلگیر ہو رہے تھے اور بکنگھم کو جو بادشاہ کے مزاج میں بے حد دخیل تھا بے اعتباری کی نظروں سے دیکھتے تھے۔ اس کے علاوہ انہیں یہ بات بھی بہت ہی ناگوار گزری تھی کہ ملکہ اپنے ہم مشرب پادریوں کو اپنے ہمراہ لیتی آئی تھی اور سرزمین انگلستان میں اس کا ایک کیتھولک کنیسہ بھی موجود تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اگرچہ چارلس نے جنگ جاری رکھنے کے لئے تین لاکھ پاونڈ کی منظوری طلب کی لیکن دارالعوام نے صرف ایک لاکھ چالیس ہزار پاونڈ منظور کئے اور اگرچہ یہ دستور قدیم سے چلا آتا تھا کہ شراب جو اور دوسرے خمریات کے ہر اٹھائیس من اور بعض اشیاے تجارت کے ہر رطل پر "منانہ ورطلانہ" کے نام سے ایک مقررہ محصول بادشاہ کو تاحین حیات دیا جایا کرے

چارلس کی پہلی پارلیمنٹ کا اجلاس۔
۱۸ر جون ۱۶۲۵ء

منانہ ورطلانہ

لیکن دارالعوام نے اب یہ محصول چارلس کی ذات کیلئے صرف ایک سال کی مدت کے واسطے منظور کیا۔ بادشاہ اس پر بہت ہی بگڑا۔ لندن میں طاعون پھیلا ہوا تھا
پارلیمنٹ کی برطرفی
اس لئے اُس نے پارلیمنٹ کو برخاست کر کے حکم دیا کہ دوسرا اجلاس آکسفرڈ میں منعقد ہو لیکن سوء اتفاق اسے کہتے ہیں کہ انعقاد اجلاس سے پہلے خبر آئی کہ سات جہاز جو چارلس نے شاہ فرانس کو مستعار دئے تھے فرانسیسی ساحل پر لارو شل کے محاصرہ میں پراٹسٹنٹوں کے خلاف استعمال میں لائے گئے۔ اراکین دارالعوام نے بادشاہ کو فرقہ کیتھولک کی امداد کا الزام دیا اور علی الاعلان کہہ دیا کہ ہمیں بکنگھم پر مطلق اعتماد نہیں۔ لیکن چارلس نے اپنے منہ لگے وزیر کے طرز عمل پر بحث ہونے کی اجازت نہ دی اور پارلیمنٹ کو برطرف کر دیا۔

چارلس اور بکنگھم کو اب یہ امید ہوئی کہ ہسپانیہ کے ساتھ جنگ جاری رکھنے سے لوگوں میں اُن کی ہردلعزیزی قائم ہو جائے گی لیکن اس سے غافل تھے کہ جنگ کیلئے اُن کے پاس فوج اور روپیہ کچھ بھی نہ تھا۔ بہرحال تجارتی جہازوں کو بیگار میں پکڑ لینے سے جوں توں کر کے ایک بیڑا فراہم کر لیا گیا اور چونکہ اُس زمانہ میں کسی فوج باقاعدہ کا وجود نہ تھا اس لئے لوگوں کو گھروں سے بلا کر ایک بدہیئت

بھی درست کرلیا گیا۔ سر ایڈورڈ سیسل کو جو اس فوج کا سپہ سالار تھا حکم ملا کہ کسی ایک ہسپانوی شہر پر حملہ کرکے مال سے لدے ہوئے ہسپانوی جہازوں کو پکڑ لے جو امریکہ سے آرہے ہوں۔ سپہ سالار موصوف بیڑا لئے ہوئے خلیج قادس میں پہنچا اور ایک قلعہ سر کرکے رسد کے بغیر کوچ کرتا ہوا اندرونی علاقہ کی طرف بڑھا۔ سپاہیوں کو رستہ میں شراب کے کچھ خم ہاتھ آگئے اب کیا تھا۔ مفت کی شراب پی پی کر ایسے بدمست ہوئے کہ سر پیر کا ہوش نہ رہا۔ اور سیسل کو انہیں الٹے پاؤں واپس لاکر پھر جہازوں پر سوار کرنا پڑا۔ اب سیسل نے انگلستان کا رخ کیا۔ خیال تھا کہ رستہ میں خزانہ بردار جہازوں ہی پر چھاپہ مارنے کا موقع مل جائے گا۔ لیکن یہ جہاز دو دن ہوئے راستہ کترا کر نکل بھی گئے تھے۔ بیچارے سیسل کو اپنا سا منہ لے کر خالی ہاتھ وطن واپس آنا پڑا۔ اور اس بحری مہم کی ناکامی کے گھر گھر ایسے چرچے ہوئے کہ انگلستان میں مائیں اپنے بچوں کو یوں لوریاں دیا کرتی تھیں۔

مہم کیڈز کی ناکامی
اکتوبر ۱۶۲۵ء

بیڑا تھا ایک چل کے جو ہسپانیہ گیا ؛ جیسا گیا تھا ویسا ہی چل پھر کے آگیا

غرض وہ فتح جس کے انتظار میں چارلس نے گھڑیاں گن گن کر کاٹی تھیں منحوس ترین ناکامی سے بدل گئی اور قرض کی ایک بھاری گٹھڑی بادشاہ کے سر پر چھوڑتی گئی جسے ایک اور پارلیمنٹ کی احضار پر مجبور ہونا پڑا۔

لیکن پارلیمنٹ کے انتخاب سے پہلے چارلس ایک گہری

چال چلا۔ یعنی پچھلی پارلیمنٹ میں جن اشخاص نے اُسے بہت زیادہ دق کیا تھا اُن میں سے بعض کو انتخاب کنندگی کے عہدہ پر مامور کر دیا تاکہ وہ خود ارکان کی حیثیت سے منتخب نہ ہوسکیں۔ لیکن یہ حکمت عملی بھی رایگاں گئی۔ چارلس ایک شخص کو خاموش کرتا تھا تو اُس کی جگہ آواز بلند کرنے والا دوسرا اٹھ کھڑا ہوتا تھا۔ دارالامرا اور دارالعوام کا اجتماع ہوتے ہی سرہنری الیٹ نے اٹھ کر مطالبہ کیا کہ اُس بدنظمی اور ابتری کی کامل تحقیقات ہونی چاہئے جس کی وجہ سے ملک پر اسقدر تباہیاں نازل ہوئی ہیں اور اس مطالبہ کے ساتھ ہی ارکین دارالعوام نے بکنگھم پر الزامات کا ایک طومار باندھ دیا۔ اسس موقع پر الیٹ نے جو تقریر کی اُس کے جستہ جستہ فقرات درج ذیل ہیں :۔ "اُس شخص نے شاہی خزانہ اور سلطنت کے ذخایر پر ہاتھ صاف کر کے ہمارے نظام مملکت کے اعصاب و شرائن کو قطع کر ڈالا ہے۔ اس کے بے دریغ مصارف اس کے مسرفانہ جشن اس کی شاندار عمارتیں اس کا سیہ مستانہ نا و نوش اور اس کی بے محابا عیش پرستیاں مداخل شاہی کو ضایع کرتی چلی جارہی ہیں۔ کسی شخص کا حق کسی شخص کا مفاد اُس کی آرزوؤں کے لئے حائل نہیں ہوسکتا۔ ہم پر جتنی مصیبتیں آئی ہیں اور آرہی ہیں ان سب کا باعث یہی شخص ہے اور ان سب مصیبتوں کا علاج یہی ہے کہ اس کا قرار واقعی بندوبست

دوسری پارلیمنٹ میں بکنگھم سے مواخذہ۔ سنہ ۱۶۲۶ء

کیا جائے"۔ چارلس نے جواب دیا تو یہ دیا کہ الئیٹ کو اور ڈگس کو بھی جس نے اُس کی تائید کی تھی قلعہ لندن میں قید کردیا جب اراکین دارالعوام نے اُن دونوں کی شرکت کے بغیر اجلاس کی کارروائی جاری رکھنے سے انکار کردیا اور بکنگھم کی برطرفی کا مطالبہ کیا تو اُس نے بادلِ ناخواستہ الئیٹ اور ڈگس کو رہا تو کردیا لیکن روپیہ کی منظوری لئے بغیر پارلیمنٹ کو فوراً توڑ بھی ڈالا۔

پارلیمنٹ کی برطرفی

چارلس کو اب چاروں طرف مشکلات ہی مشکلات نظر آنے لگیں۔ حال ہی میں لوئی سیزدہم تاجدار فرانس سے اُس کا جھگڑا ہوگیا تھا۔ بنائے نزاع کچھ تو یہ تھی کہ اُسے بدرجہ مجبوری ملکہ ہنریٹا کے کیتھولک خدام کو رخصت کرنا پڑا تھا اور کچھ یہ تھی کہ لوئی سیزدہم کے مقابلہ میں لاروشل کی پراٹسٹنٹ فرانسیسی رعایا کی طرفداری کرنا وہ اپنے فرایض میں داخل سمجھتا تھا۔ لیکن جنگ کرنے کے لئے ضرور تھا کہ اُس کے پاس روپیہ موجود ہو۔ مشانہ اور رطلانہ کی رقم ناجایز طور پر وہ برابر وصول کرتا جاتا تھا اور فرقہ کیتھولک کے منکرین سے تاوان بھی لیتا جاتا تھا لیکن پھر بھی روپیہ کی اُس کے خزانہ میں بڑی کمی تھی۔ رعایا سے اُس نے نذرانہ کی استدعا کی لیکن کسی نے ایک کوڑی تک نہ دی۔ اس پر ایک شخص نے یہ تجویز پیش کی کہ گو بادشاہ رعایا کو

بادشاہ لوگوں سے جبراً روپیہ قرض لیتا ہے ۱۶۲۶ء

بطور ہدیہ وار سخان روپیہ دینے پر مجبور نہیں کرسکتا لیکن یہ بات تو اس کے اختیار میں ہے کہ اُنہیں روپیہ قرض دینے پر مجبور کرے۔ رعایا کے لئے یہ دونوں باتیں قریب قریب ایک سی تھیں اس لئے کہ چارلس سے قرضہ کی واپسی کی بہت ہی کم امید ہوسکتی تھی۔ غرض بادشاہ نے اس مشورہ پر عمل پیرا ہوکر ہر ضلع میں شاہی گماشتہ روانہ کئے کہ ہر شخص سے بقدر استطاعت روپیہ قرض لیں۔

اس کارروائی سے رعایا میں سخت بددلی اور بے چینی پھیل گئی۔ سلسلۂ ٹیوڈر کے فرمانرواؤں کے عہد میں ملک میں امن و امان قایم تھا اور محصول وخراج کا بوجھ ہلکا کردیا گیا تھا۔ اور تو اور جیمز بھی یا تو چنگی کی رقم وصول کرتا تھا یا دولتمندوں سے روپیہ لیتا تھا۔ مگر اب یہ حالت تھی کہ بکنگھم کی مسرفانہ ضروریات پوری کرنے اور اُن لڑائیوں کے اخراجات بہم پہنچانے کے لئے جن کا خاتمہ التزاماً ذلت وناکامی پر ہوتا تھا ہر شخص کے خانگی حسابات کی جانچ پڑتال ہونے لگی اور اُس سے ایک بندھی رقم زبردستی وصول کی جانے لگی۔ لوگ اس استحصال بالجبر سے ایسے تنگ آگئے کہ ملک کے مختلف حصوں میں اسّی اکابر وعماید نے رقم دینے سے صاف انکار کردیا اور اس انکار کی پاداش میں قید ہوے۔ غیر مستطیع طبقے کے جن لوگوں نے شاہی مطالب کے ماننے سے انکار

رعایا کی سخت بددلی

گیا وہ جبراً فوج میں بھرتی کرلئے گئے یا اُن کے گھروں پر سپاہی بٹھا دئے گئے۔

آخر جنگ کی تیاریاں جوں توں کر کے مکمل ہوئیں اور بکنگھم ایک سو جہازوں کا بیڑا لئے ہوئے لاروشل کی طرف روانہ ہوا۔ جزیرہ رہی میں پہنچ کر اُس نے قلعہ سینٹ مارٹنس کا جو شہر کے بالمقابل واقع تھا محاصرہ کرلیا اور اگر وہ اس مہم میں کامیاب ہوتا تو اہل انگلستان جنگ کو بنگاہ استحسان دیکھتے اس لئے کہ اس سے پراٹسٹنٹ

لاروشل کو کمک پہنچانے میں بکنگھم کی ناکامی ۱۶۲۷ء

فرقہ کی امداد مقصود تھی۔ لیکن حسب معمول یہ مہم بھی خایب و خاسر رہی۔ فرانسیسیوں نے انگریزی صفوں کو چیر کر قلعہ کے محصورین کو آذوقہ پہنچا دیا۔ بکنگھم کی فوج بیماری سے ضایع ہوگئی اور اُسے کمک کے لئے مراجعت پر مجبور ہونا پڑا۔

انگریزی قوم کو اس ناکامی کا بڑا صدمہ ہوا۔ جب انہیں یہ خیال آتا تھا کہ یا تو کبھی ہماری سطوت وجبروت کا ڈنکا اقصاے عالم میں بجتا تھا اور یا آج ہم دوسری قوموں کی نظروں میں رہ رہ کر ذلیل ورسوا ہورہے ہیں تو غم و غصہ کا ایک طوفان اُن کے سینے میں اٹھتا تھا

قید ہونے پر پانچ شرفا کا مرافعہ

وہ قوم جسے کبھی اپنے قوانین پر ناز اور اپنی آزادی کا غرّہ تھا اب اس حال کو پہنچ گئی تھی کہ لوگ بے خطا و بے قصور قید میں ڈالے جارہے تھے

غرض پانچ قصباتی شرفا نے جنہیں بلا حجت موجہ سزاے قید دی گئی تھی عدالت میں مرافعہ دایر کرکے استدعا کی کہ اُن کے متعلق پروانہ شہادت جسدی جاری کیا جاے اس پروانہ کی رو سے داروغہ محبس قانوناً مجبور تھا کہ قیدی کو عدالت میں بجسد عنصری پیش کرکے حکمنامۂ گرفتاری دکھاے جس میں اس الزام کی تصریح ہو جس کی بنا پر ملزم گرفتار ہوا تھا۔ ان پانچوں مصیبت زدوں کے خلاف دراصل کوئی الزام نہ تھا اس لئے کہ انھوں نے صرف روپیہ قرض دینے سے انکار کیا تھا اور روپیہ قرض دینے سے پہلو تہی کرنا قانوناً کوئی جرم نہ تھا۔ قبالہ اعظم میں جسے آزادی انگلستان کی آلتمغا سند کہنا چاہیے صاف لکھا تھا کہ "کوی شخص گرفتار یا قید نہ کیا جاے گا تاوقتیکہ اُسکے ہم چشموں کی ایک جماعت اُس کے خلاف باضابطہ طور پر حجت نہ قایم کرے یا ملک کا قانون اُس کے خلاف فیصلہ نہ صادر کرے۔" لیکن اس صاف و صریح قانون کے باوجود حکام عدالت نے محض بادشاہ کی خفگی کے خوف سے ان اشخاص کے واجبی احتجاج کو نظر انداز کرکے انہیں حوالات میں بھیج دیا تھا۔

پارلیمنٹ نے اب اُنکی رہائی کا مطالبہ کیا۔ اور سر جان الئیٹ اور سر ٹامس ونٹورتھ نے نہایت دلیرانہ طور پر کہا کہ ہمیں اپنی قدیم آزادی کے حق کو برقرار رکھنے کے لئے

اپنی تمام قوت صرف کر دینی چاہئے اور جو قوانین ہمارے آبا و اجداد نے بنائے تھے اُن کی وقعت قایم رکھنے کیلئے پوری ہمت سے کام لینا چاہئے۔" اس پر دارالعوام نے ایک "محضر حقوق" مرتب کیا جس میں ناجائز محصولات ہدایا اور قید کے خلاف آواز بلند کی گئی تھی اور بادشاہ سے اس وعدہ کی استدعا کی گئی تھی کہ اولاً کسی آزاد شخص سے پارلیمنٹ کے امتزاج کے بغیر قرض نہ طلب کیا جائے گا اور ثانیاً کوئی آزاد شخص بلا اظہار وجہ قید نہ کیا جائے گا۔" دارالامرا نے اس محضر کے مضمون کے ساتھ اتفاق کیا اور اگرچہ بادشاہ نے اس کی بڑی سخت مخالفت کی لیکن اُسے روپیہ کی ایسی شدید ضرورت تھی کہ آخر اُسے سر تسلیم خم کرتے ہی بنی اور اس محضر کی دونوں دفعات نے ۷ جون ۱۶۲۸ء کو قانون کی شکل اختیار کر لی۔ اس قانون کے نفاذ پر جس نے قوم کی آزادی کو بحال کر دیا ملک بھر میں خوشیاں منائی گئیں۔ اظہار مسرت کے طور پر لوگوں نے جا بجا الاؤ روشن کئے اور گھنٹیوں کی ٹن ٹن سے کلیسا گونج اُٹھے اب اراکین دارالعوام نے اُس رقم کی منظوری بھی دیدی جس کی چارلس کو ضرورت تھی لیکن جب وہ بکنگھم کی برطرفی کا مطالبہ کرنے گئے تو بادشاہ نے اُن کی بات سننے سے انکار کر دیا اور پارلیمنٹ کو کچھ عرصہ کے لئے

محضر حقوق رعایا
۲۰ جنوری ۱۶۲۸ء

برخاست کر دیا۔

بادشاہ کے اس مقرب پر دارالعوام کی طرف سے پھرے دنے ہونے کی ضرورت قضا نے باقی نہ چھوڑی ۲۳ر اگست کو جب بکنگھم لاروشل کی دوسری مہم پر پورٹسمتھ سے روانہ ہونے کے لئے پابرکاب تھا تو جان فلٹن نامی ایک مذہبی دیوانے نے جسے فوج میں ترقی نہ ملی تھی اور جو بکنگھم کو دشمن ملک و ملت سمجھتا تھا شہر کے دارالاجتماع کے دروازہ پر اس کے جگر میں ایک چھرا بھونک دیا اور وار کرتے وقت چلاکر کہا کہ "خدا تجھ پر رحم کرے" اس حادثہ کی وجہ سے حاضرین میں جو کھلبلی پڑ گئی تھی وہ جب رفع ہوئی تو قاتل برہنہ سر چہل قدمی کرتا ہوا ملا وہ چاہتا تو اس ہنگامہ کی افراتفری میں فرار ہوجاتا لیکن اس کی اس نے مطلق کوئی کوشش نہ کی اور گرفتار ہو کر آخر پھانسی پر لٹکا دیا گیا۔

بکنگھم کا قتل ۲۳ر اگست ۱۶۲۸ء

بکنگھم کے مرنے سے گھر گھر خوشیاں ہوئیں لیکن یہ خوشیاں قبل از وقت تھیں۔ چارلس نے ویسٹن کو جو بکنگھم کا معتمد علیہ تھا وزیر خزانہ بنا دیا اور سلطنت پھر اُسی پرانے ڈھرے پر چلنے لگی۔ انگریزی بیڑے نے لاروشل پہنچ کر منہ کی کھائی اور ۱۶۲۹ء میں چارلس نے فرانس کے ساتھ صلح کر لی۔ رشیلیو کی قوت بازو نے

لارڈ اسقف لندن مقرر ہوتا ہے۔ ۱۶۲۸ء

لاروشل کے برجوں پر فرانس کا جھنڈا جا گڑا تھا اور دنیا میں انگلستان کی حیثیت بہت ہی ذلیل ہوگئی تھی۔ براعظم یورپ میں کیتھولک ہر جگہ غلبہ حاصل کرتے جاتے تھے اور اسی لئے جب بادشاہ نے لاڈ کو جو باتھ اور ولس کا اسقف تھا ترقی دیکر اسقف لندن بنا دیا تو اہل انگلستان کو بہت ہی تشویش ہوی۔ اس تشویش کی وجہ یہ تھی کہ لاڈ کو نمود زیب و زینت کا بڑا شوق تھا اور فرقہ کیتھولک کی طرح رسوم عبادت کا بڑے طمطراق سے عمل میں لانا ضروری سمجھتا تھا۔ اس کے علاوہ اصول نیابت ربانی اور بادشاہ کی کامل خود مختاری کی بھی وہ ہمیشہ حمایت کرتا رہتا تھا۔ اب اس خود مختارانہ قوت سے چارلس نے اس طرح کام لینا شروع کیا کہ جب چاہتا تھا منانہ اور رطلانہ وصول کرلیتا تھا اور جو سود اگر یہ ڈنڈ نہ بھرتا تھا اُس کا مال ضبط کرلیتا تھا۔

اتفاق ایسا ہوا کہ اس ضبط شدہ مال کا کچھ حصہ پارلیمنٹ کے ایک رکن کی ملک سے تھا۔ چنانچہ جب دارالمبعوثین کا اجلاس پھر منعقد ہوا تو سرجان الیٹ نے یہ صلاح دی کہ چنگی کے جن عہدہ داروں نے مال پر قبضہ کیا ہے انہیں طلب کر کے سزا دی جائے۔ عہدہ دار جب حاضر ہوے تو ان کی طرف سے یہ عذر پیش ہوا کہ ہمنے

پارلیمنٹ کا اظہار تمرد ۱۶۲۹ء

یہ کارروائی بادشاہ کے حکم سے کی تھی۔ اور چارلس نے رئیس النطق کو ایما کیا کہ اجلاس ملتوی کردیا جائے۔ یہ التوا تو عمل میں آیا لیکن جب مبعوثین پھر جمع ہوئے اور فرمان التوا پہلے کی طرح مکرر جاری ہوا تو مبعوثین نے امتثال امر سے صاف انکار کردیا۔ رئیس النطق نے جب اٹھ کر تقریر کرنی چاہی تو اراکین میں سے دو شخصوں نے اُسے پکڑ کر زبردستی کرسی پر بٹھادیا اور دروازے بند کرلئے۔ اسی کے ساتھ الیٹ نے یہ تحریک پیش کی کہ "وہ لوگ غدار ہیں جو مذہب میں تبدیلیاں پیدا کرنی چاہتے ہیں یا جو چنگی کا ایسا محصول وصول کرتے ہیں یا ادا کرتے ہیں جس کی باضابطہ منظوری پارلیمنٹ نے نہ دی ہو۔" اس تحریک کی تائید میں مبعوثین "ہمیں اتفاق

افراتفری اور برطرفی

ہے ہمیں اتفاق ہے" کا نعرہ بلند کرہی رہے تھے کہ پہرہ کے سپاہی بادشاہ کے حکم سے دروازے توڑنے کے لئے آپہنچے۔ لیکن اس تشدد کی نوبت ہی نہ آنے پائی۔ اجلاس یک بیک ملتوی ہوگیا اور چند دن بعد بادشاہ نے پارلیمنٹ کو توڑ دیا الیٹ اور اُس کے ساتھ کئی اور مبعوثین قید کردئے گئے لیکن اُن میں سے جنہوں نے اطاعت اختیار کرلی وہ بہت جلد چھوڑ دے

سرجان الیٹ کی وفات ۱۶۳۲ء

گئے۔ صرف تین شخص یعنی الیٹ ویلنٹاین اور اسٹروڈ ثابت قدم رہے اور پارلیمنٹ کے

حقوق کے برخلاف اُن کی زبان سے ایک لفظ نہ نکلا۔ الیٹ نے ساڑھے تین سال تک قلعہ لندن میں قید رہکر وفات پائی۔ وہ پہلا شخص تھا جس نے راہ حریت میں جاں دی

آیندہ گیارہ سال تک چارلس پارلیمنٹ کے بغیر حکمرانی کرتا رہا اور وزارت کے خاص خاص شعبوں کی ذمہ داریاں ویسٹن لاڈ اور ونٹورتھ کے تفویض رہیں۔ الیٹ اور پم جیسے اشخاص کا پارلیمنٹ کی آزادی کی حمایت میں سینہ سپر ہونا ہم لکھ آئے ہیں۔ اب وہ بساط کہن الٹ چکی تھی اور الیٹ وپم کی طرح دو دھن کے پکے یعنی ونٹورتھ جو آگے چلکر لارڈ اسٹیفرڈ کے لقب سے ملقب ہوا) اور لاڈ بادشاہ کے جابرانہ وخود مختارانہ اقتدار کے برقرار رکھنے میں ساعی تھے۔ بحث طلب امر یہ تھا کہ فریقین میں سے آخر کار کامیابی کا سہرا کس کے سر رہے گا۔

ونٹورتھ اور لاڈ

ونٹورتھ جس پر ہوس جاہ بہت ہی غالب تھی بکنگھم کے مرتے ہی اپنے پرانے رفیقوں کا ساتھ چھوڑ کر بادشاہ سے آملا تھا ترقی کے مدارج طے کرتا ہوا وہ مجلس حلقہ شمالی کی صدرنشینی کے منصب پر فایز ہوگیا اور اپنے حاکمانہ اختیارات کا استعمال بڑے تشدد اور سختی سے کرنے لگا۔ لاڈ کا ضمیر ونٹورتھ کے مقابلہ میں بہت زیادہ بے لوث تھا اور یک رنگی کے وصف میں بھی اُس پر امتیاز رکھتا تھا لیکن بڑی خرابی یہ ہوی کہ وہ تنگ نظر اور متعصب واقع ہوا تھا۔

ان دونوں وزرا نے پہلے تو اپنے آقا کی تباہی کا سامان کیا اور پھر اپنی جان اُس کے لئے نثار کردی۔

اس یازدہ سالہ دور کے پہلے پانچ سال کی مدت میں بظاہر ہر طرح کا امن وسکون قایم رہا۔ جو لوگ اعتدال پسند تھے اُنہیں اس بات کا احساس تھا کہ اراکین دارالعلوم حد سے زیادہ بڑھ گئے تھے اور بادشاہ کی توہین کرنے لگے تھے۔ اور چونکہ ولیسٹن خزانہ کا انتظام سلیقہ سے کرتا تھا اور لوگوں کے ساتھ محصول وخراج کے بارہ میں سختی نہ برتتا تھا اس لئے یہ لوگ قانع تھے۔ اسی زمانہ میں (۱۶۳۵ء) میں اول اول ملک کے اندر ڈاکخانہ کا سررشتہ قایم ہوا اور ہر ہفتہ ڈاک کے ذریعہ سے چٹھیوں کی روانگی کا انتظام عمل میں آیا۔ کرایہ کی گاڑیاں جن کا رواج پہلے پہل ۱۶۲۵ء میں ہوا تھا عام ہوگئیں اُنہیں اُن بازاروں سے گزرنے کی ممانعت تھی جہان بھیڑ زیادہ ہو شہر کے اندر لوگوں کی سواری کے لئے تام جھام کا رواج ۱۶۳۴ء میں ہوا۔ انہیں دنوں ایک بہت بڑے علمی اکتشاف نے معلومات انسانی میں ایک گرانقدر اضافہ کیا یعنی بادشاہ کے طبیب ہاروی نے ۱۶۲۸ء میں مسئلہ دوران خون پر اپنی تصنیف شایع کی۔

اندرونی ڈاک ۱۶۳۵ء

ہاروی۔ جارج ہربٹ اور ملٹن۔

ان ایام کی قصباتی زندگی پر جب ہم نگاہ ڈالتے ہیں تو ہمیں امن وفراغ خاطر کی ایک جھلک پادری جارج ہربٹ

جیسے صفاکیش شاعر کی ایام گزاری میں نظر آجاتی ہے جو اپنے مکان واقع بیمرٹن ضلع ولٹ شایر میں بیٹھا ہوا نرالے رنگ کی مذہبی نظمیں لکھا کرتا تھا اور پر آشوب زمانہ کے آغاز سے پہلے پہلے ۱۶۳۳ء میں دارالقرار کو سدھار گیا علی ہذالقیاس مشہور شاعر ملٹن نے ۱۶۳۴ء میں بمقام ہارٹن واقع ضلع بکنگھم شایر اپنی منظوم تصنیف "کومس" سپرد قلم کی ملٹن کو ارباب کلیسا آزادی کے ساتھ اظہار خیالات کی اجازت نہ دیتے تھے اس لئے وہ کلیسا ہی کو چھوڑ بیٹھا تھا۔

امریکہ کو نقل وطن

اس عرصہ میں فرقہ متقشفین کے لوگ تعداد کثیر میں وطن چھوڑ چھوڑ کر برابر انگلستان جدید (امریکہ) کو جارہے تھے۔ ایک ہزار نفوس کو جان ونتھراپ ۱۶۳۰ء میں اپنے ہمراہ لے گیا اور آئندہ گیارہ سال کے دوران میں بیس ہزار سے کم اشخاص نے سمندر پار سفر نہ کیا ہوگا۔ لارڈ بالٹیمور نے بھی جو کیتھولک عقیدے کا پیرو تھا ۱۶۳۴ء میں میری لینڈ کے نام سے ارجینیا کے شمال کی جانب ایک جدید نوآبادی قایم کی تھی۔ اگرچہ اس نوآبادی کے قیام سے اصلی مقصود فرقہ کیتھولک کے اُن اشخاص کی پناہ دہی تھا جو "منکرین" کہلاتے تھے یعنی حکومت کے مجوزہ طریقہ عبادت کے اختیار کرنے پر رضامند نہ ہوتے تھے لیکن پہلا قانون اس نوآبادی کا

یہ تھا کہ ہر شخص آزادی کے ساتھ اپنے عقاید پر قایم رہنے کا مجاز ہوگا۔

اس قسم کی جاے پناہوں کی جہاں لوگ آزادی کے ساتھ زندگی بسر کرسکیں اب بڑی ضرورت تھی اس لئے کہ انگلستان میں صورت معاملات روز بروز ابتر ہوتی چلی جارہی تھی۔ ۱۶۳۳ء میں ونٹورتھ آیرلینڈ کی حکومت پر مامور ہوا جہاں انگریزوں اور اسکاٹلینڈ والوں کی جدید نوآبادیوں نے اولاد وطن کا ناک میں دم کر رکھا تھا۔ ایک اعتبار سے ونٹورتھ کے طرز حکومت کو اچھا بھی کہہ سکتے ہیں۔ اُس نے اہل آیرلینڈ کی ایک پارلیمنٹ قایم کرکے اس قدر رقم کی منظوری حاصل کر لی جس سے ایک عمدہ قواعد دان فوج کے اخراجات برداشت کئے جاسکیں اور اس فوج سے اُس نے ملک میں امن وامان قایم کردیا۔ تجارت کو بھی اُس نے ترقی دی اور شمالی علاقہ میں سوتی پارچہ بافی کی صنعت اُسی کے زمانہ میں رایج ہوی۔ لیکن اسے نہ اپنے وعدے کا پاس تھا اور نہ قانون کی اُس کی نظروں میں کوئی وقعت تھی لاڈ کو اُس نے ایک مرتبہ لکھ بھیجا کہ میں لگی لپٹی نہیں جانتا۔ وہ ہاتھ ہی کیا جو ایسا اوچھا پڑے کہ تسمہ لگا رہ جاے اہل ایرلینڈ کی خواہشوں کی وہ مطلق پروا نہ کرتا تھا کیتھولک مذہب کو نہایت سختی سے دباتا تھا اور باوجودیکہ بادشاہ نے

آیرلینڈ میں ونٹورتھ کی حکومت ۱۶۳۳ء تا ۱۶۳۹ء

قول دیا تھا کہ کناٹ کے علاقہ میں کوئی انگریزی نوآبادی نہ بسائی جائے گی لیکن اُس نے باختیار خود ایک نوآبادی اس علاقہ میں قایم کر ہی دی۔ غرض اُس کی حکومت نہایت جابرانہ تھی جس نے لوگوں کے دلوں میں ہیبت بٹھادی تھی عنان اختیار جب تک اُس کے زبردست ہاتھوں میں رہی اہل آیرلینڈ کو سر اُٹھانے کا حوصلہ نہ ہوا لیکن جیساکہ ہمیں آگے چل کر معلوم ہوگا اُس کے جاتے ہی اُس کے جبر وتشدد کے نتایج ایک خوفناک صورت میں آشکارا ہوگئے

متقشفین کے ساتھ لاڈ کی نزاع۔

جس سال ونٹورتھ آیرلینڈ کا نائب السلطنت بناکر بھیجا گیا اسی سال کنٹربری کے صدراسقف ایبٹ نے جسکا شیوہ ہمیشہ سے آشتی و مدارا تھا وفات پائی۔ لاڈ اُس کی جگہ صدراسقف مقرر ہوا اور دو سال بعد ۱۶۳۵ء میں جب ویسٹن کا انتقال ہوگیا۔ تو ساری قوت سمٹ سمٹ کر اُسی کے ہاتھ میں چلی گئی اور وہ عملی طور پر انگلستان کا گویا صدراعظم ہوگیا۔ پہلا ہی کام اُس نے یہ کیا کہ مذہب میں بہت سی ایسی باتیں داخل کردیں جن سے کیتھولک رسموں کی شان نمودار ہوتی تھی مثلاً قربان گاہ کو جو عرصہ دراز سے گرجا کے وسط میں معین چلی آتی تھی اگلے قاعدہ کے مطابق بدستور گرجا کی عمارت کے مشرقی حصے میں منتقل کرادیا۔ نقش ونگار والے دریچے ازسرنو نصب کرادئے۔ اور کلیسائے لیمبتھ میں ایک

صلیب جو وہان سے ہٹالی گئی تھی پھر رکھوادی۔ ان باتون سے متقشفین میں بڑی سراسیگی پھیل گئی۔ اس زمانہ میں ہر شخص کو اختیار ہے کہ اگر کسی کلیسا کا طریقہ عبادت اُس کے عقیدے کے خلاف ہو تو کسی دوسری عبادت گاہ میں چلا جائے لیکن ان دنوں اختلاف طرق عبادت خارج از امکان سمجھا جاتا تھا۔ گرجا ایک تھا اُس کا طریقہ واحد تھا اور ہر شخص اس میں اوقات مقررہ پر حاضر ہونے کیلئے مجبور تھا۔ ایسی حالت میں لاڈ کی وضع و قماش کے حاکم وقت کی طرف سے کسی ایسے ردو بدل کا نفاذ جسے اکثر لوگ ناپسند کرتے ہوں بجز فساد کے اور کوئی نتیجہ پیدا نہ کرسکتا تھا۔ متقشفین کی تعداد اب بہت بڑھ گئی تھی اور پارلیمنٹ کے حکم سے یوم السبت کی حرمت کا ایام سابق کی بہ نسبت بہت زیادہ اہتمام کیا جاتا تھا اور لہو ولعب سے لوگوں کو حکماً روکا جاتا تھا۔ قدیم زمانہ میں اتوار والے دن اکثر دیہات میں کھیل تماشے ہواکرتے تھے لیکن اب حکام عدالت دیہی نے اس بنا پر انہیں روکنا شروع کیا تھا کہ میلون مین لوگ شرابیں پی پی کر بدمست ہوجاتے ہیں جس سے شعایر سبت کی توہین ہوتی ہے۔ لاڈ اور بادشاہ نے قانون وقت کو بالائے طاق رکھ کر عزم بالجزم کرلیا کہ اتوار کو کھیل تماشے کا سلسلہ پھر جاری کردیا جائے اور پادریوں کو حکم دیا کہ اس کی تائید میں وعظ کہیں۔ پادریوں نے

اس حکم کے ماننے سے انکار کردیا اور اس انکار کی پاداش میں فرقہ متقشفین کے صدہا پادری اپنی خدمتوں سے الگ کردئے گئے۔ حکومت نے اتنے ہی پر اکتفا نہیں کی بلکہ انہیں ایام میں تین شخص عدالت ایوان کو اکب سے لاڈ کی طرز حکومت کے خلاف رسایل لکھنے کی علت میں سزایاب ہوے ان میں سے ایک کا نام پرن تھا جووکالت کا پیشہ کرتا تھا۔ دوسرا بیسٹوک نامی ایک طبیب تھا اور تیسرا ایک پادری تھا جس کا نام برٹن تھا۔ ان تینوں کے کان کاٹ لئے گئے اور جب یہ بیچارے بوچے ہوچکے تو انہیں عمر بھر کے لئے قید کردیا گیا۔ یہ حرکات مذبوحی ایسی تھیں کہ بہت سے اعتدال پسند لوگ بھی متقشفین کے طرفدار ہوگئے۔ غرض اس طور پر بادشاہ اور اُسکے وزرا رعایا کی عقیدت و الفت سے برابر محروم ہوتے چلے جارہے تھے۔

پرن بیسٹوک اور برٹن کی سزا یابی۔ ۱۶۳۷ء

چارلس نے "محضر حقوق" میں نمایندگان قوم سے جو وعدے کئے تھے انہیں وہ کبھی کا توڑ چکا تھا۔ اپنے پرانے دستور کے موافق رعایا سے ناجایز طور پر روپیہ وصول کرتا تھا اور جو لوگ مزاحمت کرتے تھے انہیں سخت سزا دیتا تھا۔ اب چونکہ ایک جنگی بیڑے کی ضرورت آپڑی تھی اس لئے اُس نے ساحل کی تمام بستیوں کے نام احکام جاری کئے کہ جس طرح ہسپانیہ کے جنگی بیڑے کی چڑھای کے

بادشاہ زرسفینہ وصول کرتا ہے۔
۱۶۳۴ء لغایت ۱۶۳۷ء

ہیمپڈن کا مرافعہ

وقت اُنھوں نے ملکہ الزبتھ کی مدد کی تھی (دیکھو صفحہ) اسی طرح اُس کے لئے بھی جہاز بہم پہنچائیں یا جہازوں کے بدلے "زرسفینہ" ادا کریں۔ یہ مطالبہ صریحاً اُس وعدہ کے خلاف تھا جو بادشاہ نے رعایا سے "محضر حقوق" میں کیا تھا اور جب اس سے بھی متجاوز ہوکر اُس نے محصول زرسفینہ ساحلی آبادی کے علاوہ اندرون ملک کی آبادی سے وصول کرنا شروع کیا تو بکنگھم شایر کے ایک رئیس جان ہیمپڈن نامی نے محصول ادا کرنے سے انکار کردیا اور عدالت میں استغاثہ دایر کیا۔ اگرچہ اس وقت تمام حکام عدالت بادشاہ ہی کے مقرر کئے ہوئے تھے پھر بھی بارہ میں سے پانچ نے دلیرانہ طور پر کہدیا کہ ہیمپڈن بالکل حق بجانب ہے۔ لیکن چونکہ کثرت راے مدعی کے خلاف تھی اس لئے محصول برابر جاری رہا اور سارے انگلستان میں برہمی کی ایک لہر دوڑ گئی۔

اگر چارلس اور لاڈ نے اسکاٹلینڈ والوں کو انگریزی کتاب عبادت کے استعمال کا حکم دینے سے ایک نیا جھگڑا انہیں دنوں میں مول نہ لیا ہوتا تو عجب نہ تھا کہ یہ طوفان بھی گزر گیا ہوتا لیکن جو ہونے والا ہے وہ ہوکرہی رہتا ہے۔ واقعہ اصلاح کنیسہ کے وقت ہی سے اہل اسکاٹلینڈ یا تو جان ناکس کے آداب عبادت پر عمل کرتے چلے

آتے تھے یا وقت کے وقت برجستہ الفاظ میں مفہوم عبادت خود ادا کرلیا کرتے تھے۔ اب جو انہیں ایک ایسی کتاب عبادت کے استعمال کا حکم دیا گیا جس میں انہیں پاپا کا رنگ جھلکتا ہوا نظر آتا تھا تو انھوں نے امتثال امر سے صاف انکار کردیا۔ ایڈنبرا کے سب سے بڑے گرجا میں جب پادری نے نئی کتاب کھول کر دعا مانگنی شروع کی تو ایک بڑھیا نے ایک تپائی اٹھاکر اُس کے سر پر کھینچ ماری اور یہی متمردانہ جذبہ تمام اسکاٹلینڈ میں پھیل گیا۔ اس پر بادشاہ نے پیغام بھیجا کہ کلیساؤں میں عبادت گزاروں کو اس خیرہ سری سے باز آنا اور شاہی حکم مان لینا چاہئے لیکن اس پیغام نے آگ کو زیادہ بھڑکا دیا اور انھوں نے باقرار صالح اُس قومی عہد کی تجدید کی جو ۱۵۵۷ء میں باندھا گیا تھا (دیکھو صفحہ) اور شرفا و امرا اور قسیسین اطراف و اکناف ملک میں ایک اقرار نامہ لئے ہوئے گشت لگاتے پھرتے تھے جس پر لوگ ہر جگہ بآمادگی تمام دستخط کردیتے تھے۔

چارلس اول اسکاٹلینڈ کو کتب عبادت کے استعمال پر مجبور کرنا چاہتا ہے

متعاہدین ۱۶۳۸ء

بادشاہ سخت برہم ہوا اور فوج لیکر سرکشوں کی تادیب کے لئے سرحد پر پہنچ گیا لیکن متعاہدین اسکاٹلینڈ نے بھی تیاریاں کررکھی تھیں۔ ادھر انگریزی سپاہیوں نے اُن کے ساتھ ہمدردی کا اظہار شروع کردیا اور چارلس

کو متنبہ کردیا گیا اُس کی فوج کبھی نہ لڑے گی۔ غرض اقتضاے وقت سے مجبور ہوکر وہ لندن واپس آیا لیکن جی میں ٹھان چکا تھا کہ دوبارہ فوج کشی کرکے اسکاٹلینڈ کی رگ گردن کو توڑ کر رہیگا چنانچہ اُس نے ونٹورتھ کو جو اب لارڈ اسٹریفرڈ کے لقب سے ملقب تھا آئرلینڈ سے واپس بلا بھیجا۔ اسٹریفرڈ نے آکر بادشاہ کو تو انعقاد پارلیمنٹ کا مشورہ دیا اور خود اپنی تربیت یافتہ و قواعد داں فوج ہمراہ لانے کے لئے الٹے پاؤں آئرلینڈ واپس گیا۔

لارڈ اسٹریفرڈ کی واپسی انگلستان

لیکن نہ تو اسٹریفرڈ کو اور نہ بادشاہ ہی کو اس بات کا علم تھا کہ رعایا میں کس حد تک بددلی پھیل چکی ہے۔ پارلیمنٹ کا افتتاح ۱۳؍ اپریل ۱۶۴۰ء کو ہوا لیکن اس کے اجلاس صرف تین ہفتہ تک منعقد ہونے پائے۔ روپیہ کی منظوری دینے سے تو مبعوثین نے یہ کہہ کر انکار کردیا کہ جب تک ہماری شکایات رفع نہ ہوں گی ہم ایک حبہ نہ دیں گے اور جب اسکاٹلینڈ کے ساتھ جنگ کرنے کا سوال پیدا ہوا تو انہوں نے کانوں میں انگلیاں دے لیں۔ غرض چارلس نے حسب معمول اپنی ضد پہ قایم رہ کر پارلیمنٹ کو توڑ دیا اور جو تھوڑی بہت فوج فراہم کرسکا تھا اُسی کو لئے ہوئے شمال کی طرف روانہ ہوا۔ لیکن اسکاٹلینڈ والوں نے پہل کرکے نارتھمبرلینڈ

چند روزہ پارلیمنٹ ۱۶۴۰ء

پر حملہ کر دیا تھا اور اب اُنہوں نے انگریزوں کو نیوبرن کے مقام پر جو نیوکیسل کے قریب واقع ہے پسپا کیا اور ڈرہم سے بالکل ہی نکال دیا۔ چارلس کو ایک بیش قرار رقم کے وعدہ کے ساتھ مجبوراً صلح کرنی پڑی لیکن بغیر ایک اور پارلیمنٹ کے روپیہ کا ہاتھ آنا دشوار تھا۔

اب چونکہ چارلس مبتلائے مشکلات تھا اس لئے ضرور تھا کہ اب جو پارلیمنٹ آئے وہ اُس کا وبال ہوکر رہے چنانچہ اب جس پارلیمنٹ کا افتتاح ۳ نومبر ۱۶۴۰ء کو ہوا وہ "طویل پارلیمنٹ" کے نام سے موسوم ہے اور طویل وہ اس لئے کہلانے لگی کہ اُس نے بادشاہ سے زیادہ عمر پائی۔ پہلا ہی کام مبعوثین دارالعوام نے یہ کیا کہ جن اشخاص کو کان کاٹ کر قید میں ڈال دیا گیا تھا اُنہیں فوراً رہا کر دیا اور اس کے بعد لاڈ اور اسٹریفرڈ کی طرف سے اُن کے دل میں بہت ہی سخت گرہ پڑی ہوی تھی اس لئے کہ اُس نے وقت پر اپنی جماعت کا ساتھ چھوڑ دیا تھا اور آئرلینڈ کی ایک فوج انگلستان لانے کا منصوبہ باندھا تھا اور اسی کے ساتھ بادشاہ کو پارلیمنٹ کی مخالفت پر ابھارا تھا۔ وہ اسوقت یارک شایر میں تھا اور چاہتا تھا کہ آئرلینڈ چلا جائے لیکن چارلس نے اُس کو یقین دلایا کہ اگر وہ لندن آئے گا تو اُس کا بال بیکا نہ ہونے پائے گا۔ اس وعدہ سے

طویل پارلیمنٹ
۱۶۴۰ء لغایت ۱۶۵۳ء
۱۶۵۹ء لغایت ۱۶۶۰ء

مطمئن ہوکر وہ پائے تخت کی طرف روانہ ہوگیا۔ لیکن جب لندن پہنچ کر دارالامرا میں داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہے کہ پم اور اُس کے ساتھ تین سو مبعوثین پارلیمنٹ کی عدالت کے سامنے کھڑے ہیں اور اُس کے مواخذہ کئے جانے کا پیغام دارالعوام کی طرف سے لائے ہیں۔ غرض وہ گرفتار ہوکر قلعہ لندن کی حوالات میں بھیج دیا گیا اور ۳۰ جنوری سنہ ۱۶۴۱ء کو اُس پر ویسٹ منسٹر ہال میں مقدمہ چلایا گیا۔ دوران تحقیقات میں سرہنری دین نے جس کا باپ بادشاہ کا مصاحب تھا اور جو خود پم کا بہت بڑا دوست تھا اپنے باپ کے بعض کاغذات سے اس بات کا ثبوت پیش کر دکھایا کہ اسٹریفرڈ نے آئرلینڈ کی ایک فوج کی مدد سے ملک پر حکومت کرنے کی تجویز پیش کی تھی۔ بایں ہمہ ملزم کے خلاف قانون عام کی رو سے کوئی باضابطہ حجت قایم کرکے اُسے سزا دینا اس قدر مشکل تھا کہ ضابطہ کی تحقیقات کی بجاے پارلیمنٹ نے ایک مسودہ قانون مشتمل بر حکم قصاص خاص طور پر جاری کیا۔

اسٹریفرڈ کا ماخوذ اور قتل ہونا سنہ ۱۶۴۱ء

یہ مسودہ بادشاہ کے پاس دستخط کے لئے بھیجا گیا۔ پہلے تو چارلس نے دستخط ثبت کرنے سے انکار کردیا لیکن جب خلقت کا ایک غصہ سے بھرا ہوا انبوہ قصر وہایٹ ہال کے چاروں طرف جمع ہوگیا اور ملکہ خایف وہراساں ہونے لگی تو

بدرجۂ اخیر آنکھوں میں آنسو بھر لاکر اُس نے اس مسودہ قانون پر دستخط کرنے کے لئے جس نے اُس کے وفادار وفرمانبردار خادم کو حوالۂ دار ورسن کردیا ایک جماعت نائبین مقرر کی۔ اسٹریفرڈ نے جس کا طرز عمل اس آخری وقت میں چارلس سے زیادہ شریفانہ نظر آتا ہے اپنے آقا کو لکھ بھیجا تھا کہ اُس وعدہ کے ایفا سے جو حضور نے میری حفاظت جان کے بارہ میں کیا تھا میں حضور کو سبکدوش وبری الذمہ کرتا ہوں لیکن پھر بھی بادشاہ کا مصیبت کے وقت یوں ساتھ چھوڑ دینا اُسے بہت ہی تلخ گزرا۔ چنانچہ مرتے وقت اُس کے منہ سے یہ جملہ نکل ہی گیا کہ "بادشاہوں پر کبھی بھروسا نہ کرنا چاہئے"۔ اُس کا سر ۱۲؍ مئی ۱۶۴۱ء کو قلم کیا گیا اور لاڈ کے ساتھ یہی واقعہ کہیں ۱۶۴۵ء میں جاکر پیش آیا

نفاذ قانون سہ سالہ اور دوسری اصلاحات ۱۶۴۱ء

اسٹریفرڈ کے مرنے کے بعد پارلیمنٹ نے بڑی بڑی اصلاحات کو رواج دیا۔ "قانون سہ سالہ" کے نام سے ایک قانون اس مضمون کا وضع کیا گیا کہ کم سے کم ہر تین سال کے بعد ایک پارلیمنٹ کا انعقاد ہوگا اور آئندہ کوئی پارلیمنٹ خود اپنی رضامندی کے بغیر نہ توڑی جاسکے گی۔ مجلس علاقہ شمالی۔ عدالت دیوان کواکب اور عدالت عالیہ نائبین کی موقوفی عمل میں آئی اور کچھ قوانین جاری کئے گئے

جن کی رو سے ناجائز محصولات کا لیا جانا ممنوع قرار پایا۔ اب پارلیمنٹ میں دو جماعتیں ہوگئی تھیں۔ ایک تو طرفداران دربار کا گروہ تھا جس میں وہ اشخاص شریک تھے جو نہ چاہتے تھے کہ بادشاہ کے ساتھ بہت زیادہ سختی برتی جائے۔ اس گروہ کے دو سردار تھے۔ لارڈ فاکلینڈ اور ہائیڈ۔ فاکلینڈ ایک بہادر کریم النفس اور شریف طبیعت امیر تھا اور ہائیڈ وہی ہے جو آگے چل کر لارڈ کلیرنڈن کے لقب سے ملقب ہوا۔ دوسرا گروہ متقشفین کا تھا اور اس گروہ کا سرکردہ پم تھا۔ پم کی یہ تجویز تھی کہ آئندہ سے ارکان کونسل ارکان عدالت اور وزرائے سلطنت کا تقرر پارلیمنٹ کے اختیار سے ہوا کرے۔ اس تجویز پر بحث ہو ہی رہی تھی اور چارلس اسکاٹلینڈ میں ایک مہم پر گیا ہوا تھا کہ آئرلینڈ سے دل ہلا دینے والی خبریں وصول ہوئیں۔

اسٹریفرڈ کا زبردست ہاتھ اٹھتے ہی آئرلینڈ کی کیتھولک آبادی نے جس پر وہ بڑے بڑے ظلم کرچکا تھا ۲۳ ر اکتوبر ۱۶۴۱ء کو ایک ہنگامۂ عظیم برپا کرکے اسکاٹلینڈ اور انگلستان کی نسل کے مردوں عورتوں اور بچوں کو تلوار کی باڑھ کے آگے رکھ لیا۔ اور انھیں اپنے مکان سے برف میں ٹھٹھر ٹھٹھر کر مرجانے یا دریا میں ڈوب مرنے کے لئے رگید رگید کر نکال دیا۔

آئرلینڈ کے پراٹسٹنوں کا قتل عام۔ ۱۶۴۱ء

سارے انگلستان میں اس خبر کے پہنچتے ہی ایک سناٹا چھا گیا اور جب آئرلینڈ والوں نے بادشاہ کا ایک سربمہر فرمان پیش کیا جس میں انھیں کھلے بندوں ہتھیار اٹھانے کی اجازت دی گئی تھی تو ملک میں ایک کھلبلی سی پڑگئی یہ سچ ہے کہ ایسا قتل عام چارلس کے وہم و گمان میں بھی نہ گزرا تھا لیکن اس میں ذرا شک نہیں کہ اُس نے آئرلینڈ والوں کو انگریزی پارلیمنٹ کے خلاف بھڑکانے کا منصوبہ ضرور باندھا تھا۔ اس منصوبہ میں اُسے کامیابی تو ہوئی لیکن نہ اس شکل میں جو اُس نے اپنے ذہن میں قایم کی تھی اس لئے کہ پم اور ہیمپڈن نے پارلیمنٹ میں بڑی دلیری سے اس بات کا اعلان کردیا کہ ہم لوگ آئندہ سے نہ بادشاہ پر بھروسہ کرسکتے ہیں اور نہ اُسکے وزرا پر۔ چنانچہ ایک "احتجاج عظیم" ضبط تحریر میں لایا گیا جس میں گزشتہ چار سال کے تمام نوایب و مصائب کا جو انہیں برداشت کرنے پڑے تھے بہ تفصیل اعادہ کرنے کے بعد یہ مطالبہ کیا گیا تھا کہ وزرا کا تقرر آئندہ سے پارلیمنٹ کیا کرے

احتجاج عظیم۔

اسپر صبح سے لیکر آدھی رات گئے تک ایک بڑی معرکہ کی بحث ہوتی رہی۔ اور آخر "احتجاج عظیم" کا مسودہ ایک ایسے ہنگامہ کے درمیان جو ہیمپڈن کی مصمم

استقامت کی عدم موجودگی میں خونریزی پر ختم ہوا ہوتا منظور ہوگیا۔

پانچ دن بعد بادشاہ اسکاٹلینڈ سے واپس آیا اور یہ سمجھ کر کہ اب بھی پارلیمنٹ کے بہت سے اراکین اُس کا ساتھ دیں گے اُس نے یہ خواہش ظاہر کی کہ لارڈ کمبلٹن اور دارالعوام کے پانچ اراکین یعنی پم ہیمپڈن ہالس ہلیسل گیا اور اسٹروڈ پر الزمات قایم کر کے مقدمہ چلایا جائے۔ اُس نے اپنی "شاہانہ عزت کی قسم کھا کر" وعدہ کیا تھا کہ کسی قسم کا جبر و تشدد روا نہ رکھا جائیگا لیکن دارالامراء و دارالعوام نے اُس کے قول کا مطلق اعتبار نہ کیا اور مبعوثین زیر عتاب کی حوالگی سے صاف انکار کر دیا۔ دوسرے دن چارلس اپنے قول سے پھر گیا اور کچھ سنتریوں اور مسلح سواروں کی ایک بڑی جمعیت لئے ہوئے پانچوں مبعوثین کی گرفتاری کے لئے ایوان پارلیمنٹ میں داخل ہوا۔ دیکھا تو پانچوں کی جگہ خالی تھی۔ اُن کے رفیقوں نے پیش بندی کر کے اُنہیں شہر کے اندر ایک محفوظ مقام میں بھیج دیا تھا۔ غرض بادشاہ نے تمام مبعوثین سے مخاطب ہوکر کہا کہ میرے قیدی یہاں نظر نہیں آتے اچھا جب آئیں تو آپ لوگ ہی اُنہیں میرے پاس بھیج دیں ورنہ اُن کا پتہ میں آپ لگاوں گا۔ یہ کہکر وہ غصہ سے

پانچ مبعوثین کی گرفتاری کا اقدام۔

بھرا ہوا چل دیا اور مبعوثین چلاتے رہے کہ ہم لوگ خاص حقوق رکھتے ہیں ہم لوگ گرفتاریوں سے مستثنی ہیں
پانچوں ملزمین کو چارلس کی ہوا تک نہ لگنے پائی۔
لندن جس کی طاقت ہمیشہ سے بڑھی ہوی تھی اب مطلقاً حامیان آزادی کا طرفدار ہوگیا۔ پائے تخت انگلستان آج کل نرا تجارتی مال کے گوداموں اور دفتروں کا مجموعہ نظر آتا ہے لیکن اُن دنوں اس کی یہ حالت نہ تھی۔ اُس زمانہ میں تین لاکھ باشندے ٹمپل بار اور اکسیچنج کے درمیان بستے تھے۔ تجار اپنے آراستہ وپیراستہ مکانوں میں رہتے تھے اور دکاندار اپنی دکانوں کی بالای منزل میں اپنے شاگردوں کے ساتھ سکونت رکھتے تھے۔ دکانوں کے سامنے سائبان پڑے ہوے تھے جن میں یہ شاگرد "آئے آئے کس چیز کی ضرورت ہے" کے آوازے لگا لگا کر گاہکوں کو بلاتے اور خریداری کی ترغیب دیتے تھے۔ ہر پیشہ کی ایک جداگانہ جماعت ہوتی تھی۔ مثلاً درزیوں کی جماعت الگ تھی۔ مچھلی بیچنے والوں کی الگ۔ سناروں کی جدا۔ ان جماعتوں نے اپنی اپنی حفاظت کے لئے مسلح قواعددان دستے تیار کر رکھے تھے جن میں تاجر دکاندار اور شاگرد افسروں اور سپاہیوں کا کام دیتے تھے۔ اس زبردست جمعیت کی حفاظت میں پانچوں مبعوثین اب

اہل لندن بادشاہ کو آنکھ دکھاتے تھے

دارالعوام کی ایک مجلس منتخبہ کے اجلاس میں ہر روز شریک ہونے لگے اور ایک ہفتہ کے بعد بڑی دھوم دھام کے ساتھ دریا کے کنارے کنارے پارلیمنٹ کے بھرے اجلاس میں پھر لائے گئے۔

خانہ جنگی کا آغاز
۲۲ ۔ اگست ۱۶۴۲ء

اب یہ بات روز روشن کی طرح آشکار ہوگئی کہ بادشاہ کا لندن میں کوئی اختیار باقی نہیں رہا۔ چنانچہ وہ اپنے اہل و عیال کو ساتھ لیکر ہیمپٹن کورٹ کو روانہ ہوگیا۔ ملکہ بڑے بچوں کے ساتھ جہاز پر سوار ہوکر ہالینڈ چلی گئی اور روپیہ بہم پہنچانے کے لئے شاہی جواہرات اپنے ہمراہ لیتی گئی۔ ۲۲ ۔ اگست ۱۶۴۲ء کو بادشاہ نے ناٹنگھم میں اپنا علم بلند کیا اور اسی وقت سے خانہ جنگی شروع ہوگئی۔

آئندہ چار سال کا زمانہ برابر جنگ میں گزرا اور انگلستان میں ہرطرف خونریزی کا سلسلہ جاری رہا۔ فریقین کا تعین سرسری طور پر یوں کیا جاسکتا ہے کہ مغربی اور شمالی علاقہ کی آبادی تو بادشاہ کی طرفدار تھی اور مشرقی و جنوبی حصے کے لوگ پارلیمنٹ کے حامی تھے۔ پینیٹھ امرا اور دارالعوام کے آدھے مبعوثین بادشاہ کے جھنڈے تلے جمع ہوگئے۔

شہسوار

بادشاہ کا بھتیجا شہزادہ روپرٹ جو فرمانفرمائے پیلٹیاین کا بیٹا تھا شاہی رسالہ کا کمانڈر مقرر ہوا۔ رسالہ میں شرفا و عماید اور اُن کے

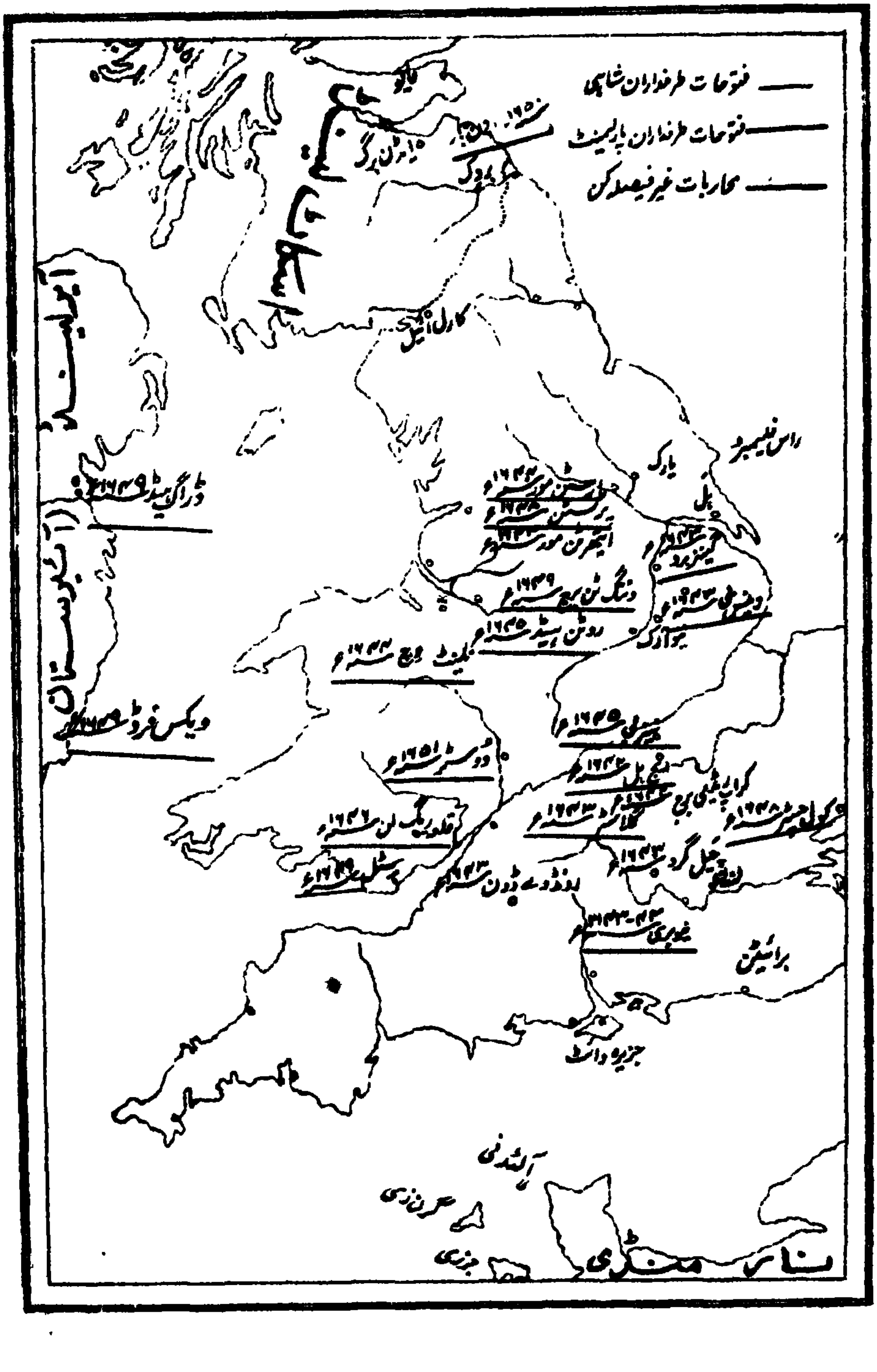
بیٹے شریک تھے اور سب کے سب نہایت دلیر و شجاع اور فن شہسواری میں طاق تھے۔ یہ رسالہ شہزادہ روپرٹ کا رسالہ کہلاتا تھا اور بادشاہ کے طرفداروں کی ساری جماعت "شہسوار" کے امتیازی عرف سے معروف تھی۔ دارالعوام کے باقی نصف مبعوثین بیس امرا اور کثیرالتعداد دیہاتی معززین کسانوں تاجروں اور بیوپاریوں کے ساتھ پارلیمنٹ کی حمایت میں اُٹھ کھڑے ہوئے اور چونکہ تمام نوکروں اور دکانداروں کے شاگردوں کی وضع یہ تھی کہ سر کے بال خشخاشی رکھتے تھے اس لئے شہسوار ازراہ حقارت اُنہیں "سرگھٹے" کہتے تھے۔

سرگھٹے

اول اول بادشاہ کا پلہ بھاری رہا۔ امیر ایسکس جو پارلیمنٹ کی فوج کا سرلشکر تھا چارلس کو زیر کرنے کی بجاے اُس کے ساتھ شرایط صلح طے کر لینے کا زیادہ خواہشمند تھا۔ ادھر شہزادہ روپرٹ کے پھرتیلے اور گڑیل سواروں نے اُن کسانوں اور دکانداروں کے چھکے چھڑا رکھے تھے جنہوں نے ہل بیل اور ترازو باٹ چھوڑ کر سپاہیانہ زندگی نئی نئی اختیار کی تھی۔ ۲۲۔ ستمبر کو پاوک برج اور ۲۳۔ اکتوبر کو ایج ہل کے مقامات پر جو وارک شایر میں واقع ہیں اگرچہ فریقین میں سے فتح کامل کا سہرا کسی کے سر بھی نہ رہا لیکن بحیثیت مجموعی شاہی افواج غالب

پاوک برج اور ایج ہل کے معرکے ۱۶۴۲ء

نقشہ نمبر۵ طوائف الملوکی انگلستان کے مخصوص محاربات و محاصرات محاذی صفحہ ۴۴۵



میں اور ایسکس پسپا ہوگیا۔ چارلس برابر اس کا تعاقب کرتا رہا تا آنکہ ۱۲ نومبر کو اُس نے برنٹفرڈ میں پہنچ کر لندن کو خطرہ میں ڈال دیا۔ اگر پائے تخت پر اُس کا قبضہ ہو جاتا اور اس کی ساری دولت اُس کے ہاتھ آجاتی تو شاید جنگ کا خاتمہ ہوگیا ہوتا لیکن اہل شہر کی قواعدداں مسلح جماعتیں دلیرانہ طور پر پرے جمائے ہوئے حملہ آوروں کے مقابلہ کے لئے ٹرنم گرین تک آپہنچیں اور شاہی فوج کو پسپا ہونا پڑا۔

چارلس نے اب اپنا مستقر آکسفرڈ میں قایم کرلیا اور جنوبی و مغربی اضلاع میں بتدریج شاہ پسندوں کا عمل دخل ہوگیا۔ اب طول و عرض ملک میں ہرطرف بازار قتال وجدال گرم تھا۔ شمال میں شاہی افواج نے پارلیمنٹ کے سرلشکر فیرفیکس کا قافیہ تنگ کر رکھا تھا۔ مغرب میں اہل کار نوال جو بڑے پرجوش اور سرگرم شاہ پسند تھے جرنیل ویلر کو شکستوں پر شکستیں دے رہے تھے۔ ادھر شہزادہ روپرٹ آکسفرڈ شایر میں ایسکس سے جنگ کر رہا تھا پارلیمنٹ کی کونسل کو برابر یہی امید لگی ہوئی تھی کہ فریق ثانی سے صلح ہو جائے گی صرف پم اور ہیمپڈن اس بات کو خوب سمجھے ہوئے تھے کہ فتح و شکست ہی سے اس آویزش کا خاتمہ ہوسکتا ہے لیکن ان دونوں جوانمردوں کا رشتہ حیات بہت جلد منقطع

شاہ پسندوں کی کامیابیاں ۱۶۴۳ء

ہو جانے والا تھا۔ ۱۸ر جون ۱۶۴۳ء کو دیلر کے مقابلہ میں مغرب کی طرف بڑھتے ہوئے ہیمپڈن کو جس کی کمان میں سواروں کا ایک مختصر سا دستہ تھا بکنگھم شایر میں چالگردو کے مقام پر شکست دی۔ اور ہیمپڈن کاری زخم کھاکر میدان جنگ سے اس حالت میں نکلا کہ سر جھکا ہوا تھا اور ہاتھ گھوڑے کی گردن میں حمایل تھے چھ دن تک مقام تھیم میں موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا اور کونسل کے لئے اپنی تجاویز سپرد قلم کرنے کی کوشش میں مصروف رہ کر اُس نے دم توڑ دیا۔ مرتے وقت اُس کی زبان پر یہ الفاظ جاری تھے کہ "بارخدایا میرے ملک کو بچا۔" آیندہ دو مہینے کے عرصہ میں یکے بعد دیگرے متعدد شہروں پر شاہی افواج کا قبضہ ہوتا گیا۔ باتھ اکسیٹر برسٹل ڈارچسٹر اور کئی اور شہر سر ہوگئے اور گلاسٹر کا سختی سے محاصرہ کر لیا گیا۔ پارلیمنٹ اس وقت بڑے خطرہ میں تھی اس لئے کہ اہل لندن کی بے اطمینانی اور بے چینی صورت حالات کو دیکھ کر بڑھتی جاتی تھی۔ لیکن ظلمت شب کے بعد سفیدہ سحر نمودار ہونے کے قریب تھا۔ بڑی کوششوں سے

پارلیمنٹ کی کامیابیاں

فاکلینڈ کی موت

۲۰ر ستمبر ۱۶۴۳ء

ایسکس کی قیادت میں ایک نئی فوج فراہم کی گئی جس سے اُس نے محاصرہ گلاسٹر کی بساط الٹ دی یہاں سے پلٹ کر ۲۰ر ستمبر ۱۶۴۳ء کو اُس کا مقابلہ شاہی افواج سے برکشایر میں بمقام

نیوبری ہوا جہاں لارڈ فاکلینڈ زخموں سے چور ہوکر گرا اور "صُلح! صلح!!" کہتا ہوا عالم جاودانی کو سدھار گیا۔

اس اثنا میں پم نے سرہنری دین کو کمک مانگنے کے لئے اسکاٹلینڈ بھیجا تھا۔ اس امدادطلبی کا نتیجہ یہ ہوا کہ بتاریخ ۲۵ر ستمبر باقرار صالح ایک عہدنامہ مرتب ہوا جس میں اہل اسکاٹلینڈ نے وعدہ کیا کہ اس شرط پر کہ پریسبیٹیرین مذہب کی حفاظت کیجائے گی ہم پارلیمنٹ کی طرف سے ہوکر لڑیں گے۔ اس عہدنامہ پر دستخط ثبت ہوے ہی تھے کہ پم جسے فکروں نے گھلا دیا تھا ۸ر دسمبر کو انتقال کرگیا۔

اہل اسکاٹلینڈ کے ساتھ حنیفانہ مفاہمت۔ ۲۵ر ستمبر ۱۶۴۳ء

لیکن اس کی قایم مقامی کے لئے ایک اور سربرآوردہ شخص آلیور کراموِیل پہلے ہی سے تیار تھا۔ کراموِیل جس کا باپ ہنٹنگڈنشایر کا ایک رئیس تھا طبیعت کا سخت دھن کا پکا اور بڑا پرجوش واقع ہوا تھا اور ایک مدت سے اپنے ملک کے مشکلات و مصائب کو دیکھ دیکھ کر کڑھ رہا تھا۔ ۱۶۲۸ء میں جب "محضر حقوق" کا نفاذ عمل میں آیا تو وہ دارالعوام میں مبعوث کی حیثیت سے شریک تھا۔ ۱۶۴۱ء میں اُس نے عدالت ایوان کو اکب کے سفاکانہ مظالم کے خلاف ایک تقریر کی تھی اور جب جنگ شروع ہوی تو اُس نے پارلیمنٹ کی فوج میں شرکت کی غرض سے ایک دستہ فوج فوراً فراہم کرنا شروع کردیا۔ ابتداے جنگ ہی میں اُس نے دیکھ لیا تھا کہ پارلیمنٹ کے جھنڈے

آلیور کرامویل

تلے جو اراذل و انفار آجمع ہوئے تھے وہ ہرگز اس قابل نہ تھے کہ اولوالعزم شہسواروں کا مقابلہ کرسکیں اور اسی خیال سے اُس نے جو دستہ فوج مرتب کیا اس میں شرفا اور صاحب جائداد اشخاص شریک کئے جو لوٹ مار کے لئے نہیں بلکہ آزادی اور مذہب کی خاطر جنگ کرتے تھے۔ اس وضع کی جماعت میں ہر شخص کے مذہبی معتقدات کا مختلف

کرامویل کے فولاد رخ

ہونا لازمی تھا لیکن کرامویل کو کسی کے عقیدے سے کچھ سروکار نہ تھا۔ اُس کے نزدیک سپاہی کا "پرسبیٹیرین" یا "بپٹسٹ" (اصطباغی) یا "انڈیپنڈنٹ" (آزادہ رو) ہونا ایک تھا بشرطیکہ خدا کا عشق اُس کے دل میں ہو اور پارلیمنٹ کے لئے جان لڑا دینے پر وہ تلا ہوا ہو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پم کی وفات سے بہت پہلے کرامویل کا دستہ فوج جو "فولاد رخ" کہلانے لگا تھا روپرٹ کے رسالہ کی طرح مشہور ہوگیا اور جدھر یہ جرار جمعیت جاتی تھی فتح اُن کے قدم بہ قدم رہتی تھی۔ پہلی بڑی جنگی کامیابی جو پارلیمنٹ کو حاصل ہوئی

جنگ مارسٹن مور ۲۔ جولائی ۱۶۴۴ء

اُنہیں فولاد رخوں کی قوت بازو کی بدولت حاصل ہوئی۔ جس کی کیفیت یہ ہے کہ پم کی وفات کے سات مہینے بعد ۲۔ جولائی ۱۶۴۴ء کو اسکاٹلینڈ والوں اور سرگھنٹوں کی متفقہ جمعیت نے جرنیل فیرفیکس کی کمان میں مارسٹن مور کے میدان پر شاہی افواج کو ہزیمت دی۔

کرامویل کا اثر اب بہت بڑھ گیا تھا اور اُسے یہ بات

صاف نظر آرہی تھی کہ جب تک پارلیمنٹ کی فوج کے افسر زیادہ ثابت قدم اور مستقل مزاج نہ ہونگے جنگ کبھی ختم نہ ہوگی۔ چنانچہ کونسل کے سامنے اُس نے تجویز پیش کی کہ فوجی نظام از سرِنو مرتب ہونا چاہئے اور اراکین پارلیمنٹ کے بجائے جو سرلشکر ہیں فوج کی کمان پر فوجی افسر مقرر ہونے

قانون ایثار ۱۶۴۵ء

چاہئیں۔ یہ تجویز منظور کرلی گئی اور ایک ضابطہ کی رو سے جسے "قانون ایثار" کا نام دیا گیا پارلیمنٹ کے اراکین اپنی اپنی کمان سے دست کش ہو گئے فوج کی ترتیب از سرِنو عمل میں آئی۔ سر ٹامس فیرفیکس اس کا سپہ سالار مقرر ہوا اور اُس کی خاص استدعا پر کراموِل کو ایک قلیل عرصہ کے لئے لفٹنٹ جنرل کے عہدہ پر بدستور مامور رہنے دیا گیا۔ اس قلیل عرصہ میں جو کام انجام دینا مقصود تھا اتمام کو پہنچ گیا عسکر نمونہ جدید نے کہ فوج

جنگ نیسبی ۱۴ جون ۱۶۴۵ء

اب اسی نام سے پکاری جاتی تھی ۱۴ جون ۱۶۴۵ء کو نیسبی کے مقام پر جو نارتھمپٹن شایر میں واقع ہے شاہی افواج سے مقابلہ کیا اور اُسے شکست فاش دی۔ چارلس میدان جنگ سے فرار ہوکر ویلز چلا گیا اور بعد میں اسکاٹلینڈ کی فوج سے نیوارک میں جاملا۔ اور رفتہ رفتہ تمام قلعہ بند فوجوں کو پارلیمنٹ کے سامنے ہتھیار ڈالنے پڑے اب کونسل بادشاہ کو پھر اپنا سرتاج تسلیم کرلینے کے لئے آمادہ ہوگئی بشرطیکہ وہ ارکان کونسل کو بیس سال کے لئے

فوج پر کامل اختیار دے دے اور متقشفین کو مذہبی آزادی بھی عطا کرے لیکن چارلس ابھی تک اس بات پر تلا ہوا تھا کہ ایک فریق کو دوسرے فریق سے لڑا دے تاکہ دونوں کی باہمی مخالفت سے اُس کی خود مختاری کا سامان پیدا ہوجائے آخر اسکاٹلینڈ والوں نے اُس کی ریشہ دوانیوں اور منصوبہ بازیوں سے اکتاکر مصارف جنگ کی بابت چار لاکھ پاونڈ لینے منظور کرکے بادشاہ کو بتاریخ ۳۰؍جنوری ۱۶۴۷ء پارلیمنٹ کے حوالے کردیا۔

چارلس کے فروکش ہونے کا انتظام ہومبی ہاؤس میں کیا گیا جو نارتھمپٹن شایر میں واقع ہے اور اُس کے ساتھ بڑے ادب و احترام کا برتاؤ کیا گیا۔ اُسے جلد ہی پھر بادشاہ ہونے کی امید بھی بندھ چلی تھی اس لئے کہ پارلیمنٹ اور فوج کا آپس میں جھگڑا ہو پڑا تھا۔ بات یہ تھی کہ جنگ چونکہ ختم ہوچکی تھی اس لئے پارلیمنٹ فوج کو تنخواہ کی بابت اُس سے واجبی مطالبہ کا صرف چھٹا حصہ دے کر رخصت کر دینا چاہتی تھی۔ لیکن فوج ایسے اشخاص سے مرکب تھی جنھوں نے اپنے مذہب اور آزادی کی خاطر بڑی بڑی قربانیاں کی تھیں۔ وہ بھلا اپنی حق تلفی کیونکر گوارا کر سکتے تھے۔ اُنھوں نے صاف کہہ دیا کہ جب تک ہم سے یہ وعدہ نہ کیا جائے گا کہ ہم اپنی پسند کا طریقہ عبادت اختیار کرنے میں آزاد ہیں اور

بادشاہ قید میں
۱۶۴۷ء

جب تک ہماری بقایا ادا نہ کی جائے گی اور بیواؤں اور یتیموں کے گزارہ کا انتظام نہ کیا جائے گا ہم ہرگز رخصت نہ ہوں گے۔ دراصل وہ خوب جانتے تھے کہ قوت کا پلہ انہیں کی طرف جھکا ہوا ہے اور کسی کو اُن کے آگے مجال چون و چرا نہیں۔ غرض ایک دن (۲۴ر جون ۱۶۴۷ء) کو جبکہ پارلیمنٹ کے ساتھ اُن کا جھگڑا چل رہا تھا کارنٹ جالیس کی کمان میں سواروں کا ایک دستہ ہومبی ہاؤس پہنچا اور بادشاہ کو پکڑ کر ہیمپٹن کورٹ لے گیا تاکہ سارے اختیارات کی باگ فوج ہی کے ہاتھ میں رہے۔ اسی درمیان میں شہر کے انفار و اجلاف کے ایک انبوہ نے پارلیمنٹ پر دھاوا کردیا اور سخت ہنگاموں کے وقوع کا احتمال پیدا ہوگیا۔ اس نازک حالت میں فوج کے ایک حصہ نے کرامویل اور فیرفیکس کی سرکردگی میں لنڈن کی طرف کوچ کیا اور بادشاہ کے ساتھ اپنے طور پر شرایط طے کرنے کا مصمم عزم کرلیا۔

بادشاہ کو فوج گرفتار کرلیتی ہے۔

لیکن وہی پرانی داستان اب پھر دہرائی جانے لگی۔ بہانہ باز چارلس بظاہر تو کرامویل اور فیرفیکس کے ساتھ سمجھوتہ کرنے لگا لیکن درپردہ برابر آئرلینڈ اور اسکاٹلینڈ والوں سے ساز و باز کرتا رہا اور اس شرط پر کہ وہ اُس کی حمایت میں تیغ بکف اٹھ کھڑے ہوں دونوں کی منہ مانگی خواہشوں کے برلانے کے وعدے کرتا رہا۔

چارلس اسکاٹلینڈ اور آئرلینڈ والوں کے ساتھ سازو باز کرتا ہے

۱۲ نومبر کو وہ فرار ہوکر جزیرہ وایٹ میں جا پہنچا جہاں وہ پھر قلعہ کاریسبروگ میں بند کردیا گیا۔ لیکن اپنی خفیہ ریشہ دوانیوں میں وہ اس حدتک ضرور کامیاب ہوا تھا کہ اسکاٹلینڈ والوں کو تو اُس نے انگلستان پر فوج کشی کرنے پر راضی کرلیا اور ویلز کینٹ اور ایسکس میں شاہ پسند جماعت سے ایک بغاوت برپا کرادی۔

اب دوسری مرتبہ ملک میں خانہ جنگی شروع ہوگئی اور یہی بادشاہ کی تباہی و بربادی کا باعث ثابت ہوئی۔ فیرفیکس نے کینٹ اور ایسکس کی شورش دبادی۔ کراموِل نے ویلز کا ہنگامہ فرو کردیا اور اُس کے بعد اسکاٹلینڈ والوں کو پرسٹن کے میدان میں بتاریخ ۱۷ اگست ۱۶۴۸ء شکست دی۔ سپاہی میدان جنگ سے جی میں یہ بات ٹھان کر واپس آئے کہ ایسے بادشاہ کا کام ہی تمام کردینا چاہئے جو اُنہیں جھوٹے وعدوں سے ٹالتا اور فریب دیتا ہو۔ درپردہ جنگ کی آگ بھڑکاتا ہو۔ اُنہیں اس بات کا یقین ہوگیا تھا کہ جبتک چارلس کے دم میں دم رہے گا ملک میں امن وامان ہرگز قایم نہ ہونے پائے گا۔ ارکان عدالت کو بادشاہ پر مقدمہ چلانے سے ضرور انکار تھا اور پارلیمنٹ بھی کوئی ایسی عدالت قایم کرنے پر رضامند نہ تھی جو بادشاہ سے مواخذہ

دوسری خانہ جنگی ۱۶۴۸ء

کرے۔ لیکن فوج کو جو اس وقت مختار جزو کل تھی ان باتوں کی مطلق پروا نہ تھی چنانچہ ایک دن صبح سویرے ہی کرنل پرایڈ سپاہیوں کی ایک پلٹن لئے ہوئے پارلیمنٹ کے دروازے پر آکھڑا ہوا اور سرہنری دین کی طرح جن جن مبعوثین نے اپنے بادشاہ پر مقدمہ چلاکر اُس کی نسبت فیصلہ صادر کرنے سے انکار کیا اُن سب کو جبراً ایوان پارلیمنٹ سے نکال دیا اس واقعہ کو "خروج پرایڈ" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ جب یہ جبریہ کارروائی ختم ہوچکی تو صرف ترپن مبعوثین باقی رہ گئے جنھوں نے ایک سوپینتیس اشخاص کی ایک عدالت مقرر کی۔ بریڈشا جو اس زمانہ کا ایک مشہور قانون داں تھا عدالت کا میرمجلس بنایا گیا اور کرامویل بھی اپنے داماد آیرٹن کے ساتھ اس میں شریک تھا۔ لیکن جب مشہور جرنیل فیرفیکس کا نام پکارا گیا تو اُس کی بی بی نے بآواز بلند کہا کہ "وہ یہاں موجود نہیں ہے اور کبھی آئے گا بھی نہیں۔ آپ لوگ ناحق اُس کا نام پکارتے ہیں"

خروج پرایڈ
۲۵ر دسمبر ۱۶۴۸ء

اس عدالت کے سامنے جس کے اجلاس میں صرف ترسیٹھ رکن شریک ہوئے بادشاہ ۲۰ر جنوری ۱۶۴۹ء کو طلب کیا گیا اور ظالم غدار اور قاتل ہونے کے الزامات اُس پر قایم کے گئے عدالت کی کارروائی کیا تھی قانون کا اچھا خاصہ مضحکہ تھا۔ بادشاہ صفائی کیا پیش کرتا۔ اُس نے اپنی براءت میں ایک لفظ تک زبان سے نہ نکالا اور عدالت نے اُس کے حق میں

بادشاہ بعد تحقیقات قتل کیا جاتا ہے۔ ۳۰ر جنوری ۱۶۴۹ء

سزائے موت تجویز کی۔ نو دن بعد اُس نے اپنے دو سب سے چھوٹے بچوں ہنری اور الزبتھ سے کہ یہی دونوں انگلستان میں موجود تھے آخری حسرت بھری ملاقات کی اور ہنری سے کہا کہ بیٹا جب تک تمہارے بڑے بھائی چارلس اور جیمز زندہ رہیں کبھی تخت نشینی پر رضامند نہ ہونا۔ بہادر لڑکے نے جواب دیا کہ بادا جان اطمینان رکھئے میرے جسم کی بوٹیاں بھی کوئی نوچ ڈالے گا تو میں آپ کے حکم سے سرتابی نہ کروں گا۔ اس کے بعد چارلس پوری دل جمعی اور وقار و تمکنت سے سولی پر جو قصر وھایٹ کے ایک دریچہ کے باہر نصب تھی کسی قسم کا اضطراب ظاہر کئے بغیر چڑھ گیا اور اُس کا سر قلم کردیا گیا۔ اس واقعہ کی تاریخ ۳۰۔ جون ۱۶۴۹ء ہے۔

اٹھارھواں باب

انگلستان میں جمہوری نظام حکومت کے قیام کی کوشش

حکومت جمہوری

سنہ ۱۶۴۹ء لغایت سنہ ۱۶۶۰ء

بادشاہ پیوند زمیں ہوچکا تھا اور ملک میں اگر حکومت کا کوئی نظام باقی تھا تو اُس کے شیرازہ بند گنتی کے وہ چند اشخاص رہ گئے تھے جن کی ذات سے پارلیمنٹ ابھی تک قایم تھی اور جن کی تعداد کسی طرح اسی سے زیادہ نہ تھی۔ انہوں نے دارالامرا کو توڑ کر اعلان کر دیا کہ حکومت کیلئے بادشاہ کا وجود غیر ضروری ہے۔ اس کے بعد نظم و نسق مملکت کے لئے اُنہوں نے ایک مجلس انتظامی کا انتخاب کیا۔ جس کے ارکان کی تعداد چالیس تھی اور قلمرو کے طول و عرض میں مشتہر کر دیا کہ آج سے انگلستان کی طرز حکومت جمہوری ہے یعنی یہ ایک آزاد سلطنت ہے اس نوخاستہ حکومت پر جو ایک بادشاہ کے خون سے پیدا ہوئی

حکومت جمہوری کا اعلان ۱۹ مئی سنہ ۱۶۴۹ء

تھی اور پھر بھی ملک کی بہی خواہی پر آمادہ تھی ہمیں اسی کے نقطۂ نظر سے تبصرہ کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ فیرفیکس اور وین یہ دیکھ کر کہ چارلس کے قتل کے ہیبت ناک سانحہ کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنا اب بے سود محض ہے پھر اس میں آملے۔ خشونت طبیعی اور حرارت مذہبی کا وہ زندہ مجسمہ کرامویل بھی جو اپنے تمام افعال و اعمال میں عہد عتیق کے سخت احکام کا متبع تھا رکن مجلس تھا۔ دوسرے سربرآوردہ اراکین میں بریڈشا اور کرامویل کے داماد آیرٹن کا نام لیا جاسکتا ہے۔ بریڈشا کی نیک نیتی میں کلام نہیں اُس نے اپنے بادشاہ کے حق میں سزائے موت اس لئے تجویز کی تھی کہ اُسے ڈر تھا کہ بادشاہ ملک کو تباہ و برباد کردے گا۔ آیرٹن بھی ایک دلیر اور راستباز سپاہی تھا۔ اُن کے علاوہ مجلس میں جمہوریت کے اور بھی کئی بے لاگ اور کھرے طرفدار مثلاً مارٹن اسکاٹ لڈلو اور ہچنسن شریک تھے

ان لوگوں کو جو کام انجام دینا تھا وہ بڑا کٹھن تھا۔ سارا یورپ اُن کی طرف سے بدگمان ہو رہا تھا۔ ہیگ میں جہاں بادشاہ کا سب سے بڑا بیٹا چارلس اسٹوارٹ علانیہ چارلس ثانی شاہ انگلستان تسلیم کیا جاتا تھا انکا ایک سفیر دن دہاڑے مارا جاچکا تھا۔ اور اُن کا پہلا اجلاس بھی ابھی منعقد نہ ہونے

حکومت جمہوری کی مشکلات

پایا تھا کہ ان کا ایک اور سفیر میڈرڈ پایہ تخت ہسپانیہ میں قتل کردیا گیا۔ خود اہل انگلستان بھی

گرانبار محصولات جنگ کی وجہ سے بددل ہو رہے تھے اور ملک بھر میں قزاقوں اور برطرف شدہ شاہ پسند لشکریوں نے اپنے دستبرد سے ایک اُودھم مچا رکھا تھا۔ اس عام بے امنی میں ایک کتاب نے جس کا نام "شبیہ خسروی" تھا اور بھی اضافہ کردیا تھا۔ یہ کتاب حقیقت میں تو ایک شخص ڈاکٹر گاڈن کی تصنیف تھی لیکن عام طور پر خیال کیا جاتا تھا کہ شاہ چارلس نے اسے اپنے زمانہ اسیری میں تصنیف کیا تھا۔ اس میں شاہ مقتول کے زہد و اتقا اور مصائب و نوائب کا ذکر ایسے درد ناک پیرایہ میں کیا گیا تھا کہ پڑھنے والوں کا دل بے اختیار بھر آتا تھا اور اکثر لوگ یہی گمان کرتے تھے کہ وہ راہ حق میں شہید ہوا ہے اور کھلم کھلا اس تمنا کا اظہار کرتے تھے کہ کاش خانہ جنگی سے پیشتر کا اچھا زمانہ پھر کروٹ لیتا ایک اور افتاد بیٹھے بٹھائے یہ آپڑی کہ اہل اسکاٹلینڈ نے ۱۲ر فروری ۱۶۴۹ء کو اعلان کردیا کہ چارلس دوم ہمارا بادشاہ ہے۔ اُدھر آئرلینڈ میں امیر کبیر آرمنڈ نے کیتھولکوں اور شاہ پسندوں بلکہ صوبہ السٹر کے پراٹسٹنٹوں تک کو نوجوان شہزادہ کی حمایت میں متحد کردیا اور اُسے دعوت دی کہ آئے اور تلوار کے زور سے تخت و تاج پر جو اُسکی آبائی میراث ہے قابض ہو جائے۔ اسکے علاوہ شہزادہ روپرٹ نے گیارہ جنگی جہاز جو شاہی حکومت کے طرفدار تھے ہالینڈ کی

شبیہ خسروی

اسکاٹلینڈ اور آئرلینڈ کی وفاداری۔

شہزادہ روپرٹ آبنائے انگلستان میں

بندرگاہوں میں بحفاظت تمام کسی مناسب موقع کے لئے رکھ چھوڑے تھے اور اب وہ انہیں لئے ہوئے انگریزی سفاین تجارت پر حملہ کرنے کی غرض سے آبنائے انگلستان میں آمنودار ہوا۔ ان تمام مشکلات کو مدنظر رکھ کر حکومت جمہوری کے قلیل التعداد ارباب حل و عقد پارلیمنٹ کو توڑتے ہوئے ڈرتے تھے کہ اگر جدید انتخابات کے ذریعہ سے لوگوں کو اپنی پسند کی حکومت قایم کرنے کا موقع دیا گیا تو نہ معلوم کیسی کیسی نئی الجھنیں پیدا ہو جائیں۔ بخلاف اس کے پارلیمنٹ کی اس چھوٹی سی ٹکڑی نے فیصلہ کرلیا کہ حالت موجودہ یونہی قایم رکھی جائے سب سے بڑی مشکل جو اس وقت اُنہیں درپیش تھی آیرلینڈ والوں کی شورش تھی اس لئے سب سے پہلا کام ان لوگوں نے یہ کیا کہ کرامویل کو بارہ ہزار فوج دیکر آیرلینڈ کی مہم پر روانہ کردیا۔ لیکن اس میں بھی اُنہیں ایک وقت پیش آئے بغیر نہ رہی یعنی فوج کے سپاہیوں نے بلوہ کردیا اور کہیں اُس وقت آگے بڑھنے پر رضامند ہوے جب اُنہیں معلوم ہوا کہ اُن کا سپہ سالار کرامویل ہے۔

کرامویل ۱۵؍ اگست ۱۶۴۹ء کو ساحل آئرلینڈ پر لنگر انداز ہوا جبکہ صرف ڈبلن میں پارلیمنٹ کی حکومت باقی رہ گئی تھی۔ اُسکے آتے ہی نقشہ بدل گیا اور تین مہینے میں سارے ملک پر اُس کا تسلط بیٹھ گیا۔ لیکن آئرلینڈ کی تسخیر میں اُس نے سخت تشدد سے کام لیا۔ وہ خوب جانتا تھا کہ اُسے اپنا کام بسرعت تمام

کرامویل آئرلینڈ میں ۱۶۴۹ء

انجام دینا چاہئے تاخیر و توانی سے بنے بنائے کھیل کے بگڑ جانے کا اندیشہ تھا اس کے علاوہ اس کا عقیدہ تھا کہ وہ سنہ ۱۶۴۱ء کے قتل عام (دیکھو صفحہ) کا خدائی انتقام لے رہا ہے۔ غرض محاصرہ ڈراگ ہیڈا میں جس سے جنگ کی ابتدا ہوی اس نے اپنے سپاہیوں کو حکم دے دیا کہ کسی مسلح شخص کو جیتا نہ چھوڑیں۔ چنانچہ ۱۱ ستمبر کی شب کو جب وہ فصیل میں شگاف کرکے شہر میں داخل ہوے تو پورے دو ہزار باشندے تہ تیغ کئے گئے۔ سینٹ پیٹر کے گرجا کو جس میں بہت سے لوگوں نے جا پناہ لی تھی آگ لگادی گئی اور جنہوں نے ہتھیار ڈال دئے اُن کے ساتھ بھی یہ سلوک کیا گیا کہ ہر دس آدمیوں میں سے ایک تو گولی

ڈرگ ہیڈا اور وکسفرڈ کے محاصرے سنہ ۱۶۴۹ء

اور باقی غلام بناکر باربیڈوز بھیج دئے گئے۔ ۱۱ اکتوبر کو وکسفرڈ کے محاصرہ کے موقع پر بھی ایسا ہی قتل عام وقوع میں آیا اگرچہ اس کا حکم کرامویل نے نہ دیا تھا۔ اس کے بعد نقصان جان کم ہوا کیونکہ باقی کے شہروں نے خایف و ہراساں ہوکر خود بخود ہتھیار ڈال دئے لیکن پھر بھی یہ دونوں سفاکانہ خونریزیاں ایسی ہیں جن سے کرامویل کی یاد ہمیشہ داغدار رہے گی۔

کرامویل آئرلینڈ میں نو مہینے تک رہ کر نظام سیاست قایم کرتا رہا اور اس عرصہ میں مجلس انتظامی انگلستان میں حکمران رہی۔ سر ہیری وین امارت بحری کا صدر مقرر ہوا

اور اُس کی مددگاری کی خدمت مشہور ایڈمرل بلیک کو دی گئی جس نے تھوڑے ہی عرصہ بعد ایسی شاندار فتوحات حاصل کیں کہ بحری جنگ کی تاریخ میں اُس کا نام آبِ زر سے لکھا ہوا نظر آتا ہے۔ مشہور شاعر ملٹن مجلس کا لاطینی کاتب مقرر ہوا اس لئے کہ وہ لاطینی زبان میں خط و کتابت کرسکتا تھا۔ مجلس کا صدرنشین بریڈ شا تھا۔

حکومت انگلستان

مجلس کو اب ایک اور مشکل کا سامنا ہوا یعنی ۲۴ جون ۱۶۵۰ء کو چارلس کے اسکاٹلینڈ میں لنگر انداز ہونے کی خبر آئی۔ اگرچہ جماعت متعاہدین نے شاہ پسند امیر مانٹروز کو سولی پر لٹکا دیا تھا لیکن جب چارلس ثانی نے باقرار صالح عہد کیا کہ میں معاہدہ کو برقرار رکھوں گا اور پرسبیٹیرین مذہب کی حمایت کروں گا تو وہ اُس کے لئے لڑنے مرنے پر مستعد ہو گئے۔ حکومت جمہوری کے اربابِ بست وکشاد کو صاف نظر آگیا کہ اگر اسکاٹلینڈ کی فوج لے کر چارلس ایک دفعہ انگلستان میں گھس آیا تو اُن کی خیر نہیں۔ اس لئے انہوں نے برسبیل دفع دخل مقدر چارلس پر اسکاٹلینڈ ہی میں حملہ کرنے کا ارادہ کرلیا۔ لیکن جب انہوں نے فوج کی کمان پر فیرفیکس کو مقرر کرنا چاہا تو اُس نے اس بنا پر اس خدمت کے قبول کرنے سے انکار کردیا کہ جب تک اہلِ اسکاٹلینڈ انگلستان پر خود حملہ آور نہ ہوں مجلس کو

چارلس ثانی کا ورود اسکاٹلینڈ میں۔ ۲۴ جون ۱۶۵۰ء

معاہدہ کے خلاف اُن پر چڑھائی کرنے کا کوئی حق نہیں۔

اس پر سپہ سالاری کے فرایض انجام دینے کے لئے کرامویل کو آئرلینڈ سے واپس بلایا گیا۔ لندن میں اُس کا خیر مقدم بڑے اعزاز و اکرام سے ہوا اور اس کے بعد سولہ ہزار فوج لے کر اُس نے شمال کی طرف کوچ کیا۔ جب وہ سرحد کے پار ہوا تو اسکاٹلینڈ کے جنوبی علاقہ کی تمام آبادی

کرامویل اسکاٹلینڈ میں
سنہ ۱۶۵۰ء – ۱۶۵۱ء

جس نے آئرلینڈ میں اُس کی تعدیوں کا حال سنا تھا خایف ہوکر شمال کی جانب فرار ہوگئی اور سارا علاقہ ایک سنسان ویرانہ رہ گیا فراریوں کو جب کرامویل کے سپاہیوں کی نیک سلوکی کی کیفیت بعد میں معلوم ہوی تو اُن میں سے اکثر اپنے اپنے گھروں کو واپس آگئے۔ پھر بھی رسد بہت ہی کمیاب تھی اور ایڈنبرا تک پہنچتے پہنچتے خوراک کی قلت کا یہ عالم ہوگیا کہ کرامویل کو مجبوراً ساحلی علاقہ کے ایک شہر ڈنبار کی طرف پسپا ہونا پڑا تاکہ سمندر کی راہ سے آذوقہ بہم پہنچا سکے۔ یہاں اسکاٹلینڈ کی فوج کے کمانڈر ڈیوڈ لسلی نے اپنے سپاہیوں کی صف بندی انگریزی فوج کے جنوب کی سمت میں لیمر مور کی پہاڑیوں پر کر رکھی تھی جس سے بروک اور انگلستان کے ساتھ انگریزی فوج کا تعلق منقطع ہوگیا۔

کرامویل کی حالت اس وقت بڑی نازک تھی۔ اُس کی فوج بیماری اور فاقہ کشی سے سقیم الحال ہورہی تھی۔ اور جب تک پہاڑیوں پر اسکاٹلینڈ والوں کا قبضہ رہتا وہ اُن پر حملہ نہ کرسکتا

تھا۔ اُس کی خوبی تقدیر سے متعاہدین کو یہ توفیق نہ ملی کہ اپنی جگہ جمے رہیں۔ اور ایک دن دوپہر ڈھلے اُس نے دیکھا کہ لسلی اپنی فوج کو بلندی سے اتار کر ایک چھوٹی سی ندی کی طرف لا رہا ہے جس کے اُس پار ڈنبار جانے کا آسان رستہ تھا۔ غنیم کی اس نقل و حرکت کا مطلب وہ معاً سمجھ گیا کہ لسلی اس پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ اور اسی وقت خود پہل کرنے کا قصد کر لیا۔ اپنی کامیابی کا اُسے یہاں تک یقین تھا کہ اپنے ایک جرنیل لیمبرٹ سے مخاطب ہو کر وہ بے اختیار کہہ اٹھا کہ اَب تو خدا نے انہیں میرے حوالہ ہی کر دیا۔ دوسرے

جنگ ڈنبار ۳۔ ستمبر ۱۶۵۰ئ

دن یعنی ۳۔ ستمبر ۱۶۵۰ئ کو پو پھٹنے سے پہلے ہی اُس نے فوج کو دھاوے کا حکم دیا اور اسکاٹلینڈ والے ابھی اچھی طرح بیدار بھی نہ ہونے پائے تھے کہ ”پروردگار ملایکہ پروردگار ملایکہ“ کے نعرے کے ساتھ انگریزی فوج اُن پر جا پڑی۔ ندی کے کنارے چند منٹ تک گھمسان کا رن پڑا لیکن اسکاٹلینڈ والوں کے اوسان خطا ہو گئے۔ اور طلوع آفتاب کے ساتھ ہی اُن کی فوج میں بھگدر پڑ گئی۔ اور ایک گھنٹہ کے اندر اندر اُن کی جمعیت پریشان ہو گئی۔ کرامویل نے اپنی فوج کو پہلے ٹھیرا کر زبور کا ایک سو سترھواں ترانہ گایا اور اُس کے بعد فراریوں کا تعاقب کیا۔ تین ہزار مارے گئے دس ہزار گرفتار ہوئے اور قریب قریب سارے سامان اور توپخانہ پر فاتح فوج کا قبضہ

ہوگیا۔ ایڈنبرا کے دروازے اب کھل گئے اور کرامویل نے اُس پر قبضہ کرلیا۔

بااین ہمہ کرامویل کو اسکاٹلینڈ میں اور ایک سال برسرِجنگ رہنا پڑا۔ شاہ پسند فریق اور متعاہدین نے ایک نئی فوج تیار کی اور یکم جنوری ۱۶۵۱ء کو مقام اسکون میں چارلس ثانی کے سر پر تاج سلطنت رکھا گیا۔ آخر کرامویل نے فایف کو سر کرلیا اور اسکاٹلینڈ کے شمال کی طرف چارلس کا رستہ کاٹ دیا لیکن شاید عمداً انگلستان جانے کا رستہ کھلا چھوڑ رکھا چارلس نے جو فرقہ پرسبیٹیرین کے زہد خشک سے تنگ آگیا تھا اب جی میں ٹھان لی کہ انگریزوں ہی میں چل کر قسمت آزمائی کرنا چاہئے۔ چنانچہ ڈیرہ ڈنڈا اٹھاکر اُس نے جنوب کا رخ کیا اور لنکا شایر کے بیچوں بیچ ہوتا ہوا انگلستان کے مغربی علاقہ کی طرف بڑھا جو ہمیشہ سے وفادار چلا آتا تھا۔ آگے آگے وہ تھا اور پیچھے پیچھے کرامویل تھا لیکن جن انگریزوں کو اُس کے ساتھ آملنے کا حوصلہ ہوا اُن کی تعداد اس قدر کم تھی کہ جب کرامویل نے تعاقب کرتے کرتے اُسے وارسٹر میں آلیا تو تیس ہزار کے مقابلہ میں اُس کے پاس صرف سولہ ہزار فوج تھی۔ ۳۔ ستمبر کو جو جنگ ڈنبار کی برسی کی تاریخ تھی وارسٹر کی مشہور و معروف جنگ وقوع میں آئی۔ شاہ پسندوں کو شکست فاش ہوی جرنیل لسلی قید کرلیا گیا اور چارلس بھیس بدل کر فرار ہوگیا۔ بیچارے

جنگ وارسٹر
۳۔ ستمبر ۱۶۵۱ء

کا قافیہ غنیم نے ایسا تنگ کیا کہ ایک دن صبح سے لے کر شام تک وہ باسکوبل کے جنگل کے اندر جو ضلع شراپ شایر میں واقع ہے شاہ بلوط کے ایک درخت کی شاخوں میں چھپا رہا۔ پارلیمنٹ کی فوج کے سپاہی جنھوں نے اسکی تلاش میں جنگل چھان مارا تھا اور اُسی شاہ بلوط کے نیچے سے کئی مرتبہ گزرے اگر اُسے دیکھ پاتے تو اُس کا کام اُسیوقت تمام ہوگیا ہوتا۔ ہمفری پنڈیرل پن چکی والے اور اُس کے چار بھائیوں کا نام ہمیشہ تاریخ انگلستان میں یادگار رہیگا کہ اُنھیں نے چارلس کی اس آڑے وقت میں دستگیری کر کے اُسے چھپائے رکھا اور اُس کی جان بچائی۔ غرض کئی خطروں میں سے گزرتا ہوا وہ برائٹین پہنچا جو اس زمانہ میں ماہی گیروں کا ایک چھوٹا سا گاؤں تھا اور وہاں سے ایک زغال بردار جہاز میں سوار ہوکر نارمنڈی چلا گیا۔

چارلس ثانی کا فرار
سنہ ۱۶۵۱ء

اس وقت سے غیر اقوام حکومت جمہوری کو بہ نگاہ احترام دیکھنے لگیں اور اُسے انگلستان کی باقاعدہ حکومت تسلیم کرنے لگیں۔ امیرالبحر بلیک کے ہاتھوں شہزادہ روپرٹ کو ایک بحری جنگ میں پہلے ہی زک مل چکی تھی۔ اب دین نے عزم بالجزم کرلیا کہ ولندیزوں پر جنہوں نے چارلس کو امداد دی تھی حملہ کرکے اُن کی قوت توڑ دیجائے اور ساتھ ہی انگریزی بیڑے میں اضافہ کیا جائے۔

قانون جہاز رانی و جنگ ہالینڈ ۱۶۵۱ء تا ۱۶۵۳ء

ماہ اکتوبر ۱۶۵۱ء میں "قانون جہاز رانی" کے نام سے ایک ضابطہ نافذ کیا گیا جس کی رو سے ممالک غیر کے مال تجارت کا انگریزی جہازوں یا اُن جہازوں کے علاوہ جو مال برآمد کرنے والے ممالک سے تعلق رکھتے ہوں کسی دوسرے جہاز میں انگلستان لایا جانا ممنوع قرار پایا چونکہ ممالک غیر سے مال تجارت کے حمل ونقل کا کام زیادہ تر ولندیز جہازران ہی انجام دیتے تھے اس لئے اس قانون کا نتیجہ یہ ہوا کہ تجارت اُن کے ہاتھ سے نکل کر انگریزی جہازرانوں کے قبضہ میں آگئی۔ اس بارے میں حکومت ہالینڈ کے ساتھ گفت و شنید ہو ہی رہی تھی کہ ولندیزی بیڑے کی جو امیرالبحر ٹرامپ کی کمان میں تھا انگریزی بیڑے سے جس کا سفینہ سالار بلیک تھا آبنائے انگلستان میں مٹھ بھیڑ ہوگئی۔ دونوں بیڑے آپس میں گتھ گئے اور ولندیزوں نے شکست کھائی۔ اب انگلستان اور ہالینڈ میں وہ بحری آویزش شروع ہوئی جس کا سلسلہ دوسال تک قایم رہا۔ پہلے معرکہ کے بعد جو ماہ نومبر ۱۶۵۲ء میں وقوع پذیر ہوا اور جس میں ٹرامپ نے فتح پائی ولندیزی سفینہ سالار اپنے جہاز کے مستول پر ایک جاروب باندھ کر آبنائے انگلستان میں گویا یہ دکھانے کے لئے چکر لگاتا ہوا نظر آیا کہ میں نے سمندر میں ایسی جھاڑو پھیری ہے کہ انگریزی کوڑا کرکٹ نام کو کہیں نظر نہیں آتا" لیکن اُس نے

ولندیزوں کو شکست ۱۶۵۲ء فروری ۱۶۵۳ء

یہ شیخی وقت سے ذرا پہلے بگھاری تھی۔ اس لئے کہ کئی اور معرکوں کے بعد جن میں ولندیزوں نے بڑے بڑے نقصان اٹھائے انہیں کامل شکست ہوئی اور ٹرامپ مارا گیا اس وقت سے لے کر آج کے دن تک انگلستان کے تفوق کا پرچم سمندروں پر لہراتا رہا ہے اور موجودہ انگریزی بیڑا جس کی بنیاد الزبتھ کے عہد میں پڑی تھی وین اور بلیک ہی کے مساعی کے تصدق میں اس اوج کمال کو پہنچا ہے۔

غیر اقوام نے حکومت جمہوری کا لوہا اُن واقعات کے بعد مان لیا تھا لیکن خود انگلستان میں اس کے لئے پھر مشکلات کا آغاز ہونے لگا تھا۔ ہمیں یہ واقعہ فراموش نہ کرنا چاہئے کہ جن اسّی اشخاص سے پارلیمنٹ مرکب تھی انہوں نے بادشاہ کے مرنے کے بعد مملکت کے مہمات الامور میں کبھی قوم سے استمزاج نہ کیا تھا اور اس اعتبار سے اُن پر حقیقی معنوں میں قوم کے مبعوثین کی تعریف صادق نہ آسکتی تھی۔ دیانت داری اور راستبازی کے اوصاف میں ان میں سے اکثر فیرفیکس وین اور بریڈ شا کے مدمقابل نہ تھے اور چونکہ اُن کے اقتدارات کا مقابلہ کرنے والا کوئی نہ تھا اس لئے حق و انصاف کا آئے دن خون ہوتا رہتا تھا۔ پارلیمنٹ کے یہ اراکین اپنے یاروں دوستوں کو سرکاری خدمتیں دیتے تھے اور اُن پر

حکومت کے مفاسد

جنہیں مذہب میں اُن سے اختلاف ہوتا تھا اور شاہ پسندوں پر جنہیں اُن کی مٹھی گرم کرنی نہ آتی تھی زیادتیاں کرتے تھے اور بعض اوقات اپنے مطلب کے لئے قوانین مملکت کو مسخ کرڈالتے تھے۔ جب کرامویل وارسٹر سے واپس آیا تو اُس نے حکومت کی حالت بہت کچھ ابتر پاکر ان خرابیوں کا انسداد کرنا چاہا اس وقت وہ ایک ایسی فوج کا قاید تھا جو اُس پر جان قربان کرنے کے لئے حاضر تھی۔ اس قوت کے بل پر اُس نے اراکین سے کہہ دیا کہ اُنہیں موجودہ پارلیمنٹ کو توڑکر اس کی بجاے ایک باقاعدہ پارلیمنٹ کا انتخاب کرنا چاہئے۔ لیکن وین جیسے شخص کو بھی اس تجویز پر عمل کرتے ہوئے ڈر لگتا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو فوج کا پلہ بھاری ہوجائے اور حکومت جمہوری کا نظام درہم و برہم ہو جائے۔ بہرحال اراکین نے ایک مسودہ قانون مرتب کیا جس کا مفہوم محض اس قدر تھا کہ وہ دوسرے اراکین منتخب کرلیں جو اُن کے ساتھ شریک اجلاس ہوا کریں۔ اس پر کرامویل نے یہ اعتراض کیا کہ قوم کی راے کو ایسے انتخاب میں کوئی دخل نہیں حالانکہ ضابطہ کا تقاضا یہی ہے کہ انتخاب اراکین قوم کی راے سے عمل میں آئے غرض فوج کے افسروں اور بعض اراکین میں باہمی گفت و شنید بھی ہوی کہ کسی طرح اس اختلاف کا تصفیہ

اراکین کا ایک نئی پارلیمنٹ کے انتخاب کی اجازت دینے سے انکار

بطریق مشاورت ہو جائے۔

ایک دن (۲۰ اپریل ۱۶۵۳ئ کو) جبکہ وھائٹ ہال میں ایسا ہی ایک جلسہ ہو رہا تھا کراموِل کو معلوم ہوا کہ باقی کے اراکین اپنا مسودہ قانون ایوان پارلیمنٹ میں منظور کر رہے ہیں۔ کراموِل کسی کام میں دیر و درنگ کو راہ نہ دیتا تھا۔ اُس نے اُسی وقت سپاہیوں کی ایک مسلح پلٹن کے ساتھ پارلیمنٹ کی راہ لی اور اسے باہر چھوڑ کر خود اندر گیا اور جو بحث مسودہ قانون پہ ہو رہی تھی کان لگا کر سنتا رہا۔ جب یہ سوال پیش ہوا کہ آیا اس مسودہ کو بہ شکل قانون منظور ہو کر نافذ ہوجانا چاہئے تو کراموِل نے اٹھ کر فرش پر ٹہلنا شروع کیا اور حضار مجلس سے مخاطب ہو کر پہلے تو اُن کی مستحسن کارروائیوں کے لحاظ سے سراہا اور پھر اُن پر بے انصافی اور خود غرضی کا الزام لگا کر کہا کہ میں یہ سارا قصہ ہی پاک کئے دیتا ہوں۔ آپ لوگ اب یہاں اجلاس کرنے کے اہل نہیں رہے۔ آپ کو پارلیمنٹ کا رکن کون کہتا ہے۔ یہ کہکر اُس نے اپنے سپاہیوں کو اندر بلایا اور اُنہیں حکم دیا کہ سب کو نکال باہر کریں۔ رئیس النطق کا عصا بطور علامت اقتدار میز پر رکھا رہتا ہے۔ کراموِل نے یہ عصا اٹھا لیا اور کڑک کر بولا کہ اسے بھی لے جاؤ۔ ہم اس کھلونے کو یہاں رکھ کر کیا کریں گے۔ اراکین پارلیمنٹ اس ناگہانی اخراج سے ایسے

کراموِل اراکین کو ایوان پارلیمنٹ سے باہر نکال دیتا ہے
۲۰ اپریل ۱۶۵۳ئ

حواس باختہ ہوے کہ کسی کے منہ سے بات تک نہ نکل سکی۔ البتہ ایک سہنری دین ایسا تھا جس کے اوسان خطا نہ ہونے پائے اور اُس نے کرامویل کے منہ پر کہہ دیا کہ تمھاری یہ کارروائی سراسر ایمان بلکہ اخلاق و انصاف کے بھی خلاف ہے۔ لیکن کرامویل نے ایک نہ سنی سب کو باہر نکال دیا اور پارلیمنٹ کے دروازہ کو مقفل کر کے کنجی جیب میں ڈال لی۔ دوسرے دن صبح کے وقت شاہ پسند جماعت کے کسی دل چلے نے یہ ظریفانہ اشتہار دروازہ پر چپکا دیا کہ " یہ مکان کرایہ پر دئے جانے کے لئے خالی ہے لیکن اب بے سامان ہے"

اس طور پر ایک عرصہ کی پارلیمنٹ جو برابر ۱۶۴۰ء سے قایم تھی مسند اقتدار سے جبراً اٹھا دی گئی لیکن چونکہ ازروے قانون اس کی برطرفی خود اپنی رضامندی کے بغیر عمل میں نہ آسکتی تھی اس لئے اس کی قانونی ہستی معدوم نہ ہونے پائی اور آگے چل کر اس کی سرگرمیوں سے ہمیں پھر سابقہ پڑے گا۔ کرامویل اور اُس کے فوجی افسروں نے اب اپنے وزرا کے زیر ہدایت ایک جدید پارلیمنٹ قایم کی جس کے اراکین کا انتخاب قوم نے کیا۔ کرامویل کے الفاظ میں اس نئی قومی مجلس کے قیام سے یہ مقصد پیش نظر تھا کہ "یہ ایک خداترس پارلیمنٹ ہو" اور ایک رکن کے انتساب سے

فوج کی حکومت

چھوٹی پارلیمنٹ ۴ جولائی سے ۱۲ دسمبر تک

جس کا نام پریز گاڈ بیربون تھا یہ پارلیمنٹ چھوٹی پارلیمنٹ یا بیربون کی پارلیمنٹ کے عرف سے مشہور ہوگئی۔ اسکاٹلینڈ ویلز اور آیرلینڈ کی طرف سے ایسے چھ چھ نمایندے آکر شریک ہوئے۔ منجملہ کئی عمدہ قوانین کے جو اُس کے زمانہ میں نافذ ہوئے ایک قانون مدیونوں کی داد رسی کے بارہ میں تھا اور ایک اور قانون کا مفاد یہ تھا کہ پیدایش اور اموات اور نکاح کا اندراج باضابطہ طور پر سرکاری روز ناموں میں ہوا کرے۔ لیکن اراکین پارلیمنٹ نے اس کثرت سے اصلاحات نافذ کرنی چاہیں کہ حکومت کا سارا نظام پراگندہ ہوگیا اور آخر پانچ مہینے کے اجلاس کے بعد انہوں نے اپنے اقتدارات کرامویل کو تفویض کر دئے۔ اُس پر کونسل نے ایک "دستاویز حکومت" مرتب کرکے ایک نیا آئین اساسی تیار کیا اور محافظ اعلیٰ کی حیثیت سے سلطنت کی عنان اختیار کرامویل کے ہاتھ میں دے دی۔

اس طور پر بادشاہ کے انتقال کو پورے پانچ سال بھی نہ گزرنے پائے تھے کہ ایک شخص واحد پھر ساری قوم پر حکمران ہوگیا اگرچہ اول اول اُس کا اختیار بہت ہی محدود تھا اس لئے کہ اُس کی کونسل مادام الحیات منتخب ہوئی اور اُسے قوانین کو اپنی رائے سے منسوخ کرنے کا کوئی حق حاصل نہ تھا۔ اس کے علاوہ اُس کے

کرامویل بحیثیت محافظ اعلیٰ۔ ۱۶ دسمبر ۱۶۵۳ء

دشمن بھی بہت تھے۔ شاہ پسند اور پریسبیٹرین اور وین و بریڈشا کی وضع کے جمہوریت پسند یہاں تک کہ مساوات پسند بھی مختلف وجوہ کی بنا پر سب اُس کے مخالف تھے اور قتل وبغاوت کی سازشیں آئے دن ہوتی رہتی تھیں۔ لیکن اس دس مہینے کی مدت میں جو ایک نئی پارلیمنٹ کے اجتماع سے پہلے منقضی ہوئی اُس نے بڑی خوبی سے عدل وانصاف کے ساتھ حکومت کی۔ ہالینڈ کے ساتھ اُس نے معقول شرایط پر صلح کی۔ ڈنمارک سویڈن اور پرتگال کے ساتھ معاہدات کئے جن سے انگلستان کے تجارتی فائدہ کا پہلو نکل آیا۔ تعلیم کی طرف توجہ کی اور آکسفرڈ کے کتب خانہ باڈلین کو قلمی اور مطبوعہ نسخے عطا کئے۔ متعدد قانونی ضوابط وضع کئے جن میں تمام مذہبی فرقوں کے ساتھ

کرامویل کے ضوابط

یکساں انصاف مرعی رکھا گیا۔ البتہ کتاب عبادت عمومی کا استعمال اُس نے ممنوع قرار دیا اور شاہ پسند پادریوں کو عام منادی کرنے کی مناہی کردی لیکن ان کو بھی خانگی طور پر اپنی ہم عقیدہ جماعتوں کے اقتدا کی اجازت تھی۔ عدالتوں کا خرچہ اُس نے گھٹا دیا تاکہ ادنیٰ و اعلیٰ غریب و امیر کی داد رسی یکساں ہو سکے۔ اور اراضی کے بھاری بھاری محصول معاف کردئے جس سے کم حیثیت کسانوں اور مزارعوں کو

بڑا فائدہ پہنچا۔ اسکاٹلینڈ کو اُس نے ایک خاص آئین کے ذریعہ سے انگلستان کے ساتھ متحد کردیا اور اہل اسکاٹلینڈ اُس کے ہشت سالہ دور حکومت کو "عہد فرخی و فراخی" سے تعبیر کرنے لگے۔ لیکن اس فیضان عام سے بیچارے آئرلینڈ والے محروم رہے۔ اسیران جنگ یا تو مار ڈالے گئے یا جلا وطن کئے گئے اور جو مسلح پائے گئے وہ کناٹ کے بے برگ ونوا صوبے میں نئی بستیاں آباد کرنے کے لئے بھیج دیئے گئے۔

کراموِل کی پہلی پارلیمنٹ

نئی پارلیمنٹ کا اجلاس ۳۔ ستمبر ۱۶۵۴ء کو منعقد ہوا۔ اس کے اراکین کا انتخاب منصفانہ طریق پر عمل میں آیا تھا البتہ فرقہ کیتھولک اور شاہ پسند جماعت کے اشخاص کو شرکت کی اجازت نہ دی گئی۔ لیکن اس پارلیمنٹ نے صرف پانچ مہینے کی عمر پائی۔ جمہوریت پسند چراغ پا ہورہے تھے۔ کراموِل چاہتا تھا کہ وہ اُسکے ہاتھ میں موم کی ناک ہوکر رہیں اور محض اُس کے کام سے کام رکھیں لیکن انہوں نے اُلٹی اُسی کے ضوابط پر حرفگیری شروع کردی اور وین نے یہ بحث اٹھائی کہ کسی ایک "شخص واحد" کو سلطنت کے حاکم اعلیٰ ہونے کا کوئی حق حاصل نہیں۔

کراموِل کے دل میں یہ عقیدہ اب مضبوطی سے جم گیا تھا کہ وہ خدا کی طرف سے قوم پر حکمرانی کے لئے

مامور کیا گیا ہے اور اُسے اندیشہ تھا کہ اگر اُس نے انضباط کے ساتھ حکومت نہ کی تو شاہ پسند علم بغاوت بلند کردیں گے۔ غرض اُس نے ۲۲ جنوری ۱۶۵۵ء کو پارلیمنٹ توڑ ڈالی اور پانچ مہینے بعد انگلستان کو دس اضلاع میں تقسیم کر کے ہر ضلع کا انتظام ایک فوجی افسر کے سپرد کیا جو میجر جنرل کہلاتا تھا اب وہ بالکل مطلق العنان تھا اور اُس کے استبداد کی یہ کیفیت تھی کہ اور تو اور وین اور بریڈشا تک کو جو اُس کے پرانے رفیق تھے اس اندیشہ سے کہ مبادا اُن کا ذاتی اثر اُس کے لئے موجب گزند ثابت ہو اُس نے کچھ عرصہ کے لئے قید کرلیا۔ لیکن اسی کے ساتھ ہمیں اس بات کا بھی اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ ارکان عدالت عالیہ کی آزادی راے کو اُس نے اسی حال پہ قایم رکھا یہودیوں کو انگلستان میں آباد ہونے کی پھر اجازت دے دی اور فرقہ کویکر کو جس کی بنیاد اسی زمانہ میں جارج فاکس نامی ایک جولاہے نے رکھی تھی اپنی حمایت میں لے لیا۔ جو لوگ اس پہ قاتلانہ حملے کرتے تھے اُن سے مواخذہ کرنے میں اُس کی عالی حوصلگی کو ہمیشہ تامل ہوتا تھا اور اگرچہ اب وہ قصر وھایٹ ہال میں شاہانہ ٹھاٹھ کے ساتھ رہتا تھا لیکن اپنے لئے دولت جمع کرنے کی اس پہ بھی اُس نے کوئی کوشش نہ کی

جرنیلی حکومت ۱۶۵۵ء

حقیقت یہ ہے کہ کراموِل دل سے جابرانہ انداز حکومت کا مطلق خواہشمند نہ تھا۔ چنانچہ جب ۱۶۵۶ء میں امیر کبیر سیوائے نے اپنے علاقہ واڈاے کی پراٹسٹنٹ رعایا کو ستانا شروع کیا اور کراموِل نے اُسے اس پر تنبیہ کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہسپانیہ کے ساتھ اُس کی جنگ چھڑ گئی تو اُس نے پارلیمنٹ کو پھر طلب کیا۔ لیکن بہت سے مبعوثین کو اُس نے داخل ہونے سے روک دیا اور جو مبعوثین منتخب ہوے اُن کے انتخاب میں یہ کر لگا دی کہ کونسل سے ایک صداقت نامہ حاصل کریں۔ اس پارلیمنٹ کی کارروائی کا آغاز مصالحت طریق پر ہوا۔ مبعوثین نے "عرضداشت اور مشورہ" کے عنوان سے ایک تحریر قلمبند کرکے کراموِل کی خدمت میں پیش کی جس میں اُس سے استدعا کی گئی تھی کہ فوجی افسران اضلاع کی علٰحدگی کے احکام جاری کئے جائیں۔ اور پارلیمنٹ کا ایک اور ایوان دارالامرا کے نام سے قایم کیا جس کے ارکان کو درجہ امارت پر فایز کرنے کا حق کراموِل کو دیا گیا۔ اس کے بعد انہوں نے کراموِل سے درخواست کی کہ بادشاہ کا لقب اختیار کرلے۔ یہ اعزاز اگر وہ قبول کر لیتا تو اُسکی شان تو بے شک دوبالا ہو جاتی لیکن اُس کے اختیارات محدود ہو جاتے اس لئے کہ شاہی اقتدارات کی حدود قانون میں معین تھیں۔ فوج کی ناراضی کے

کراموِل کی دوسری پارلیمنٹ
۱۷ ستمبر ۱۶۵۶ء

بادشاہ کا لقب قبول کرنے سے کراموِیل کا انکار۔

اندیشہ سے جب اُس نے اس اعزاز کے قبول کرنے سے انکار کردیا تو پارلیمنٹ نے ایک خسروانی عبا ایک شاہی عصا اور ایک شمشیر عدل امتیازاً اُس کی خدمت میں پیش کی اور اُسے اپنے جانشین نامزد کرنے کا اختیار بھی دے دیا۔ غرض اجلاس اول میں کراموِیل اور پارلیمنٹ کی آپس میں اچھی طرح نبھ گئی لیکن جب دوسرے اجلاس کے انعقاد کا وقت آیا تو اُن مبعوثین کی بجائے جو طبقہ امرا میں داخل ہو گئے تھے دارالعوام میں بعض قدیم جمہوریت پسندوں نے انتخابی نشستیں حاصل کرلی تھیں۔ انہوں نے نئے دارالامرا کے ارکین کے ساتھ مل کر کام کرنے سے انکار کردیا اور خود کراموِیل پر حملے کرنے لگ گئے۔ اس پر اُس نے بتاریخ ۴ فروری ۱۶۵۸ء پارلیمنٹ کو برطرف کردیا اور اپنی عمر کے باقی حصہ میں خود حکومت کی۔

لیکن یہ مدت چند مہینے سے زیادہ نہ تھی۔ کراموِیل اب اپنے اقتدار کے منتہائے عروج کو پہنچ چکا تھا۔ اُس کا جنگی بیڑا سان ڈامنگو کو سر نہ کرنے پایا لیکن ۱۶۵۵ء میں ہسپانیہ سے جزیرہ جمیکا چھین کر رہا جو اُس کی کوششوں سے ایک بارونق نوآبادی بنکر مجمع الجزایر غرب الہند میں انگلستان کے مقبوضات کا سنگ بنیاد ثابت ہوا۔ اُسکی فوج نے فرانسیسیوں کے ساتھ مل کر

تسخیر جمیکا ۱۶۵۵ء

جنگ ڈیونس (۱۶۵۸ء) میں ہسپانویوں کو شکست دی اور اس معرکہ میں ڈنکرک انگریزوں کے ہاتھ آیا۔ تمام قومیں اپنے سفیر اُس کے دربار میں اسی طرح بھیجتی تھیں گویا کہ وہ بادشاہ تھا اور اُس کے ساتھ اتحاد قایم کرنے کی بدل خواہشمند تھیں۔

اُس نے ملک میں امن و امان قایم کر دیا تھا اور تجارت و زراعت کی ترقی سے لوگ خوشحال تھے۔ اس جمی ہوئی مضبوط حکومت کے الٹ دینے کی شاہ پسندوں کو بھی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ لیکن پھر بھی لوگ دل سے خوش نہ تھے۔ کراموبل ایک زاہد خشک تھا اور اُس کی درشت متقشفانہ حکومت رعایا کو بہت ہی

ملک کی حالت

تلخ گزرتی تھی۔ اسکے زمانہ میں وہ اگلی سی چہل پہل باقی نہ رہی تھی۔ لوگ راگ رنگ کھیل تماشے کے عادی تھے۔ مئی کے مہینے میں ایک کھمبا زمین میں گاڑ کر اُس کے گرد ناچا کرتے تھے گھوڑدوڑیں ہوتی تھیں مرغ بازی کے دنگل جمتے تھے۔ ناٹکوں کی سرپرستی ہوتی تھی۔ بڑے دن کی تقریب پہ نقلیں کی جاتی تھیں۔ سوانگ بھرے جاتے تھے۔ شرابیں اڑتی تھیں اور خم کے خم لنڈھائے جاتے تھے۔ اب اُن میں سے تفریح طبع کا ایک سامان بھی باقی نہ تھا۔

اکثر لوگ اس پرانے زمانہ کی رنگ رلیوں کو ترستے تھے جب بادشاہ سریر آرائے سلطنت ہوتا تھا پارلیمنٹ آزاد ہوتی تھی ملک میں فراخ دست رئیسوں کا دور دورہ تھا اور شاہی دربار وقف عیش و عشرت تھا۔ جمہوریت پسند اسلئے ناراض تھے کہ حکومت جمہوری پامال استبداد ہو چکی تھی شاہ پسند اس لئے ناخوش تھے کہ تخت سلطنت پر ایک بادشاہ کی بجائے ایک غاصب متمکن تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ کرامویل نے محال کو ممکن کر دکھانے کا بیڑا اٹھایا تھا۔ اسکی دلی آرزو تھی کہ قوم اس کے ساتھ مل کر ایک ایسی مملکت کی بنیادیں استوار کرے جو دانشمندی اور سنجیدگی کے ساتھ اپنا انتظام آپ اپنے ہاتھ میں لینے کی اہل ہو لیکن اس کا مطمح نظر اُس زمانہ کے لئے بہت بلند تھا اور وہ خود محسوس کرتا تھا کہ اُسے اپنے مقصد میں کامیابی نہیں ہوی بلکہ اُس کی آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے کہ اُس کے تمام کئے کرائے پر پانی پھر جائے گا۔ غرض ایک مستقل اور آئینی حکومت قایم نہ کر سکنے سے اس کے سارے منصوبے خاک میں مل گئے۔ یہ سچ ہے کہ اُس کی حق شناسانہ مطلق العنانی سے انگریزوں کو بہت سے فائدے ہوئے لیکن اُن کے دل کی یہ سب سے بڑی آرزو پوری نہ ہونے پائی کہ ملک کے قانون کا تفوق کسی خلل یا فساد کے دغدغہ کے بغیر پوری طرح برقرار رہے۔

اگرچہ کراموِل کی عمر اس وقت صرف اُنسٹھ سال تھی لیکن اُس کی صحت بگڑ چلی تھی۔ اسی زمانہ میں "مار ڈالنا قتل نہیں ہے" کے عنوان سے ایک رسالہ شائع ہوا جس میں لوگوں کو اُس کے قتل کی ترغیب دی گئی تھی۔ اس رسالہ کی اشاعت سے اُسے اپنی جان کے لالے پڑ گئے اور اب اس کی احتیاط کا یہ عالم تھا کہ اکثر زرہ پہن کر باہر نکلا کرتا تھا۔ ۱۶ اگست ۱۶۵۸ء کو اُس کی چہیتی بیٹی لیڈی کلیپول نے انتقال کیا اور اس کا اُسے ایسا سخت صدمہ ہوا کہ وہ پھر بستر سے اُٹھ نہ سکا۔ اُس کی علالت نے ایک خطرناک تپ کی صورت اختیار کر لی اور اگرچہ ہر جگہ اس کی شفایابی کے لئے دعائیں مانگی گئیں لیکن اُسے یقین ہو چکا تھا کہ اب میرا جانبر ہونا محال ہے۔ اگست کی تیسویں تاریخ کو اُس نے قوم کے حق میں ایک دل پر رقت طاری کرنے والی دعا کی کہ خدایا میری قوم کو قوت فیصلہ کی رزانت یکدلی اور باہمی اخلاص و محبت کی نعمتیں عطا کر۔ چار دن بعد ۳ ستمبر کو جو ڈنبار اور وارسٹر کی لڑائیوں کی تاریخ تھی اس نامور حکمراں کا انتقال ہو گیا۔ اُس کی سیرت عجیب و غریب اور پیچ در پیچ خصایص کا مجموعہ تھی اور ہمیں کبھی بھی معلوم نہ ہو سکے گا کہ اُس پر کس حد تک ہوا و حرص اور کس حد تک مذہب اور حب وطن کا غلبہ تھا۔ لیکن

کراموِل کی وفات
۳ ستمبر ۱۶۵۸ء

پھر بھی اس لحاظ سے اس کا احترام ہم پر واجب ہے کہ اپنے ملک کی خدمت کے لئے اُس نے کبھی بھی ہمت و جانفشانی کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ انگلستان کو پستی سے اٹھا کر ایسی بلندی پر پہنچایا کہ اپنے پرائے اُس کی عزت کرنے لگیں اسی کا کام تھا اور یہ امتیاز بھی اُسی کا حصہ ہے کہ انگلستان کو نقصان پہنچا کر اُس نے مرتے دم تک اپنے ذاتی نفع کی کوئی صورت نہ نکالی اور اپنے لئے کوئی دولت نہ سمیٹی۔ اُس کا جنازہ شاہی اعزاز کے ساتھ اٹھایا گیا اور خانقاہ ویسٹ منسٹر میں سپرد خاک کیا گیا

گزرنے والے محافظ اعلیٰ کا اثر ایسا زبردست تھا کہ اُس کا خلف اکبر رچرڈ فوراً اُس کی جانشینی کے لئے نامزد کیا گیا۔ ۲۷ جنوری ۱۶۵۹ء کو ایک جدید پارلیمنٹ کا اجلاس ہوا اور ماہرین فن قانون نئے محافظ اعلیٰ کی تائید پر کمربستہ ہو گئے۔ لیکن رچرڈ کی طبیعت اپنے باپ سے الگ واقع ہوی تھی۔ یعنی آشتی پسند ہونے کے ساتھ وہ سست و کاہل بھی تھا۔ فوج کو حکومت دیوانی پسند نہ تھی۔ اُس کی خواہش تھی کہ ملک کی عنان نظم ونسق ایک ایسے شخص کے ہاتھ میں ہو جو خود فوجی ہو۔ اور وین نے تو دارالعوام میں صاف کہہ دیا کہ ہم کو ایسا بودا حکمران نہیں چاہئے جیسا رچرڈ ہے اس آئے دن کی جھنجھٹ سے جس کے ساتھ اُسے کوئی

نیا محافظ اعلیٰ رچرڈ
ستمبر ۱۶۵۸ء تا جولائی ۱۶۵۹ء

دل چسپی نہ تھی تنگ آکر رچرڈ نے فوج کے مشورہ پر
عمل کیا اور بتاریخ ۲۲ اپریل ۱۶۵۹ء پارلیمنٹ کو توڑ ڈالا
اب افسران فوج نے طولانی پارلیمنٹ کے اُس حصہ کو
جسے کرامویل نے برطرف کردیا تھا پھر جمع کیا۔ سوقیانہ
زبان میں ازراہ تحقیر اس پارلیمنٹ کو "جوتڑ پارلیمنٹ" کہتے
تھے اور یہ اسی نام سے مشہور ہے۔ لنڈوری پارلیمنٹ نہ
[لنڈوری پارلیمنٹ] چاہتی تھی کہ رچرڈ برسر حکومت رہے۔ اُسپر
[۲۵ مئی ۱۶۵۹ء] اُس نے ٹھنڈے دل سے استعفا داخل کردیا
اور دس مہینے کی قلیل المیعاد حکمرانی کے بعد جولائی کے
مہینے میں گھر جا بیٹھا۔ لیکن اب جوتڑ پارلیمنٹ اور فوج
میں چل گئی کہ اقتدار کس کا غالب رہے۔ اس اثنا میں
شاہ پسندوں نے بغاوت کردی جسے وننگٹن برج (واقع
ضلع چشایر) کے معرکہ میں فوج نے فرو کیا۔ جب یہ
ہنگامہ مٹ چکا تو سپاہی جرنیل لیمبرٹ کی کمان میں
لندن واپس آئے۔ اور ۱۳ اکتوبر کو ایوان پارلیمنٹ کے
دروازوں پر پہرا بٹھاکر پارلیمنٹ کا اجلاس روک دیا۔
عنان اختیار اب انہوں نے خود اپنے ہاتھ میں لے لی
[بدعملی] اور اپنے افسروں میں سے ایک مجلس کا
انتخاب کرلیا جو مجلس حفاظت جان و مال کے نام سے
موسوم ہوئی۔

یہ مجلس بھی دو مہینے سے زیادہ نہ چل سکی۔ اسکاٹلینڈ

میں جرنیل مانک کے زیر کمان ایک اور فوج موجود تھی جو ایک وقت چارلس اول کی مطیع رہ چکی تھی لیکن خانہ جنگی کے دوران میں پارلیمنٹ کے ساتھ آملی تھی۔ مانک ایک معاملہ فہم اور مصلحت بین شخص تھا۔ کرامویل کی خاطر بڑی خوشی سے رچرڈ کا ساتھ دیتا رہتا۔ لیکن اب جو اُس نے دیکھا کہ ملک میں ہر طرف فساد پھیلا ہوا ہے تو اس نے چپکے سے چارلس ثانی کو واپس لاکر تخت پر بٹھانے کا فیصلہ کر لیا ۱۶۶۰ء کے نوروز والے دن اُس نے اس اعلان کے ساتھ انگلستان کی طرف کوچ کیا کہ میں ایک آزاد پارلیمنٹ قائم کرنے آرہا ہوں۔ یارک پہنچ کر اُس کی ملاقات فرفیکس سے ہوئی جو ایک عرصہ سے خانہ نشین تھا۔ اور اگرچہ جرنیل لیمبرٹ ان دونوں سرداروں کے مقابلہ کے لئے فوج لے کر آیا کہ کسی طرح وہ جنوب کی طرف نہ بڑھنے پائیں لیکن اپنے قدیم سپہ سالار کو دیکھتے ہی سپاہیوں نے لیمبرٹ کا ساتھ چھوڑ دیا اور فرفیکس سے آملے۔ مانک کے لئے اب رستہ صاف تھا وہ ۳ر فروری کو لندن میں داخل ہوا اور مہینہ بھر کے بعد لنڈوری پارلیمنٹ توڑ دی گئی اور اس طور پر طولانی پارلیمنٹ کا بالکل ہی خاتمہ ہوگیا۔ ۲۵ر اپریل کو ایک نئی پارلیمنٹ کا اجلاس ہوا جس کا انتخاب کامل

مانک کا داخلہ لندن میں

آزادی کے ساتھ عمل میں آیا تھا۔ چونکہ اس پارلیمنٹ کی طلبی کے لئے کوئی شاہی فرمان جاری نہ ہوا تھا اس لئے یہ "مجلس معہود" کے نام سے موسوم ہوی۔ اس میں اس کثرت سے شاہ پسند اور پرسبیٹیرین فرقہ کے مبعوثین شریک تھے کہ انہوں نے فوراً ہی یہ تحریک منظور کرلی کہ پرانے نظام حکومت کو بحال کیا جائے جو بادشاہ امرا اور عوام کے عناصر ثلاثہ پرمشتمل تھا اور چارلس ثانی کو بلاوا بھیجا جائے کہ آکر ملک کی حکومت کی باگ اپنے ہاتھ میں لے لے۔

طویل پارلیمنٹ کا خاتمہ ۱۶۔ مارچ ۱۶۶۰ء

چارلس کی مانک کے ساتھ پہلے سے خفیہ خط و کتابت ہورہی تھی اور اُس نے ہالینڈ کے شہر بریڈا میں ایک اعلان جاری کردیا تھا جس میں اُس نے وعدہ کیا تھا کہ باغیوں کو عام معافی دی جائے گی۔ مذہبی آزادی سے رعایا کے تمام فرقے یکساں بہرہ اندوز ہوں گے اور فوج کے حقوق کا لحاظ رکھا جائے گا۔ غرض اُس کی مراجعت کی تیاریاں بہمہ وجوہ کامل و مکمل ہوچکی تھیں اور اب جو ۲۵ مئی کو وہ ڈوور کے ساحل پر لنگر انداز ہوا تو سارا ملک اُس کے خیر مقدم کے لئے وقف مسرت و شادمانی تھا۔ ۲۹ مئی کو جو اُس کی سالگرہ کا دن تھا وہ لندن میں داخل ہوا۔ اُس کے آنے کی جو خوشی قوم کو ہوئی اُس کی کیفیت بیان سے باہر ہے۔ اُس کے

چارلس ثانی کی مراجعت
مئی ۱۶۶۰ء

رستہ میں پھول اس افراط سے بکھیرے گئے کہ لندن کی سڑکوں پر پھولوں کے ڈھیر لگ گئے۔گلی کوچے رنگا رنگ جھنڈیوں اور بندھن داروں سے آراستہ تھے۔اور حوضوں میں شراب ارغوانی بہ رہی تھی۔ایک فقط فوج اس عام جشن شادمانی میں شریک نہ تھی اور منہ بسورے الگ کھڑی تھی۔لیکن جب ایک قوم کی قوم فرط مسرت سے یوں دیوانی ہورہی ہو تو ایک اکیلے سپاہی کیا کر سکتے تھے۔اس کے علاوہ ان لوگوں کی نیتوں میں حق پرستانہ خلوص ایسا کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا کہ محض اپنی آن قایم رکھنے کے لئے وہ ایسی خونریزی کے روادار نہ ہو سکتے تھے جس سے کوئی نتیجہ نہ نکلے۔چند مہینے بعد فوج برطرف کردی گئی اور سپاہی خاموشی کے ساتھ علٰحدہ ہوکر اپنے اپنے قدیم مشاغل میں مصروف ہو گئے۔جو دفتروں میں لازم تھے اپنی نوکری پر چلے گئے۔جو دکاندار تھے انھوں نے پھر اپنی دکانیں کھول لیں۔جو کاشتکار تھے وہ بدستور کھیتی باڑی کا کام کرنے لگے۔جب اس طرف سے اطمینان ہوگیا تو بادشاہ ایک دن ہنس کر کہنے لگا کہ میں اگر اپنے ملک میں اب سے بہت پہلے واپس نہیں آیا تو اس میں سراسر میری ہی خطا ہے اس لئے کہ ایک شخص بھی مجھے ایسا نظر نہیں آتا جو مجھ سے یہ نہ کہتا ہو کہ وہ ہمیشہ سے میرے لئے چشم براہ

تھا۔ لیکن حق یہ ہے کہ فرقہ متقشفین کی فوج کا طرزِ عمل اگر قوم کے لئے صبر آزما نہ ہوتا تو چارلس شاید ہی واپس آیا ہوتا۔

انیسواں باب

حکومت شاہی کی بحالی

چارلس ثانی

سنہ ۱۶۶۰ء لغایت سنہ ۱۶۸۵ء

اپنی آبائی میراث سے بہرہ اندوز ہونے کے لئے جب چارلس ثانی واپس آیا تو اُس کا خیر مقدم جس تپاک اور گرمجوشی سے کیا گیا وہ کسی اور بادشاہ کو کم نصیب ہوئی ہوگی اہل ملک کو اتنے بہت سے انقلابات نے پریشان حال اور درماندہ کردیا تھا اور وہ ایک جمی ہوی باضابطہ حکومت کو ترس گئے تھے۔ اگر چارلس کو اپنی رعایا کی فلاح مرکوز خاطر ہوتی تو شاید وہ ایک بہت بڑا بادشاہ ہوتا۔لیکن ذہین وہوشمند خوش خلق و نرم مزاج اور فریس و روشن راے ہونے کے ساتھ وہ نیک نفس نہ تھا خود غرضی اور آرام طلبی اُس کی طبیعت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوی تھی اورچونکہ

چارلس کے خصائل ذاتی اور مقاصد دلی

اُس کی عمر کا بہت زمانہ وطن سے دور قسمت کی نیرنگیوں کا تماشہ دیکھنے میں بسر ہوا تھا اس لئے اُسے اس بات کا کماحقہ احساس نہ تھا کہ اُس کے ذمہ قوم و ملک کے کیا کیا فرائض ہیں۔ اپنے عہد حکومت میں اُس نے ہمیشہ دو باتیں پیش نظر رکھیں۔ اول یہ کہ وہ کسی کے کہے پر نہ چلے بلکہ اپنی راے پر عمل کرے اور اپنی رندانہ عیاشیوں کے لئے بکثرت روپیہ وصول کرلیا کرے جس کا حساب اُسے پارلیمنٹ کو نہ دینا پڑے۔ دوسرے یہ کہ کیتھولک مذہب کے اغراض و مقاصد کی حمایت کی جائے۔ یہ حمایت وہ کچھ اس لئے نہ کرنا چاہتا تھا کہ اُسے مذہب سے بہت بڑا لگاؤ تھا بلکہ اُسے خیال ہوگیا تھا کہ پراٹسٹنٹ مذہب لوگوں کو حد سے زیادہ آزاد کردیتا ہے اور وہ چاہتا تھا کہ اپنے نوجوان دوست لوئی چہار دہم تاجدار فرانس کی طرح خود مختار و مطلق العنان رہے اُس کی اور اس کے بھائی جیمز امیر یارک کی تربیت کیتھولک طریق پر ہوی تھی اگرچہ نام کو وہ کلیسا سے انگلستان کے حلقہ میں داخل تھے۔ چونکہ انگریزی قوم صدہا سال سے یہی کوشش کرتی چلی آئی تھی کہ بادشاہ کے وزرا پارلیمنٹ کے تابع ہوکر رہیں اور پاپائے روما کے اقتدار کو انگلستان کے معاملات میں کوئی دخل نہ ہو اس لئے ظاہر ہے کہ بادشا کا مطمح نظر رعایا کے

نصب العین کی ضد صریح واقع ہوا تھا۔
لیکن چارلس ایسا نادان نہ تھا کہ اپنے باپ کی طرح کھلم کھلا رعایا سے مقابلہ کرنے لگے۔ جیمز سے وہ کہا کرتا تھا کہ بھئی غریب الوطنی کے مزے میں پہلے ہی بہت چکھ چکا ہوں اب تو جی میں یہی ٹھان چکا ہوں کہ رخت سفر پھر کبھی نہ باندھوں گا۔ اسی لئے اُس کے عہد حکومت میں میزان اقتدار کبھی نقطہ اعتدال پر نہ رہی۔ کبھی ایک پلہ جھک جاتا تھا کبھی دوسرا۔ بادشاہ آج اگر اپنی بات پر اڑ جاتا تھا تو کل پارلیمنٹ کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتا تھا۔ اگر کوئی دوسرا بادشاہ ہوتا تو پارلیمنٹ سے اُس کی کبھی نبھ نہ سکتی لیکن بے پروا اور خوش طبع چارلس گاہ بگاہ اپنے وزیروں کی بھینٹ دینے سے برابر تخت سلطنت پر قایم رہا اور زندگانی کے مزے لوٹتا رہا۔ لوگ اُسے "زندہ دل" کہتے تھے اور اس کی نسبت یہ کہاوت مشہور تھی کہ "گفتار میں دانا ہے کردار میں ناداں ہے"۔ اُس کا ندیم خاص سر ایڈورڈ ہائڈ جو شاہ پسند فریق سے تعلق رکھتا تھا راستی و دیانت کے اوصاف سے متصف تھا۔ طوالانی پارلیمنٹ کے اراکین میں اُس کا نام بھی شریک تھا (دیکھو صفحہ) اور جلا وطنی کی حالت میں اُس نے چارلس کی اتالیقی کی خدمت انجام دی تھی۔ اب وہ لارڈ کلیرنڈن کے خطاب سے سرفراز ہوکر وزارت خزانہ کے منصب پہ مامور ہوا

کلیرنڈن کی وزارت ۱۶۶۰ء تا ۱۶۶۷ء

اور اس کا ہفت سالہ دور نظم و نسق چارلس کے عہد حکومت کا بہترین زمانہ سمجھا جاتا ہے۔ "مجلس معہود" نے جو حکومت شاہی کی بحالی کے وقت برسر اقتدار تھی تیرہ اشخاص کو جنہوں نے چارلس اول کی نسبت سزائے موت تجویز کی تھی مروا ڈالا اور ان کے باقی شرکاء کو قید کر دیا۔ اسی کے ساتھ اراکین مجلس نے خانقاہ ویسٹ منسٹر کے قبرستان سے کرامویل آیرٹن اور بریڈ شا کی لاشیں نکلوا کر ٹائبرن میں سولی پر لٹکا دیں۔ اس کے بعد انہوں نے ایک "قانون عفو"

قانون عفو ۱۶۶۰ء

نافذ کر کے باستثنائے وین و لیمبرٹ باقی تمام اشخاص کو جنہوں نے خانہ جنگی میں بادشاہ کے خلاف ہتھیار اٹھائے تھے معافی دے دی اس طرف سے فارغ ہو کر انہوں نے بادشاہ کے مداخل کے مسئلہ پر توجہ کی کہ ان دنوں اسی رقم میں سے شاہی دربار اور جنگی بیڑے کے مصارف اور سفرا و ارکان عدالت کے مشاہرے ادا کئے جاتے تھے۔ چنانچہ بالاتفاق یہ فیصلہ ہوا

رسوم جاگیرداری کی موقوفی ۱۶۶۰ء

کہ چارلس کو بارہ لاکھ پاونڈ سالانہ کی بندھی رقم تامین حیات اس شرط پر دی جایا کرے کہ وہ بعض حقوق سے دست کش ہو جائے جو اجارۂ فوجی رسوم جاگیرداری اور سربراہی کے سہ گانہ ناموں سے موسوم تھے اور ایک عرصہ دراز سے رعایا کی اینکا

موجب ہو رہے تھے۔ اس مسئلہ سے فراغت پاکر مجلس معہود نے فوج کو برخاست کردیا اور پھر اپنی آئینی حیثیت سے خودکنارہ کش ہوگئی تاکہ ایک نئی پارلیمنٹ کے لئے جگہ خالی ہو جائے۔ لیکن چارلس فوج کے متفرق بچے کھچے دستوں کو اپنی حفاظت اور سلامتی کے لئے کافی نہ سمجھتا تھا۔ اُس نے چپکے سے پانچ ہزار سوار اور پیادے برخاست شدہ فوج میں سے رکھ لئے۔ اس جمعیت میں وہ نامی گرامی پلٹن بھی شامل تھی جو جیش کولڈاسٹریم کے نام سے مشہور ہے اور جسے جرنیل مانک نے سالہا سال قبل کولڈ اسٹریم میں جو دریائے ٹویڈ کے کنارے واقع ہے قایم کیا تھا۔ چارلس اس جمعیت کی تنخواہ اپنی جیب خاص سے اداکرتا تھا اور اس لحاظ سے کہہ سکتے ہیں کہ انگلستان میں فوج مستقل کی ابتدا اسی جمعیت سے ہوی۔ یہ اور بات ہے کہ چارلس کے زمانہ میں قانوناً اس کی یہ حیثیت تسلیم نہ کیجاتی تھی۔

پہلی فوج مستقل
سنہ ۱۶۶۱ء

کچھ مدت تک ہرطرف غلغلہ مسرت وشادمانی بلند رہا لوگوں کو بادشاہ کے واپس آنے کی ایسی خوشی تھی کہ نئی پارلیمنٹ کی سفارت کے لئے زیادہ تر وضعدار رئیسوں کا انتخاب عمل میں آیا۔ بادشاہ کا دربار شان وشکوہ اور طنطنہ وطمطراق کا آئینہ خانہ بنگیا۔ حکومت جمہوری کی متانت اور سادگی گلدستہ

وضعدار پارلیمنٹ
سنہ ۱۶۶۱ء تا سنہ ۱۶۷۹ء

طاق نسیاں ہوگئی۔ تمیہ کس گئے۔ رقص و سرود اور لہو ولعب کے بازار گرم ہو گئے اور واکس ہال کے تفرج گاہ میں جس کا افتتاح اول اول اسی زمانہ میں ہوا خطب و مواعظ کی بجائے ہنگامہ ناؤنوش بلند ہوا۔ اس عشرت پرست دور کے ساتھ ساتھ بہت سی اوباشیاں بھی آگئیں۔ قماربازی شراب خواری کشت وخون اور بدکاری اہل دربار کی خصوصیات میں داخل

شاہی دربار کی سیہ مستیاں

ہوگئی۔ کوئی ایسی آوارگی اور اوباشی نہ تھی جس کی اس رنگیلے عہد نے اجازت نہ دے رکھی ہو۔ پچاس سال تک یہ حالت رہی کہ غروب آفتاب کے بعد اکیلے دکیلے شخص کو پائے تخت کی تیرہ وتار گلیوں میں جو کہیں چارلس کے عہد حکومت کے خاتمہ پر روشن ہونے لگیں جانے کی ہمت نہ پڑتی تھی اس لئے کہ بڑے بڑے ذی حیثیت شرفا بھی گھپ اندھیرے میں کسی کونے کے اندر دبکے ہوئے لفنگوں کی طرح اس تاک میں لگے رہتے تھے کہ راہ چلتے کی ٹوپی اتارلیں جیب کترلیں ناک کان کاٹ ڈالیں غرض جو ناکردنی حرکت بھی ممکن ہو کرگزریں۔

دیہات کی حالت نسبتہً اچھی تھی۔ رفتہ رفتہ بہت سے شاہ پسند اپنے قدیم گھروں میں آباد ہو گئے اور شہسواروں اور سرگھٹوں کی حریف جماعتیں اپنی پرانی خصومتوں کو بھول کر آپس میں شیر و شکر ہوگئیں۔

قوم کی حالت

گاؤں والوں کی زندگی میں وہی پرانی چہل پہل آ گئی۔ ناچ بھی ہونے لگے۔ راگ رنگ کا نقشہ بھی جم گیا۔ فوج کے برخاست شدہ سپاہی اپنے اپنے مکانوں کو واپس آکر کھیتی باڑی کرنے لگے یا دوسرے پیشوں میں مشغول ہو گئے۔ اور اپنے ساتھ سادگی اور سنجیدگی کی اُن روایات کو لیتے آئے جو متقشفین کے طرز ماندوبود میں رچی ہوی تھیں۔ ڈاک فاصلہ کے لحاظ سے ہر دوسرے دن یا ہفتہ میں ایک بار روانہ ہوتی تھی اور مسافر گاڑیاں بڑے بڑے شہروں کے درمیان بکثرت چلتی تھیں لیکن پھر بھی لندن اور ملک کے اندرونی علاقوں کے درمیان حقیقی ارتباط بہت کم تھا۔ اور چارلس کے عہد کے سیاسی خرخشے اہل انگلستان کو بتدریج ترقی کرنے سے مانع نہ آسکے۔ سب سے زیادہ مفلوک الحال علاقہ ملک کا شمالی حصہ تھا جہاں ابھی تک لٹیرے لوٹ مار کرتے پھرتے تھے رستہ ایسا پرخطر تھا کہ ایک زبردست بدرقہ کے بغیر حکام عدالت دورہ نہ کرسکتے تھے اور بدامنی ایسی تھی کہ ڈاکوؤں کا پتہ لگانے کے لئے شکاری کتے سدھائے جاتے تھے۔ غرض آج کل کے زمانہ میں ہم بمشکل اندازہ کرسکتے ہیں کہ اُن دنوں لوگوں کی جان و مال کو کیسے کیسے خطرے لاحق تھے۔

اسکاٹلینڈ کے سرحدی علاقہ کی بدامنی بہت ہی بڑھی ہوی تھی اس لئے کہ چارلس کی پارلیمنٹ نے کراموِل کے "قانون اتحاد انگلستان و اسکاٹلینڈ" (دیکھو صفحہ) کو تسلیم نہ کیا تھا۔ اور پرانا

اسکاٹلینڈ اور آئرلینڈ کی تکالیف

طریقہ حکومت پھر جاری کردیا تھا۔ اسکاٹلینڈ کی اب پھر ایک جداگانہ پارلیمنٹ قایم ہوگئی۔ رعایا کو اساقفہ کی حلقہ بگوشی پر مجبور کیا گیا اور "متعاہدین" پر بڑی بڑی سختیاں ہونے لگیں۔ آیرلینڈ والے الگ نالان تھے لیکن اُنکے مصائب کی وجہ اور تھی۔ یعنی جو اشخاص بادشاہ کی طرف سے شریک جنگ ہوے تھے اُنہیں شکایت تھی کہ کراموِل کے طرفداروں نے اُنکی اکثر اراضیات پر قبضہ کرلیا تھا اور اگرچہ بالآخر ایک قانون کی روسے جو "قانون بندوبست" کے نام سے موسوم تھا طرفداران کراموِل اس جائداد کے ایک ثلث سے دست کش ہوگئے لیکن جب جمہوریت کی جگہ بادشاہت آگئی تو حکومت نے اسے بھی جسطرح جی چاہا تقسیم کردیا اور آئرلینڈ والوں کو بہت کم حصہ ملا۔

انگلستان میں وضعدار پارلیمنٹ نے چھوٹتے ہی کلیسا کے طرز عمل میں تبدیلی کرکے اس کی وہی روش کردی جو لاڈ کے وقت میں تھی۔ اساقفہ دارالامرا میں پھر شریک ہوگئے۔ عبادت کا وہی پرانا طریقہ کسی قدر ترمیم کے ساتھ پھر جاری ہوگیا۔ اور اُسوقت سے لیکر آج کے دن تک اسی نہج پر قایم چلا آتا ہے۔

یہاں تک تو جو کچھ ہوا ٹھیک ہوا لیکن چارلس اپنے اس وعدہ کے باوجود کہ رعایا کے تمام فرقوں کو بلا تفریق و امتیاز آزادی ضمیر کافی عطا

کیا جائیگا کہ وہ جس طریق پر چاہیں عبادت کریں پارلیمنٹ کو قانون جماعت قانون جماعت ۱۶۶۱ء کے وضع و نفاذ سے نہ روک سکا جس کی رو سے تمام سرکاری عہدہ دار مجبور کئے گئے کہ "متعاہدین" کے طریقہ سے کوئی سروکار نہ رکھیں اور رسم اصطباغ کلیسائے انگلستان کے مقررہ طریقہ کے بموجب بجالائیں۔ مزیدبراں ۱۹۔ مئی ۱۶۶۲ء کو "ضابطہ وحدت عمل" کے نام سے ایک قانون جاری کیا گیا جس کی رو سے کسی پادری کو کلیسا کے کسی حلقہ کی پیشوائی کی اجازت نہ تھی تا وقتیکہ اُسے قسیسیت کی سند کسی اسقف کی طرف سے نہ ملی ہو اور کتاب عبادت عمومی پر اُس کا عمل نہ ہو۔ باقی تمام پادری ۲۴۔ اگست ۱۶۶۲ء کو جو واقعہ سینٹ بارتھا لومیو کی برسی کا دن تھا اپنی اپنی خدمتوں سے علیحدہ کردئے گئے اور دو ہزار اشخاص نے خود اپنے کنیسوں میں اپنے پیرووں کی جماعتیں قایم کر کے پہلی مرتبہ "معترضین" یعنی کلیسا کے مروجہ طریق سے اعراض یا انحراف کرنے والوں کا لقب اختیار کیا۔

لیکن ان لوگوں کو اس کی بھی اجازت نہ دی گئی۔ ۱۶۶۴ء میں "قانون کنیسہ" نافذ ہوا جس کی رو سے لوگوں کا کنیسوں میں اپنے طریق پر عبادت کرنا ممنوع قرار پایا۔ اور اس سے اگلے سال "قانون پنج میل" کے نام سے ایک نیا ضابطہ جاری کیا گیا جس کے احکام

معترضین کے خلاف قوانین کا نفاذ ۱۶۶۲ء، ۱۶۶۴ء، ۱۶۶۵ء

یہ تھے کہ جماعت معترضین کا کوئی پادری کسی شہر سے پانچ میل کے اندر اندر کسی مدرسہ میں معلمی نہ کرنے پائے اور نہ ان حدود میں داخل ہونے پائے۔ جو پادری اس طور پر خارج البلد کئے گئے اُن میں کتاب "راحتِ ابدی اولیا" کا مشہور مصنف رچرڈ بیکسٹر بھی داخل تھا۔ اُس کا بیان ہے کہ صدہا پادری جو اہل و عیال سمیت گھروں سے نکال باہر کئے گئے ایسے تھے جنھیں نہ سر چھپانے کا کوئی ٹھکانا تھا نہ قوت لایموت کا کوئی سہارا تھا۔ اور بہت سے قید کاٹ رہے تھے۔ جان بنیئن جو ٹھٹھیرے کا پیشہ کرتا تھا انجیلوں میں منادی کرنے کی علت میں بارہ سال تک محبس بڈفرڈ میں قید رہا۔

بنیئن اور ملٹن

ایام اسیری میں وہ اپنی بی بی بچوں کی اوقات بسر کرنے کے لئے قیطون کے فلزی تکمے بنا بنا کر بیچا کرتا تھا اور اوقات فرصت میں اپنی معرکۃ الآرا کتاب "پلگرمس پروگرس" (منازلِ زایر) لکھا کرتا تھا۔ غریب و نابینا ملٹن نے بھی اسی زمانہ میں "پیریڈایز لاسٹ" (فردوس ازدست رفتہ) اور "پیریڈایز ریگینڈ" (فردوس بازیافتہ) کے نام سے دو نظمیں تصنیف کی تھیں۔ منازلِ زایر اور ان نظموں میں اہل ملک کے نفس کش متقشفانہ مسلک کی تصویر صاف کھنچی ہوی نظر آتی ہے۔

اس عہد اور اس سے بعد کے عہد میں کلیسا ئے انگلستان کے طریقہ سے ابا کرنے والوں کی ایک تعداد کثیر نقل وطن کر کے امریکہ میں جا بسی اور چارلس نے مختلف اشخاص کو پرانے قرضوں کے چکانے میں یا مزید روپیہ حاصل کرنے کی غرض سے وسیع قطعات اراضی عطا کئے۔ اس طور پر پن کو جو فرقہ کویکر کے مشاہیر سے تھا ایک گرانبار قرضہ کی بے باقی میں ایک بہت بڑا رقبہ زمین ہاتھ آگیا اور ۱۶۸۲ء میں وہ کویکر کی ایک جماعت کثیر کو نئی دنیا میں بسانے کے لئے لیتا گیا۔ پنسلوینیا کی نوآبادی جو اپنے بانی پن کے نام سے موسوم ہوی امریکہ کی پہلی وہ ریاست تھی جس میں امریکہ کے اصلی باشندوں کے ساتھ مساوات کا برتاؤ کیا گیا۔

پنسلوینیا کی نوآبادی ۱۶۸۲ء

لیکن چارلس نرا اوباچی اور مطلب پرست ہی نہ تھا۔ ایک اور شاہی سند اس نے ایسی بھی جاری کی جو اسکے لئے بہت بڑی وجہ امتیاز و نازش ہے۔ ۱۶۴۵ء میں جب خانہ جنگی کی آگ طول و عرض ملک میں بھڑک رہی تھی ایک مختصر سی جماعت اشخاص نے مذہبی اختلافات کی چپقلشوں سے تنگ آکر حقایق موجودات کی جستجو کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دینے کی نیت باندھ لی۔ اس جماعت کے اجلاس پہلے پہل لندن میں منعقد ہوے اور پھر اس نے آکسفرڈ میں اپنا مرکز قایم کر لیا جہاں حقایق حکمیہ

و مسایل علمیہ پر مباحثے ہوتے تھے۔ ان علمی صحبتوں میں بایل جس نے آلۂ بادکش کی اصلاح کی۔ ہوک جس نے آلۂ خرد بیں کو رواج دیا۔ ہیلی جو اس عہد کا مشہور ہیئت داں تھا اور بعض دوسرے سائنس داں اپنے تجارب و اکتشافات کی شرح کیا کرتے تھے۔ بحالی حکومت شاہی کے بعد چارلس ثانی نے جسے سائنس کے ساتھ بڑی دل چسپی تھی اور جس نے چند سال بعد رصدگاہ گرینچ کی بنا ڈالی اس علمی مجلس کے بعض جلسوں میں شریک ہوکر ارکان مجلس کو ایک شاہی سند عطا کی جس کی روسے باضابطہ طور پر انہیں "رایل سوسائٹی آف لندن" (شاہی مجلس علمیہ لندن) کا درجہ حاصل ہوگیا۔

رایل سوسائٹی کا قیام ۱۶۶۲ء

سر آیزک نیوٹن نے اپنے مشہور اکتشاف قانون کشش ثقل کی تشریح ۱۶۸۲ء میں اسی مجلس کے سامنے کی تھی اور اب اس کا شمار دنیا کی سب سے بڑی علمی مجلسوں میں ہے

چارلس کے ۱۶۶۲ء کے تمام کارنامے اگر ویسے ہی دانشمندانہ ہوتے جیسی اس کی سرپرستی علوم و فنون تھی تو کیا پوچھنا تھا۔ لیکن تین کام اس سال اس نے ایسے کئے جو اگر سرانجام ہی نہ پاتے تو بہتر تھا۔ یعنی اول تو مئی کے مہینے میں اس نے پرتگال کی شہزادی کیتھرین سے عقد کیا۔ رعایا کو یہ رشتہ بہت ہی ناگوار گزرا اس لئے کہ اگرچہ ملکہ اپنے جہیز میں جزیرہ بمبئی اور قلعہ

چارلس کا عقد مئی ۱۶۶۲ء

طنجہ لائی لیکن مذہباً وہ رومن کیتھولک تھی۔ اس کے علاوہ اس شادی سے کوئی اولاد بھی نہ ہوئی اور اس لئے امیر یارک کہ وہ بھی کیتھولک تھا بدستور وارث تاج وتخت رہا۔ دوسری غلطی چارلس سے یہ ہوی کہ ماہ جون میں اُس نے سرہنری وین کو جو جمہوریت پسند

وین کا قتل
۱۴ر جون ۱۶۶۲ء

فریق کے مقتداؤں میں سب سے زیادہ میانہ رو اور بے غرض تھا ٹاور ہل پر قتل کرادیا۔ اس قتل کا اصلی سبب جیساکہ خود چارلس نے کلیرنڈن کو لکھ بھیجا تھا بس اتنا ہی تھا کہ "اُس شخص کا زندہ رہنا ہی خطرہ کا موجب ہے۔" چارلس کی تیسری لغزش یہ تھی کہ نومبر کے مہینے میں شہر ڈنکرک جو کراموِل نے ہسپانیہ سے لیا تھا فرانس کے ہاتھ بیچ ڈالا گیا۔ اس پر اہل انگلستان کلیرنڈن سے سخت ناراض ہوگئے

فروخت ڈنکرک
نومبر ۱۶۶۲ء

اور اُن کی برہمی کو اس بات نے اور بھی بڑھا دیا کہ جو رقم فروخت ڈنکرک سے ہاتھ لگی تھی وہ بادشاہ کے عیش و عشرت پر صرف ہوتی تھی

اس کے بعد جلد ہی ہالینڈ کے ساتھ دوبارہ جنگ شروع ہوگئی۔ ولندیز انگریزوں کے بحری رقیب تھے اور سمندر کی حکومت کے لئے آپس میں ہر وقت دست و گریبان رہتے تھے۔ حال ہی میں انگریزوں نے شہر نیو ایمسٹرڈم پر جو امریکہ میں ولندیزی مقبوضات سے تھا قبضہ کرکے

ہالینڈ کے ساتھ جنگ مارچ ۱۶۶۵ء

اس کا نام امیر یارک کے نام پر نیویارک رکھا تھا۔ ہالینڈ کے سربرآوردہ وزیر جین ڈی وٹ کو اس بات کا بھی بڑا رنج تھا کہ کیوں بمبئی کا شہر انگریزوں کے ہاتھ میں چلا گیا اُدھر چارلس کو بھی ہالینڈ والے اُس دن سے ایک آنکھ نہ بھاتے تھے جب جلاوطنی کی حالت میں انہوں نے اُس کے ساتھ برا سلوک کیا تھا۔ سینوں میں یہ کینے تو مدت سے چلے ہی آتے تھے افریقہ کے ساحل پر انگریزی اور ولندیزی جہازوں میں جاہلانہ جھڑپ ہو جانے سے یہ آگ پوری زور کے ساتھ بھڑک اٹھی اور ۱۴ مارچ ۱۶۶۵ء کو انگلستان اور ہالینڈ کے درمیان جنگ کا اعلان ہوگیا۔ دوسرے سال فرانس و انگلستان کی بھی ٹھن گئی اور لوئی چہار دہم ولندیزوں کا طرفدار ہوگیا۔ جنگ مطلقاً سمندر ہی میں ہوتی رہی۔ امیر یارک نے جو انگلستان کے جنگی بیڑے کا کماندار تھا۔ ۳ جون ۱۶۶۵ء کو لوسٹافٹ واقع سفاک کے قریب غنیم پر بحری فتح پائی لیکن اس فتح سے اس کی بے تدبیری نے زیادہ فائدہ نہ اٹھایا۔ بادشاہ کو جنگ جاری رکھنے کے لئے پارلیمنٹ سے ایک مبلغ کثیر کی منظوری لینی پڑی اور پارلیمنٹ نے ساڑھے بارہ لاکھ پاونڈ کی منظوری اس شرط پر دی کہ یہ روپیہ صرف جنگ پر خرچ کیا جائے یہ قید ارکان پارلیمنٹ نے اس ڈر سے لگا دی تھی کہ

مبادا سب روپیہ بادشاہ کا فضول خرچ درباری چٹ کر جائے۔

انہیں ایام میں لندن ایک بلائے مہیب کی لپیٹ میں آگیا۔ اس زمانہ کے غلیظ و نجس شہروں میں وبائیں آئے دن آیا کرتی تھیں۔ لندن کی گلیاں ایسی تنگ تھیں

لندن میں وبا ۱۶۶۵ء

کہ مکانوں کی بالائی منزلوں میں برائے نام فصل باقی رہ گیا تھا۔ کچی مٹی کے فرش سڑی ہوی پیال متعفن خوراک اور کوڑے کرکٹ سے اٹے رہتے تھے۔ ان حالات میں ضرور تھا کہ جب گرمی تیز ہو تو تھوڑا بہت وبائی مادہ اپنے ساتھ لیتی آئے۔ ۱۶۶۵ء کا موسم گرما ایسا سخت تھا کہ اس سے پہلے کسی کو ایسی گرمی سے پالا نہ پڑا تھا۔ مئی کے مہینے میں وبائے طاعون نے جو سارے براعظم یورپ میں پھیلی ہوی تھی لندن میں آسر نکالا اور اس کی شدت گرمیوں بھر بڑھتی رہی تا آنکہ ماہ ستمبر میں ایک دن کے اندر پندرہ سو اور تین ہفتہ کی مدت میں چوبیس ہزار نفوس تلف ہوگئے۔ کم مکان ایسے باقی بچے ہوں گے جن کے دروازوں پر صلیب احمر کا نشان طاعون زدگی کی علامت کے طور پر نمودار نہ ہو۔ شہر میں ایک ہو کا عالم تھا۔ گلیاں آیند و روند سے خالی نظر آتی تھیں۔ راتوں کو اُن سنسان کوچوں میں نعش بردار گاڑی جس کی گھنٹی کی گونج بند تھی مُردے لادکر لیجانے کے لئے گزرتی تھی اور

گاڑی بان یہ آوازہ لگاتا جاتا تھا کہ "اپنے اپنے مُردے نکال لاؤ" وبازدہ شہر کو چھوڑ کر سب لوگ بھاگ کھڑے ہوئے۔ بادشاہ اہل دربار مبعوثین دارالعوام یہاں تک کہ ڈاکٹر اور پادری بھی شہر سے فرار ہو گئے۔ جاں بلب بیماروں کے حلق میں پانی چوانے مُردوں کی آنکھیں بند کرنے اور زندوں کو دلاسا دینے کے لئے صرف ایک مٹھی بھر خداترس جاں فروشوں کی جماعت باقی رہ گئی جس میں زیادہ تر فرقہ متقشفین کے ایذا رسیدہ منادی کرنے والے شامل تھے۔ جوانمرد جرنیل مانک جو امیر کبیہ الیبامل کے خطاب سے سرافراز ہوا تھا اور لندن کا رئیس بلدیہ لارنس اور بعض دوسرے ہمدردان قوم بھی اس خطرہ عظیم کا مقابلہ کرنے کے لئے سینہ سپر ہو گئے اور برابر لندن میں موجود رہے تاکہ شہر کا امن وامان قایم رکھیں اور بلاکشان شہر کے مصایب میں ڈکیتی اور بدعلی کی نئی آفتوں کا اضافہ نہ ہونے دیں۔

جب جاڑے آئے تو ایک لاکھ بندگان خدا کی بھینٹ لے چکنے کے بعد وبا رخصت ہوگئی۔ لیکن ممکن نہ تھا کہ اس کے جاتے ہی ملک کی تجارت اور اہل ملک کی ثروت و خوشحالی اپنی اصلی حالت پر یک بیک عود کر آئے۔ ادھر ولندیزی جنگ جس کی پریشانیوں نے لوگوں کو جان سے بیزار کر دیا تھا برابر جاری تھی۔ ڈنکرک اور شمالی فورلینڈ کے درمیانی میدان پر ایک جنگ جس میں

جنگ میدان
سنہ ۱۶۶۶ء

ایک طرف امیرالبمارل اور شہزادہ روپرٹ اور دوسری طرف ولندیزی سپہ سالار ڈی رائٹر تھا چار شبانہ روز ہوتی رہی لیکن فتح کسی فریق کو بھی نہ ہوی۔

ان آفتوں سے ابھی چھٹکارا نہ ہوا تھا کہ بیٹھے بٹھائے ایک اور نئی افتاد آپڑی۔ یعنی ۲ ستمبر ۱۶۶۶ء کو پل لندن کے متصل محلہ پڈنگ لین میں ایک نانبائی کے تنور کی آنچ زیادہ تیز ہو جانے سے محلہ میں آگ لگ گئی۔ اس وقت پُروا ہوا چل رہی تھی۔ ہوا کے جھونکے آگ کے شعلوں کو لے اڑے اور شہر کی گنجان آبادی کے چوبی مکانات خشک ایندھن کی طرح جلنے لگ گئے۔ تین دن تک یہ آگ لگاتار بھڑکتی رہی اور آخر بڑی مشکلوں میں بادشاہ اور امیر یارک کی جان فشاں کوششوں سے سرد ہوی۔ آگ کے بجھانے کی تدبیر انہوں نے یہ کی تھی کہ ٹمپل بار پائی کارنر اسمتھ فیلڈ اور بعض دوسرے محلوں کے کچھ کچھ مکانات بھک سے اڑا دئے جس سے مکانوں میں فصل واقع ہوگیا اور شعلے اس فصل کو عبور نہ کر سکے۔ بہرحال نقصان نہایت خوفناک ہوا۔ تیرہ ہزار دو سو سکونتی مکان اور نواسی گرجا جل کر راکھ کا ڈھیر ہوگئے اس کے علاوہ شہر کی کمپنیوں کا دفتر ساہوکارہ کی عمارت چنگی خانہ اور کلیسائے سینٹ پال بھسم ہوگیا۔ لیکن آخیر میں یہی آگ جو نمونہ قہر ایزدی تھی دلیل رحمت باری ہوگئی

لندن میں آتش زدگی ۲ ستمبر ۱۶۶۶ء

اس لئے کہ اس نے اُن ناپاک چوبی مکانوں کو جو عفونت میں سنڈاس سے بھی بدتر تھے زمین کے برابر کردیا اور اُن نجس کنووں اور نلوں کو جن کا زہریلا پانی اہل شہر پیا کرتے تھے راکھ اور کنکر پتھر سے پاٹ دیا۔ اب اینٹوں کے پختہ مکانات تعمیر کئے گئے اور آب نوشیدنی کے

نئی نہر کی آبرسانی
سنہ ۱۶۶۶ء

جزو غالب کا ذخیرہ چشمہ چڈول میں قایم کیا گیا جو ضلع ہرٹفرڈ شایر میں واقع ہے۔ اس چشمہ سے ایک نہر کاٹ کر لائی گئی جو نئی نہر کے نام سے موسوم ہوئی۔ یہ نہر سر ہیو میڈلٹن نے سنہ ۱۶۱۹ء میں تیار کی تھی

ملک پر تو چاروں طرف سے یہ مصیبتیں آرہی تھیں اور کلیرنڈن بیڑے کو جنگ کے لئے ازسرنو تیار کرنے کے لئے دارالعوام سے مزید رقم طلب کررہا تھا لیکن اراکین دارالعوام کا یہ شبہہ اب قوی ہوچلا تھا کہ اُن کا دیا ہوا سب روپیہ شاہی دربار رنگ رلیاں منانے میں اڑا دیتا ہے۔ چنانچہ تنقیح حسابات کے لئے اُنھوں نے ایک مجلس کے تقرر کا باصرار مطالبہ کرنا شروع کیا۔ چارلس خوب جانتا تھا کہ حساب کی جانچ پڑتال سے اُس کا سارا کھیل بگڑ

صلحنامہ بریڈا
سنہ ۱۶۶۷ء

جائے گا۔ اس لئے اُس نے رقمی مطالبہ سے دست کش ہونے اور صلح کرلینے کا مصمم ارادہ کرلیا۔ مئی سنہ ۱۶۶۷ء میں اُس نے لوی کو بیچ میں ڈال کر بریڈا میں مجلس صلح کے انعقاد کا انتظام کرایا۔

لیکن ابھی کوئی فیصلہ نہ ہونے پایا تھا کہ ولندیز امیرالبحر ڈی رائٹر ساٹھ جہازوں کے ساتھ دریائے میڈوے کو چیرتا ہوا دفعتہً آگے بڑھا اور چیتھم کے مقام پر تین جنگی جہازوں کو آگ لگا دینے کے بعد اس نے دریائے ٹیمس کا ناکہ بند کردیا۔ انگریزوں کو جب معلوم ہوا کہ باوجود اس قدر صرف کثیر کے اُن کا جنگی بیڑا خود اپنے دریا کی بھی حفاظت نہیں کرسکا تو اُنہیں آگ ہی تو لگ گئی۔ اور اپنا غصہ اُنہوں نے کلیرنڈن پر نکالا جو ایک عرصہ سے بادشاہ اور قوم دونوں کی نظروں سے گرا ہوا تھا۔ صلحنامہ پر دستخط ہوتے ہی انہوں نے اُسپر الزامات قایم کردئے اور وہ فرار ہوکر فرانس چلا گیا جہاں اپنی کتاب موسوم بہ "تاریخ بغاوت عظیم" لکھ چکنے کے بعد جلاوطنی کی حالت میں اُس کا انتقال ہوگیا۔ اُس کی بیٹی این ہائیڈ کا عقد سنہ ۱۶۶۱ء میں امیر کبیر یارک سے ہوگیا تھا اور انگلستان کی ملکہ میری اور ملکہ این اسی این ہائیڈ کے بطن سے تھیں۔

ولندیزی بیڑا انگریزی جہازوں کو دریائے میڈوے میں آگ لگا دیتا ہے۔

کلیرنڈن کا جلاوطن سنہ ۱۶۶۷ء

کلیرنڈن کے عزل کے ساتھ ہی پارلیمنٹ میں اُس زبردست فریق کی قوت ٹوٹ گئی جو شہسواروں کے نام سے موسوم تھا۔ چارلس اب اپنی ہی رائے پر چلنے لگا اور اُس کے عہد حکومت کا باقی حصہ پارلیمنٹ کو زک دینے کی انتہائی کوششوں میں صرف ہوا۔ کچھ عرصہ سے پریوی کونسل

کے اُن اراکین نے جو بادشاہ کے مشیران خاص میں درجہ امتیاز رکھتے تھے ایک مجلس خاص کا نظام قائم کرلیا تھا جو "کیبال" کہلانے لگی تھی۔ "کیبل" ایک فرانسیسی لفظ ہے جس کے

وزارت "کیبل" ۱۶۶۷ء نہایت ۱۶۷۳ء

معنی انجمن کے ہیں اور "کیبل" (دلی بھگت) اُسی سے ماخوذ ہے۔ انگلستان کے موجودہ "کابینہ" کی ابتدا اسی مجلس سے ہوی۔ یہ ایک عجیب اتفاق تھا کہ اُس زمانہ کے کابینہ وزارت کے پانچ اراکین کلفرڈ، آرلنگٹن، بکنگھم، آشلے اور لاڈر ڈیل کے ناموں سے موسوم تھے کہ ان ناموں میں سے ہر ایک کے ابتدائی حرف کو اگر ملا یا جائے تو لفظ "کیبل" بن جاتا ہے۔ آئندہ چھ سال تک یہ وزرا بادشاہ کے معتمدین و ندیمان خاص بنے رہے اور ساری قوم کو اُن سے ایسی سخت نفرت ہوگئی کہ آج کے دن تک لفظ کیبل بُرے معنوں میں لیا جاتا ہے۔

دراصل یہ بیچارے چارلس کی خفیہ سازشوں کا تختہ مشق بنے ہوے تھے۔ کچھ مدت سے لوئی چہاردہم نے ہالینڈ پر جو ہسپانیہ کے مقبوضات سے تھا دست درازی شروع کر رکھی تھی۔ ۱۶۶۸ء میں اُس کی پیش قدمی کی خطر ناک

اتحاد ثلثہ جنوری ۱۶۶۸ء

رفتار نے ہالینڈ کو خوفزدہ کردیا اور ڈی وٹ نے برطانوی سفیر متعینہ ہیگ سر ولیم ٹمپل کی مدد سے ہالینڈ سویڈن اور انگلستان کے درمیان جو تینوں کے تینوں پراٹسٹنٹ ممالک تھے ایک "اتحاد ثلثہ" قایم کر کے

لوئی پر ایسا دباؤ ڈالا کہ اُسے ایکس لا شاپل کے مقام پر ہسپانیہ کے ساتھ صلح کرتے ہی بنی۔ اس کا توڑ لوئی نے یہ سوچا کہ چارلس کے ساتھ ایک ایسا سمجھوتہ کرے جس کی کانوں کان کسی کو خبر نہ ہو۔ چارلس پارلیمنٹ کو کیتھولک فریق کی حمایت یا فرانس کی طرف داری پر آمادہ نہ کر سکنے کی وجہ سے پہلے ہی بگڑا بیٹھا تھا۔ اس لئے لوئی کا داؤں چل گیا اور دونوں تاجداروں کے درمیان ایک خفیہ معاہدہ بمقام ڈودر قلمبند ہوا جس میں چارلس نے اس شرط پر اپنے کیتھولک ہونے کا اعلان کرنے اور ولندیزوں کے مقابلہ میں فرانسیسیوں کو مدد دینے کا وعدہ کیا کہ اس کے معاوضہ میں اُسے تین لاکھ پاؤنڈ سالانہ دیا کرے اور دوسرے اگر رعایا آمادہ فساد ہو جائے تو اُس کی کمک کے لئے فرانسیسی فوج انگلستان بھیجنے کا بیڑا اٹھائے۔ صرف کلفرڈ اور آرلنگٹن کو جو کیتھولک تھے اس معاہدہ کا علم تھا اور وہ بھی کل حقیقت سے پورے پورے آگاہ نہ تھے۔ سال آیندہ یعنی ۱۶۷۱ء میں چارلس کو جنگی بیڑے کے مصارف کے لئے دارالعوام سے ایک بیش قرار رقم کی منظوری ملی اور اس کے بعد اُس نے پارلیمنٹ کو پونے دو سال کے لئے ملتوی کر دیا۔

ڈودر کا خفیہ معاہدہ ۱۶۷۰ء

بد عہدی سے چارلس اب بد دیانتی پر اتر آیا اور کلفرڈ کے مشورہ سے اُس نے خزانہ عامرہ کو بند کر دیا۔

لندن کے زرگروں اور مہاجنوں کا مدت سے یہ دستور چلا آتا تھا کہ لوگ جو روپیہ اُن کی کوٹھیوں میں امانتہً جمع کرتے تھے وہ گورنمنٹ انگریزی کو قرض دے دیتے تھے اور اصل رقم مع سود انہیں سرکاری محاصل میں سے وقت پر مل جایا کرتی تھی۔ ۱۶۷۲ء میں اس قومی قرضہ کی بابت شاہی خزانہ کے ذمہ کم و بیش تیرہ لاکھ پاؤنڈ کی رقم واجب الادا تھی۔ یکایک اس مضمون کے ایک شاہی فرمان نے تمام انگلستان میں ایک کھلبلی سی ڈال دی کہ ایسی کوئی رقم اب مجرا نہ دی جائے گی۔ ظاہر ہے کہ اُن تمام لوگوں پر جن کا امانتی روپیہ زرگروں نے قرض دیا تھا مصیبت کا ایک پہاڑ ٹوٹ پڑا اور قوم کا دیوالہ نکل گیا۔ کہیں ولیم اور میری کی تخت نشینی کے وقت جاکر یہ برسوں کا قرض ادا ہوا

قومی دیوالہ
سنہ ۱۶۷۲ء

رعایائے انگلستان کے دل میں یہ صریح حق تلفی ابھی کانٹے کی طرح کھٹک ہی رہی تھی کہ امیر یارک نے کھلم کھلا اپنے رومن کیتھولک ہونے کا اعلان کردیا اور چارلس نے لگے ہاتھوں ایک "فرمان مسامحت" کے اجرا سے تمام اُن قوانین پر خط تنسیخ کھینچ دیا جو فرقہ رومن کیتھولک اور فرقہ مخالفین کلیسائے انگلستان کے خلاف نافذ کئے گئے تھے۔ ان سب پر طرہ یہ کہ اُس نے علانیہ لوئی کے ساتھ مل کر ولندیزوں کے خلاف اعلان

فرمان مسامحت
سنہ ۱۶۷۲ء

جنگ کردیا بظاہر اب ہالینڈ کے بچاؤ کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی لیکن تقدیر کے رستے نرالے ہیں۔ ڈی وٹ ایک بلوہ میں قتل ہوگیا اور نوجوان ولیم امیر آرنج بر سر اقتدار ہوا یہ نوجوان اس مشہور ولیم کا پوتا تھا جس نے الزبتھ کے عہد حکومت میں ہالینڈ کو اغیار کی دستبرد سے بچایا تھا۔ اپنے بہادر جد امجد کی تقلید کرکے اُس نے بھی ولندیزوں سے ساحلی پشتے تڑوا کر ملک کے نشیبی علاقہ کو سمندر کے پانی سے غرقاب کردیا اور اس طور پر اتحادی افواج پسپائی پر مجبور ہوگئیں

ہالینڈ کے ساتھ دوسری جنگ
سنہ ۱۶۷۲ء

چارلس کے پاس جب روپیہ نہ رہا تو آخر اُسے پارلیمنٹ کے انعقاد کی منظوری دینے اور اراکین دارالعوام کی برہمی کا سامنا کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ اُنھوں نے پہلے تو چھوٹتے ہی اُس سے "فرمان مسامحت" مسترد کرایا اور اس کے بعد "قانون آزمایش" کے نام سے ایک ضابطہ نافذ کیا جس کی بموجب تمام دیوانی اور فوجی عہدہ داروں سے اقرار لیا جاتا تھا کہ ہم کلیسائے روما کے عقاید سے کچھ سروکار نہیں رکھتے اور اصطباغ کلیسائے انگلستان کے طریقہ کے مطابق لیں گے۔ اس ضابطہ کے نفاذ کا نتیجہ یہ ہوا کہ امیر یارک کو عہدہ امیرالبحر سے مستعفی ہونا پڑا اور کلفرڈ اور آرلنگٹن بھی اپنی اپنی خدمتوں سے الگ ہوگئے۔ ایشلی کی بھی جسے امارت شیفٹسبری کا

قانون آزمایش
سنہ ۱۶۷۳ء

وزارت کیبل کا خاتمہ

درجہ عطا ہوا تھا بادشاہ سے نزاع ہوگئی جس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ اُسے ڈوور کے خفیہ عہد نامہ کے پوست کندہ حالات کا علم ہوگیا تھا اس طور پر ”وزارت کیبل“ ٹوٹ پھوٹ گئی اور وہ کلنگ کا ٹیکا اپنے ساتھ لیتی گئی جو اُس کے عہد کی بدعنوانیوں نے اُس کے ماتھے پر لگایا تھا اس کے بعد شیفٹسبری نے بادشاہ کی مخالفت کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا۔ پارلیمنٹ میں

وزارت اور فریق اختلاف

ایک نیا گروہ قایم ہوگیا جو ”فریق دیہہ“ یا ”فریق اختلاف“ کہلاتا تھا اور شیفٹسبری اس گروہ کا پیشوا بن گیا۔ اسی گروہ سے ”وزارت“ اور ”فریق اختلاف“ کی اُس تقسیم کی ابتدا ہوی جو آج کے دن تک قایم ہے

یہ دیکھ کر کہ پارلیمنٹ اپنے ارادہ پر تلی ہوی ہے چارلس نے حسب معمول سر تسلیم خم کردیا۔ چنانچہ اُس نے اپنا صدر اعظم امیر ڈینبی سر ٹامس آسبرن کو مقرر کیا جسے اراکین دارالعوام اچھا سمجھتے تھے اور ۱۶۷۴ء میں ہالینڈ

ڈینبی کی وزارت ۱۶۷۴ء لغایت ۱۶۷۹ء

کے ساتھ صلح کرلی۔ اس کے جواب میں پارلیمنٹ نے بھی اُس کی دل جوئی کی اور رقم کی منظوری دینے میں فراخ حوصلگی سے کام لیا چارلس کو بظاہر اب رعایا کی رضا جوئی یہاں تک مدنظر تھی کہ

ولیم اور میری کا عقد ۱۶۷۷ء

اُس نے ۱۶۷۷ء میں ڈینبی کو ولیم امیر آرنج کے ساتھ امیر یارک کی سب سے بڑی بیٹی

میری کے عقد کے بارہ میں نامہ و پیام کرنے کی اجازت دے دی۔ اس رشتہ سے لوگ بہت ہی خوش ہوئے اس لئے کہ ولیم اور میری دونوں کے دونوں پراٹسٹنٹ تھے اور چونکہ جیمز کے کوئی اولاد نرینہ نہ تھی اس لئے اپنے باپ کے بعد وہی وارث تخت و تاج ہونے والی تھی۔

چارلس لوئی سے وظیفہ لیتا ہے۔

لیکن چارلس کی خفیہ ریشہ دوانیاں بدستور جاری تھیں اور وہ ابھی تک چپکے چپکے لوئی کے ساتھ برابر ساز و باز کررہا تھا۔ ۱۶۷۵ء میں اس نے لوئی سے ایک لاکھ بائیس ہزار پاونڈ سالانہ کا وظیفہ لے کر وعدہ کیا کہ لوئی کے استمزاج کے بغیر کسی طاقت سے کوئی جنگ یا کسی قسم کا معاہدہ نہ کریگا اور ۱۶۷۸ء میں جب دارالعوام نے فرانس پر فوج کشی کرنے کے لئے اس سے اصرار کیا تو اس نے ایک اور خفیہ معاہدہ کرکے پارلیمنٹ کی برطرفی کی غرض سے چوبیس ہزار پاونڈ کی مزید رشوت لوئی سے لے لی۔

اگرچہ یہ تمام معاملات خفیہ رکھے گئے تھے لیکن پھر بھی رعایا کے دل کو لگی ہوئی تھی کہ اس کی جڑیں کاٹی جارہی ہیں۔ انہیں دنوں ایک بدقماش پادری نے جسکا نام ٹائٹس اوٹس تھا ایک ایسی سنسنی پھیلانے والی افواہ مشہور کی جس سے تمام انگلستان میں ہل چل

پڑ گئی۔ اوٹس نے جو اپنی ذاتی اغراض کے لئے فرقہ جیسوٹ میں شامل ہوگیا تھا سر ایڈ منڈ بری گاڈفری نامی ایک حاکم عدالت کے اجلاس میں آکر جھوٹ موٹ یہ بیان لکھوا دیا کہ فرقہ کیتھولک کے لوگوں میں بادشاہ کو مار ڈالنے اور کیتھولک حکومت قائم کرنے کی سازش ہو رہی ہے۔ اس کے کچھ ہی دن بعد گاڈفری کو کسی نے سینٹ پینکراس کے گرجا کے قریب ایک کھائی میں قتل کر دیا۔ لوگ سمجھے کہ یہ فرقہ کیتھولک کی کارستانی ہے جس نے اپنی سازش پر پردہ ڈالنے کی غرض سے گاڈفری کا کام تمام کر دیا ہے۔ چنانچہ جب پارلیمنٹ کا اجلاس منعقد ہوا تو اس معاملہ کی تحقیقات کے لئے ایک مجلس مقرر کی گئی۔ اس اثنا میں ایک شخص مسمی کول مین کے پاس سے جو امیر یارک کی بیگم کا معتمد تھا کچھ کاغذات برآمد ہوئے جن کے مطالب نے ارکان مجلس کو تشویش میں ڈال دیا اور دارالعوام کی سراسیمگی اس حد کو پہنچ گئی کہ فوراً ہی اس مضمون کا ایک قانون نافذ کر دیا گیا کہ بجز امیر یارک کے اور کوئی کیتھولک پارلیمنٹ میں داخل نہ ہونے پائے۔ اس کے بعد پورے ڈیڑھ سو سال تک کوئی کیتھولک پارلیمنٹ کا رکن منتخب نہ ہوا۔ لیکن حکومت نے اسی پر بس نہ کیا۔ اس کی بدگمانیاں فرقہ کیتھولک پر ابھی اور بھی نئے نئے ستم ڈھانے والی تھیں۔ اوٹس

پاپائی سازش
۱۶۷۸ء

کی ہردلعزیزی روز بروز بڑھتی گئی اور یہ دیکھ کر کہ جاسوسی ایک چلتا ہوا جادو ہے اُس نے اور دوسرے مخبروں نے حلفیہ اظہار دے دے کر بہت سے ناکردہ گناہ کیتھولکوں کو سولی پر لٹکوا دیا۔ ان میں سب سے زیادہ مشہور ومعروف لارڈ اسٹیفرڈ ایک حق پرست اور نیک نفس امیر تھا جو اپنی بیگناہی کی دہائی دیتا ہوا سنہ ۱۶۸۱ء میں قتل کیا گیا چارلس اپنے یاران مجلس کے حلقہ میں بیٹھا ہوا اس خون ناحق کا تماشا دیکھ کر ہنستا تھا اور ذرا تعرض نہ کرتا تھا۔ ادھر شیفٹسبری جو لارڈ ڈیمبی کو اکھاڑ پھینکنے کی فکر میں تھا جلتی آگ پر اور تیل ڈالتا جاتا تھا۔

اس عرض مدت میں شاہ لوئی نے ہالینڈ اورہسپانیہ کے ساتھ صلح کرلی تھی اور جانبین نے نیمگوں کے مقام پر عہد نامہ پر دستخط بھی کردئے تھے۔ اب چونکہ وہ چارلس کی مدد سے بے نیاز ہوگیا اس لئے اُس نے وظیفہ بھی موقوف کر دیا۔ اور مانٹیگ (انگریزی سفیر متعینہ پیرس) نے جسے ڈیمبی کی طرف سے کھٹکا لگا ہوا تھا وہ تحریر جس میں وظیفہ کے متعلق قرار داد ہوا تھا دارالعوام کو دکھاکر سارا بھانڈا پھوڑ دیا۔ اس مراسلت پر ڈیمبی کے دستخط ثبت تھے اور بادشاہ کے ہاتھ کی لکھی ہوی ایک یادداشت بھی [illegible] تھی۔ اراکین دارالعوام پر اس مراسلت کے دیکھتے ہی ایک بجلی سی گر پڑی۔

عہد نامہ نیمگوں
سنہ ۱۶۷۸ء

انگلستان کا بادشاہ اور فرانس کا وظیفہ خوار ہوا! اس

ڈینبی کا عزل ۱۶۷۹ء

سے بڑھ کر ذلت و رسوائی انگریزی قوم کے لئے اور کیا ہوسکتی تھی؟ دارالعوام نے اس قومی نمک حرامی کی پاداش میں ڈینبی سے فوراً مواخذہ کیا اور چارلس نے مزید انکشافات کے خوف سے پارلیمنٹ کو جو ساڑھے سترہ سال سے قائم چلی آتی تھی توڑ دیا۔

لیکن قوم اب پوری طرح سے چوکنی ہوگئی اور جب ۶ مارچ ۱۶۷۹ء کو دوسری پارلیمنٹ کا انتخاب عمل میں آیا تو ڈینبی قلعہ لندن میں قید کر دیا گیا جہاں وہ پانچ سال تک رہا اور دارالعوام نے امیر یارک کو

مسودہ قانون محرومی کی منظوری کیلئے جدوجہد ۱۶۷۹ء لغایت ۱۶۸۱ء

کیتھولک ہونے کی پاداش میں وراثت تاج و تخت سے ہمیشہ کے لئے محروم کرنے کی غرض سے ایک مسودہ قانون مرتب کرڈالا۔ مبعوثین قوم کی ان کارروائیوں سے خائف ہوکر جیمز کو تو ملک سے باہر بھیج دیا اور پارلیمنٹ کو جسے وجود میں آئے ہوئے دو ہی مہینے گزرے تھے برخاست کردیا لیکن اس قلیل مدت میں شیفٹسبری نے ایک نہایت ہی مفید قانون جاری کرا لیا۔ یاد ہوگا کہ قبالہ اعظم کے نفاذ کے وقت سے ہر انگریز کو یہ حق حاصل تھا کہ کسی الزام میں گرفتار ہونے پر حکم نامۂ چالان کے اجرا کی

قانون شہادت وجودی ۱۶۷۹ء

درخواست پیش کرے (دیکھو صفحہ) لیکن حکام عدالت اور فرمانروایان وقت نے یک مدت سے رعایا کے اس استحقاق کو پس پشت ڈال رکھا تھا اور ملزم کا عدالت میں حاضر ہونا یا نہ ہونا اُن کی مرضی پر موقوف تھا۔ اب شیفٹسبری نے چارلس کی مخالفت کے باوجود "قانون شہادت شہودی" کے نام سے ایک آئینی ضابطہ کا مسودہ پیش کرکے اسے منظور کرا لیا۔ اس قانون کے نفاذ سے تمام خرابیوں کی اصلاح ہوگئی اور قانون کی عبارت ایسی صاف و صریح تھی کہ اس میں تاویل کی گنجایش ہی نہ رہی۔

مسودہ قانون محرومی کی منظوری کے لئے اب تک برابر جدو جہد ہورہی تھی۔ نئی پارلیمنٹ کا اجلاس اکتوبر میں ہوا اور دارالعوام نے مسودہ کے بشکل قانون نافذ کئے جانے کی منظوری دے دی۔ لیکن ایک نہایت ہی قابل مدبر لارڈ ہیلی فیکس کی مخالفت کے باعث دارالامرا نے اسے نامنظور کیا۔ ہیلی فیکس "متوازن" کے لقب سے مشہور تھا یعنی اس شخص کی طرح جو ڈگمگاتی کشتی کا وزن قایم رکھنے کے لئے ایک سکان سے اُٹھ کر دوسرے سکان پر جا بیٹھتا ہے اور باری باری سے اسی طرح پہلو بدلتا رہتا ہے وہ بھی کسی فریق کو شیوہ انتہا پسندی اختیار نہ کرنے دیتا تھا۔ اس وقت حالت یہ ہورہی تھی کہ اگرچہ

امیر مانتھ

پارلیمنٹ تو یہ چاہتی تھی کہ امیر آرنج کی بیگم میری چارلس کے بعد تخت نشین ہو لیکن شیفٹسبری امیر مانتھ کے لئے جوڑ توڑ کر رہا تھا جو چارلس کی ایک داشتہ کے بطن سے تھا اور بادشاہ کی اپنی اس اولاد ناجائز پر بہت بڑی نظر التفات تھی۔ ہیلی فیکس کو شیفٹسبری کی تجویز میں بڑی بڑی خرابیاں نظر آتی تھیں اور اس کا خیال تھا کہ مانتھ کی جانشینی ملک کو کبھی راس نہ آئے گی۔ مانتھ نہایت ہردلعزیز تھا اور عوام میں "پراٹسٹنٹ امیر" کے عرف سے مشہور تھا اور شیفٹسبری نے اپنے منصوبہ کی کامیابی کے لئے مشہور کر رکھا تھا کہ ملکہ کو عقد میں لانے سے پہلے چارلس مانتھ کی ماں سے نکاح کرچکا تھا۔ کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو جانشینی کے مسئلہ میں ہیلی فیکس کے ہم خیال تھے۔ چنانچہ اس زمانہ کے مشہور شاعر ڈرائڈن نے ایک ہجویہ نظم لکھی تھی جس میں ازراہ تعریض مانتھ اور شیفٹسبری کو اپنے عہد کے ابسلام اور ایکیتوفل ظاہر کرکے بتایا گیا تھا کہ یہ دونوں حکومت کے لئے جوڑ توڑ کر رہے ہیں بہرحال بادشاہ اپنے بھائی امیر یارک کی طرفداری میں ثابت قدم رہا اور صورت حالات ایسی نازک ہوگئی کہ اس نے پھر پارلیمنٹ کو برطرف کردیا۔

پارلیمنٹ کی برطرفی جنوری ۱۶۸۱ء

اب ملک میں دو زبردست جماعتیں پیدا ہوگئیں

جن کی باہمی رقابت نے نظام سیاست کو دو حصوں میں تقسیم کردیا۔ ایک تو شیفٹسبری کا گروہ تھا جو "ارباب حاجت" کے نام سے موسوم ہوا۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے بادشاہ کی خدمت میں اس مضمون کی درخواست پیش کی تھی کہ مسودہ قانون محرومی سے اتفاق کیا جائے۔ دوسرا گروہ "ارباب اعراض" کہلاتا تھا جو مسودہ کے مخالف تھے۔ زیادہ عرصہ نہ گزر نے پایا تھا یہ دونوں جماعتیں ایک دوسرے کو ازراہ تحقیر "ڈھگ" اور "ٹوری" کے ناموں سے پکار نے لگیں۔ "ڈھگ" کھٹی چھاچھ کو کہتے ہیں اور یہ نام تعریضاً اسکاٹلینڈ کے باغیوں کو دیا گیا تھا۔ امیر یارک کے ہواخواہ شیفٹسبری کے طرفداروں کو اسی نام سے یاد کرتے تھے جس سے اُن کی یہ مراد تھی کہ اُن لوگوں نے بادشاہ کے خلاف بغاوت کا ارتکاب کیا ہے۔ ٹوری آئرلینڈ کی سرکش رومن کیتھولک جماعت کا نام رکھا گیا تھا اور شیفٹسبری کا فریق امیر یارک کے جانبداروں کو چڑا نے کے لئے اسی نام سے پکارتا تھا کہ آئرلینڈ کے باغیوں کی طرح یہ بھی پراٹسٹنٹوں کے دشمن ہیں۔ لیکن آگے چل کر ان دونوں لفظوں کا اصلی مفہوم خبط ہوگیا اور وھگ سے تو وہ فریق مراد لیا جانے لگا جو زیادہ تر رعایا کے حقوق کا حامی ہو اور ٹوری اُس فریق کو کہنے

وھگ اور ٹوری

گے جو تاج کا طرفدار ہو۔ چنانچہ آج کے دن تک ان الفاظ کے یہی معنی ہیں۔

ماہ مارچ ۱۶۸۱ء میں چارلس کی پانچویں پارلیمنٹ کا جو اُس کے عہد کی آخری پارلیمنٹ تھی آکسفرڈ میں اجلاس ہوا۔ فریق وھگ یہ سمجھ کر کہ رومن کیتھولک حکومت کے قیام کے لئے فی الحقیقت کوئی سازش کی جارہی ہے اس موقع پر اپنے ہمراہ ایک مسلح جمعیت لیتا آیا اور ان لوگوں کی اسی ایک حرکت نے اُن کا بنا بنایا کھیل بگاڑ دیا۔ عوام کو یہ اندیشہ دامنگیر ہونے لگا کہ خانہ جنگی اور دوعملی کا بازار کہیں ملک میں پھر گرم نہ

آکسفرڈ پارلیمنٹ ۱۶۸۱ء

ہو جائے۔ اسی لئے جب چارلس جمعیت خاصہ کا ایک زبردست دستہ لئے ہوئے آکسفرڈ پہنچا اور اُس کی طرف سے یہ اعلان ہوا کہ آرنج کی شہزادی نائب السلطنتہ نامزد کی جائے گی اور اس کی وفات پر گو نام کو جیمز بادشاہ کہلائے گا لیکن عنان حکومت درحقیقت شہزادی ہی کے ہاتھ میں رہے گی تو ایک بہت بڑی جماعت اُس کی تائید پر آمادہ ہوگئی اس کے کوئی ہفتہ بھر بعد کسی اعلان کے بغیر چارلس نے پارلیمنٹ کو یکایک توڑ دیا اور اس کے بعد کوئی پارلیمنٹ طلب نہ کی۔

غرض اس مقابلہ میں چارلس کو کامل فتح نصیب

ہوئی اور اُس کے مخالفین نے بری طرح منہ کی کھائی
لارڈ شیفٹسبری پر مانمتھ کے ساتھ مل کر سازش کرنے
کی علت میں بغاوت کا الزام قایم کیا گیا اور جب شہر

شیفٹسبری کا زوال ۱۶۸۲ء

کے نظماے عدالت نے جو وھگ تھے ایک
ایسی جوری کا انتخاب کیا جس کے اراکین
اُس کے موافقین میں تھے تو چارلس نے لندن کی شاہی
سند میں ایک خامی نکال کر دو نئے نظما کا انتخاب کرالیا
لیکن اس عرصہ میں شیفٹسبری فرار ہوکر ہالینڈ چلا گیا
تھا جہاں سال بھر بعد ۱۶۸۳ء میں اُس کا انتقال ہوگیا
وہ خود تو ڈوبا تھا لیکن اپنے ساتھ اچھے اچھوں کو
لے ڈوبا۔ فریق وھگ کو اُس کے چلے جانے کے بعد
بھی بادشاہ کے مقابلہ میں غلبہ پانے کا حوصلہ باقی تھا
مانمتھ کے رفیقوں اور ہوا خواہوں کی جماعت بہت بڑی
تھی اور اُن میں لارڈ ولیم رسل لارڈ ایسکس الگرنان سڈنی
لارڈ گرے اور لارڈ ہاورڈ کا نام خصوصیت سے لیا جاسکتا
ہے۔ ان لوگوں نے اپنا ایک الگ جتھا قایم کر رکھا تھا

سازش رائی ہاوس جون ۱۶۸۳ء

یہ بات تو یقین کے ساتھ نہیں کہی جاسکتی
کہ آیا اُن لوگوں کی نیت عامہ خلایق کو
بغاوت پر ابھارنے کی تھی یا نہیں لیکن یہ ایک واقعہ
ہے کہ چند جیوٹ اور ہتھ چھٹ آدمیوں نے جن سے
یہ لوگ قطعاً ناواقف تھے یہ سازش ضرور کی تھی کہ

چارلس اور جیمز کی سواری جب نیو مارکٹ سے لندن کو جاتے ہوئے رائی ہاؤس سے گزرے جو ہرٹفرڈ شایر میں ایک سونا مقام ہے تو دونوں کو قتل کردیا جائے۔ اتفاق سے یہ سازش کھل گئی اور اگرچہ وھگ جماعت کے سرداروں کو اس کا کچھ علم نہ تھا پھر بھی بادشاہ کے قانونی مشیروں نے اس موقع سے فائدہ اٹھا کر ان پر مقدمات قایم کر دئے۔ ایسکس نے تو قلعہ لندن میں

رسل اور سڈنی کا قتل

بحالت اسیری خودکشی کرلی اور رسل اور سڈنی کی گردن ماری گئی۔ لارڈ رسل ایک شریف النفس امیر تھا اور اُس کے احباب و رفقا کے دلوں میں اس کی بے انتہا قدر و منزلت تھی۔ انہوں نے اپنی طرف سے کوئی دقیقہ کوشش کا اٹھا نہ رکھا کہ کسی طرح وہ جان سلامت لے کر نکل جائے۔ مانمتھ کے تعلق خاطر کا یہ حال تھا کہ وہ ملزم کی حیثیت سے رسل کے پہلو بہ پہلو عدالت کے کٹہرے میں کھڑا ہونے کے لئے تیار ہوگیا اور لیڈی رسل کچھ یادداشتیں قلمبند کرکے عدالت لیتی آئی تھی کہ اپنے خاوند کو جوابدہی میں مدد دے۔ لیکن اس زمانہ میں جب کہ حکام عدالت کے تقرر اور برطرفی کا انحصار بادشاہ کی مرضی پر ہوتا تھا سرکاری مقدمات میں انصاف کی توقع رکھنا عبث تھا۔ رسل اور سڈنی دونوں کے دونوں مجرم قرار دے

گئے اور سبیل حریت میں جو اُنکے ساتھ تھی دلیرانہ فدا ہوے اب ٹوری فریق کو حریفوں کیطرف سے کوئی کھٹکا نہ رہا۔ اور وہ من مانی کارروائیاں کرنے لگے۔ کچھ دنوں سے امیر یارک اس خدمت پر متعین تھا کہ اسکاٹلینڈ میں بدنصیب متعاہدین کا چن چن کر خاتمہ کردے۔ اپنی خدمت مفوضہ انجام دے کر اب وہ واپس آگیا اور از سرِنو امارت بحری کا حاکم اعلی مقرر کیا گیا۔ اسی کے ساتھ قانون آزمایش کی پابندیوں سے مستثنی قرار پاکر اُسے بحیثیت رکن شاہی کونسل میں شریک ہونے کی اجازت بھی مل گئی۔ جن شہروں نے فریق وھگ کی حمایت کی تھی اُن میں سے اکثر کی سند آزادی چھین لی گئی اور بعض وھگ سرداروں پر مقدمے چلائے گئے اور جرمانے کئے گئے۔ چارلس کو لوئی کی طرف سے رشوت کے طور پر اب پھر سالانہ وظیفہ ملنے لگا جس کی غرض یہ تھی کہ چارلس ولیم امیر آرنج کا ساتھ نہ دے اور چونکہ اب اُس کے پاس علاوہ ان چھ پلٹنوں کے جو انگلستان سے باہر تھیں مستقل فوج بقدر نوہزار کے موجود تھی اس لئے اپنی سلامتی کی طرف سے وہ ہر طرح مطمئن تھا۔ پادریوں نے بھی ہر جگہ اس اصول کی تلقین شروع کردی تھی کہ بادشاہ کی اطاعت برسبیل انفعال ایک فرض موکد ہے

مسئلہ اطاعت انفعالی

غرض چارلس ان مختلف تدبیروں سے اپنی خود مختارانہ حیثیت قایم کرنے میں کامیاب ہوہی چلا تھا کہ موت نے چشم زدن میں اُس کے تمام منصوبے خاک میں ملادئے ۲۔ فروری ۱۶۸۵ء کو اُسے دورہ اٹھا اور چند دن بعد اُسکا انتقال ہوگیا۔ بستر مرگ پر ایک کیتھولک راہب نے جیسے اُس کا بھائی امیر یارک خفیہ طور پر لے آیا تھا کلیسائے روما کی آخری رسوم اُس کے حق میں انجام دیں۔ اُن سے فراغت پاکر اُس نے اپنے تمام امرائے دربار اور اساقفہ کو طلب کیا اور اپنے قدیم ظریفانہ انداز میں اُن سے اس طرح مخاطب ہوا کہ "صاحبو معاف کرنا میں تو کبھی کا مرگیا ہوتا لیکن اس کمبخت موت ہی نے ناحق اتنی دیر لگا رکھی تھی" پھر دو ایک تلطف آمیز باتیں ناٹک کی گاین نل گوین سے کیں جو اُس کی منظور نظر تھی۔ ۶۔ فروری ۱۶۸۵ء کو فرشتہ اجل آپہنچا اور "زندہ دل تاجدار" کا مرغ روح قفس عنصری سے پرواز کرگیا۔

بیسواں باب

دورانقلاب

جیمز ثانی ۱۶۸۵ء لغایت ۱۶۸۹ء
ولیم اور میری ۱۶۸۹ء لغایت ۱۷۰۲ء
(میری نے ۱۶۹۴ء میں وفات پائی)

اگر یہ دیکھنا چاہو کہ کس طرح ایک نیک نیت شخص محض اپنی کج رائی اور عدم ایفاے عہد سے چار سال کے اندر اندر ایک قوم کی قوم کو اپنا دشمن بنا سکتا ہے تو جیمز ثانی کے عہد حکومت پر نظر ڈال لو۔ چارلس ثانی کے زمانہ میں اگرچہ پارلیمنٹ نے اُسے تخت و تاج سے محروم کرنے کی کوشش کی تھی لیکن اپنے بھائی کی وفات پر جب اُس نے یہ اعلان کیا کہ میں مذہب اور سلطنت کو اس شکل میں جو ملک کے قانون کی وضع کی ہوئی ہے برقرار رکھوں گا تو سب لوگ مطمئن ہو گئے اور تاج شاہی اُس کے سر پر رکھا گیا۔ بات اصل میں یہ تھی کہ اکثر لوگ یہی سمجھتے تھے کہ اگرچہ نیا بادشاہ ازروے

عقیدہ کیتھولک ہے پھر بھی جب وہ وعدہ کر چکا ہے کہ حکومت میں انگریزی قانون کی پابندی ملحوظ رکھے گا تو ضرور ہے کہ اُسے اپنے عہد کا پاس ہو۔ گمان غالب یہی ہے کہ اول اول جیمز کا ایسا ہی ارادہ تھا لیکن مشکل یہ آن پڑی تھی کہ وہ پرلے درجہ کا خود رائے تنگ نظر متعصب اور ضدی واقع ہوا تھا۔ کسی مسئلہ کو کسی دوسرے کے نقطۂ نظر سے بھی دیکھنا اس کے لئے محال تھا اور اس لئے ایک آزاد قوم پر حکومت کرنے کی اس میں مطلق قابلیت نہ تھی۔

جیمز ثانی کی سیرت اور اُس کے اغراض و مقاصد

یہ بات کسی سے چھپی ہوی نہ تھی کہ جیمز کا مذہب رومن کیتھولک ہے۔ ایسی حالت میں اگر وہ اپنے عقاید کا پابند رہ کر دوسروں کے معتقدات سے تعرض نہ کرتا یا زیادہ سے زیادہ یہ کوشش کرتا کہ کیتھولک فرقہ کے جو لوگ انگلستان میں آباد تھے اُنہیں اپنے مذہبی فرایض کی آزادانہ بجا آوری کا اذن عام پارلیمنٹ کی طرف سے مل جائے تو عجب نہ تھا کہ اُس کی رعایا کے تمام طبقوں کے اطمینان قلب کی راہ نکل آتی اور کوئی فریق بھی ناخوش نہ رہتا۔ لیکن اُس کی خواہشیں اس سے بھی زیادہ وسیع تھیں۔ وہ چاہتا تھا کہ قانون آزمایش یک قلم منسوخ ہو جائے تاکہ سلطنت کے بڑے بڑے عہدوں پر رومن کیتھولک

مقرر کئے جاسکیں۔ اسی کے ساتھ وہ قانون شہادت شہودی پر بھی جس کے سبب سے وہ اپنے نکتہ چینوں کو سزاے قید نہ دے سکتا تھا خط تنسیخ کھینچنے کا آرزومند تھا تاکہ پھر وہ اپنے ہواخواہوں کا ایک جتھا بناکر انگلستان کو ازسرنو مذہب کیتھولک کا حلقہ بگوش بنادے اُسے یہ خیال نہ آیا کہ انگلستان کا دستور اساسی قبالہ اعظم پر جان کے دستخط ثبت ہونے کے وقت سے روز افزوں قوت پکڑتا جاتا تھا اور اس دستور کے ملیامیٹ ہوئے بغیر اُس کی خواہشوں کا برآنا محال تھا۔ ایک مرتبہ باتوں باتوں میں اُس نے ہسپانوی سفیر سے کہا کہ جو بازی میں نے لگائی ہے یا تو یہ بالکل ہی ہر جائے گی یا میں سب کچھ جیت کر رہوں گا۔ اس کوتاہ نظر فرمانروا کو اتنی تمیز نہ تھی کہ جو چال وہ چل رہا تھا اس کے لئے ہار یقینی تھی۔

ابھی اُس کی تاجپوشی کی رسم بھی عمل میں نہ آئی تھی کہ اُسکے حکم سے اُسکے کیسنے کے دروازے کھول دئے گئے اور رومن کیتھولک طریق پر علی الاعلان عبادت ہونے لگی۔ اُس نے اساقف کو فہمایش کردی کہ کیتھولک مذہب کے خلاف کسی پادری کو زبان کھولنے کی اجازت نہ دی جائے اور تمام اُن اشخاص کی رہائی کے احکام جاری کردئے جو حلف اطاعت نہ اٹھانے

جیمز ثانی کی خودمختارانہ کارروائیاں۔

علت میں قید کر دئے گئے تھے۔ ان احکام کے بجا
خود مستحسن ہونے میں کلام نہیں اور ان کے اجرا کا مشو
جیمز کو فرقہ کویکر کے سربرآودہ مقتدا پن نے دیا تھا جو
اس وقت انگلستان میں موجود تھا اور جس کا اس پر بہت
بڑا اثر تھا۔ چنانچہ بارہ سو کویکر اور اس سے دگنے کیتھولک
جو قید خانوں میں پڑے سڑ گل رہے تھے بیک کشش
قلم آزاد ہو گئے۔ لیکن اس سے اتنا ضرور ظاہر ہو گیا
کہ جیمز اراکین دارالعوام بلکہ حکام عدالت تک کے استمزاج
و استصواب کے بغیر کارروائی کرنے کا مصمم ارادہ کر چکا
تھا۔ جس کا ظہور ایک اور موقع پر تھوڑے ہی عرصہ
بعد ہوا۔ سرکاری محاصل سے بادشاہ کو اپنے مصارف
کے لئے جو رقم ملا کرتی تھی وہ عمر بھر کے لئے ہوتی تھی
چارلس کا جب ماہ فروری میں انتقال ہوا تو اس رقم
کا ایصال معاً موقوف ہو گیا اس لئے کہ نئے بادشاہ کے
مداخل کی منظوری پارلیمنٹ کے فیصلہ پر منحصر تھی اور
پارلیمنٹ کا اجلاس مئی کے مہینے میں منعقد ہونے والا تھا
چنگی کے محصول کی فراہمی اگر اس تین مہینے کی مدت تک
رکی رہتی تو تجارت درہم و برہم ہو جاتی۔ اس خیال سے
وزیر سررشتہ متعلقہ لارڈ گلفرڈ کی یہ رائے ہوئی کہ چنگی
کی تحصیل بدستور ہوتی رہے اور اجلاس پارلیمنٹ کے
انتظار میں رقم اٹھا رکھی جائے۔ لیکن اپنی قوت کا سکہ

جمانا اور اپنا اقتدار قایم کرنا چاہتا تھا۔ اُس نے وزیر کی تجویز کو رد کردیا اور حکم دیا کہ رقم جس طرح چارلس کو ایصال ہوا کرتی تھی اسی طرح بدستور اُس کے حوالہ کردی جایا کرے۔

لیکن مبعوثین کا انتخاب اس احتیاط سے کیا گیا کہ دارالعوام کے قریب قریب سارے اراکین بادشاہ کے طرفدار ہوگئے اور انہوں نے بہ آمادگی تمام اس کے لئے تاحین حیات انیس لاکھ پاؤنڈ سالانہ کے مداخل کی منظوری دے دی اراکین دارالعوام اس لئے بھی خاص طور پر اپنی وفاداری جتانا چاہتے تھے کہ حال میں ایک بغاوت پھوٹ پڑی تھی اس بغاوت کی کیفیت یہ ہے کہ سازش رائی ہاؤس کے بعد فریق وھگ کے جو لوگ فرار ہوکر ہالینڈ چلے گئے تھے

مانمتھ کی بغاوت
۱۱ر جون ۱۶۸۵ء

اُن میں سے اکثر نے چارلس کے مرتے ہی مانمتھ پر زور ڈالا تھا کہ انگلستان جائے اور اہل ملک کو جیمز کے خلاف یہ کہہ کر ابھارے کہ انگریزوں کا بادشاہ کیتھولک نہ ہونا چاہئے۔ مانمتھ جو برسلز میں خاموشی سے قناعت کی زندگی بسر کر رہا تھا نہ چاہتا تھا کہ گھر سے باہر قدم رکھے لیکن اس کے صلاح کاروں کا اصرار غالب آگیا۔ اور بالآخر یہ رائے قرار پائی کہ امیر آرگل اسکاٹلینڈ میں پہنچ کر متعاہدین کو برانگیختہ کرے اور مانمتھ انگلستان کے مغربی علاقہ کی طرف جائے۔

آرگل کہ دوسرے پناہ گزینوں کی طرح وہ بھی غریب الوطن تھا ۲۰ مئی کو مانتھ سے پہلے منزل مقصود پر پہنچ گیا اور اس کا قبیلہ کیمبل اپنے سردار کی مراجعت کی خبر پاتے ہی اُس کے جھنڈے تلے آجمع ہوا۔ لیکن ہالینڈ سے اور جو سردار اُس کے ہمراہ آئے تھے دخل درمعقولات دے کر اُس کے منصوبوں کو بگاڑنے لگے۔ ادھر شاہی افواج جنہیں اُس کے آنے کا علم ہوگیا تھا مقابلہ کے لئے کیل کانٹے سے لیس تھیں رہے متعاہدین سو اُن کا جزو غالب مرعوب ہوکر سر نہ اٹھا سکا۔ غرض جب لڑائی ہوی تو آرگل کی جمعیت تتر بتر ہوگئی اور وہ خود گرفتار ہوکر ایڈنبرا بھیج دیا گیا جہاں ۳۰ جون ۱۶۸۵ء کو اُس کی گردن ماری گئی۔ اُس پر بہت دباؤ ڈالا گیا کہ کسی طرح اُن لوگوں کا نام بتادے جو اس کے ساتھ بغاوت میں شریک تھے لیکن اس بہادر شخص نے آخر وقت تک کسی کے خلاف شہادت نہ دی اور منہ پر مہر خموشی لگائے دلیرانہ اپنی گردن تیغ جلاد کے حوالہ کردی۔ دارالعوام کے پیش دالان میں ایک تصویر آویزاں ہے جو "آرگل کی آخری خواب راحت" کے نام سے موسوم ہے۔ اس تصویر میں ایک طرف زمرہ امرائے متعاہدین کا ایک سردار کھڑا ہے جس نے اپنی جماعت کا ساتھ چھوڑ دیا تھا اور وہ امیر آرگل کو جو مرتے دم تک اپنے عہد پر ثابت قدم

آرگل کی ناکامی اور بدانجامی
۱۶۸۵ء

رہا قتل سے ایک گھنٹہ پہلے پا بزنجیر آرام و اطمینان کی میٹھی نیند سوتے دیکھ رہا ہے۔

بغاوت سے جن جن لوگوں کو ذرا بھی تعلق تھا اُن سب کو سخت عبرت انگیز سزائیں دی گئیں۔ اور اکثر غلام بناکر بیچ ڈالے گئے۔ قلعہ ڈنو ٹار میں ابھی تک وہ تہ خانہ نظر آتا ہے جس میں "وحشی دھگ" بھیڑ بکریوں کی طرح بند کر دئے گئے تھے۔ اور پھر جہازوں میں لاد لاد کر غلام بن کر فروخت ہونے کے لئے امریکہ بھیج دئے گئے تھے۔

مانتھ کو اول اول کسی قدر کامیابی ہوی۔ مغربی اضلاع میں وہ بہت ہر دلعزیز تھا اور ۱۱ر جون ۱۶۸۵ء کو بندرگاہ لایم واقع ضلع ڈارسٹ میں اس کا لنگر انداز ہونا تھا کہ اس علاقہ کی آبادی "مانتھ کی جے! مانتھ کی جے!" کے نعرے لگاتی ہوئی اُس کے ساتھ آملی۔ آکسیٹر پہنچتے پہنچتے اُس کے ہمراہیوں کی تعداد پندرہ سو تک پہنچ گئی اور ٹانٹن میں وہ اس شان و شکوہ سے داخل ہوا کہ شہر کی گزرگاہوں پر اس کی آمد آمد کی خوشی میں رنگا رنگ پھریرے اڑ رہے تھے اور پھولوں کے ہار لہرا رہے تھے۔ اہل شہر نے اس کا خیر مقدم عقیدت مندانہ گرمجوشی سے کیا اور دوشیزہ لڑکیوں کے ایک جلوس نے ایک بائبل اور ایک تلوار اُس کی خدمت میں پیش کی لیکن جن لوگوں نے اس طور پر اُس کا ساتھ دیا وہ صرف

طبقہ ادنی کے لوگ تھے۔ شرفا اور اہل کلیسا سب بادشاہ کے طرفدار تھے یا کم ازکم یہ راے رکھتے تھے کہ اگر کسی پراٹسٹنٹ کو مداخلت کا حق حاصل ہے تو یہ حق آرنج کی شہزادی میری اور اُس کے شوہر کے لئے مخصوص ہونا چاہئے۔ اکثر اشخاص اس لئے بھی برہم تھے کہ کیوں مانتھ نے ٹانٹن کے بازار میں اپنی بادشاہی کا اعلان روا رکھا درحالیکہ اُس نے اپنے اعلان عام میں مشہور کیا تھا کہ اُس کے آنے کا مقصد صرف اس قدر ہے کہ ایک آزاد پارلیمنٹ قایم کی جائے۔ اس اثنا میں شاہی فوجیں اُس کے مقابلہ کے لئے ایک فرانسیسی سپہ سالار لوئی ڈیورا الملقب بہ لارڈ فیور شام کی قیادت میں یلغار کرتی ہوی بڑھ رہی تھیں۔ مانتھ کو پسپائی پر مجبور ہونا پڑا اور راہ کتراکر وہ ۵ر جولائی ۱۶۸۵ء کو سجمور کے مقام پر جو برج واٹر کے قریب واقع ہے حریف سے دو چار ہوا شاہی افواج نے صف بندی ایک میدان میں کی تھی جس کی حفاظت کے لئے ایک گہری خندق کھدی ہوی تھی جو بسکس راین کے نام سے مشہور تھی مانتھ جسے اس خندق کا حال معلوم نہ تھا آدھی رات گزرنے کے ایک گھنٹہ بعد غنیم پر ناگہانی تاخت کے ارادہ سے اپنی فوج لے کر روانہ ہوا۔ اور دلدلوں کو چیرتا ہوا

مانتھ کی بادشاہی کا اعلان
۲۰ر جون

جنگ سجمور
۵ر و ۶ر جولائی ۱۶۸۵ء

بڑھا۔ رستہ میں اُس کی مٹ بھیڑ شاہی فوج کے ہراول دستوں سے ہوئی جنہیں اس نے ایک ہی جھڑپ میں درہم برہم کردیا۔ لیکن خندق پر پہنچتے ہی اسکی پیشقدمی رُک گئی اور غنیم کے ہزیمت خوردہ دستوں کو سنبھلنے کا موقع مل گیا۔ علی الصباح اُس کی فوج کا جو کسانوں اور کوئلہ کھودنے والوں سے مرکب تھی بادشاہی فوج سے مقابلہ ہوا۔ گھمسان کارن پڑا اور اگرچہ اس کے ساتھیوں نے جان ہتھیلی پر رکھ کر خوب ہی داد مردانگی دی لیکن آخر شکست فاش کھاکر اُنہیں راہ گریز اختیار کرنی پڑی۔ دو دن بعد مانتھ ایک کھائی کے اندر اس حال میں پڑا پایا گیا کہ بھوک سے اُس کی جان لبوں پر آئی ہوئی تھی۔ گرفتار کرکے اُسے لندن لے آئے جہاں ۱۵ر جولائی کو وہ قتل کردیا گیا۔ جان بڑی پیاری ہوتی ہے۔ پہلے تو اُس نے جان بخشی کے لئے بڑے عجز والحاح سے التجا کی۔ لیکن جب یہ التجا کسی طرح قبول ہوتی نظر نہ آئی تو شیوہ مردانگی اختیار کرکے اُس نے آخر وقت میں دلیرانہ جان دی۔ مرنے کے بعد مانتھ کی جیب میں افسوں کے زور سے قید خانہ کا دروازہ کھولنے اور غنیم کے حربہ کا وار روکنے کے لئے کچھ منتر اور ٹونے پائے گئے جس سے اُس زمانہ کی اوہام پرستی پر ایک عجیب روشنی پڑتی ہے جنگ سجمور سب سے آخری بڑی لڑائی تھی جو

انگلستان میں واقع ہوی۔ اس جنگ میں دو مشہور و معروف شخص شریک تھے۔چرچل جو آگے چل کر امیر کبیر مارلبرو کے لقب سے ملقب ہوا شاہی فوج میں کپتان تھا اور ڈینئل ڈیفو جو کتاب "رابنسن کروسو" کا نامور مصنف ہے مانتھ کی فوج میں سپاہی کی حیثیت سے شامل تھا۔

بغاوت کا تو خاتمہ ہوگیا لیکن حکومت کے بیدردانہ انتقام کا سلسلہ دیر تک قایم رہا۔ کرنیل کرک جو ایک وحشی اور سفاک شخص تھا برج واٹر میں فوج کا کماندار مقرر ہوا۔ اس کے سپاہی ازراہ تعریض "کرک کی بھیڑیں" کہلاتے تھے اسلئے کہ اگرچہ اُن کے علم پہ بھیڑ کا نشان بنا ہوا تھا لیکن تند خوی اور خونخواری میں وہ بھیڑیوں سے کم نہ تھے۔کرک کے حکم سے ان بہایم سیرت سپاہیوں نے جوق کے جوق قیدیوں کو سولی پر لٹکا دیا اور نہایت بیدردی سے ان کی لاشوں کو جلتی قیر کے شعلوں میں جھونک دیا۔ لیکن جفا جویانہ تشدد کی یہ داستان ابھی اور دراز ہونیوالی تھی ستمبر کے مہینے میں میر عدل جفریز جو اکھڑپن اور وحشیانہ پن میں کرک سے بھی بمراتب بڑھا ہوا تھا چار دوسرے حاکمان عدالت کے ساتھ شرکائے بغاوت کے مقدمات کی سماعت پر مامور ہوا۔ یہ عدالت اپنے سفاکانہ کارناموں

کرک کی بھیڑیں

خونی عدالت ستمبر ۱۶۸۵ء

کے لحاظ سے آج تک "خونی عدالت" کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے فیصلوں کی بنا پر پورے تین سو بیس آدمی دار پر کھینچے گئے اور آٹھ سو بیس غلام بنا کر جزایر غرب الہند میں بیچ ڈالے گئے ضلع سامرسٹ میں کوئی سڑک ایسی نہ تھی جس کے کنارے انسانوں کی لاشیں پڑی ہوی نظر نہ آتی ہوں اور کوئی گاؤں ایسا نہ تھا جس میں یہی خوفناک منظر دیکھنے والوں کے جسم پر رونگٹے نہ کھڑے کر دیتا ہو۔ نیک نہاد اسقف کین نے جیمز سے رحم کی بہتیری التجا کی لیکن اس کا پتھر دل نہ پسیجا پر نہ پسیجا۔ جو کچھ خونی عدالت کرتی تھی وہ برابر اس پر صاد کرتا جاتا تھا۔ ادھر جفریز کی سنگ دلانہ شقاوت کا یہ عالم تھا کہ بدنصیب قیدیوں کو اپنی بیہودہ یا وہ گوئی اور وحشیانہ تمسخر سے چڑاتا اور ذلت پر ذلت دیتا تھا۔ ایک شریف النفس بی بی ایلس لایل کا سر صرف اتنی سی خطا پر قلم کر دیا گیا کہ اس نے دو آفت کے ماروں کو اپنے گھر میں پناہ دی تھی۔ اس بے پناہ ہنگامہ دار و گیر میں صرف انہیں گرفتاران بلا کی جان بچنے پائی جو بڑی بڑی رقموں سے ارکان عدالت کی مٹھی آنکھ بچا کر گرم کر سکے۔ گروہ در گروہ قیدی بادشاہ کے منظور نظر حاشیہ نشینوں کے حوالے کر دئے جاتے تھے کہ انہیں غلام بنا کر فروخت کر ڈالیں۔ اور ملکہ کی خواصوں نے

بیش قرار نذرانے اُن لڑکیوں کو معافی دلواکر وصول کرنے جنہوں نے مانتھ کو بائبل اور تلوار نذر دی تھی۔

جیمز نے بغاوت سے ایک اور فائدہ یہ بھی اٹھایا کہ اپنی فوج کی تعداد بقدر دس ہزار جوانوں کے بڑھالی اور ان کی کمان پر کئی ایسے رومن کیتھولک افسر مقرر کئے جنہوں نے قانونِ آزمایش کی شرایط پوری نہ کی تھیں۔ لارڈ کلفرڈ

کیتھولک افسروں کا تقرر۔

اور پریوی کونسل کے صدرنشین لارڈ ہیلی فیکس نے اگرچہ صاف گوئی سے کام لیکر جیمز کو جتا دیا کہ پارلیمنٹ کے مقابلہ میں وہ اپنے عہد کی خلاف ورزی کر رہا ہے لیکن فرانس سے وہ پہلے ہی وظیفہ لینے کا بندوبست کرچکا تھا اور اس کے علاوہ اُس کی فوجی جمعیت بھی زبردست تھی۔ ایسی حالت میں اُسے کسی کی مخالفت کی کچھ پروا نہ تھی۔ ہیلی فیکس کو برطرف کرکے اُس نے سنڈرلینڈ کو جو اُس کی مزاج شناسی کا فن خوب جانتا تھا پریوی کونسل کی صدارت پر مامور کیا اور کچھ ہی دن بعد وزارت خزانہ کا قلمدان جفریز کے سپرد کردیا۔ اس تدبیر سے کونسل میں اُس کی مخالفت بالکل دب گئی اس لئے کہ سب سے زیادہ با اختیار جفریز تھا جس نے شاہی اقتدارات کی حمایت کی قسم کھالی تھی۔

انہیں ایام میں لوئی چہاردہم تاجدار فرانس نے عہد نامہ نانٹیز (دیکھو صفحہ) کو منسوخ کرکے فرانس میں

پراٹسٹنٹ مذہب کی بیخ کنی کا تہیہ کر لیا۔ تمام پراٹسٹنٹ پادری جلاوطن کر دئے گئے لیکن رعایا کے لئے نقل وطن کرنا ممنوع قرار دیا گیا۔ اور سواروں کے متعدد رسالے اطراف واکناف ملک میں اس ہدایت کے ساتھ بھیج دئے گئے کہ جو شخص رومن کیتھولک طریق عبادت میں شریک نہ ہو اُس کی گردن اُڑا دی جائے اور عبرت انگیز ایذائیں دی جائیں۔ یہ تشدد ایسی بےحیائی کے ساتھ اور ظالمانہ طور پر عمل میں لایا گیا کہ باوجودیکہ حکومت کی طرف سے ہرطرح کی احتیاط کی گئی پھر بھی دو لاکھ سے اوپر پراٹسٹنٹ کسی نہ کسی حیلے سے فرار ہوکر ہالینڈ سوئٹزرلینڈ جرمنی اور انگلستان میں جابسے۔ ان میں سے بعض نے کلیسا کے دامن میں جا پناہ لی بعض نے فوجی ملازمت اختیار کر لی اور انگلستان میں تو اُنکی کھپت یہاں تک ہوی کہ لندن کا سارا حلقہ اسپٹل فیلڈس پراٹسٹنٹ ریشم بافوں کی نوآبادی کے لئے وقف ہوگیا۔ غرض لوئی کی مذہبی ناروا داری کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُس کی رعایا کا سب سے زیادہ محنتی ہنرور اور متمول طبقہ وطن چھوڑ کر غیر ملکوں میں جا آباد ہوا۔ اور اس طور پر گویا اُس نے اپنے ہاتھوں اپنا گھر لٹا دیا۔

تنسیخ عہدنامہ نانٹیز اکتوبر ۱۶۸۵ء

ناکردہ گناہ پراٹسٹنٹوں کو ایک کیتھولک بادشاہ کے جور و بیداد کا یوں تختہ مشق بنتے دیکھ کر اہل انگلستان پر

ایک سناٹا سا چھا گیا لیکن جیمز جس کی آنکھوں پر حسب
معمول اپنی رعایا کے دلی جذبات کی طرف سے بے پروائی
کی پٹی بندھی ہوی تھی لوئی کی اس کرتوت پر اور
الٹا خوش ہوا۔ اجلاس پارلیمنٹ کے انعقاد پر جب ارکین
دارالعوام نے اُس سے شکوہ کیا کہ کیتھولک افسروں کا
تقرر منشاے قانون کے خلاف ہے تو اُس نے اُنہیں یہ
کہہ کر سختی سے جھڑک دیا کہ آپ لوگوں کو مجھ پر اعتبار
نہیں ہے۔ اُنھوں نے تو اُس کی جھڑکی سہلی
لیکن امرا کو اس سرزنش کی برداشت نہ ہوی
اُنہوں نے اُس سے صاف صاف کہہ دیا کہ
قانون آزمایش کو یوں اپنی مرضی سے کالعدم کردینا بادشاہ
کے حیطۂ اختیار سے باہر ہے۔ بات بڑھتی دیکھ کر جیمز نے
ماہ دسمبر ۱۶۸۵ء میں پارلیمنٹ کے اجلاس ہی کو ملتوی کردیا
اس کے بعد پھر کبھی اس پارلیمنٹ کا اجلاس نہ ہونے
پایا بلکہ وقتاً فوقتاً ملتوی ہوتی رہی اور دو سال بعد
توڑ دی گئی۔ جیمز کو پارلیمنٹ کے انعقاد کی اجازت دینے
میں کوئی عذر تو نہ تھا بشرطیکہ مبعوثین اُس کی ہاں میں
ہاں ملاتے جائیں لیکن یہ صورت کبھی رونما نہ ہونے پائی۔
اس طور پر جیمز نے جمہور کی مخالفت کو روک دیا
لیکن لوگوں کی زبان کو روکنا اُس کے بس میں نہ تھا
ان دنوں لندن کے قہوہ خانے لوگوں کے روزانہ

قانون آزمایش کی خلاف ورزی پر پارلیمنٹ کا اعتراض ۱۶۸۵ء

میل جول کے اڈے بنے ہوے تھے۔ اول اول ایک ترکی سوداگر نے کرامول کے زمانہ میں ایک قہوہ خانہ کھولا تھا۔ اس کے بعد ان کا رواج ایسا عام ہوا کہ شہر کے تمام حصوں میں قہوہ نوشی کی ایک ایک دکان قایم ہوگئی۔ ہر شخص اپنی پسند کی دکان میں وقت مقررہ پر پہنچ جاتا تھا اور وہاں اپنے خاص خاص دوستوں سے ملتا تھا۔ یہ صحبتیں بڑی پر لطف ہوتی تھیں۔ قہوہ کا دور

لندن کے قہوہ خانے

چلتا تھا۔ تنباکو کے دھوئیں اڑتے تھے اور معاشرت کے حسن و قبح ادب کے نکات سیاست کے رموز یا مذہب کے مسایل پر گرما گرم مباحثے ہوتے تھے۔ قہوہ خانۂ وِل واقع کاونٹ گارڈن کیطرح جن قہوہ خانوں میں لوگوں کی کثرت سے آمد و رفت تھی اُن پر بجاے خود چھوٹی چھوٹی پارلیمنٹوں کا گمان ہونے لگا تھا اور اُن کا اثر اس قدر بڑھ گیا تھا کہ چارلس ثانی نے ۱۶۷۵ئہ میں انہیں بند کر دینے کی کوشش کی تھی لیکن اس پر ایسا شور و غل مچا کہ چارلس کو دوبارہ اُن کے کھولنے کی اجازت دینی پڑی۔ اور اب یہ حالت تھی کہ لوگ ان میں بیٹھے ہوے ہر روز بادشاہ کی انوکھی حرکتوں کے چرچے کیا کرتے تھے۔

لیکن جیمز کو عام راے کی بہت ہی کم پروا تھی۔ پارلیمنٹ کے معرض التوا میں آتے ہی اُس نے بطور خود

سررشتہ عدالت کے تمام ارکان کی راے دریافت کی کہ آیا اُسے قانون میں شان استثنا پیدا کرنے کا اختیار حاصل ہے یا نہیں۔ ان میں سے چار حق گو شخصوں نے جی کڑا کرکے کہہ دیا کہ پارلیمنٹ سے جدا ہوکر اُسے شخصی طور پر ہرگز کوئی ایسا اختیار حاصل نہیں۔ جیمز نے انہیں موقوف کردیا اور ان کے بجاے ایسے عہدہ دار مقرر کئے جو اُس کی ہربات کی تائید و تصدیق پر آمادہ تھے۔ اس کے بعد وہ یہ چال چلا کہ سر ایڈورڈ ہیلس پر جو کیتھولک مذہب کا پیرو تھا اور جس کا تقرر اُس نے ڈوور کی گورنری پر کیا تھا قانون آزمایش کی شرایط بجا نہ لانے کے الزام میں مقدمہ قایم کرادیا۔ جب مقدمہ کی سماعت ہوی تو ہیلس نے یہ عذر پیش کیا کہ بادشاہ نے مجھے آزمایش سے مستثنیٰ کردیا تھا۔ عدالت کے ارکان پہلے ہی بادشاہ سے ملے ہوے تھے۔ اُنہوں نے ہیلس کی اس عذر داری کو واجبی تسلیم کرکے اُس کے حق میں فیصلہ صادر کردیا۔

اختیارات استثنا

قانون کا منشہ یوں چڑانے کے بعد جیمز نے یہ رویہ اختیار کرلیا کہ کلیساے انگلستان کے پیرووں کو سرکاری خدمتوں سے برطرف کرتا تھا اور اُن کی جگہ کیتھولک مقرر کردیتا تھا۔ اب ایک اور نیا طریقہ جو "رسم خلوت" کے نام سے مشہور ہے اُس کے معمولات میں داخل

سرکاری خدمتوں پر کیتھولکوں کا تقرر

ہوگیا۔ یعنی وہ ارکان دولت کو اپنے خلوت خانہ میں الگ لے جاکر دریافت کرتا تھا کہ اُنہیں قانون آزمائش کے خلاف راے دینی منظور ہے یا نہیں۔ اگر کوئی بدنصیب انکار کرتا تھا تو بہت جلد اپنی خدمت سے برطرف کردیا جاتا تھا۔ خود جیمز کے حقیقی برادران نسبتی کو جو ہرطرح سے حکومت وقت کے وفادار تھے یہی خمیازہ کھینچنا پڑا۔ بڑا بھائی لارڈ کلیرنڈن آیرلینڈ سے واپس بلا لیا گیا اور اُس کی بجاے ایک کیتھولک امیر لارڈ ٹرکانل کی تعیناتی عمل میں آئی۔ چھوٹے بھائی لارڈ راچسٹر کے ساتھ بھی جو خزانہ کا افسر اعلی تھا یہی سلوک ہوا۔ جنگی بیڑے کا نائب امیرالبحر آرتھر ہربرٹ بھی خدمت سے ہٹا دیا گیا۔ اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ جیمز نے چار کیتھولک امرا اور اپنے امین معاصی پادری پیٹر کو جو فرقہ جیسوئیٹ سے تعلق رکھتا تھا پریوی کونسل کا رکن بنا لیا۔

جیمز نے عدالت عالیہ قسیسیہ کو جس کی موقوفی سنہ ۱۶۴۱ء میں عمل میں آئی تھی ازسرنو قایم کیا اور جفریز کی صدارت میں سات ارکان اس عدالت کے لئے مقرر کئے گئے۔ ایک پادری ڈاکٹر شارپ نے ایک اختلافی مسئلہ پر گرجا میں تقریر کی تھی۔ اسقف لندن کامپٹن سے اس پادری کے تعطل کا مطالبہ ہوا۔ لیکن اس نے یہ مطالبہ تسلیم نہ کیا۔ اس پر اس عدالت نے خود اسقف

عدالت عالیہ قسیسیہ سنہ ۱۶۸۶ء

ہی کو معطل کر دیا۔

اب قصر وہایٹ ہال میں بادشاہ کے لئے ایک نیا کیتھولک کنیسہ تعمیر کیا گیا اور ایک اور کنیسہ شہر کے اندر دول خارجہ کے سفیروں میں سے ایک کے واسطے بنایا گیا۔ کیتھولک راہبوں کے مختلف طبقے لندن میں آباد ہونے لگے اور فرقہ جیسویٹ نے سیوائے میں ایک بہت بڑا مدرسہ قایم کیا۔ لوگوں کا پیمانہ صبر و تحمل اب لبریز ہوگیا اور خود جیمز کو بھی اُن کی برافروختگی کا احساس ہونے لگا۔ شہر میں کئی مقامات پر بلوے ہوگئے اور اس خیال سے کہ مبادا عام بغاوت ہو جائے جیمز نے اہل لندن کو مرعوب کرنے کے لئے ہونسلو میں تیرہ ہزار فوج کی چھاؤنی قایم کردی۔ اس کے بعد کلیسائے انگلستان کے طریقہ سے ابا کرنے والے فریق کی امداد حاصل کرنے کی امید پر جیمز نے بتاریخ ۴ ہر اپریل ۱۶۸۷ء ایک اور فرمان اس اعلان کے ساتھ جاری کیا کہ فرقہ کیتھولک اور نیز اہل خلاف یعنی کلیسائے انگلستان سے اختلاف رکھنے والی جماعت کو پوری مذہبی آزادی حاصل ہوگی۔ وہ اپنے اپنے طریقہ پر عبادت کرسکیں گے اور قانون آزمائش کی کسی دفعہ کی پابندی کے بغیر سرکاری خدمتوں پر مامور ہوسکیں گے۔ اہل خلاف کی ایک قلیل جماعت نے

ہونسلو کی چھاؤنی

فرمان مراعات ۴ ہر اپریل ۱۶۸۷ء

بادشاہ کے ہوا خواہوں کے اقتضا میں فرمانِ مراعات کے اجرا پر گرمجوشی کے ساتھ مسرت و امتنان کا اظہار کیا لیکن جو اعیان قوم ذرا زیادہ نکتہ رس اور دور اندیش تھے تاڑ گئے کہ بادشاہ محض اپنے طرف داروں کے لئے رستہ صاف کرنا چاہتا ہے۔ اسی لئے اُنھوں نے ایک ایسے مراعاۃ کے قبول کرنے سے انکار کردیا جس کے عطیہ کا قانوناً اُسے کوئی اختیار نہ تھا۔

غرض جیمز نہایت بیدردانہ طریق پر اہل انگلستان کی آئینی آزادی کو پاے استبداد سے روندنے میں مصروف تھا۔ پاپاے انوسنٹ یازدہم نے جو ایک نیک نفس اور دانشمند شخص تھا اُسے لکھ لکھ کر بہتیرا سمجھایا کہ تحمل اور میانہ روی سے کام لے۔ شاہ لوئی نے بھی بار بار اُسے محتاط ہونے کا مشورہ دیا۔ اور تو اور خود اُس کی کیتھولک رعایا نے اُس سے بمنت التجا کی کہ قانون ملک کے مطابق حکومت کرے۔ لیکن وہ بھلا کسی کے صلاح و مشورہ کو کب خاطر میں لانے والا تھا۔ اُس کے کان پر جوں تک نہ رینگی اور پادری پیٹر کا جادو اُس پر کچھ ایسا چلا ہوا تھا کہ اُس کے دل میں یہ بات پختہ طور پر جم گئی تھی کہ اگر میں نے استقلال سے اپنا وطیرہ قایم رکھا تو بالآخر لوگ مجھے اپنا بہی خواہ سمجھ کر سر تسلیم خم کردیں گے۔

جیمز کی پنبہ درگوشی

اب اُس نے یونیورسٹیوں کے معاملات میں بھی مداخلت شروع کردی۔ ایک کیتھولک پادری ڈاکٹر میسی کو کرائسٹ چرچ کالج آکسفرڈ کا ناظم دینیات مقرر کیا۔ دارالعلم کیمبرج میں ڈاکٹر پچل کو اس خطا پر معطل کردیا کہ اُس نے ایک کیتھولک راہب کو سند فضیلت عطا نہ کی تھی اور آکسفرڈ کے میگڈین کالج کے فیلوؤں (شرکا) کو اس الزام میں کالج سے نکال دیا کہ وہ ایک کیتھولک ڈاکٹر پارکر کو اپنا صدرنشین منتخب کرنے پر رضامند نہ تھے۔ اس کے مہینہ بھر بعد جیمز نے پارلیمنٹ کو جس کا کوئی اجلاس دو سال سے نہ ہوا تھا توڑ دیا اور نئے انتخابات کی تیاریاں شروع کیں۔ ہر ضلع کے حاکم اعلیٰ نائب حاکم اعلیٰ اور افسران عدالت سے دریافت کیا جاتا تھا کہ آیا وہ ایسے وکلا کے انتخاب کی تائید کے لئے تیار ہیں یا نہیں جو قانون آزمائش اور قوانین تعزیری کے خلاف رائے دینے پر آمادہ ہوں گے۔ اور جس شخص کا جواب نفی میں ہوتا تھا اس کی بجائے کوئی دوسرا شخص مقرر کردیا جاتا تھا۔ ان سب باتوں پر یہ واقعہ مستزاد ہوا کہ پاپائے روما کا سفیر دربار انگلستان میں مقرر ہوگیا اور جیمز نے اُس کے استقبال کی رسم بڑے کروفر سے ادا کی۔

شرکائے میگڈین کالج کا اخراج۔ ۱۶۸۷ء

مدبرین انگلستان کو اب یقین ہوگیا کہ اگر جیمز کی

جابرانہ کارروائیوں کی روک تھام کے لئے جلد کوئی تدبیر اختیار نہ کی گئی تو ملک میں اندھیر مچ جائے گا۔ چنانچہ انہوں نے آپس میں صلاح و مشورہ کر کے خفیہ طور پر ایک قاصد ولیم امیر آرنج کے پاس اس پیغام کے ساتھ ہالینڈ بھیجا کہ آئے اور اہل انگلستان کے حقوق اور آزادی کی حمایت کا بیڑا اٹھائے۔ ولیم اس دعوت کے قبول کرنے کو بالکل آمادہ تھا اس لئے کہ خود وہ اور یورپ کے تمام پراٹسٹنٹ والیان ملک جیمز کے حلیف لوئی چہاردہم کی روز افزوں طاقت سے بے حد خایف ہو رہے تھے اور اُن کی مصلحت اسی امر کی مقتضی تھی کہ انگلستان پراٹسٹنٹ قوت کا ایک زبردست مرکز بنا رہے

ولیم امیر آرنج سے نامۂ پیام
مئی ۱۶۸۸ء

لیکن سردست دو باتیں ولیم کے عزم انگلستان کی سنگ راہ تھیں۔ اول تو اُس کو اس اطمینان کی ضرورت تھی کہ انگریزی قوم کے تمام فریق اُس کا ساتھ دیں گے۔ دوسرے ہالینڈ فرانسیسی فوج کی دستبرد کی زد میں تھا اور اس خطرہ کی موجودگی میں وہ اپنا ملک چھوڑ کر کسی دوسری جگہ جا نہ سکتا تھا۔ لیکن چند مہینے بعد واقعات نے کروٹ بدلی اور اُس کے لئے رستہ صاف ہوگیا یعنی ماہ ستمبر ۱۶۸۸ء میں لوئی کی جرمنی کے ساتھ جنگ چھڑ گئی۔ اب اُسے اپنی ہی پڑ گئی اور ولیم پوری طرح آزاد ہوگیا۔ اس عرصہ میں انگلستان کے اندر بڑے بڑے اہم

واقعات ظہور پذیر ہو چکے تھے۔ ۱۰ر جون ۱۶۸۸ء کو شاہ جیمز کے محل میں بیٹا پیدا ہوا۔ اُس کی دوسری ملکہ میری شہزادی ماڈینا اتنی مدت سے بے اولاد چلی آتی تھی، کہ کسی کو امید نہ تھی کہ اُس کی گود کبھی بھرے گی۔ اور لوگ اس خیال سے بادشاہ کی بے عنوانیوں کو صبر و شکر کے ساتھ برداشت کر رہے تھے کہ جب اُس کا انتقال ہوگا تو میری شہزادی آرنج کے تخت نشین ہوتے ہی تمام معاملات سدھر جائینگے اب یہ امید بھی جاتی رہی اور اگرچہ جیمز تو مارے خوشی کے جامہ میں پھولا نہ سمایا لیکن تمام قوم کے دل پر مایوسی چھا گئی۔ لوگوں کو تو یہ بھی باور نہ آتا تھا کہ نوزائیدہ بچہ حقیقت میں ملکہ کے بطن سے تولد ہوا ہے۔ وہ برابر یہی کہتے تھے کہ یہ کسی غیر کا بچہ ہے جو چپکے سے لاکر ملکہ کی گود میں ڈال دیا گیا ہے تاکہ وارث تاج و تخت ایک کیتھولک شہزادہ ہو۔ اور عوام کا مدتوں یہی خیال رہا۔

جیمز کے بیٹے کا تولد ۱۰ر جون ۱۶۸۸ء

اس کم نصیب بچے کے پیدا ہونے سے ایک مہینہ پہلے جیمز نے "فرمان مراعات" مکرر صادر کیا تھا اور حکم دیا تھا کہ تمام پادری آیندہ سبت اور اس سے بعد والے سبت کے روز اسے اپنے اپنے گرجاؤں میں پڑھ کر سنائیں۔ اس فرمان کا صدور سراسر خلاف قانون تھا اور پیروان کلیسائے انگلستان اس کے مطالب کو اپنے

معتقدات کے خلاف بھی سمجھتے تھے۔ چنانچہ سات اسقفوں نے جن میں کنٹربری کا صدر اسقف سنکرافٹ بھی شریک تھا ایک محضر جس پر سب کے دستخط ثبت تھے اس التجا کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا کہ پادریوں کو اپنے ضمیر کے خلاف فرمان مراعات کے پڑھنے پر مجبور نہ کیا جائے۔ جیمز کو اس پر سخت طیش آیا اور یہ سن کر اُس کے غیظ و غضب کی کوئی انتہا نہ رہی کہ اول تو اُن ایام سبت میں جنکا حوالہ اُس کے حکم میں درج تھا کسی پادری نے فرمان مذکور پڑھا ہی نہیں اور اگر کسی نے پڑھا بھی تو لوگ گرجا سے اٹھ کر چلے گئے۔ اب جیمز نے حکم دیا کہ حکومت وقت کے خلاف محضر مرتب کرکے گزرا ننے کے لحاظ سے تمرد کی علت میں اساقفہ پر مقدمہ چلایا جائے۔ اور جب اُنہوں نے ضمانت داخل کرنے سے انکار کرکے صرف ذاتی مچلکہ دینا چاہا تو اُنہیں قلعہ لندنیں قید کردیا گیا۔

سات اساقفہ کا محضر

قوم کے تیور آخر بگڑ گئے۔ سارے انگلستان میں ایک آگ سی لگ گئی اور جب وہ کشتی جس میں اسقفا سوار تھے دریاے ٹیمز میں سے ہوتی ہوئی قلعہ لندن کی طرف چلی تو لوگوں کا ایک جم غفیر دریا کے کنارے جمع ہوکر قیدیوں کے ساتھ بآواز بلند ان الفاظ میں اظہار ہمدردی کرنے لگا کہ "ان پر خدا کی رحمت ہو۔ انکو

خدا اپنے حفظ و امان میں رکھے!"۔ برسٹل کا اسقف ٹریلانی بھی ان سات اسقفوں میں شامل تھا۔ اہل انگلستان کے جذبات میں جو عام ہیجان اس وقت پیدا ہو گیا تھا اُس کا اندازہ اس ایک واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ دور دست مغربی اضلاع کے کسانوں کی زبان پر بھی یہ الفاظ جاری تھے کہ ٹریلانی کا کوئی بال تو بیکا کر دیکھے کارنوال کے تیس ہزار کرنیل جوان اس کی خاطر مرنے مارنے کو تیار کھڑے ہیں۔

جب مقدمہ کی سماعت کا دن آیا تو بڑے بڑے مشہور قانون داں مقدمہ کی پیروی کے لئے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کے خواہشمند نظر آتے۔ خلقت کے ہجوم کا یہ حال تھا کہ عدالت کے چاروں طرف کوسوں لوگوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ جمے ہوئے تھے۔ ارکان جوری اس حالت میں اگر ملزموں کو مجرم قرار دینا بھی چاہتے تو انہیں اس کی ہمت نہ پڑتی۔ آخر جب اس فیصلہ کا اعلان ہوا کہ ملزموں پر جرم ثابت نہیں ہے تو شہر گھنٹیوں کی ٹن ٹن سے گونج اٹھا۔ گرجاؤں میں لوگوں کے ہجوم سے تل رکھنے کو جگہ نہ رہی۔ جابجا اظہار مسرت و شادمانی کے لئے الاؤ روشن کئے گئے اور لوگوں کی از خود رفتگی کا یہ عالم تھا کہ نہ صرف وہ چلّاتے اور نعرے مارتے تھے

اساقف کے مقدمہ کی سماعت
۲۹ و ۳۰ جون ۱۶۸۸ء

بجلا مارے خوشی کے رونے لگتے تھے۔ جیمز ہونسلو میں تھا کہ ساری چھاؤنی میں یک بیک ایک غلغلہ عظیم بلند ہوا۔ جب اُس نے اس شور و غل کی وجہ دریافت کی تو لارڈ فیور شام نے جواب دیا کہ کچھ بھی نہیں بات صرف اتنی ہے کہ چھاؤنی کے سپاہی خوش ہورہے ہیں کہ اساقفہ الزام سے بری ہو گئے جیمز نے بگڑ کر کہا کہ خوب! تمہارے نزدیک یہ بات کچھ ہے ہی نہیں اچھا رہ تو جائیں۔ ان کو بھی قدر عافیت معلوم ہوگی انکو تو قدر عافیت کیا معلوم ہوتی البتہ چار مہینے بعد خود جیمز کو ضرور معلوم ہوگئی۔

ساتوں اساقفہ ۳۰ر جون کو رہا ہوئے اور اُسی دن ایرالجر ہربرٹ ایک معمولی ملاح کے بھیس میں ولیم کے پاس ایک خاص پیغام دعوت لے کر گیا جس پر متعدد امرا کے دستخط تھے۔ دستخط کرنے والوں میں فریق ٹوری کا نمایندہ لارڈ ڈینبی فریق وھگ کا امیر ڈیون شایر کلیسا کا اسقف کامپٹن اور جنگی بیڑے کا لارڈ ایڈورڈ رسل تھا۔ مبعوثین جمہور لارڈ شریوسبری لارڈ لملی اور ہنری سڈنی تھے۔ ولیم کو اب اطمینان ہوگیا کہ سارا انگلستان اُس کا ساتھ دے گا

امرا نے ولیم کو بلایا ۳۰ر جون ۱۶۸۸ء

۳۰ر ستمبر کو جب لوئی جرمنی کے ساتھ جنگ کرنے میں مصروف تھا اُس نے اس مضمون کا ایک اعلان جسکی

اشاعت بہت جلد طول و عرض انگلستان میں ہوگئی جاری کیا کہ ایک آزاد اور قانونی پارلیمنٹ کے قیام کی غرض سے میں شہزادی میری کے شوہر ہونے کی حیثیت سے فوج لئے ہوئے انگلستان آرہا ہوں۔

اب جیمز کے حواس ٹھکانے ہوئے۔ اضلاع کے برطرف شدہ حاکمان اعلیٰ کو اُس نے بحال کردیا۔ یونیورسٹیوں سے جو شرکا خارج کئے گئے تھے وہ بھی پھر داخل کرلئے گئے۔ شہروں کی سند آزادی جو چھین لی گئی تھی ازسرنو واپس دے دی گئی اور پادری پیٹر کونسل سے الگ کردیا گیا۔ لیکن تلافی مافات کا وقت اب گزر چکا تھا۔

ولیم کی لنگر اندازی
۵ نومبر ۱۶۸۸ء

۵ نومبر ۱۶۸۸ء کو ولیم تیرہ ہزار کی جمعیت کے ساتھ ٹوربے کی بندرگاہ میں لنگر انداز ہوا اور اگرچہ شروع شروع میں مانمتھ کی بغاوت کے خوفناک انجام کو یاد کرکے لوگوں نے اُس کے ساتھ آملنے میں تامل کیا لیکن زیادہ دن نہ گزرنے پائے تھے کہ امرا اور شرفا کا ایک جم غفیر اُس کے جھنڈے تلے آجمع ہوا۔ یہ خبر سن کر جیمز کو کچھ بہت زیادہ تشویش نہ ہوی۔ وہ پہلے ہی جانتا تھا کہ ولیم شمال کے طرف سے حملہ آور ہوگا۔ اور اسی لئے اُس نے اپنی فوج کا ایک دستہ بھی اسی سمت میں اُس کا آگا روکنے کے لئے روانہ کردیا تھا۔ اب اُس نے

ان تمام پلٹنوں کو واپس طلب کر کے مغربی علاقہ کی طرف بڑھنے کا حکم دیا تاکہ ولیم کا تعلق ملک کے باقی تمام حصوں کے ساتھ منقطع ہو جائے اور پھر وہ ایک اتنی بڑی فوج ولیم کے مقابلہ میں لائے کہ ایک ہی حملہ میں اُس کے پاؤں اکھڑ جائیں۔ غرض ۱۹ر نومبر کو وہ سالسبری کے مقام پر اپنے لشکر سے آملا۔ لیکن تاریخ نے اس مرتبہ اپنے آپ کو معمول کے موافق پھر دہرایا اور جو تلخ تجربہ دوسو سال پہلے رچرڈ کو ہوا تھا وہی جیمز کے آگے آیا۔ جن لوگوں کو وہ اپنا دوست سمجھے ہوئے تھا اُن سب کے سب نے وقت پر اُس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ لارڈ چرچل اور بہت سے دوسرے افسر اور سپاہی ولیم کی فوج میں جاملے اور شہروں کے عامل کھلم کھلا پراٹسٹنٹ فریق کے طرفدار ہوکر ولیم کا دم بھرنے لگے۔

اور تو اور خود جیمز کی حقیقی بیٹی این اپنے شوہر جارج شہزادہ ڈنمارک کے ساتھ بھاگ کر ڈینبی کے پاس ناٹنگھم چلی گئی۔ بدنصیب بادشاہ جس کا ساتھ مصیبت کے وقت سب نے چھوڑ دیا تھا چاروں طرف سے مایوس ہوکر بے یار و مددگار لندن واپس آیا اور اپنی بی بی اور بچے کو فرانس روانہ کر کے خود بھی رخت سفر باندھ کر اُن کے پیچھے پیچھے چلا ہی تھا کہ

جیمز کا فرار
۲۲ر دسمبر ۱۶۸۸ء

چند ماہی گیر اُسے پکڑکر ولیم کے پاس لے آئے۔ لیکن ولیم کے مصالح اس امر کے مقتضی نہ تھے کہ وہ انگلستان میں رہے۔ اُس نے دکھاوے کے لئے جیمز کو راچسٹر میں نظر بند تو کر دیا لیکن پہرہ کا انتظام عمداً ایسا کیا کہ جیمز اگر چاہے تو آنکھ بچاکر نکل جائے۔ چنانچہ ۲۳ر دسمبر ۱۶۸۸ء کو وہ کسی روک ٹوک کے بغیر راہی فرانس ہوگیا۔ روانگی سے قبل اُس نے وہ تمام نوشتہ جات جو انتخاب مبعوثین کے لئے سپرد قلم ہوئے تھے تلف کر دئے اور شاہی مہر دریائے ٹیمز میں پھینک دی۔ اس کارروائی سے اُس کا مقصد یہ تھا کہ تمام معاملات کو درہم وبرہم اور دفتر حکومت کو پراگندہ کرتا جائے۔ اسی کے ساتھ اُسے امید تھی کہ وہ بہت جلد واپس آکر ایک فرانسیسی فوج کی مدد سے اپنی سلطنت کو بزور شمشیر پھر فتح کرے گا۔ جب وہ فرانس پہنچا تو لوئی چہاردہم نے بڑے اعزاز واکرام سے اسکا خیر مقدم کیا اور اُس کو اور اُس کی ملکہ کو ایک شاہی محل میں اتارا۔

اس طور پر انقلاب حکومت کامیابی کے ساتھ وقوع میں آیا اور خون کا ایک قطرہ بھی گرنے نہ پایا لندن میں عوام الناس کے ہجوم نے اگرچہ اس موقع پر کیتھولک کنیسوں کو تو لوٹا لیکن وزیر خزانہ جفریز

کے علاوہ جس کی طرف سے اُن کے دل میں خاص نفرت بیٹھی ہوی تھی اور کسی کو ذرا نقصان نہ پہنچایا۔ جفریز ڈر کے مارے ویپنگ کے ایک شراب خانہ میں جا چھپا تھا۔ رئیس بلدیہ نے جب اُسے امان دے کر صحیح وسلامت قلعہ لندن میں بھجوا دیا تو اُس کی جان میں جان آئی۔ اور اسی قید کی حالت میں اگلے سال اس کا انتقال ہوگیا۔

جفریز کا انجام

قصر سینٹ جیمز سے جیمز کی دایمی رخصت کے چند ہی گھنٹے بعد ولیم اس شاہی محل میں داخل ہوا۔ انگریزی اسکاٹلینڈی اور ولندیزی فوجیں لندن کے مختلف مقامات میں تعینات کی گئیں اور ازسرنو امن و امان قایم ہوگیا کچھ دن بعد دارالامرا کے اراکین کا اجلاس منعقد ہوا اور چونکہ دارالعوام موجود نہ تھا اس لئے ایک صدر مجلس قایم کی گئی جس میں اُن تمام مبعوثین کے علاوہ جو چارلس ثانی کے عہد میں رکن پارلیمنٹ تھے رئیس بلدیہ لندن ملک التجار اور لندن کی مجلس شورائے عمومی کی ایک کمیٹی کو شامل کرلیا گیا۔ اب دارالامرا اور اس صدر مجلس نے متفقہ طور پر ولیم سے درخواست کی کہ سردست عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لیکر انگلستان کے تمام انتخابی حلقوں کے نام اس مضمون کا ایک گشتی مراسلہ جاری کرے کہ ایک مجلس

خلوِ تخت سلطنت
۲۳ دسمبر سنہ ۱۶۸۸ء ۱۳ فروری سنہ ۱۶۸۹ء

معہود کے لئے اراکین منتخب کرکے بھیجیں۔ مجلس معہود کے انتخاب کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ انگلستان کے دستور اساسی کی رو سے پارلیمنٹ کی طلبی بادشاہ ہی کی جانب سے عمل میں آسکتی تھی اور اس وقت ملک میں کوئی بادشاہ موجود نہ تھا۔ غرض جب ۲۲ر جنوری ۱۶۸۹ء کو اس مجلس کا اجلاس ہوا تو بہت کچھ ردّ و قدح کے بعد یہ بات طے پائی کہ ولیم اور میری کے بادشاہ و ملکہ ہونے کا اعلان کیا جائے اور حکومت صرف ولیم کرے۔ ولیم اس بات کو قبول نہ کرتا تھا کہ اُس کی حیثیت محض نائب السلطنتہ کی ہو اور میری چاہتی تھی کہ تمام اختیارات سے اپنے شوہر کے حق میں دست کش ہو جائے۔

لیکن امرا اور عوام نے عزم بالجزم کرلیا کہ پہلے بادشاہ کے اقتدارات کی حدود معین کردیجائیں تاکہ پھر کسی نزاع کا احتمال باقی نہ رہے۔ چنانچہ اُنہوں نے "اعلان حقوق رعایا" کے نام سے ایک مسودہ قانون مرتب کیا جسنے چند مہینے بعد باضابطہ طور پر قانون کی شکل اختیار کرلی۔ اس دستاویز میں بطور تمہید جیمز پر یہ الزام لگانے کے بعد کہ اُس نے قوانین ملک کو ملیامیٹ کرنے کی کوشش کی تھی اُنہوں نے حسب ذیل مراتب درج

مسودہ قانون حقوق رعایا ۱۶۸۹ء

کئے۔ (۱) عدالت عالیہ قسیسیہ کا قیام خلاف قانون تھا (۲) بادشاہ کو پارلیمنٹ کے استمزاج کے بغیر قوانین کو موقوف یا منسوخ کرنے یا رعایا پر محصول لگانے یا مستقل فوج رکھنے کا اختیار حاصل نہیں ہے۔ (۳) رعایا کو حق حاصل ہے کہ بادشاہ کی خدمت میں عرض مدعا کے لئے کوئی محضر پیش کرے۔ (۴) مبعوثین کا انتخاب آزادانہ طور پر عمل میں آنا لازمی ہے۔ مبعوثین کو پارلیمنٹ کے اجلاس میں تقریر کی پوری آزادی ملنی چاہئے اور پارلیمنٹ کے اجلاس وقتاً فوقتاً منعقد ہونے چاہئیں تاکہ رعایا کی شکایات رفع ہوسکیں اور اساس قوانین استوار ہوسکے۔ (۵) اراکین جوری کا انتخاب دیانت داری اور نیک نیتی کے ساتھ ہونا چاہئے اور مقدمات خلاف ورزی باسرکار میں ضرور ہے کہ صاحب جائداد غیر منقولہ ہونے کے لحاظ سے وہ معافیدارانہ حیثیت رکھتے ہوں (۶) سنگین جرمانے صادر نہ ہونے چاہئیں اور بے دردانہ اور غیر معمولی سزائیں نہ دی جانی چاہئیں۔ (۷) آیندہ کے لئے انگلستان کا تاجدار ہرگز ایسا شخص نہ ہونا چاہئے جو کیتھولک عقاید رکھتا ہو۔ ان مراتب ہفت گانہ کی تصریح کے بعد مسودہ نگاروں نے بیان کیا کہ اہل انگلستان کی آزادی اور اُن کے حقوق انفرادی واجتماعی کے تحفظ کے لئے بادشاہ پر ان ساتوں شرایط کی

پابندی لازمی ہے۔ چنانچہ انہیں شرایط کے ساتھ ۱۳؍ فروری ۱۶۸۹ء کو ولیم اور میری بادشاہ و ملکہ انگلستان مشتہر کئے گئے۔ اور یہ بھی قرار پایا کہ اگر ولیم کے جیتے جی میری کا انتقال ہو جائے تو ولیم بدستور تن تنہا برسر حکومت رہے اور این اور اُس کی اولاد بعد میں وارث تاج و تخت ہو۔

ولیم ثالث

۱۶۸۹ء لغایت ۱۷۰۲ء

تاجپوشی کی رسم ۱۱؍ اپریل ۱۶۸۹ء کو ادا ہوئی اور پارلیمنٹ کے آزادانہ فیصلہ کی بنا پر ولیم امیر آرنج فرمانروائے انگلستان قرار پایا۔ لیکن وہ خوب جانتا تھا کہ تخت سلطنت کے چلتے اُسے نیام سے تلوار نکالنی پڑیگی لوئی چاردہم نہ صرف جیمز کا حلیف تھا بلکہ خود بھی ولیم کو انگلستان میں پریشان رکھنا چاہتا تھا تاکہ وہ یورپ میں آکر فرانس کا مقابلہ نہ کرسکے۔ اسی خیال سے اُس نے جیمز کو روپیہ اور فوج دیکر آیرلینڈ بھیجدیا جہاں کا

جیمز کا خیر مقدم آیرلینڈ میں | کیتھولک نائب حکومت ٹرکانل بیس ہزار فوج کے ساتھ اُسے تسخیر انگلستان میں مدد دینے کے لئے

تیار تھا جیمز نے جہاز میں سوار ہوکر ۱۲ر مارچ کو کنیل میں لنگر ڈالا اور ۲۴ر مارچ کو جبکہ ولیم کے سرپر ابھی لندن میں تاج بھی نہ رکھا گیا تھا ڈبلن میں اُس کا خیر مقدم نعرہ ہائے مسرت کے ساتھ کیا جارہا تھا۔

خود انگلستان میں بھی ولیم کی بادشاہی پر ساری قوم کا اجماع نہ تھا۔ بحالی حکومت شاہی کے وقت سے مقتدایان کلیسا عامہ خلایق کو اس اصول کی تلقین کرتے چلے آتے تھے کہ بادشاہ پرتو ذات باری اور زمین پر خدا کا نایب ہے اور رعایا پر بر سبیل انفعال اسکی اطاعت فرض ہے۔ مگر اب اس اصول کی صریحاً خلاف ورزی ہوی تھی۔ رعایا نے اپنے بادشاہ کے خلاف علم تمرد بلند کیا تھا اور پارلیمنٹ نے اُسے معزول کرکے اُسکی بجائے ایک اور بادشاہ کا انتخاب کرلیا تھا۔ اِسی لئے جب

اہل انحراف
سنہ ۱۶۸۹ء

پارلیمنٹ کے ارا کین اور عہدہ داران سرکاری سے ولیم کی اطاعت کا حلف لیا جانے لگا تو کنٹربری کے صدر اسقف اور اساقف سبعہ میں سے پانچ نے پادریوں کی ایک تعداد کثیر اور نیز ایک اور جماعت نے حلف اٹھانے سے انکار کردیا۔ یہ لوگ اہل انحراف کے نام سے موسوم ہوے اور اگرچہ ان سے چشم پوشی کی گئی لیکن سرکاری خدمتوں سے الگ کردئے گئے اسلئے کہ انہیں اپنے عقیدہ میں اس قدر غلو تھا کہ گرجاؤں

یں شاہ ولیم کے لئے دعا تک مانگنے کے روادار نہ تھے ان لوگوں نے اپنی ایک جداگانہ جماعت قایم کرلی اور اپنے اساقفہ کا انتخاب قریباً سو سال تک خود کرتے رہے تا آنکہ ۱۸۰۵ء میں طبقہ اہل انحراف کے آخری اسقف نے انتقال کیا۔ اس جماعت کے لوگ بشمول فرقہ کیتھولک

جیمزئے

(ہوا خواہان جیمز جو اب "جیکوبائٹ" (جیمزئی) کہلانے لگے تھے حکومت کے خلاف آئے دن سازشیں کیا کرتے تھے۔ ولیم کو وہ غاصب سمجھتے تھے اور جب اُنہیں چار و ناچار بادشاہ کا جام صحت پینا پڑتا تھا تو پانی کا ایک قدح بھرکر سامنے رکھ لیتے تھے گویا دل میں یہ تصور باندھ لیتے تھے کہ ہم جام صحت پیتے تو ہیں لیکن "اُس بادشاہ کا جو آن روے آب ہے"۔

اسکاٹلینڈ میں بھی جابجا ہنگامے برپا ہوے لیکن ان ہنگاموں کی وجہ اور تھی۔ متعاہدین نے جن پر ایک عرصہ دراز سے سختیاں ہورہی تھیں نہ صرف یہ کہ ولیم کی طرف داری کا بلا درنگ اعلان کردیا بلکہ کلیسائے انگلستان کے تمام پادریوں کو نکال باہر کیا اور اکثر صورتوں

کلیسائے انگلستان کے پادریوں کے ساتھ متعاہدین کی بدسلوکی

میں اُن پر بڑے بڑے ظلم کئے۔ جب امن و امان قایم ہوا تو اسکاٹلینڈ کی پارلیمنٹ میں متعاہدین ہی کا اقتدار غالب تھا اور ۱۱؍ اپریل ۱۶۸۹ء کو بمقام صلیب ایڈنبرا ولیم اور میری کے بادشاہ اور

ملکہ ہونے کا اعلان کیا گیا۔ لیکن جیمز کے ایک قدیم ہواخواہ گریہم ساکن کلیور ہاؤس الملقب بہ امیر ڈنڈی کو ابھی تک اپنے ولی نعمت کے حق نمک کا پاس تھا۔ وہ سواروں کی ایک جمعیت لے کر کوہستانی علاقہ کی طرف نکل گیا اور لاخیبر واقع انورنس میں تمام کوہستانی سرداران قبایل کو اکٹھا کر کے آمادہ جنگ ہوگیا۔ سروالٹر اسکاٹ نے ایک صدی بعد اپنی ایک نظم میں اسی واقعہ کی طرف یوں اشارہ کیا ہے۔

کہا جو یعنو نسے اپنے امیر ڈنڈی نے — سناں چلے گی تو بن جائینگے سپر سینے
ہمارے شاہ کا تاج آج آتار تو دیکھو — اتر کے خون کی ندی کے پار تو دیکھو
پلٹ کے اپنے سواروں سے پھر خطاب کیا — دلاوروں کے تہور کا احتساب کیا
وفا کے نام پہ مٹ کر دکھاؤ آج مجھے — کہ بادشاہ کی رکھنی ہے آج لاج مجھے
مثال برق درخشندہ تلملائے ہوے — بڑھو لڑائی کو جھنڈا میرا اڑائے ہوے

اس خوں چکاں آویزش کا جلد فیصلہ ہوگیا۔ جرنیل ہیو میکے کی قیادت میں ولیم نے ایک لشکر جرار ڈنڈی کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ اور اگرچہ کوہستانیوں کو کلی کرینکی کے درہ میں کامل فتح حاصل ہوی لیکن ڈنڈی میدان جنگ میں کام آیا۔ اس کے بعد کوہستانی جمعیت پیچھے ہٹ گئی اور میدانی علاقہ کو ان کی تاخت و تاراج سے محفوظ رکھنے کے لئے سرحد پر مستحکم قلعوں کا ایک سلسلہ قایم کردیا گیا۔ دو سال بعد ایک

جنگ کلی کرینکی
۲۷ جولائی ۱۶۸۹ء

ایسا درد انگیز واقعہ پیش آیا جس کی یاد سے تاریخ کی پیشانی عرق انفعال سے تر ہو جاتی ہے۔ ولیم نے تمام کوہستانی سرداروں کو یکم جنوری ۱۶۹۲ء سے پہلے پہلے حاضر ہوکر حلف اطاعت اٹھانے کے لئے طلب کیا تھا۔ ۳۱ دسمبر ۱۶۹۱ء تک تمام سردار بامتثال امرشاہی حاضر ہوگئے۔ صرف گلنکو کے قبیلہ میکڈانلڈ کا سردار آین میکڈانلڈ نے حضوری کو آخری تاریخ پر اٹھا رکھا تھا اور اس تاریخ مقام مقررہ کے بجائے غلطی سے دوسرے مقام کو چلا گیا۔ شومی قسمت سے صاحب السلّم جان ڈلریمپل نے جو وزیر اسکاٹلینڈ تھا متمردین کے لئے ایک عبرتناک مثال قایم کرنے کے لئے آین میکڈانلڈ کی غلطی سے فائدہ اٹھاکر قبیلہ گلنکو کی بیخ کنی کا فرمان ولیم سے حاصل کرلیا اور اس کام پر آرگل کے قبیلہ کیمبل کے ایک جیش کو مامور کیا جو قبیلہ میکڈانلڈ کا پشتینی دشمن تھا۔ اس جیش کے سپاہی گلنکو میں جاکر مقیم ہوے اور چند دن تک وہاں امن و سکون کے ساتھ رہ کر ایک روز علی الصباح اٹھے اور بے خبری کے عالم میں قبیلہ میکڈانلڈ کے قریب قریب تمام نفوس کو تہ تیغ کردیا۔ ولیم پر یہ بہت بڑا الزام ہے کہ جو لوگ اس غدارانہ اور سفاکانہ قتل عام کے بانی مبانی تھے انہیں اس نے اتنی سنگین سزا نہ دی جس کے وہ

گلنکو کا قتل عام ۱۶۹۲ء

متوجب تھے۔

اسی اثنا میں آیرلینڈ میں بھی دو جماعتوں کے درمیان خانہ جنگی کا ھنگامہ گرم تھا۔ رومن کیتھولک اور آیرلینڈ کی مقامی آبادی کا متحدہ فریق ایک طرف تھا اور پراٹسٹنٹ بسنے والے دوسری طرف تھے

آیرلینڈ میں خانہ جنگی ۱۶۸۹ء

جیمز انگلستان کو ازسرنو مسخر کرنے کی نیت سے آیرلینڈ آیا تھا لیکن اہل آیرلینڈ اس دھوکے میں تھے کہ وہ اُن کے مذہب کی حمایت کرنے اور اُنہیں نئے سرے سے اُن کی اراضیات کا قبضہ دلانے کے لئے آیا ہے۔ ٹرکانل نے پہلا ہی کام یہ کیا تھا کہ جنوبی اضلاع میں تمام پراٹسٹنٹوں کے ہتھیار رکھوائے تھے اور وہ اس ڈر کے مارے کہ کہیں وہ سب کے سب بے دریغ تہ تیغ نہ کردئے جائیں گھر بار چھوڑ کر تعداد کثیر میں انگلستان چلے گئے تھے۔ شمال میں جہاں نئے بسنے والوں کی کثرت تھی یہ لوگ انسکلن میں جو دریائے ارن کے کنارے واقع ہے اور شہر لنڈنڈری میں جس کا مقام وقوع دریائے فائل کا کنارہ ہے مدافعانہ مقابلہ کے لئے جمع ہو گئے۔ جب جیمز ماہ اپریل ۱۶۸۹ء میں لنڈنڈری کے بالمقابل پہنچا تو شہر کے بیوپاریوں کے شاگردوں نے پھاٹک بند کرلئے تھے اور تیس ہزار پراٹسٹنٹوں کے یہاں آپناہ لی تھی۔

یہ سچ ہے کہ لنڈی نے جو حاکم شہر تھا شہر کو جیمز کے حوالہ کردینا چاہا تھا لیکن اہل شہر اور فوج محافظ اس پر ایسی بگڑی کہ اُسے فرار ہو کر جان سلامت لے جاتے ہی بنی۔ اور اہل شہر واکر نامی ایک پادری اور میجر بیکر ایک فوجی افسر کی قیادت میں شہر پر

محاصرہ لنڈنڈری
۲۰ر اپریل ۱۶۸۹ء

بجق ولیم ایسر آرنج قبضہ کئے رہے۔ آیرلینڈ کے شمال میں جو پراٹسٹنٹوں کو عام طور پر ابھی تک آرنجی کہا جاتا ہے سو اس لفظ کی ابتدا اسی وقت سے ہوی ہے۔ غرض شہر کے محاصرہ نے بہت طول کھینچا اور محصورین پر کامل ایک سو چھبیس دن کا زمانہ بڑی سختی کا گزرا۔ ۲۰ر اپریل کو آیرلینڈ کی فوج نے سمندر کیطرف سے ناکہ بندی کردی اور دریاے فایل کے دہانہ کے بیچوں بیچ ہیزم سوختنی کے ایک انبار کی آڑ قایم کردی جس سے آذوقہ کا باہر سے آنا رک گیا۔ ۱۵ر جون کو ولیم نے اہل شہر کو کمک پہنچانے کے لئے انگریزی بیڑا روانہ کیا لیکن بیڑے کے کماندار کرنیل کرک کو ناکہ بندی توڑ کر اندر گھسنے کی ہمت نہ ہوی۔ بھوک بیماری اور موت سے بدنصیب محصورین صدہا کی تعداد میں ضایع ہو رہے تھے۔ لیکن اگرچہ کھانے کو گھوڑے کا بھی گوشت دستیاب نہ ہوتا تھا اور بقدر سدرمق جو آذوقہ بانٹا جاتا تھا وہ بھی قریب الاختتام تھا تاہم بہادر محصورین

برابر یہی کہے جاتے تھے کہ ہم کبھی ہتھیار نہ ڈالیں گے۔

آخر انگلستان سے کرک کے نام اس مضمون کا ایک تہدید آمیز حکم پہنچا کہ جس طرح بھی بن پڑے اہل شہر کو مدد پہنچائے۔ اس پر متعدد رضا کاروں نے جان جوکھوں میں پڑنے کا تہیہ کرلیا۔ اور دو جانباز جہاز رانوں نے کہا کہ ہم دریا کی ہیزی سد کو توڑ کر اپنے رسد سے لدے ہوے جہاز محصورین تک یا تو پہنچا کر رہیں گے یا اسی کوشش میں اپنی جان دے دیں گے۔ ان میں سے ایک کا نام تو بروننگ تھا جو ڈری کا رہنے والا تھا اور دوسرا ڈگلس نامی اسکاٹلینڈ کا متوطن تھا۔ ۳۰ جولائی کی شام کو ان کے جہاز پہلو بہ پہلو سیدھے سدہیزی کی طرف روانہ ہوے۔ ان کی ٹکر اس بلا کی تھی کہ سد دو ٹکڑے ہوگئی۔ اس وقت غنیم کی ایک گولی فرشتہ اجل بن کر آئی اور بروننگ کا کام تمام کرگئی۔ لیکن اُس کامرنا بے کار نہ گیا۔ گھنٹہ بھر بعد دونوں خوراک سے بھرے ہوے جہاز شہر کی فاقہ کش آبادی کے پاس پہنچ گئے۔

لنڈنڈری کے محاصرہ کا خاتمہ
یکم اگست ۱۶۸۹ء

اور دو دن بعد یکم اگست کو آیرلینڈ کی فوج خیمہ وخرگاہ اٹھاکر واپس چلی گئی۔ اور لنڈنڈری کا محاصرہ اٹھ گیا۔ اُسی دن کرنیل ولزلی نے فوج آیرلینڈ کے ایک اور دستہ کو نیوٹن بٹلر کے مقام پر جو انسکلن کے متصل

واقع ہے منتشر کردیا اور آئرلینڈ کا شمالی علاقہ جیمز کے لشکریوں سے پاک و صاف ہوگیا۔

ڈبلن میں جیمز کی بادشاہی

لیکن ڈبلن میں جیمز ابھی تک شاہانہ حیثیت سے حکمران تھا۔ اور چونکہ خزانہ میں روپیہ موجود نہ تھا اس لئے وہ پیتل کے شلنگ اور پاؤنڈ مسکوک کراکرا کر اس وعدہ پر چلاتا تھا کہ تخت انگلستان پر بیٹھتے ہی ان کھوٹے سکوں کے بجائے لوگوں کو سونے چاندی کے کھرے سکے دے گا۔ آئرلینڈ کی پارلیمنٹ نے اُس کے نام سے آئرلینڈ کے اُن باشندوں کے خلاف جو ولیم کے طرفدار تھے سخت قوانین نافذ کئے اور قریب تمام اُن انگریزوں کی جائداد کی ضبطی کا اعلان کردیا جو آئرلینڈ میں آکرآباد ہوے تھے۔ لیکن یہ قوانین چنداں موثر نہ ثابت ہوے اس لئے کہ ولیم کا جرمن سپہ سالار مارشل شامبرگ ایک فوج لے کر آئرلینڈ پہنچ گیا تھا اور اگرچہ جاڑیکے موسم میں وہ کوئی کارروائی نہ کرسکا پھر بھی پراٹسٹنٹوں کو اُس سے بہت بڑی تقویت پہنچی۔

۱۶۸۹ء کے باقی ایام میں انگلستان پر ولیم کا تسلط پوری طرح بیٹھ گیا اور نظام امن وسکون قایم ہوگیا۔ ولیم نے لایق و قابل اشخاص کو اپنی وزارت کے لئے منتخب کیا۔ ان میں سے ایک تو اُس کا پرانا

رفیق لارڈ ڈینبی تھا جس نے شہزادی میری کے ساتھ اُس کے عقد کی تجویز کی تھی (دیکھو صفحہ). دوسرا وزیر لارڈ ہیلی فیکس تھا جس کی ذات سے فریق وھگ اور فریق ٹوری کے درمیان توازن قوت برقرار رہا۔ پارلیمنٹ نے اس زمانہ میں متعدد مفید قوانین جاری کئے۔

قانون رواداری ۱۶۸۹ء

"قانون رواداری" کی رو سے اہل ابرا کو اپنے مختص الجماعت کنیسوں میں عبادت کرنے کی اجازت مل گئی لیکن فرقہ کیتھولک کے لوگ اس روادارانہ برتاؤ سے پھر بھی مستثنیٰ ہی رہے اس لئے کہ قوم ابھی تک اُن سے بہت خائف تھی۔ بادشاہ کے مصارف کے لئے بارہ لاکھ پاؤنڈ سالانہ کا محاصل الگ کر دیا گیا لیکن اراکین دارالعوام نے اب پہلی مرتبہ اس محاصل کا ایک جزو خود اپنی نگرانی میں لے لیا اور ولیم اور میری کو تین لاکھ پاؤنڈ سالانہ کا وظیفہ عمر بھر کے لئے دے دیا۔ چنگی کے محاصل کی رقم بھی جو بقدر چھ لاکھ پاؤنڈ کے تھی بادشاہ اور ملکہ کو دی تو گئی لیکن صرف چار سال کے لئے۔ اس وقت سے لے کر آج کے دن تک یہ دستور چلا آتا ہے کہ پارلیمنٹ ہر سال ملکی مصارف کے لئے رقم کی منظوری دیتی ہے۔ اس کا یہ فائدہ ہے کہ سال میں کم از کم ایک مرتبہ پارلیمنٹ کے اجلاس کا

مخارج کی سالانہ منظوری

انعقاد لازمی ہو جاتا ہے۔

ایک اور قانون کے اجرا سے فوج پر بھی پارلیمنٹ کا اختیار قایم ہوگیا۔ واقعہ یہ پیش آیا کہ اسکاٹلینڈ کے سپاہیوں کی ایک پلٹن نے ایک مرتبہ بغاوت کردی چونکہ کسی مستقل فوج باقاعدہ کا قیام خلاف قانون تھا اور اس لحاظ سے اس پلٹن پر فوج کی تعریف صادق نہ آتی تھی اس لئے سپاہیوں پر صرف عام باشندگان وطن ہونے کی حیثیت سے مقدمہ قایم کیا جاسکتا تھا۔ ارباب بینش کی آنکھیں اس واقعہ نے کھول دیں اور انھوں نے محسوس کیا کہ ایسے شورش انگیز زمانہ میں فوج کا ضابطہ قایم رکھنے کے لئے کسی سخت تر قانون کا ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ پارلیمنٹ نے "مسودہ قانون غدر" کے نام سے ایک قانون جاری کیا جس کی رو سے افسروں کو "فوجی عدالت" میں سپاہیوں پر مقدمہ چلانے کا اختیار چھ مہینے کی مدت کے لئے حاصل ہوگیا۔ اس مدت کے منقضی ہونے پر مسودہ مذکور مکرر جاری کردیا گیا اور قرار پایا کہ یہ تجدید برابر سال بسال عمل میں آتی رہے اور بادشاہ بارہ مہینے کی مدت کے لئے سپاہیوں کی ایک مقررہ جمعیت کو اپنے زیر حکم ملازم رکھنے کا مجاز ہو۔ ۱۸۷۹ء میں یہ قانون منسوخ ہوگیا اور

مسودہ قانون غدر ۱۶۸۹ء

اس کی بجاے "قانون ضابطہ نظم فوج" جاری ہوا۔ لیکن اس کی تجدید بھی سال بسال ہونی لازمی ہے۔ غرض اجلاس پارلیمنٹ کے منعقد نہ ہونے کی صورت میں بادشا کو قانوناً روپیہ اور فوج دونوں کی طرف سے جواب تھا اور اس طور پر قوم کو اس قسم کی جابرانہ دراندازیوں کا کھٹکا نہیں رہا جن کا جیمز خوگر تھا۔

فوج کا رکھنا حقیقت میں بڑا ضروری تھا اس لئے کہ لوئی جیمز کا ہاتھ پوری سرگرمی سے بٹا رہا تھا۔ ۱۶۹۰ء کے اوایل میں اس نے فرانسیسی فوج کی ایک تعداد کثیر آیرلینڈ بھیجی اور اب ولیم کے لئے بجز اس کے کوئی چارہ نہ رہا کہ مزید کمک لے کر خود موقع پر پہنچے اور آیرلینڈ ہی کے میدان میں جیمز سے نبٹ لے۔ چنانچہ ۱۴ جون کو بلفاسٹ میں داخل ہوا اور جولائی کی پہلی کو دونوں بادشاہوں کے درمیان دریاے باین کی مشہور جنگ واقع ہوی۔ انگریزی سپاہیوں نے برستی گولیوں میں دریا کے پار اتر کر دشمن کی صفیں الٹ دیں اگرچہ اُن کا قاید شابرگ پہلے ہی حملہ میں کھیت رہا۔ ولیم بھی ابتداے جنگ میں زخمی ہوا لیکن اسی حالت میں اپنی فوج کے میسرہ کو لئے ہوے وہ برابر بڑھا چلا گیا اور میدان اس کے ہاتھ رہا۔ بخلاف اس کے جیمز لڑائی کا تماشہ دور ہی سے کھڑا

دریاے باین کی جنگ یکم جولائی ۱۶۹۰ء

دیکھتا رہا اور جب اُسے اپنی فوج کے پاؤں اکھڑتے نظر آئے تو الٹے پاؤں ڈبلن پہنچا اور کنسیل سے جہاز پر سوار ہوکر فرانس چلا گیا۔ اہل آیرلینڈ کو اپنے پست حوصلہ بادشاہ کے بزدلانہ طرز عمل سے ایسی عار آئی کہ ایک دل جلے افسر نے انگریزوں سے صاف کہہ دیا کہ اپنا بادشاہ ہمیں دے دو اور ہمارا بادشاہ تم لے لو پھر ہم تمہیں بتادیں گے کہ لڑا کس طرح کرتے ہیں۔

اس افسر نے یہ بات کچھ خود ستایانہ فخاری ہی کی راہ سے نہ کہی تھی۔ آیرلینڈ والے ایک سال سے بھی اوپر برابر لڑتے رہے تا آنکہ آیرلینڈ کی فوج نے جس کی کمان فرانسیسی جرنیلوں کے ہاتھ میں تھی آہرم کے مقام پر ولندیزی سپہ سالار گنکل کے ہاتھوں شکست کھائی ۳؍ اکتوبر کو لمرک کا قلعہ جو آیرلینڈ کے ایک بہادر سردار پیٹرک سارسفلڈ کی قیادت میں باغیوں کی آخری جائے پناہ تھا گنکل کے حوالہ کردیا گیا۔ اس کے بعد فریقین کے درمیان لمرک ہی میں ایک معاہدہ ہوا جس کی روسے فرقہ کیتھولک کو اپنے طریق پر عبادت کرنے کی آزادی مل گئی۔ اس کے علاوہ ایک شرط اس عہد نامہ میں یہ بھی رکھی گئی کہ جو لوگ سارسفلڈ کے ساتھ فرانس جانا چاہیں بے روک ٹوک جا سکتے ہیں۔ کم و بیش چودہ ہزار سپاہیوں نے

عہد نامہ لمرک
۱۶۹۱ء

اس شرط کے بموجب سارسفلڈ کا ساتھ دیا اور پھر ایک صدی تک آیرلینڈ میں کوئی لڑائی نہ ہوی لیکن پراٹسٹنٹون نے جو اب برسراقتدار تھے اپنی طاقت سے ناجایز فائدہ اٹھایا۔ عہدنامہ لمرک کے سب وعدے بالائے طاق رکھ دئے گئے۔ اور وہ ظالمانہ تعزیری قوانین جو ملکہ این کے عہد میں نافذ ہوے تھے کیتھولک فرقہ کی نفرت کی آگ کے لئے ایندھن کا کام دیتے رہے۔

لمرک کے سر ہونے سے سال سوا سال پہلے ولیم انگلستان واپس چلا گیا تھا جہاں فرانس کے ساتھ جنگ جاری رکھنے کے لئے اس کا موجود ہونا بڑا ضروری تھا ۱٦۹۰ئہ میں جرمنی ہسپانیہ ہالینڈ برینڈنبرگ اورسیوائے سب نے ایکا کرکے لوئی کے خلاف ایک "اتحاد عظیم" کی طرح ڈالی۔ لیکن دول متحدہ کی سستی اور طاقتور فرانسیسی فوج کی چستی نے ایک عرصہ تک جنگ میں لوئی کا پلہ جھکائے رکھا۔ ۳۰ جون ۱٦۹۰ئہ کو یعنی جنگ باین سے صرف ایک دن پہلے فرانسیسی بیڑے نے آبنائے انگلستان میں بیچی ہیڈ کے ساحل کے قریب ولندیزی اور انگریزی بیڑوں پر حملہ کردیا۔ امیرالبحر ہربرٹ نے جو اس وقت لارڈ ٹارنگٹن کے لقب سے ملقب تھا ازراہ رقابت ولندیزوں کی مدد نہ کی۔ اس چشمک نے حلیفوں کا بنا بنایا کھیل بگاڑ دیا۔ فرانسیسیوں

اتحاد عظیم
۱٦۹۰ئہ

پیچی ہیڈ کی لڑائی
۳۰ر جون ۱۶۹۰ء

کو کامل فتح حاصل ہوی اور انہوں نے آبنائے کی موجوں کو اپنے جہازوں کی جولانگاہ بناکر ٹین ماوتھ کے گاوں کو جو ساحل انگلستان پر واقع ہے آگ لگاکر خاک سیاہ کردیا۔ فرانسیسی امیرالبحر ڈی ٹورول کا خیال تھا کہ طرفداران جیمز موقع کو غنیمت جان کر بغاوت کردیں گے لیکن فرانسیسیوں کا ساحل انگلستان پر نمودار ہونا ہی تھا کہ تمام انگریز جھٹ ولیم کے طرفدار ہوگئے اورجب وہ آیرلینڈ سے پلٹا تو قوم فوج اور روپیہ سے اُس کا ساتھ دینے کے لئے بدل وجاں آمادہ تھی کہ کسی طرح وہ فلینڈرس میں پہنچ کر لوئی سے دو دو ہاتھ کرے۔ غرض ۱۶۹۲ء کے اوایل میں ملکہ میری کو عنان حکومت سونپ کر ولیم نے لنگر اٹھایا اور تاجدار فرانس کے مقابلہ کے لئے ہالینڈ جا پہنچا۔

ولیم رخصت ہوا ہی تھا کہ جیمزیوں نے اس کے خلاف انگلستان میں سازشوں کا جال بچھانا شروع کردیا۔ جیمز کے جبر و استبداد کا قلع و قمع کرنے کے لحاظ سے اگرچہ اُس کی ذات انگریزوں کے لئے مفید ثابت

ولیم کی غیر ہر دلعزیزی

ہوی تھی لیکن وہ دل سے اس کو اچھا نہ سمجھتے تھے اس لئے کہ وہ کم سخن سخت طبیعت اور نا آشنا مزاج واقع ہوا تھا اس کے علاوہ اگرچہ اُس کی ماں چارلس اول کی بیٹی تھی پھر بھی

وہ نسباً ولندیز تھا انگریز نہ تھا۔ اس کے ہر دلعزیز نہ
ہونے کی ایک وجہ اور بھی تھی۔ یہ سچ ہے کہ انگلستان
میں اُس کی حکومت کا انداز عادلانہ و دانشمندانہ تھا
لیکن اس میں بھی کلام نہیں کہ اُس کا خیال زیادہ تر
بیرونی لڑائیوں میں بٹا رہتا تھا حالانکہ انگریزوں کو
یہ بات کسی طرح پسند نہ تھی کہ ہالینڈ کی حفاظت کا
بار اُن کی جیبوں پر پڑے۔ خود ملکہ میری کو بھی اول
اول لوگ اچھی نظروں سے نہ دیکھتے تھے۔ اور اُسے
اپنے باپ کے تخت کو غصب کرلینے کا الزام دیتے تھے
لیکن وہ ایسی نیک مزاج حلیم الطبع اور متواضع تھی
کہ آگے چل کر خلقت اُس کے گیت گانے لگی۔

لوئی کو ولیم پر فلینڈرس میں بمقام مانس ایک معرکہ
میں فتح حاصل ہوئی تھی۔ جیمزیوں نے اس موقع سے فائدہ
اٹھاکر فریق ٹوری کو جیمز کے ساتھ ساز و باز کرنے پر
برانگیختہ کیا۔ لارڈ چرچل جو اب ایرل مارلبرو کے لقب سے
ملقب تھا اس جوڑ توڑ میں شریک تھا اور

جیمزیوں کی سازشیں

لارڈ ایڈورڈ رسل جو لارڈ ٹارنگٹن کی بجائے
امارت بحری کی صدارت پر فایز ہوا تھا اس کے ساتھ
مل جانا چاہتا تھا۔ لیکن جب فرانسیسی بیڑا اس امید پر
کہ رسل اُس کا مقابلہ نہ کرے گا آبنائے انگلستان میں
آپہنچا تو انگریزی امیرالبحر کی رگ حمیت پھڑک اٹھی اور

اُس نے جوش میں آکر بے تابانہ کہا کہ یہ نہ سمجھو کہ میں خود اپنے ہی سمندر میں فرانسیسیوں کو اپنی قوم کے مقابلہ میں بازی لے جانے دوں گا۔ چنانچہ راس لاہوگ میں

جنگ لاہوگ مئی ۱۶۹۲ء

سخت مقابلہ کے بعد اُس نے غنیم پر شاندار فتح پائی اور پندرہ فرانسیسی جہازوں کو آگ لگادی جب اس بحری معرکہ کے بعد زخمی ملاح اپنے وطن کو واپس آئے تو ملکہ میری نے قصر گرینچ میں از کار رفتہ جہاز رانوں کے لئے بیت المعذورین قایم کرنے کا ارادہ کرلیا۔ لیکن قضا نے اُسے اتنی مہلت نہ دی کہ اس ارادہ کو پورا کرے۔ اس نیک مقصد کی تکمیل اُس کی وفات کے بعد ولیم نے کی اور بیت المعذورین گرینچ میں ۱۸۶۵ء تک ملاحوں کی بود و باش رہی۔ اور پھر یہ

خستہ خانہ گرینچ

بات پسندیدہ تر سمجھی گئی کہ اُنہیں وظایف دے دیا جایا کریں۔ اب اس عمارت میں ایک شاہی بحری مدرسہ فوقانیہ قایم ہے۔

غرض فرانس کے حملوں نے انگلستان کو ولیم کا اور زیادہ گرویدہ کر دیا۔ ۱۶۹۲ء سے لیکر ۱۶۹۷ء تک حالت یہ رہی کہ وہ ہر سال جنگ کرنیکیلئے ملک سے باہر جاتا تھا اور چونکہ پارلیمنٹ جانتی تھی کہ اس طور پر جیمز کو ازسرنو تخت انگلستان پر بٹھانے کے بارہ میں لوئی کی تمام کوششوں کو ولیم خاک میں ملا رہا ہے اس لئے وہ حتی الامکان روپیہ سے اس کی مدد کرتی تھی۔ لیکن رقم کا بہم پہنچانا کچھ آسان نہ تھا اسلئے

کہ زمانہ سابق میں تو بادشاہ رعایا کو قرض دینے پر مجبور کرلیا کرتے تھے لیکن اب یہ مجبوریاں اٹھ گئی تھیں اور رعایا کو پارلیمنٹ میں اپنے مبعوثین کی وساطت سے اپنے ٹیکس خود تجویز کرنے کا حق حاصل ہوگیا تھا۔ ۱۶۹۲ء میں خزانہ بالکل خالی ہوگیا۔ ادھر مصارف جنگ سرپر تھے اور چارلس ثانی کے زمانہ سے زرگروں کا جو قرض حکومت کے ذمہ چلا آتا تھا

قومی قرضہ ۱۶۹۳ء

ابھی تک ادا نہ ہوا تھا۔ اس مشکل کو فریق وگ کے ایک نوجوان اہل الرائے چارلس مانٹیگ کی طباعی نے یوں حل کیا کہ پارلیمنٹ ملک کے متمول لوگوں سے دس لاکھ پاؤنڈ کی رقم قرض مانگ لے جس کا سود منجانب حکومت انہیں سال بسال مل جایا کرے۔ یہ قرض جو پارلیمنٹ نے مانٹیگ کی تجویز پر عمل پیرا ہوکر لیا تھا آج کے دن تک قایم ہے اور اسکی تعداد بڑھتے بڑھتے ساڑھے ساٹھ کروڑ پاؤنڈ تک پہنچ گئی ہے۔ قرضہ کا زر اصل اس وقت تک کبھی بھی دائنوں کو واپس نہ ملے گا جب تک کہ قومی قرضہ کا طریقہ بالکل ہی موقوف نہ ہو جائے لیکن حکومت کی طرف سے سود کی رقم لوگوں کو اس باقاعدگی کے ساتھ ملتی رہتی ہے کہ وہ اپنا سرمایہ بخوشی قومی قرضہ میں لگائے رکھتے ہیں لیکن اگر کوئی شخص کل زر اصل کی واپسی ہی کا آرزو مند ہو تو اس کی شکل یہ ہے کہ وہ کسی دلال کی معرفت اپنے سود کا حق کسی دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت کردیتا ہے

مثلاً اگر اُس نے ایک سو پاؤنڈ یا دو سو پاؤنڈ کے تمسکات قومی قرضہ کی بابت خریدے ہوں تو دلال یہ رقم نئے خریدار سے لے کر اُس کے حوالہ کر دیتا ہے اور نیا خریدار آیندہ اس رقم کا سود سرکار سے وصول کرتا ہے۔

ولیم کے عہد میں قومی قرضہ کچھ بہت زیادہ بڑھنے نہ پایا اس لئے کہ رعایا اس نئی نئی تجویز سے ابھی مانوس نہ ہوئی تھی۔ اسی لئے ۱۶۹۴ء میں مانٹیگ ایک اور تجویز پر کاربند ہوا جو اسکاٹلینڈ کے ایک شخص مسمی پیٹرسن کی سمجھائی ہوئی تھی اس تجویز کا مفاد یہ تھا کہ حکومت اہل ملک سے اور پندرہ لاکھ پاؤنڈ قرض لے اور قرض دہندوں کو ایک قومی بینک کے قیام کی قانونی سند عطا کرے جس کا نام "جماعت منتظمہ و شرکت بینک انگلستان" ہو۔ حکومت کے تمام رقمی لین دین کا کام اس شرکت سے متعلق ہو اور اسے اپنا روپیہ سود پر چلانے کا مجاز کیا جائے۔ یہ بینک نہایت کامیاب ثابت ہوا ہے۔ کل سرکاری رقوم کا جمع وخرچ اسی کی وساطت سے ہوتا ہے۔ سونے چاندی کے غیر مسکوک انبار ٹکسال میں ڈھلنے سے پہلے اس کی تحویل میں رہتے ہیں۔ قومی قرضہ کے سود کی ادائی کا کام بھی یہی بینک انجام دیتا ہے اور بوقت ضرورت پارلیمنٹ کو روپیہ قرض دیتا ہے۔ بینک انگلستان میں اس وقت گیارہ سو اہلکار ملازم ہیں اور اس کے ملازموں کی تنخواہوں اور وظیفوں

بینک انگلستان
۱۶۹۴ء

کی سالانہ مقدار تین لاکھ پاونڈ ہے۔ اس کے کاغذ زر دنیا بھر میں طلائے احمر کی طرح چلتے ہیں اور جب یہ خیال ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے کہ فلاں امر میں نقصان وخسران کا ذرا بھی احتمال نہیں تو مثال کے طور پر اُسے بینک انگلستان سے تشبیہ دی جاتی ہے۔

ان اہم قوانین سے جن کا اجرا روپیہ قرض لینے کی غرض سے عمل میں آیا ظاہر ہوتا ہے کہ اراکین دارالعوام نے تاجداران سلسلہ اسٹوارٹ کو نکال کر اور پارلیمنٹ کے قانون کی رو سے ایک نئے بادشاہ کو تخت سلطنت پر بٹھاکر اپنے اُن قدیم اقتدارات کی بحالی کا ڈول ڈال دیا تھا جو اُنہیں فرمانروایان سلسلہ ٹیوڈر کے زمانہ سے پہلے حاصل تھے اور ولیم کی مصلحت شناسی و مآل اندیشی نے اُن اقتدارات کا استعمال اُن کے لئے جائز رکھا تھا۔ لیکن چونکہ وھگ اور ٹوری جماعتوں کی رقابت اب بہت بڑھ گئی تھی اس لئے ان دونوں سیاسی گروہوں میں سے جو گروہ بھی غلبہ حاصل کرلیتا تھا وزرائے سلطنت کے

جماعتی طرز حکومت کا انشا
۱۶۹۳ء

طریق عمل سے اختلاف رکھنے کی حالت میں حکومت کے لئے بہت بڑی پریشانی کا باعث بن جاتا تھا۔ اس مشکل کو پیش نظر رکھ کر امیر سنڈرلینڈ نے بادشاہ کو مشورہ دیا کہ اقتدار حکومت کے برقرار رکھنے کی صرف یہی ایک سبیل ہے کہ جس فریق کے اراکین

کی تعداد پارلیمنٹ میں زیادہ ہو اُسی میں سے وزرا کا انتخاب کیا جائے۔ ولیم نے اس مشورہ پر حرف بحرف عمل کیا اور آج بھی انگلستان کا نظام حکومت اسی اصول پر مبنی ہے۔ وزرائے سلطنت اگر مبعوثین کی اکثریت کو اپنا ہم آہنگ نہ بنا سکیں تو خود مستعفی ہو جاتے ہیں اور پھر بادشاہ دوسری جماعت کے چیدہ چیدہ افراد کو انکی قایم مقامی کے لئے طلب کرتا ہے۔ لیکن اگر یہ بھی ضعیف ثابت ہوں تو پھر پارلیمنٹ توڑدی جاتی ہے اور جدید پارلیمنٹ کا انتخاب عمل میں آتا ہے۔ اس طور پر وزرا کو پارلیمنٹ میں مقتدائی کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے اور وہ رعایا کے وکیل بھی ہوتے ہیں اور بادشاہ کے خدام بھی۔

ولیم کے تعلقات اگرچہ اپنے عہد کی پارلیمنٹوں کے ساتھ بہت کچھ کشیدہ رہے لیکن پھر بھی انہوں نے متعدد ایسے قوانین نافذ کئے جن کی سودمندی میں کلام نہیں۔ ایک قانون "قانون انتخاب سہ سالہ" کے نام سے

قانون انتخاب سہ سالہ ۱۶۹۴ء

جاری ہوا جس کی روسے ہر تیسرے سال ایک نئی پارلیمنٹ کا انتخاب لازمی قرار پایا پہلے تمام مطبوعہ کتب ورسایل ایک شاہی محتسب کے استصواب کے بغیر شایع نہ ہوسکتے تھے۔ اب یہ ضابطہ منسوخ ہوگیا اور آیندہ کے لئے ہر شخص کو حق حاصل ہوگیا کہ بجز ایسے مضامین کے جو حکومت وقت یا دوسرے

آزادی مطابع سنہ ۱۶۹۵ء

اشخاص کی حیثیت عرفی کے مزیل ہوں اور جو چاہے چھاپے اور شایع کرے۔ اس کا ایک بڑا فائدہ یہ ہوا کہ بجاے ایک ہی اخبار "لندن گزٹ" کے جو کچھ عرصہ سے زیر اشاعت تھا متعدد اخبارات نکلنے شروع ہوگئے اور انگلستان کے ہر حصہ کی آبادی کو گھر بیٹھے معلوم ہونے لگا کہ بڑے بڑے شہروں میں کیا واقعات پیش آرہے ہیں اور کون کون سے معرکۃ الارا مسایل پر بحث ہو رہی ہے۔

قانون بغاوت سنہ ۱۶۹۶ء

ایک اور نہایت ہی اہم قانون کے ذریعہ سے اُس ناشدنی قانون بغاوت کی تنسیخ عمل میں آئی جو ہنری ہشتم کے عہد میں ٹامس کرامول کے ہاتھوں نفاذ پذیر ہوا تھا (دیکھو صفحہ)۔ آیندہ کے لئے جرم خلاف ورزی با سرکار کے ملزمین کو بذریعہ وکیل شہادت صفائی پیش کرنے کی اجازت مل گئی اور یہ حق بھی حاصل ہوگیا کہ جو الزامات اُن پر قایم کئے گئے ہوں اُن کی ایک نقل اُنہیں مل جایا کرے۔ اب کسی کو اس بات کا کھٹکا نہ رہا کہ وین اسٹریفرڈ رسل اور سڈنی کی طرح اوخال شہادت صفائی کا کوئی موقعہ پائے بغیر فیصلہ عدالت اُسکے خلاف صادر ہوجایا کرے گا۔ سنہ ۱۷۰۱ء میں ایک اور قانون حکام عدالت کے متعلق جاری کیا گیا۔ جس کی رو سے اُن کے مستقل مشاہرے مقرر کئے گئے اور بصراحت جتا دیا گیا کہ

آزادی حکام عدالت

کوئی رکن عدالت اپنی خدمت سے علیحدہ نہ کیا جاسکے گا الّا اس صورت میں کہ وہ کسی غلط کاری کا مرتکب ہوا ہو یا پارلیمنٹ کے دونوں ایوان اُسکی برطرفی پر متفق ہوں۔ جیمز صرف اتنی سی بات پر حکام عدالت کو موقوف کردیا کرتا تھا کہ وہ قانون کی تاویل اُس کے ڈھب کی نہ کرتے تھے۔ اب کسی بادشاہ کو یہ اختیار باقی نہ رہا۔ ارکان عدالت اگر انصاف پر قایم رہیں اور فیصلجات کے صدور میں حق و عدل کو ہاتھ سے نہ جانے دیں تو اب اُنہیں نہ بادشاہ کے عتاب کا ڈر ہے نہ رعایا کی ناراضی کا اندیشہ۔

مانٹیگ اس وقت وزارت خزانہ کے منصب پر فایز تھا۔ چاندی کے نئے سکے کا رواج اُسی کے حسن اہتمام کا ثمرہ ہے۔ چارلس ثانی کے زمانہ تک نقرئی سکہ رایج الوقت کے تیار کرنے کی یہ ترکیب تھی کہ چاندی۔ قینچی سے کاٹ

نیا سکہ ۱۶۹۶ء

لیجاتی تھی اور ہتوڑے سے کوٹ کر سکہ مضروب کرلیا جاتا تھا۔ بدمعاشوں کے لئے ایسے سکوں کا قینچی سے دوبارہ کتر لینا اور تھوڑی سی کترن رکھ کر چلا لینا کچھ مشکل نہ تھا۔ اس طور پر سکے بتدریج چھوٹے ہوتے جاتے تھے اور بارہا ایسا اتفاق پیش آتا تھا کہ ایک شخص کو پچاس شلنگ ملے ہیں اور وہ جب انہیں بینک لے گیا ہے تو اُسے معلوم ہوا ہے

کہ مال پچیس ہی شلنگ رہ گیا ہے۔ چارلس ثانی کے عہد میں سکوں کی تیاری ایک ٹکسال میں ہونے لگی جو گھوڑوں کی طاقت سے چلتی تھی اُن سکوں کے کنارے

کلدار سکے

یا تو لہریا ہوتے تھے یا کناروں کے گرداگرد الفاظ مضروب ہوتے تھے جس سے معلوم ہو جاتا تھا کہ کسی نے اُنہیں کاٹا ہے یا نہیں۔ یہ سکے "کلدار" کہلاتے تھے۔ لیکن چونکہ پرانے سکے ابھی تک رائج تھے اس لئے بدمعاشوں نے اب یہ حیلہ اختیار کیا کہ یا تو کلدار سکوں کو پگھلا کر چاندی کے دام کھرے کر لیتے تھے یا انہیں فرانس بھیج دیتے تھے کہ کترے ہوئے سکوں کی بہ نسبت ان کی قیمت زیادہ ملتی تھی۔ اور اس میں اُن کا فائدہ ہو جاتا تھا۔ آخر حالت ایسی مخدوش ہو گئی کہ مانٹیگ اور وزیر عدالت سامرس نے باہم مل کر مشہور فلسفی لاک اور سر آئزک نیوٹن سے مشورہ کیا اور بالاتفاق یہ رائے قرار پائی کہ نئے کلدار سکے کی ایک مقدار کثیر مسکوک کی جائے اور تمام پرانے سکے خزانہ میں داخل کرائے جائیں تاکہ اُن کا چلن ہی موقوف ہو جائے۔ نیوٹن نے جسے دارالضرب کی مہتممی کی خدمت سپرد کی گئی اس بات کا خاص اہتمام کیا کہ جدید سکے خالص اور صحیح العیار ہوں اس تبدیلی پر سنہ ۱۶۹۶ء میں عمل ہوا۔ اول اول تو لوگوں کو بڑی تکلیف کا سامنا ہوا لیکن بالآخر روپیہ کے پورے

رسوم غرفہ
۱۶۹۵ء لغایت ۱۸۵۱ء

سوا آنے وصول ہونے لگے۔ حکومت کو البتہ ٹوٹا پڑا اور اس نقصان کی تلافی مکانوں کی کھڑکیوں کے آئینوں پر ایک نیا محصول لگانے سے کی گئی۔ یہ محصول مختلف وجوہ سے ۱۸۵۱ء تک قایم رہا اور اس کا ایک اثر یہ ہوا کہ ڈیڑھ سو سال کی درمیانی مدت میں جو مکانات تعمیر ہوئے اُن میں رسوم غرفہ سے بچنے کے لئے کم دریچے اور چھوٹے چھوٹے آئینے لگائے گئے۔

ولیم کے عہد عدل و دانش میں اگرچہ اہل ملک تو ان مفید اصلاحات سے فیض یاب ہو رہے تھے لیکن خود ولیم سہام آفات و حوادث کا نشانہ ہونے سے بچ نہ سکا۔ ۱۶۹۴ء میں ملکہ میری نے چیچک کے عارضہ سے وفات پائی۔ بی بی کے مرنے کا اُسے سخت صدمہ ہوا اور مارے غم کے

ملکہ میری کی وفات
۱۶۹۶ء

کچھ عرصہ تک اسکی حالت غیر رہی۔ جیمزیوں نے بھی اس موقع سے فائدہ اٹھاکر ولیم کو جسے وہ طنزاً "ولندیز بادشاہ" کے نام سے پکارا کرتے تھے تخت سلطنت سے علحدہ کرنے کی کوششیں شروع کر دیں۔ لوئی چہاردہم پہلے ہی تاک میں لگا بیٹھا تھا۔ جیمز کے

ولیم کے قتل کی سازش
۱۶۹۶ء

ہوا خواہوں کو اُس نے کہلا بھیجا کہ اگر انگریزی قوم اٹھ کھڑی ہو تو اُس کی کمک کے لئے ایک جرار فرانسیسی لشکر بھیجا جا سکتا ہے۔ چنانچہ ۱۶۹۶ء میں ایک سازش کی گئی کہ جب ولیم شکار سے

واپس آئے اور ایک تنگ گلی میں سے جو ہیمپٹن کورٹ کو جاتی تھی گزر رہا ہو تو اچانک اُس کا کام تمام کردیا جائے بڑی خیر یہ گزری کہ فرقہ کیتھولک کے ایک شریف النفس شخص پرنڈرگاسٹ نامی نے جو کسی بیگناہ کے خون کا روادار نہ تھا بادشاہ کو اس مہیب منصوبہ کی اطلاع کردی۔ تمام شرکائے سازش گرفتار ہوکر اپنے کیفر کردار کو پہنچے اور حسب معمول اس حقیقت کے انکشاف نے کہ فرانسیسی انگلستان پر حملہ کرنا چاہتے ہیں لوگوں کے جذبہ وفاداری کو اور زیادہ گہرا کردیا۔ ولیم کی ہر دلعزیزی اسوقت بہت ہی بڑھی ہوی تھی اس لئے کہ محاصرہ نامور میں اُسے ایک فتح عظیم حاصل ہوئی تھی (۱۶۹۵ء) اور انگریزی قوم کو یقین واثق ہو چلا تھا کہ فرانس کو وہ اپنی قوت بازو سے نیچا دکھا کر چھوڑے گا۔ اُس کے قتل کی سازش نے رعایا کو اُس کا اور بھی زیادہ گرویدہ کردیا۔ دارالامرا اور دارالعوام کے اراکین نے خاص اس غرض سے ایک مجلس قایم کی کہ اگر ولیم قتل ہو جائے تو قاتلوں سے اُس کی موت کا انتقام لیا جائے اور اُس کی جگہ این تخت پر بٹھائی جائے۔ امرا و عوام نے اس مضمون کا ایک حلفیہ اقرار نامہ مرتب کیا تھا اور طول و عرض ملک میں ہزارہا اشخاص نے اس اقرارنامہ پر دستخط کئے تھے۔

اگلے سال ۱۱ر ستمبر کو جنگ فرانس ختم ہوگئی اور

شاہ لوئی چہار دہم نے بمقام رِسوِک واقع ہالینڈ ایک عہد نامہ پر دستخط کردئے جس کی رو سے باستثنا ے قلعہ اسٹریسبرگ وہ تمام اُن علاقہ جات سے دست کش ہوگیا جو اُس نے عہد نامہ نیگوں مرتبہ ۱۶۷۸ء کے قلمبند ہونے کے بعد فتح کئے تھے اور ولیم کو اس وعدہ کے ساتھ شاہ انگلستان تسلیم کر لیا کہ آیندہ اس کی حکومت کے خلاف وہ کوئی سانوباز نہ کرے گا

عہد نامہ رسوک ۱۱ر ستمبر ۱۶۹۷ء

آٹھ سال کی جنگ کے بعد آخر انگلستان کو امن وسلامتی کا یہ دن دیکھنا نصیب ہوا۔ لوگوں کے جوش مسرت کی اس وقت کوئی انتہا نہ تھی۔ ۱۶۹۷ء کے ماہ دسمبر کی دوسری تاریخ شکرانہ کی بجا آوری کے لئے مقرر کی گئی۔ سارے شہر میں چراغاں ہوا۔ جلوس نکالے گئے۔ جھنڈے اڑائے گئے الاؤ جلائے گئے۔ اور کلیساے سینٹ پال جو آتشزدگی لندن کی تاریخ سے سر کرسٹو فرن کے اہتمام میں ازسرنو زیر تعمیر تھا اس دن اُس کا افتتاح ہوگیا۔

لیکن بادشاہ کیلئے یہ صلح ناکامیوں کا ایک ہجوم اپنے ہمراہ لیتی آئی۔ اس لئے کہ پارلیمنٹ نے بری فوج کی تعداد گھٹا کر دس ہزار کردی اور بحری فوج کی جمعیت کو کم کرکے آٹھ ہزار کردیا۔ اس کے دوسرے سال ہیوٹین متقاضی ہوئے کہ ولیم کی ولندیزی جمعیت رکاب اپنے وطن ہالینڈ کو چلی جائے اور جو زمینیں ولیم نے

فوج کی تخفیف

ایرلینڈ میں ولندیزوں کو دی تھیں وہ اُن سے واپس لے لی جائیں۔ پارلیمنٹ کے اس طرز عمل کو اُس کی حق ناشناسی اور احسان فراموشی پر محمول کرکے ولیم نہایت رنجیدہ ہوا اور اُس کی آزردگی یہاں تک بڑھی کہ اُس نے تاج و تخت سے دست بردار ہوکر ہالینڈ واپس چلے جانے تک کی دھمکی بھی مبعوثین کو دے دی۔ لیکن بالآخر اُس نے اُن کی رائے مان لی اگرچہ ساتھ ہی اُنہیں اتنا ضرور جتا دیا کہ فوج گھٹانے سے وہ انگلستان کی حفاظت کو مخدوش کر رہے ہیں۔

ہسپانوی وراثت کا مسئلہ

حقیقت یہ ہے کہ پارلیمنٹ کی نگاہ سے تو یہ نکتہ اوجھل تھا لیکن ولیم خوب جانتا تھا کہ لوئی نے اپنی دلی آرزوئیں کسی دوسرے طریقہ پر برلانے کی خاطر صلح کی ہے۔ چارلس ثانی فرمانروائے ہسپانیہ کی عمر اگرچہ صرف پینتیس سال تھی لیکن وہ ہمیشہ بیمار رہتا تھا اور سب جانتے تھے کہ اُس کا زیادہ دنوں زندہ رہنا محال ہے۔ اس کے کوئی اولاد نہ تھی مگر ورثہ عظیم الشان تھا۔ ہسپانیہ نیپلز صقلیہ میلان ہسپانوی حصہ ندرلینڈ اور ہسپانوی جزایر واقع امریکہ جنوبی یہ تمام ممالک اُس کے جانشین کو میراث میں پہنچنے والے تھے۔ اُس کا اصلی وحقیقی وارث تو کوئی نہ تھا لیکن اُسکے قرابت داروں میں تین شہزادے ایسے تھے جنہیں اُسکے جانشین منتخب ہونے کے مساوی حقوق حاصل تھے۔

ان میں سے ایک تو فرماں فرمائے بویریا کا خلف اکبر جوزف تھا۔ دوسرا شہنشاہ لیوپولڈ کا بیٹا امیر اعظم چارلس تھا اور تیسرا لوئی چہاردہم کا پوتا فلپ امیر انجو تھا۔ لوئی چہاردہم کو خوب معلوم تھا کہ یورپ کی دوسری سلطنتیں کبھی اس بات کو پسند نہ کریں گی کہ اس کا پوتا چارلس ثانی کی میراث حاصل کرکے اتنی بڑی زبردست سلطنت کا مالک ہوجائے۔ اسی لئے وہ ولیم کی امداد حاصل کرنے کی فکر میں تھا کہ اس ڈھب سے اُسے کچھ تو مل جائے۔ ولیم کو لوئی کا ساتھ دینے میں یہ فائدہ تھا کہ ہالینڈ لوئی کی دستبرد کے خدشہ سے محفوظ ہواجاتا تھا اور اسی خیال سے وہ لوئی کی اعانت پر آمادہ ہوگیا۔ لیکن اس اعانت کے معاوضہ میں اپنی مفید مطلب شرایط طے کرانے کے لئے ضرور تھا کہ ایک زبردست لشکر اُس کی پشت پر ہو۔ پارلیمنٹ کو ان مصلحتوں کی کچھ خبر نہ تھی۔ اور یہی وجہ تھی کہ فوج کی تخفیف پر ولیم جزبز ہوا۔ پھر بھی اس موقع کو اُس نے ہاتھ سے نہ جانے دیا اور جو کچھ بن پڑا کیا اب دو عہدنامے سپرد قلم کئے گئے۔ عہدنامہ اول کی روسے

تقیم سلطنت کے بارہ میں دو عہدنامے

چارلس ثانی نے اپنی تمام سلطنت کا وارث بویریا کے نوجوان شہزادے کو قرار دیا کہ اُسکو کوئی بھی رشک وحسد کی نگاہ سے نہ دیکھتا تھا۔ لیکن اس نے قضا کار ۶ر فروری ۱۶۹۹ئہ کو وفات پائی اور اس پر ایک

نیا عہد نامہ ضبط تحریر میں لایا گیا جس کی بموجب ہسپانیہ اور ندرلینڈ تو امیر اعظم چارلس کے حصہ میں آئے اور باقی علاقے امیر انجو کو دئے گئے۔ لوئی کو یہ تقسیم اگرچہ ناپسند تھی لیکن بادل ناخواستہ وہ اسی پر رضامند ہوگیا کہ سب نہیں تو کچھ تو ہاتھ آیا۔ یہ تمام کارروائیاں خفیہ خفیہ عمل میں آئی تھیں اور وزرائے ہسپانیہ کو اس عہد نامہ کی کانوں کان خبر نہ ہونے پائی تھی۔ آخر جب یہ راز سربستہ کھلا اور انہیں معلوم ہوا کہ اُن کی اجازت و رضامندی کے بغیر اُن کے ملک کے یوں حصے بخرے کئے جارہے ہیں تو وہ سخت برہم ہوئے خصوصاً ولیم پر انہیں بے حد طیش آیا۔

امیر انجو کا جلوس تخت ہسپانیہ پر۔

چارلس ثانی نے دوسرے عہد نامہ کی تحریر کے چھ مہینے بعد انتقال کیا لیکن انتقال سے پہلے وزرا کے سمجھانے بجھانے پر امیر انجو کے حق میں ایک وصیت نامہ قلمبند کرکے اُسے اپنی ساری سلطنت کا مالک بناتا گیا۔ لوئی کی نیت کو بدلتے کیا دیر لگتی تھی۔ ولیم کے پاس اگر ایک لشکر جرار موجود ہوتا تو شاید اُسے عہدنامہ کا کچھ پاس بھی ہوتا۔ لیکن وہ جانتا تھا کہ ولیم کی فوج منتشر ہوچکی ہے۔ غرض اُس نے تمام اُن معاہدات کو جو اُس نے سلطنت ہائے یورپ کے ساتھ کئے تھے طاق پر رکھ کر سلطنت ہسپانیہ کی وراثت کا حقدار اپنے پوتے کو تسلیم کرلیا جس نے فلپ پنجم کا لقب اختیار کرکے

تخت ہسپانیہ پر جلوس کیا۔

بادی النظر میں ان واقعات کو انگلستان کے معاملات سے بہت کم لگاؤ معلوم ہوتا ہے۔ اور انگلستان کی پارلیمنٹ کا بھی یہی خیال تھا۔ اراکین پارلیمنٹ کو ولیم کا یہ طرز عمل بہت ناگوار گزرا کہ کیوں اُس نے غیر ممالک کے معاملات میں مداخلت کی اور ان کے ساتھ معاہدات کئے۔ وہ غیر ممالک کے لڑائی جھگڑوں میں الجھنے کی بجاے اس مسئلہ کے تصفیہ کو زیادہ اہم سمجھتے تھے کہ شہزادی این کے بعد جس کے رہے سہے بچے امیر گلاسٹر نے حال ہی میں انتقال کیا تھا کون وارث تاج و تخت ہو۔ چنانچہ "قانون انتظام وراثت" کے نفاذ سے اُنہوں نے فیصلہ کرلیا کہ این کی وفات کے بعد تاج انگلستان سوفیا شہزادی ہینوور اور اُس کی اولاد و احفاد کا حصہ ہو کہ وہ جیمز اول کی پوتی ہونے کے ساتھ انگلستان کے شاہی خاندان کی صرف ایک ہی ایسی یادگار تھی جو پراٹسٹنٹ عقیدہ رکھتی تھی (دیکھو نقشہ مندرجہ صفحہ) ملکہ وکٹوریا (اور اس کی اولاد کو اگر تاج انگلستان استحقاقاً ورثہ میں ملا ہے۔ تو اس استحقاق کی بنا یہی قانون ہے۔

قانون انتظام وراثت
سنہ ۱۷۰۱ء

لیکن اراکین پارلیمنٹ کو جلد ہی یہ بات معلوم ہوگئی کہ ایک دور کے خطرے کو ٹالنے کی دھن میں اُنہوں نے ایک نزدیک کی آفت کو بالکل نظر انداز کردیا تھا۔ گزشتہ

جنگ کا اگر کوئی مقصد تھا تو یہ تھا کہ فرانسیسی ندرلینڈ کے ہسپانوی علاقہ میں قدم جمانے نہ پائیں۔ یہ مقصد فلپ پنجم کے سریر آرائے سلطنت ہوتے ہی فوت ہوگیا۔ لوئی نے اپنے پوتے کے نام سے ندرلینڈ کے قلعوں میں فوجیں متعین کردیں اور ان قلعوں کی ولندیزی فوجوں کو یہ کہکر قید کرلیا کہ جب تک ولیم فلپ کو تاجدار ہسپانیہ تسلیم نہ کرے گا یہ فوجیں برابر زیر حراست رہیں گی۔ اس پر بھی پارلیمنٹ تلوار نیام سے نکالنا نہ چاہتی تھی اگرچہ ولیم کو اُس نے اتنی اجازت ضرور دے دی تھی کہ لوئی کو ندرلینڈ سے نکال دینے کی غرض سے انگلستان ہالینڈ اور شہنشاہ لیوپولڈ کے درمیان ایک اتحاد ثلثہ قایم کرلے۔ آخر ماہ ستمبر ۱۷۰۱ئہ میں ایک دن خبر آئی کہ انگلستان کا غریب الوطن بادشاہ جیمز ثانی رحلت کرگیا ہے اور لوئی چاردہم نے اُس کے بیٹے کو "جیمز ثالث شاہ انگلستان" کی حیثیت سے تسلیم کرلیا ہے اب یک بیک قوم کی آنکھیں کھلیں اور اُس نے دیکھ لیا کہ لوئی کا اس قدر طاقتور ہو جانا اُس کے لئے کتنی بڑی خرابی کا موجب ہے۔ اہل انگلستان اس بات کی تاب نہ لاسکتے تھے کہ لوئی چاردہم یہ فیصلہ کرے کہ انگلستان کا بادشاہ کون ہو اور کون نہ ہو۔ چاروں طرف ایک شور مچ گیا کہ فرانس کے خلاف اعلان جنگ ہونا چاہئے۔ ولیم نے

ہالینڈ کے بعض قلعوں پر لوئی کا قبضہ۔

اتحاد ثلثہ

اُسی وقت ٹوری فریق کی پارلیمنٹ توڑدی اور ایک نئی پارلیمنٹ کا انتخاب عمل میں آیا جس نے بلا درنگ فوج اور روپیہ کی منظوری دے دی تاکہ شاہ فرانس پر جو انگلستان کے معاملات میں دست اندازی کرنے کا بیڑا اٹھائے ہوے تھا فوج کشی کی جائے۔

لیکن ولیم کی صحت ایک عرصہ سے بگڑ رہی تھی۔ اور اُس میں خود اتنی سکت نہ تھی کہ نئی فوج کی کمان اپنے ہاتھ میں لے سکے۔ اس لئے اُس نے لارڈ چرچل کو جو اب امارت مارلبرو کے منصب پر فایز تھا اور فنون سپہگری میں طبعی درخور رکھتا تھا سپہ سالار نامزد کیا۔ مگر ابھی اعلان جنگ ہونے بھی نہ پایا تھا کہ اُس کے عہد حکومت کا خاتمہ ہوگیا۔ ۲۰ر فروری ۱۷۰۲ء کو گھوڑے پر سے گر کر اُس کی گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی اور ۸ر مارچ کو یہ متین دکم سخن تاجدار جس کی ذات سے انگلستان کو اتنے بہت سے فیض پہنچے تھے لیکن جس کے احسانات کا اعتراف اہل ملک نے بہت کم کیا تھا رہ گزاے عالم باقی ہوگیا۔

ولیم کی وفات
۸ر مارچ ۱۷۰۲ء

اکیسواں باب

آخری تاجدار سلسلہ اسٹوارٹ

ملکہ این

سنہ ۱۷۰۲ء لغایت سنہ ۱۷۱۴ء

این کی تخت نشینی

ولیم کی وفات کے بعد تاج شاہی این کے سر پر رکھا گیا۔ ملکہ کا جواں سال سوتیلا بھائی جیمز اسٹوارٹ جو کیتھولک عقیدہ رکھتا تھا خوب جانتا تھا کہ اب سلطنت کے لئے ہاتھ پاؤں مارنے کی کوشش لاحاصل ہے۔ دربار فرانس میں جہاں وہ اپنی ناکام زندگی گزار رہا تھا اُسے شاہ جیمز ثالث کا لقب حاصل تھا لیکن انگلستان میں وہ "مدعی" کہلاتا تھا۔ اسکاٹلینڈ میں البتہ اسکے بہت سے طرفدار تھے لیکن انہیں سر اٹھانے کی مجال نہ تھی۔

"نیک سیرت ملکہ این" کہ اہل انگلستان اسی طرح اُس کا نام لیتے تھے رعایا میں بڑی ہردلعزیز تھی اور لوگ خوش تھے کہ تخت انگلستان پر پھر ایک ایسی تاجدار

نے قدم رکھا ہے جو انگریزی نسل ہے۔ ملکہ این ایک کند ذہن اور ضدّی عورت تھی لیکن دل محبت بھرا رکھتی تھی اور طبیعت کی نیک واقع ہوی تھی ملکہ الزبتھ کی طرح اُسے اپنی رعایا سے بڑی الفت تھی اور رعایا کی فلاح کا اُسے ہروقت خیال رہتا تھا۔ لوگ بھی تسلیم و رضا کے اُس وصف کو پیش نظر رکھ کر جسکا ثبوت اُس نے اپنے بچوں کے یکے بعد دیگرے گزرتے چلے جانے پر دیا اُسے ادب و احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ وہ زیادہ تر مارلبرو کے مشورہ پر کاربند ہوتی تھی جس کا باعث یہ تھا کہ مارلبرو کی بی بی اُس کی بچپن کی سہیلی تھی۔ دونوں سہیلیاں روز ایک دوسرے کو خط لکھا کرتی تھیں۔ لیڈی مارلبرو کو این از راہ بے تکلفی "مسنرفری مین" کہہ کر پکارتی تھی اور وہ مذاقیہ طور پر ملکہ کو "مسنر مارلی" کے نام سے یاد کرتی تھی۔ این کا شوہر جارج شہزادہ ڈنمارک ایک سیدھا سادھا سا نیک مزاج شخص تھا جو سیاسیات میں مطلق دخل نہ دیتا تھا۔ اس عہد میں اگر کوئی نزاع ہوئی تو فریق وھگ اور فریق ٹوری کے درمیان ہوئی۔ فرمانروا ے وقت اور رعایا میں کوئی تصادم واقع نہ ہونے پایا۔

ملکہ این کی سیرت

وھگ چاہتے تھے کہ فرانس کے ساتھ جنگ کیجائے بخلاف اس کے فریق ٹوری کو اصرار تھا کہ مدافعانہ پہلو

اختیار کرکے فقط سواحل انگلستان ہی کی حفاظت کی جائے اور براعظم میں جاکر جنگ نہ کی جائے۔ مارلبرو اگرچہ ایک اعتدال پسند ٹوری تھا لیکن فوج کے جرنیل ہونے کی حیثیت سے جنگ کا بدل خواہشمند تھا۔ یہی رائے وزارت خزانہ کے صدر لارڈ گڈالفن کی تھی آئندہ آٹھ سال تک مجلس وزرا میں جن دو اراکین کا اقتدار غالب رہا وہ یہی دونوں شخص تھے۔

مارلبرو اور گڈالفن کی وزارت۔

تاجپوشی کے بعد ملکہ نے جلد ہی فرانس کے خلاف اعلان جنگ کردیا اور مارلبرو نے ندرلینڈ پہنچ کر لیج فتح کرلیا۔ لوی کا حلیف صرف شاہ بویریا تھا اور اُس کے حریف ولندیز انگریز لیوپولڈ شہنشاہ جرمن شاہ پرشیا شاہ پرتگال امیر سیوائے اور متعدد چھوٹے چھوٹے والیان ملک تھے۔ ان میں سے ولندیز تو اُسے ندرلینڈ کے ہسپانوی علاقہ سے بے دخل کرنا چاہتے تھے۔ انگریزوں کی خواہش تھی کہ وہ "مدعی" کو اپنے ہاں پناہ نہ دے۔ اور شہنشاہ لیوپولڈ ہسپانوی مقبوضات اپنے بیٹے امیر اعظم چارلس کو دلانا چاہتا تھا۔ جنگ ایک ہی وقت میں اکٹھے چار مورچوں پر جاری تھی اور متخاصمین ندرلینڈ ہسپانیہ اطالیہ اور جرمنی میں دست و گریباں تھے۔ دول متحدہ کی جنگی حکمت عملی کی شیرازہ بند تین شخصوں کی رائے تھی کہ زیادہ تر انہیں کے صلاح و مشورہ سے تمام امور طے ہوتے تھے

اعضائے اتحاد کبیر اور فرانس کی جنگ۔

ان میں سے ایک تو ہالینڈ کا سربرآوردہ مدبر ہینسیٹس تھا ایک سپہ سالار اعظم یوجین شہزادہ سیواے تھا اور ایک مارلبرو تھا جسے ان سب کا نفس ناطقہ سمجھنا چاہئے۔

مارلبرو کی کار فرمایانہ اور کار پردازانہ سرگرمیاں برتر از قیاس تھیں۔ اور حیرت ہوتی تھی کہ ایک اکیلا شخص کس طرح اس قدر کام کرسکتا ہے۔ وہ فلینڈرس اور ہسپانیہ دونوں مورچوں کی جنگی نقل و حرکت کے بارہ میں ضروری ہدایات جاری کرتا تھا۔ اسی کے ساتھ تمام دول متحدہ کے وزرا کے ساتھ بالمرّہ اس کی سیاسی گفت وشنید ہوتی رہتی تھی۔ مزید براں وہ وقتاً فوقتاً میدان جنگ کو چھوڑکر انگلستان ہو آیا کرتا تھا کہ وہاں کے سیاسیات میں حصہ لے اور جنگ کا جوش قایم رکھنے کے لئے قوم کو اکساتا رہے۔ اس کی سیرت بڑی بڑی لغزشوں سے آلودہ تھی۔ ایک تو وہ حریص پرلے درجہ کا تھا۔ دوسرے اسے اپنی بات کی پچ نہ تھی کہ یہی مردوں کا زیور ہوتا ہے۔ پہلے تو دور انقلاب کے آغاز پر اس نے اپنے دوست جیمز ثانی کا ساتھ چھوڑ دیا اور پھر جب ولیم ثالث مالک تاج ونگیں ہوا تو رنگ بدل کر از سرنو جیمز کے ساتھ سازو باز کرنے لگا۔ لیکن ان تمام عیوب کے باوجود وہ ایک بیدار مغز مدبر تھا اور ولنگٹن سے پہلے وہی انگلستان کا سب سے بڑا سپہ سالار سمجھا جاتا ہے۔

مارلبرو کی سیرت

بزم کے لئے اُس کا فکر متیں اور راے رزیں سرمایہ آرایش تھی۔ رزم میں خوف اُس کے پاس پھٹکتا بھی نہ تھا اور کبھی ایسا اتفاق پیش نہیں آیا کہ اُس نے دشمن کے ساتھ بے رحمانہ سلوک روا رکھا ہو۔ جنگ کی بساط اگرچہ قریب قریب سارے عرصۂ یورپ پر بچھی ہوی تھی لیکن اس کے سارے مہروں کی چالیں اُس کے پیش نظر تھیں اور وہ فوراً حکم لگا دیتا تھا کہ فلاں فوج کے لئے فلاں نقل و حرکت ضروری ہے۔ پھر بھی جنگ شروع ہونے کے بعد دو سال تک وہ اس سے زیادہ کچھ نہ کرسکا کہ لوئی کو پیش قدمی کرنے سے روکے رکھے جس کی وجہ یہ تھی کہ دول متحدہ کے اعضا بودے تھے اور اُن کی صلاح ایک نہ تھی۔

قانون موافقت موقت
سلا ۱۷۱۱-۱۷۰۲ء

انگلستان میں اس دو سال کی مدت کے اندر بہت کم ایسے واقعات پیش آئے جو قابل ذکر ہوں۔ فریق ٹوری نے اہل ابرا پر جو سب کے سب وھگ تھے مذہب کی آڑ میں ایک زبردست سیاسی حملہ کیا جس کا مقصد یہ تھا کہ یہ لوگ پارلیمنٹ ہی میں دخیل نہ ہوسکیں۔ اہل ابرا سرکاری عہدے حاصل کرنے کے لئے از روے قانون آزمایش کلیسا میں وقت کے وقت اصطباغ لے لیتے تھے اور جب کام نکل جاتا تھا تو بدستور اپنے کنیسوں میں عبادت کے لئے جانے لگتے تھے۔ اب "قانون موافقت موقت" کے نام سے ایک مسودہ قانون مرتب کیا گیا جس کا

منشا یہ تھا کہ ان لوگوں کو اس وضع الوقتی کے اصطباغ سے باز رکھا جائے۔ دارالعوام میں یہ مسودہ منظور ہوگیا لیکن امرا نے اس کی مخالفت کی اور ۱۷۱۱ء تک یہ حالت رہی کہ جب دارالامرا میں یہ مسودہ بغرض منظوری پیش ہوتا تھا تو اعضائے دارالامرا اسے نامنظور کر دیتے تھے آخر امرا کو بھی منظوری دینی پڑی اور اس کے بعد سرکاری خدمتوں کا دروازہ اہل ابرا کے لئے عرصہ زاید از ایک صد سال تک قانوناً بند رہا۔ ہر سال پارلیمنٹ کو خاص اجازت دینی پڑتی تھی جب کہیں اس فرقہ کا کوئی شخص کسی سرکاری عہدہ پر مقرر ہوسکتا تھا۔" یاد ہوگا کہ ہر پادری کی معاش کا ثمرۂ اول اور قسیسی محاصل کا عُشر جو پہلے پاپائے روما کا حق سمجھا جاتا تھا اب بادشاہ کو ملنے لگا تھا۔ مارلبرو نے جسے فریق ٹوری کی دل جوئی مقصود تھی ۱۷۰۴ء میں این کو سمجھا بجھا کر راضی کر لیا کہ شاہی مداخل کی یہ مد کلیسا کے نام بحال کر دی جائے۔ چنانچہ یہ رقم جو "عطیۂ ملکہ این" کے نام سے موسوم ہے ابھی تک جزو معاش پادریوں کی آمدنی کی توفیر میں لگائی جاتی ہے۔

ملکہ این کا عطیہ ۱۷۰۴ء

اس بحث کے بعد جو بیچ میں بربیل استطراد آگئی تھی اب ہم پھر واقعات جنگ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں مارلبرو کو متحدین کی دھیمی چال پسند نہ تھی اور اُن کی سستی عمل سے تنگ آکر اُس کے لئے بجز اس کے چارہ

نہ رہا تھا کہ خود ہی کشادکار کی کوئی سبیل بعجلت نکالے

جنگ بلنہیم
۱۳ اگست ۱۷۰۴ء

شاہ لوئی نے ایک بہت بڑی فوج جمع کرکے دریائے ڈینیوب کے کنارے شاہ بویریا کے لشکر سے جا ملنے کے لئے بھیج دی تھی تاکہ وائنا کے قریب آسٹروی فوج سے جو شہزادہ یوجین کے زیر کمان تھی جنگ ہوکر دو ٹوک فیصلہ ہو جائے۔ مارلبرو کی فراست اس خطرے کو فوراً تاڑ گئی۔ بغیر اسکے کہ کیسیکو اُسکے عندیہ کی اطلاع ہو وہ یلغار مارتا ہوا سیدھا ڈینیوب کی طرف بڑھا اور ایک چھوٹے سے گاؤں کے قریب جو بلنہم کے نام سے موسوم ہے شہزادہ یوجین کے ساتھ شامل ہوکر ۱۳ اگست ۱۷۰۴ء کو غنیم سے جا بھڑا۔ اس مشہور و معروف جنگ میں فرانسیسی فوج نے جس کی ایک عرصہ دراز سے دھاک بندھی ہوی تھی اور جس کا زک اٹھانا ناممکن خیال کیا جاتا تھا شکست فاش کھائی اور اُس کا پورا دو تہائی حصہ یا تو کھیت رہا یا زخمی ہوا یا گرفتار کر لیا گیا۔

ملکہ این قصر ونڈسر میں کتب خانہ کے دریا رخ دریچہ کے سامنے بیٹھی ہوی تھی کہ قاصد اس شاندار فتح کا مژدہ لایا۔ اس سے چند ہی دن پہلے اُسے امیرالبحر روک کے ہاتھوں جبل الطارق کے سنگین قلعہ کے مسخر ہونے کی خوش

تسخیر قلعہ جبرالٹر
۳ اگست ۱۷۰۴ء

خبری مل چکی تھی یہ پیہم بشارتیں اس بات کی بین دلیل تھیں کہ جنگ میں فتح کا

پلہ اب انگلستان کی طرف جھک چلا تھا۔ مارلبرو امیر الامرائی کے خطاب سے سرفراز ہوکر انگریزی قوم کی آنکھوں کا تارا بن گیا اور اُس کے نام کی دہشت سے اندام فرانس پر لرزہ طاری ہونے لگا۔ پارلیمنٹ نے وڈاسٹاک کے قریب اُسے ایک بہت بڑی جاگیر عطا کی جہاں اُس نے "ایوان بلنہیم" کے نام سے ایک عظیم الشان کوٹھی تیار کرائی اور جب ۱۷۰۵ء میں پارلیمنٹ کے لئے نئے اراکین کا انتخاب عمل میں آیا تو دارالعوام میں فریق وھگ کی ایک زبردست جماعت گڈالفن اور مارلبرو کی طرف دار ہوگئی اس لئے کہ ساری قوم جنگ کی حمایت پر کمربستہ تھی۔

مارلبرو نے پھر فلینڈرس کا رخ کیا اور ماہ مئی ۱۷۰۶ء میں غنیم پر بمقام ریملیز ایک اور بڑی فتح پائی۔ اس معرکہ میں فلینڈرس اور فرانس کے درمیانی علاقہ کے نو زبردست قلعے اُس کے ہاتھ آئے۔ اپنوں اور بیگانوں پر اُس کے تہور و تدبر کا سکہ ایسا جم گیا تھا کہ شہنشاہ آسٹریا نے

جنگ ریلیز
مئی ۱۷۰۶ء

نیدرلینڈ کے ہسپانوی علاقہ کی گورنری پر اس کا تقرر کردینا چاہا لیکن انگریز اور ولندیز دونوں اس تجویز کے خلاف تھے اس لئے مارلبرو نے اُسے منظور نہ کیا۔ انہیں ایام میں امیر پیٹربرو نے جو ہسپانیہ میں انگریزی فوج کا قاید تھا بارسلونا فتح کرلیا اور فلپ پنجم کو فرانس کی طرف بھگا کر میڈرڈ میں امیر اعظم چارلس

کی بادشاہی کا اعلان کردیا۔ چاروں طرف سے شکست کھاکر لوئی اب صلح کا خواستگار ہوا اور اس شرط پر کہ نیپلز صقلیہ اور میلان فلپ کے قبضہ میں رہنے دئے جائیں ہسپانیہ اور ندرلینڈ سے بحق امیر اعظم چارلس دست کش

لوئی کا مصالحانہ اقدام

سنہ ۱۷۰۶ء

ہونے پر آمادہ ہوگیا۔ صلح بیشک ہو جانی چاہئے تھی لیکن اہل انگلستان کے سر پر اس وقت جنگ کا بھوت سوار تھا اور فریق وھگ کو جس کا اقتدار غالب تھا اس بات کا اندیشہ تھا کہ اگر جنگ ختم ہوگئی تو ساتھ ہی اُس کے اقتدار کا بھی خاتمہ ہو جائے گا۔ غرض اُنہوں نے تجویز صلح کی چلتی گاڑی میں روڑے اٹکانے شروع کئے اور محض اپنی ذاتی اغراض کی خاطر فرانس کو چار وناچار ایک ایسی بے سود جنگ کے جاری رکھنے پر مجبور کیا جس میں آیندہ سات سال تک انگریزی قوم کا روپیہ اور خون مفت میں پانی کی طرح بہتا رہا۔

لیکن خوبی قسمت سے انگلستان کی مالی حالت اس وقت اس بارگراں کے متحمل ہونے کے قابل تھی۔ باوجودیکہ جنگ سر پر تھی اور سمندر میں دشمن کے جنگی جہازوں کا خطرہ ہروقت سامنے تھا پھر بھی بازار تجارت ایسا گرم تھا کہ وزراے سلطنت جس قدر روپیہ قرض لینا چاہتے تھے بآسانی لے لیتے تھے۔ چنانچہ قومی

قومی قرضہ کا فائدہ

قرضہ کی تعداد بڑھتے بڑھتے پانچ کروڑ چالیس لاکھ پاؤنڈ تک پہنچ گئی۔ یہ قرضہ اب حکومت کے لئے بہت مفید ثابت ہوا اس لئے کہ سود لینے والوں کی تعداد بہت بڑھی ہوی تھی اور ان کا فایدہ اسی میں تھا کہ ملک میں خانہ جنگی کا طوفان بپا ہونے نہ پائے۔ ورنہ ان کے روپیہ کے ڈوب جانے کا خطرہ تھا۔ ۱۷۰۸ء میں جب مدعی نے

مدعی کا مہاجمانہ اقدام ۱۷۰۸ء

چار ہزار فرانسیسی جمعیت کے ساتھ اسکاٹلینڈ میں لنگر انداز ہونے کا تہیہ کیا تو یہ حقیقت پوری طرح سے واضح ہوگئی۔ لنگر اٹھانے سے پہلے مدعی توخسرہ کے عارضہ میں مبتلا ہونے کے باعث مہم کے ہمراہ نہ جاسکا اور فرانسیسی جہاز ایڈمرل بنگ کے ہاتھوں زک اٹھاکر بے نیل مرام واپس ہوئے۔ لیکن اس فوج کشی کی تشویش انگیز خبرہی کا یہ اثر ہوا کہ قومی قرضہ کا راس المال بقدر چودہ یا پندرہ فیصدی کے گرگیا۔ بالفاظ دیگر جس شخص نے حکومت کو ایک سو پاؤنڈ کی رقم قرض دے رکھی تھی وہ اب اپنا حق سود کسی دوسرے شخص کے ہاتھ صرف بچاسی پاونڈ لے کر فروخت کرسکتا تھا اس لئے کہ اگر خانہ جنگی بپا ہوگئی ہوتی تو یہ امر متیقن نہ تھا کہ سود کی رقم وصول ہوگی بھی یا نہیں۔ آج کل بھی برطانیہ کو بلووں اور بغاوتوں سے بڑی حد تک اسی حکمت عملی

نے بچا رکھا ہے۔ ایک ایسی پائدار حکومت کے قیام کے ساتھ جو قرض کا سود باقاعدہ طور پر ادا کرتی رہے اتنے بہت سے لوگوں کے اغراض وابستہ ہیں کہ رعایا انگلستان کا جز و غالب ہمیشہ قانون و آئین اور امن و امان کے تحفظ کی تائید پر کمربستہ رہتا ہے۔

بینک انگلستان بھی حکومت اور تجارت دونوں کے لئے ایک بہت بڑا ذریعہ امداد ثابت ہوا۔ زرگروں کی مہاجنی کوٹھیوں کے مقابلہ میں اس بینک کے ساتھ لین دین رکھنا داد و ستد کا زیادہ تر محفوظ اور معتبر طریقہ تھا۔ جن سوداگروں کا کھاتہ اس بینک میں کھلا ہوا تھا وہ بہ آسانی روپیہ قرض لے سکتے تھے اور ہنڈیاں بھی چلا سکتے تھے یعنی نقد روپیہ ادا کرنے کے بجائے ادائی کا وعدہ کردیتے تھے۔ غرض بینک کا تجارتی کاروبار بہت وسیع ہوگیا اور عندالحاجت حکومت کی ضرورتیں اس کی اعانت سے پوری ہونے لگیں۔ نئے سکہ کے چلن نے بھی ملک کی خوش حالی میں اضافہ کردیا اور شہروں کی آبادی اور رونق جلد جلد بڑھنے لگی۔ برسٹل جزایر غرب الہند کے ساتھ تجارت کرنے سے پھر ایک بڑا شہر ہوگیا۔ مانچسٹر نارچ لیڈس اور شفیلڈ کی تجارتی واقتصادی اہمیت روبہ ترقی ہوگئی اور لورپول کو جہاں لندن کی وبا اور آتش زدگی کے بعد بہت سے تاجر اٹھ آئے تھے بڑے بڑے

ساکہ کی استواری

شہروں اور قریوں کی حالت

شہروں کی ہم پایگی کا درجہ حاصل ہونے لگا۔ اس عام ثروت و تمول سے ایک نقصان البتہ ملک کو ضرور پہنچا۔ یعنی سفید پوش کاشتکاروں کی وہ توانا جماعت جو اپنی آبائی زمینوں میں سکونت رکھتی اور اپنے موروثی کھیت بوتی چلی آئی تھی رفتہ رفتہ مٹنے لگی۔ افتادہ وغیر آباد زمینوں کے اتنے بڑے بڑے رقبے گھیر لئے گئے تھے کہ مزارعین کے لئے قلبہ رانی میں بہت کم نفع باقی رہ گیا۔ ادھر دولت مند سوداگروں کو اپنی زمینداریاں خریدنے کا ایسا شوق پیدا ہوا کہ سفید پوشوں نے زیادہ نفع کمانے کے خیال سے اپنی آبائی میراث کو اونے پونے بیچ دیا اور جو روپیہ اس طرح ہاتھ لگا بیوپار میں لگادیا اس طور پر انگلستان اپنی آبادی کے اُس سادہ مزاج تنومند اور آزادہ رو طبقہ سے محروم ہوگیا جس سے سیکن زمانہ سے ملک کی کمر مضبوط تھی

اس نقصان کی تلافی البتہ اس طرح ہوگئی کہ ۱۷۰۷ء میں انگلستان اور اسکاٹلینڈ آخر متحد ہوکر ایک ہوگئے اسوقت تک اس تمام مال تجارت پر جس کی آمد ورفت ان دونوں ممالک کے درمیان ہوتی تھی بھاری بھاری محصول لگائے جاتے تھے اور اسکاٹلینڈ ایک کم استطاعت ملک تھا اور ضروریات زندگی کا بیشتر حصہ اُسے باہر سے درآمد کرنا پڑتا

(حاشیہ: سفید پوشوں کا انحلال)

(حاشیہ: قانون اتحاد اسکاٹلینڈ میں بماہ جنوری ۱۷۰۷ء انگلستان میں بماہ مارچ ۱۷۰۷ء نافذ ہوا)

تھا اس لئے یہ محصول اہل اسکاٹلینڈ کو بہت گراں گزرتے تھے۔ اسی وجہ سے اُن میں بے چینی کے آثار پیدا ہونے شروع ہوگئے۔ انگلستان کے تجارتی قوانین کی سختی نے خلیج ڈیرمین کے ساحل پر اسکاٹلینڈ والوں کی ایک نوآبادی کو بھی برباد کردیا تھا۔ اس پر وہ اور بگڑے اور اپنا غصہ ۱۷۰۳ء میں اس مضمون کا ایک قانون اپنی قومی پارلیمنٹ میں منظور کرنے سے نکالا کہ ملکہ این کی وفات پر اسکاٹلینڈ کا بادشاہ کوئی پراٹسٹنٹ مذہب کا شہزادہ ہوگا لیکن یہ بادشاہ تاجدار انگلستان نہ ہوگا اگر اس قانون پر عمل درآمد ہوتا تو بڑی خرابی پیش آتی اس لئے کہ اقلیم برطانیہ میں پھر دو بادشاہوں کے موجود ہونے سے جنگ کا چھڑ جانا لازمی تھا۔ غرض انگریز محصول سے دست کش ہوگئے اور اس شرط پر چنگی وصول کئے بغیر مال تجارت کے سرحد پار گزر جانے پر رضامند ہوگئے کہ اسکاٹلینڈ والے اپنی جداگانہ پارلیمنٹ قایم نہ رکھیں بلکہ اپنے نمایندے انگریزی پارلیمنٹ میں اسی طرح بھیج دیا کریں جس طرح کرامول کے زمانہ میں بھیجا کرتے تھے۔ پہلے تو اہل اسکاٹلینڈ کو اس تجویز کے منظور کرنے میں بہت کچھ پس و پیش ہوا لیکن ۱۷۰۷ء میں دونوں ملکوں کے ایک نیابتی وفد نے اپنے اجلاس میں بالاتفاق یہ فیصلہ کیا کہ اہل اسکاٹلینڈ اپنا طریق عبادت اور اپنے قومی قوانین قایم رکھیں لیکن اپنی پارلیمنٹ سے دست بردار ہوجائیں اور اس کے بجائے پینتالیس نمایندے

انگلستان کے دارالعوام اور سولہ امرا دارالامرا میں شریک ہونے کے لئے روانہ کردیا کریں۔ یہ باہمی قرار داد "قانون اتحاد" کے نام سے موسوم ہوئی اور اس کے اجرا سے دونوں ملک "برطانیہ عظمیٰ" کا نام اختیار کرکے باہم متحد ہو گئے۔

سلطنت برطانیہ عظمیٰ

اب اُن قدیم اَیام کی طرح جبکہ نارتھمبرلینڈ (علاقہ شمال ہمبر) خلیج فورتھ تک پھیلا ہوا تھا سیکسن زبان بولنے والی قومیں پھر ایک ہوگئیں۔ سینٹ جارج اور سینٹ اینڈریو کی صلیبیں جو انگلستان اور اسکاٹلینڈ کی قومیتوں کی علامات تھیں منضم ہوکر برطانوی علم "یونین جیک" کا نشان بن گئیں۔ اتحاد اغراض وحدت قومی اور ملی یکجہتی کے لحاظ سے اسکاٹلینڈ والے اور انگلستان والے آپس میں بھائی بھائی ہوگئے۔ اور اس دن سے آج کے دن تک دونوں ملکوں کے اتحاد کی شاخ پھولتی پھلتی چلی آتی ہے۔

اس دل کشا مرقع کی سیر سے پلٹ کر جب ہم آیرلینڈ کی ہمسایہ قلمرو کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو ایک غم انگیز منظر آنکھوں میں پھرنے لگتا ہے۔ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں (دیکھو صفحہ) کہ عہد نامہ لمرک کی دفعات حرف غلط کی طرح میٹ دی گئیں اور آیندہ پچاس سال کا زمانہ

آیرلینڈ میں تعزیری قوانین۔

فرقہ کیتھولک نے جس کی ہمت شکست کھاکر ٹوٹ گئی تھی انواع و اقسام کی سختیوں اور عقوبتوں میں گزارا۔ ممالک غیر کے کیتھولک جو بیدردانہ

سلوک فرانسیسی پراٹسٹنٹوں کے ساتھ روا رکھتے تھے وہی انگلستان
اور آئرلینڈ کے پراٹسٹنٹوں نے ان کے ساتھ کرنا شروع کیا۔
ان بیچاروں کو تعزیری قوانین کا تختہ مشق بنایا گیا۔ انکے
پادریوں کو طرح طرح کی ایذائیں دی جانے لگیں۔ انکے
لئے اراضی کی ملکیت ممنوع قرار دی گئی۔ ان کے بچوں
کو بہکا پھسلاکر پراٹسٹنٹ بنا لیا جاتا تھا یا اُن کے ذرایع حصول
تعلیم مسدود کردئے جاتے تھے۔ ان تعزیری قوانین کے
علاوہ کچھ قوانین ایسے بھی نافذ کئے گئے کہ آیرلینڈ والے
نہ تجارت کرسکیں نہ صنعت و حرفت کے کارخانے قایم
کرسکیں۔ نتیجہ ان تمام ظالمانہ کارروائیوں کا یہ ہوا کہ لوگ
جان سے تنگ آگئے اور ان میں مکاری اور شورہ پشتی
کی وہ عادات پیدا ہوگئیں جنکا خمیازہ انگلستان آج کھینچ رہا ہے

جنگ کا صبر آزما سلسلہ اس عرض مدت میں برابر
جاری رہا۔ مارلبرو کو اوڈینارڈ لل اور میلپلیکوے کے معرکوں
میں تین اور نمایاں فتوحات حاصل ہوئیں لیکن ہسپانیہ
میں فرانسیسی پھر کامیاب رہے اور فلپ پنجم مظفر و منصور
داخل میڈرڈ ہوا۔ پھر بھی فرانس کو جنگ
کے تسلسل نے ایسا خستہ و ماندہ کردیا تھا
کہ ۱۷۰۹ء میں لوئی نے دوبارہ صلح کی
درخواست کی لیکن شہنشاہ آسٹریا اور برطانوی وزرا نے
پہلے کی طرح اس مرتبہ بھی اپنے حریف کی درخواست

جنگ اوڈینارڈ ۱۷۰۸ء
جنگ لل ۱۷۰۸ء
جنگ میلپلیکوے ۱۷۰۹ء

رد کردی۔ برطانوی وزرا کی یہ ایک بہت بڑی سیاسی غلطی تھی اور اس سے بھی بڑی غلطی مارلبرو نے یہ درخواست پیش کرنے سے کی کہ فوج کی سپہ سالاری کے عہدہ پر اُس کا تقرر عمر بھر کے لئے کردیا جائے۔ کرامول کے زمانہ سے انگریزی قوم کو کسی بات کا اس قدر خوف نہ تھا جتنا اس بات کا کہ ایک صاحب اختیار شخص فوج کو اپنے ہاتھ میں لے کر ملک کے سیاہ و سپید کا مالک ہو جائے۔ اس کے علاوہ ساری قوم جنگ سے اور جماعت وہگ کی حکومت سے تنگ آچلی تھی۔

انہیں ایام میں ایک جوشیلے ٹوری پادری ڈاکٹر سیشورل نے اس مضمون کا وعظ کیا کہ بادشاہوں کے اختیارات ربانی الاصل ہوتے ہیں اور جو شخص بادشاہ کے خلاف سر اٹھائے وہ شریر و خبیث ہے۔ جماعت وہگ سمجھی کہ یہ ولیم ثالث اور ملکہ این کے حقوق پر مفسدانہ حملہ ہے

ڈاکٹر سیشورل کا چالان

اور وزرا نے ڈاکٹر سیشورل پر دارالامرا میں مفسدہ انگیزی کا الزام قایم کیا۔ ملزم پر جرم ثابت ہوا لیکن قوم اس حد تک اُس کی طرفدار پائی گئی کہ امرا نے اُس سے شدید مواخذہ کرنا قرین مصلحت نہ تصور کیا اور صرف اسی قدر سزا پر اکتفا کیا کہ پادری سیشورل تین سال تک منادی نہ کرنے پائے اور اس کی تقریر جلادی جائے۔ یہ احمقانہ نزاع کچھ ایسی اہم تو نہ تھی

لیکن قوم وھگ جماعت کے وزرا کو زک دینے پر تلی بیٹھی تھی۔ چنانچہ جب پادری سیشورل رہا ہوا تو عوام الناس کا ایک جم غفیر "زندہ باد کلیسا پایندہ باد سیشورل" کے نعرے مارتا ہوا اُس کے ہمراہ ہولیا۔ اور لوگوں کے جوش وخروش کی کوئی انتہا نہ رہی جا بجا الاؤ جلائے گئے گرجاؤں کی گھنٹیاں بجائی گئیں اور شہر میں چراغان کیا گیا۔

مارلبرو اور فریق وھگ پر حملہ سنہ ۱۷۱۰ء

ملکہ این جس کا دلی میلان ہمیشہ سے ٹوری اصول کی طرف تھا رعایا کے ان جذبات کو ہمدردانہ نگاہوں سے دیکھتی تھی اور حال ہی میں مارلبرو کی بیگم سے کشیدہ ہوکر ایک بہت بڑے بیدار مغز مدبر رابرٹ ہارلی کی بہن مسنہ میشم کو اُس نے اپنا جلیس بنا لیا تھا۔ ہارلی نے جس کی وزرا سے ان بن اور مارلبرو سے لاگ ڈانٹ چلی آتی تھی اب ایک فصیح وبلیغ مقرر سینٹ جان کے ساتھ مل کر پارلیمنٹ میں مارلبرو پر چوٹیں کرنی اور اس بات پر زور دینا شروع کیا کہ جنگ ختم ہو جانی چاہیئے۔ اس زمانہ کا زبردست انشاپرداز ڈین سوئفٹ بھی جس نے سیاسیات کے موضوع پر اپنا زور قلم صرف کیا ہے اُن کا ممد ومعاون بن گیا اور اخبارات میں معرکۃ الآرا مضامین لکھ لکھ کر اُن کا ہاتھ بٹانے لگا۔ اُسکی تحریرات کی جوش انگیزی کا اندازہ اس ایک فقرہ سے ہوسکتا ہے

کہ "اس جنگ نے ہمارا تو پلیتھن نکال دیا۔ غضب خدا کا ساٹھ لاکھ پاؤنڈ کی نقد منظوری اور کم وبیش پانچ کروڑ پاؤنڈ کا قومی قرضہ! ہمارے حلیف کیا ہیں اچھے خاصے حریف ہیں جو ہماری لٹیا ڈبوئے چلے جارہے ہیں"

آکسفرڈ اور بالنگبروک کی وزارت۔ سنہ ۱۷۱۰-۱۷۱۴ء

اور تو اور عوام الناس بھی اپنے منظور نظر مارلبرو کے مخالف ہوگئے اور اُسے یہ الزام دینے لگے کہ وہ اپنے ذاتی فائدہ کی خاطر محض بخیال جلب منفعت جنگ کو طول دے رہا ہے آخر سنہ ۱۷۱۰ء میں این نے وزرا کو موقوف کردیا اور ہارلی کو امیر آکسفرڈ اور سنیٹ جان کو امیر بالنگبورک کے خطابات دے کر اپنا مشیر خاص مقرر کیا پارلیمنٹ بھی توڑدی گئی اور جدید انتخابات کے بعد دارالعوام میں ٹوری ہی ٹوری نظر آنے لگے۔ اس کے چند مہینے بعد مارلبرو اپنے عہدہ سے برطرف کردیا گیا اور اس کی جگہ امیر کیر آرمنڈ جو ایک کٹر ٹوری تھا مقرر کیا گیا۔ مارلبرو کا ستارہ کچھ ایسا گردش میں آیا ہوا تھا کہ اُس پر سرکاری رقوم میں تغلب کرنے تک کا الزام لگا دیا گیا۔ اُس کی بی بی کو بھی دربار شاہی میں آنے کی ممانعت ہوگئی اور وہ خود بھی اس بات کی عبرتناک مثال قایم کرکے انگلستان سے رخصت ہوگیا کہ جس شخص کو اپنی کامیابیوں اور کامرانیوں پر غرہ ہوتا ہے اُس کے ساتھ یوں احسان فراموشی

کا برتاؤ کیا جاتا ہے۔

اب ٹوری جماعت نے شرایط صلح کے بارہ میں فرانس کے ساتھ نامہ و پیام شروع کردیا۔ ۱۷۱۳ء میں عہد نامہ اٹرچٹ پر فریقین کے دستخط ثبت ہوگئے۔ عہدنامہ کی شرایط برطانیہ کے حق میں کچھ بہت زیادہ مفید نہ تھیں سات سال پہلے اگر صلح ہوگئی ہوتی تو وہ زیادہ فائدہ میں رہتا۔ اس میں شک نہیں کہ فرانسیسی ندرلینڈ اور جرمنی سے نکال دئے گئے لیکن ہسپانیہ اور امریکہ کے ہسپانوی مقبوضات اس قرار داد کے ساتھ کہ فرانس اور ہسپانیہ

عہدنامہ اٹرچٹ ۱۷۱۳ء

کی سلطنتیں کبھی متحد ہوکر ایک تاجدار کے ماتحت نہ ہوں گی بدستور فلپ کے قبضہ میں رہے۔ میلان نیپلز اور ندرلینڈ کا ہسپانوی علاقہ آسٹریا کو ملا۔ ولندیزوں کو اپنے ملک کی حفاظت کے لئے قلعوں کا ایک زبردست سلسلہ ہاتھ لگا۔ اور برطانیہ کے حصہ میں جبل الطارق اور منارکا آئے۔ اس کے علاوہ علاقہ خلیج و آبنائے ہڈسن اور نیوفونڈلینڈ اور نو اسکوشیا بھی جنکے بارہ میں برطانوی اور فرانسیسی ماہی گیروں کے درمیان سو سال سے نزاع چلی آتی تھی انگریزوں کو دیا گیا لوئی نے بہ اقرار صالح عہد کیا کہ این اور اسکے جانشینوں کو جو خاندان ہینوور سے تھے برطانیہ کا جایز حکمراں تسلیم کرے گا اور معی کو جس نے لورین میں جاسکونت

اختیار کی تھی ہرگز امداد نہ دے گا۔ اسی کے ساتھ برطانیہ کو تیس سال کے لئے ہسپانوی نوآبادیوں میں حبشی غلاموں کی خرید و فروخت کا حق خاص بلا مشارکت احدے و مساہمت غیرے حاصل ہوا اور یہ حق بھی ملا کہ ہرسال مال تجارت سے لدا ہوا ایک جہاز جنوبی سمندروں میں بھیجا کرے۔ لیکن برطانوی وزرا نزاعی مسایل کی الجھنوں سے یہاں تک بچنا چاہتے تھے کہ انہوں نے اُن کا بھی ساتھ چھوڑ دیا جو آڑے وقت میں اُن کے کام آئے تھے اور برطانیہ کے دامن آبرو پر یہ ایک ایسا داغ ہے جو آج تک نہیں مٹا۔ قوم کٹلان نے جو ہسپانیہ کے شمال و مغرب میں بستی تھی جنگ میں برابر متحدین کا ساتھ دیا تھا اور اُنکو یقین دلایا گیا تھا کہ اُن کی آزادی برقرار رکھی جائے گی۔ لیکن جب ایفائے عہد کا وقت آیا تو شہنشاہ آسٹریا نے تو اُن کی حمایت سے صاف انکار کردیا اور برطانیہ نے بھی گوبادل نا خواستہ ہی سہی اُنہیں اپنے حال پر چھوڑ دیا کہ جس طرح چاہیں ہسپانیہ سے نبٹ لیں چنانچہ ان بیچاروں کو ایک طویل جدوجہد کے بعد آخر ماہ جولائی ۱۷۱۵ء میں ہسپانیہ کی حلقہ بگوشی اختیار کرنی پڑی۔

ملکہ این کا عہد حکومت اب ختم ہونے کے قریب تھا وہ ایک عرصہ سے بیمار چلی آتی تھی اور ہر شخص

اسی سوچ میں پڑا ہوا تھا کہ دیکھئے اُس کا جانشین کون ہوتا ہے۔ ہینوور کی دیرینہ سال ملکہ سوفیا کا انتقال ہو چکا تھا اور اس کا بیٹا جارج فرماں فرمائے ہینوور وہ پروٹسٹنٹ شہزادہ تھا جسے پارلیمنٹ نے قانون جانشینی میں وارث تاج و تخت نامزد کیا تھا۔ جارج چونکہ جرمن تھا اور انگریزی کا ایک حرف بھی نہ بول سکتا تھا اس لئے جیمزیوں کو امید بندھ چلی تھی کہ شاید اُنہیں مدعی کو تخت پر بٹھانے میں کامیابی ہو جائے۔ اور تو اور ٹوری فریق کے وزرا بالنگبروک اور آکسفرڈ بھی درپردہ مدعی کے ساتھ سازوباز کرنے لگے جس کی وجہ یہ تھی کہ وہ خوب جانتے تھے

ملکہ این کی وفات ۱۷۱۴ء

کہ جارج وہگ جماعت کا طرفدار ہوگا لیکن کارکنان قضا و قدر کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ ایک دن ایوان کونسل میں بالنگبروک اور آکسفرڈ کا شدید تنازع ہوگیا۔ ملکہ کو ان دونوں کی یہ توتو میں میں سخت گراں گزری اور امیر آکسفرڈ اپنی خدمت سے سبکدوش کردیا گیا۔ اس واقعہ کے بعد ہی ملکہ پر سکتہ طاری ہوا اور دو دن بعد یکم اگست ۱۷۱۴ء کو اُس نے وفات پائی۔ وہگ امرا آرگایل اور سامرسٹ نے فوراً امیر کمیر شریوسبری سے جو کونسل کا صدرنشین اور ٹوری

جارج اول کی بادشاہی کا اعلان

ہونے کے باوجود مدعی کا مخالف تھا مشورہ کیا اور بالاتفاق یہ رائے قرار پائی کہ پارلیمنٹ

کے دیرینہ فیصلہ کے لحاظ سے جارج ہی کو وارث تاج وتخت ہونا چاہئے۔ چنانچہ لندن اور پورٹسمتھ دونوں مقامات میں فوجی دستے متعین کردئے گئے اور جیمز کے ہواخواہ سر بھی نہ اٹھانے پائے تھے کہ جیمز اول کے پرپوتے جارج لیوس فرماں فرمائے ہینوور کی بادشاہی کا اعلان ہوگیا۔

اب ہم اُس پر آشوب زمانہ کو پیچھے چھوڑ آئے ہیں جس کے دوران میں تاجداران سلسلہ اسٹوارٹ نے مطلق العنان ہوکر خود مختارانہ طریق پر حکومت کرنی چاہی اور پارلیمنٹ اور ساری قوم کی طرف سے انکے استبداد کا مقابلہ ہوا۔ یہ کشمکش ۱۶۰۳ء سے شروع ہوکر تا بہ عہد ولیم و میری تقریباً سو سال تک جاری رہی اور آخر اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پارلیمنٹ پہلے سے زیادہ طاقتور ہوگئی اور جیسا کہ ہمیں آگے چل کر معلوم ہوگا جارج اول کے زمانہ حکومت میں اس کی طاقت اور زیادہ بڑھ گئی۔

دستوری حکومت کا آغاز

چونکہ نیا بادشاہ زبان انگریزی سے نابلد ہونے کے باعث مجلس کابینہ کے مباحث سمجھنے سے عاری تھا اس لئے وہ فرمانروایان سابق کے دستور کے خلاف اجلاس کابینہ میں شریک نہ ہوتا تھا۔ بلکہ سب سے بڑا وزیر صدر اعظم کے خطاب سے مخاطب ہوکر ان اجلاسوں میں اُس کی قایم مقامی کرتا تھا۔ اسی

زمانہ سے انگلستان کے صدراعظم تاجدار وقت کی ماتحتی میں ملک کے حقیقی فرمانروا چلے آتے ہیں۔ لیکن قوم کو ابھی تک ایک ایسے بادشاہ کے ساتھ جس کا سلسلہ فرمانروائی مستقل اور موروثی ہو ویسی ہی عقیدت تھی جیسی قدیم الایام سے تھی۔ لوگ نہ چاہتے تھے کہ تخت بادشاہی پھر کبھی بھی خالی نظر آئے۔ تجربہ نے اُنہیں سکھا دیا تھا کہ بہترین حکومت "دستوری حکومت" ہے جس میں بادشاہ اپنے وزرا کا انتخاب خود کرتا ہے اور اس بات کا خیال رکھتا ہے کہ کل اختیارات ایک ہی شخص کی ذات میں نہ جمع ہو جائیں۔

اس سو سال کے زمانہ میں قوم دولت و ثروت اور علم و حکمت کے دوگونہ مراحل خاموشی کے ساتھ طے کرتی چلی آ رہی تھی۔ تمول میں جس قدر ترقی ہوتی گئی لوگوں کو ذہنیات کے کوچہ میں قدم رکھنے کا موقع ملتا گیا۔ اس زمانہ کے انگریزی وزرا اہل علم کے سرپرست تھے جنہیں علمی وظایف دئے جاتے تھے اور سرکاری خدمتوں پر مقرر کیا جاتا تھا۔ چنانچہ ملٹن نیوٹن لاک ایڈیسن سوئفٹ اسٹیل اور بہت سے دوسرے ارباب فضل و کمال کو ہم سرکاری عہدوں پر مامور پاتے ہیں۔

سترھویں صدی کا ادب

ادبیات کی ترقی کے لحاظ سے یہ دور خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ خبروں کے پرچے جو ترقی کرتے کرتے اخبارات کے درجہ تک پہنچ گئے اسی زمانہ میں اشاعت پذیر ہو گئے

تھے جب انگلستان میں خانہ جنگی چھڑی ہوئی تھی اور جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں ۱۶۹۵ء کے بعد سرکاری نگرانی کی قید سے آزاد ہوتے ہی ان کی تعداد میں معتدبہ اضافہ ہوگیا تھا۔ ڈین سوئفٹ کے قلم سے اخبار "اگزمینر" (ممتحن)، میں سیاسی مضامین نکلا کرتے تھے اور ۱۷۰۴ء میں "ٹیل آف اے ٹب" (بالٹی کی کہانی) کے نام سے اُس نے ایک افسانہ شائع کیا جس میں داد تلمیح و تعریض دی گئی ہے۔ اسٹیل نے ایک ایک پنس کی قیمت کے دو اخبارات "ٹیٹلر" (۱۷۰۹ء) اور "اسپکٹیٹر" (ناظر)، (۱۷۱۱ء)، جاری کئے جن میں ایڈیسن اور دوسرے مضمون نگار معاشرت کے موضوع پر دل چسپ مضامین لکھا کرتے تھے اور اس زمانہ کی طرز ماندوبود پر دلفریب حقایق آرائیاں کیا کرتے تھے۔ سر راجر ڈی کاورلی کی سیرت اس نگارستان معنی کا ایک دل کشا مرقع ہے۔ ادبیات کے سنجیدہ تر شعبہ میں لاک کے دو مشہور مقالے پیش کئے جا سکتے ہیں جن میں سے ایک کا موضوع "ادراک انسانی" اور دوسرے کا "مسالمت" ہے۔ فن تاریخ میں پادری برنٹ کی کتاب "اپنے زمانہ کی تاریخ" (۱۷۱۵ء) اور پیپس کی مسرت افزا تصنیف "روزنامچہ" قابل تذکرہ ہیں۔ اسی زمانہ میں داستانوں اور افسانوں کے سپرد قلم ہونے سے لوگوں میں قصہ خوانی کا چرچا ہوا۔ اس شق میں بنیئن کی حکایت "پلگرمس پراگرس" (منازل زاہد)

ڈی فو کے افسانہ "رابسن کروسو" (۱۷۱۹ء) سوئفٹ کی داستان "سفرنامہ گلیور" (۱۷۲۶ء) اور آر بتھنٹ کا قصہ "تاریخ جان بُل" مشہور ہے۔ انگریزوں کا قومی نام جان بل اول اول اسی قصہ میں لیا گیا ہے۔ شعرا میں کاؤلی ملٹن ڈرایڈن اور "ہیوڈ براس" کے ہجونگار مصنف سیموئیل بٹلر کو بڑی شہرت حاصل ہے۔ ایک خصوصیت اس صدی اور اس کے بعد کی صدی کی یہ ہے کہ طرز انشا پردازی رفتہ رفتہ تغیر پذیر ہوتی گئی۔ اہل قلم پہلے دقیق یا رنگین طرز تحریر کے دل دادہ تھے۔ اب اُن کی عبارت سادہ اور مختصر ہونے لگی۔ انشا پردازی کا مقصود شوکت لفظی نہ رہا بلکہ ادیب اپنا کمال اسی میں سمجھنے لگے کہ مطلب اچھی طرح سے پڑھنے والے کے ذہن نشین ہو جائے۔ اس تغیر کی وجہ یہ تھی کہ لوگوں میں تعلیم زیادہ پھیل گئی تھی اور مصنفین کا روے سخن زمانہ سابق کی طرح صرف علما و فضلا ہی کی جانب نہ تھا بلکہ ان کی تصنیفات عوام کے افادہ کے لئے شایع ہونے لگی تھیں۔ ایک بہت بڑا مفید نتیجہ کتابوں اور اخباروں اور علوم وفنون کی ہر صنف کی اشاعت کا یہ ہوا کہ تعلیم یافتہ لوگوں میں رواداری کا احساس پیدا ہونے لگا یہ حقیقت عوام کے ذہن نشین ہوگئی کہ باہمی اختلاف آرا کوئی ایسا امر نہیں جو آپس کی نزاع کا موجب ہو اور

برطانیہ کے لئے یہ بات ناممکن ہوگئی کہ جبر و استبداد
اور جور وجفا کے قدیم عہد کی یاد کو پھر بھی کبھی
تازہ کرے۔

بائیسواں باب

اندرونی امن اور بیرونی فتوحات سے برطانیہ عظمیٰ کا پنپنا

جارج اول ۱۷۱۴ء لغایت ۱۷۲۷ء

جارج ثانی ۱۷۲۷ء لغایت ۱۷۶۰ء

ملکہ این کی وفات کے سات ہفتہ بعد جارج اول اپنے اکلوتے بیٹے کو ساتھ لئے ہوے گرینچ میں لنگر انداز ہوا۔ وہ اگرچہ پردیسی تھا لیکن اُس کا استقبال پوری گرمجوشی سے کیا گیا اس لئے کہ قوم

خاندان ہینوور

امن وسکون کی خواہاں تھی اور نہ چاہتی تھی کہ نظام حکومت میں کسی قسم کا خلل واقع ہو گزشتہ زمانہ کے واقعات پر نظر ڈالنے سے ہمیں معلوم ہوگا کہ اس پچیس سال کی مدت کے اندر جو جیمز ثانی کے فرار ہوکر فرانس چلے جانے پر منقضی ہوی تھی انگلستان کو دو سہمگیں آویزشوں کا خمیازہ کھینچنا پڑا تھا۔ ان میں سے ایک جنگ تو ۱۶۸۹ء میں شروع ہوکر ۱۶۹۷ء تک رہی جس نے ولیم ثالث کو ہمیشہ ملک سے باہر تیغ بکف رکھا اور اس کا خاتمہ عہدنامہ رسوک پر ہوا (دیکھو صفحہ)

دوسری لڑائی جس کا سلسلہ ۱۷۰۲ء سے ۱۷۱۳ء تک برابر قایم رہا اور جس میں مارلبرو کو فتوحات حاصل ہوئیں ملکہ این کے انتقال سے صرف ایک سال پہلے عہدنامہ اٹرچٹ پر منتہی ہوی۔ ان معرکوں میں برطانیہ کے شریک ہونے کی غرض کچھ تو یہ تھی کہ ہالینڈ کی حفاظت کی جائے لیکن اصل مقصد یہ تھا کہ فرانس کسی طرح جیمز اور اُس کے بیٹے کو از سرنو تخت انگلستان کا قبضہ نہ دلانے پائے۔ نقصان جان سے قطع نظر کرکے نقصان مال ان لڑائیوں کی وجہ سے ملک کو اس قدر اٹھانا پڑا تھا کہ قومی قرضہ جس کی ابتدا ۱۶۹۲ء میں ہوئی تھی بائیس سال کے عرصہ میں بڑھتے بڑھتے تین کڑور اسی لاکھ پاؤنڈ تک پہنچ گیا تھا۔ اب اہل انگلستان کو ایک ایسے بادشاہ کی ضرورت تھی جو ملک کی عنان اختیار پارلیمنٹ اور وزراے سلطنت کے ہاتھ میں دے دے اور فتنہ وفساد برپا نہ کرے جس سے مدعی کو مراجعت کا موقع مل جائے۔

جارج اول اسی وضع کا بادشاہ تھا جس کی انہیں ضرورت تھی اس وقت اس کی عمر چون سال تھی عادات و اطوار ناتراشیدہ تھے مزاج سست وکاہل واقع ہوا تھا

جارج اول کی بہت

اور برطانیہ عظمی کی فرماں روائی سے وہ ہینوور کی کار فرمائی کو کہیں بہتر سمجھتا تھا۔ لیکن اُس کی نیت اچھی تھی اسی لئے حتی المقدور اُس نے اپنے عہد حکومت میں ضابطہ وآئین کا ساتھ نہ چھوڑا اور سلطنت

کے مہمات الامور میں اپنی رائے کو تا بحد امکان بہت کم دخل دیا۔ فریق وھگ کی جانب جس نے اُسے تخت سلطنت دلوایا تھا اُس کا رجحان طبیعت ہونا ایک لازمی بات تھی اور انگلستان پہنچنے سے پہلے ہی اُس نے ٹوری وزرا کو برطرف کردیا تھا۔ نئی پارلیمنٹ کے اعضا قریب قریب سب کے سب وھگ تھے۔ چنانچہ آکسفرڈ بالنگبروک اور آرمنڈ پر جیمزیوں کے ساتھ سازوباز کرنے کی علت میں مقدمہ قایم کیا گیا۔ آرمنڈ اور بالنگبروک تو بھاگ کر فرانس چلے گئے مگر آکسفرڈ بدستور ملک ہی میں مقیم رہا اور دو سال کے لئے قلعہ لندن میں قید کردیا گیا۔

آکسفرڈ بالنگبروک اور ارمنڈ پر مقدمات

ایک عرصہ دراز تک لوگوں میں بغاوت پھیلی رہی اس لئے کہ اہل انگلستان کا ایک بڑا گروہ ابھی تک خاندان اسٹوارٹ کا طرفدار تھا۔ اضلاع متوسط میں رہ رہ کر ایسے خطرناک فساد برپا ہوئے کہ ۱۷۱۵ء میں بلوہ کے انسداد کے لئے ایک قانون جاری کیا گیا جس کی رو سے یہ امر جایز قرار دیا گیا کہ اگر قانون کی عبارت کے علی الاعلان سنا دئے جانے کے بعد بھی کوئی جماعت اشخاص جو آمادہ فساد ہو خاموشی سے منتشر نہ ہو جائے تو حکام کو اختیار ہوگا کہ اسے جبراً منتشر کردیں اور اگر اس ہنگامہ میں کسی بلوائی کو گزند پہنچ جائے تو حکام بری الذمہ ہوں گے۔

قانون ہنگامہ ۱۷۱۵ء

اسکاٹلینڈ اور شمالی انگلستان میں مفسدہ کی نوعیت زیادہ سنگین تھی۔ کوہستانیوں نے مار کے امیر اور انگریزی جیمزیوں نے لارڈ ڈرونٹ واٹر اور نارتھمبرلینڈ کے نمایندے مسٹر فارسٹر کی سرکردگی میں علم بغاوت بلند کیا۔ لیکن امیر کبیر

جیمزیوں کی بغاوت
۱۷۱۵ء

آرگایل نے جو ان کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا گیا تھا کوہستانی مفسدہ پردازوں کو بتاریخ ۱۳ نومبر اسٹرلنگ کے قریب شیرف میور کے میدان میں شکست دی اور اسی دن انگریزی جیمزیوں نے لنکا شایر میں بمقام پریسٹن ہتھیار ڈال دئے۔ اس طور پر دو مہینے کے اندر اندر بغاوت فرد ہوگئی۔ مدعی نے بھی جو ان واقعات کے ایک مہینہ بعد اسکاٹلینڈ میں لنگر انداز ہوا زک اٹھائی اور امیر مار کو ساتھ لے کر فرانس پلٹ جانے پر مجبور ہوا فارسٹر فرار ہوگیا اور نوجوان لارڈ ڈرونٹ واٹر قتل کردیا گیا ان ہنگاموں اور بغاوتوں کی وجہ سے قوم کو ایک زبردست حکومت کے قیام کی ضرورت محسوس ہوئی۔ چنانچہ ۱۷۱۶ء

ہفت سالہ پارلیمنٹ
۱۷۱۶ء

ایک قانون نافذ کیا گیا جس کی رو سے بادشاہ کو سات سال تک ایک ہی پارلیمنٹ کے برقرار رکھنے کا اختیار حاصل ہوگیا۔ اس قانون پر آج تک عمل ہوتا چلا آتا ہے۔

انگلستان کے جانی دشمن لوئی چہاردہم تاجدار فرانس نے اکہتر سال کی طویل فرماں روائی کے بعد ۱۷۱۵ء میں

انتقال کیا اور اُس کے پڑ پوتے نے جو ایک طفل دہ سالہ تھا لوی پانزدہم کا لقب اختیار کر کے فرانس کی زمام سلطنت اپنے ہاتھ میں لی۔ اس طرح انگلستان نے فرانس کی در اندازیوں سے نجات پائی اور آیندہ بیس سال تک فرانسیسیوں نے انگلستان کے خلاف کوئی ریشہ دوانی نہ کی۔ اس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہوی کہ امیر کبیر آرلینس نے جو فرانس کا نائب السلطنت تھا برطانیہ اور ہالینڈ کے ساتھ اتحاد قایم کر کے اس شرط پر خاندان ہینوور کی تائید وحمایت کی ہامی بھرلی کہ اگر لوی پانزدہم کے انتقال کر جانے کی حالت میں فلپ پنجم فرماں روائے ہسپانیہ نقض عہد کر کے ہسپانیہ و فرانس دونوں سلطنتوں کا دعویدار بن بیٹھے تو برطانیہ اور ہالینڈ آرلینس کے خاندان کو تاج فرانس دلوانے میں اُس کی امداد کریں۔ انگریزان شرایط پر رضامند ہوگئے اور جب ۱۷۱۸ء میں فلپ نے صقلیہ پر چڑھائی کرنے کی دھمکی دی تو برطانیہ اور فرانس نے متفقہ طور پر ہسپانیہ کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ انگریزی امیرالبحر سرجارج بنگ نے راس پسارو میں ہسپانوی بیڑے کو شکست دی اور ہسپانویوں نے ۱۷۱۹ء میں اسکاٹلینڈ پر فوج کشی کرنے کا قصد کیا لیکن اس کشمکش کا جلد ہی خاتمہ ہوگیا اور فلپ نے ہار مان لی۔

اتحاد ثلاثہ ۱۷۱۷ء

جنگ راس پسارو ۱۷۱۸ء

اب چونکہ اندرونی اور بیرونی خرخشے مٹ چکے تھے
اور ہرطرف امن و امان قایم ہوگیا تھا اس لئے برطانوی
قوم کو تجارت کی طرف توجہ کرنے کا خاطر خواہ موقع ہاتھ آیا
تجارت کی توسیع کا سلسلہ دوران جنگ میں بھی برابر قایم
برطانوی تجارت کی توسیع
تھا اور برطانوی سوداگروں کا کاروبار ترکی
اطالیہ ہسپانیہ پرتگال ہالینڈ جرمنی روس ناروے
سویڈن امریکہ افریقہ اور ہندوستان میں پھیلا ہوا تھا۔
عہدنامۂ اٹرِیخٹ کے سپرد قلم ہونے پر بحری جنگ کے
ختم ہو جانے سے تری کے رستے کے خطرات کم ہو گئے
اور جن لوگوں نے پرآشوب ایام میں اپنا روپیہ دبا رکھا
تھا اب اس فکر میں ہوئے کہ کسی طرح یہ سرمایہ تجارت
میں لگا دیا جائے۔ چنانچہ بہت سی کمپنیاں کھولی گئی جنوں
شرکت بحر جنوبی
نے مصنوعات معدنیات جہازرانی اوربیوپار
میں معقول فائدہ حاصل کیا۔ ان میں سب
سے زیادہ مقبول عام کمپنی شرکۂ بحر جنوبی تھی جو ۱۷۱۱ء
میں جنوبی امریکہ کے ساتھ تجارت کرنے کی غرض سے
قایم کی گئی تھی اور جسے اپنے مجوزہ کاروبار کے سود مند
اور بامنفعت ہونے پر یہاں تک بھروسا تھا کہ نظماے
شرکۂ نے اُن لوگوں کو جن کی رقوم حکومت کے ذمہ
تھیں اپنا حصہ دار بنا لینے سے اس شرط پر قومی قرضہ کے
بے باق کردینے کا ذمہ اٹھایا کہ اس کے معاوضہ میں حکومت

اُن کے ساتھ خاص رعایتیں کرے اور اُنہیں ایسے حقوق دیئے جائیں جن سے متمتع ہونے میں کوئی دوسرا اُن کا شریک نہ ہو۔ لیکن بڑی خرابی یہ ہوی کہ بینک انگلستان بھی قومی قرضہ ادا کردینے پر آمادہ ہوگیا اور دونوں کمپنیوں کی بتقسیط سے بولی بڑھتی گئی تا آنکہ ماہ اپریل ۱۷۲۰ء میں ایک مسودہ قانون نافذ کیا گیا جس کی روسے پچھتر لاکھ پاونڈ کی رقم شرکتہ بحر جنوبی سے لی جانی منظور کرلی گئی۔

کاردان اور معاملہ فہم اشخاص خوب جانتے تھے کہ اس کام میں ہرگز اتنا نفع نہیں ہوسکتا جس سے کہ پون کروڑ پاونڈ کی رقم خطیر کی بچت نکلنے کی کوئی صورت ہوسکے۔ اسی خیال سے نارفاک کے ایک پختہ مغز رئیس رابرٹ

رابرٹ والپول کا احتجاج ۱۷۲۰ء

والپول نے پارلیمنٹ میں مسودہ مذکور کی بہت کچھ مخالفت بھی کی۔ لیکن اسکا احتجاج صدا بہ صحرا ثابت ہوا۔ سارا انگلستان شرکت بحر جنوبی کے حصے خریدنے کے لئے دیوانہ ہورہا تھا۔ دیہات کے رؤسا نے اپنی زمینداریاں بیچ بیچ کر ساری جمع جتھا اس نئے بیوپار کے جوے میں لگادی۔ پادری بیوہ عورتیں مہاجن ڈاکٹر وکیل ادنی و اعلی سب کے سب حصے خریدنے کے لئے پل پڑے یہاں تک کہ سو پاؤنڈ کا حصہ ہزار پاؤنڈ کو فروخت ہوا۔ شرکت بحر جنوبی کے مطمح سے تجارتی منافع کے خیالی پلاؤ کی قابیں لوگوں کو یوں بھر بھر لے

جاتے دیکھ کر دوسرے منصوبہ بازوں کو بھی اپنے چولھے گرم کرنے کا خیال آیا اور دیکھتے دیکھتے بہت سی کمپنیاں قایم ہوگئیں۔ صرافہ میں دلالی کا بازار ایسا گرم تھا کہ اس پر کسی بہت بڑے قمار خانہ کا گمان ہوتا تھا آخر نظما سے شرکت بحر جنوبی نے یہ دیکھ کر کہ یہ چھوٹی چھوٹی نوخاستہ شرکتیں اُن کا بنا بنایا کھیل بگاڑ رہی ہیں لوگوں کو متنبہ کردیا کہ ان میں سے اکثر کمپنیاں دھوکے کی ٹٹیاں ہیں۔

شرکت بحر جنوبی کے ڈھول کا پول۔ سنہ ۱۷۲۰ء

اس طور پر انہوں نے اگرچہ اپنے حریفوں کی چلتی گاڑی میں توروڑا اٹکا دیا لیکن خود اپنے پاؤں پر بھی کلہاڑی مارلی۔ اس لئے کہ لوگوں کا اعتبار جب ایک دفعہ اٹھ گیا تو انہون نے معاملہ کے تمام پہلوؤں پر نظر غائر ڈالنی شروع کی اور اُنہیں صاف نظر آنے لگا کہ جس بے حساب منافع کی امید دلائی گئی تھی وہ محض وہمی وخیالی تھا۔ غرض حصوں کی قیمت جلد جلد گھٹنے لگی۔ سو پاونڈ کا حصہ جو ہزار پاؤنڈ کو بکا تھا ایک سو پینتیس ہی کا رہ گیا اور اس کے بعد جو اس کا نرخ کم ہونا شروع ہوا تو یہ حالت ہوگئی کہ کوئی اسے ایک پائی کو بھی نہ پوچھتا تھا۔ آخر بحر جنوبی کا نظر فریب بلبلا پھٹ کر ہوا ہوگیا کمپنی نے دیوالہ نکال دیا اور صدہا لوگ تباہ و برباد ہوگئے۔ مجلس وزرا کے ایک رکن لارڈ اسٹینہوپ کی اس صدمہ سے جان نکل گئی۔ ایک اور وزیر

لارڈ سنڈرلینڈ نے استعفا داخل کردیا اور قوم بآواز بلند متقاضی ہوئی کہ قلمدان وزارت والپول کے تفویض کیا جائے کہ ایک اسی نے مسودہ کی مخالفت کی تھی اور اب اسی سے بگڑی کے بنانے کی توقع ہوسکتی تھی۔

بادشاہ نے ازراہ دانشمندی قوم کی خواہش پر عمل کیا ماہ مارچ ۱۷۲۱ء میں ایک نئی وزارت بصدارت والپول قایم کی گئی جس نے بینک انگلستان کی مدد سے اُس سراسیمگی کو جو ملک بھر میں پھیلی ہوی تھی فرو کیا بلکہ کچھ رقم بھی ادا کردی۔ آیندہ بیس سال تک والپول کو خوب عروج رہا اور انگلستان میں کسی دوسرے شخص کو اُس کے برابر اقتدار حاصل نہ ہوا۔ وہ پہلا رکن سلطنت ہے جو "وزیراعظم" کے لقب سے ملقب ہوکر مجلس کابینہ میں اُس منصب پر فایز ہوا جو اس وقت تک بادشاہ کے لئے مخصوص تھا۔ والپول نے دیہات میں پرورش پائی تھی۔ وہ ایک اکھڑ اور اجڈ آدمی تھا۔ بہت کم تعلیم پائی تھی طبیعت میں بھی جدت نہ تھی۔ اصلاحات بھی اُس نے کچھ ایسی نہیں کیں جو قابل ذکر ہوں بلکہ اور الٹا یہ الزام اُس پر عاید ہوتا ہے کہ پارلیمنٹ کے اراکین کی مٹھی گرم کرکے اُن سے اپنی ہاں میں ہاں ملوا لیا کرتا تھا۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ اُس نے دماغ صحیح پایا تھا انتظام کی قوت بہت بڑھی ہوئی تھی اور بات کی تہ کو جلد پہنچ جاتا تھا

والپول کی وزارت ۱۷۲۱ء لغایت ۱۷۴۲ء

وہ خوب جانتا تھا کہ ملک میں جو ناراضی پھیلی ہوی ہے اس کا باعث یہ ہے کہ ایک تو کیتھولک اور اہل ابرا اُن قوانین سے ناراض ہیں جن کا نفاذ اُن کے خلاف ہوا ہے اور دوسرے ملک کے بہت سے ٹوری شرفا چاہتے ہیں کہ خاندان اسٹوارٹ پھر صاحب تاج ونگین ہو جائے۔

چونکہ والپول خود شرفاے دیہات سے تھا اس لئے رسّل کیونڈش اور اسی طرح کے دوسرے بڑے بڑے وھگ خاندانوں کو جو سلسلہ ہینوور کے طرفدار تھے اپنے ساتھ ملالینا اُسکے لئے آسان تھا۔ پارلیمنٹ کے مبعوثین کی نامزدگی میں ان خاندانوں کے رسوخ کو بہت کچھ دخل تھا۔ اس کے علاوہ بہت سے شہر (مثلاً اولڈ سیرم متصل سالسبری) جن میں بمرورایام انحطاط پیدا ہوگیا تھا برابر اپنے مبعوثین پارلیمنٹ میں بھیجتے چلے جاتے تھے حالانکہ راے دینے کے قابل کوئی آبادی ان میں موجود نہ تھی اور جو اہل رائے تھے بھی وہ اپنا حق انتخاب اُس شخص کے ہاتھ بیچ ڈالتے تھے جو زیادہ سے زیادہ دام دے کر خرید سکے۔ اس طور پر پارلیمنٹ کے نصف سے زیادہ رکن حقیقی معنوں میں قوم کے منتخب شدہ مبعوثین نہیں بلکہ حکومت کے نامزد شدہ تابع دار ہوتے تھے اور ایسے دارالعوام سے والپول جو بات چاہتا تھا منوالیتا تھا۔

پہلا کام دارالعوام کی اس فرمانبرداری سے والپول نے یہ لیا کہ ملک میں امن وسکون قایم کر دیا۔ یعنے فرانسیسیوں

کے ساتھ دوستانہ مراسم قایم رکھ کر اُس نے مدعی کا فتنہ
دبائے رکھا اور اُن قوانین کو جو اہل ابرا اور فرقہ کیتھولک
دور امن و سکون | کے خلاف نافذ کئے گئے تھے منسوخ کئے بغیر
یہ انتظام کردیا کہ ان قوانین پر عمل نہ ہونے
پائے۔ البتہ ۱۷۲۲ء میں جیمزیوں نے ایک چھوٹی سی سازش
ضرور کی چنانچہ ایٹربری اسقف راچسٹر شریک سازش ہونے
کی علت میں جلا وطن کیا گیا۔ آیرلینڈ میں بھی شورش برپا
ہوی جس کی وجہ یہ تھی کہ والپول نے ڈو نامی ایک انگریز
کو جو آہنگری کے کارخانہ کا مالک تھا ایک لاکھ آٹھ ہزار
پاؤنڈ کی مالیت کے فاردنگ اور نصف پنس مسکوک کرنے
کی اجازت اس غرض سے دی تھی کہ یہ سکے آیرلینڈ میں
چلائے جائیں۔ آیرلینڈ کی پارلیمنٹ نے اس پر یہ اعتراض کیا
کہ ان سکوں کے رواج سے اہل آیرلینڈ کو نقصان ہوگا
سوئفٹ کی والپول سے ان بن تھی۔ اُس نے معترضین
کی حمایت میں سات مکتوب جو مکتوبات ڈریپئر کے نام سے
موسوم ہیں شایع کرکے ملک بھر میں ایک آگ سی لگادی
والپول نے اب مصلحت اسی میں دیکھی کہ نیم پنس سکوں
کا چلن موقوف کردیا جس سے کوئی برا نتیجہ نہ پیدا ہونے
پایا۔ اس طور پر اُس نے ملک میں امن و امان قایم
رکھا اور لوگوں کو یہ نکتہ سمجھا دیا کہ ایک ایسی مستقل حکومت
جس کے سایہ میں رعایا سکون و خاموشی کے ساتھ ترقی

کر سکے ایک ایسی نعمت ہے جس کی قدر کرنی چاہئے۔

جارج اول گاڑی پر سوار آسنابرک کو جو ہینوور میں واقع ہے جارہا تھا کہ اُسے مرگی کا دورہ اٹھا اور اسی حالت میں اُس نے ۱۰ ر جون ۱۷۲۷ء کو وفات پائی۔ اُس کے بعد اُس کا بیٹا کسی قسم کا فساد برپا ہوئے بغیر تخت نشین ہوا اور اگرچہ نیا بادشاہ والپول کو اچھی نظر سے نہ دیکھتا تھا پھر بھی اس خیال سے کہ والپول کی ذات حکومت کے لئے مفید ہے اُس نے اُسے بدستور وزیراعظم رہنے دیا اور فرمانرواؤں کے تغیر سے برطانیہ کے نظام حکومت میں کوئی تبدیلی نہ ہوی۔

جارج اول کی وفات
۱۰ ر جون ۱۷۲۷ء

جارج ثانی

۱۷۲۷ء لغایت سنہ ۱۷۶۰ء

اپنے باپ کی طرح جارج ثانی سراپا جرمن تھا۔ دونوں میں اگر کچھ فرق تھا تو صرف اتنا تھا کہ باپ کو انگریزی نہ آتی تھی اور بیٹا یہ زبان بول لیتا تھا۔ اس کی طبیعت ضدی اور جوشیلی واقع ہوی تھی اور اگر کوئی روکنے والا نہ ہوتا تو برطانیہ کو اُس نے ہینوور پر ایک چھوڑ کئی بار قربان کرہی دیا ہوتا۔

جارج ثانی کی سیرت

لیکن خوبی تقدیر سے اُس کی ملکہ کیر ولائن رئیسۂ انسپاک اُس کے مزاج میں بہت بڑا درخور رکھتی تھی۔ اس ہوشمند اور زمانہ شناس ملکہ کو والپول کی قدر وقیمت کا پورا پورا اندازہ تھا اور اسی لئے وہ ۱۷۳۶ء تک جو اس کا سال وفات ہے برابر والپول کی حمایت کرتی رہی۔ اس کے بعد جارج کے اواخر عہد میں حکومت کی عنان اقتدار مشہور و معروف مدبر پٹ کے ہاتھوں میں آئی جو آگے چل کر لارڈ چیتھم کے لقب سے ملقب ہوا۔ والپول اور پٹ دونوں سے جارج ثانی کی نہ بنتی تھی مگر پھر بھی واقعات کے ہاتھوں مجبور ہوکر اُسے یکے بعد دیگرے ان دونوں کی وزارت کا دست نگر ہونا پڑا اور اس لحاظ سے اُس کا زمانہ فرمانروائی تاریخ میں خاص اہمیت رکھتا ہے۔

جارج ثانی کی تخت نشینی کے بعد دس سال تک بہت کم ایسے واقعات پیش آئے جو خصوصیت سے قابل ذکر ہوں۔ والپول زیادہ تر مصارف کی قطع و برید اور قومی قرضہ کے ایک حصہ کی ادائی میں مشغول رہا اسی کے ساتھ اُس نے بہت سی اشیائے درآمد برآمد کا محصول معاف کردیا

والپول کا مالی انتظام

سب سے اول اُسی کو اس اقتصادی حقیقت کا احساس ہوا کہ نوآبادیوں کو دوسرے ممالک کے ساتھ تجارت کرنے سے روکنا بہت بڑی نادانی ہے۔ چنانچہ اس نے جارجیا اور کیرولائنا کو یورپ کے مختلف حصوں میں چانول بھیجنے

کی عام اجازت دے دی۔ اس ترکیب سے یورپ کی منڈیوں میں اطالیہ اور مصر کے گھٹیا چانولوں کی جگہ کیر ولائنا کے بڑھیا مال نے لے لی اور تمام ملکوں کا فایدہ ہوگیا۔ والپول نے اس بات کی

سودہ قانون چنگی کا استرداد ۱۷۳۳ء

بھی کوشش کی تھی کہ انگریزی بندرگاہوں میں مال تجارت پر جو بحری محصول بہ‌ٹ لیا جاتا تھا وہ تو ہلکا کردیا جائے اور اندرون ملک میں بعض اشیا پر محصول چنگی لگا دیا جائے۔ اگر یہ تجویز چل جاتی تو گھاٹ والوں کا جو سمندر کے رستے چھپے چوری مال لاتے تھے اور سرکاری محصول مارلیتے تھے ایک بڑی حد تک سدباب ہوگیا ہوتا لندن ایک آزاد بندرگاہ بن جاتا اور برطانوی تجارت الضاعف ہوگئی ہوتی۔ لیکن یہ باتیں لوگوں کی سمجھ سے باہر تھیں۔ وہ یہی خیال کرتے تھے کہ اگر چنگی کا قانون رایج ہوگیا تو افسران چنگی اُن کی دکانوں پر دھرنا دے کر اُنکی عافیت تنگ کیا کریں گے۔ غرض مجوزہ مسودہ قانون کی مخالفت ایسی عام اور اس قدر سخت ہوی کہ والپول نے اسے مسترد کردیا۔

یگانوں کی بیگانگی

باایں ہمہ اس کے زبردست اقتدار میں کسی قسم کی کمی نہ آنے پائی۔ لیکن آخر اُس سے ایک ایسی غلطی سرزد ہوی جو بسا اوقات مقبول عام وزراے سلطنت کے زوال کا پیش خیمہ بن جایا کرتی ہے۔ والپول چاہتا تھا کہ کوئی شخص اُس کے اقتدار میں دخیل نہ ہو سب اُس کا لوہا مانیں۔ اور چونکہ اپنے ہم چشموں کو وہ رشک کی نظروں سے دیکھتا تھا اس لئے کابینہ وزارت کے قابل ترین اعضا بتدریج اُس سے الگ

ہوتے گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جو یگانے تھے وہ بیگانے بن گئے اور اُس کے خلاف طاقتور حریفوں کا ایک جتھا قایم ہوگیا جس میں پلٹنی جو آگے چل کر ایرل باتھ کے لقب سے سرفراز ہوا اور کارٹریٹ اور چسٹر فیلڈ جیسے لوگ پیش پیش تھے۔ نوجوانوں میں مدراس کے ایک سابق گورنر کا پوتا ولیم پٹ جس کی پرجوش فصاحت ضرب المثل تھی اُس کا بہت بڑا مخالف تھا۔ اس جماعت نے ”مُحبان وطن“

جماعت محبان وطن ۱۷۳۷ء

کا نام اختیار کرکے والپول کی مصالحانہ روش کی خرابیاں گنانی شروع کیں اور اس الزام کی تشہیر پر اپنی متفقہ قوت صرف کردی کہ وہ رشوت دے کر پارلیمنٹ کے اراکین کی راے اپنے مفید مطلب حاصل کرنے کا خوگر ہے۔ والپول اس جماعت کی مخالفت کو بچوں کا کھیل سمجھ کر ازراہ حقارت نظر انداز کرتا رہا اور اس بات کو بھی مطلق خاطر میں نہ لایا کہ فریڈرک شہزادہ ویلز جس کا اپنے والدین سے جھگڑا ہوگیا تھا ان لوگوں کا طرفدار ہے۔ جب یہ لوگ جذبہ حب وطن اور پاس آبرو کی بحث بیچ میں لاتے تھے تو وہ یہ کہہ کر اُن کی ہنسی اڑاتا تھا کہ ”آپ لوگوں کا دماغ جب رفتہ رفتہ صحیح ہو جاے گا تو یہ سارے خیال دور ہو جائیں گے۔ کہاں کی حب وطن اور کیسی عزت نفس یہ سب دل خوش رکھنے کی باتیں ہیں۔“ غرض والپول کا اقتدار بدستور برقرار رہا تاآنکہ ۱۷۳۹ء میں ہسپانیہ کے ساتھ انگلستان کے تعلقات کشیدہ ہوگئے اور اسی وقت سے والپول کا زوال شروع ہوگیا۔

حقیقت یہ ہے کہ برطانیہ اس وقت ایک پوشیدہ خطرے کی زد میں آیا ہوا تھا۔ فرانس کی آنکھوں میں انگریزوں کی تجارتی ترقی اور برطانوی نوآبادیوں کی رونق کانٹا بن کر کھٹک رہی تھی۔ چنانچہ ۱۷۳۳ء میں لوی پانزدہم نے جو اب خود صاحب

خاندانی قرار داد ۱۷۳۳ء

اولاد ہونے کے باعث اپنے چچا فلپ پنجم کی طرف سے کوئی اندیشہ دل میں نہ رکھتا تھا اس کے ساتھ اس مطلب کا ایک خاندانی سمجھوتا کرلیا کہ جنوبی امریکہ کے ساتھ تجارت کرنے کا جو حق انگریزوں کو حاصل تھا وہ رفتہ رفتہ اُن سے لے کر فرانس کو دے دیا جائے اور اس کے معاوضہ میں فرانس ہسپانیہ کو جبرالٹر پر قبضہ کر لینے میں مدد دے۔ اس خفیہ قرار داد کا اُس وقت کسی کو علم نہ تھا لیکن دراصل یہی قرار داد اس طویل جدوجہد کی وجہ قرار پائی جو دنیا کے تجارتی اور عمرانی تفوق کے لئے برطانیہ عظمی اور دولت فرانس کے درمیان برپا ہوکر مدتوں قایم رہی۔

ہسپانیہ کے لئے برطانیہ کے ساتھ دست وگریباں ہونے کا کوئی بہانہ تراش لینا کچھ مشکل نہ تھا۔ یاد ہوگا کہ عہدنامہ اُترچٹ (دیکھو صفحہ) کی رو سے انگریز مجاز قرار دئے گئے تھے کہ چھ سو ٹن وزن کا ایک تجارتی جہاز ہر سال بحر جنوبی میں بھیجا کریں۔ اس معاملہ میں انگریزوں کی طرف سے پوری پابندی عہد نہ ہوئی تھی۔ مال تجارت سے لدے ہوئے چھوٹے چھوٹے جہاز چھ سو ٹن والے جہاز کے گرد وپیش منڈلاتے رہتے تھے۔ اور رات کے

وقت اپنا مال لاکر اس میں بار کر دیتے تھے۔ اس طور پر جو مال ساحل پر اتارا جاتا تھا وہ مقدار مقررہ و معہودہ سے بہت زیادہ ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ امریکہ کے ہسپانوی بندرگاہوں میں انگریز اپنے ملک کا مال چھپے چوری بھی اتار دینے کے خوگر تھے اور اس خلاف ورزی قانون کے روکنے کے لئے ہسپانوی کھلے سمندر میں جہازوں کی تلاشی لیتے تھے۔ اس تلاشی کی وجہ سے بسا اوقات جانبین میں جھڑپ ہو جاتی تھی

جنگ گوش بریدگی جنکنس
۱۷۳۹ء

ہسپانیہ و فرانس کے باہمی قرار داد کے بعد یہ چپقلشیں آئے دن ہونے لگیں اور انگریزوں کو سخت ناگوار گزرنے لگیں۔ ۱۷۳۸ء میں ایک انگریزی جہاز کے کپتان جنکنس نامی نے پارلیمنٹ کے اجلاس میں آکر فریاد کی کہ ہسپانویوں نے میرے کان کاٹ کر مجھے بوچا کر دیا ہے اور نہ صرف برطانیہ کو برا بھلا کہا ہے بلکہ بادشاہ سلامت کو بھی گالیاں دی ہیں۔ اس بیان کی واقعیت بہت کچھ مشتبہ تھی اور والپول نے سبھی جتن کئے کہ کسی طرح امن قایم رہے لیکن محبان وطن جنکنس کی داستان کو لے اڑے اور ملک بھر میں اپنی فتنہ انگیز تقریروں سے ہسپانیہ کے خلاف اشتعال پیدا کر کے والپول کو بادل ناخواستہ اعلان جنگ پر مجبور کر دیا لوگ خوش تھے کہ آخر برطانوی تلوار میان سے نکلی لیکن والپول کو جنگ کے مہیب نتایج صاف نظر آرہے تھے۔ لوگوں کو شاداں و فرحاں دیکھ کر اس سے نہ رہا گیا اور وہ بے اختیار کہہ اٹھا کہ اب تو یہ مارنے

خوشی کے گھنٹیاں بجا رہے ہیں لیکن وہ وقت دور نہیں کہ انھیں لوگوں کو کف افسوس ملتے دیکھ لینا۔

اُس کا خیال بالکل درست تھا لیکن کیا ہی اچھا ہوتا اگر وہ خود مستعفی ہو جاتا اور ان لوگوں کو جنگ کا بیڑا اٹھا لینے دیتا جنھوں نے اس کی حمایت کی تھی۔ جنگ کا آغاز انگلستان کے لئے نامبارک ثابت ہوا اور لوگوں کو یہ کہنے کا موقع مل گیا کہ اس ناکامی کی تہ میں والپول کی مخالفت کام کرہی ہے اس کے علاوہ زیادہ زمانہ گزرنے پایا تھا کہ یہ جنگ ایک اور بہت بڑی جنگ کی طرف منجر ہوگئی جس نے ۱۷۴۰ء میں سارے یورپ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

والپول کے اقتدار کا خاتمہ ۱۷۴۲ء

ایک اور آسمانی بلا یہ نازل ہوئی کہ اسی سال موسم سرما میں برف کا ایک خوفناک طوفان آیا اور اس کے بعد ربیع کی فصل خراب ہوئی۔ ان دوگونہ حوادث سے انگلستان اور آیرلینڈ دونوں ملکوں کو سخت مصیبت کا سامنا ہوا۔ اناج ایسا مہنگا ہوگیا کہ روٹی قحط کے داموں بکنے لگی اور رعایا نے جو ایسے موقع پر ہمیشہ حکومت کو الزام دینے پر آمادہ ہوجایا کرتی ہے والپول کو کوسنا شروع کیا۔ آخر ماہ جنوری ۱۷۴۲ء میں اُسے مجبوراً استعفا داخل کرنا پڑا۔ اُس کے دشمنوں نے حسب معمول اُس پر مقدمہ قایم کرنا چاہا لیکن ابھی تک اُس کا ساتھ دینے والے بہت تھے بجائے اس کے کہ اُس پر مقدمہ چلایا جاتا اُسے ایرل آرفرڈ کے لقب سے

سرفراز کر کے درجہ امارت عطا کیا گیا اور چار ہزار پاونڈ سالانہ کا وظیفہ حسن خدمت دیا گیا۔ وہ انگلستان کا پہلا وزیراعظم ہے جس نے اپنے عہدہ سے سبکدوش ہونے پر خطرہ جان میں مبتلا ہونے کے عوض خطاب پایا۔ یہ واقعہ اس بات کی دلیل ہے کہ حکومت کی باگ اب دارالعوام کے ہاتھ میں آگئی تھی۔ ایام سابق میں ایک غیر ہردلعزیز وزیر سے پیچھا چھڑانے کا بجز اس کے اور کوئی طریقہ نہ تھا کہ اُس پر پارلیمنٹ میں کوئی سنگین الزام قایم کیا جائے۔ لیکن اب چونکہ اصلی وحقیقی قوت اراکین دارالعوام کے ہاتھ میں تھی اس لئے وہ جس وزیر کو چاہتے تھے الگ بھی کر سکتے تھے اور اسے دارالامرا کا رکن بنا کر اُس کی گزشتہ خدمات کے صلہ میں اُس کی عزت بھی بڑھا سکتے تھے۔

والپول کی وزارت کے خاتمہ کے ساتھ ہی فرانس کے ساتھ صلح و آشتی کے تعلقات قایم رکھنے کی بست و پنج سالہ حکمت عملی کا بھی خاتمہ ہوگیا۔ نئی وزارت جواب مرتب ہوئی جارج ثانی کی اس دیرینہ خواہش کی تکمیل کے لئے بالکل آمادہ تھی کہ ہینوور کی حفاظت کے لئے یورپ کی جنگ میں شرکت اختیار کی جائے۔ اس جنگ کی ابتدا یوں ہوی تھی کہ شہنشاہ چارلس سادس نے جس کے کوئی اولاد نرینہ نہ تھی دول عظمی سے ایک معاہدہ پر جو اقرار نامۂ مدافعت کے نام سے موسوم تھا یہ وعدہ لے کر دستخط کرا لئے تھے

جنگ جانشینی آسٹریا — معاہدہ نفایت ۱۷۴۰ء

کہ اُس کے تمام مقبوضات کی وارث اُسکی بیٹی میرا یا تھریزا ہوگی۔ لیکن جب شہنشاہ موصوف کا ۱۷۴۰ء میں انتقال ہوا تو معاہدہ نگاروں میں سے بجز برطانیہ اور ہالینڈ کے اورکوئی اپنے عہد پر قایم رہتا نظر نہ آیا۔ فریڈرک ثانی شاہ پرشیا نے سلیسیا ہتھیا لیا فرماں فرمائے بویریا آسٹریا کا دعویدار ہوا اور فرانس وسپانیہ اس دعوے کو حق بجانب قرار دے کر اس کے طرفدار ۱
ہوگئے۔ میرایا تھریزا بیگم آسٹریا و ملکہ ہنگری اپنے حقوق کے لئے تیغ بکف ہوکر مردانہ وار لڑتی رہی اور جانشینی آسٹریا کی جنگ کا یہ سلسلہ قریب قریب نوسال کے جاری رہا۔ اگرچہ بادی النظر میں اس جنگ کا مقصد آسٹروی جانشینی کے مسئلہ کا تصفیہ تھا لیکن اس کی حقیقی غایت یہ تھی کہ کسی طرح یورپ کی میزانِ طاقت کا اعتدال برقرار رہے تاکہ کسی ایک سلطنت کی طرف اس میزان کا پلہ زیادہ نہ جھکنے پائے۔

جنگ ڈٹنجن ۱۷۴۳ء — جنگ فانٹینائے ۱۷۴۵ء

برطانیہ کے پاس اس جنگ میں شریک ہونے کا یہ بہانہ موجود تھا کہ اُس نے اقرار نامہ مداخلت پر دستخط ثبت کئے تھے۔ چنانچہ جارج ثانی نے اب خود میدان جنگ کا عزم کیا اور ماہ جون ۱۷۴۳ء میں دریائے مین کے کنارے معرکہ ڈٹنجن میں فرانسیسیوں کو شکست دی۔ لیکن اس فتح کا خمیازہ برطانیہ کو اسی خرابی کی شکل

میں کھینچنا پڑا جس سے بچنے کی والپول نے کوشش کی تھی یعنی فرانس نے اگلے ہی سال مدعی کے بیٹے چارلس ایڈورڈ کی کمان میں پندرہ ہزار فوج دے کر انگلستان پر چڑھائی کردی۔ یہ مہم تو کامیاب نہ ہوسکی اس لئے کہ فرانسیسی بیڑے کو منزلِ مقصود تک پہنچنے سے پہلے ہی ایک طوفان نے تتربتر کردیا لیکن اس سے اگلے سال جب فرانس کے مشہور سپہ سالار مارشل سیکس نے انگریزی فوج کو فانٹینائے کے میدان میں مغلوب کیا تو شہزادہ چارلس ایڈورڈ نے برطانیہ پر دوبارہ فوج کشی کی اور ماہ جولائی ۱۷۴۵ء میں کوہستان اسکاٹلینڈ کے ساحل پر لنگر انداز ہوا۔

بظاہر اب ایسا معلوم ہوتا تھا کہ والپول کی ساری محنت اکارت جائے گی۔ چارلس ایڈورڈ ایک خوبصورت اور دلاور نوجوان تھا جس نے آتے ہی اسکاٹلینڈ والوں کے دل میں گھر کرلیا اور کوہستانی قبایل جوق جوق اُس سے آملے۔ ماہ اگست کی انتیسویں تاریخ تک پندرہ سو جانباز

سجیلا شہزادہ چارلی ۱۷۴۵ء

اُس کے لئے مرنے مارنے کو تیار ہوگئے اور دو ہفتہ بعد شہر ایڈنبرا میں داخل ہوکر اُس نے اپنے باپ کی بادشاہی کا اعلان کردیا۔ فتح و نصرت اب قدم قدم پر اُس کے رکاب کو بوسہ دینے لگی اور ۲۱ر ستمبر کو اس کی خونخوار کوہستانی فوج نے پرسٹن پنس کے میدان میں ایڈنبرا سے نو میل کے فاصلہ پر انگریزی فوج کو جس کا قاید سرجان کوپ

تھا مولی گاجر کی طرح کاٹ ڈالا۔ سجیلا شہزادہ چارلی ؔ کہ اسکاٹلینڈ
والے اسی پیار کے نام سے اُسے پکارتے تھے اب قریب قریب
سارے اسکاٹلینڈ کا مالک ہوگیا اور چھ ہفتے بعد چھ ہزار جنگ
آزما جوانوں کو لئے ہوئے قسمت آزمائی کے لئے عازم انگلستان ہوا
لیکن یہاں پہنچتے ہی اُس کی تمام امیدوں پر پانی پھر
گیا۔ جارج اول اور جارج ثانی کے عہد حکومت میں انگریزوں کو
امن و امان کی نعمت میسر ہوئی تھی اور وہ نہ چاہتے تھے
کہ خانہ جنگی کی کشمکش میں دوبارہ مبتلا ہوں۔ شہزادہ چارلس
اپنی کوہستانی فوج کے ساتھ جب حدود انگلستان میں داخل ہوا
تو گروہ درگروہ انگریز اُسے دیکھنے کے لئے چاروں طرف سے
آ جمع ہوئے لیکن کسی نے اس کا ساتھ نہ دیا اور ڈاربی
تک پہنچتے پہنچتے صورت حالات ایسی یاس انگیز ہوگئی کہ
مزید پیش قدمی مخدوش نظر آنے لگی اور اُس کے صلاح

جنگ فالکرک اور جنگ کلوڈن سنہ ۱۷۴۶ء

کاروں نے انگریزی افواج کا پلہ بھاری دیکھکر
اُسے گلاسگو کی طرف پلٹ جانے پر آمادہ کرلیا
جنوری ۱۷۴۶ء میں فالکرک کے مقام پر ایک فتح اُسے ضرور
حاصل ہوئی لیکن آگے چل کر اپریل کے مہینے میں کلوڈن
کے میدان پر جو انورنس کا سرحدی علاقہ ہے امیر کبیر کمبرلینڈ
کے ہاتھوں اُس کے کوہستانیوں نے شکست فاش کھائی
اس کے بعد پانچ مہینے تک شہزادہ چارلس کوہستان اسکاٹلینڈ
میں بھٹکتا پھرا۔ اور اُسکے جاں نثار اُسے پناہ دیتے رہے

خاندان اسٹوارٹ کے ان وفاپرست ہواخواہوں میں فلورا میکڈانلڈ نامی ایک خاتون کا نام خصوصیت سے قابل ذکر ہے آخر ماہ ستمبر میں شہزادہ موصوف فرانس چلا گیا۔

جیمزیوں کی یہ آخری بغاوت تھی۔ اور خاندان اسٹوارٹ نے اپنے کھوے ہوے تخت پر از سرنو قبضہ کرنے کے لئے پھر کبھی کوئی کوشش نہ کی۔ دیرینہ سال مدعی کا ۱۷۶۶ء میں انتقال ہوگیا اور ۱۷۸۸ء میں شہزادہ چارلس نے روما میں جہاں اس کا ایک ہی بھائی کرونیال (کلیسائے رومن کیتھولک کا ایک رکن رکین) تھا وفات پائی۔ جنگ کلوڈن کے بعد ایرکمبرلینڈ نے کوہستانیوں کے ساتھ نہایت بیدردانہ سلوک کیا اور اسکاٹلینڈ کے تین امیروں کی گردن ماری گئی۔ اس کے علاوہ کچھ جدید قوانین نافذ کئے گئے جن کی روسے تمام وہ اختیارات سلب کرلئے گئے جو سرداروں کو اپنے قبیلوں پر حاصل تھے اور اس طور پر جاگیردارانہ نظام تمدن کی روایات کے استیصال سے

کوہستانیوں سے ہتھیار کا چھین لیا جانا۔ ۱۷۴۶ء

رعایا کے ساتھ بادشاہ کا فرمانروایانہ تعلق براہ راست قائم کردیا گیا۔ کوہستانیوں کو ہتھیار رکھنے یا اپنی خاص وضع کا لباس پہننے کی ممانعت کردی گئی جس سے اُن میں بڑی بددلی اور ناراضی پھیلی رہی تا آنکہ بارہ سال بعد پٹ نے اسکاٹلینڈ کے ایک باشندے جان ڈنکن کی ایک معقول تجویز پر عمل کرکے جنگی خدمت انجام دینے کے لئے کوہستانیوں

کی متعدد فوجی پلٹنیں قایم کیں۔ اُس وقت سے لیکر آج
کے دن تک اسکاٹلینڈ کے کوہستانیوں سے زیادہ بہادر اور
وفادار رعایا کا اور کوئی طبقہ ثابت نہیں ہوا۔

ان تمام سنین کے دوران میں جبکہ ملک کو لڑائیوں
اور بغاوتوں نے تہ و بالا کر رکھا تھا ہم کلیسا کی مستعدی
یا پادریوں کی سرگرمی کا نشان مفقود پاتے ہیں۔ والپول کی
سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ کسی طرح سوئے ہوے
فتنے جاگنے نہ پائیں اور ملک میں امن قایم رہے۔قوم کی
اعلیٰ جماعتوں کا واسطہ مذہب یا اخلاق سے بہت کم رہ
گیا تھا اور دیہات کے پادری جن میں سے اکثر جیمز کے
ہواخواہ تھے لوگوں کو پند وتلقین کرنے کے بجائے
سیاسیات میں زیادہ حصہ لینے لگے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا
تھا کہ دیہات کی آبادی بڑھتی تعداد کے
ساتھ خبث و شرارت اور فسق وفجور میں
آلودہ ہوتی گئی تھی۔ملک کی اس افسوسناک اخلاقی حالت
پر جارج وٹفیلڈ اور جان ویسلی نامی دو نیک پادریوں کا
دل بہت کڑھا اور انہوں نے نہ صرف گرجاؤں میں بلکہ
مجمع زیر سما میں پند و موعظت کا عام سلسلہ جاری کردیا
کہ جس کا جی چاہے آئے اور اُن کی تقریروں سے فایدہ
اٹھائے۔ یہ مخلصانہ دعوت رایگاں نہ گئی۔ برسٹل کے اکھڑ اور
اجڈ کوئلے والے۔ شہروں کے فلاکت زدہ غربا۔ دوردست

وٹفیلڈ اور ویسلی کی مساعی
سنہ ۱۷۳۹ء

دیہات کے گنوار سب جوق جوق آنے لگے اور کھیتوں اور کھلے میدانوں میں جمع ہو ہو کر ان مخلص و بے ریا ناصحوں کی باتیں کان دھر کر سننے لگے جن کا مقصد اگر کوئی تھا تو یہ تھا کہ سامعین کی زندگی بہتر اور پاکیزہ تر ہو جائے۔ ہنری ثالث کے عہد کے خانہ بدوش راہبوں اور ہنری ثامن کے زمانہ کے مصلحوں کی طرح وھٹفیلڈ اور ویسلی نے وہ فرض انجام دیا جسے کلیسا کے تغافل نے نظر انداز کر رکھا تھا۔ انہیں دونوں منادی کرنے والوں کے وعظ و نصیحت نے "میتھوڈسٹ" اور "ویسلیئن" وہ دو جماعتیں پیدا کر دیں جو آج کے دن تک انگلستان اور نیز امریکہ میں فرقہ اہل ابرا کے ایک کثیر التعداد اور سرگرم گروہ پر مشتمل ہیں۔ لیکن خود ان جماعتوں کے بانی پیروان کلیسائے انگلستان تھے جن کے کام کا پسندیدہ ترین حصہ یہ تھا کہ کلیسائے انگلستان میں انہوں نے بیداری کی روح پھونک دی اور اس کلیسا کے پادری نہ صرف خاموش دور افتادہ زمینوں بلکہ آباد و پر رونق شہروں میں اپنا فرض منصبی سرگرمی سے انجام دینے اور لوگوں کو اخلاق حسنہ کا سبق دینے لگے۔

آیندہ آٹھ سال تک سیاسیات کی ندی میں کوئی طغیانی نہ آئی اور یہ زمانہ سکون و خموشی سے گزر گیا۔ وزارت عظمیٰ کے منصب پر ایک لایق شخص ہنری پلہم

فایز تھا جس نے بڑے دبدبہ اور بڑی خوش اسلوبی سے سلطنت کا انتظام کیا۔ ۱۷۴۸ء میں جنگ یورپ کا خاتمہ صلح نامہ ایکس لاشاپل پر ہوا۔ برطانیہ پر اس جنگ نے اخراجات کا ایک بہت بڑا بوجھ ڈالا تھا اور معاوضہ میں بجز دس لاکھ ڈالر کی مالیت کے خزانہ کے جو امیرالبحر اینسن ساری دنیا کا چکر لگانے کے بعد ہسپانویوں پر چھاپہ مار کر لایا تھا اور کچھ وصول نہ ہوا تھا۔ البتہ اتنا فائدہ اس جنگ سے ضرور ہوا کہ خاندان اسٹوارٹ کی سازشوں کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہوگیا اور سمندروں میں برطانیہ کی طاقت بڑھ گئی۔

صلحنامہ ایکس لاشاپل ۱۷۴۸ء

۱۷۵۱ء میں فریڈرک شہزادہ ویلز نے وفات پائی اور اُس کا کمسن بیٹا جارج وارث تخت وتاج ہوا۔ اسی سال قانون اصلاح تقویم جاری کیا گیا جس کی رو سے جدید طریقہ کے مطابق سال کی ایام شماری ہونے لگی۔ پاپائے گریگوری سیزدہم نے ۱۵۸۲ء میں اس طریقہ کو رومن کیتھولک ممالک میں پرانے طریقہ کی اصلاح کے لئے رواج دیا تھا جس کی بوجب ہر چار سو سال کے خاتمہ پر سال شمسی بقدر تین دن کے بڑھ جایا کرتا تھا۔ جدید طریقہ ایام شماری یہ ہے کہ چوتھی صدی کو چھوڑ کر باقی تینوں صدیوں کے خاتمہ پر ایک ایک دن گھٹا دیا جاتا ہے۔ برطانیہ نے ۱۵۸۲ء میں یہ طریقہ

اصلاح تقویم ۱۷۵۱ء

اختیار نہ کیا تھا اور اسی لئے اب اُس کی تقویم فرانس اور جرمنی کی تقویم سے گیارہ دن پیچھے تھی یعنی فرانس وجرمنی میں ستمبر کی تاریخ اگر ۱۴ر تھی تو برطانیہ میں ۳ر تھی۔ قانون اصلاح تقویم کی رو سے قرار پایا کہ ۱۷۵۲ء میں یہ گیارہ دن نظری کردئے جائیں اور طریقہ جدید اختیار کرلیا جائے۔ لوگوں کی سمجھ میں یہ حساب نہ آتا تھا اور جب اُنہیں فہمایش کی گئی کہ ماہ ستمبر ۱۷۵۲ء کی تیسری تاریخ آیندہ سے ستمبر کی چودھویں کہلایا کرے گی تو بعض مقامات میں بلوے ہوگئے اس لئے کہ عوام الناس کو یہ خیال ہوا کہ اُن کے گیارہ دن حقیقت میں گھٹائے جارہے ہیں۔ اسی ۱۷۵۲ء میں ۲۵ر مارچ کی بجائے جو اب تک یوم آغاز سال چلا آتا تھا جنوری کا پہلا دن سال کا روز اول مقرر ہوا۔ ۱۷۵۳ء اس لحاظ سے یاد رہنے کے قابل ہے کہ اسی سال لارڈ ہارڈرک کا مشہور قانون نکاح نافذ ہوا۔ ذلیل و فرومایہ پادریوں نے جو بعلت عدم ادائے قرض محبس فلیٹ میں قید ہوتے تھے یہ شغلہ اختیار کر رکھا تھا کہ اگر کوئی مرد کسی عورت کو ساتھ لے کر اُن کے پاس آتا تھا اور ان کی مٹھی گرم کر دیتا تھا تو وہ پوچھ گچھ کئے بغیر دونوں کا نکاح باندھ دیتے تھے اس قانون نے محبس کے نواح کی ان شرمناک نکاح خوانیوں کا قطعی طور پر سد باب کر دیا۔

ہارڈرک کا قانون نکاح ۱۷۵۳ء

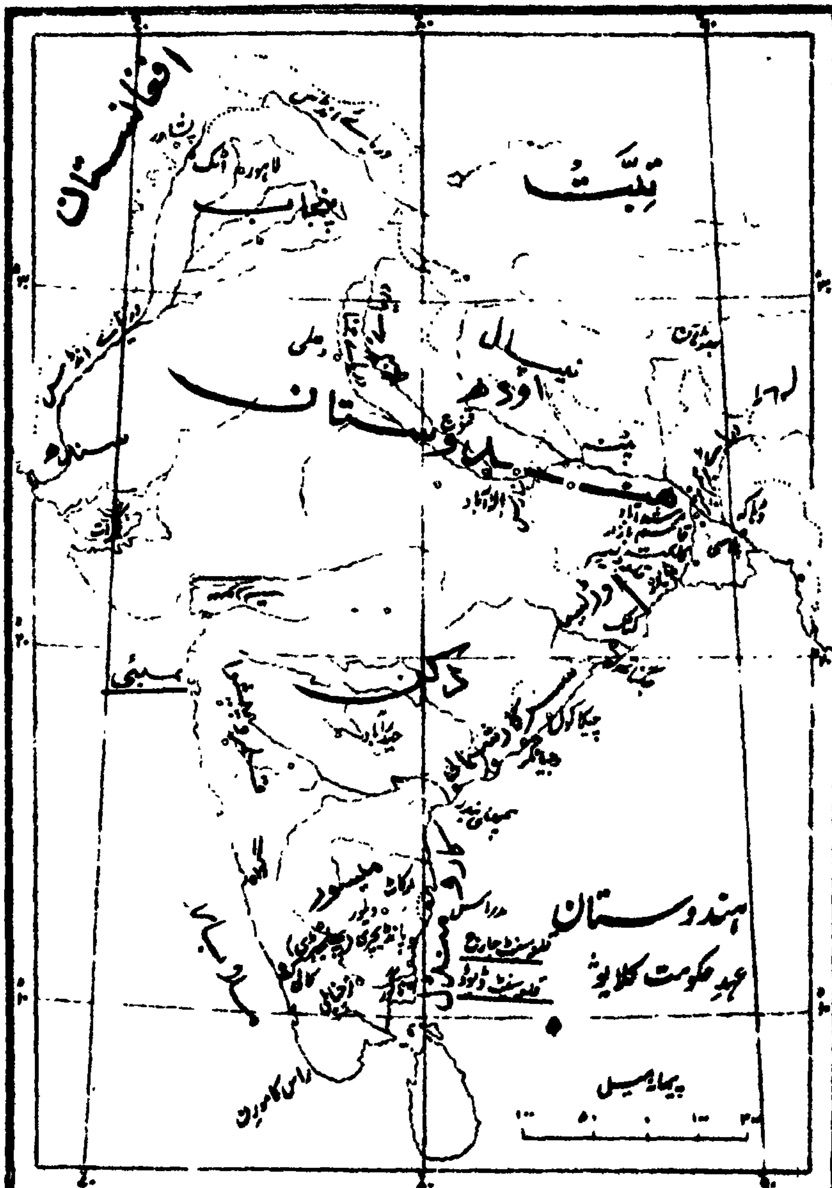
لیکن اگرچہ ۱۷۴۸ء سے لے کر ۱۷۵۶ء تک برطانیہ کو

اندرونی خرخشوں سے نجات مل رہی پھر بھی دنیا کے دو
مختلف حصوں میں فرانس کے ساتھ کشمکش کا سلسلہ بدستور جاری
رہا۔ یاد ہوگا کہ ملکہ الزبتھ نے ۱۵۹۹ء میں انگریزی سوداگروں

انگریزی ایسٹ انڈیا کمپنی

کی ایک جماعت کو ممالک مشرقیہ میں ہندوستان
کے ساتھ تجارت کرنے کے لئے ایک شاہی
سند عطا کی تھی۔ (دیکھو صفحہ) اس جماعت کو جو ایسٹ انڈیا
کمپنی کے نام سے موسوم تھی ہندوستان کے ساتھ تجارت
کرتے ہوئے اب ڈیڑھ سو سال ہوچکے تھے اور اس عرصہ
میں اُس نے ہندوستان کے مختلف ساحلی مقامات پر متعدد
کارخانے اور کوٹھیاں قایم کرلی تھیں۔ ۱۶۱۳ء میں اس نے
مغربی ساحل پر ایک کارخانہ بمقام سورت تیار کیا اور ۱۶۴۰ء
میں ایک اور کارخانہ کی بنا مشرقی ساحل پر قلعہ سینٹ
جارج کے نام سے ڈالی جس کے نواح میں رفتہ رفتہ شہر
مدراس آباد ہوتا گیا (دیکھو نقشہ نمبر ۶)۔ ۱۶۶۲ء میں بمبئی جو
سورت کے قریب واقع ہے انگلستان کو چارلس ثانی کی
ملکہ کے جہیز میں ملا اور ۱۶۹۸ء میں بعہد ولیم ثالث ایک
اور انگریزی کمپنی نے دریائے ہگلی کے کنارہ فورٹ ولیم
کی بنیادیں استوار کیں جس کے گرداگرد شہر کلکتہ کی آبادی
قایم ہوئی۔ بالآخر ۱۷۰۸ء میں دونوں کمپنیاں منضم ہوکر ایک
ہوگئیں۔ ان تینوں مرکزوں میں ایک ایک گورنر مامور تھا
اور کارخانجات کی حفاظت کے لئے ایک مختصر سی فوج ہوتی

نقشہ نمبر ۶ محاذی صفحہ ۶۳۹



تھی جس کا بیشتر حصہ دیسی سپاہیوں پر مشتمل ہوتا تھا کمپنی اپنی اراضی کا سالانہ لگان اپنے علاقہ کے نواب یا مقامی فرمانروا کو ادا کرتی تھی۔ یہ نواب صوبجات کے ناظموں کے ماتحت ہوتے تھے اور ان سب کا سرتاج دولت مغلیہ ہندوستان کا شہنشاہ اعظم تھا۔

فرانسیسی ایسٹ انڈیا کمپنی

فرانسیسیوں کی بھی ایک ایسٹ انڈیا کمپنی تھی جس نے پانڈی چری میں ایک قلعہ بنا رکھا تھا۔ یہ مقام مدراس سے کوئی ایک سو میل جانب جنوب واقع تھا اور اس کے جنوب میں انگریزوں کا ایک اور مرکز قلعہ سینٹ ڈیوڈ کے نام سے موجود تھا۔ انگریز اور فرانسیسی بستیوں والے ایک دوسرے کو سخت ہی رشک وحسد کی نظروں سے دیکھتے تھے۔ اور یہی وجہ تھی کہ ۱۷۴۶ء اور ۱۷۴۸ء کے درمیان جب دونوں قومیں یورپ میں دست وگریباں ہو رہی تھیں تو یہاں بھی ان میں جنگ چھڑی ہوئی تھی۔ چنانچہ فرانسیسیوں نے انگریزوں کو شکست دے کر مدراس پر قبضہ بھی کرلیا۔ لیکن جب ایکس لاشاپل کا صلح نامہ مرتب ہوا تو مدراس انگریزوں کو واپس مل گیا۔

۱۷۴۸ء میں دولت مغلیہ ہندوستان کے تاجدار اور نظام دکن دونوں نے وفات پائی۔ ان کی آنکھیں بند ہوتے ہی ملک میں ابتری پڑگئی اور مختلف علاقوں کے نواب آپس میں لڑنے جھگڑنے لگے۔ پانڈی چری کے گورنر ڈوپلے نے

جنوبی ہندوستان میں ڈوپلے کا اقتدار سنہ ۱۷۴۹ء

جو ایک بلند حوصلہ شخص تھا فتنہ و فساد کی اس آگ کو اپنی حیلہ گری کے تیل سے اور زیادہ بھڑکا کر جنوبی ہندوستان کو خود دبا بیٹھنے کے منصوبے گانٹھنے شروع کئے۔ چنانچہ نظام دکن کا انتخاب اُسی کے جوڑ توڑ سے عمل میں آیا۔ علیٰ ہذالقیاس مسند ارکاٹ بھی ایک ایسے نواب کے حصہ میں آئی جو اُسی کا ساختہ پرداختہ تھا اور اس طور پر کچھ عرصہ کے لئے جنوبی ہندوستان حقیقت میں اُسی کا ہو گیا۔

بظاہر اب ایسا معلوم ہوتا تھا کہ برطانوی تاجر مدراس سے نکال دئے جائیں گے۔ اس لئے کہ ان کا حلیف نواب محمد علی ترچناپلی میں قلعہ بند تھا اور فرانسیسیوں نے چاروں طرف سے اُسے گھیر رکھا تھا۔ اس خطرہ سے کمپنی کے

کلایو کی بروقت امداد سنہ ۱۷۵۱ء

ایک جواں سال کا رندے رابرٹ کلایو نے انہیں نجات دی اور ہندوستان میں برطانوی سلطنت کی بنیادیں اسی کی ہمت اور کوشش سے استوار ہوئیں۔ کلایو ایک گستہ مہار نوجوان تھا جس کی وارستہ مزاجی سے تنگ آکر اس کے ماں باپ نے سنہ ۱۷۴۴ء میں اُسے ہندوستان بھیج دیا تھا کہ گھر رہے گا تو آوارہ ہو جائیگا شاید باہر جاکر اور دنیا کی ہوا کھا کر ہی اُسکی حالت سدھر جائے سنہ ۱۷۴۶ء میں کلایو کو پہلے بھی فرانسیسیوں کے ساتھ ستیز و آویزش کا اتفاق ہو چکا تھا۔ اب اُس نے محمد علی کو

تک پہنچانے کا ایک جانبازانہ منصوبہ ذہن میں قایم کیا اور دو سو گوروں اور تین سو دیسی سپاہیوں کی ایک مختصر سی جمعیت کے ساتھ ماہ اگست ۱۷۵۱ء میں عازم ارکاٹ ہوا قلعہ ارکاٹ کی فوج کو اُس کے آنے کا شان و گمان بھی نہ تھا۔ کلایو نے اچانک اُسے جالیا اور شہر پر قبضہ کر کے کامل ایک مہینہ بیس دن تک غنیم کی مدافعت کرتا رہا تاآنکہ مرہٹے جو محمد علی کے حلیف تھے آپہنچے اور دونوں نے مل کر دشمن کو بھگا دیا۔ ترچناپلی کا محاصرہ اب اٹھ گیا اور محمد علی نے فرانسیسی خطرے سے نجات پائی۔ اس کے کچھ ہی دن بعد کلایو کا بالادست افسر میجر لارنس انگلستان سے واپس آگیا اور انگریزی فوج کی پے درپے فتوحات سے مجبور ہوکر فرانسیسیوں نے مزید جدوجہد چھوڑ دی۔ ڈوپلے نے سبھی جتن کئے کہ کسی طرح اُس کا کھویا ہوا اقتدار بحال ہو جائے لیکن اس کی تمام کوششیں رائگاں گئیں۔ حکومت فرانس نے اُسے ہندوستان سے واپس بلاکر ۱۷۵۴ء میں انگلستان کے ساتھ صلح کرلی اور کچھ عرصہ کے لئے امن و امان قایم ہوگیا

لیکن انگریزوں اور فرانسیسیوں کی عداوت کے حقیقی اسباب بدستور قایم تھے۔ اور یہ آگ اندر ہی اندر سلگ رہی تھی۔ دونوں قوموں نے ہندوستان میں تو صلح کرلی لیکن ابھی صلحنامہ کی سیاہی اچھی طرح خشک بھی نہ ہونے پائی تھی کہ امریکہ میں ان کی لڑائی پھر شروع ہوگئی۔ انگریز اسوقت

شمالی امریکہ میں تیرہ سر سبز و با رونق نوآبادیوں پر قابض تھے کہ ان میں سے ہر ایک اپنے جداگانہ قوانین کی تابع اور اپنے جداگانہ صنعتی کارخانوں کی مالک تھی یہ تمام نوآبادیاں مشرقی ساحل پر واقع تھیں۔ ان کے شمال کی طرف فرانسیسیوں کا علاقہ پھیلا ہوا تھا جنہوں نے جنوبی کناڈا آباد کیا تھا کہ اب اسے صوبہ کوئبک کہتے ہیں (دیکھو نقشہ نمبر صفحہ) شمال و مغرب کی طرف شمالی امریکہ کے قدیم سرخ رنگ باشندے آباد تھے اور جنوب و مغرب لوسیانا کی فرانسیسی نوآبادی واقع تھی۔ سرخ رنگ وحشیوں کا

فرانسیسی اور انگریز امریکہ میں ۱۷۵۴ء

ملک انگریزوں اور فرانسیسیوں کے درمیان ایک مدت سے مابہ النزاع چلا آتا تھا۔ آخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ فرانسیسی گورنروں نے دریائے ایلیگینز کے مغرب کے سارے علاقہ پر فرانس کا حق ملکیت قایم کر کے تمام انگریز نوواردوں کو یہاں سے نکال دیا۔ اس کے جواب میں انگریزوں نے فرانسیسیوں کو نواسکوشیا سے نکال باہر کیا اور ۱۷۴۹ء میں ایک انگریزی نوآبادی کی بنا ڈالی جس کا نام لارڈ ہیلی فیکس کے نام پر رکھا گیا۔ اسی کے ساتھ انہوں نے دریائے اوہیو کی وادی میں پیش قدمی کر کے ایک مقام پر جہاں دریا دو شاخوں میں منقسم ہو جاتا ہے ایک قلعہ بنانا شروع کر دیا۔ اس قلعہ کی تعمیر ہو ہی رہی تھی کہ کناڈا کے گورنر ڈوکوئین نے ۱۷۵۴ء میں ایک لشکر جرار روانہ کیا جس نے انگریزوں کو

قلعہ ڈوکوئین
۱۷۵۴ء

نکال کر وہاں خود ایک قلعہ بنا لیا جو قلعہ ڈوکوئین کے نام سے موسوم ہوا۔ جارج واشنگٹن جس کی عمر اس وقت بائیس سال تھی فرانسیسیوں سے یہ قلعہ چھین لینے کے لئے بھیجا گیا لیکن دشمن کے مقابلہ میں اُسکی جمعیت اس قدر کم تھی کہ ایک ابتدائی معرکہ میں کامیاب ہونے کے بعد اُسے مجبوراً پسپا ہونا پڑا۔ اب امیر مانٹکام نے جو ڈوکوئین کے بعد کناڈا کا گورنر مقرر ہوا تھا عزم بالجزم کرلیا کہ قلعہ ڈوکوئین قلعہ ناگرا اور قلعہ ٹکانڈروگا کو چھوٹے چھوٹے قلعوں کے ایک سلسلہ سے ملاکر مغربی علاقہ کے ساتھ انگریزوں کا تعلق بالکل منقطع کردے۔ فرانسیسیوں کا یہ منصوبہ حکومت انگلستان کی بے حد تشویش کا باعث ہوا

انگریزوں کو شکست
۱۷۵۵ء

اور اس کے توڑ کے لئے میجر جنرل بریڈک دو ہزار سپاہیوں کے ساتھ انگلستان سے روانہ کیا گیا۔ بریڈک کی قسمت اچھی نہ تھی۔ وہ اپنی فوج کے ساتھ گھنے جنگلوں میں سے گزر رہا تھا کہ فرانسیسیوں اور سرخ رنگ وحشیوں نے کمیں گاہ سے نکل کر اُس کے سات سو سپاہیوں کو تہ تیغ کردیا اور وہ خود بھی مارا گیا۔ معاملہ اب بہت طول کھینچ گیا تھا اور برطانیہ و فرانس کے جھگڑے کا دوٹوک فیصلہ تلوار ہی کرسکتی تھی۔ بجز اس کے اور کوئی چارہ کار باقی نہ تھا۔

اس کے علاوہ یورپ میں بھی ایک نئی جنگ کے

سامان ہو رہے تھے۔ عہدنامہ ایکس لاشاپل کے سپرد قلم ہونے کے وقت سے ملکہ میریا تھریزا کی برابر یہی آرزو تھی کہ کسی طرح سیلیسیا کا علاقہ اُسے واپس مل جائے اور فریڈرک ثانی شاہ پروشیا کو حال ہی میں اس امر کا علم ہوا تھا کہ اُس کی روز افزوں طاقت کے کچلنے کی غرض سے فرانس، سویڈن روس اور سیکسنی ملکہ موصوفہ کی امداد پر آمادہ ہیں۔ فریڈرک نے ازراہ فرزانگی و دوراندیشی سیکسنی کے خلاف اعلان جنگ کر دینے اور برطانیہ کے ساتھ اتحاد قایم کرلینے سے حملہ میں پہل خود کی۔ اب برطانیہ اور پروشیا نے ایک طرف اور فرانس روس آسٹریا اور سیکسنی نے دوسری طرف ہوکر اس خوفناک آویزش کی طرح ڈالی جو "جنگ ہفت سالہ" کے نام سے مشہور ہے۔

جنگ ہفت سالہ
سنہ ۱۷۵۶ء

انگلستان اس تصادم کے لئے بالکل تیار نہ تھا فوج کی حالت کی طرف حکومت نے ذرا توجہ نہ کی تھی اور صرف تین پلٹنیں اس قابل تھیں کہ شریک جنگ ہوسکیں۔ قوم میں ایک کھلبلی سی پڑگئی کہ مبادا فرانس یکایک انگلستان پر چڑھ دوڑے اور لینے کے دینے پڑ جائیں امیرکبیر نیوکیسل جو اپنے بھائی ہنری پلہم کی وفات پر وزیر اعظم مقرر ہوا تھا ایک بودا اور چلبلا شخص تھا جس میں مطلق یہ قابلیت موجود نہ تھی کہ ایسے بڑے خطرہ کا مقابلہ کرسکے۔ ایک بہت بڑی زک ملک کو پہلے ہی مل چکی تھی

انگلستان پر پے در پے تباہیاں
سنہ ۱۷۵۶ء
سنہ ۱۷۵۷ء

جس کی کیفیت یہ ہے کہ فرانسیسیوں نے قبل از اعلان جنگ جزیرۂ منارکا پر قبضہ کر لیا تھا اور امیرالبحر بنگ جس کی قیادت میں دس ناقص عمل کے جنگی جہاز اُن کے مقابلہ کے لئے بھیجے گئے تھے دشمن کو اپنی بہ نسبت بہت زیادہ طاقتور پاکر ایک چھوٹی سی جھڑپ کے بعد پسپا ہونے پر مجبور ہوا تھا۔ اس شکست کا حال سن کر لوگوں کی برہمی کی کوئی انتہا نہ رہی اور نیوکیسل نے جو جمہور کے غصہ کی یہ حالت دیکھ کر سہم گیا تھا وعدہ کیا کہ جب بنگ انگلستان واپس آئے گا تو اس پر جنگی عدالت میں مقدمہ چلایا جائے گا۔ دوسرے سال جبکہ نیوکیسل عہدہ وزارت سے سبکدوش ہو چکا تھا بنگ پر حقیقت میں مقدمہ قایم کیا گیا اور اگرچہ جنگی عدالت نے اسکی جان بخشی کی بہت کچھ سفارش کی اور اپنے فیصلہ میں یہ رائے ظاہر کی کہ قانوناً گو وہ مجرم ہو لیکن اخلاقاً بیگناہ ہے پھر بھی یہ بہادر امیرالبحر ۱۴ر مارچ ۱۷۵۷ء کو گولی سے اڑا دیا گیا۔

منارکا پر فرانسیسیوں کا قبضہ ۱۷۵۶ء

امیرالبحر بنگ کا قتل ۱۷۵۷ء

منارکا کے ہاتھ سے نکل جانے کا صدمہ ابھی قوم کے دل میں تازہ ہی تھا کہ ہندوستان سے ایک اور بھی زیادہ مہیب واقعہ کی اطلاع موصول ہوئی۔ اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ ہندوستان کے ایک مقامی رئیس نواب سراج الدولہ حاکم بنگالہ کی انگریزی سوداگروں سے تکرار ہوگئی۔ سراج الدولہ نے آکر کلکتہ پر قبضہ

کال کوٹھری کا واقعہ کلکتہ میں جون ۱۷۵۶ء

کرلیا اور ایک سو چھیالیس برطانوی قیدیوں کو قلعہ کے ایک سنگین حجرہ میں جو "بلیک ہول" (زندان سیاہ) کے نام سے موسوم تھا ماہ جون کی ایک گرم رات کے وقت بند کردیا یہ حجرہ پورا بیس فٹ مربع بھی نہ تھا اور اس میں ہوا کی آمدورفت کے لئے صرف دو چھوٹی چھوٹی سلاخ دار کھڑکیاں لگی تھیں۔ بدنصیب قیدیوں کا گرمی کی شدت سے دم گھٹا جاتا تھا۔ وہ بتیرا چیختے چلاتے رہے کہ ہمیں چھوڑ دیا جائے لیکن اُن کی نالہ و فریاد پر کسی نے کان نہ دھرا۔ صبح کو جب قید خانہ کا دروازہ کھولا گیا تو ایک سو چھیالیس میں سے صرف تیئیس زندہ نکلے[1] اسکے بعد سراج الدولہ نے فورٹ ولیم

---

[1] "زندان سیاہ" کی داستان کا شمار اُن روایات میں ہے جو ایک حقیقت نگار مورخ کے قلم کی بجائے ایک خیال آفریں افسانہ نویس کے قلم کو زیادہ زیب دیتی ہیں۔ ہالول جو فسانہ "زندان سیاہ" کا مصنف تھا اپنوں اور بیگانوں کی متفقہ شہادت کی بناپر ناقابل اعتماد تسلیم کیا گیا ہے اور اُسکے غلط بیانات کو اگر تاریخ کے اوراق میں جگہ مل سکی ہے تو اسکی وجہ شاید یہ ہو کہ مورخ بعض وقتی مصلحتوں سے متاثر ہوکر روایات کی چھان بین میں اُس ناقدانہ تفحص سے کام نہیں لیتا جو وقایع نگاری کی جان ہے۔ کچھ عرصہ ہوا ایک دقیقہ سنج انگریز نے اخبار "اسٹیٹسمین" کلکتہ میں ایک سلسلہ مضامین لکھ کر ثابت کیا تھا کہ "بلیک ہول" (کال کوٹھڑی) کا قصہ محض ایک دروغ بے فروغ ہے جن براہین قاطع سے مضمون نگار نے کام لیا تھا اُن کا جواب تو کسی سے کچھ بن نہ پڑا البتہ شمالی ہند کے ایک سربرآوردہ اینگلو انڈین اخبار کا یہ پرلطف فقرہ یاد رکھنے کے قابل ہے۔ "واقعہ بلیک ہول کی شہرت ایسی عام ہے اور بچپن سے ہمارے کان اس واقعہ کے سننے کے ایسے خوگر ہوچکے ہیں کہ اگر کہیں یہ واقعہ غلط ثابت ہوگیا تو ہمیں ایسا ہی صدمہ ہوگا جیسا کسی ہمدم دیرینہ کے بچھڑنے سے ہوتا ہے"

اس روایت کو اوراق تاریخ میں جگہ دیتے وقت کاش عام مورخین انگلستان نے اور نہیں تو صرف اتنی سی بات پر غور کرلیا ہوتا کہ آیا ایک ایسے حجرہ میں جس کا رقبہ بیس فٹ مربع بتایا جاتا ہے ایک سو چھیالیس آدمی جسمانیات کے کسی قاعدہ سے جو قید خانوں میں برتا جاتا ہے سما بھی سکتے ہیں یا نہیں۔ مترجم

میں ہندوستانی فوج تعینات کرکے انگریزوں کو کلکتہ میں بودوباش رکھنے کی ممانعت کردی اور کلکتہ کا نام علی نگر رکھا جس کے معنی خدا کی بندرگاہ کے ہیں[1]

برطانیہ کی حالت کبھی ایسی پست نہ ہوی تھی جیسی ۱۷۵۶ء اور ۱۷۵۷ء کے درمیان ہوگئی۔ براعظم یورپ میں فریڈرک ثانی کو اپنی ہی حالت سنبھالنی مشکل ہوگئی تھی۔ امیر کمبرلینڈ کو فرانسیسی فوج کے مقابلہ میں پسپا ہوکر کلاسٹرزیون میں اس شرط کے تسلیم کرلینے پر مجبوراً رضامند ہونا پڑا تھا کہ فرانسیسی ہینوور پر قبضہ کرلیں۔ کناڈا میں بھی ہرجگہ فرانسیسی ہی کامیاب ہورہے تھے۔ ہندوستان میں انگریزوں کی بیکسی کا یہ عالم تھا کہ اُن کے بھائی بند قتل کرڈالے گئے اور وہ قاتلوں کا کچھ بگاڑ نہ سکے۔ انہیں واقعات سے متاثر ہوکر مشہور انگریزی مدبر چیسٹر فیلڈ کو بحسرت کہنا پڑا کہ اب ہمارا شمار دنیا کی قوموں میں نہیں رہا۔

انگریزوں کو یورپ میں شکست ۱۷۵۷ء

لیکن گردش کے یہ دن جلد ختم ہوگئے۔ انگلستان کی خوبی تقدیر سے عنان اقتدار اس وقت ولیم پٹ کے ہاتھوں میں آئی جو ایک زمانہ میں جماعت "مُحبان وطن" کا پیشوا تھا اور آگے چل کر لارڈ چیتھم کے لقب سے ملقب ہوا۔ پٹ کے دل میں اپنے وطن کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوی تھی۔ وہ بڑا صاف گو اور دھن کا پکا تھا۔ انصاف کی حمایت اور

ولیم پٹ

---

[1] معلوم نہیں علی نگر کے یہ معنی بنگلے نے کس لغت سے لئے ہیں۔ مترجم

جبر و استبداد کی مخالفت میں اُس کے پائے استقامت کو لغزش نہ ہوتی تھی چنانچہ بنگ کی جان بچانے کے لئے اس نے اپنی قوت بیانیہ کا پورا جوش و خروش صرف کردیا۔انہیں اوصاف کی بدولت اُس نے سالہاسال سے اہل انگلستان کے دل میں گھر کر رکھا تھا۔ لیکن جارج ثانی اُسے اچھا نہ سمجھتا تھا جسکی وجہ یہ تھی کہ اُس نے ہینوور کے خلاف متعدد تقریریں کی تھیں۔ ۱۷۵۶ء میں اس وقت کے وزیراعظم ایرکیرڈیون شایر نے پٹ کو وزارت صیغہ خارجہ کے لئے منتخب کیا۔لیکن بادشاہ نے چند مہینے بعد اُسے برطرف کردیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ شیرازۂ حکومت بکھر گیا اور ایرنیوکیسل نے جس کے سپرد نئے کابینہ وزارت کے انتخاب کی خدمت ہوی تھی بادشاہ سے صاف کہہ دیا کہ میں پٹ کی مدد کے بغیر حکومت کی کل کسی طرح نہیں چلاسکتا۔ غرض جارج کو بادل ناخواستہ پٹ کے تقرر پر رضامند ہونا پڑا اور "رئیس العوام" کہ قوم پٹ کو اسی لقب سے پکارتی تھی آیندہ چار سال تک منصب وزارت خارجہ پر مامور رہا۔ اس اثنا میں اگرچہ وزیراعظم نیوکیسل ہی رہا اور اس عہد کے دستور کے مطابق اراکین دارالعوام کو رشوت دے دلاکر حکومت کے ہم آہنگ بنانے کی خدمت انجام دیتا رہا لیکن حکومت کی باگ دراصل پٹ کے ہاتھ میں تھی اور وہی تمام سیاہ و سفید کا مالک تھا چنانچہ ایک مرتبہ اس نے خود بڑے دعوے سے کہا کہ

پٹ کا انتظام حکومت ۱۷۵۶ء لغایت ۱۷۶۱ء

میں ہی انگلستان کو تباہی سے بچا سکتا ہوں۔ یہ روگ بجز میرے اور کسی کے بس کا نہیں"۔ یہی اعتماد علی النفس تھا جس کے بل پر اُس نے چار سال کے اندر اندر برطانیہ کو یاس و ناامیدی کے قعر سے نکال کر بام سطوت و جبروت پر جا بٹھایا۔ پٹ کی ذات میں بہت سے عیوب تھے۔ وہ غصیلا بھی تھا کینہ توز بھی تھا اور احسان فراموشی بھی اُس کی عادت میں داخل تھی۔ لیکن اسی کے ساتھ بے غرضی حب وطن اور ہمت و جراءت کے محاسن سے بھی اُس کی سیرت مزین تھی۔ دولت جمع کرنے کے مواقع اُسے کثرت سے حاصل تھے لیکن ان موقعوں سے اُس نے کبھی فائدہ نہ اٹھایا اور اپنے ملک کی خدمت کا حق باحسن وجوہ ادا کیا۔

ماہ جون ۱۷۵۷ء میں حکومت کی عنان اقتدار پٹ کے ہاتھوں میں آئی اور چند ہی دنوں میں اُس کی انتظامی قابلیت سے ملک کی حالت کچھ سے کچھ ہوگئی۔ قلمرو انگلستان کے طول و عرض میں فوج رویف کی جمعیتیں تیار کی گئیں۔ قوت بحری بڑھادی گئی اور اسکاٹلینڈ کے کوہستانیوں کی پلٹنیں مرتب کی گئیں۔ پٹ نے کلاسٹرزیوں کے ذلت آگین معاہدہ کو تسلیم کرنے سے قطعاً انکار کردیا اور ایرکمبرلینڈ کو واپس طلب کرکے فرڈینینڈ ایر برنسوک کو جو ایک قابل اور آزمودہ کار افسر تھا برطانوی اور ہینوو ری فوج کی کمان پر

مقرر کیا۔ شاہ فریڈرک کے لئے سات لاکھ پاؤنڈ کے سالانہ وظیفہ کی منظوری دی گئی اور اُس نے اب برطانیہ کی امداد کی طرف سے مطمئن ہوکر نئی ہمت اور نئی جراءت کے ساتھ اپنے دشمنوں کا مقابلہ شروع کیا۔ چنانچہ ۱۵ر نومبر ۱۷۵۷ء کو اُس نے سیکسنی میں بمقام راسباک فرانسیسیوں اور جرمنوں کی متحدہ افواج پر فتح پائی اور ایک مہینے بعد لیوتھن کے میدان میں جو صوبہ سلیشیا میں واقع ہے ایک بہت بڑی آسٹروی فوج کو شکست دی۔ ان پے درپے فتوحات نے شاہ پروشیا کا نام دنیا میں روشن کردیا اور تاریخ میں اگر وہ فریڈرک اعظم کے لقب سے مشہور ہے تو اس کا باعث وہ جانبازانہ شجاعت ہے جس کے بل پر اتنے بہت سے دشمنوں سے عہدہ برآ ہوکر اس نے اپنے ملک کو اُن ابتدائی ایام میں تباہ و برباد ہونے سے بچا لیا جبکہ یورپ کی طاقتوں میں اس کی کوئی ہستی نہ تھی۔

راسباک اور لیوتھن کی لڑائیاں ۱۷۵۷ء

پٹ نے جنگ یورپ میں اگرچہ اپنی مساعی جمیلہ سے ایک نئی روح پھونک دی لیکن اُس کی توجہ کا بڑا حصہ امریکہ پر مبذول رہا کہ برطانیہ کا نفع و نقصان زیادہ تر اسی سرزمین کے ساتھ وابستہ تھا۔ اُس نے برطانوی نوآبادیوں کے نام اس مضمون کا پیغام روانہ کیا کہ کوئبک اور مانٹریل پر حملہ آور ہونے کے لئے فوجیں فراہم

کناڈا میں جنگ
۱۷۵۶ء-۱۷۶۰ء

کریں اور تمام مغربی علاقہ پر قابض ہو جائیں ان افواج کے مقامی افسروں کو وہی عہدے اور درجے دئے گئے جو شاہی فوجی افسروں کو حاصل تھے اور اس ترکیب سے پٹ نے ان کا دل مٹھی میں لے لیا برطانیہ سے وہ گولی بارود ہتھیار اور رسد کے ذخیرے برابر بھیجا جاتا تھا اور کمک کے لئے نئی کوہستانی پلٹنیں بھی روانہ کرتا جاتا تھا۔ سپہ سالاری کے منصب پر جرنیل ابر کرابی کا تقرر عمل میں آیا اور ایمہرسٹ وولف اور ہو جیسے جواں سال اور پُر لایق افسر اس کی ماتحتی میں دئے گئے۔ اسی کے ساتھ پٹ نے امیرالبحر بسکاون کو ایک جنگی بیڑا دے کر شمالی امریکہ کی طرف روانہ کیا کہ لوی برگ پر حملہ کر کے کناڈا والوں کو سمندر کی طرف سے کسی قسم کی مدد نہ پہنچنے دے

اس کے بعد تین سال تک کناڈا میں بڑے بڑے اہم واقعات پیش آتے رہے۔ ۲۷ر جولائی ۱۷۵۸ء کو لوی برگ اور راس برٹن کے سارے علاقہ پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا ۲۵ر نومبر کو جرنیل فارس اور واشنگٹن کی سرکردگی میں کوہستانیوں

قلعہ ڈوکوئین کی تسخیر
۱۷۵۸ء

اور امریکنوں کی ایک متحدہ جمعیت نے قلعہ ڈوکوئین کو از سر نو مسخر کر لیا اور انگلستان کے نامور وزیر کے نام پر اس کا نیا نام پٹسبرگ رکھا گیا (دیکھو نقشہ نمبر، صفحہ) انگریزوں کو ٹکانڈروگا کے میدان میں البتہ ہزیمت اٹھانی پڑی اور اس معرکہ میں لارڈ ہو تو کام

آیا اور جرنیل ابرکرابی نے شکست کھائی لیکن دوسرے ہی سال یعنی ۱۷۵۸ء میں ٹکانڈروگا کراون پائنٹ اور نایگرا سب انگریزوں کے ہاتھ آگئے۔

اس اثنا میں بہادر فرانسیسی سپہ سالار مانٹ کام جسے فرانس سے بہت ہی کم کمک پہنچی تھی ولف کے مقابلہ میں کناڈا کے سب سے بڑے شہر کوئبک کی حفاظت مردانہ وار کر رہا تھا۔ کوئبک دریا سینٹ لارنس کے بائیں کنارے سر بفلک چٹانوں پر واقع ہے اور اس کے عقب میں ایک اور دریا سینٹ چارلس بہتا ہے۔ شہر کے شمال کی طرف ایک سنگلاخ سطح مرتفع جو وادی ابراہیم کے نام سے موسوم ہے پھیلتی ہوی چلی گئی ہے۔ جنوبی حصہ نشیب میں واقع ہے اور مانٹ کام نے اپنی فوج کی صف بندی کے لئے یہی مقام تجویز کیا تھا۔ ماہ جون ۱۷۵۹ء میں جہازوں کا ایک زبردست بیڑا جرنیل ولف کی فوج کو لئے ہوئے دریاے سینٹ لارنس کے دہانہ میں داخل ہوکر آگے بڑھا لیکن اگرچہ اس بیڑے نے شہر پر گولہ باری بھی کی اور فوج نے جہازوں سے اترکر حملہ بھی کیا جس میں بہت سے سپاہی کھیت رہے پھر بھی ولف سے یہ مستحکم شہر سر نہو سکا اس ناکامی نے ولف کو دل شکستہ کر دیا۔ اس کے علاوہ فوج میں بخار پھیل گیا اور بکثرت سپاہی ضایع ہوگئے۔ وہ خود بھی بیمار ہوگیا اور اسی خیال سے اُس نے

مناسب سمجھا کہ سردست حملہ ملتوی کر دیا جائے اور موسم سرما کے گزر نے کے بعد کوئی نئی تدبیر کی جائے۔ لیکن ایک دن جب وہ کوئبک کی شمالی جانب ساحل کے کنارے کنارے ملاحگری کر رہا تھا اُس کی نظر اتفاقاً ایک تنگ پگڈنڈی پر پڑی جو ڈھلواں چٹان کے پہلو پر پیچ و خم کھاتی ہوئی وادی ابراہیم کی طرف جاتی تھی۔ یہ دیکھتے ہی اُس نے قصد کر لیا کہ اس رستہ سے شبخون مارے اور شہر پر اچانک جا پڑے۔ ستمبر کی بارہویں تاریخ کو آدھی رات کے وقت کیل کانٹے سے لیس ہو کر اس نے کوچ کیا اور گھنٹہ بھر بعد اُس کے سپاہی دو دو کی قطار میں شانہ بشانہ پہاڑی پر چڑھنے لگے۔ سپاہی تو بڑھے چلے جاتے تھے اور ولف انگلستان کے مشہور شاعر گرے کا وہ پردرد مرثیہ زیر لب گنگناتا جاتا تھا جو چندہی سال قبل سپرد قلم ہوا تھا۔ جب وہ اس مصرع پر پہنچا کہ

تسخیر کوئبک
ماہ ستمبر ۱۷۵۹ء

رہ رِو جادۂ عظمت کی لحد منزل ہے

تو بے اختیار پکار اٹھا کہ "اس نظم کا مصنف ہونا کوئبک کے فاتح ہونے سے بمراتب افضل ہے"۔ پو پھٹ رہی تھی کہ حملہ آوروں کی قلیل التعداد جمعیت وادی ابراہیم میں پہنچ گئی۔ مانٹ کام غنیم کی اس ناگہانی تاخت سے ہکا بکا رہ گیا۔ لیکن پھر بھی اُس کے اوسان خطا نہ ہوئے اور وہ بسرعت تمام اپنی فوجیں لئے ہوئے مقابلہ کو بڑھا۔

فرانسیسی سپاہی اپنے حریفوں پر بے تابانہ جھپٹے لیکن برطانی بندوقچیوں نے ایک ایسی باڑ ماری کہ انکی صفین چھلنی ہوکر رہ گئیں۔ مانٹ کام نے اپنی فوج کو بہتیرا بڑھاوا دیا۔ اُس کے سپاہیوں کی بہادری میں بھی کلام نہ تھا لیکن وہ قواعددان اور جنگ آزمودہ نہ تھے۔ گولیوں کا مینہ برسانے کے بعد انگریزوں نے اُنہیں سنگینوں کی نوک کے آگے رکھ لیا جس سے اُن کے قدم اکھڑ گئے ولف ایک کاری زخم کھاکر اپنے ایک افسر کے آغوش میں دم توڑ رہا تھا۔ فرانسیسیوں کو میدان جنگ سے منہ موڑتے دیکھ کر یہ افسر چلایا کہ وہ "بھاگے وہ بھاگے"۔ ولف نے جب پوچھا کہ "کون بھاگے" اور افسر نے حقیقت حال بیان کی تو ولف نے خدا کا شکر ادا کیا اور کہا کہ "اب میں نہایت خوشی سے جان دیتا ہوں"۔ بہادر مانٹ کام بھی زخمی ہوکر میدان جنگ میں کام آیا۔ عالم نزع میں جب اُسے اپنی ناکامی اور غنیم کی کامیابی کی کیفیت معلوم ہوی تو بحسرت کہنے لگا

ولف اور مانٹ کام کی موت

کہ "جو کچھ ہوا اچھا ہوا شکر ہے کہ میں جیتے جی تو کوئبک کو غنیم کے حوالہ ہوتے نہ دیکھوں گا"

یہ دونوں بہادر سپہ سالار جو اپنے فرایض منصبی کے بجالانے میں کام آئے پہلو بہ پہلو دفن کئے گئے وادی ابراہیم میں ایک مینارہ ان کی یادگار میں کھڑا ہے جس پر دونوں کے نام کندہ ہیں۔ اگرچہ جنگ اُس کے بعد بھی اور ایک

سال جاری رہی تا آنکہ ۸ ستمبر ۱۷۶۰ء کو مانٹریل پر انگریزوں کا قبضہ ہوگیا لیکن کناڈا کی حقیقی و اصلی فتح جس نے امریکہ میں فرانسیسیوں کی قوت کا خاتمہ کردیا انگریزوں کو کوئبک ہی کے مسخر کرنے سے حاصل ہوی۔

اس وقت پٹ کو اپنی ذات پر جس قدر بھی فخر ہوتا کم تھا اس لئے کہ یہ ساری کامیابیان اُسی کی مدبرانہ سرگرمی اور امداد و اعانت کا ثمرہ تھیں۔ مثل مشہور ہے۔ کہ خدا جب دیتا ہے تو چھپر پھاڑ کر دیتا ہے۔ اسی سال یورپ میں بھی انگریزوں کو فتح پر فتح حاصل ہوی۔ منڈن واقع صوبہ ویسٹ فیلیا میں برطانویوں اور ہینوویریوں کی متحدہ افواج نے امیر کبیر فرڈینڈ کے زیر کمان فرانسیسیوں کو ماہ اگست ۱۷۵۹ء میں شکست دی۔ اور اسی مہینے امیرالبحر بوسکاوِن نے پانچ فرانسیسی جہاز پرتگال کے ساحل پر لیگاس کے قریب غرق کردئے۔ نومبر میں امیرالبحر ہاک نے فرانسیسی بیڑے کے بچے کھچے جہازوں کو فرانس کے مغربی ساحل پر خلیج کوئبران میں چلتے جھکڑ کے اندر شکست دی۔ انگریزوں کے کان ان توبرتو کامیابیوں سے فتح و نصرت کی خبریں سننے کے ایسے عادی ہو گئے تھے کہ سابق وزیراعظم کے بیٹے ہارس والپول نے ایک موقع پر ظریفانہ پیرایہ میں یہ خیال ظاہر کیا کہ فتح و نصرت تو آج کل ہماری جنبش لب پر موقوف ہے۔ صبح اٹھتے ہی پہلا سوال ہمارا یہ ہوتا ہے کہ

یورپ میں برطانوی فتوحات
۱۷۵۹ء

آج کس میدان میں ہماری فتح ہوی۔ اگر یہ سوال نہ کیا جائے تو ڈر ہے کہ مبادا نوید فتح ہماری خموشی کو جاہے استغنا پر محمول کرکے کتی کاٹ جائے۔

امریکہ و یورپ کی فتوحات کے ساتھ ساتھ دنیا کے ایک دوسرے حصہ سے خبر آئی کہ برطانیہ کا اقبال ایک اور اقلیم کو مسخر کر رہا ہے۔ کلایو ۱۷۵۵ئہ میں بیمار ہوکر گھر آیا تھا اور قلعہ سینٹ ڈیوڈ کی گورنری پر مامور ہوکر مدراس واپس گیا ہی تھا کہ زندان سیاہ کے سانحہ جان فرسا کی خبر موصول ہوی۔ یہ خبر سنتے ہی حکومت انگلستان نے فیصلہ کرلیا کہ امیرالبحر واٹسن اور کلایو کو کلکتہ کی تسخیر کرر پر مامور کیا جائے۔ چنانچہ چھ مہینے بھی نہ گزرنے پائے تھے کہ برطانوی جھنڈا پھر فورٹ ولیم پر لہرانے لگا اور سراج الدولہ کو مجبوراً صلح کرنی پڑی

تسخیر کلکتہ
سنہ ۱۷۵۷ء

لیکن سراج الدولہ نے عہد کی پابندی نہ کی اور جب کلایو کو معلوم ہوا کہ وہ فرانسیسیوں کے ساتھ مل کر انگریزوں کو بنگال سے نکالنے کے منصوبے سوچ رہا ہے اور پلاسی میں ایک بہت بڑی فوج بھی جمع کرچکا ہے تو اُس نے مصمم ارادہ کرلیا کہ سراج الدولہ کو تخت سے اتار کر اُسکے ایک افسر میر جعفر کو مسند پہ بٹھائے۔ نواب سراج الدولہ کے ساٹھ ہزار کے لشکر کے مقابلہ میں اگرچہ کلایو کی فوج صرف تین ہزار تھی پھر بھی اُس نے تن بتقدیر

جنگ پلاسی
۲۳ جون ۱۷۵۷ء

طرح جنگ ڈال دی اور ۲۳ جون ۱۷۵۷ء کو پلاسی کے میدان میں دونوں حریفوں کا مقابلہ ہوا۔ یہ پہلا بڑا معرکہ تھا جو ہندوستان میں انگریزوں کو پیش آیا۔ ہندوستانی فوج برطانوی توپخانہ کی تاب نہ لاکر بے ترتیبی کے ساتھ پسپا ہوی۔ سراج الدولہ نے سراسیمہ ہوکر راہ فرار اختیار کی اور میرجعفر انگریزوں کی حمایت میں مسند پر بٹھایا گیا۔ اس جنگ نے ہندوستان کی قسمت کا فیصلہ کردیا اور اس ملک میں انگریزی سلطنت کی بنیاد قایم ہوگئی کلایو تین سال تک بحالی امن و امان و نظم و ترتیب کی غرض سے ہندوستان میں مقیم رہا۔ اس کے بعد اس نے انگلستان کو مراجعت کی اور لارڈ کلایو کے لقب سے ملقب ہوکر طبقہ امراے آیرلینڈ میں داخل ہوا۔ لیکن مدراس میں جنگ کا سلسلہ ابھی تک قایم تھا۔ کرنیل آیرکوٹ نے فرانسیسیوں کو ۱۷۶۰ء میں بمقام وندواش شکست دی اور ۱۷۶۱ء میں انگریز پانڈی چری پر قابض ہوگئے اگرچہ آگے چل کر ۱۷۶۳ء میں استحکامات کے مسمار کردئے جانے کے بعد یہ مقام فرانسیسیوں کو پھر دے دیا گیا لیکن مقامی امیروں اور فرمانرواؤں کی نظریں اب انگریزوں ہی کی طرف اٹھنے لگیں اور انگریزوں ہی کے ظل حمایت میں آنا سلامتی کا موجب سمجھا جانے لگا۔ جب لارڈ کلایو ۱۷۶۵ء میں ہندوستان واپس آیا تو فرمانرواے سلطنت مغلیہ نے

ہندوستان میں برطانوی قوت کا غلبہ

ایسٹ انڈیا کمپنی کو ڈھائی لاکھ پاؤنڈ سالانہ خراج کے معاوضہ میں بنگال بہار اور اڑیسہ کی سند دیوانی عطا کی جس سے انگریزوں کا اقتدار بہت بڑھ گیا۔

ادھر یہ واقعات پیش آرہے تھے اُدھر برطانیہ میں صورت حالات بدل رہی تھی۔ جارج ثانی نے ۲۶ر اکتوبر ۱۷۶۰ء کو وفات پائی اور اس کا پوتا جارج ثالث اُس کی جگہ تخت نشین ہوا۔ نیا بادشاہ صلح کا خواہشمند تھا بخلاف

پٹ کی وزارت سے علیحدگی
۱۷۶۱ء

اس کے پٹ چاہتا تھا کہ جنگ جاری رہے بلکہ وہ ہسپانیہ کے خلاف بھی جس نے خفیہ طور پر فرانس کو مدد دینے کا وعدہ کیا تھا اعلان جنگ کرنا قرین مصلحت خیال کرتا تھا۔ لیکن پارلیمنٹ جنگ کے مصارف سے تنگ آگئی تھی اور چاہتی تھی کہ کسی طرح لڑائی بند ہو جائے۔ والپول کی طرح پٹ کچی گولیاں نہ کھیلا تھا۔ یہ دیکھ کر کہ اُس کی کوئی نہیں سنتا وہ

ہسپانیہ کے ساتھ جنگ
۱۷۶۲ء

وزارت ہی سے مستعفی ہوگیا اور بادشاہ نے اُس کی بجائے ۵ر اکتوبر ۱۷۶۱ء کو ایربیوٹ کا تقرر کیا۔ پٹ کی رائے صحیح ثابت ہوئی اس لئے کہ تین ہی مہینے بعد جنوری ۱۷۶۲ء میں برطانیہ کو ہسپانیہ کے خلاف اعلان جنگ کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ لڑائی اور ایک سال تک ہوتی رہی اور انگریزی فوج اور بیڑے نے جس کی حالت پٹ کی انتظامی قابلیت نے بہت کچھ سدھار دی

تھی فرانس اور ہسپانیہ کے مقابلہ میں متعدد شاندار فتوحات حاصل کیں۔ لیکن بیوٹ نے اُس وظیفہ کے جاری رکھنے سے انکار کردیا جو فریڈرک اعظم کو برطانیہ کی طرف سے ملا کرتا تھا۔ اور چونکہ فریڈرک کو اب روس کی تائید حاصل ہوگئی تھی اس لئے اُس نے میراِیا تھریزا کے ساتھ بمقام ہیوبرٹسبرگ جداگانہ صلح کرلی جسکی رو سے سلیشیا کا صوبہ اُس کے ہاتھ آگیا۔ بالاخر ۱۷۶۳ء میں برطانیہ فرانس ہسپانیہ اور پرتگال کے مابین بمقام پیرس ایک معاہدہ قلمبند ہوا جس کی رو سے "جنگ ہفت سالہ" موقوف ہوگئی۔ اس معاہدہ کی بنا پر برطانیہ کو کناڈا فلاریڈا اور دریائے مسی سپی کے مشرقی جانب نیوآرلینس کو چھوڑ کر باقی تمام فرانسیسی مقبوضات مل گئے اور ہندوستانمیں اب اُس کی حیثیت فرمانروایانہ ہوگئی۔ لیکن فرانسیسیوں نے مناکا بھی برطانیہ کے حوالہ کردیا۔ لیکن چندہی سال بعد یہ جزیرہ اور نیز فلاریڈا ہسپانیہ کے قبضہ میں آگیا۔

صلحنامہ ہیوبرٹسبرگ
فروری ۱۷۶۳ء

عہدنامہ پیرس
فروری ۱۷۶۳ء

تیئیسواں باب

نوآبادیہائے امریکہ کی آزادی

جارج ثالث سنہ ۱۷۶۰ء لغایت سنہ ۱۸۲۰ء

دور اول سنہ ۱۷۶۰ء لغایت سنہ ۱۷۸۴ء

جب سنہ ۱۷۶۳ء میں عہد نامہ پیرس سپرد قلم ہوا تو جارج ثالث کو تخت انگلستان پر بیٹھے ہوئے تین سال گزر چکے تھے۔ جس سلطنت میں اُس کے نام کا سکہ چلتا تھا وہ اب ایک بڑی طاقت کے درجہ پر پہنچ گئی تھی۔ ہارس والپول نے

دولت برطانیہ کی عظمت

ایک مرتبہ اپنے ایک دوست کو ایک چٹھی لکھی تھی جس کے ایک فقرہ سے اس طاقت کی عظمت و وسعت کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ وہ فقرہ یہ ہے۔ "آج تم اپنے وطن کو اگر واپس آؤ تو اُسے پہچان بھی نہ سکو۔ جب تم گئے تھے تو یہ ایک چھوٹا سا جزیرہ تھا جس کی گزران اپنی ہی پیداوار کے ذرایع پر ہوتی تھی۔ لیکن اس وقت یہی جزیرہ ہفت اقلیم کا دارالسلطنت بنا ہوا ہے

اس زبردست اور عظیم الشان قلمرو کی حکومت جارج ثالث کے حصہ میں ضرور آئی مگر اسی کے ساتھ اُسے میراث میں ایسے بادشاہوں کی روایات ملیں جنہیں بہت کم اقتدار حاصل تھا۔ چنانچہ ایک موقع پر جارج ثانی کو کہنا پڑا کہ "انگلستان کے بادشاہ تو اصل میں یہاں کے وزیر ہیں" ان وزرا کا تعلق ملک کے اُن بڑے بڑے وھگ خاندانوں سے تھا جو پارلیمنٹ میں آدھے مبعوثین منتخب کر کے بھیجتے تھے اور جب کبھی انہیں کوئی قانون نافذ کرنا منظور ہوتا تھا تو باقی مبعوثین کی رائیں بھی روپیہ دے دلا کر خرید لیا کرتے تھے۔ اُن کے دربار شاہانہ کروفر کے ساتھ منعقد ہوتے تھے اور تمام وہ لوگ جنہیں کسی سرکاری عہدہ کی تمنا یا حکومت کی کسی اور نوازش کی آرزو ہوتی تھی ان درباروں میں حاضر ہونا اپنا فرض سمجھتے تھے اس لئے کہ فرمانروایان وقت کو بدیسی ہونے کے باعث زیادہ تر اپنے وزرا ہی کے صلاح و مشورہ پر کار بند ہونا پڑتا تھا۔ اس طور پر رفتہ رفتہ نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ قوم کی طرف سے پارلیمنٹ کے مبعوثین کے آزادانہ انتخاب کا دستور موقوف ہوگیا اور بادشاہ کو بھی پارلیمنٹ پر کچھ بہت زیادہ اختیار باقی نہ رہا۔ غرض برطانیہ کے نظام حکومت میں اب وہی پرانی شان نظر آنے لگی تھی جو "جنگ گلاب" کے وقوع میں آنے سے پہلے رونما تھی

کہ حکومت کا کاروبار ملک کے بڑے بڑے امرا چلاتے تھے۔ جارج ثالث کے عہد کے پہلے بیس سال کی سیاسی تاریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دور دو بڑی آویزشوں میں صرف ہوا۔ بادشاہ کی طرف سے تو یہ جدوجہد ہوتی رہی کہ کسی طرح وزرا کے مقابلہ میں اپنے کھوئے ہوئے اقتدار کو ازسرِنو حاصل کرے اور قوم کی جانب سے نہ صرف برطانیہ بلکہ امریکہ میں اُن حملوں کی مزاحمت ہوتی رہی جن سے اس کی آزادی کے سلب ہو جانے کا اندیشہ تھا۔

انقلاب

اسی کے ساتھ خود قوم کی حالت میں ایک تغیر عظیم پیدا ہو رہا تھا۔ ایجادات و اکتشافات کے دور کی ابتدا ہونے لگی تھی۔ ہاتھ کی محنت کی جگہ کلوں نے لے لی تھی۔ اور اسی کا نتیجہ تھا کہ صنعت و حرفت کے کارخانوں کی روز افزوں ترقی کی بدولت آئندہ پچاس سال کی مدت کے اندر اندر اُن مقامات میں بڑے بڑے آباد و پر رونق شہر آباد ہوگئے جہاں پہلے کوئی بستی موجود نہ تھی۔ ۱۷۶۰ء میں ترقی دادہ تال کی ایجاد کے باعث جلاہے معمول سے دگنا کپڑا بننے کے قابل ہوگئے۔ ۱۷۶۴ء-۱۷۶۹ء میں ہارگریوز نے ایک نئی وضع کا چرخہ اور آرکرایٹ نے کاتنے کی ایک اور کل ایجاد کی۔ اس کے چند ہی سال بعد ڈاکٹر

کلیں اور دخانی طاقت

کارٹ رایٹ نے دخانی کارگاہ اختراع کی اور اب پارچہ بافی کا کام ہاتھ کی بجائے کل سے لیا جانے لگا۔ جلاہے اول اول ان ایجادات کی سخت مخالفت کی۔ کلوں کو توڑ پھوڑ ڈالا۔ پتلی گھروں کو آگ لگادی اور نئے کارخانوں کی تباہی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ لیکن رفتہ رفتہ یہ مخالفت کم ہوتی گئی اور چندہی سال میں سوت کاتنے اور کپڑا بننے کی صنعتیں بہت کچھ رونق پکڑ گئیں۔ اسکے بعد یہ راز دریافت ہوا کہ معدنی کویلہ سے کچے لوہے کو صاف کرنے کا کام لیا جاسکتا ہے۔ اور ۱۷۶۹ء میں واٹ نے دخانی انجن ایجاد کیا۔ اس پر شمالی علاقہ میں کویلہ کی کانوں کے قرب و جوار میں لوہے کے بڑے بڑے کارخانے قایم ہو گئے۔ غرض انگلستان کے باشندے اب اپنی پوری توجہ کارخانوں کے قیام اور مصنوعات پر صرف کرنے لگے تھے۔ صرف ایک مشکل باقی رہ گئی تھی کہ مال ایک مقام سے دوسرے مقام اور بندرگاہوں تک کس طرح پہنچایا جائے۔ لیکن اس مشکل کو ایک بڑی حد تک امیر کبیر برج واٹر کی مستعدی نے رفع کردیا۔ ۱۷۵۹ء میں امیر موصوف نے پارلیمنٹ سے منظوری حاصل کی کہ وارسلی سے جہاں اسکی کویلہ کی کانیں تھیں مانچسٹر تک ایک چھ میل لمبی نہر تیار کرے۔ شروع شروع میں اُس کی یہ تجویز شیخ چلی

نہروں کا احداث
۱۷۶۰-۱۷۸۰ء

یہ منصوبہ سمجھی گئی اس لئے کہ مجوزہ نہر مرسی اور ارول کی گھاٹیوں کو صرف اسی صورت میں عبور کرسکتی تھی کہ دو سو گز لمبا پل نما راج بہا ان گھاٹیوں پر تعمیر کیا جائے لیکن جب مشہور و معروف انجنیر برنڈلے کی چابکدستانہ صناعی اس مشکل پر غالب آگئی تو نہر مذکور ایسی کامیاب ثابت ہوی کہ اس کی دیکھا دیکھی دوسری نہریں بھی بہت جلد بنالی گئیں اور طول و عرض انگلستان میں مال کا حمل ونقل آبی راہ سے کشتیوں میں ہونے لگا۔

صنعت و حرفت کی اس ترقی کا نتیجہ یہ ہوا کہ آبادی بہت جلد بڑھ گئی اور اشیاء خوردنی کا بھاؤ چڑھ گیا۔ آج کل کی طرح اس زمانہ میں اناج اور دوسرے سامان خورونوش کے ذخیرے غیر ممالک سے مقدار کثیر میں درآمد نہ کئے جاتے تھے اس لئے کہ ایسے مال درآمد پر حکومت بھاری محصول لگاتی تھی۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ سنہ ۱۷۱۵ء سے لے کر سنہ ۱۷۶۴ء تک جس اناج کی قیمت کا اوسط تیس شلنگ فی کوارٹر تھا آیندہ پانچ سال میں ڈیوڑھے دام پاکر پینتالیس شلنگ فی کوارٹر کے حساب سے فروخت ہوا اور اس نرخ میں بھی آیندہ پچاس سال تک برابر روز افزوں اضافہ ہوتا رہا۔ جن کسانوں کو کاشتکاری کے بہترین طریقے یاد تھے انہوں نے اس موقع سے خاطر خواہ فایدہ اٹھاکر ہاتھ رنگ لئے۔ اناج

چارہ شلغم اور دوسری زمین دوز پیداوار والی فصلوں کے بونے کے لئے ہر سال بنجر زمین کے بڑے بڑے رقبے گھیر کر آباد کئے جانے لگے۔ سنہ ۱۷۶۰ء سے لے کر سنہ ۱۷۷۴ء تک چودہ سال کے عرصہ میں سات سو سے کم قوانین حد بندی اراضی نہ جاری کئے گئے ہوں گے۔ ان قوانین کا اتنا

حد بندی اراضی افتادہ سنہ ۱۷۶۰ء تا سنہ ۱۷۷۴ء

فایدہ ضرور ہوا کہ زمین کی کاشت بہتر طریقہ پر ہونے لگی اور صاف ستھری سڑکیں بھی بن گئیں جن کی وجہ سے ڈاکوؤں اور لٹیروں کے نشیمن اجڑ گئے۔ لیکن اس نفع کے مقابلہ میں یہ ایک نقصان بھی ہوا کہ چراگاہوں کا رقبہ بہت گھٹ گیا۔ مزدوری پیشہ لوگ پہلے غیر آباد زمینوں میں اپنے گھوڑے اور گائیں چرنے کے لئے چھوڑ دیا کرتے تھے۔ اب یہ زمینیں زیر کاشت آگئیں۔ اور چونکہ خوراک اور لباس کی قیمت پہلے کی بہ نسبت بہت بڑھ گئی تھی اس لئے ان کی حالت ایسی اچھی نہ تھی جیسی سو سال پہلے تھی اب اس بڑی مشکل کا آغاز ہوا جس کی پیچیدگیاں آج کے دن تک بڑھتی رہی ہیں۔ یعنی جو دولت مند تھے وہ زیادہ دولت مند ہوتے گئے اور جو مفلس تھے انکی قلاشی اور بھی

افلاس اور قلاشی کا اضافہ

زیادہ بڑھتی گئی۔ قانون مساکین جو الزبتھ کے عہد میں مفید ثابت ہوا تھا (دیکھو صفحہ) اب محنت کرنے والی آبادی کے حق میں ایجرن

ہوگیا کہ غربا و مساکین کی وجہ کفاف کا بار انہیں پہ پڑنے لگا تھا۔

اب وہ وقت آن پہنچا کہ اہل انگلستان کی وجہ معیشت میں کاشتکاری کی خصوصیت باقی نہ رہی۔ کارخانہ دار کان کن اور تجارت پیشہ جماعتیں بہت بڑھ گئیں۔ بحری جنگی غیر ممالک کے ساتھ تجارتی معاہدات اور مقامی محصولات ایسے مسایل تھے جو زراعت اور اُس کے متعلقات سے زیادہ اہم سمجھے جانے لگے اور ان مسائل میں نہ صرف متمول کارخانہ دار تاجر اور زمیندار دلچسپی لینے لگے بلکہ اہل حرفہ اور کارخانوں کے دستکاروں کو بھی ان کے ساتھ شغف ہوگیا۔ ان تمام مسائل کا تصفیہ پارلیمنٹ سے متعلق تھا اور پارلیمنٹ جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں اُن بڑے بڑے زمینداروں اور انکے طرفداروں سے مرکب تھی جن کا انتخاب قوم کی طرف سے نہ ہوتا تھا حالانکہ وہ قوم ہی کے مبعوث متصور ہوتے تھے اور اسی حیثیت سے من مانے قوانین وضع کرلیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اس عہد میں دارالعوام کی طرف سے جب کوئی قانون نافذ ہوا تو جمہور کی جانب سے زبردست غوغاے احتجاج بلند ہوا اور ملک بھر میں ہنگامے اور فتنے بپا ہوے

طبقہ متوسط کی روز افزوں اہمیت

لیکن اول اول سب سے بڑی کشمکش بادشاہ اور

اس کے وزرا کے درمیان ہوی۔ جارج ثالث جی میں یہ ٹھان کر تخت پر بیٹھا تھا کہ اپنے آگے کسی کی چلنے نہ دے گا۔ اُس کے باپ فریڈرک شہزادہ ویلز کا ۱۷۵۱ء میں انتقال ہوچکا تھا اور تخت سلطنت اُسے براہ راست اپنے دادا جارج ثانی سے ترکہ میں پہنچا تھا۔ اُس کی ماں ایک بلند حوصلہ جرمن شہزادی تھی جس کی سب سے بڑی تمنا یہ تھی کہ اُس کا بیٹا عنان اقتدار اپنے ہاتھ میں لےکر رعایا کے ساتھ پدرانہ شفقت کا برتاؤ کرے۔ چنانچہ وہ ہمیشہ بیٹے کو یہی نصیحت کیا کرتی تھی کہ جارج یاد رکھ تو بادشاہ کا بیٹا ہے بادشاہ بن کر دکھا۔ اس نصیحت کا جارج کے دل پر ایک خاص اثر ہوا اور اپنے طویل شصت سالہ عہد حکومت میں وہ برابر اسپر عمل کرتا رہا۔ وہ ایک سیدھا سادھا نیک ضمیر اور پابند مذہب شخص تھا جسے لگی لپٹی نہ آتی تھی۔ بی بی بچوں سے ساتھ وہ الفت اور شفقت سے پیش آتا تھا۔ ملکہ شارلوٹ کے بطن سے خدا نے اس کثیرالاولاد فرمانروا کو پندرہ بچے دئے تھے۔ اور اُس کی خانگی زندگی ایسے امن و سکون کے ساتھ بسر ہوتی تھی کہ گھر میں کبھی کوئی فساد یا جھگڑا نہ ہونے پاتا تھا۔ جنون کے دورے اُسے بھی کبھی کبھی اٹھا کرتے تھے۔ مگر وہ زبان پر حرف شکایت لائے بغیر اس افتاد کو صبر و شکر کے ساتھ برداشت کرتا تھا۔ انہیں

جارج ثالث کی سیرت

خصائل کی بدولت رعایا اُسے عزیز جانتی اور اس کا ادب کرتی تھی اور جب اُس کا نام زبان پر آتا تھا تو لوگ بسا اوقات اُسے "ہمارا پیارا پادشاہ جارج" کہہ کر پکارتے تھے لیکن ان خوبیوں کے ساتھ وہ تنگ نظر کم سواد سخن پرور اور خود رائے بھی تھا۔کبھی کسی کی رائے نہ مانتا تھا بلکہ اپنی ہی مرضی پر چلتا تھا۔یہی وجہ تھی کہ اُس سے بڑی بڑی غلطیاں ہو جاتی تھیں۔ برطانیہ کو اُس کی ذات سے یہ فائدہ ضرور پہنچا کہ اہل انگلستان کے اطوار پسندیدہ تر ہو گئے مذہب کا پہلے کی بہ نسبت زیادہ ادب و احترام کئے جانے لگا اور رعایا مجموعی حیثیت سے زیادہ وفادار ہو گئی لیکن اس میں بھی کلام نہیں کہ پارلیمنٹ پر غلبہ حاصل کرنے کے لئے اُس نے بازار ارتشا گرم کر دیا۔آئرلینڈ کے حق میں عدل و انصاف کو بالائے طاق رکھ دیا بردہ فروشی کی تائید کی اور امریکن نوآبادیاں اُس کے عہد حکومت میں انگلستان کے ہاتھ سے نکل گئیں۔

بیوٹ کے عہد وزارت میں فریق ٹوری کا احیاء

ہم دکھا چکے ہیں کہ تخت پر بیٹھتے ہی جارج ثالث نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ پٹ کو وزارت سے الگ کرکے خود اپنے اتالیق لارڈ بیوٹ کو وزیراعظم مقرر کیا تاکہ فرانس کے ساتھ صلح کی جا سکے۔یہ کارروائی اس نے کچھ اس وجہ سے نہ کی تھی کہ اُسے جنگ ناپسند تھی بلکہ وہ فریق وھگ کا اقتدار سلب کرنے

کے نئے قوت پیدا کرنا چاہتا تھا۔ فریق ٹوری کو اب خاندان اسٹوارٹ کے برسر حکومت ہونے کی طرف سے قطعاً نا امیدی ہوچکی تھی اور یہ جماعت ایک ایسے بادشاہ کا ساتھ دینے کے لئے آمادہ نظر آتی تھی جو خاک انگلستان سے پیدا ہوا تھا۔ غرض جارج ثالث نے عطاے اعزازات و مناصب کے شاہانہ اقتدار سے کام لے کر ایک جماعت ایسے اشخاص کی تیار کرلی جو "بادشاہ کے ہوا خواہ" کہلاتے تھے۔ ہنری فاکس جو ایک زیرک و طباع لیکن بے اصول مدبر تھا بیوٹ کے ساتھ مل گیا اور اُس کی طرف سے وعدہ ہوا کہ صلح کی تائید میں دارالعوام کے غلبہ آرا کا انتظام کسی نہ کسی طرح کرلیا جائے گا۔ فاکس کی تدبیر کارگر ہوگئی۔ ۱۷۶۲ء میں صیغۂ اغراض خفیہ کے موازنہ میں سے پورے بیاسی ہزار پاؤنڈ کی رقم اراکین دارالعوام کی مٹھی گرم کرنے پر صرف کی گئی اور پٹ کی مخالفت کے باوجود پینسٹھ آرا کے مقابلہ میں تین سو انیس آرا کے غلبہ سے فرانس کے ساتھ صلح کرلینے کا فیصلہ ہوگیا۔

لیکن لارڈ بیوٹ کی وزارت زیادہ دنوں قایم نہ رہنے پائی۔ وہ اسکاٹلینڈ کا متوطن تھا اور اسکاٹلینڈ والوں کو انگریز اچھی نظر سے نہ دیکھتے تھے اس لئے کہ ۱۷۴۵ء کی بغاوت کے وقت سے انگلستان میں اسکاٹلینڈ کا ہر باشندہ جیمز کا طرفدار سمجھا جاتا تھا۔ اسکے

علاوہ بیوٹ پر بادشاہ کی ماں کی خاص نظر عنایت تھی اور
اس بات کو لوگ اچھا نہ سمجھتے تھے اُس کی
بے عنوانیاں اس حد تک بڑھ گئی تھیں کہ
اُس نے تمام سرکاری ملازموں کو جو فریق وھگ کے
مقرر کئے ہوئے تھے یک قلم برطرف کردیا یہاں تک کہ
دفاتر کے چھوٹے چھوٹے اہلکاروں اور سررشتہ آبکاری
کے کارندوں کو بھی موقوف کردیا اور شراب سیب پر
ایک نیا محصول لگا دیا جس کی وجہ سے عوام میں بڑی
ناراضی پھیل گئی۔ بیوٹ ایسا بدظن ہوگیا تھا کہ ایک
عرصہ دراز تک گلی کوچوں میں سے گزرتے وقت پہلوانوں
کی ایک جمعیت کو وہ حفاظت کے لئے اپنے ساتھ ساتھ
رکھتا تھا۔ آخر عوام میں اُس کی مخالفت یہاں تک
بڑھ گئی کہ اُس نے گھبرا کر استعفا دے دیا۔

ارتقاء و بیداد بیوٹ کا استعفا

بیوٹ کے بعد جارج گرینول جو فریق وھگ سے
تعلق رکھتا تھا وزیراعظم مقرر ہوا لیکن اس کی وزارت
بھی کچھ زیادہ کامیاب نہ ثابت ہوئی اور بادشاہ کو جلد
معلوم ہوگیا کہ اس شخص پر قابو پانا آسان نہیں۔ گرینول
کے بے لوث اور نیک نیت ہونے میں
کلام نہیں لیکن اُس کا طرز عمل انگلستان
اور امریکہ دونوں ملکوں میں خرابیاں پیدا کئے بغیر نہ رہا
پہلی مشکل جو اُسے پیش آئی اس میں چنداں اُس کا

گرینول کی وزارت ۱۷۶۳ء

قصور نہ تھا۔ بات صرف یہ تھی کہ اجلاس پارلیمنٹ کے التوا کے موقع پر بادشاہ نے جو تقریر کی تھی اُس پر اخبار "نارتھ برٹن" کے پینتالیسویں نمبر میں بڑی سخت لے دے ہوی تھی۔ اس اخبار کا مدیر ایک ہیچ کارہ مگر ہردلعزیز شخص ولکس نامی تھا جو پارلیمنٹ میں حلقہ ایلسبری کا نمایندہ تھا گرینول نے ایک عام حکمنامہ اس مضمون کا جاری کیا کہ اخبار مذکور کے مضمون نگاروں چھاپنے والوں اور اشاعت کرنے والوں کو گرفتار کرلیا جائے چنانچہ ولکس اور اڑتالیس دوسرے اشخاص پکڑ کر حوالات میں بند کردئے گئے لیکن قانون شہادت وجودی کے تحت میں ولکس نے جلدی آزادی حاصل کرلی اور آزاد ہوتے ہی سرکار پر مقدمہ دایر کردیا کہ کیوں اُس نے پارلیمنٹ کے ایک نمایندے کو گرفتار کیا اور ایک ایسا عام حکمنامہ جاری کردیا جس میں گرفتار ہونے والے اشخاص کے نام بصراحت درج نہ تھے یہ مقدمہ تو اس نے جیت لیا لیکن پارلیمنٹ نے ازالہ حیثیت عرفی کی علت میں نئے سرے سے اسکا چالان کیا۔ اُس پر ملک میں بڑی خطرناک شورشیں برپا ہوگئیں۔ عوام الناس نے "ولکس کی جے" اور "آزادی کی فتح" کے نعرے بلند کرنے شروع کئے اور بادشاہ اور اُس کی ماں کے خلاف اس کثرت سے تمسخر آمیز مضامین شایع ہوے کہ دو سو اہل مطابع سپرد فوجداری کئے گئے۔

ولکس کی گرفتاری بحکمنامۂ گرفتاری عمومی

ولکس ایک دست بدستی مقابلہ میں زخمی ہوا اور چونکہ پارلیمنٹ نے اُسے دایرہ امان سے خارج کردیا تھا اس لئے وہ فرار ہوکر فرانس چلاگیا۔

یہ ہنگامہ فرو ہواہی تھا کہ گرنیول سے ایک اور غلطی سرزد ہوی جس نے امریکہ کی نوآبادیوں کے ساتھ جھگڑے کی بنیاد قایم کردی۔ امریکہ میں بسنے والے برطانوی ایک مدت دراز سے اپنے ملک کا انتظام دراصل خود کرتے چلے آتے تھے اور برطانوی وزرا اُن کے معاملات میں بہت کم دخل دیتے تھے۔ لیکن گرنیول نے یہ روش بدل کر اپنا سکہ اُن پر بٹھانا چاہا اور نتیجہ یہ ہوا کہ امریکہ ہی انگریزوں کے قبضہ سے نکل گیا۔ نوآبادیوں کے لئے انگلستان کی پارلیمنٹ نے یہ قانون وضع کر رکھا تھا کہ بجز برطانیہ کے وہ اور کسی ملک کے ساتھ تجارت نہ کرنے پائیں۔ اس احمقانہ قانون کی پابندی سے یہ لوگ ایک عرصہ تک پہلو تہی کرتے رہے اور ہسپانوی امریکہ کے ساتھ تجارت کرکے منافع کثیر اُٹھاتے رہے گرنیول نے قانون کی اس خلاف ورزی کے سدباب کرنے کا مصمم ارادہ کرلیا۔ اور چونکہ گزشتہ جنگ امریکہ کے مصارف کی وجہ سے انگلستان بہت کچھ زیر بار ہوگیا تھا اس لئے ساتھ ہی ساتھ توفیر مداخل شاہی کے لئے اُس نے "قانون کاغذ ممہور" کے

نوآبادیہائے امریکہ کے ساتھ جھگڑے کی ابتدا

قانون کاغذ ممہور سال [illegible]

نام سے ایک نیا قانون جاری کرنا چاہا جس کی رو سے
یہ بات لازمی قرار پا گئی کہ امریکہ میں تمام قانونی دستاویزات
پر اسی طرح اسٹامپ چسپاں ہوا کرے جسطرح انگلستان
میں عملدرآمد تھا۔ اس پر یہ لوگ بہت بگڑے۔ یہ بات
تو سراسر قرین انصاف تھی کہ اہل امریکہ ایک ایسے جھگڑے
کے اخراجات میں انگلستان کے ساتھ اپنے حصہ کے موافق
شریک ہوں جو انہیں کی اغراض کے تحفظ کے لئے مول
لیا گیا تھا لیکن یہ امر بھی نظر انداز ہونے کے قابل نہیں
کہ وہ اپنے محصول آپ ہی تجویز کرنے کے خوگر تھے
اور اگر یہ محصول اُنہیں خودہی وصول کر لینے دیئے جاتے
تو وہ رقم مطلوبہ بطیب خاطر انگلستان کو دے دیتے غرض
اُنہوں نے قانون مذکور کے نفاذ کے خلاف ایک محضر
پیش کیا لیکن حکومت برطانیہ نے اس پر مطلق توجہ نکی
اور قانون کاغذ ممہور ۱۷۶۵ء میں نافذ ہوگیا۔ نتیجہ یہ ہوا
کہ ریاست ورجینا کے اتباع میں مستعمرات امریکہ کے تمام
باشندوں نے برطانوی ساخت کے ہر قسم کے مال کی خریداری
سے محترز رہنے کا آپس میں عہد کرلیا اور متعدد کارخانہ داران
انگلستان تباہ ہو گئے۔

انہیں ایام میں بادشاہ کو پہلی مرتبہ جنون کا
دورہ اٹھا۔ جب چند دن کے بعد اُس کا مزاج روباصلاح
ہوا تو اُس نے یہ خواہش ظاہر کی کہ ایک قانون

مسودہ قانون نیابت ١٧٦٥ء

نیابت نافذ کیا جائے تاکہ اگر اُسے پھر مرض لاحق ہو تو نایب السلطنتہ ہونے کی حیثیت سے اُسکی علالت کے دوران میں کوئی شخص حکمرانی کے فرایض انجام دے سکے۔ مسودہ قانون مجوزہ میں بادشاہ کی ماں کا نام درج نہ ہونے پایا۔ اس پر بادشاہ اس قدر برہم ہوا کہ گرنیول کو مجبوراً مستعفی ہونا پڑا۔ قلمدان وزارت اب لارڈ راکنگھم کو ملا اور اس نے قانون کاغذ مہور کو جس نے نوآبادیوں میں ایسی سخت بددلی پھیلا رکھی تھی منسوخ کرنیکا مصمم قصد کرلیا۔ پٹ ان دنوں بیمار تھا لیکن علالت کے باوجود اس نے پارلیمنٹ

محصول اور نیابت تنسیخ قانون کاغذ مہور ١٧٦٦ء

میں آکر ایک پرجوش تقریر کی اور کہا کہ نوآبادیہائے امریکہ کا کوئی نمایندہ پارلیمنٹ میں موجود نہیں جو اس بات کی نگرانی کرسکے کہ مستعمرات پر جو محصول لگائے جاتے ہیں وہ واجبی ہیں یا غیر واجبی۔ ایسی حالت میں برطانیہ کو امریکہ والوں پر محصول لگانے کا کوئی حق نہیں۔ پس قانون کاغذ مہور قطعاً کالعدم اور فوراً منسوخ ہوجانا چاہئیے۔ غرض قانون منسوخ ہوگیا لارڈ گریفٹن وزیراعظم مقرر ہوا اور بادشاہ کی استدعا پر پٹ مجلس وزرا میں شریک ہوگیا۔ لیکن پٹ کا قدیم رسوخ اب باقی نہ رہا تھا۔ امارت کا درجہ قبول کرنے اور دارالامرا میں ایرل چیتھم

کی حیثیت سے شریک ہونے کے باعث وہ اُس پرانے اثر کو کھو بیٹھا تھا جو اُسے کبھی عوام کے "نمایندہ اعظم" ہونے کی بدولت حاصل تھا اُسکے علاوہ اسکی صحت ایسی خراب تھی کہ اپنی خدمات مفوضہ کی انجام دہی اس کے لئے دوبھر تھی۔ اُس کی غیبت میں وزیر خزانہ ٹون شینڈ نے اس خیال سے کہ پارلیمنٹ نے قانون کاغذ مہور کو منسوخ کرکے اپنی کمزوری کا ثبوت دیا ہے ایک نیا قانون مالگزاری جاری کردیا جس کی رو سے چاء شیشہ سرخ اور سفید سیسے نقاشی کے رنگ اور کاغذ پر جس کی درآمد امریکہ میں ہوتی تھی محصولات عاید کردئے گئے۔ اور اس طور پر وہ پرانا ناسور جس پر قانون کاغذ مہور کے استرداد کا پھاہا رکھا گیا تھا پھر رسنے لگا۔

ٹون شینڈ کا قانون مالگزاری سنہ ۱۷۶۷ء

پھر بھی امریکہ میں بسنے والوں کے دل سے اپنے پرانے وطن کی یاد محو نہ ہوئی تھی اور یہی وجہ تھی کہ اس وقت تک وہاں کوئی ہنگامہ برپا نہ ہونے پایا۔ فساد اگر ہوا تو خود انگلستان میں ہوا جہاں پارلیمنٹ اور قوم کے باہمی تعلقات بہت ہی کشیدہ ہوگئے۔ سنہ ۱۷۶۸ء میں ولکس انگلستان واپس آیا اور حلقہ مڈل سیکس کی طرف سے جہاں کے انتخاب کنندے نسبتۃً زیادہ آزاد واقع ہوئے تھے نمایندہ منتخب ہوا۔ بادشاہ اس پر ایسا برافروختہ ہوا کہ حکومت نے اس کے اصرار

ولکس کا انتخاب حلقہ مڈل سیکس کی طرف سے سنہ ۱۷۶۹ء

سے مداخلت کی اور ولکس ازالہ حیثیت عرفی کی اسی بحالی علت میں جس نے اُسے چند سال قبل فرانس میں جا پناہ لینے پر مجبور کیا تھا قید کردیا گیا۔ لندن میں اب سخت بلوہ ہوگیا۔ دو رات تک بلوائیوں کی دھمکیوں سے مجبور ہوکر ہر شخص کو ولکس کے انتخاب کی تقریب پر اپنے گھر میں چراغاں کرنا پڑا۔ سفیر آسٹریا گاڑی سے کھینچ کر نیچے اتار لیا گیا اور اُسکے جوتے کے تلوں پر کھریا مٹی سے "نمبر ۴۵" کا نشان بنادیا گیا۔ شاہی عدالت کی حوالات پر جس میں ولکس قید تھا عوام الناس کے ہجوم نے اس تندی سے حملہ کیا کہ سرکاری حکام کو باضابطہ طور پر قانون مفسدہ سنانا پڑا اور اس کے بعد متعدد اشخاص گولی کا نشانہ بنائے گئے۔ ان تمام واقعات کے پیش آنے پر بھی دارالعوام کو برابر اسی بات پر اصرار رہا کہ ولکس اجلاس پارلیمنٹ میں شریک ہونیکا ہرگز اہل نہیں چنانچہ باقاعدہ طور پر اس فیصلہ کا اعلان بھی کردیا گیا۔ اور جب

انتخاب کنندوں کے حقوق میں پارلیمنٹ کی دست اندازی

باوجود اس انتباہ کے ولکس کا انتخاب ایک نہ دو اکٹھی چار مرتبہ پے درپے عمل میں آیا تو پارلیمنٹ نے غلط رستہ پر پڑکر ایک ایسا طرز عمل اختیار کیا جس کا اُسے کوئی حق نہ تھا۔ یعنی ولکس کے مدمقابل کرنیل لٹرل کے باضابطہ طور پر منتخب ہوجانے کا اعلان کردیا حالانکہ ۱۱۴۳ آرا کے مقابلہ میں اُس نے صرف ۲۹۶ رائیں حاصل کی تھیں۔ انتخاب کنندوں کے حقوق میں

اس سے بڑھ کر مداخلت ہونی ممکن نہ تھی۔ پارلیمنٹ اگر اپنے اعضا کو خود ہی نامزد کرلیا کرے تو قوم کو اپنے قوانین کے وضع کرنے میں کیا اختیار باقی رہ جاتا ہے۔ غرض ساری قوم کو اس واقعہ پر ایسا اشتعال ہوا کہ جب بادشاہ پارلیمنٹ کا اجلاس برخاست کرنے کے لئے ایوان پارلیمنٹ میں داخل ہوا تو اُس کی علانیہ توہین کی گئی اور اس پر سوقیانہ آوازے کسے گئے۔ اور جب ماہ اپریل ۱۷۷۰ء میں ولکس قید سے رہا ہوا تو "مینشن ہاؤس" (بیت الجمہور) کے روکار پر لفظ "آزادی" تین فٹ روشن موٹے حرفوں میں جھلکتا ہوا نظر آیا اور ولکس کا انتخاب شہر لندن کے ایک اعزازی منصب کی حیثیت سے کیا گیا۔

دوسرے سال ماہ فروری ۱۷۷۱ء میں پارلیمنٹ کا قوم کے ساتھ ایک اور جھگڑا ہوا اور اس نزاع میں بھی پالا ولکس اور عوام الناس ہی کے ہاتھ رہا۔ ۱۶۹۵ء سے جو اخبارات کی آزادی کا سال ہے آزاد اخبارات کی تعداد میں یوماً فیوماً اضافہ ہوتا چلا آیا تھا۔ ایک فقط لندن ہی میں سترہ اخبار شایع ہوتے تھے۔ اور اگرچہ یہ بات دارالعوام کی ایک مستقل ہدایت کے خلاف تھی کہ اس کے کسی اجلاس کی کارروائی کسی اخبار میں چھپے پھر بھی اراکین دارالعوام کی اکثر اہم تقریریں بہت سے اخبارات میں برابر شایع ہوتی رہتی تھیں۔ چونکہ کسی اخبار کے

پارلیمنٹ کی رویداد کی اشاعت ۱۷۷۱ء

نمایندے کو پارلیمنٹ میں آکر اس کی روئداد قلمبند کرنے کی اجازت نہ تھی اس لئے اخباروں کے بیانات غلط اور ایک طرفہ ہونے کے علاوہ اراکین دارالعوام کی اہانت کا پہلو لئے ہوئے ہوتے تھے۔ غرض پارلیمنٹ نے اس خرابی کے سدباب کا مصمم عزم کرلیا اور "اسپیکر" (صاحب النطق) کے حکم سے آٹھ اہل مطابع ان بیانات کی اشاعت کی پاداش میں گرفتار کرلئے گئے۔ ان میں سے دو نے عدالت میں مرافعہ دایر کیا اور ولکس اور ایک اور ناظم عدالت آلیور نے انکے عذرات سن کر دونوں کو اس بنا پر بری کردیا کہ قانوناً ان پر کوئی جرم ثابت نہ تھا۔ ایک اور ناظم عدالت مارٹن نے جسے شہر کی عصا برداری کا منصب حاصل تھا خود صدریت العوام کے اردلی ہی کو اس الزام میں حوالات میں بھیج دیا کہ اہل مطابع کی گرفتاری کے حکمنامہ پر شہر کے کسی ناظم فوجداری کے دستخط ثبت نہ تھے۔

اہل شہر اور پارلیمنٹ میں جھگڑے

اس پر اہل لندن اور پارلیمنٹ میں شدید نزاع پیدا ہوگئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رئیس بلدیہ اور آلیور قلعہ میں قید کردئے گئے۔ ان کی گرفتاری سے شہروالوں میں بڑا جوش پھیل گیا۔ رستہ میں دونوں طرف عوام الناس کا ایک جم غفیر تحسین و آفرین کے نعروں سے انکی مشایعت کے لئے موجود تھا اور جب چھ ہفتے کے بعد یہ قید سے چھوٹے تو سارے لندن میں اس مسرت افروز

تقریب پر چراغاں کیا گیا۔ اس اثنا میں اہل مطابع برابر آزاد رہے اور اس جنگ میں میدان آخر انہیں کے ہاتھ رہا اسلئے کہ اس دن سے لے کر آج کے دن تک پارلیمنٹ کی کارروائی اخبارات میں برابر شائع ہورہی ہے اور کسی کی طرف سے اس میں دست اندازی نہیں ہونے پائی۔ اس کشمکش کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملک میں اچھے اچھے اخبار نکلنے شروع ہو گئے۔

صحافت دور جدید

اخبار "مارننگ کرانیکل" (وقائع صبحگاہی) اول اول ۱۷۶۹ء میں شائع ہوا۔ "مارننگ پوسٹ" (برید سحر) ۱۷۷۲ء میں نکلا۔ اور "ٹائمز" (زمانہ) ابتداءً ایک چھوٹی سی مربع تقطیع پر ۱۷۸۵ء میں جاری ہوا۔ ۱۷۷۴ء میں حلقہ مڈل سیکس کی طرف سے ولکس کا انتخاب مکرر عمل میں آیا اور اس مرتبہ اُسے پارلیمنٹ میں اجازت نشست مل گئی۔ ۱۷۸۲ء میں پارلیمنٹ نے علانیہ اعتراف کرلیا کہ کرنل لٹرل کے انتخاب کے مسئلہ میں مداخلت کا جو طریقہ اس نے اختیار کیا تھا وہ غلط اور ناروا تھا اور اس غلطی کی تلافی اس طرح کی کہ اپنے روزنامچہ سے اس واقعہ کی ساری رویداد خارج کردی۔

نوآبادیہائے امریکہ میں بے چینی ۱۷۷۰ء

اس تمام اثنا میں اہل امریکہ کی بے چینی برابر بڑھ رہی تھی۔ ۱۷۷۰ء میں لارڈ نارتھ وزیراعظم مقرر ہوا اور بادشاہ کے ایک ایک اشارے پر چلنے لگا امیدواران لطف وکرم اب دیوان وزارت کے بجائے ایوان شاہی کا طواف کرنے لگے اور جارج کو اتنی مدت

کے بعد یہ اطمینان نصیب ہوا کہ اب "میں حقیقی معنوں میں بادشاہ ہوں"۔ غرض اس نے اپنے جی میں ٹھان لی کہ جو ہو سو ہو امریکہ کے بسنے والوں کو اپنی شاہانہ سیادت منوا کر چھوڑیگا۔ اس رائے میں پارلیمنٹ اور ساری قوم کو بھی اُس سے اتفاق تھا۔ انگریزوں نے اصل میں نوآبادیوں کو اپنی ذاتی جائداد سمجھ رکھا تھا اور اس بات کو بالکل بھلا دیا تھا کہ جن لوگوں نے کڑیاں جھیل کر اور مشقتیں اٹھا کر کالے کوسوں دور نئے گھر جا بسائے ہیں انہیں اپنی محنت کا ثمرہ سب سے اول ملنا چاہئے۔ امریکہ کچھ بچہ نہ تھا کہ ماں باپ ذرا ذرا سی بات پہ گھرک دیں اور اُسے چون وچرا کئے بغیر ان کے ہر حکم کے سامنے سرتسلیم خم کرتے ہی بنے۔ وہ اب جوان ہو گیا تھا اور ظاہر ہے کہ جوان اولاد کو اپنے گھر کا انتظام خود کرنے کا پورا حق حاصل ہو جاتا ہے۔ لیکن اس نکتہ کو کچھ لارڈ چیتھم اور آیرلینڈ کے عذب البیان مقرر برک جیسے بڑے آدمی ہی سمجھ سکتے تھے۔ سطحی نظر رکھنے والے انگریزوں میں یہ دور اندیشی کہاں تھی۔ ۱۷۷۰ء میں لارڈ نارتھ نے بجز اس محصول کے جو چاء پہ لیا جاتا تھا امریکہ والوں کے باقی تمام شاہی محصول معاف کر دئے۔ چاء کے محصول کو برقرار رکھنے کا بادشاہ نے قطعی فیصلہ کر لیا حالانکہ خزانہ عامرہ میں اس محصول سے سال میں تین سو پاؤنڈ سے کچھ ہی اوپر رقم داخل ہوتی تھی۔ لندن میں جس دن یہ فیصلہ ہوا

۔ اسی دن بوسٹن میں اہل شہر اور فوج کے سپاہیوں کے درمیان فساد ہوگیا اور چند آدمی اس ہنگامہ میں مارے گئے مدبرین انگلستان میں اگر عقل ہوتی تو اس واقعہ کی اطلاع ہونے پر وہ سمجھ گئے ہوتے کہ امریکہ والوں کو بلا وجہ دق کرنے اور بیٹھے بٹھائے ایک مفت کا جھگڑا مول لینے کیلئے یہ وقت ہرگز موزوں نہ تھا۔

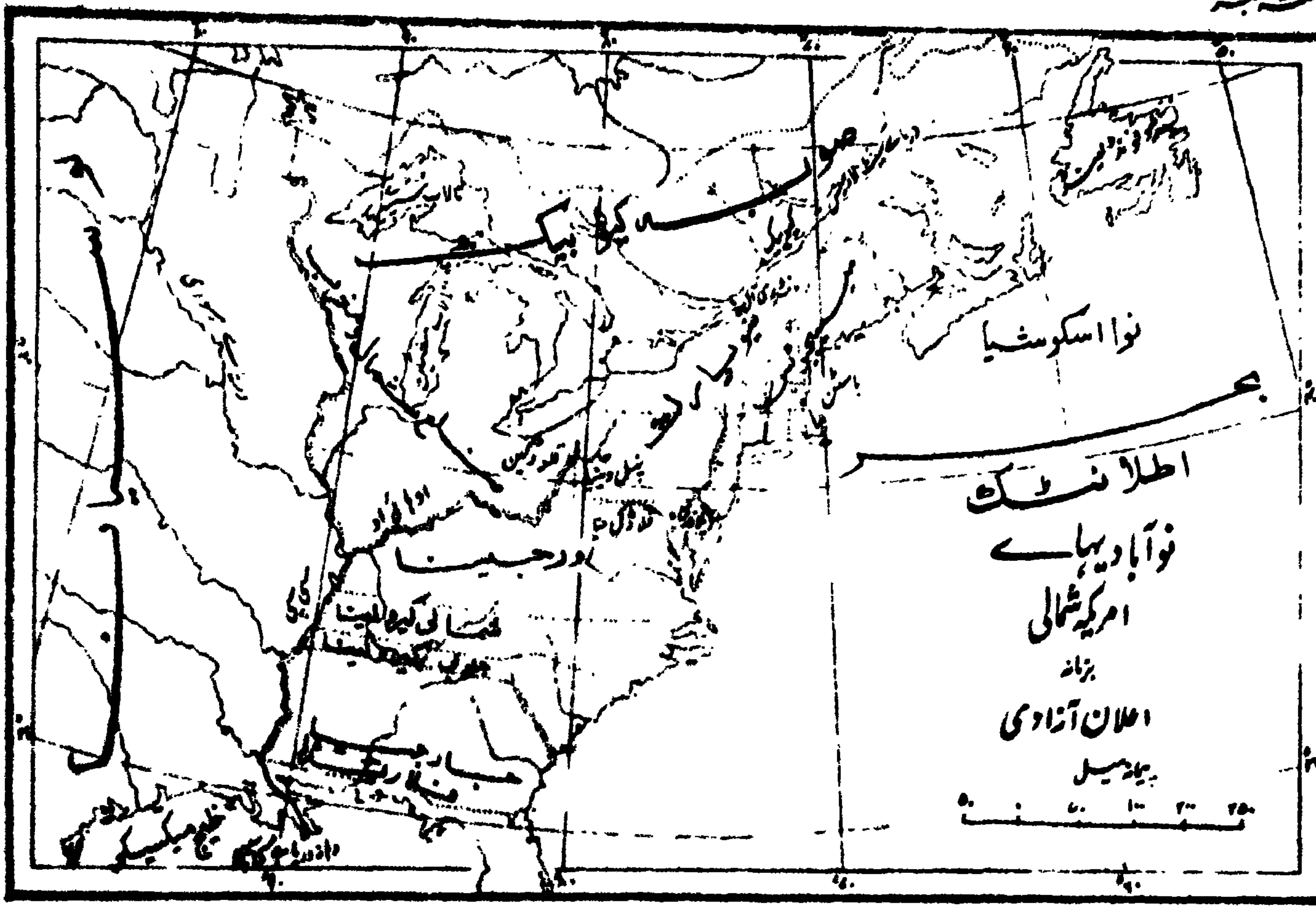
اس پر بھی تین سال کی مزید مدت گزر گئی اور کوئی فساد نہ ہوا۔ اہل امریکہ چاء کی خریداری سے قطعاً انکار کرتے رہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایسٹ انڈیا کمپنی کو ٹوٹا پڑگیا اس پر لارڈ نارتھ نے امریکہ جانے والی چاء کا وہ محصول تو معاف کردیا جو انگریزوں کو دینا پڑتا تھا مگر امریکہ والوں کا محصول بدستور برقرار رکھا۔ اب ایسٹ انڈیا کمپنی نے امریکہ کی منڈیوں کو اپنی چاء سے جبراً بھرنا چاہا اور ۱۶/ دسمبر ۱۷۷۳ء کو چاء سے لدے ہوئے متعدد جہاز بندرگاہ بوسٹن واقع ریاست میسیچوسٹس میں داخل ہوئے۔ یہاں بھی تلے بیٹھے تھے کہ ہرگز یہ مال اپنے ملک میں داخل نہ ہونے دیں گے۔ جہاز بندرگاہ میں آئے ہی تھے کہ کچھ آدمی جو امریکہ کے قدیم وحشیوں کا بھیس بدلے ہوئے تھے بچالاکی تمام ان پر چڑھ گئے اور چاء کے صندوقوں کو اپنے کلہاڑوں سے کھول کر ساری چاء سمندر میں پھینک دی۔ اس جرم کی پاداش میں لارڈ نارتھ نے ۱۷۷۴ء میں ایک

چاء کا بوسٹن کی بندرگاہ میں پھینک دیا جانا۔ ۱۷۷۳ء

مسودہ قانون نافذ کیا جس کی رو سے قرار پایا کہ بندرگاہ بوسٹن بند کردی جائے تاکہ اس شہر کے ساتھ بیرونی دنیا کی کسی قسم کی تجارت نہ ہونے پائے۔ ایک اور قانون کے نفاذ سے میسیچوسٹس کی سند آزادی چھین لی گئی۔ اور اس علاقہ کے انتظام کے لئے ایک مجلس مقرر کی گئی جس کے اعضا بادشاہ کی طرف سے نامزد کئے گئے۔

اگرچہ امریکہ اور انگلستان کے درمیان اور ایک سال کوئی مٹ بھیڑ نہ ہوئی لیکن موجودہ واقعات نے اس بات کو یقین کے درجہ تک پہنچا دیا تھا کہ جنگ چھڑے بغیر نہ رہے گی۔ امریکہ کا مشہور فلسفی اور اہل الرائے فرینکلن بھی جو اس غرض سے انگلستان آیا تھا کہ دونوں ملکوں کے تعلقات کی کشیدگی کو کسی طرح سمجھا بجھا کر رفع کردے اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوسکا اور دل شکستہ ہوکر واپس چلا گیا۔ سنہ ۱۷۷۴ء کے ماہ ستمبر میں پچپن اشخاص کی ایک مجلس شوریٰ نے جس کا انتخاب جارجیا کو چھوڑ کر باقی تیرہ نوآبادیوں کی طرف سے عمل میں آیا تھا فلاڈلفیا میں جلسہ کرکے بالاتفاق فیصلہ کیا کہ جب تک میسیچوسٹس کے حقوق بحال نہ ہوں برطانیہ کے ساتھ تجارت نہ کی جائے۔ اسی کے ساتھ اعضائے مجلس نے ایک فوجی جمعیت بھی تیار کرلی تاکہ اگر جنگ کرنی پڑے تو یہ فوج کام آئے۔ لیکن بادشاہ نے اس پر بھی نہ مانا۔

امریکہ میں پہلا جمہوری اجتماع
سنہ ۱۷۷۴ء


نوا اسکوشیا
بحر اطلانتیک
نوآبادیهای
امریکهٔ شمالی
بزمان
اعلان آزادی
پیمانهٔ میل
ویرجینیا
شمالی کارولینا
خلیج مکسیکو

۱۷۷۵ء میں پارلیمنٹ نے میسچوسٹس کے برسر بغاوت ہونے کا اعلان کردیا اور ۱۹ر اپریل کو جب میسچوسٹس کے حاکم اعلیٰ جنرل گیج نے جو نئے قوانین کے نفاذ پر مامور کیا گیا تھا سپاہیوں کا ایک دستہ اس غرض سے روانہ کیا کہ بوسٹن کے قریب کنکارڈ کے مقام میں (دیکھو نقشہ نمبر ۷) ایک ذخیرہ اسلحہ کو تلف کردے تو پہلا خونریز ہنگامہ وقوع میں آیا۔ کسانوں اور دستکاروں کی ایک قلیل التعداد وصمیم العزم جماعت نے پہلے تو لیکسنگٹن میں اور اُسی دن کچھ دیر بعد دریائے کنکارڈ کے کنارے سپاہیوں کا مقابلہ کیا اور سپاہیوں کو زک اٹھانی پڑی۔ اس معرکہ کے مقام وقوع پر ۱۸۳۶ء میں ایک مینار نصب کیا گیا جس پر ایمرسن کی یادگار نظم "سرود رود کنکارڈ" کے حسب ذیل افتتاحی اشعار کندہ ہیں:-

آغازِ جنگ
۱۹ر اپریل ۱۷۷۵ء

چڑھی ندی کی موجیں پیچ و خم کھاتی ہوئی نکلیں — اک اُن گھڑ پل کی محرابوں سے لہراتی ہوئی نکلیں
اسی پل پر علم پھیلا من چلے تیغ آزماؤں کا — کھلونا بن گیا اپریل کی سرکش ہواؤں کا
یہ وہ تیغ آزما ہیں شغل جنکا قلبہ رانی تھا — زمین کو گوڑنا جنکا مدار زندگانی تھا
اب انکے ہاتھ میں ہل کی جگہ بندوق آئی ہے — گرج جسکی خدائی بھر کے کانوں میں سمائی ہے

آئندہ آٹھ سال تک امریکہ والوں سے انگریزی فوج کی برابر جنگ ہوتی رہی۔ معرکہ کنکارڈ کے مہینہ بھر بعد "کانگرس" (مجلس جمہوری) نے ورجینا کے متوطن جارج واشنگٹن کو سپہ سالار مقرر کیا۔ یہ جارج واشنگٹن وہی جوانمرد تھا جس نے

جارج واشنگٹن

۱۷۵۸ء میں پٹسبرگ پر قبضہ کر لیا تھا (دیکھو صفحہ). اب اس نے اپنے آپ کو اپنی فوج اور اپنے ملک کے سود و فلاح کے لئے وقف کر دیا۔ جو زبردست جدوجہد اسے درپیش تھی اُس میں انواع و اقسام کی صعوبتیں اور عقوبتیں سہہ کر بھی اُسنے کبھی ہمت نہ ہاری اور شکست و فتح میں کبھی استقلال اور جمعیت خاطر کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ جنگ وصلح میں اُس کا قدم ہمیشہ سب سے آگے پڑتا تھا۔ اور اُس کے ہموطن اُسے خاص قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ آخر وقت تک وہ اس خیال کا موئد رہا کہ امریکہ اور برطانیہ کا اتحاد برقرار رہنا چاہئے لیکن جب یہ امید کسی طرح پوری ہوتے نظر نہ آئی تو آخر ۱۷۸۹ء میں وہ آزاد و خود مختار ریاستہاے متحدہ کا پہلا جمہوری رئیس (پریزیڈنٹ) مقرر ہوا۔

لیکن اگرچہ جنگ چھڑ چکی تھی پھر بھی امریکہ کی خود مختاری کا یہ زمانہ ابھی بہت دور تھا۔ واشنگٹن کے منصب سپہ سالاری پر مامور ہونے سے پہلے بوسٹن کے نواح میں جنگ بنکرہل وقوع میں آئی تھی اور اگرچہ

جنگ بنکرہل مئی ۱۷۷۵ء

اس جنگ میں فتح انگریزوں کو حاصل ہوئی لیکن امریکہ والوں نے مقابلہ میں داد شجاعت و مردانگی دے کر کامیابی کے ساتھ اس

بات کو ثابت کر دیا کہ وہ لڑنے میں بودے نہیں ہیں۔
۱۷۷۵ء میں امریکہ والوں نے کناڈا پر فوج کشی کی اور
انگریزوں نے اُنہیں شکست دی لیکن اس کے جواب
میں اگلے سال واشنگٹن نے لارڈ ہوکو بوسٹن کی ناکہ
بندی سے دست بردار ہونے پر مجبور کیا۔ اور دونوں
حریف برابر ہوگئے۔ رفتہ رفتہ امریکہ والوں نے مادر وطن
(برطانیہ) سے قطع تعلق کرنے کا مصمم ارادہ کرلیا اور
جب انہیں معلوم ہوا کہ برطانیہ نے جنگ جاری رکھنے
کے لئے جرمن افواج سے مدد لی ہے تو اُن کا عزم
اور بھی راسخ ہوگیا۔

۴۔ جولائی ۱۷۷۶ء کو امریکہ کی مجلس جمہوری نے
جان آدمس فرینکلن اور شرمن کے سے بات کے پورے
اور دھن کے پکے رہنمایان قوم کے مشورہ سے بالاتفاق
یہ فیصلہ کیا کہ نوآبادی ہائے متحدہ آزاد و خود مختار
ریاستیں قرار دی جائیں۔ چنانچہ ٹامس جیفرسن
ساکن ورجینیا نے اعلان آزادی کا ایک
مسودہ مرتب کیا جس کا آخری فقرہ حسب ذیل پر شوکت
الفاظ پر ختم ہوتا تھا۔ "ہم نمایندگان ریاست ہائے متحدہ
امریکہ جو اس مجلس عمومی میں جمع ہیں خداوند عالم کو
اپنی نیتوں کے خلوص کا واسطہ دے کر صدق دل کے
ساتھ علی رؤس الاشہاد اس بات کا اعلان کرتے ہیں

اعلان آزادی
۴ر جولائی ۱۷۷۶ء

کہ یہ نوآبادیہائے متحدہ عرفاً اور استحقاقاً ریاستہائے آزاد و خود مختار ہیں"۔ اس اعلان کو ساری قوم نے منظور کرلیا اور بتاریخ ۴ جولائی باضابطہ طور پر اس پرعمل شروع ہوگیا سال آیندہ بتاریخ ۱۷ اکتوبر ۱۷۷۷ء انگریزی فوج جسکا قاید جرنیل برگاین تھا سارا ٹوگا میں گھیر لی گئی اور اسے ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہونا پڑا۔ فرانس نے جو جنگ ہفت سالہ کی رسوائی کا انتقام لینے پر تلا بیٹھا تھا اس موقعہ کو غنیمت جانا اور اہل امریکہ کا حلیف بن گیا۔

برگاین کی فوج سارا ٹوگا میں ہتھیار ڈال دیتی ہے ۱۷ اکتوبر ۱۷۷۷ء

یہ تمام واقعات ایک مدت سے لارڈ چیتھم کی دوربین آنکھ کے سامنے تھے۔ دیرینہ سالی کے ضعف اور بیماری کی ناتوانی نے اگرچہ اُسے نکما کر رکھا تھا پھر بھی وہ جوں توں کرکے ۲۰ فروری ۱۷۷۸ء کو پارلیمنٹ میں آیا کہ آبادکاران امریکہ کی کماحقہ دادرسی کیجائے۔ لیکن اُس کی تقریر رائیگاں گئی اُس کے بعد ۷ اپریل کو وہ واقعہ پیش آیا جو پارلیمنٹ کے وقایع نگار کو کبھی نہ بھولے گا۔ اپنی ساری قوتیں سمیٹ کر کہن سال مدبر آخری مرتبہ تقریر کرنے کے لئے اٹھا کہ امریکہ کے ساتھ آشتی و مصالحت کے برتاؤ کی سفارش کرے اور اپنے پرانے دشمن فرانس کو جنگ کے لئے للکارے۔

چیتھم کی وفات ۱۷۷۸ء

ایبر رچمنڈ نے اس کے جواب میں ایک کمزوری تقریر کی چیتھم پھر کچھ بولنے کے لئے اٹھا لیکن قوت گویائی جواب دے گئی اور وہ غش کھاکر گر پڑا۔ اس کے ایک مہینہ بعد ۱۱ مئی ۱۷۷۸ء کو اُس نے وفات پائی اور اسکی آنکھ بند ہوتے ہی صلح کی تمام امیدوں کا خاتمہ ہوگیا۔

آیندہ چار سال کا زمانہ برطانیہ کے لئے بڑی مصیبت اور پریشانی کا زمانہ تھا۔ ۱۷۷۹ء میں ہسپانیہ نے فرانس کے ساتھ مل کر انگریزوں کے خلاف اعلان جنگ کردیا اور جبرالٹر کا محاصرہ کرلیا۔ جرنیل الیٹ نے تین سال تک اس قلعہ کی حفاظت کا سلسلہ غنیم کے مقابلہ میں کامیابی کے ساتھ جاری رکھا تاآنکہ ۱۳ ستمبر ۱۷۸۲ء کو سرخ دہکتے ہوئے گولوں سے اُس نے دشمن کے بیڑے کو تباہ کردیا اور اُس کے بعد اُسے لارڈ ہو کی کمک پہنچ گئی۔ ۱۷۸۰ء میں روس سوئیڈن اور ڈنمارک نے ایکا کرکے برطانیہ کے مقابلہ میں جارحانہ غیر جانبداری کی روش اختیار کی جسکا مقصد یہ تھا کہ ان میں سے کسی کے جہاز میں اگر کوئی ایسا مال بھرا ہوا ہو جس کا حمل و نقل دوران جنگ میں دشمن کے لئے ممنوع ہو تو برطانیہ کو ایسے جہاز کی تلاشی لینے سے روکا جائے۔ اس ایکے میں کچھ ہی دن بعد پروشیا اور ہالینڈ بھی شریک ہوگئے۔

محاصرہ جبرالٹر ۱۷۷۹ء لغایت ۱۷۸۳ء

اس خطرہ کی زد میں برطانیہ ممالک غیر کی جانب ہی سے نہ تھا بلکہ اندرونی مشکلات بھی ایک پیچیدہ شکل میں پیدا ہوگئی تھیں۔ آیرلینڈ کی فوجیں امریکہ بھیج دی گئی تھیں اور چونکہ فرانس فوج کشی کی دھمکی دے رہا تھا اس لئے آیرلینڈ والوں کو اپنی حفاظت کے لئے رضاکاروں کی ایک فوجی جمعیت تیار کرنی پڑی۔ یہ جمعیت جس کا بیشتر حصہ پراٹسٹنٹوں سے مرکب تھا بہت جلد بڑھ کر ایک لاکھ کی تعداد تک پہنچ گئی اور ڈر تھا کہ مبادا ایسی بڑی زبردست فوج کے بل پر اہل آیرلینڈ جو عرصہ دراز سے تجارتی قیود کی سختیاں سہتے چلے آتے تھے کہیں امریکہ کی پیروی نہ کر بیٹھیں۔ یہ خوف بلاوجہ نہ تھا۔ ہنری گریٹن نے جو ایک عالی مرتبہ اور فصیح اللسان مقرر تھا آیرلینڈ کی پارلیمنٹ میں یہ تحریک پیش کی کہ باشندگان آیرلینڈ کو اپنا مال تجارت غیر ممالک میں برآمد کرنے کا آزادانہ حق حاصل ہونا چاہئے۔ لارڈ نارتھ کو جس کا قافیہ ہر طرف سے تنگ ہو رہا تھا آیرلینڈ والوں کا یہ مطالبہ تسلیم کرتے ہی بنی۔ چنانچہ سنہ ۱۷۸۰ء میں اس نے ایک قانون منظور کرکے اون اور شیشے کی برآمد کا حق اُنہیں دے دیا۔

آیرلینڈ کو مال تجارت کی آزادانہ برآمد کا حق۔ سنہ ۱۷۸۰ء

انگلستان میں بھی بےچینی کے آثار پیدا ہو رہے تھے جو ایک دوسری شکل میں نمودار ہوئے۔ کیتھولک جماعت کے خلاف جو قوانین ملک میں رائج تھے ان میں سے بعض سخت تر قوانین کو پارلیمنٹ نے ۱۷۷۸ء میں منسوخ کردیا تھا۔ اس پر پراٹسٹنٹوں کا انتہا پسند طبقہ بگڑ بیٹھا۔ اور لارڈ جارج گارڈن ایک احمق مذہبی دیوانہ ساٹھ ہزار آدمیوں کے جم غفیر کے ساتھ قانون زیر بحث کے خلاف محضر پیش کرنے کے لئے پارلیمنٹ کے دروازہ پر آپہنچا۔ یہ پہلا موقعہ تھا کہ عامہ خلایق کی طرف سے اتنا بڑا محضر پارلیمنٹ کے اجلاس میں پیش کیا گیا۔ لیکن محضر گزار اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوئے۔ حامیوں کے اس انبوہ نے قابو سے باہر ہوکر پہلے تو دارالامرا کے اراکین کی بےعزتی کی پھر دارالعوام کے پیش دالان میں گھس گئے جہاں سے اُنہیں دھکے دے کر باہر نکالا گیا۔ واپسی پر اُنہوں نے بلوہ کردیا اور لندن میں چار دن تک سوقیوں کی حکومت رہی۔ کیتھولک گرجاؤں میں آگ لگادی گئی اور ہوبرن خوفناک بےعنوانیوں کا ایک مہیب منظر بن گیا جہاں شراب کی ایک بھٹی کو توڑکر حوالہ آتش کردیا گیا اور بدمست فتنہ انگیز شعلہ ہائے آتش میں لوٹتے ہوئے نظر آئے۔ آخر بڑی مشکلوں میں

ہنگامہ گارڈن
۱۷۸۰ء

دس ہزار سپاہیوں کی مدد سے امن و امان قایم ہوا۔

لارڈ نارتھ کی وزارت بہت ہی ناپسندیدہ ہوتی جاتی تھی۔ اس لئے کہ جنگ کے اخراجات بڑے گرانبار تھے تجارت رک گئی تھی اور برک پارلیمنٹ میں بلند آہنگی سے شکوہ سنج تھا کہ حکومت ملک کا روپیہ وظیفوں اور رشوتوں میں لٹا رہی ہے۔ اس کے بعد ۱۷۸۱ء میں برطانوی فوج پر امریکہ میں ایک اور خوفناک بلا کے نازل ہونے کی خبر آئی۔

یارک ٹاؤن میں انگریزی فوج کی سپر اندازی۔ ۱۸ر اکتوبر ۱۷۸۱ء

لارڈ کارنوالس چار ہزار فوج کی کمان کر رہا تھا کہ واشنگٹن نے اُس کا سلسلہ رسد رسانی خشکی کی طرف سے منقطع کردیا اور فرانسیسی بیڑے نے سمندر کیطرف سے اُس کا محاصرہ کرلیا۔ اس پر فاقوں سے مجبور ہوکر اُسنے ۱۸ر اکتوبر ۱۷۸۱ء کو یارک ٹاؤن میں ہتھیار ڈال دئے۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ دشمن اب اس کو نیست و نابود کردیں گے۔ لارڈ نارتھ پر ان مصیبت خیز واقعات سے یاس کی حالت طاری ہوگئی اور وہ تلخی کے لہجہ میں پکار اٹھا کہ "بس اب ہمارا خاتمہ ہے"۔ چنانچہ

تنسیخ قانون پائننگ ۱۷۸۲ء

ماہ مارچ ۱۷۸۲ء میں وہ وزارت سے مستعفی ہوگیا۔ نئے وزرا نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ قانون پائننگ (دیکھو صفحہ) کو جسکی رو سے برطانوی پارلیمنٹ آیرلینڈ کے منظور کئے ہوئے

تمام قوانین میں ردوبدل کرنے کی مجاز تھی منسوخ کرکے اہل آیرلینڈ کی بے چینی رفع کی۔ اسی کے ساتھ انہوں نے فوراً امریکہ فرانس اور ہسپانیہ کے ساتھ صلح کی سلسلہ جنبانی شروع کردی۔ لیکن صلح ہونی کچھ آسان نہ تھی اس لئے کہ ہسپانیہ جبرالٹر مانگتا تھا اور فرانس بنگال طلب کرتا تھا اور یہ دونوں علاقے برطانیہ کے نزدیک بہت بڑی قدر وقیمت رکھتے تھے۔ ابھی صلح کی کوئی شرط طے ہونے نہ پائی تھی کہ قسمت نے یاوری کی اور چشم زدن میں واقعات کا نقشہ بدل گیا کاؤنٹ لاگراس فرانسیسی بیڑا لئے جمیکا پر قبضہ کرنے کی غرض سے جارہا تھا کہ رستہ میں انگلستان کے ایک جلیل القدر ناخدا امیرالبحر راڈنی سے اس کی مٹ بھیڑ ہوگئی۔ اور فرانسیسی بیڑے نے شکست فاش کھائی۔ یہ واقعہ ۱۲؍ اپریل ۱۷۸۲ء کو پیش آیا اور اس کے چند ہی مہینے بعد جبرالٹر کا محاصرہ بھی اٹھ گیا۔ ان فتوحات کی بدولت برطانیہ کو عزت و آبرو کے ساتھ صلح کرلینے کا موقعہ مل گیا۔ چنانچہ عہدنامہ وارسیل کی رو سے جو ماہ جنوری ۱۷۸۳ء میں سپرد قلم ہوا فرانس کو تو کچھ بھی حاصل نہ ہوا اور ہسپانیہ کو صرف منارکا اور فلاریڈا ہاتھ آئے۔ جبرالٹر کا مستحکم قلعہ جو بحر روم کی

راڈنی کی بحری فتح ۱۷۸۲ء

عہدنامہ وارسیل جنوری ۱۷۸۳ء

کلید ہے بدستور انگریزوں کے قبضہ میں رہا۔ برطانیہ اور ریاستہائے متحدہ امریکہ کے درمیان بھی ماہ نومبر ۱۷۸۲ء میں صلح کے شرائط طے ہو چکے تھے جن کی روسے برطانیہ نے اپنے پاس صرف کناڈا نوواسکوشیا اور نیوفاونڈلینڈ کے علاقے رکھے اور ریاستہائے متحدہ کی آزادی و خود مختاری کو تسلیم کرلیا۔ اس معاہدہ کی توثیق ۳ ستمبر ۱۷۸۳ء کو فرانس کے ساتھ صلح ہو جانے کے بعد عمل میں آئی

غرض جارج ثالث اور اُس کے وزیر کی یہ کوشش کہ ایک زبردست نوآبادی پر جبراً محصول لگایا جائے رائیگاں گئی اور اتنا بڑا ملک مفت میں ہاتھ سے نکل گیا۔ اگر شہریار و وزیر عقلمند ہوتے اور اہل نوآبادی کو آزادی کے واجبی حقوق انہوں نے دے دئے ہوتے

برطانیہ کی طرف سے امریکہ کی خودمختاری کا اعتراف ۱۷۸۳ء

تو عجب نہ تھا کہ امریکہ ابھی تک سلطنت برطانیہ کا ایک حصہ ہوتا۔ اب دونوں ملکوں کا پیوند ایک دوسرے سے الگ ہو گیا اور وہ جداگانہ سیاسی شان دکھانے لگے۔ پھر بھی اپنے قدیم وطن کی محبت امریکہ والوں کے دلوں میں بدستور گوشہ گیر ہے اور خود برطانیہ کو بھی اُس طاقتور قوم پہ ناز ہے جس کی اٹھان اسی کی خاک سے ہوئی تھی

انگلستان کی تاریخ کا یہ ایک عجیب واقعہ ہے کہ عین اسی زمانہ میں جبکہ امریکہ کے تعلقات برطانیہ

سے قطع ہو رہے تھے انگریز دنیا کے دوسرے کنارے جدید نوآبادیوں کے قیام کا ڈھنگ ڈالنے میں مصروف تھے۔ ۱۷۶۸ء میں ٹون شینڈ کے نامیمون قانون مالگزاری کے نفاذ کے کچھ ہی دن بعد "رایل سوسائٹی" (شاہی مجلس علمیہ) نے یارک شایر کے ایک باشندے کپتان کُک کو آفتاب پر سے زہرہ کے مرور کا مشاہدہ کرنے کی لئے بحرالکاہل کے ایک جزیرے ٹاہیٹی میں بھیجا۔ اس علمی مہم سے واپس ہوتے ہوئے کُک نے نیوزیلینڈ میں لنگر ڈالا جسے تسمان نے ۱۶۴۲ء میں دریافت کرکے اپنے نام سے موسوم کیا تھا۔ اس جزیرے میں کچھ بیج بوکر اور کچھ سور بغرض افزایش نسل کھلے چھوڑ کر کُک عازم آسٹریلیا ہوا جو اُن دنوں نیو ہالینڈ (ہالینڈ جدید) کہلاتا تھا اور اس کے جنوبی و مشرقی حصہ کی دیکھ بھال کرکے یہاں برطانوی جھنڈا نصب کردیا اور اس ملک کا نام نیوساؤتھ ویلز (دنیا جنوبی ویلز) رکھا۔ ۱۷۸۷ء میں جبکہ کُک کو بمقام ہوائی قتل ہوئے آٹھ سال کا زمانہ گزر چکا تھا حکومت انگریزی نے فیصلہ کیا کہ نیوساؤتھ ویلز میں قیدی لے جاکر بسائے جائیں۔ چنانچہ ۱۷۸۷ء میں پٹ نے آٹھ سو پچاس سزایافتہ مردوں اور عورتوں کو کپتان آرتھر فلپ کی نگرانی میں وہاں بھیج دیا۔ کپتان فلپ

کُک کے بحری سفر ۱۷۶۸ء تا ۱۷۷۹ء

آسٹریلیا میں کالا پانی ۱۷۸۷ء

پہلے خلیج بانٹی میں پہنچا اور وہاں سے روانہ ہوکر پورٹ جیکسن میں لنگر انداز ہوا جہاں اس نے قیدیوں کی بستی قایم کی اور اس کا نام وزیر مستعمرات ایہ سڈنی کے نام پر سڈنی رکھا۔ قیدیوں کو اول اول سخت مصیبتیں اٹھانی پڑیں۔ بسااوقات انہیں فاقے پر فاقے گزر جاتے تھے لیکن رفتہ رفتہ وہ نئے حالات کے خوگر ہوتے گئے اور اس نئی سرزمین میں امن و آسایش سے رہنے لگے۔ وہ مجرم ضرور تھے لیکن یہ بات نظر انداز نہیں کی جاسکتی کہ یہ ملک جو اب برطانیہ کی ایک نہایت ہی سرسبز و ترقی یافتہ نوآبادی بن گیا ہے انہیں مجرموں کی اولین محنت کا ثمرہ ہے

اس اثنا میں ہندوستان کے حالات جلد جلد بدل رہے تھے اور ان تغیرات کی بدولت وہ تمام تجارتی مرکز جو انگریزوں نے اس ملک میں قایم کر رکھے تھے انگریزی حکومت کی ماتحتی میں آگئے تھے ۱۷۶۷ء میں لارڈ کلایو

وارن ہیسٹنگز کا تقرر ہندوستان کے گورنر جنرل کی حیثیت سے ۱۷۷۳ء

کے انگلستان چلے آنے کے بعد انگریزی سوداگروں نے باشندگان ہند پر ظلم کرنا اور ان سے جبراً روپیہ وصول کرنا شروع کیا۔ ان کے بیداد و جفا کی شکایتیں ایسی عام ہوئیں کہ ۱۷۷۳ء میں وزرائے انگلستان کو معاملات ہند میں دست اندازی کی ضرورت محسوس ہوئی چنانچہ انہوں نے وارن ہیسٹنگز کو جو بنگال کا گورنر تھا بنگال بمبئی اور مدراس کے تینوں

احاطوں کا گورنر جنرل مقرر کیا۔ جو کام ہیسٹنگز کے سپرد کیا گیا وہ بڑا مشکل تھا۔ وزارت برطانیہ نے اس کے اقتدارات کی تعیین بصراحت نہ کی تھی اور یہی وجہ تھی کہ ہندوستان کی انگریزی کونسل کا ایک رکن سرفلپ فرانسس جو حکومت میں اس کا شریک بناکر بھیجا گیا تھا بات بات پر اُسے ٹوکتا اور اُس کے طرز عمل پر نکتہ چینی کرتا رہتا تھا۔ لیکن مجموعی حیثیت سے اس کی حکومت کی روش عمدہ اور عادلانہ تھی۔ اس نے ہندوستانی زمینداروں کی بجائے جو مالگزاری کی تحصیل میں رعایا پر طرح طرح کی سختیاں کرتے تھے انگریزی کلکٹر مقرر کرکے ہندوستانی کاشتکاروں کو ظلم سے بچایا اور عدالتوں میں رشوت ستانی کی بہت کچھ روک تھام کی۔ مرہٹوں کے مقابلہ میں جو دکن کی زبردست ہندو سلطنت کے مالک تھے اُسے ایک کٹھن جنگ کا سلسلہ جاری رکھنا پڑا اور آخر سنہ ۱۷۸۲ء میں اس نے ان سے صلح کرلی۔ اسی سال اس نے ہندوستانی سپاہ کے ایک دستہ کو خشکی کی راہ سے اور سرآیر کوٹ کو سمندر کی طرف سے مدراس کی حفاظت کے لئے روانہ کیا جو ایک من چلے فوجی سردار حیدرعلی اور اس کے حلیف فرانسیسیوں کے نرغہ میں آگیا تھا۔ اگرچہ غنیم کی تعداد بہت زیادہ

مرہٹوں کی پہلی لڑائی سنہ ۱۷۷۵ء تا سنہ ۱۷۸۲ء

تحفظ مدراس سنہ ۱۷۸۳ء

تھی پھر بھی کوٹ نے برابر مدراس کو بچائے رکھا تاآنکہ ۱۷۸۲ء کے آخر میں حیدرعلی کا انتقال ہوگیا اور ۱۷۸۳ء میں عہدنامہ وارسیل کے قلمبند ہونے پر فرانس اور برطانیہ میں صلح ہوگئی۔

غرض ۱۷۸۵ء میں جب وارن ہیسٹنگز نے انگلستان کو مراجعت کی تو ہندوستان کے برطانوی مقبوضات میں ہرطرف امن وامان قایم تھا اور انگریزی حکومت کا سکہ لوگوں کے دلوں پر اچھی طرح بیٹھ چکا تھا۔ اہل بنگال اُسے ادب و احترام کی نظر سے دیکھتے تھے اس لئے کہ اپنے فاتحانہ کارناموں کے علاوہ وہ اُن کے حقوق کا محافظ اور اُن کا بہی خواہ ثابت ہوا تھا۔ لیکن اس میں بھی کلام نہیں کہ اپنی مطلب برآری کے لئے وہ جو ذرایع اختیار کرتا تھا وہ التزاماً انصاف وراستی پر مبنی نہ ہوتے تھے۔ ایسٹ انڈیا کمپنی اُس سے ہروقت روپیہ طلب کرتی رہتی تھی۔ ایک موقعہ پر اس مطالبہ کو پورا کرنے کے لئے اُس نے وزیر الہ آباد سے چارلاکھ پاؤنڈ کی رقم لے کر انگریزی فوج روہلکھنڈ کے آزاد علاقہ کی تسخیر کے لئے دے دی۔ چنانچہ روہیلے پٹھانوں کا یہ ملک برباد کردیا گیا اور وہ لونڈی غلام بنا لئے گئے۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ بڑی بڑی رقموں کے استحصال کی خاطر وارن ہیسٹنگز ہندوستان کے مقامی

وارن ہیسٹنگز پر مقدمہ ۱۷۸۸ء لغایت ۱۷۹۵ء

فرمان رواؤں کے ساتھ ظالمانہ اور سفاکانہ برتاؤ روا رکھتا تھا۔ ان بے عنوانیوں اور دوسرے قابل گرفت کارروائیوں کے لحاظ سے اُس پر ۱۷۸۶ء میں دارالامرا کی عدالت میں الزام قایم کیا گیا۔ الزام لگانے والوں میں برک بھی خصوصیت سے شامل تھا جسے اس بات کا بڑا خیال تھا کہ ہندوستان میں انگریزوں کو انصاف اور رحم کے ساتھ حکومت کرنی چاہئے۔ مقدمہ کی سماعت ماہ فروری ۱۷۸۸ء میں شروع ہوئی اور بشمول اوقات التوا سات سال سے بھی زیادہ عرصہ تک جاری رہی۔ آخر ماہ اپریل ۱۷۹۵ء میں ہیسٹنگز بری ہوگیا۔ جو لوگ اسے قابل الزام سمجھتے تھے اُنہیں غالباً اُن مشکلات کا علم نہ تھا جو اُسے درپیش تھیں۔ سو بات کی ایک بات یہ ہے کہ کلایو کے بعد ہیسٹنگز ہی وہ سب سے بڑا انگریز ہے جس نے ہندوستان میں انگریزی حکومت کی بنیادیں استوار کیں۔

بہرحال اس تحقیقات سے اتنا فایدہ ضرور ہوا کہ ہندوستان میں انگریزی حکومت کی بدعنوانیوں کا حال کھلنے کے بعد حکومت ہند کی اصلاح کے سامان پیدا ہوگئے۔ اس وقت دارالعوام کی متقابل جماعتوں

پٹ اور فاکس

میں دو بلند پایہ مدبر شریک تھے۔ ایک تو نوجوان پٹ تھا جو امیر چیتھم کا بیٹا تھا اور ۱۷۸۳ء میں

وزیر اعظم مقرر ہوا۔ دوسرا چارلس جیمز فاکس تھا۔ یہ فاکس اس ہنری فاکس کا بیٹا تھا جس نے بیوٹ کا ساتھ دیا تھا اور آگے چل کر لارڈ ہالینڈ کے لقب سے ملقب ہوا تھا فاکس کا چال چلن اگرچہ اچھا نہ تھا۔ جوا کھیلا کرتا تھا اور فسق و فجور میں مبتلا رہتا تھا۔ لیکن دماغ مبدء فیاض سے اچھا لے کر آیا تھا۔ وہ ایک ذہین و طباع اور فصیح البیان وعذب اللسان اہل الرا ے تھا جس کے دل میں اپنے ابنائے جنس کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اور ظالموں اور جفا کاروں سے اُسے قلبی نفرت تھی۔ سنہ ۱۷۸۳ء میں اُس نے ایک مسودہ قانون ہند مرتب کر کے پارلیمنٹ میں پیش کیا لیکن دارالامرا نے اُسے مسترد کر دیا پٹ نے اب ایک نیا مسودہ قانون ہند پیش کیا جس کا فحوا یہ تھا کہ وزراے سلطنت کی ایک مجلس مستوفیاں مقرر کی جائے جو سیاسی امور میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے فیصلوں کو منسوخ اور باشندگان ہند کے حقوق کی نگہداشت کرنیکی مجاز ہو۔ یہ مسودہ قانون منظور ہوگیا اور اس کے نفاذ کے بعد سے ہندوستان پر زیادہ تر انصاف سے حکومت ہونے لگی اور یہ ملک حقیقی معنوں میں سلطنت برطانیہ کا ایک جزو بن گیا۔

مسودہ قانون ہند کا نفاذ سنہ ۱۷۸۴ء

چوبیسواں باب

انقلاب فرانس

نپولین اور برطانیہ عظمی

جارج ثالث۔ دور ثانی ۱۷۸۴ء لغایت ۱۸۲۰ء

۱۷۸۴ء جس میں قانون ہند جاری ہوا برطانیہ کے لئے ایک نہایت اہم سال تھا اس لئے کہ اسی سال کے ماہ مارچ میں ایک زبردست وزارت قایم ہوئی اور اس وزارت کا قلمدان انگلستان کے ایک بہت ہی بڑے مدبر کو تفویض ہوا۔ جب جوان سال ولیم پٹ ماہ دسمبر ۱۷۸۳ء میں جبکہ اس کی عمر صرف چوبیس سال تھی وزیر ہوا تو فریق وھگ جس کا پیشوا فاکس تھا اس کی ہنسی اڑاتا تھا اور کہتا تھا کہ یہ کل کا چھوکرا کیا خاک وزارت کریگا لیکن ان لوگوں کو یہ معلوم

چھوٹے پٹ کی وزارت ۱۷۸۳ء لغایت ۱۸۰۱ء

نہ تھا کہ یہی "کل کا چھوکرا" کامل سترہ سال تک انگلستان کا وزیراعظم رہے گا۔ پارلیمنٹ میں پٹ کے طرفداروں کی کثرت کبھی نہ تھی چنانچہ پانچ مرتبہ غلبہ آرا اُس کے خلاف رہا۔ پھر بھی اُس نے اپنی جدوجہد برابر جاری رکھی کیونکہ وہ خوب جانتا تھا کہ اہل ملک عام طور پر اس کے طرفدار ہیں اور اگر اس نے ثابت کردیا کہ وہ مفاسد کی اصلاح اور حکومت کے بگڑے ہوے کل پرزوں کی درستی کا آرزومند ہے تو بڑے بڑے وھگ سرداروں کی رشوت ستانی کا سدباب ہوجائیگا اور اُسے کامیابی حاصل ہو جائے گی۔ اس کا یہ خیال صحیح نکلا اس لئے کہ جب ماہ مارچ ۱۷۸۴ء میں پارلیمنٹ اپنی میعاد مقررہ پر موقوف ہوئی تو نئے انتخابات میں اکثریت کا پلہ اُس کی طرف بہت جھک گیا اور آیندہ آٹھ سال کے اندر جبکہ برطانیہ کسی ملک سے برسرجنگ نہ تھا اُس نے فلاح قوم کیلئے بڑے بڑے کارہاے نمایاں انجام دئے۔

آدم اسمتھ نے ۱۷۷۶ء میں "دولت اقوام" کے نام سے ایک بہت ہی گرانمایہ کتاب شایع کی تھی جس میں سب سے پہلی مرتبہ یہ اصول سکھایا گیا تھا[1] کہ ہر شخص کو یہ حق حاصل ہونا چاہئے کہ اپنی محنت سے

---

[1] اہل انگلستان کو ۱ مترجم

جس قدر دولت چاہے کمائے اور ایسے قوانین جو دو ملکوں کی باہمی تجارت میں رکاوٹ ڈالیں موجب نقصان ہیں۔ پٹ نے یہ کتاب پڑھی تھی اور اس کی تعلیم کا اُس پر خاص اثر ہوا تھا۔ چنانچہ عنان اقتدار ہاتھ میں لیتے ہی اُس نے سب سے پہلے ایک کام یہ کیا کہ چاء اور شراب کے رسوم میں تخفیف کردی اور تمام محصولات کی تحصیل کا طریقہ والپول کی تجویز کے مطابق بہت زیادہ سادہ اور آسان کردیا۔ اس سے بڑا فایدہ یہ ہوا کہ مال تجارت چھپے چوری لانے کی ترغیب کم ہوگئی۔ سوداگر اپنا مال کھلم کھلا چنگی خانہ میں لاکر مقررہ رسوم ادا کرنے لگے۔ اور مالگزاری اس طریقہ سے اتنی بڑھ گئی کہ پٹ نے بہت سے محصولات جو رعایا کے حق میں سختی کا موجب تھے معاف کردئے۔ وہ تو اس بات پر بھی آمادہ ہوگیا تھا کہ برطانیہ اور آیرلینڈ کی باہمی تجارت کو آزاد قرار دے کر محصول سے بالکل مستثنی کردے لیکن آیرلینڈ کی پارلیمنٹ اب اپنے قوانین خود جاری کرنے لگی تھی اور اس میں انگلستان کی مداخلت روا نہ رکھتی تھی۔ اودھر برطانوی سوداگر آیرلینڈ والوں کو رشک و حسد کی نظر سے دیکھتے تھے اودھر اہل آیرلینڈ اپنی مرضی کے خلاف کوئی بات ماننے کے لئے آمادہ نہ تھے۔ غرض آیرلینڈ کے محبان وطن گریٹن

پٹ کا مالی انتظام

فلڈ اور کرن نے مسودہ قانون آزادی تجارت کو جو انگلستان میں منظور ہوا تھا تسلیم کرنے سے انکار کردیا اور ساری چھوڑ آدھی سے بھی گئے۔ فرانس کے ساتھ جداگانہ تجارتی معاہدہ کرنے میں پٹ کو زیادہ کامیابی ہوئی۔ اس معاہدہ کی روسے اُن اشیا پر سے جن کی تجارت دونوں ممالک کے درمیان ہوتی تھی اکثر محصول اٹھ گئے۔

پٹ کی وزارت کے اس ابتدائی عہد میں برطانیہ کو جو ثروت اور خوش حالی نصیب ہوئی ایک عرصہ دراز سے میسر نہ ہوئی تھی۔ جنگ امریکہ ختم ہوچکی تھی بازار تجارت گرم تھا۔ برطانوی مال کی کھپت کے لئے ہندوستان میں ایک نئی منڈی کھل گئی تھی۔ کلوں کے رواج کی بدولت کارخانہ دار مصنوعات کو زیادہ سرعت کے ساتھ تیار کرنے کے قابل ہوگئے تھے اور کارخانوں میں کام کرنے والوں کی تعداد بہت بڑھ گئی تھی۔ اس کے علاوہ پٹ نے کفایت شعاری و دیانت داری سے کام لے کر قومی قرضہ کو بھی گھٹانا شروع کردیا۔ تمام رقوم جو خزانہ عامرہ میں داخل ہوتی تھیں یا منجانب سرکار ادا کی جاتی تھیں ان کا وہ باقاعدہ حساب شائع کرتا تھا اور جب روپیہ قرض لیتا تھا تو علی الاعلان تعہد کے طریقہ پر لیتا تھا

قومی قرضہ کی تخفیف

اس طور پر اُسے کم سے کم شرح پر رقم مل جاتی تھی اور دلّالی کا وہ روپیہ جو پہلے اس لین دین میں سرکاری عہدہ دار کھا جاتے تھے بچ رہتا تھا۔ پٹ نے دارالعوام تک کی اصلاح کی کوشش کی تھی اور اس غرض سے ایک مسودہ قانون بدیں مضمون پیش کیا تھا کہ جن حلقوں میں انتخاب کنندوں کا عدم وجود برابر تھا انکے نمایندگی کا حق لے کر سب سے بڑے اضلاع اور لندن و ویسٹ منسٹر کے شہروں کو دے دیا جائے۔ لیکن یہ مسودہ منظور نہ ہونے پایا اس لئے کہ جن لوگوں کی مٹھی ان حلقوں کی بدولت گرم ہوتی تھی وہ پٹ کی تجویز کے سراسر مخالف تھے اور قوم نشۂ تمول میں ایسی سرشار تھی کہ اُسے اپنے نمایندوں کے انتخاب کے مسئلہ میں بہت کم دلچسپی باقی رہ گئی تھی۔ غرض بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امن و سلامتی اور فراخی و فرخی کا جو دور شروع ہوا ہے وہ ایک مدت مدید تک قایم رہے گا۔

پٹ کے مسودہ قانون اصلاح انتخاب کی نامنظوری
۱۷۸۵ء

۱۷۸۸ء کے آخر میں بادشاہ کو جنون کا دورہ دوسری مرتبہ اٹھا اور یہ سوال درپیش ہوا کہ شہزادہ ویلز کو بادشاہ کے دوران علالت میں نایب السلطنت مقرر کیا جائے۔ شہزادہ ویلز کا چال چلن نہایت خراب تھا

دوسرا مسودہ قانون نیابت سلطنت۔
۱۷۸۸ء

پٹ اور فاکس میں یہ بحث چھڑ گئی کہ نایب السلطنت ہونے کی حیثیت سے شہزادہ کو کس قدر اختیارات ملنے چاہئیں اور آیا پارلیمنٹ کو اُس کی نگرانی کا حق بھی حاصل ہوگا یا نہیں۔ یہ بحث ابھی بیچ ہی میں تھی کہ بادشاہ کو صحت ہوگئی۔ اس بحث کے دوران میں آیرلینڈ کی پارلیمنٹ کا جداگانہ وجود پھر چلتی گاڑی میں روڑا اٹکانے والا ثابت ہوا۔ ادھر تو برطانوی پارلیمنٹ نایب السلطنت کے اختیارات کو محدود کرنے کی فکر میں تھی اور اُدھر اہل آیرلینڈ نے اپنی پارلیمنٹ میں یہ فیصلہ کیا تھا کہ شہزادہ ویلز کو پورے شاہی اختیارات حاصل ہونے چاہئیں۔ حسن اتفاق سے بادشاہ نے صحت پائی اور یہ گتھی آپ سے آپ سلجھ گئی۔ عامۂ خلایق کو جو دلی مسرت صورت حالات کے اس خوش آیند تغیر سے ہوئی اُس کا اندازہ اس واقعہ سے کیا جاسکتا ہے کہ جب بادشاہ شکرانہ صحت ادا کرنے کلیسائے سینٹ پال میں گیا تو شہر میں گھر گھر خوشیاں منائی گئیں۔ حقیقت یہ ہے کہ پٹ کی وزارت کو لوگ اپنے لئے امن و سلامتی کا موجب جانتے تھے اور نہ چاہتے تھے کہ نظام حکومت میں کوئی تبدیلی ہو۔ لیکن اُنہیں یہ معلوم نہ تھا کہ ایک بلائے مہیب ایک اور گوشہ سے عنقریب سر نکالنے والی ہے ۱۷۸۹ء میں

یہ بلا بشکل انقلاب فرانس نمودار ہوئی۔ سارے یورپ کو اُس نے تہ و بلا کردیا اور آیندہ پچیس سال تک ہنگامہ جنگ و فساد گرم رہا۔

انقلاب فرانس ۱۷۸۹ء

یورپ کی تمام اقوام میں مدت سے یہ خیال پھیلا ہوا تھا کہ حکومت بادشاہوں اور امیروں ہی کے فایدہ کے لئے نہیں ہونی چاہئے بلکہ طبقہ متوسط اور مزدوری پیشہ جماعتوں کا بھی اس کی برکات میں برابر کا حق ہے۔ جمہوریت کا یہ بھڑکتا جذبہ برطانیہ عظمیٰ میں وقتاً فوقتاً اصلاحات سے فرو ہوتا رہا تھا لیکن فرانس میں گزشتہ ڈیڑھ سو سال کے اندر کسی قسم کی اصلاح نہ ہوئی تھی اور مظلوم وستم رسیدہ عوام کی حالت یوماً فیوماً بد سے بدتر ہوتی چلی جاتی تھی۔ فرانسیسی قوانین ایسے ظالمانہ تھے کہ دہقان اور مزدور تو طرح طرح کے محصولوں کے بوجھ سے دبے جاتے تھے اور امرا کو کسی قسم کا محصول ادا نہ کرنا پڑتا تھا بلکہ وہ شاہی دربار میں رہ کر عیش وعشرت سے زندگی بسر کرتے تھے اور اپنی جاگیروں سے اُن کا اگر کوئی تعلق تھا تو فقط اس قدر تھا کہ رعایا کی کھال کھینچیں اور جو کچھ بن پڑے اُن سے ہتھیالیں۔ آسامیوں کو سال میں کئی دن مالکان اراضی کے کھیتوں اور سڑکوں کا کام بیگاریوں

فرانس میں ادانی واقاصی پہ ظلم

کی طرح بلا معاوضہ انجام دینا پڑتا تھا۔ کسانوں کے جھونپڑے اور کھیت اجڑتے جاتے تھے اور آئے دن کے قحط نے ان مصیبتوں کو اور بڑھا رکھا تھا۔ شہروں میں امرا کے فسق و فجور اور اسراف و تبذیر کے ساتھ ساتھ غربا کے نہایت ہی دردناک افلاس کا بھیانک منظر دکھائی دیتا تھا اور فرانس کی عسرت و ناداری روز بروز بڑھتی جاتی تھی۔

انعقاد مجلس عالیہ ۵ مئی ۱۷۸۹ء

آخر لوئی شانزدہم نے جو اپنے دو سابق پیشروؤں کی بہ نسبت زیادہ نیک ضمیر واقع ہوا تھا فرانس کی مجلس عالیہ کو عمدہ قوانین کے وضع ونفاذ کی غرض سے دعوت انعقاد دی لیکن اس مجلس کی نشست کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملک کی بے چینی اور بڑھ گئی۔ نمایندگان عوام نے جو "حکومت سویم" کے امتیازی عرف سے مشہور تھے مباحثہ میں غالب آکر مجلس عالیہ کی نوعیت ہی بدل دی اور اُسے "مجلس قومی" بنادیا۔ اس مجلس کی کارروائیوں نے ایک نئی شکل اختیار کی اور تمام قاعدہ وقانون بالائے طاق رکھ دیا گیا۔ ۱۴ر جولائی ۱۷۸۹ء کو پیرس میں بغاوت برپا ہوگئی۔ پایۂ تخت فرانس کے مشہور صدر محبس "بیسٹیل" کو بلوائیوں نے ہلہ کرکے سر کرلیا۔ اور ایک انقلابی جماعت منظمہ پیرس پر حکومت کرنے کے لئے مقرر کی گئی۔ چندماہ

لوئی شانزدہم کی اسیری اور موت ۱۷۸۹ء تا ۱۷۹۳ء

بعد انبوہِ عوام لوئی کو وارسیل سے پکڑ لایا اور وہ تین سال تک پیرس میں گویا قیدی کی حیثیت سے رہا۔ آخر ۱۷۹۲ء میں آسٹریا اور پروشیا نے مل کر اس غرض سے فرانس پر حملہ کر دیا کہ لوئی کو پھر تخت سلطنت پر بٹھا دیا جائے۔ لیکن فرانسیسی فوج اپنے ان دونوں حریفوں سے زیادہ طاقتور ثابت ہوئی اور پیرس کی آبادی نے غیظ و غضب میں آکر بتاریخ ۲۱ ستمبر ۱۷۹۲ء بادشاہ کے تمام طرفداروں کا قتل عام کر دیا اور ۲۱ جنوری ۱۷۹۳ء کو خود اپنے بادشاہ کی گردن تیغہ جلاد کے حوالہ کر دی۔ لوئی شانزدہم کے اس عبرت انگیز انجام کے بعد وہ دور شروع ہوا جو "عہد ہیبت" کہلاتا ہے۔ اس مہیب زمانہ میں یکے بعد دیگرے ایک فریق اپنے فریق مخالف کے تمام افراد کو تلوار کے گھاٹ اتارتا رہا اور بیچاری ملکہ میری انٹائنٹ بھی اسی طرح کام آئی۔

برک کا اثر

برطانیہ سب کچھ دیکھ رہا تھا لیکن ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا تھا۔ بہت سے انگریز اول اول خوش تھے کہ اچھا ہوا جو فرانسیسیوں نے اپنے ملک کے خود غرض امیروں کے خلاف یوں سر اٹھایا۔ فاکس واقعہ انقلاب کو مظاہرہ حریت انسانی کا ایک زبردست نشان سمجھ کر جامہ میں پھولا نہ سماتا تھا اور خود پٹ کو

بھی ابتدا میں خیال تھا کہ یہ طوفان خود بخود فرو ہوجائیگا
انگلستان کی طرف سے فرانس کے معاملات میں مداخلت
ہونی ٹھیک نہیں۔لیکن برک کی دقیقہ سنج نگاہ سے
یہ حقیقت مخفی نہ تھی کہ لوگ اگر یوں بے سرے ہوگئے
اور انہیں آئین کا ادب اور قانون کا پاس نہ رہا تو
اس کے بڑے بڑے نتایج پیدا ہوں گے۔ چنانچہ
انقلاب فرانس کے ہیبت ناک عواقب سے اس نے
اپنے ہموطنوں کو ڈرانا شروع کیا اور یہ اسی کی تحریروں
اور تقریروں کا اثر تھا کہ آخر برطانیہ فرانسیسی خطرہ کی
ماہیت و نوعیت سے آگاہ ہوگیا۔انقلاب پسندوں کے
حوصلے روز بروز بڑھتے چلے۔انہوں نے ندرلینڈ میں
آسٹروی فوج کو شکست دے کر سیوائے اور نائس پر
قبضہ کرلیا اور اس کے بعد ہالینڈ پر جو برطانیہ کا حلیف
تھا حملہ آور ہونے کی دھمکی دی۔اب پٹ کو احتجاج
پر مجبور ہونا پڑا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوئی شانزدہم کی
وفات کے ایک مہینے کے اندر اندر یکم فروری ۱۷۹۳ء
کو فرانس نے برطانیہ ہالینڈ اور ہسپانیہ کے خلاف
اعلان جنگ کردیا۔

آیندہ نو سال تک برطانیہ جمہوریہ فرانس سے
برسرجنگ رہا۔اور دوسری قومیں پہلے ایک فریق اور
پھر دوسرے فریق کی طرفدار ہوکر ایک عجب ناگوار

فرانسیسی بیڑے کو لارڈ ہو کے ہاتھوں شکست یکم جون ۱۷۹۴ء

تلوں کا ثبوت دیتی رہیں ابتداءً برطانیہ ہسپانیہ ہالینڈ آسٹریا اور پروشیا کے مابین ایک اتحاد پنجگانہ قایم ہوا اور برطانیہ کو اپنے حلیفوں کے لئے مصارف جنگ کا ایک بڑا حصہ ادا کرنا پڑا۔ دول متحدہ کا ایکا نہایت ناکامیاب ثابت ہوا۔ لارڈ ہو کو بریسٹ کے نواح میں بتاریخ یکم جون ۱۷۹۴ء فرانسیسی بیڑے کے مقابلہ میں ایک فتح عظیم ضرور حاصل ہوئی لیکن خشکی پر فرانسیسی ہرجگہ غالب

ایمسٹرڈم اور ولندیزی بیڑے پر فرانسیسیوں کا قبضہ ۱۷۹۵ء

رہے ۱۷۹۵ء میں انہوں نے ایمسٹرڈم پر اپنا جھنڈا جا گاڑا اور ہالینڈ کے بیڑے کو گرفتار کرلیا۔ تاجدار ہالینڈ فرار ہوگیا اور ہالینڈ کے جمہوریت پسند طبقہ نے فرانسیسیوں کے ساتھ شامل ہوکر اپنے ملک میں حکومت جمہوری کے قیام کا اعلان کردیا۔ شاہ پروشیا بھی جو جنگ میں اس وجہ سے شامل رہ سکا تھا کہ برطانیہ نے اپنے خزانہ کا منہ اس کے

راس امید ملاکا اور سیلون پر انگریزوں کا قبضہ ۱۷۹۵ء

لئے کھول رکھا تھا اس کشمکش سے الگ ہوگیا۔ اور ہسپانیہ جو انگریزوں کی بحری قوت کو حسد کی نگاہ سے دیکھتا تھا فرانسیسیوں سے جا ملا۔ انگریزوں نے انہیں ایام میں ہالینڈ کی نوآبادی واقع راس امید اور سیلون اور ملاکا پر قبضہ کرلیا۔ ولندیزی بستی والوں نے انگریزی قبضہ کو غنیمت

جاتا کہ اس حیلے سے فرانسیسیوں کی محکومی سے تو بچے رہیں گے۔

برطانیہ کے حلیفوں میں اب صرف ایک آسٹریا ہی باقی رہ گیا جو مصارف جنگ کے لئے پینتالیس لاکھ پاؤنڈ کا متقاضی تھا۔ اگر پٹ کے امکان میں ہوتا تو وہ اس وقت جھٹ صلح کرلیتا اس لئے کہ جنگ کے اخراجات اور نقصانات کی وجہ سے بڑی مصیبت میں مبتلا ہو رہا تھا۔ تین سال سے بھی کم مدت میں اُن گرانبار مصارف کے باعث جو ملک کو برداشت کرنے پڑے قومی دولت بہت ہی گھٹ گئی تھی اور اگر پٹ نے ۱۷۹۷ء میں اس مضمون کا ایک قانون جاری نہ کردیا ہوتا کہ

برطانیہ پر جنگ کا اثر

بیس شلنگ سے زاید ہر رقم طلائی سکہ کے بجائے کاغذ زر (نوٹ) کی شکل میں ادا کی جائے تو انگلستان کے بہت سے بینک دیوالہ نکالنے پر مجبور ہوگئے ہوتے۔ یہ قانون بائیس سال تک زیر نفاذ رہا۔ رعایا بھاری بھاری محصولوں کے بوجھ میں دبی جاتی تھی تجارت کا کاروبار قریباً بند تھا۔ اور دو سال تک پیہم فصل نہ ہونے سے سخت قحط پڑ گیا تھا۔ لندن کے عوام الناس کا ہجوم بادشاہ کی سواری کے پیچھے پیچھے "روٹی روٹی" کہتا ہوا دوڑتا تھا۔ جابجا فساد برپا ہوتے تھے۔ جلسوں میں طیش آلود تقریریں کی جاتی تھیں۔

اور بغاوت انگیز مضامین کی اشاعت روز بروز بڑھتی جاتی تھی۔ برمنگھم میں ڈاکٹر پریسٹلی نے فرانسیسیوں کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا تھا۔ انبوہ عوام نے ۱۷۹۱ء میں اُس کے مکان کو آگ لگاکر راکھ کا ڈھیر کردیا۔

لیکن فرانس کے جمہوریت پرستوں کے ساتھ مزدورپیشہ جماعت کی بعض انجمنوں کی ہمدردی پٹ سے نہ دیکھی گئی اور اُس کا طرز حکومت جابرانہ ہوگیا۔ قانون شہادت وجودی بالائے طاق رکھ دیا گیا اور افراد رعایا عدالت میں پیش ہوئے بغیر قید ہونے لگے۔ ٹام پین نے "حقوق انسان" کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی تھی جس میں بادشاہ کی ذات پر حملہ تھا۔

پٹ کی مطلق العنانی

اس کتاب کی اشاعت کی پاداش میں ایک کتب فروش سزایاب ہوا۔ ایک اور تاجرکتب سیاسی اصلاح کے موضوع پر ایک رسالہ فروخت کرنے کی علت میں قید کردیا گیا۔ اور تین سربرآوردہ انگریز ہارن ٹک ہارڈی اور تھلوول نامی چند دیگر اشخاص کے ساتھ پارلیمنٹ کے خلاف عوام الناس کے جذبات کو بھڑکانے کے الزام میں ماخوذ ہوے۔ ان پہ بغاوت کا مقدمہ قایم کیا گیا لیکن عدالت نے اُنہیں بری کردیا۔

ان ناگوار واقعات کے سلسلہ کو فرانسیسیوں کے اقدام حملہ آیرلینڈ نے اور زیادہ دراز کردیا۔ ۱۷۹۶ء میں

گریٹن نے وزارت انگلستان کو ان قوانین کی تنسیخ پر مجبور کردیا تھا جن کی رو سے برطانوی پارلیمنٹ کو آیرلینڈ کی پارلیمنٹ کے فیصلوں میں مداخلت کرنے کا اختیار حاصل تھا (دیکھو صفحہ ۷۰۴) اور اب اہل آیرلینڈ کو حکومت خود اختیاری حاصل تھی کہ اپنے ملک کے لئے جس قسم کے قوانین چاہیں جاری کریں۔ آیرلینڈ کی اس پارلیمنٹ کا دروازہ کیتھولک نمایندوں کے لئے بند تھا اور قریب قریب تمام نمایندے پراٹسٹنٹ امرا کی جماعت سے تعلق رکھتے تھے۔ گریٹن کی طرح بہت کم محبان وطن ایسے تھے جو کیتھولک جماعت یا آیرلینڈ کی زراعت پیشہ آبادی کے ساتھ مساوات اور انصاف کا سلوک روا رکھتے ہوں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کیتھولک مذہب کے شرفا اور ان مزارعوں نے جن پر مالکان اراضی کے گماشتے انواع واقسام کی سختیاں کرتے تھے ایکا کرکے آتش فتنہ و فساد مشتعل کردی اور ملک میں ایک طرح کی خانہ جنگی بپا ہوگئی۔ اس کشمکش میں ایک فریق تو اُن وفاداران حکومت پراٹسٹنٹوں یا "آرنجیوں" کا تھا جنہوں نے ۱۷۹۰ء میں شمالی آیرلینڈ میں اپنی بستیاں الگ جا بسائیں۔ دوسرے فریق میں "آیرلینڈ کی متحدہ آبادی" شریک تھی یعنی وہ کیتھولک اور جمہوریت پسند پراٹسٹنٹ جنہوں نے ۱۷۹۱ء میں برطانیہ کے تسلط کا جوا اپنے کندھے سے اتار پھینکنے کے لئے ایکا کیا تھا۔

آیرلینڈ میں فساد

متحدہ اہل آیرلینڈ کے سربرآوردہ اکابر ہیملٹن رووان ولف ٹون اور لارڈ ایڈورڈ فٹز جیرلڈ نے فرانسیسیوں سے امداد مانگی جو اس بات پر آمادہ ہوگئے کہ جرنیل ہوش کی قیادت میں ایک فرانسیسی لشکر آیرلینڈ پر حملہ آور ہو۔ ۱۶ر دسمبر ۱۷۹۶ء کو رات کے وقت ۳۸ جہازوں کا ایک بیڑہ جس میں پندرہ ہزار فوج سوار تھی اس قصد سے روانہ ہوا کہ آیرلینڈ میں دریاے شینن کے دہانہ اور انگلستان میں بندرگاہ برسٹل کے اندر داخل ہوجائے اگر فرانسیسی سپہ سالار منزل مقصود پر پہنچ جاتا تو صورت حالات نہایت اندیشہ ناک ہوجاتی لیکن رات اندھیری تھی اور سمندر میں طوفان چل رہا تھا۔

آیرلینڈ پر فرانس کی فوج کشی۔ ۱۷۹۶ء

ایک بڑا جہاز تو اس طوفان میں غرق ہوگیا اور باقی جہازوں کے ایک حصہ کو جھکڑ کے تند جھونکے دھکیل کر خلیج بنٹری کی طرف لے گئے جہاں کہرے نے مطلع کو چار دن تک ایسا مکدر رکھا کہ جرنیل ہوش کے انتظار میں وہ نقل و حرکت کے قابل ہی نہ رہے لیکن جرنیل ہوش کو طوفان کے تھپیڑوں نے لاروشل کی بندرگاہ میں پہنچا دیا تھا۔ اس لئے اُسکے منتشر ساتھیوں کا انتظار رائگاں گیا اور فرانسیسی بیڑا آیرلینڈ پر حملہ کئے بغیر بےنیل مرام واپس چلا گیا۔

ان تمام مشکلات کی وجہ سے پٹ چاہتا تھا کہ کیطرح

جلد صلح ہو جائے چنانچہ حکومت فرانس کے ساتھ جو اب ڈایرکٹری (نظامت) کہلاتی تھی شرایط صلح کے بارہ میں اُس کا نامہ و پیام بھی ہوا۔ لیکن پیرس میں تازہ تر سیاسی انقلاب رونما ہو رہے تھے اور پے در پے فتوحات سے فرانسیسیوں کے حوصلے بہت ہی بڑھ گئے تھے۔ بلجیم اور ہالینڈ کے علاوہ اُن کے جواں سال کارسیکائی سپہ سالار نپولین بونا پارٹ نے اٹلی کا کچھ علاقہ آسٹریا سے چھین لیا تھا۔ پٹ نے جب صلح کی تحریک کی تو انھوں نے ان ممالک کی واپسی سے صاف انکار کر دیا۔ اسی کے ساتھ وہ ہالینڈ فرانس اور ہسپانیہ کے متفقہ بیڑوں سے آبنائے انگلستان میں انگریزی بیڑے پر حملہ کرکے اُسے نیست و نابود کردینے کی تیاریوں میں مصروف تھے تاکہ انگلستان کے پاس حفاظت کے لئے کوئی حربہ باقی نہ رہے۔ ایسی حالت میں برطانیہ کے لئے بجز اُس کے اور کوئی چارہ نہ تھا کہ یا تو جنگ کا سلسلہ برابر جاری رکھے یا اپنی تجارت اور طاقت کو بالکل ہی کھو بیٹھے۔ غرض پٹ نے دشمن کو شکست دینے کا تہیہ کرلیا اور مصارف جنگ کے لئے قوم کے ذی ثروت طبقہ سے مدد مانگی جو تاجروں اور سرمایہ داروں نے بڑی خوشی سے دی۔

صلح کیلئے پٹ کی بے سود کوشش ۱۷۹۶ء

اب وہ وقت آگیا کہ برطانیہ کا جنگی بیڑا جسکی

عظمت و شوکت الزبتھ کے عہد سے قایم چلی آتی تھی برطانیہ کو خطرے سے بچائے اور ثابت کردے کہ انگریزی جہازرانوں میں اب بھی شجاعت و بسالت کا وہی پرانا جوہر موجود ہے جو ان کے آباواجداد یعنی اینگلیا کے بحری قزاقوں اور ناروے اور ڈنمارک کے جفاکش ناخداؤں کا خاصہ تھا۔ ولندیزی بیڑا ابھی لنگر اٹھانے بھی نہ پایا تھا کہ امیرالبحر سرجان جروس نے جس کا مددگار نلسن تھا ہسپانوی بیڑے کو راس سینٹ ونسنٹ کے قریب جالیا اور شکست دے کر بحال تباہ کیڈز کی جانب پسپا ہونے پر مجبور کیا۔ پھر بھی فرانسیسی اور ولندیزی بیڑوں کی طاقت بدستور قایم تھی اور انہیں کسی قسم کا ضعف نہ پہنچا تھا اگر ان دونوں کا میل ہو جاتا تو انگریزی بیڑے کو بڑی مشکل کا سامنا ہوتا اس لئے کہ عین اسیوقت اسپٹ ہیڈ اور نور میں برطانوی ملاحوں نے غدر کردیا لیکن خوبی تقدیر سے موسم کی ناسازگاری نے ولندیزوں کو فرانسیسیوں سے ملنے نہ دیا۔ مفسدہ کے اسباب یہ تھے کہ ملاحوں کو خوراک بری دی جاتی تھی معاوضہ بہت کم ملتا تھا اور اُن کے ساتھ سخت برتاؤ کیا جاتا تھا۔ ایسی حالت میں اُن کی شکایات واجبی تھیں۔ امارت بحری نے ازراہ دانشمندی مفسدہ کے استیصال میں تو سخت گیری سے کام لیا لیکن ساتھ ہی ان شکایات کی بھی تلافی کردی

جنگ سینٹ ونسنٹ
۱۴ر فروری ۱۷۹۷ء

مفسدہ نور
مئی ۱۷۹۷ء

مفسدہ پردازوں کے سب سے زیادہ سرکش سرغنوں کو جب سزا مل چکی تو وہ اپنی خدمت پر حاضر ہوگئے اور چند ماہ بعد امیرالبحر ڈنکن کے زیر قیادت ایک خونریز بحری جنگ میں داد شجاعت دے کر انہوں نے ولندیزی بیڑے کو کیمپرڈون کے قریب جو ہالینڈ میں واقع ہے شکست فاش دی۔

جنگ کیمپرڈون ۱۱؍ اکتوبر ۱۷۹۷ء

ان بحری فتوحات نے برطانوی بیڑے کی تباہی کے منصوبوں کا خاتمہ کردیا۔ لیکن فرانسیسی جنہوں نے حال ہی میں آسٹریا کے ساتھ بمقام کیمپو فارمیو صلح کرلی تھی ابھی تک اس بات پر تلے ہوئے تھے کہ جسطرح بن پڑے اپنے رہے سہے رقیب انگلستان کو کچل کر رکھ دیں۔ نپولین بونا پارٹ جو اس وقت فرانسیسی فوج کے بیشتر حصہ کا سپہ سالار تھا اگرچہ بظاہر تو یہی کہتا تھا کہ میں ساحل انگلستان پر حملہ آور ہونے کی تیاریوں میں مصروف ہوں لیکن درپردہ نظامت فرانس کو یہ ترغیب دے رہا تھا کہ اسے فوج دیکر مصر بھیجا جائے تاکہ وہاں سے وہ ہندوستان پہنچ کر انگریزوں کی خبر لے۔ دراصل نپولین نے فرمانروائے فرانس بن جانے کا مصمم عزم کرلیا تھا لیکن چونکہ اس منصب پر یک بیک فایز ہو جانا اس وقت اُس کے حیطۂ امکان سے خارج تھا اس لئے وہ چاہتا تھا کہ ممالک غیر میں نمایان

نپولین کے منصوبے

فتوحات حاصل کرکے ایک عظیم الشان فاتح ہونیکی حیثیت سے وطن کو مراجعت کرے۔

جس شخص نے نپولین کی اس آرزو کا خون کردیا وہ انگلستان کا سب سے بڑا امیرالبحر ہوریشیو نلسن تھا۔ لڑکپن ہی سے نلسن کو جہازرانی کے ساتھ ایک خاص لگاؤ تھا۔ اور جب تیرہ سال کی عمر میں وہ اپنے باپ سے جو نارفاک کا پادری تھا رخصت ہوکر صیغہ بحری میں جا ملازم ہوا تو سب کچھ چھوڑ کر اسی کا ہو رہا۔ اس وقت جب وہ برطانیہ کے سب سے زیادہ زبردست اور مہیب دشمن کے تعاقب و سرکوبی کی خدمت پر مامور کیا گیا تو اس کی عمر چالیس سال تھی۔ اور تجربہ بھی اسی نسبت سے تھا۔ دو مہینے سے زیادہ عرصہ تک وہ اس بیڑے کو ڈھونڈتا پھرا جس میں نپولین کا لشکر سوار ہوکر گیا تھا لیکن کچھ پتہ نہ چلا۔ آخر یکم اگست ۱۷۹۸ء کو اس کی اپنے حریف سے دریاے نیل کے دہانہ کے اندر خلیج ابوکر میں مٹ بھیڑ ہو گئی۔ فرانسیسی بیڑا لنگر ڈالے پڑا تھا اور اپنے موقع کو محفوظ سمجھ رہا تھا۔ لیکن نلسن نے اپنے کچھ جہاز فرانسیسی بیڑے اور ساحل کے بیچوں بیچ لاکر دشمن کو دونوں طرف سے توپوں کی باڑ کے آگے رکھ لیا اور اس ترکیب سے اُس مشہور و معروف بحری معرکہ میں فتحیاب ہوگیا جو "جنگ نیل" کہلاتا ہے۔ بیڑے کی تباہی کے بعد

جنگ نیل
یکم اگست ۱۷۹۸ء

فرانسیسی فوج کو براہ تری مصر سے نکلنے کی کوئی سبیل باقی نہ رہی اور نپولین نے ارض شام کی تسخیر کا قصد کرلیا۔ ریگستان سے گزرکر اُس نے پہلے تو یافہ کو سر کیا۔ پھر آگے بڑھکر عکہ کا جا محاصرہ کیا۔ لیکن یہاں ترکوں نے بڑے سخت مقابلہ کے بعد سر سڈنی اسمتھ کی مدد سے اُسے شکست دی۔ اور اُسے مصر کی طرف پسپا ہونا پڑا۔ اسکندریہ کے قریب ابوکر کے میدان میں ترکوں کی اُس سے پھر جنگ ہوئی جس میں وہ کامیاب رہا۔ اب یہ خبر آئی کہ یورپ میں فرانسیسیوں کو شکستیں مل رہی ہیں۔ یہ اطلاع پاتے ہی فوج کی کمان اپنے جرنیلوں کے سپرد کر کے نپولین فرانس چلا گیا جہاں ۱۱ر نومبر ۱۷۹۹ء کو وہ قونصل اول مقرر کیا گیا۔ چند مہینے بعد اُس نے اٹلی میں آسٹریوں کا مقابلہ کرنے کے لئے پھر میدان جنگ کی راہ لی اور ماہ جون ۱۸۰۰ء میں اُنہیں مارنگو کے مقام پر شکست دے کر بتاریخ یکم فروری ۱۸۰۱ء لونے ول میں صلح پر مجبور کردیا۔

برطانیہ اب بے یار و مددگار پھر یکہ و تنہا رہ گیا۔ روس جس نے کچھ مدت تک اُس کا ساتھ دیا تھا جہازوں کی تلاشی لئے جانے کے حق کا مزاحم ہوکر بگڑ بیٹھا اور بحیرہ بالٹک میں جنگ شروع ہوگئی۔ پٹ بھی وزارت سے الگ ہوچکا تھا اور اُس کی علٰحدگی کی وجہ ہم اب بیان کرتے ہیں۔

۱۷۹۶ء سے جب کہ فرانسیسیوں کی فوجی مہم آیرلینڈ سے ناکام ہو پلٹی اہل آیرلینڈ آتش زیر پا چلے آتے تھے یہ مخالفت برابر بڑھتی گئی یہاں تک کہ ۱۷۹۸ء میں ایک بغاوت پھوٹ پڑی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ باغیوں نے شکست کھائی اور ان کی چھاونی پر جو ضلع وکسفرڈ میں وینیگرہل پر تھی انگریزوں نے قبضہ کرلیا

بغاوت آیرلینڈ ۱۷۹۸ء

باوجودیکہ یہ واقعہ پیش آچکا تھا پھر بھی فرانسیسی بیڑے نے کچھ فوج میو کی بندرگاہ میں لا اتاری جسے آیرلینڈ کے حاکم اعلیٰ لارڈ کارنوالس کے مقابلہ میں شکست ہوی۔ فٹزجیرلڈ تو مارا گیا اور ولف ٹون پھانسی پر لٹکا دیا گیا لیکن یہ حقیقت روز روشن کی طرح آشکارا تھی کہ جب تک آیرلینڈ کی خود اپنی پارلیمنٹ موجود رہے گی آیرلینڈ والے کبھی چین سے نہ بیٹھیں گے۔ غرض پٹ نے مصمم ارادہ کرلیا کہ آیرلینڈ کی پارلیمنٹ بالکل ہی توڑ دی جائے اور قانون اتحاد انگلستان و آیرلینڈ کے نام سے ایک قانون نافذ کیا جائے جس کی رو سے نمایندگان آیرلینڈ کو انگریزی پارلیمنٹ میں شریک ہونے کا حق اسی طرح حاصل ہو جائے جس طرح نمایندگان اسکاٹلینڈ کو ملکہ این کے عہد میں حاصل ہوا تھا دیکھو صفحہ ۶۹۶ نمایندوں کو رشوتیں دے کر اور خطابات و اعزازات سے پرچا کر پٹ نے قانون مجوزہ آیرلینڈ کی پارلیمنٹ سے بلطایف الحیل منظور کرا ہی لیا

اتحاد آیرلینڈ و انگلستان

اور رومن کیتھولک فریق کو اس وعدہ سے راضی کرلیا کہ اُسے
پراٹسٹنٹ جماعت کے ساتھ مساوی حقوق ملیں گے۔
۱ر اگست ۱۸۰۰ء کو قانون اتحاد نے شاہی منظوری کا
آخری مرحلہ طے کرلیا اور اٹھارھویں صدی کے آخری دن
یعنی ۳۱۔ دسمبر ۱۸۰۰ء کو بادشاہ نے برطانوی پارلیمنٹ بند
کردی اور ماہ جنوری ۱۸۰۱ء میں "شہنشاہی پارلیمنٹ" کی
حیثیت سے اس کا افتتاح کیا۔ اس حیثیت
سے آیرلینڈ کے ایک سو نمایندے دارالعوام
میں شریک ہوے اور چار اسقف اور چوبیس امرا کو دارالامرا
میں جگہ ملی۔ یونین جیک (علم اتحاد) پر سینٹ جارج اور
سینٹ اینڈریو کی صلیبوں کے علاوہ سینٹ پیٹرک کی
صلیب کا نشان بھی بنا دیا گیا۔ اور اس وقت سے لے کر
آج کے دن تک انگلستان اسکاٹلینڈ اور آیرلینڈ کے قوانین
شہنشاہی پارلیمنٹ ہی میں وضع ہوتے رہے ہیں۔ جارج سوم
نے تاجپوشی کے وقت جو حلف اٹھایا تھا اُس کی رو سے
رومن کیتھولک اور پراٹسٹنٹ کی مساوات جایز نہ تھی۔ یار
لوگوں نے بادشاہ کو یہ پٹی پڑھادی کہ پٹ نے جو مسودہ
قانون پیش کیا ہے اس کی منظوری سے حضور پر نقض
عہد کا الزام عاید ہوتا ہے۔ شومی قسمت سے
یہ جادو بادشاہ پر چل گیا اور ایک بہت
بڑا ناسور جو ایک عرصہ سے تراوش کررہا تھا مندمل ہونے

یونین جیک

پٹ کا وزارت سے استعفا جنوری ۱۸۰۱ء

نہ پایا۔ ادھر پٹ کی آبرو پر اُس عہد کے عدم ایفا سے جو اُس نے رومن کیتھولک فریق سے کیا تھا حرف آتا تھا ایسی حالت میں اُس کے لئے بجز اس کے چارہ نہ رہا کہ وزارت سے مستعفی ہو جائے۔

بادشاہ کو پٹ کے مستعفی ہونے کا ایسا سخت صدمہ ہوا کہ خلل دماغ کا عارضہ پھر کچھ عرصہ کیلئے اُسے لاحق ہوگیا۔ پٹ اس الم ناک واقعہ سے بیحد مغموم ہوا اور بربیل تلافی مافات نئے وزیراعظم مسٹرایڈنگٹن کا انتظام سلطنت میں ہاتھ بٹانا شروع کیا۔ یہ وزیر جو آگے چل کر لارڈ سڈمتھ کے لقب سے ملقب ہوا دارالعوام کا رئیس النطق رہ چکا تھا۔ برطانیہ ابھی تک دشمنوں کے ایک ہجوم کثیر کے مقابلہ میں شمشیر بکف تھا لیکن ایک قلیل المیعاد صلح کی ساعت قریب تھی۔ سر رالف ایبرکرامبی نے فرانسیسیوں کو اسکندریہ کی جنگ میں بتاریخ ۲۱ مارچ سنہ۱۸۰۱ء شکست دی اور چونکہ انگریزوں کی کمک کے لئے ہندوستان سے تازہ فوج آگئی تھی اس لئے ۲۷ اگست کو تمام فرانسیسی فوج ہتھیار ڈال دینے پر مجبور ہوگئی۔ اسی اثنا میں نلسن نے ۲ اپریل کو ڈنمارک کے بیڑے پر بمقام کوپن ہیگن غلبہ حاصل کیا یہ جنگ ایسی سخت تھی کہ لڑائی کا نقشہ بگڑا ہوا دیکھ کر انگریزی کماندار سر ہائیڈ پارکر نے اپنے جہاز پر سے

جنگ اسکندریہ و جنگ کوپن ہیگن سنہ۱۸۰۱ء

پسپائی کے حکم کی جھنڈی دکھادی۔نلسن اس اشارہ سے خوب واقف تھا لیکن دور بین اٹھاکر اور اپنی بے نور آنکھ میں لگاکر اس نے اپنے جہاز والوں سے کہہ دیا کہ مجھے تو کوئی علامت نظر نہیں آئی۔ یہ کہہ کر وہ دشمن پر ٹوٹ پڑا اور بالآخر فتحیاب ہوا۔ اس وقت نپولین انگلستان پر چڑھائی کی تیاریوں میں مصروف تھا اور اس مقصد کے لئے بولون میں جہاز فراہم کر رہا تھا لیکن مصر میں جو شکستیں فرانسیسیوں کو ملی تھیں انہوں نے اسے ایک عارضی صلح کی طلبگاری پر آمادہ کردیا۔غرض ماہ مارچ ۱۸۰۲ء میں انگلستان اور فرانس کے درمیان بمقام آمیاں ایک معاہدہ ہوا جسکی رو سے فرانس کو اطالیہ کا جنوبی علاقہ خالی کرنا پڑا اور برطانیہ سیلون اور ٹرینیڈاڈ کے علاوہ اپنی تمام فتوحات سے دست بردار ہوگیا۔اسی کے ساتھ شاہان انگلستان نے شاہ فرانس کا لقب جو انہوں نے ایڈورڈ سوم کے وقت سے اختیار کر رکھا تھا ترک کردیا۔

عہد نامہ آمیاں
مارچ ۱۸۰۲ء

لیکن کوئی عہد نامہ نپولین کی ہمت بلند کی امنگ کو نہ روک سکتا تھا۔آمیان کے معاہدہ کو سپرد قلم ہوئے چند مہینے بھی نہ گزرنے پائے تھے کہ اس نے پیڈمانٹ اور پارما کا فرانس کے ساتھ الحاق کرلیا اور ایک لشکر جرار سے سوئٹزرلینڈ پر دھاوا کردیا۔ دولت برطانیہ کی

طرف سے جب احتجاج ہوا تو اُس نے اور اُلٹا یہ مطالبہ کیا کہ تمام وہ فرانسیسی مفرورین جو انگلستان میں سکونت پذیر ہیں ملک بدر کردئے جائیں اور مالٹا فرانس کو دے دیا جائے

برطانیہ کے ساتھ شہنشاہانہ حیثیت سے نپولین کی جنگ۔ ۱۸۰۳ء لغایت ۱۸۱۵ء

ان باتوں سے صاف ظاہر تھا کہ پنولین آمادہ فساد ہے۔ وزارت انگلستان کو اب ناچار اعلان جنگ کرنا پڑا اور اس وقت سے لیکر ۱۸۱۵ء تک نپولین کے ساتھ برطانیہ کی جدوجہد کا سلسلہ برابر قایم رہا۔ قونصل اول کے منصب پر فایز ہونے کے وقت سے پنولین نے دولت فرانس کے نظم ونسق میں مدبرانہ سیاست کا ثبوت دیا تھا۔ ملک میں عمدہ اور مفید قوانین جاری کئے تھے اور بے انتظامی و فساد کے استیصال سے فرانس کو پھر ایک بڑی سلطنت کے درجہ پر پہنچا دیا تھا۔ ۱۸۰۴ء میں وہ فرانس کا شہنشاہ ہوگیا۔ لیکن اس کی اولوالعزمی کسی اس سے بھی اونچے مرتبہ کی خواہشمند تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ تمام یورپ کو اپنا مطیع و منقاد بنالے۔ اور از بسکہ برطانیہ ہی ایک ایسا آزاد ملک باقی رہ گیا تھا جو اُس کی تمناؤں کا سنگ راہ تھا اس لئے اُس کی سب سے بڑی خواہش یہی تھی کہ جس طرح بن پڑے اس ملک کو خاک میں ملاکر رکھ دے چنانچہ ایک مرتبہ اُس نے علانیہ یہ خیال ظاہر بھی کردیا کہ اگر ہم چھ گھنٹے کے لئے آبنائے انگلستان پر مسلط ہوجائیں

تو ساری دنیا ہمارے قبضہ میں آجائے۔

برطانیہ کی مشکلات جیسی جیسی بڑھتی گئیں اُس کی بہادری اور شجاعت کے جوہر کھلتے گئے۔ ۱۸۰۴ء میں پٹ دوبارہ وزیراعظم مقرر ہوا۔ تین لاکھ سے بھی اوپر رضاکاروں کی جماعت اپنے ملک کی حفاظت کے لئے کمربستہ ہوگئی

انگلستان پر نپولین کے حملہ آور ہونے کی تیاریاں ۱۸۰۵ء

اور نلسن فرانسیسی اور ہسپانوی بیڑوں کے تعاقب میں جزایر غرب الہند کی طرف روانہ ہوگیا۔ نپولین کے حکم سے یہ بیڑے انگلستان پر حملہ آور ہونے اور اُن کثیر التعداد چوڑے پیندے والی کشتیوں کی محافظت کرنے کے لئے پلٹ آئے تھے جنہیں وہ ایک لاکھ فوج سوار کرکے ساحل انگلستان پر اتارنا چاہتا تھا۔ لیکن رستہ میں راس فنسٹر کے نزدیک ہسپانوی بیڑے کا مقابلہ سر رابرٹ کالڈر سے ہوگیا جس نے غنیم کو کیڈز کی طرف بھگا دیا۔ اُدھر نلسن نے جو حریف کی معاودت

جنگ ٹریفالگر اکتوبر ۱۸۰۵ء

کی خبر پاکر الٹے پاؤں ہوا سے باتیں کرتا ہوا پلٹا تھا فرانسیسی بیڑے کو بتاریخ ۲۱ اکتوبر ۱۸۰۵ء راس ٹریفالگر کے نواح میں جالیا۔ اب وہ یادگار زمانہ معرکہ وقوع میں آیا جسمیں اس نامور امیرالبحر نے اپنی جان اپنے ملک پر نثار کردی۔ جنگ کے شروع ہونے سے پہلے نلسن نے اپنی بحری جمعیت کو اس شہرہ آفاق پیغام سے مخاطب کیا کہ "آج کے دن انگلستان اپنے ہر ایک

فرض سے بجا آوری فرض کا متوقع ہے۔" یہ ولولہ انگیز لفظ رہتی دنیا تک انگریزوں کے کان میں گونجا کریں گے۔ بہادر امیرالبحر اپنے جہاز "وکٹری" (فتح) کے عرشہ پر کھڑا ہوا کمان کر رہا تھا کہ اُسے ایک بندوق کی گولی آکر لگی۔ زخم کاری تھا اور جان لبوں پہ آچکی تھی۔ لیکن دم توڑتے توڑتے اُس نے فرانسیسیوں کی شکست کا مژدہ اپنے کانوں سن لیا۔ جو کام اُس کے سپرد کیا گیا تھا اُس سے عہدہ برآ ہونے میں ہمت مردانہ کا کوئی دقیقہ نہ تھا جو اس جوانمرد نے اٹھا رکھا ہو۔ اُس کی ساری عمر خود احکام کی اطاعت میں صرف ہوئی تھی اور وہ سادہ الفاظ جو اس کی کارفرما زبان سے آخری وقت میں نکلے بہترین ترکہ تھے جو وہ اپنے ملک کے لئے چھوڑ سکتا تھا۔

جنگ آسٹرلٹز اور پٹ کی وفات۔ برطانیہ کا سب سے بڑا امیرالبحر کام آچکا تھا اور وقت قریب تھا کہ اُس کے سب سے بڑے مدبر کی حیات مستعار بھی پوری ہو جائے۔ پٹ کی عمر نے اتنی وفا تو کی کہ اُس نے فتح ٹریفالگر کی خوش خبری سن لی لیکن زیادہ دن نہ گزرنے پائے تھے کہ نپولین کے مظفر و منصور ہونیکی وحشتناک خبر بجلی بن کر اُس پہ آگری۔ آسٹرلٹز کے میدان میں جو وائنا کے قریب واقع ہے نپولین نے آسٹریا اور روس

کی متفقہ فوجوں کو بتاریخ ۲ر دسمبر ۱۸۰۵ء شکست فاش دیکر ان دونوں طاقتوں کا خاتمہ کردیا تھا۔ ولبر فورس لکھتا ہے کہ واقعہ آسٹرلٹز پٹ کی جان لے کر رہا۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اس حادثہ کے بعد اُس نے پھر سر نہ اٹھایا ۲۳ر جنوری ۱۸۰۶ء کو جب ملک کے اس جاں نثار خادم نے وفات پائی تو اُس کی عمر صرف سینتالیس سال تھی۔

وزارت جامع کمالات ۱۸۰۶ء

پٹ کی وفات پر فاکس نے لارڈ گرینول کے ساتھ مل کر جس نئی وزارت کے قیام میں حصہ لیا وہ "وزارت جامع کمالات" کے نام سے مشہور ہے۔ اس وزارت کا یہ احسان تاریخ کو کبھی فراموش نہ ہوگا کہ رسم بردہ فروشی کی موقوفی جس کے لئے پٹ اور اُس کے احباب ایک عرصہ دراز سے جدوجہد کررہے تھے اس کی کوششوں سے عمل میں آئی۔ وھایٹ فیلڈ اور ویسلی کی پند وتلقین نے جب سے ایک جماعت کثیر میں مذہبی بیداری کی روح پھونکی تھی ہمدردی بنی نوع کے جذبات میں ایک عام ہیجان پیدا ہوگیا تھا اور لوگ اپنے ابنائے جنس کی مصیبتوں اور تکلیفوں سے متاثر ہونے لگے تھے ۱۷۷۳ء میں خلق اللہ کے ایک خیرخواہ جان ہاورڈ نے

اصلاح محابس

جو پہلو میں دردمند دل رکھتا تھا اپنی زندگی انگلستان کے تکلیف دہ اور عفونت انگیز قید خانوں کی حالت

کی اصلاح کے لئے وقف کردی۔ وہ ان ناپاک زندانوں میں خود پیادہ پاجاتا تھا اور ہر وقت اسی کوشش میں لگا رہتا تھا کہ کسی طرح مصیبت زدہ قیدیوں کی مصیبت رفع ہو جائے۔ چالیس سال بعد ایک نیک نہاد بی بی مسز فرائی نے بھی اسی نیک کام کا بیڑا اٹھایا اور جان ہاورڈ کی طرح اپنی زندگی محابس انگلستان کی اصلاح کی کوششوں میں گزار دی۔ ۱۷۸۷ء میں ولبرفورس ٹامس کلارکسن اور مکالے نامی تین شخصوں نے مل کر ایک انجمن اس غرض سے قایم کی کہ افریقہ سے جو حبشی غلام جنوبی امریکہ میں لے جاکر بیچے جاتے ہیں ان کی تجارت قطعاً روک دی جائے۔ اس تجارت کا بڑا حصہ انگریزوں کے ہاتھ آگیا تھا اور لونڈی غلاموں کی خرید وفروخت سے زیادہ تر انگلستان ہی کے بردہ فروش ہاتھ رنگتے تھے۔ غلاموں پر جو خوفناک ظلم ہوتے تھے اُن کی تفصیل سے قلم لرزتا ہے۔ غریب حبشیوں کو بردہ فروش اُن کے جھونپڑوں سے جبراً پکڑ لاتے تھے اور جہاز کی تختہ بند منزلوں کے درمیان تنگ چوبی خانوں میں بھیڑ بکری کی طرح بند کردیتے تھے جہاں بھوک پیاس کی آئے دن کی مصیبت اور دم گھٹنے کے عذاب کے علاوہ ان شور بختوں کو اور بھی انواع و اقسام کی عقوبتیں سہنی پڑتی تھیں۔ عرشہ پر اُنہیں

بردہ فروشی کی موقوفی ازکاری ۱۸۰۷-۱۷۸۷ء

گاہ بگاہ لاکر تازہ ہوا ضرور کھلائی جاتی تھی اور چابک مار مار کر انہیں اچھلنے کودنے پر بھی مجبور کیا جاتا تھا تاکہ ان کے ہاتھ پاؤں کھل جائیں۔لیکن یہ صرف انہیں زندہ رکھنے کی ترکیبیں تھیں تاکہ وہ کسی طرح نخاس تک پہنچ کر ٹھکانے لگ جائیں۔ جو غلام بیمار پڑتے تھے انہیں ان کے بیدرد فروشندے یا تو قتل کرڈالتے تھے یا اٹھاکر سمندر میں پھینک دیتے تھے۔ان ہیبت ناک مظالم کا اکابر انگلستان کو بھی اچھی طرح علم تھا لیکن غلاموں کی خرید و فروخت یا منفعت اس درجہ تھی کہ ان لوگوں نے جو اس تجارت سے مالا مال ہوگئے تھے ایک مدت تک مخالفین بردہ فروشی کی ایک پیش نہ جانے دی اور کہیں بیس سال کی لگاتار کوشش کے بعد آخر سنہ ۱۸۰۷ء میں پارلیمنٹ اس مضمون کا قانون نافذ کرسکی

فاکس کا انتقال سنہ ۱۸۰۶ء

کہ جو شخص کسی برطانوی جہاز میں غلاموں کو بغرض فروخت لے جائیگا وہ مجرم قرار پائیگا۔ فاکس جس نے اپنی ساری عمر اس کوشش میں گزار دی تھی کہ بردہ فروشی موقوف ہو جائے اس قانون کا نفاذ جیتے جی نہ دیکھنے پایا اور ۱۳ ستمبر سنہ ۱۸۰۶ء کو گزر گیا۔ اگرچہ اس قانون سے بردہ فروشی رک گئی لیکن برطانوی نوآبادیوں میں اس کی وجہ سے غلامی موقوف نہ ہوی بلکہ اور اٹھائیس سال سنہ ۱۸۳۴ء تک بدستور قایم رہی

ادھر تو برطانیہ اپنے نظام حکومت کی اصلاح میں مصروف تھا اُدھر نپولین اُس کی تجارت کی بربادی کے منصوبے باندھ رہا تھا۔ ۱۸۰۶ء میں روس اور پروشیا پر ایک اور فتح پاکر اور جینا کی مشہور جنگ میں مظفر ومنصور ہوکر وہ قریب قریب سارے یورپ کا مالک ہوگیا۔ اب اُس نے ۲۱ر نومبر ۱۸۰۶ء کو برلن سے ایک فرمان جاری کرکے تمام برطانوی بندرگاہوں کی ناکہ بندی کا اعلان کردیا اور براعظم یورپ کی اقوام کو فمایش کردی کہ برطانیہ کے ساتھ تجارت نہ کریں۔ انگلستان کے سوداگروں کو اس سے سخت نقصان پہنچا اور وزراے سلطنت نے نپولین کے فیصلہ کے جواب میں فرانس اور اُس کے حلیفوں کی تمام بندرگاہوں کی ناکہ بندی کا اعلان کردیا۔ اسی کے ساتھ انہوں نے ماہ ستمبر ۱۸۰۷ء میں ڈنمارک کے جنگی بیڑے کو بھی گرفتار کرلیا اس لئے کہ یہ خبر گرم تھی کہ نپولین یہ بیڑا لیکر انگلستان پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ یورپ کے بندرگاہوں کی اس ناکہ بندی نے انگلستان اور امریکہ کے تعلقات میں کشیدگی پیدا کردی جس کی وجہ یہ تھی کہ امریکہ کے جو جہاز فرانس کے ساتھ تجارت کرتے تھے اب انگریزوں کی گرفتاری کی زد میں آگئے۔ کچھ تو اس مزاحمت سے کبیدہ خاطر ہوکر اور کچھ اس واقعہ سے برہم ہوکر کہ امریکہ

فرمان برلن
۲۱ر نومبر ۱۸۰۶ء

کے جہازوں کی تلاشی برطانیہ کے بھاگے ہوؤں کو پناہ دینے کے شبہ میں لی گئی تھی امریکہ کی کانگرس نے ۱۸۹۲ء میں برطانیہ کے خلاف اعلان جنگ کردیا اور اس جنگ کا سلسلہ ۱۸۱۵ء تک قایم رہا۔

خشکی پر نپولین کی فوجیں ہر جگہ کامیاب ہو رہی تھیں اور وہ یورپ کے ملک اپنے بھائی بندوں میں بانٹ رہا تھا۔ لیکن اس کشورکشایانہ پیش قدمی کے رکنے کا زمانہ قریب آچلا تھا۔ ماہ مئی ۱۸۰۸ء میں ہسپانیہ کے شاہی خاندان کا آپس میں تنازع ہوگیا جس سے نپولین کو یہ موقع مل گیا کہ تاج ہسپانیہ اپنے بھائی جوزف بونا پارٹ کے سر پر رکھ دے۔ ساتھ ہی اُس نے پرتگال پر حملہ کردیا اور اس ملک کے نائب السلطنت نے بھاگ کر برازیل میں جا پناہ لی۔ نپولین نے ہسپانیہ کے تخت پر اپنے بھائی کو بٹھا تو دیا لیکن ساری عمر میں اُس نے ایک یہی غلطی ایسی کی جس کی تلافی اُس کے امکان سے خارج تھی۔ ہسپانیہ کے خود دار باشندوں نے جب دیکھا کہ ایک ایسا شخص اُن کی مرضی کے خلاف اُن کا بادشاہ بنا دیا گیا ہے جسے کل تک کوئی پوچھتا بھی نہ تھا تو اُن کے غیظ و غضب کی کوئی انتہا نہ رہی ہر جگہ بغاوتیں برپا ہوگئیں اور ہسپانویوں نے برطانیہ سے مدد

ہسپانیہ کے تاج و تخت پر نپولین کا قبضہ اور پرتگال پر چڑھائی۔ ۱۸۰۸ء

مانگ بھیجی۔

اس واقعہ کے ظہور سے کچھ ہی دن پہلے سر آرتھر ولزلی (جو بعد میں امیر ولنگٹن کے لقب سے ملقب ہوا) ہندوستان میں ۱۸۰۳ء سے لیکر ۱۸۰۵ء تک مرہٹوں کا کامیابی کے ساتھ مقابلہ کرنے کے بعد انگلستان واپس آیا تھا اور وزیر آیرلینڈ مقرر ہوا تھا۔ جارج کیننگ وزیر خارجہ نے جسکی تدبیر و دانش کا ستارہ اس وقت افق سیاست پر بلند ہو رہا تھا ہسپانیہ کی فریاد پر کان دھرنے اور جزیرہ نمائے ہسپانیہ میں نپولین سے لڑنے کا مصمم ارادہ کرلیا۔ چنانچہ

آغاز جنگ جزیرہ نما ۱۸۰۸ء

دو مختصر سی فوجیں ولزلی اور جرنیل سر جان مور کی قیادت میں فوراً پرتگال روانہ کردی گئیں اور وہ لڑائی جو "جزیرہ نما کی جنگ" کے نام سے مشہور ہے شروع ہوگئی۔ بڑی خرابی یہ ہوی کہ اس مہم پر جو فوجیں بھیجی گئیں اُن کی تعداد بہت ہی قلیل تھی اور ولزلی و مور جبرالٹر کے گورنر اور ایک اور افسر اعلیٰ کے ماتحت کردئے گئے۔ پس اگرچہ ولزلی نے فرانسیسی جرنیل جونو پر میرو کے میدان میں ۲۱ر اگست ۱۸۰۸ء کو فتح تو پائی لیکن اُسے اس فتح کے عواقب سے بہرہ ور ہونے کی اجازت اپنے افسر اعلیٰ سے نہ ملی بلکہ سنترا کے مقام پر فرانسیسیوں کے ساتھ ۳۰ر اگست کو صلح کرلی گئی اور ولزلی انگلستان واپس بلا لیا گیا۔

اب سرجان مور کو حکم ملا کہ ہسپانیہ کی طرف پیش قدمی کرکے ہسپانوی فوج کے ساتھ جا ملے۔ لیکن رستہ میں اُسے معلوم ہوا کہ نپولین میدان جنگ میں خود آپہنچا ہے اور ہسپانوی لشکر کا کام تمام کرکے میڈرڈ کی جانب بڑھ رہا ہے۔ نپولین کے پاس ستر ہزار فوج تھی۔ اس کے مقابلہ میں انگریز صرف پچیس ہزار تھے۔ یہ دیکھ کر مور نے جو ایک بہادر اور آزمودہ کار افسر تھا ساحل کی طرف پلٹ جانے اور اپنی فوج کو جہازوں پر سوار کرکے رخصت ہو جانے کا فیصلہ کرلیا۔ جس صفائی سے وہ پسپا ہوا اور اپنے لشکر کو خطرہ سے نکال لے گیا وہ فن سپہگری میں اُس کے استادانہ کمال کی بہت بڑی دلیل ہے پہلے اُس نے سیدھا ویگو کا رخ کیا۔ اور نپولین کو جو سرگرم تعاقب تھا اپنی گرد تک نہ پہنچنے دیا۔ مگر رستہ میں خبر ملی کہ اس بندرگاہ سے فوجیں جہاز پر سوار نہ ہوسکیں گی۔ یہ سن کر اُس نے کارنا کی راہ لی جو علاقہ گلیشیا کی ایک بندرگاہ ہے۔ ۱۰؍ جنوری کو جب وہ یہاں پہنچا تو معلوم ہوا کہ انگریزی بیڑے کو مخالف ہواؤں نے سمندر میں روک رکھا ہے۔ بیڑے کو آتے آتے چار دن لگ گئے۔ اتنے میں فرانسیسی فوج بھی مارشل سولٹ کی قیادت میں آپہنچی اور حملہ کیلئے صف بستہ

انگریزی فوج کی پسپائی اور جنگ کارنا۔
سنہ ۱۸۰۹ء

ہوگئی۔ ۱۶ جنوری کو دوپہر ڈھلے فرانسیسیوں نے حملہ شروع کردیا۔ انگریزوں نے برابر کا جواب دیا اور مقابلہ میں پامردی اور ثابت قدمی دکھائی۔ فرانسیسیوں نے ہر طرف زک اٹھائی اور انگریزی فوج تین ہزار فرانسیسی لاشیں میدان میں چھوڑکر آدھی رات ہوتے ہوتے جہازوں پر سوار ہوگئی۔ لیکن اسکاٹلینڈ کا وہ بہادر فرزند جس نے اپنی فوج کو بچا لیا تھا خود مارا گیا اور اُسکے رفیق اُسے میدان جنگ ہی میں دفن کرکے چپ چاپ غم کی تصویر بنے ہوے رخصت ہو گئے۔ انگلستان کے شاعر وِلف نے "جنازہ سرجان مور" کے عنوان سے ایک نظم لکھی ہے جس میں اس واقعہ کی تصویر اس طرح کھینچی ہے:-

کہیں بلند کوئی ماتمی نوا نہ ہوئی جب اُسکی لاش کو لشکر چلا اٹھائے ہوئے
کوئی تفنگ سلامی کے واسطے نہ چلی کہ تھا سکوت صف تعزیت بچھائے ہوئے
بنے ہوئے تھے سپاہی غم و الم کی شبیہ تمام فوج کے افسر تھے سر جھکائے ہوئے
جب اسکو خاک کے اندر لٹا دیا ہم نے وہ اپنے خون میں تھا آپ ہی نہائے ہوئے
نہ کوئی مرثیہ ہے نقش سنگ تربت پر نہ قبر پر کوئی گنبد ہے سر اٹھائے ہوئے
فقط وہ آپ ہے یا اُسکی شان عظمت ہے جہاں زمانہ ہوا گھر اُسے بنائے ہوئے

ہسپانوی فوج کی تباہی اور مور کی پسپائی کی خبر جب انگلستان پہنچی تو انگریزوں کے حوصلہ پست ہو گئے لیکن کیننگ نے ایک بہت بڑی فوج فراہم کرکے

ولزلی کو اس کی کمان دی اور اُسے فوراً پرتگال بھیج دیا۔ ولزلی برابر چار سال تک فرانسیسیوں سے لڑتا رہا اور اس عرصہ میں نپولین کے قابل ترین جرنیلوں کو شکستیں دے دے کر اُس نے سرزمین ہسپانیہ سے باہر نکال دیا۔ ابھی تک اُسے وہ شہرت حاصل نہ تھی جو نپولین کے حصہ میں آچکی تھی۔ دوران جنگ میں فوجی کمک اور رسد اُسے کبھی کافی مقدار میں دستیاب نہ ہوئی۔

ولنگٹن اور نپولین

اُس کا نصب العین بھی بجز اس کے اور کچھ نہ تھا کہ اپنا فرض منصبی بجا لاتا رہے اور اپنے کام سے کام رکھے۔ لیکن اس بات کا اُسے پختہ یقین تھا کہ حق وراستی کا پلہ اُسی کی طرف جھکا ہوا ہے اور انجام کار وہ اس ظالم پر ضرور غالب آئے گا جو تمام یورپ کو پامال کر رہا ہے۔ وہ اپنے سپاہیوں کی جان کو بہت قیمتی سمجھتا تھا اور اُنہیں کبھی غیر ضروری خطرہ میں نہ ڈالتا تھا بخلاف اس کے نپولین اپنی فوجوں کو بے دریغ کٹوا دیتا تھا۔ ولزلی کو اس بات کا بھی بڑا خیال رہتا تھا کہ اس کے لشکری رعایا کو لوٹنے نہ پائیں۔ وہ جو چیز لیتا تھا اُس کے دام اسی وقت چکا دیتا تھا۔ غرض پورے استقلال اور ثابت قدمی سے کام لے کر اُس نے بتدریج ثابت کر دیا کہ فرانسیسی افواج پر فتح حاصل کی

جاسکتی ہے اور اس طور پر اُس نے وہ طلسم توڑ دیا جس کے زور سے نپولین نے تمام اقوام یورپ پر اپنی سطوت و جبروت کا سکہ جما رکھا تھا۔

ولزلی نے مارشل سولٹ کو بتاریخ ۱۲ مئی اپورٹو کے میدان میں شکست دی اور ۲۸ جولائی ۱۸۰۹ء کو مارشل وکٹر پر بمقام تلاویرا فتح پائی۔ اس فتحیابی کے صلہ میں حکومت انگلستان نے اُسے امیر ونگٹن کے لقب سے سرفراز کیا۔ جنگ تلاویرا کے بعد وہ پیچھے ہٹتا ہوا پرتگال چلا آیا جہاں موسم سرما میں اس نے قلعوں کے تین مستحکم سلسلے تعمیر کئے جو ٹارس وڈراس کے مورچوں کے نام سے مشہور ہیں۔ چنانچہ جب ۱۸۱۰ء میں مارشل مسینا اس خدمت پر مامور ہوا کہ انگریزی فوج کو جاکر سمندر میں دھکیل دے تو پہلے تو اُسے بتاریخ ۲۹ ستمبر ۱۸۱۰ء بوساکو کے معرکہ میں زک ہوئی اور اس کے بعد اُسے پہلے خط دفاع پر پہنچ کر رکنا پڑا۔ مورچہ بند انگریزی فوج پر حملہ کرنے کی کوئی صورت نہ تھی۔ حملہ آوروں کے پاس رسد بھی نہ تھی۔ اس لئے کہ ونگٹن نے عمداً تمام فصلیں تباہ کردی تھیں اور آس پاس کے علاقہ میں کوئی مواشی نہ رہنے دیا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مسینا کی پینتالیس ہزار فوج کچھ تو چھوٹی چھوٹی مٹ بھیڑوں

ہسپانیہ میں ونگٹن کی فتوحات۔
۱۸۰۸ء لغایت ۱۸۱۳ء

میں کچھ بیماری سے اور کچھ بھوک کے عذاب سے تباہ ہوگئی اور اُسے مجبوراً ہسپانیہ کی طرف پسپا ہونا پڑا۔ یہاں ہسپانویوں نے کثیرالتعداد مسلح دستے کوہ ودشت میں پھیلا رکھے تھے جو اپنی کمین گاہوں سے نکل نکلکر فرانیسی فوج کا قافیہ تنگ کرنے لگے۔ پیچھے پیچھے ولنگٹن کی فوج تھی جس نے آگے بڑھکر فرانیسیوں پر پے درپے حملے کئے اور متعدد معرکوں میں نمایاں فتوحات حاصل کیں۔ ان میں سب سے زیادہ مشہور پانچ معرکے ہیں۔ سیوڈا ڈراڈریگو اور باوجوز کے قلعے ۱۸۱۲ء کی دو لڑائیوں میں مسخر ہوئے۔ جنگ سلامنگا ۱۸۱۲ء اور جنگ وٹوریا ۱۸۱۳ء میں واقع ہوئی اور سینٹ سباسٹین کا طویل محاصرہ ۱۸۱۳ء کے موسم سرما میں ہوا جس کے ساتھ ہی ہسپانیہ میں فرانیسی زور آزمائیوں کا خاتمہ ہوگیا۔

ولنگٹن کی فتوحات نے ہسپانیہ کو آزاد کرنے کے ساتھ اقوام یورپ کے بھی حوصلے بڑھادئے اور ان کو اس قابل کردیا کہ اپنے مشترک دشمن کے خلاف مردانہ وار اٹھ کھڑے ہوں۔

ماسکو کی آتشزدگی اور فرانیسیوں کی پسپائی ۱۸۱۲ء

نپولین نے جس کے سر میں ابھی تک جہان کشائی کا سودا سمایا ہوا تھا ۱۸۱۲ء میں روس پر چڑھائی کی اور ایک خونریز جنگ کے بعد

جو ۷ر ستمبر ۱۸۱۲ء کو بورو ڈنیو کے میدان میں ہوئی یلغار کرتا ہوا ماسکو جا پہنچا۔ لیکن روسیوں نے جنہیں ولنگٹن کا دیا ہوا سبق ازبر تھا شہر کو آگ لگادی۔ اب نہ کھانے کو روٹی رہی اور نہ سرچھپانے کو کہیں کوئی مکان رہا۔ اور نپولین کے سپاہی واپسی پر مجبور ہوگئے۔ جاڑے کا موسم تھا۔ ہوا برف میں ڈوبی ہوئی تھی۔ برفیلے میدانوں کی لاانتہا منزلیں سامنے تھیں۔ ہزاروں سپاہیوں کا کام آئے دن رستے ہی میں تمام ہونے لگا۔ چار لاکھ جانبازوں میں سے صرف بیس ہزار جان سلامت لیکر واپس آئے۔ ادھر تو فرانسیسی فوج یوں تباہ ہورہی تھی۔ اُدھر روس تعاقب کرتا چلا آتا تھا۔ اور آسٹریا اور پروشیا جانبی حملے کررہے تھے۔ فرانس پہنچ کر نپولین نے ایک نئی فوج آراستہ کی اور دشمنوں کے مقابلہ کے لئے پھر پلٹا۔

نپولین کی تخت سے علٰحدگی یہ یورش اس بلا کی تھی کہ لٹزن باٹزن اور ڈرسڈن کے تین معرکوں میں اُسے فتح پر فتح حاصل ہوتی گئی۔ لیکن اب وہ چاروں طرف سے دشمنوں کے ہجوم میں گھر چلا تھا۔ چنانچہ لائپزگ کے میدان میں ۱۹ر اکتوبر ۱۸۱۳ء کو تین دن کی مسلسل جنگ کے بعد اُس نے شکست فاش کھائی اب وہ دریائے راین کے کنارے کی جانب ہٹ

آنے پر مجبور ہو گیا اور ۱۸۱۴ء کے اوائل میں اپنے دشمنوں کے ٹڈی دل کا مقابلہ بڑی پامردی سے کرتا رہا لیکن بالآخر جب ۳۱ مارچ کو اسکے حریف فاتحانہ حیثیت سے پیرس میں آ داخل ہوئے تو وہ تخت سے دستبردار ہوگیا۔ اور بتاریخ ۲۸ اپریل ۱۸۱۴ء جزیرہ البا میں بھیج دیا گیا۔

نوجوان ولیعہد فرانس جس کا انقلاب فرانس کے دوران میں انتقال ہوچکا تھا لوئی ہفدہم کہلاتا تھا اس لئے اب لوئی یازدہم کا بھائی تخت پر بٹھایا گیا اور لوئی ہژدہم کے لقب سے ملقب ہوا۔ لیکن میدان کارزار کی راکھ میں ابھی تک کچھ چنگاریاں دبی ہوئی تھیں جو بھڑک کر لپکتے شعلے کی صورت اختیار کرنے والی تھیں صلح کے انعقاد کو پورے گیارہ مہینے بھی نہ ہوئے تھے کہ یورپ بھر میں اس خبر نے تہلکہ ڈال دیا کہ نپولین جزیرہ البا سے فرار ہوگیا ہے اور کینے کی بندرگاہ میں لنگر انداز ہوکر اپنے دیرینہ رفیقوں اور ہواخواہوں کے ایک بہت بڑے جتھے کے ساتھ پیرس کی طرف بڑھ رہا ہے۔ نپولین کی اس پیشقدمی کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ اس کی فاتحانہ تاخت کی سرعت کا یہ عالم تھا کہ تین ہفتہ کے

نپولین کی واپسی ۱ مارچ ۱۸۱۵ء

اندر اندر تخت شہنشاہی نے پھر اُس کے قدم لئے اور شاہ فرانس کو راہ گریز اختیار کرنی پڑی۔ دول متحدہ بھی مقابلہ کے لئے بے درنگ اٹھ کھڑی ہوئیں۔ ولنگٹن جو ایک بین الاقوامی مجلس میں شریک ہونے کے لئے وائینا گیا ہوا تھا ماہ اپریل ہی میں برسلز پہنچ گیا اور برطانوی پروشیائی آسٹروی اور روسی فوجیں حملہ آوری کے لئے جمع ہونے لگیں۔ اس وقت صرف برطانیہ اور پروشیا کی فوجیں کیل کانٹے سے لیس تھیں۔ نپولین اس فکر میں تھا کہ اُنہیں آپس میں ملنے نہ دے اور پہلے ہی الگ الگ دونوں سے سمجھ لے۔ چنانچہ بتاریخ ۱۶۔ جون اُس نے پروشیائیوں کو لگنی کے میدان میں شکست بھی دی لیکن ولنگٹن نے اسی دن کواٹر برا کے مقام پر فرانسیسی جرنیل مارشل نے کو زک دے کر واٹرلو کے گاؤں کے قریب جو برسلز سے نومیل کے فاصلہ پر واقع ہے سینٹ جین کی پہاڑیوں پر مضبوطی سے اپنے مورچے جما لیئے۔

۱۸۔ جون کو نپولین اور ولنگٹن کا پہلی مرتبہ دو بدو مقابلہ ہوا۔ جو فوج ولنگٹن کی ماتحتی میں دی گئی تھی اس کی کمان کرنا بڑا ہی دقت طلب کام تھا اُس کے قریب قریب تمام کار آموز سپاہی امریکہ کے

میدان جنگ میں بھیج دیئے گئے تھے۔ اُسکی انگریزی فوج کے سپاہی نوعمر اور ناتجربہ کار تھے۔ اور اُسکی آدھی سے زیادہ جمیعت ندرلینڈ ہینوور نساؤ اور برنزوک والوں سے مرکب تھی۔ پروشیا والے جو اس کے حلیف تھے ابھی تک اس سے بہت دور تھے۔ البتہ پروشیائی سپہ سالار بلوشر کا قاصد سترویں تاریخ کو یہ پیغام لایا تھا کہ اُس کی فوج کل تک سہ پہر سے پہلے ہی یلغار کرتی ہوئی ولنگٹن کی فوج کے ساتھ آملے گی۔ اٹھارہویں جون والے دن

جنگ واٹرلو
۱۸ جون ۱۸۱۵ء

دوپہر کے وقت نپولین نے آگے بڑھکر حملہ کردیا۔ اُس وقت ولنگٹن زیادہ سے زیادہ صرف اتنا کرسکتا تھا کہ کمک پہنچنے تک اپنی جگہ پر جما رہے فرانسیسی رسالہ برطانوی پیدل فوج کی صفوں پر جو بشکل مربع پرے جمائے آہنی دیواروں کی طرح اپنی جگہ قائم تھیں۔ کبھی ایک سمت سے کبھی دوسری سمت سے رہ رہ کر حملے کرتا تھا اور ہر دفعہ ان کی توپ و تفنگ کی برستی آگ سے بھسم ہوکر رہ جاتا تھا۔ اسی حالت میں دوپہر ڈھل گئی اور چار بھی بج گئے۔ دن بھر کی تھکی ماندی انگریزی فوج اپنے حلیفوں کے انتظار میں چشم براہ

تھی۔ لیکن ان کا کہیں پتہ نہ تھا۔ آخر پانچ بجے کے قریب معلوم ہوا کہ فرانسیسی فوج کا پروشیائی فوج کے ساتھ نظروں سے اوجھل کسی مقام پر مقابلہ ہو رہا ہے۔ پروشیائی فوج غنیم کی صفوں کو چیرتی ہوئی برابر بڑھتی چلتی آئی۔ سات بجے تھے کہ فرانسیسیوں نے جان توڑ کر برطانوی جمعیت پر ایک آخری حملہ کیا اور اس میں بھی منہ کی کھاکر سراسیگی کے عالم میں میدان سے فرار ہو گئے۔ حق یہ ہے کہ اگر پروشیائی فوج عین وقت پر نہ پہنچ جاتی تو یہ عظیم الشان فتح کبھی حاصل نہ ہوئی ہوتی۔ پچیس ہزار سے اوپر فرانسیسی کھیت رہے اور برطانوی فوج کے بھی تیرہ ہزار سپاہی کام آئے۔ اتنا بڑا نقصان جان تو ہوا لیکن آخر جنگ ختم ہو گئی۔ نپولین بھاگ کر پیرس چلا گیا۔ اور اپنے بیٹے کے لئے تخت و تاج سے دست بردار ہو گیا

نپولین کی وفات ۱۸۲۱ء

اب اس نے چاہا کہ فرانس چھوڑ کر کسی دوسرے ملک کو چلا جائے لیکن یہ دیکھ کر کہ تمام بندرگاہوں پر پہرے بیٹھے ہوئے ہیں اور بچ نکلنے کے تمام راستے بند ہیں اس نے اپنے آپ کو برطانوی جہاز بلرفان کے ناخدا کپتان میٹ لینڈ کے حوالے کر دیا۔ انگریز

اُسے جزیرہ سینٹ ہلینا میں لے گئے جہاں اُس کی نظر بندی احتیاط کے ساتھ عمل میں لائی گئی۔ اور اُسی مقام میں ۵ مئی ۱۸۲۱ء کو اُس نے انتقال کیا۔ لوئی ہژدہم اب پیرس واپس آگیا اور تین سال تک دول متحدہ فرانس پر قابض رہا تا آنکہ انقلاب حکومت کے تمام خدشے مٹ مٹا گئے۔ اُس دن سے لیکر آج کے دن تک اگرچہ فرانسیسی اور انگریز شیر و شکر تو نہیں ہوئے بلکہ اس کوشش میں لگے رہے ہیں کہ دونوں قوموں کے درمیان افہام و تفہیم کی راہ نکل آئے لیکن جب کبھی تیغ بکف ہوکر میدان میں اترے ہیں تو حلیف بن کر لڑے ہیں حریف ہوکر مقابلہ پہ نہیں آئے۔

صلحنامہ پیرس ۱۸۱۵ء

جب صلح کا اعلان ہوا تو انگریزوں کی حالت مارے خوشی کے دیوانوں کی سی ہوگئی۔ حصول آزادی کی خاطر ایڑی سے چوٹی تک کا زور لگاتے لگاتے انہیں پورے بارہ سال ہوگئے تھے اور گزشتہ تین سال کا زمانہ ریاستہائے متحدہ امریکہ کے ساتھ جنگ کرنے میں بسر ہوا تھا جس میں کناڈا کے ہاتھ سے نکل جانیکا کھٹکا لگا ہوا تھا اور ابھی پچھلے ہی دنوں ۱۸۱۵ء کے اوایل میں امریکہ کے ساتھ صلح ہوئی تھی

اگرچہ اس عرصہ میں تجارت کو ایک حد تک فروغ ضرور ہوا اس لئے کہ صرف برطانیہ ہی ایک ایسا خطہ باقی رہ گیا تھا جہاں جنگ کے شرارے اڑکر نہ پہنچنے پائے تھے اور اس کے علاوہ مال تجارت کا بحری حمل ونقل زیادہ تر انگریزوں ہی کے ہاتھ میں تھا۔ لیکن پھر بھی محصولات کی بڑھی ہوی شرح اناج کے چڑھے ہوئے بھاؤ اور جنگ کی حوصلہ فرسا کشمکش نے ہر شخص کے چھکے چھڑا رکھے تھے۔ سنہ ۱۸۱۰ء میں بادشاہ جو ایک عرصہ دراز سے عارضۂ خلل دماغ میں مبتلا تھا۔ بالکل ہی مسلوب الحواس اور فاترالعقل ہوگیا۔ اور شہزادہ ویلز نائب السلطنت قرار پایا۔ پارلیمنٹ جنگ کی مصروفیتوں میں اس درجہ منہمک تھی کہ وزرائے اعظم امیر کبیر پورٹلینڈ (سنہ ۱۸۰۷ء لغایت سنہ ۱۸۰۹ء) مسٹر پرسیول (سنہ ۱۸۰۹ء لغایت سنہ ۱۸۱۲ء) اور لارڈ لیورپول (سنہ ۱۸۱۲ء لغایت سنہ ۱۸۲۱ء) کو مفید اصلاحات کے نفاذ و ترویج کا کوئی موقعہ ہی نہ ملا۔ اسی کے ساتھ اس بے چینی اور انتشار خاطر نے جو واقعہ انقلاب فرانس کا پیدا کیا ہوا تھا قوم کی تمام جماعتوں کو ایک دوسری کی طرف سے بدظن کر رکھا تھا

شہزادہ ویلز بحیثیت نائب السلطنت سنہ ۱۸۱۱ء لغایت سنہ ۱۸۲۰ء

انعقاد صلح کے بعد جب پہلا جوش مسرت فرو ہوا تو قوم کو اس طویل و مدید جنگ کے گوناگوں اثرات محسوس ہونا شروع ہوئے۔

قومی قرضہ کی مقدار بڑھ کر چوراسی کرور پاونڈ ہوگئی تھی اور سارا ملک اس قرض کے بوجھ تلے دب چلا تھا۔ اگرچہ ۱۸۱۹ء میں ایک مسودہ قانون کا نفاذ عمل میں آچکا تھا جس کی رو سے بینک انگلستان طلائی سکہ میں رقوم ادا کرنے لگا تھا لیکن پھر بھی کاغذ زر کی ایک مقدار کثیر ملک میں موجود تھی۔ فوج اور بیڑے کے برطرف شدہ سپاہیوں اور ملاحوں نے میدان جنگ سے واپس آکر بے کاروں کی تعداد اور بڑھادی۔ کارخانہ داروں کے پاس جنہوں نے دوران جنگ میں سامان حرب بہم پہنچایا تھا مزدوروں کیلئے کوئی کام نہ رہا۔ اور اہل حرفہ کی حالت بھی پتلی ہوگئی غیر ممالک سے اجناس

قانون غلہ کی سختیاں ۱۸۱۵ء

کے بکثرت درآمد ہونیکے باعث غلہ کا بھاؤ گرگیا کاشتکاروں اور زمینداروں نے جنکے لئے یہ ارزانی موجب نقصان تھی پارلیمنٹ سے کہہ سن کر غلہ کا ایک قانون ۱۸۱۵ء میں نافذ کرا لیا جس کے بموجب ۸۰ شلنگ فی کوارٹر (کوارٹر = ۱۱ من) سے کم نرخ پر اناج کی درآمد ممنوع قرار پائی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جب ۱۸۱۶ء میں فصل اچھی نہ ہوئی تو تمام ملک میں قحط پڑ گیا۔ اب ہرطرف بلوے ہونے

لگے۔ ضلع کینٹ کی زراعت پیشہ آبادی میں الگ شورش بپا ہوگئی۔ انگلستان کے اضلاع متوسطہ ومغربیہ کے کان کن اور زغال بردار الگ فساد پر اتر آئے۔ ادھر ناٹنگھم میں ایک جماعت جو کلوں کی مخالفت کے باعث "آلہ شکن" کے نام سے موسوم تھی پہلے سے بھی زیادہ جوش وخروش کے ساتھ اُٹھ کھڑی ہوی اور کارخانوں میں جا جا کر کلوں کو توڑ نے پھوڑ نے لگ گئی۔ چار سال تک حکومت کو طرح طرح کی اندرونی مشکلات کا سامنا رہا۔ "ویکلی پولیٹکل رجسٹر" (ہفتہ نامہ سیاست) کے نام سے ولیم کابٹ نے ایک اخبار نکالا جس میں مزدوری پیشہ جماعت کو یہ تعلیم دی جاتی تھی۔ کہ

مانچسٹر کا قتل عام اگست ۱۸۱۹ء

پارلیمنٹ کی اصلاح سے ان کی تمام مشکلات ومصائب کا خاتمہ ہو جائے گا سیاسی جلسے اس کثرت سے منعقد ہونے لگے اور ان جلسوں کا رویہ ایسا اندیشہ ناک ہوگیا کہ حکومت کو قانون شہادت وجودی پھر معطل کرنا پڑا۔ اور چونکہ مانچسٹر میں ایک ہنگامہ ہوگیا تھا جس میں فوجی سواروں کے ہاتھوں پچاس سے اوپر آدمی سخت مجروح ہوئے تھے اس لئے پارلیمنٹ نے رعایا کی آزادی کم کرنے کے لئے چھ تعزیری

قوانین جاری کئے جو "قوانین ششگانہ" کے نام سے موسوم ہوئے۔

نائب السلطنت سے بھی نہایت ہی لوگ بیزار تھے۔ ۱۷۸۵ء میں اُس نے ایک حسین وجمیل بیوہ مسز فٹز ہربرٹ سے عقد کیا تھا لیکن چونکہ وہ مذہباً رومن کیتھولک تھی اور اس کے علاوہ "قانون مناکحت خاندان شاہی" مصدرۂ ۱۷۷۲ء کی رو سے شاہی خاندان کے کسی رکن کو بادشاہ کے امتزاج کے بغیر ۲۵ سال سے کم عمر میں عقد کرنے کا اختیار نہ تھا اس لئے یہ شادی قانوناً ناجائز تھی۔ غرض ۱۷۹۵ء میں ولیعہد نے مسز فٹز ہربرٹ سے کنارہ کش ہوکر ایک پھوہڑ اور بدسلیقہ عورت شہزادی کیرولائن رئیسۂ برنزوک سے نکاح کرلیا۔ مگر میاں بی بی میں بہت جلد ان بن ہوگئی۔ اس شہزادی کے بطن سے ایک ہی لڑکی شہزادی شارلوٹ جسے رعایا دل وجان سے زیادہ عزیز رکھتی تھی پیدا ہوئی۔ اس کا عقد سیکس کوبرگ کے امیر شہزادہ لیوپولڈ سے ہوا۔ لیکن عمر نے وفا نہ کی۔ ۶ نومبر ۱۸۱۷ء کو عین عالم شباب میں اس کا انتقال ہوگیا۔ اور اُس کا اکلوتا بچہ بھی اسی کے ساتھ چل بسا۔ اب ولیعہد کا کوئی صلبی وارث

شہزادی شارلوٹ کی وفات ۱۸۱۷ء

باقی نہ رہا۔ بادشاہ کے تین بیٹوں میں سے جن کی شادیاں ۱۸۱۸ء میں ہوئیں صرف امیر کبیر کینٹ ہی مقبول خاص و عام تھا۔ جس نے شہزادہ لیوپولڈ کی بہن سے عقد کیا۔ ہماری ملکہ الگزنڈرینا وکٹوریا آنجہانی جو ۲۴ مئی ۱۸۱۹ء کو پیدا ہوئی اسی عقد کا گوہر یگانہ تھی۔ مگر اس کا سن ابھی آٹھ ہی مہینے کا تھا کہ باپ کا سایہ ہمیشہ کے لئے اس کے سر سے اٹھ گیا۔

شاہی خاندان کی شادیاں

جارج ثالث کی عمر کا رشتہ دراز اب قطع ہونے کے قریب تھا۔ اگرچہ بینائی جاتی رہی تھی حواس مختل ہو چکے تھے اور غلطیاں بھی اُس سے رہ رہ کر بہت سی سرزد ہوئیں تھیں لیکن پھر بھی اس دیرینہ سال بادشاہ کے ساتھ رعایا کا تعلق خاطر بدستور قائم تھا۔ چنانچہ جب بیاشی سال کی عمر پاکر فرمانروائی کے ساٹھویں سال میں ۲۹۔ جنوری ۱۸۲۰ء کو اُس کی آنکھ بند ہوگئی تو ساری قوم رنج و غم میں ڈوبی ہوئی تھی۔ اُس وقت سے لیکر جب نشۂ شباب کے متوالے پن نے اُس سے تخت نشینی کے بعد یہ فقرہ کہلوایا تھا کہ میں رعایا کو دکھا دونگا کہ بادشاہوں کی شان کیسی ہوا کرتی ہے اس وقت تک بڑے بڑے

جارج ثالث کی وفات ۱۸۲۰ء

عظیم الشان واقعات ظہور میں آچکے تھے۔ امریکہ ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ ہندوستان پر انگریزی حکومت تسلط بٹھا چکی تھی۔ پٹ مفاسد کی اصلاح کر کے ملک کو قعر پستی سے اوج رفعت پر لاچکا تھا۔ انگلستان کی تباہی میں نپولین ایڑی سے چوٹی تک کا زور لگا چکا تھا اور نلسن اور ولنگٹن اُس کی ڈوبتی ناؤ کو بھنور سے نکال کر ساحل نجات پر لا چکے تھے۔ آیرلینڈ بر سبیل ادغام اپنا نام برطانیہ کو دے چکا تھا۔ اور ہمیں امید رکھنی چاہئے کہ اس ظاہری یک جہتی کے ساتھ یہ دونوں ملک ایک دن دل سے بھی ایک ہو جائینگے۔ برطانیہ اُس ناپاک دھبّے کو جو حبشی غلاموں کی خرید و فروخت نے اس کے دامن پر لگا رکھا تھا دھوچکا تھا اور ۱۸۱۶ء میں برطانوی اور ولندیز بیڑے الجیریا پر گولہ باری کر کے وہاں کے مقامی فرمانروا کو اُن تمام مسیحیوں کی رہائی پر مجبور کر چکے تھے جنہیں فرمانروائے مذکور نے بد امنی کے پر آشوب ایام میں گرفتار کر کے لونڈی غلام بنا لیا تھا۔

ان سیاسی واقعات کے پہلو بہ پہلو علمی ایجادات واکتشافات کی ترقی بھی جاری تھی۔ ۱۸۰۷ء میں امریکہ کے دو موجد فلٹن اور لونگ سٹن نامی ایک دخانی انجن کی مدد سے ایک جہاز کو دریائے

حصہ دوم

اکتشافات و ایجادات

ہڈسن کے دھارے دھارے نیویارک سے البنی تک لے گئے۔ اور ۱۸۱۳ء میں ایک دخانی حمالہ دو کشتیاں نہر کلائڈ کے اندر کشاں کشاں لے گئی۔ دخانی گاڑیوں کی ایجاد کا بھی کئی صناعوں کو خیال آیا۔ لیکن اُن کی کوشش مثمر نہو سکی۔ نئی نئی کلوں کی ایجاد اور برطانیہ کے بحری تفوق کی بدولت تجارت و صنعت و حرفت میں بہت بڑی ترقی ہوگئی۔ علم و حکمت کے ارتقا کا سلسلہ بھی دوران جنگ یورپ میں برابر قائم تھا۔ فرانس میں لیمارک کیوڈیر اور لیوازیر اور انگلستان میں ہرشل ڈیوی اور پرنسیلی سے مشاہیر عصر اپنے شاندار اکتشافات سے معلومات انسانی میں اضافہ کرتے چلے جاتے تھے۔

ادبیات میں الزبتھ کے عہد کے بعد یہ سب سے زیادہ قابل ذکر دور تھا۔ آدم اسمتھ کی کتاب "ویلتھ آف نیشنس" (دولت اقوام) ۱۷۷۶ء میں شایع ہوئی رابرٹسن کی تصانیف "تاریخ اسکاٹلینڈ" "وقایع شہنشاہ چارلس پنجم" اور تاریخ امریکہ" ۱۷۵۹ء اور ۱۷۷۷ء کے یا" درمیانی زمانہ میں سپرد قلم ہوئیں۔ اور گبن کی معرکۃ الآرا تصنیف "ڈیکلائن اینڈ فال آف دی رومن ایمپائر" "تاریخ زوال و ہبوط دولت" ۱۷۷۶ء اور ۱۷۸۸ء کے درمیان لکھی گئی۔ انگلستان کا مشہور ادیب سیموئیل جانسن ۱۷۰۹ء

لغایت سنہ ۱۷۸۴ء) جو درشت کلامی کے باوجود نیکدلی کے جوہر سے آراستہ تھا اپنی یادگار زمانہ "ڈکشنری" (فرہنگ) جارج ثانی کے عہد میں شایع کرچکا تھا لیکن وہ بھی گولڈ اسمتھ کے نوحہ خواں معاصرین میں ہے جس نے ۱۷۲۸ء سے لیکر سنہ ۱۷۷۴ء کا زمانہ پایا ہے اور جس کی کتاب "وکار آف ویکفیلڈ" (ویکفیلڈ کا پادری) اور "ڈزرٹڈ ویلیج" (اجڑی بستی) اور نیز دوسری تصانیف سب کے سب جارج ثالث ہی کے زمانہ میں اشاعت پذیر ہوئیں۔ ناٹک کے فن میں گولڈ اسمتھ کی کتاب "شی اسٹوپس ٹو کانکر" (ادائے دلربائی) یا شیریڈن کی تصانیف "رایولس" (داستان رقابت) اور "اسکول فار اسکینڈلس" (دبستان رسوائی) سے زیادہ دلفریب کتابیں ہماری نظر سے کم گزرینگی۔ ان ناٹکوں کے تماشے کے لئے ایکٹروں کی بھی کمی نہ تھی اس لئے کہ گیرک فوٹ کیمبل اور مسز سڈنس کا تعلق اسی زمانہ سے ہے۔ یہ دور شعرا کی کثرت کے لحاظ سے بھی ایک خاص امتیاز رکھتا ہے۔ کوپر برنس شیلی کیٹس اور بایرن اسی عہد کی یادگار ہیں۔ اور جارج ثالث کی وفات سے مدتوں پہلے کیمبل کالرج ورڈ سورتھ سودی والٹر اسکاٹ اور ٹامس مور کی شاعری کا

سکہ دلوں پر بیٹھ چکا تھا۔ ۱۷۵۳ء میں سرہنس اسلون کچھ بیش قیمت کتابیں چھوڑ مرا تھا۔ اور اس نادر علمی مجموعہ سے عجائب خانہ برطانیہ کی بنیاد استوار ہوئی تھی۔ آگے چل کر جارج ثانی اور جارج ثالث کے شاہی کتب خانوں کا ذخیرہ اس میں شامل ہوگیا اور اب اس عجائب خانہ نے ایک بہت بڑے قومی کتب خانہ کی صورت اختیار کرلی تھی۔ ۱۸۱۶ء میں وہ مشہور و معروف سنگ مرمر کی سلیں جو ایلجن کے آثار قدیمہ سے تعلق رکھتی ہیں قومی سرمایہ سے خریدی اور عجائب خانہ میں لاکر رکھی گئیں۔ اس طور پر عہد قدیم کی صنعت کے نمونہ سب سے پہلی مرتبہ انگریزوں کے دیکھنے میں آئے۔

فنون لطیفہ

نقاشی کے فن میں جارج ثالث کا عہد سر جوشوا رنیالڈس اور گینس برو جیسے بلند پایہ استادوں کے نام پیش کرسکتا ہے۔ سنگ تراشی میں چنٹری اور فلیکس مین کو درجہ امتیاز حاصل ہے اور کوزہ گری کی نسبتہً بے مایہ لیکن پھر بھی نازک و لطیف صنعت کے اعلے جوسایا ویجوڈ کا نام مشہور ہے۔ اس کے بنائے ہوئے برتن اسکے نام کی مناسبت سے ظروف ویجوڈ کہلاتے ہیں۔

ان ظروف کا نقشہ فلیکس مین تیار کر دیا کرتا تھا
[غرض جب جارج ثالث کا انتقال ہوا تو برطانیہ
کے عمرانی اور دماغی ارتقا کا مستقبل ہر اعتبار سے
حوصلہ افزا تھا۔ کمی اگر تھی تو صرف دو باتوں کی
ایک یہ کہ پارلیمنٹ کی اندورنی حالت درست
ہو جائے دوسرے یہ کہ قوانین تجارت کی اصلاح
ہو جائے۔]

پچیسواں باب

دورحاضرہ کی تاریخ

جارج رابع ۱۸۲۰ء لغایت ۱۸۳۰ء

ولیم رابع ۱۸۳۰ء لغایت ۱۸۳۷ء

جارج رابع جو اب مسند حکومت پر بیٹھا اتنی مدت دراز تک نائب السلطنتہ رہ چکا تھا کہ اُسکی تخت نشینی نظام حکومت میں کسی قابل ذکر تغیر کا باعث نہ ہونے پائی۔ جب پارلیمنٹ کا اجلاس منعقد ہوا تو سب سے پہلے اُس کی ملکہ کیرولائن کی طلاق کے مسئلہ پر بحث ہوئی۔ بدنصیب کیرولائن جس کے تعلقات خاوند سے بگڑے ہوئے تھے گزشتہ چھ سال سے پردیس میں زندگی کے دن کاٹ رہی تھی اُس کے ہوا خواہوں نے اُسے بہتیرا سمجھایا لیکن اُس نے ایک

نہ مانی اور بادشاہ بیگم ہونے کی حیثیت سے اپنے حقوق تسلیم کرانے کے لئے انگلستان چلی آئی۔ وزرائے سلطنت کا بادشاہ سے وعدہ تھا کہ کیرولائن اگر آئے گی تو پارلیمنٹ میں انفساخ نکاح کا مسودہ قانون پیش کردیا جائے گا۔ اس وعدہ کا ایفا اب عمل میں آیا اور ملکہ پر مقدمہ قایم کیا گیا۔ ملکہ کی طرف سے مشہور و معروف مقنن بروہم پیرو کار تھا۔ مقدمہ عرصہ تک چلتا رہا اور بالآخر مسودہ قانون مسترد ہوگیا۔ لیکن بادشاہ برابر اپنی ضد پر اڑا رہا۔ اول تو اس نے ممانعت کردی کہ کلیسا کے خطبہ میں ملکہ کیرولائن کا نام شامل نہ کیا جائے۔ اور جب رسم تاجپوشی کے موقع پر وہ خانقاہ ویسٹ منسٹر میں داخل ہونے لگی تو کھڑے کھڑے نکلوادی گئی۔ اس واقعہ کے چند دن بعد اس بیچاری کا انتقال ہوگیا اور اہل انگلستان جو اُسے غم گسارانہ نگاہوں سے دیکھتے تھے شاہ جارج کو پہلے سے بھی زیادہ بُرا سمجھنے لگے لیکن جارج رابع اور اُس کے بھائی ولیم رابع کو جو اُس کے بعد تخت پر بیٹھا رعایا کی بددلی کی مطلق پرواہ نہ تھی اس لئے کہ دونوں بھائی سلطنت کے نظم و نسق میں کچھ زیادہ دخل نہ دیتے تھے۔ جنگ واٹرلو کے بعد بجز ایک بحری لڑائی کے

ملکہ کیرولائن کا مقدمہ
سنہ ۱۸۲۰ء

امن و سکون کا زمانہ

جو ۱۸۲۷ء میں بمقام نیورینو یونانیوں کی حمایت میں ٹرکی اور مصر کے خلاف وقوع میں آئی اور باستثنا چند مقامی مہمات کے جو ہندوستان اور افریقہ میں پیش آئیں برطانیہ کو تقریباً چالیس سال تک امن و امان کا زمانہ نصیب ہوا۔ اس چہل سالہ دور کی ابتدائی سات منزلوں میں انواع و اقسام کی پریشانیاں اور بدگمانیاں راعی و رعایا کے لئے قدم قدم پر سنگ راہ بنتی رہیں۔ واقعۂ انقلاب فرانس نے تاجداران یورپ کو اپنی اپنی رعایا کی طرف سے بہت کچھ خائف و ہراساں کر دیا تھا۔ اور انہیں ہر وقت یہی کھٹکا لگا رہتا تھا کہ مبادا اُن کی رعایا آزادانہ طرز حکومت کے قیام پر انہیں مجبور کردے اور اُن کی خود مختاری کا خاتمہ ہو جائے

اتحاد مقدس ۱۸۱۵ء

انہیں خطرات کو پیش نظر رکھ کر شہنشاہان روس و آسٹریا اور شاہان پروشیا فرانس و ہسپانیہ نے ۱۸۱۵ء میں باہمی طور پر ایک معاہدہ کیا جو " اتحاد مقدس " کے نام سے موسوم ہے۔ اس عہد نامہ کا مقصد یہ تھا کہ اگر کسی فرمانروا کی مملکت میں رعایا علم بغاوت بلند کرے تو اُس کے دوسرے حلیف باغیوں کی سرکوبی میں اُس کے ممدومعاون ہوں۔ چنانچہ جب اہل ہسپانیہ

نے حکومت سے سرتابی کی تو ایک فرانسیسی فوج نے آکر اس مفسدہ کو فرد کیا۔ علیٰ ہٰذالقیاس اطالویوں کی ایک جمہوری شورش کو آسٹریا کی فوجی قوت نے باہر سے آکر دبایا۔ برطانیہ اگرچہ اس اتحاد مقدس میں شریک نہ تھا لیکن سب جانتے تھے کہ وزیر خارجہ لارڈ کیسل ری جو آگے چل کر لارڈ لنڈنڈری کے لقب سے ملقب ہوا۔ اس "مقدس" معاہدہ میں شریک ہونے کا دل سے آرزومند ہے۔ اس کے علاوہ "قوانین ششگانہ" نے جو ۱۸۱۹ء میں جاری کئے گئے لوگوں کے دلوں میں یہ خدشہ پیدا کردیا کہ انگریزی حکومت بھی جبر و استبداد کا شیوہ اختیار کرلے گی۔ جارج رابع کو تخت پر بیٹھے ایک مہینہ گزرا تھا کہ ایک شخص تھسلوڈ نامی کی سرکردگی میں پچیس ۲۵ آدمیوں نے ملکر ایک ضیافت کے جلسہ کی تقریب پر جو لارڈ ہیر دبی کے مکان میں کیا جانے والا تھا تمام وزرائے سلطنت کو قتل کرڈالنے کا منصوبہ باندھا۔ مگر کسی نہ کسیطرح اس سازش کا بھانڈا پھوٹ گیا اور سازش کنندے کوچہ کیٹو واقع ایجویر روڈ (شارع ایجویر) کے ایک اصطبل میں گرفتار کرلئے گئے۔ ان میں سے چار کو سزائے موت

سازش کوچہ کیٹو
۲۳۔ فروری ۱۸۲۰ء

دی گئی۔ پانچ عمر بھر کے لئے جلاوطن کئے گئے اور اس طور پر یہ معاملہ دب دبا گیا۔ لیکن اُس سے اتنا ضرور معلوم ہوگیا کہ قوم میں بے چینی پھیلی ہوئی ہے اور اس ہمہ گیر خلفشار کا اندازہ اس واقعہ سے ہوسکتا ہے کہ جب ۱۸۲۲ء میں لارڈ کیسل ری کو عارضہ جنون لاحق ہوگیا اور وائنا کی ایک بین الاقوامی مجلس میں شرکت کی غرض سے گھر سے قدم باہر رکھتے ہی اسنے خودکشی کرلی تو عوام الناس اُس کی ناگہانی موت پر اطمینان کی ٹھنڈی سانس لئے بغیر نہ رہ سکے لوگوں کی رائے اس بارے میں کچھ بہت زیادہ غلط نہ تھی۔ کیسل ری کی راست بازی اور نیک نیتی میں کلام نہیں لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ جو ارکان سلطنت رعایا کو دبائے رکھنا چاہتے تھے وہ ان سب میں پیش پیش تھا۔ اور لوگوں کی بددلی کے اسباب دریافت کرنے کی تکلیف گوارا نہ کرتا تھا۔ اُس کے انتقال کے ساتھ ہی ایک جدید حکمت عملی کا دور شروع ہوا جو برطانیہ کے لئے خوش حالی کا باعث ہوئی۔

کیسل ری کی خودکشی
۱۲ اگست ۱۸۲۲ء

لارڈ لورپول ۱۸۱۲ء سے وزارت عظمیٰ کے منصب پر مامور تھا۔ لیکن مجلس وزارت میں

کیننگ پیل اور ہسکس

متعدد تبدیلیاں ہوچکی تھیں۔اب ۱۸۲۲ء میں رابرٹ پیل جو ایک پنبہ باف کا بیٹا تھا ناظر داخلہ مقرر ہوا۔کیننگ نے جسکی حکمت عملی ہسپانیہ میں نپولین کی ہزیمت کا باعث ہوئی تھی لارڈ لنڈنڈری کی بجائے نظارت خارجہ کا جایزہ لیا اور اگلے برس ولیم ہسکن جسے پہلے بھی سلطنت کی چھوٹی چھوٹی خدمتیں تفویض ہوچکی تھیں۔مجلس تجارت کا صدرنشین مقرر کیا گیا۔یہ تینوں شخص جاگیردار نہ تھے بلکہ انگلستان کے زبردست طبقہ متوسط سے تعلق رکھتے تھے۔اور اسی لئے اُن کو اچھی طرح معلوم تھا کہ ملک کو کن کن اصلاحات کی ضرورت ہے۔

کیننگ کی خارجہ حکمت عملی

کیننگ کو پٹ سے نسبت تلمذ تھی۔اس کا سب سے بڑا مقصد یہ تھا کہ برطانیہ کے تعلقات دوسرے ممالک کے ساتھ صلح وآشتی پر مبنی ہوں اور ہر قوم آزاد ہوکہ اپنے ملک کے لئے جو طریق حکومت چاہئیے مقرر کرے۔چنانچہ اتحاد مقدس میں حصہ لینے سے اُس نے صاف انکار کردیا۔اور اگرچہ اُسے یونانیوں کے ساتھ جو ترکی سیادت کا جوا اپنے کندھے سے اتار پھینکنے کے لئے ہاتھ پیر مار رہے تھے دلی ہمدردی تھی۔اور جنوبی امریکہ کی نوآبادیہائے

میکسیکو۔ پیرو۔ وچلی کی اُس جدوجہد کو بھی جو
یہ ملک ہسپانیہ کے مقابلہ میں حصول آزادی کے
لئے عمل میں لارہے تھے وہ ہمدردانہ نظروں سے
دیکھتا تھا تاہم کسی ملک کی حکومت اور اُس کی
رعایا کے باہمی جھگڑوں میں پڑنا اُس کے اصول
کے خلاف تھا۔ البتہ جب جنوبی امریکہ والے اب
اپنی کوششوں سے آزاد ہوگئے تو اُس نے اُن کی
آزادانہ سیاسی حیثیت تسلیم کرلی۔اور ان ملکوں میں
برطانوی قونصل بھیج کر اس بات کا اعلان کردیا
کہ انگلستان اس بات کا روادار نہ ہوگا کہ کوئی
غیر قوم ہسپانیہ کو ان ملکوں کے دوبارہ فتح کرلینے
میں مدد دے۔ چند سال بعد ۱۸۲۶ء میں جب
ایک فرانسیسی فوج نے ہسپانیہ کے ساتھ مل کر
پرتگال پر چڑھ دوڑنے کی دھمکی دی اور پرتگیزوں
نے کیننگ سے مدد کی التجا کی تو اس نے فوراً
انگریزی فوجیں روانہ کردیں جسکا اثر یہ ہوا کہ
جنگ ہوتے ہوتے رک گئی۔ عدل و انصاف کے
اسی جذبہ نے جو اُسے ممالک غیر میں
کمزور قوموں کی حمایت پر برانگیختہ کرتا تھا اس
کوشش پر بھی اُسے آمادہ کیا کہ انگلستان کی
رومن کیتھولک آبادی کو اُس کے حقوق عطا کئے

جائیں اور امریکہ میں غلاموں کی مصیبت پہ توجہ کی جائے۔ یہ کوشش اگرچہ ناکام ثابت ہوئی لیکن کیننگ کی نیک نیتی میں کلام نہیں۔

ضابطہ فوجداری کی اصلاح ۱۸۲۲ء لغایت ۱۸۳۰ء

ادھر پیل نے ناظر داخلہ ہونے کی حیثیت سے برطانیہ کے قانون فوجداری کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا۔ یہ قانون نہایت ہی سخت تھا۔ اس کے ہیبت ناک تشدد کا اندازہ اس واقعہ سے کیا جاسکتا ہے کہ دو سو مختلف جرائم کے لئے جن میں سے اکثر بہت ہی خفیف تھے سزائے موت مقرر تھی جعل یا قتل عمد کا مجرم تو خیر قابل دار تھا ہی لیکن کسی بزاز کی دوکان سے کپڑے کا ایک ٹکڑا چرانے یا کسی کے تالاب سے ایک آدھ مچھلی پکڑ لینے کی عملت میں بھی ہر عورت یا مرد سولی پر لٹکایا جاسکتا تھا۔ غرض موت کا بازار ان جابرانہ قوانین کے چلتے ہر وقت گرم رہتا تھا۔ جلاد کو دم لینے کی فرصت نہ تھی بیس بیس پچیس پچیس آدمی ایک ساتھ ایک قطار میں پھانسی پہ چڑھے ہوئے نظر آتے تھے۔ اسی کے ساتھ اکثر ملزم سزا پائے بغیر ہی چھوٹ جاتے تھے۔ اس لئے کہ اہل جوری یعنی عدالتی پنچایتوں کے ارکان اس

خیال ہے کہ ایک خفیف سے جرم کی پاداش میں مجرم کو سزائے موت بھگتنی پڑیگی اکثر صورتوں میں اُسے مجرم ہی نہ قرار دیتے تھے۔ اولی اول سرسیمویل راملی کو ۱۸۰۸ء میں ان ظالمانہ قوانین کی ترمیم کا خیال پیدا ہوا چنانچہ جیب کترنے کی علت میں سزائے موت کا دیا جانا اس کی توجہ سے موقوف ہوگیا۔ اس کے انتقال کے بعد یہ کام سرجیمس میکنتاش نے اپنے ہاتھ میں لیا۔ آخر ۱۸۲۴ء میں پیل نے ایک سو سے زاید خفیف جرایم کو ان جرایم کی فہرست سے خارج کردیا جن کے لئے موت کی انتہائی سزا مقرر تھی اور رفتہ رفتہ قانون زیادہ نرم ہوتا گیا۔

لیکن اہل انگلستان کے حق میں شاید سب سے زیادہ مفید اصلاح جو ہسکسن کی کوششوں سے عمل میں آئی ان قوانین کی ترمیم تھی جنکی وجہ سے ملکی تجارت کو بہت کچھ نقصان پہنچ رہا تھا۔ کرامول کے قانون جہاز رانی (دیکھو صفحہ   ) کی رو سے جو ابھی تک زیر نفاذ تھا مال تجارت کے حمل و نقل کے جملہ حقوق انگریزی جہازوں کو حاصل تھے اور جو مال ممالک غیر کے جہازوں میں لدکر آتا تھا اس پر بڑا بھاری محصول وصول کیا جاتا تھا

یہ ترکیب کچھ دن تو خوب چلی لیکن آخر دوسرے ملکوں نے بھی بدلہ لیا یعنی تمام اُس مال تجارت پر جو انگریزی جہازوں میں بار ہوکر وہاں پہنچا گراں بار محصول لگا دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انگلستان کی تجارتی ترقی ایک بڑی حد تک رک گئی۔ ۱۸۲۳ء میں ہسکسن نے وہ قانون محصول بحری علیٰ سبیل معاوضہ کے نام سے ایک نیا قانون جاری کیا جسکی رو سے

قانون محصول بحری علیٰ سبیل معاوضہ ۱۸۲۳ء

قرار پایا کہ غیر قوموں کے جو جہاز انگریزی بندرگاہوں میں داخل ہوں انکو وہی حقوق دئے جائیں جو انگریزی جہازوں کو حاصل ہیں بشرطیکہ غیر ممالک کی بندرگاہوں میں انگریزی جہازوں کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک ہو۔ ریشم اور اُون کے محصول میں بھی اسنے تخفیف کردی تاکہ اس پیداوار کے فراہم کرنے والوں اور کارخانہ داروں کو یکساں آسانیاں حاصل ہوں۔ اس کے علاوہ اُس نے وہ قوانین بھی منسوخ کرا دئے جن کی رو سے میجسٹریٹوں کو مزدوروں کی شرح اجرت کے مقرر کرنے کا اختیار حاصل تھا اور مزدوروں کو یہ حق حاصل نہ تھا کہ محنت مزدوری کے لئے ملک کے مختلف حصوں میں سفر کرسکیں ہسکسن کو ان تدابیر کے اختیار کرنے

میں بڑی بڑی دقتیں پیش آئیں اس لئے کہ تاجر کارخانہ دار اُون بیچنے والے اور مزدور سب کے سب اس بات کے شاکی تھے کہ فائدہ دوسروں کو ہو اور گھاٹے میں ہم رہے۔ لیکن بالآخر یہ شکایتیں خود بخود جاتی رہیں۔ تاجروں کو پہلے کی بہ نسبت دگنا فائدہ ہونے لگا۔ مزدوروں کی شرح اجرت بمقابلہ سابق بڑھ گئی اور عوام کو مال واجبی قیمت پر ملنے لگا۔

اصلاح قوانین تجارت ۱۸۲۳ء

جنگ کے بعد جب دنیا میں امن قایم ہوا تو انگلستان کی تجارت تمام ممالک خصوصاً جنوبی امریکہ کی نوآزاد شدہ آبادی ہائے برازیل ومیکسیکو کے ساتھ دفعتہً رو بہ ترقی ہوگئی اور جو مفید نتائج ہسکسن کی اصلاحات سے مترتب ہوے تھے اس فوری بیشی سے نقصان اٹھائے بغیر نہ رہے۔ حسب معمول ہر شخص اس زرین موقعہ سے فائدہ اٹھانے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔ مشترکہ سرمایہ کی کمپنیاں جابجا قایم ہوگئیں اور طرح طرح کی سادہ لوحانہ تجاویز پر روپیہ پانی کی طرح بہا دیا گیا۔ مثلاً ایک کمپنی گوالنوں کی اس غرض سے بنائی گئی کہ بیونا س ایرس کے جنگلی ڈھوروں کا دودھ دُہ کر مکھن بنایا جائے۔

تجارتی منصوبہ بازیاں ۱۸۲۵ء

یہ کمن جب تیار ہوکر بازار میں آیا تو کسی نے بھی نہ خریدا۔ قصہ مختصر یہ کہ جو جنون بحر جنوبی والی حبابی کمپنی کے قیام کے وقت لوگوں کے سر پر سوار تھا وہی اب بھی کار فرما تھا۔ ایک سال تک اس کا عمل رہا۔ پھر ردّ عمل شروع ہوا۔ ساٹھ ستّر بینک چھ ہفتے کے اندر اندر دیوالہ نکال گئے۔ لوگوں میں ایک کھلبلی سی پڑ گئی اور یہ عام اقتصادی اضطراب کہیں اس وقت جاکر فرو ہوا۔ جب حکومت نے دارالضرب میں نئے طلائی ساورن ڈیڑھ لاکھ یومیہ کے حساب سے مسکوک کراکر بینک انگلستان کو اس بات پر آمادہ کیا کہ تاجروں کو اُن کے مال کی کفالت پر روپیہ قرض دے دیا جائے۔ انگلستان کے متوسطین اور ادنی درجہ والے اس اقتصادی مد جزر سے بہت پریشان حال ہوے۔ غربا کی نوبت پھر فاقہ کشی تک پہنچ گئی۔ جابجا بلوے ہونے لگے۔ بلوائیوں نے کارخانوں کی کلیں توڑ پھوڑ ڈالیں اور روٹی کا مطالبہ اس بلند آہنگی سے کیا کہ آخر حکومت کو بدرجہ مجبوری قانون کی مقررہ شرح سے کم نرخ پر غیر ملکی اناج درآمد کرنا پڑا۔ اناج کے جو ذخیرے گودیوں میں اس طور پر آکر جمع ہوئے ان کی

خوراک کی قلت
۱۸۲۵ء تا ۱۸۲۶ء

مقدار اگرچہ کافی نہ تھی پھر بھی اس کی وجہ سے جو تھوڑا بہت افاقہ ہوا اس نے لوگوں کو بتادیا کہ غیر ملکی اناج کی بندش محض اس غرض سے کہ کاشتکاروں اور زمینداروں کو فائدہ ہو۔ ایک نہایت ہی بے دردانہ فعل ہے غرض ۱۸۲۸ء میں جب ہسکسن نوآبادیوں کا وزیر تھا ایک نیا قانون جاری کیا گیا جس کی روسے قرار پایا کہ جب غلہ کا بھاؤ چڑھ جائے تو محصول گھٹ جائے اور جب بھاؤ اُتر جائے تو محصول بڑھ جائے۔ تاکہ سقامت ہنگام میں خریداروں کو تکلیف نہ ہو۔ محصول کی یہ گھٹتی بڑھتی شرح "اتار چڑھاؤ" کے اصطلاحی نام سے موسوم ہوئی جس نے آزادی تجارت غلہ کی بنا ڈالی جو کہیں اسی سال کے بعد انگلستان کو پوری طرح سے حاصل ہونے والی تھی۔

محصول غلہ کا اتار چڑھاؤ ۱۸۲۸ء

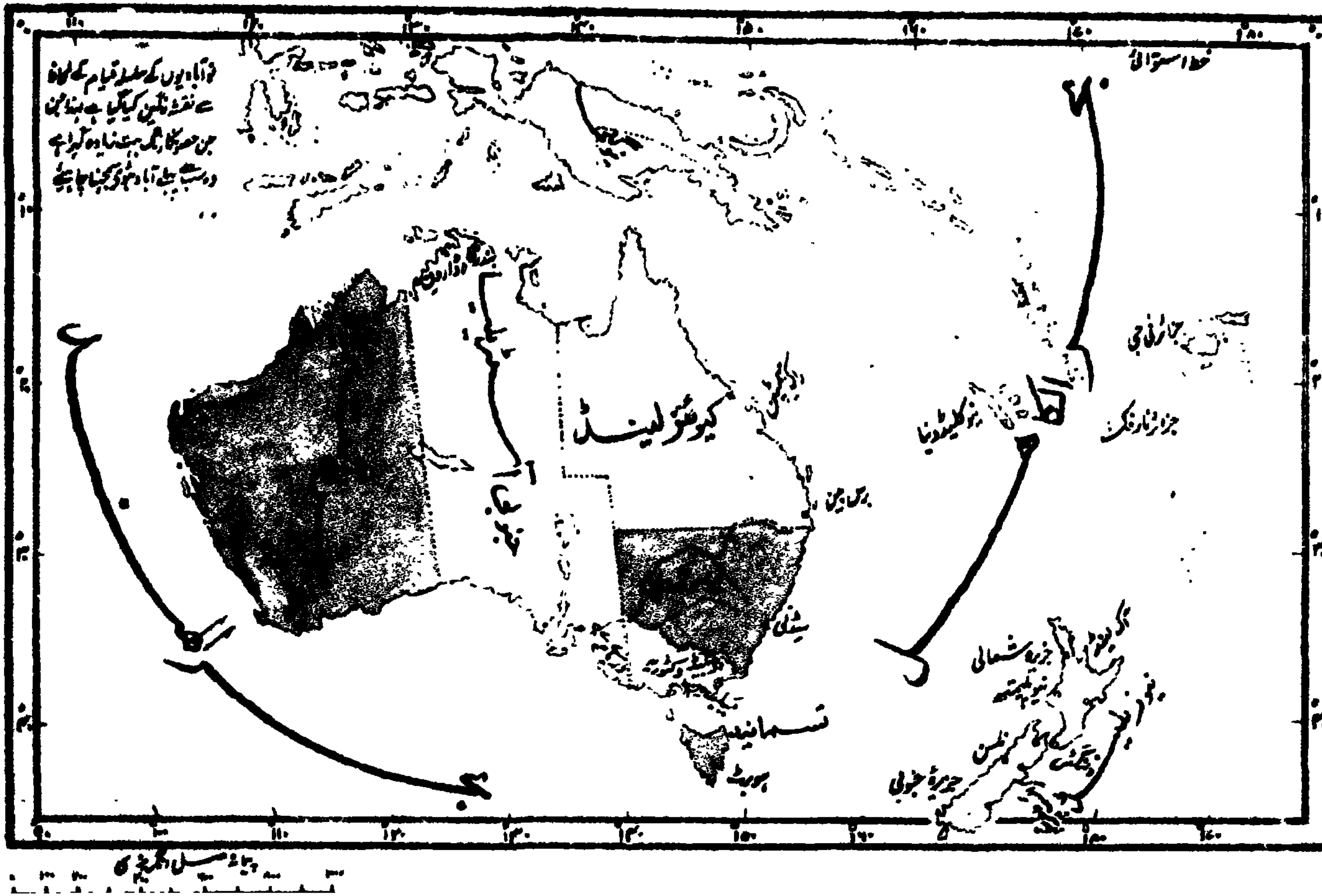
جو سختیاں اہل انگلستان کو اس زمانہ میں برداشت کرنی پڑیں اُن سے ایک اور نہایت ہی اہم نتیجہ مترتب ہوا۔ یعنی مزدوری کی کمیابی اور خوراک کی قلت نے حکومت کو خیال دلایا کہ لوگ نوآبادیوں میں بسائے جائیں۔ انیسویں صدی کے شروع ہی سے مفلس و نادار لوگوں کو وقتاً فوقتاً روپیہ دیا جاتا رہا تاکہ نقل وطن کرکے کناڈا میں جا آباد ہوں

نقل وطن
سنہ ۱۸۲۶ء

اور سنہ ۱۸۲۰ء میں پانچ ہزار زن ومرد کیپ کالونی میں بھیج دیئے گئے تھے۔ اب چونکہ انگلستان کی حالت یہ ہوگئی تھی کہ مزدوری پیشہ لوگ چاہتے تھے کہ انہیں کام ملے مگر نہ ملتا تھا اس لئے نوآبادیوں کی وزارت نے مسئلہ نقل وطن پر توجہ صرف کرنی شروع کی اور ایک خاص سررشتہ اسی غرض سے قایم کیا گیا۔ اول اول اس صیغہ میں بہت کم کام ہوا۔ مگر جب ایک مجلس تحقیقات کے لئے مقرر ہوئی اور اس نے پارلیمنٹ میں اپنی رپورٹ پیش کی تو بہت سے لوگ اپنے خرچ پر نوآبادیوں میں جا بسنے کے لئے آمادہ ہوگئے۔ سنہ ۱۸۲۶ء میں تیرہ ہزار اشخاص گھر بار چھوڑ کر کناڈا کیپ کالونی اور آسٹریلیا میں آباد ہوگئے۔ اور اس کے بعد حالت یہ ہوئی کہ جس سال وطن میں تنگی معاش کے آثار ظاہر ہوے اسی سال نقل وطن کرنے والوں کی تعداد بہت بڑھ گئی۔ اس طور پر سمندر پار ایک ایسا برطانیہ آباد ہونے لگا جس کی عظمت برطانیہ عظمٰی پر بھی فوق لے گئی۔

آسٹریلیا میں نیو ساؤتھ ویلز کی نوآبادی ابھی سے بڑی بارونق ہوچکی تھی۔ اس نوآبادی کے قیام کے واقعات یہ ہیں کہ سنہ ۱۸۰ء میں لفٹنٹ مکارتھر نے مرینونسل کی کچھ بھیڑیں کیپ کالونی میں خرید کر نیو ساؤتھ ویلز کے وسیع وکشادہ قطعات میں اولین آبادکار ہونے کی حیثیت سے جا ڈیرا جمایا۔ سنہ ۱۸۰۹ء میں کرنیل مکویری

نقشہ نمبر ۸ — آسٹریلیشیا — محاذی صفحہ ۸۶۸



نوآبادیات آسٹریلیا کا قیام
۱۸۱۰ء لغایت ۱۸۳۶ء

قیدیوں کی بستی کا گورنر بنا کر بھیجا گیا۔ اُس نے سوچا کہ اس علاقہ میں حکومت کرنے کا اس سے بہتر طریقہ اور کوئی نہیں ہوسکتا کہ جن قیدیوں کا چال چلن اچھا ثابت ہو انہیں آزاد کردیا جائے۔ چنانچہ ایسے رہا شدہ قیدیوں کو اُس نے مضافات شہر سڈنی میں سڑکیں بنانے اور قرب و جوار کے علاقہ کی آبادی کے کام پر لگا دیا۔ ۱۸۲۲ء میں جب وہ انگلستان واپس گیا اور اُس کی جگہ سر ٹامس برسبین مقرر ہوا تو کثیر التعداد آزاد تارکان وطن اُس نوآبادی کو اپنا گھر بنا چکے تھے اس کے بعد ۱۸۲۶ء کا بُرا وقت آیا اور ہزارہا اشخاص وطن چھوڑ کر یہاں چلے آئے۔ نیوساؤتھ ویلز کے شمال کی جانب جو شاداب مرغزار پھیلے ہوئے ہیں ان میں برسبین کی زمانی بستی کے گردا گرد اول اول اسی سال نئی آبادیاں قائم کی گئیں اور اس طور پر وہ نوآبادی وجود میں آئی جو ۱۸۵۹ء میں نیوساؤتھ ویلز سے جدا ہوکر کوئینس لینڈ کہلائی۔ کچھ مدت کے بعد مشرقی آسٹریلیا ایسا خوش حال ہوگیا کہ لوگوں نے صاف کہدیا کہ آیندہ یہاں قیدی نہ لائے جائیں چنانچہ اب وہ مشرقی آسٹریلیا کے بجائے مغربی آسٹریلیا میں بھیجے جانے لگے جو ۱۸۲۹ء میں آباد کیا گیا۔

تھا مگر بد انتظامی کی وجہ سے رونق پذیر نہ ہوا تھا
جارج رابع کے عہد میں یہی آسٹریلیائی نوآبادیاں
قائم ہوئیں۔ البتہ آزاد آباد کار جزیرہ وان ڈیمنس لینڈ
میں جہاں قیدی لاکر رکھے جاتے تھے آ آکر آباد ہونے
لگے۔ یہ جزیرہ اب ٹسمانیا کہلاتا ہے۔ آگے چل کر
ولیم رابع کے عہد کے خاتمہ کے قریب ایک نئی
آبادی جنوبی آسٹریلیا کے نام سے قائم ہونی شروع
ہوئی۔ اور اُس کا پائے تخت ولیم رابع کی ملکہ کے
نام پر ایڈی لیڈ رکھا گیا۔ اس کے بعد ۱۸۳۵ء میں
کچھ لوگ پورٹ فلپ کے ساحل پر آباد ہو گئے
اور انہوں نے اپنے پہلے شہر کا نام اس زمانہ کے
وزیر اعظم کے نام کی مناسبت سے ملبورن تجویز کیا
۱۸۵۱ء میں یہ نوآبادی نیو ساؤتھ ویلز سے جدا ہو کر
ملکہ معظمہ کے نام پر وکٹوریا کہلائی۔ ۱۸۲۶ء کے
پر آشوب سال میں آسٹریلیا کی ان نوآبادیوں کا جو
سب سے اول قائم ہوئیں ابھی ابتدائی دور تھا
لیکن اس سال کی اقتصادی سختیوں اور صعوبتوں
نے بہت سے لوگوں کو قسمت آزمانے کے لئے
نئی سرزمینوں میں بھیج دیا جہاں محنت کا بہتر معاوضہ
ملتا تھا۔

۱۸۲۷ء میں لارڈ لورپول جو پندرہ سال سے وزارت عظمیٰ

کے منصب پر مامور چلا آتا تھا رعشہ میں مبتلا

کیننگ کی وفات ۱۸۲۷ء

ہوکر مستعفی ہوگیا وہ کوئی غیرمعمولی دل و دماغ رکھنے والا مدبر نہ تھا لیکن قابل اور دور اندیش ضرور تھا۔ اسکے جانشین کیننگ کی ذات سے لوگوں کو بڑی بڑی توقعات تھیں لیکن وہ بھی بیمار ہوکر ۸ اگست ۱۸۲۷ء کو انتقال کر گیا۔ اور لارڈ گاڈرچ کی وزارت کے بعد جو بیچ میں ایک قلیل عرصہ کے لئے برسر اقتدار ہوی قلمدان وزارت امیر کبیر ولنگٹن کے قبضہ میں آیا۔ اگر یہ انتظام چند سال قبل ہوا ہوتا تو ملک کے لئے بہت بڑی خرابی کا باعث تھا اس لئے کہ ولنگٹن سپاہیانہ قابلیت رکھتا تھا مدبرانہ اوصاف سے متصف

ولنگٹن کی وزارت ۱۸۲۸ء لغایت ۱۸۳۰ء

نہ تھا۔ اس کے بس کی بات ہوتی تو وہ پارلیمنٹ پر بھی فوج کی طرح حکومت کرتا لیکن کیننگ اگرچہ گزر چکا تھا پھر بھی آزادی اور انصاف کی وہ روح جو کسی کے دبائے نہ دبتی تھی اسکی یادگار باقی تھی۔ چنانچہ ولنگٹن کے عہد وزارت میں دو اہم تجاویز خود ولنگٹن کی مرضی کے خلاف منظور ہوہی گئیں۔ اول تو ۱۸۲۸ء میں سرجان رسل کی تحریک پر ۱۶۶۱ء اور ۱۶۷۳ء کے وہ سخت قوانین منسوخ کردئے گئے جن کے بموجب کلیسائے انگلستان

کے مروجہ عقائد سے اختلاف رکھنے والوں کو ہرسال خاص قانونی منظوری حاصل کئے بغیر کسی سرکاری خدمت پر مامور ہونے کا حق حاصل نہ تھا۔ دوسرا بڑا مرحلہ "قانون آزادی جماعت کیتھولک" کا نفاذ تھا۔ ۱۸۱۷ء سے فرقہ کیتھولک کے پیروؤں کو فوجی اور بحری ضیغوں میں داخل ہونے کی اجازت ملنے لگی تھی۔ ہر شخص اچھی طرح جانتا تھا کہ اس جماعت کو پارلیمنٹ میں داخل ہونے سے زیادہ دنوں روکنا خارج از امکان ہے۔ دارالعوام میں دو مسودات قانون منظور ہو بھی گئے۔ کہ کیتھولکوں کو پارلیمنٹ کی رکنیت کا حق حاصل ہوگا۔ لیکن جب یہ مسودات دارالامرا میں بغرض توثیق پیش ہوئے تو مسترد کردئے گئے۔

انجمن فرقہ کیتھولک ۱۸۲۳ء

کیتھولک فرقہ کی ایک تعداد کثیر آئرش نسل سے تھی۔ اور ان لوگوں نے اپنے حقوق کے تحفظ کے لئے ۱۸۲۳ء میں انجمن فرقہ کیتھولک کے نام سے ایک انجمن بھی آئرلینڈ میں قائم کرلی تھی۔ ڈینیئل اوکانل جو ایک ذہین و فطین اور فصیح و بلیغ بیرسٹر تھا اس انجمن کا صدر تھا۔ لیکن انجمن اور آرنجی فرقہ کے درمیان ایسا سخت جھگڑا اٹھ کھڑا ہوا۔ کہ ۱۸۲۵ء میں انجمن تین سال کے لئے حکماً بند کردی گئی اور اگرچہ سرفرانس

برڈٹ نے ایک اور مسودہ قانون کیتھولک فرقہ کی تکالیف کے دور کرنے کی غرض سے دارالعوام میں پیش کرکے منظور کرالیا لیکن دارالامرا نے حسب معمول اُسے پھر خارج کردیا اور کوئی بات بننے نہ پائی۔ آخر جب ۱۸۲۷ء میں کیننگ کا انتقال ہوا تو اہل آئرلینڈ جنہیں معلوم تھا کہ ولنگٹن اور پیل

اوکانل کا انتخاب ۱۸۲۸ء

دونوں کے دونوں کیتھولک فرقہ کی آزادی کے مخالف ہیں، بہت ہی مضطرب ہوئے ماہ جون ۱۸۲۸ء میں ایک جماعت کثیر کی اتفاق رائے سے اوکانل حلقہ کلیر کا نمائندہ منتخب ہوا کیتھولک ہونے کی وجہ سے پارلیمنٹ کے اجلاس میں اُسکی شرکت اگرچہ ممنوع تھی لیکن حکومت انگلستان اس بات کو بخوبی جانتی تھی کہ اُدکانل اسی طرح بار بار منتخب ہوسکیگا اور اس کے علاوہ وہ اپنے ہموطنوں کو آمادہ کرلیگا کہ آئرلینڈ کے دوسرے حصوں میں بھی ایسے ہی نمائندوں کا انتخاب کریں جو مذہباً کیتھولک ہوں۔

اب اس مسئلہ کا زیادہ دنوں کھٹائی میں پڑا رہنا مشکل تھا۔پارلیمنٹ میں کئی مہینے اُسپر بحث ہوتی رہی۔اور آخر جب ۵۔مارچ ۱۸۲۹ء کو دارالعوام

قانون آزادی فرقہ کیتھولک ۱۸۲۹ء

میں مسودہ قانون آزادی فرقہ کیتھولک پھر منظور ہوا تو اعضائے دارالامرانے بھی مخالفت چھوڑدی۔اس قانونکے اجراء سے وہ سختیاں اُٹھ گئیں جو فرقہ کیتھولک مدت دراز سے سہتا چلا آتا تھا۔اوراگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان سختیونکی بڑی وجہ جیمز ثانی کی یہ کوشش تھی کہ انگلستان کو جبراً

قانون آزادی فرقہ کیتھولک ۱۸۲۹ء

رومن کیتھولک بنا دیا جائے جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ رومن کیتھولک عقیدہ کے لوگوں کو انگریزوں کی قوم عداوت کی نظر سے دیکھنے لگی۔ چند سال بعد ۱۸۳۳ء میں ایک اور قانون کا نفاذ عمل میں آیا جس کی رو سے فرقہ کویکر اور دوسری جماعتیں جن کے نزدیک حلف اٹھانا معیوب تھا اس قابل ہوگئیں کہ مجرد اقرار پر اکتفا کریں لیکن پوری اصلاح کہیں ۱۸۵۸ء میں جاکر ہوئی یعنی حلف کی نوعیت میں اس حد تک ترمیم کردی گئی کہ یہودی بھی پارلیمنٹ کی رکنیت کے قابل ہوگئے۔

قانون آزادی فرقہ کیتھولک کے نافذ ہوتے ہی اوکانل حلقہ کلیر کی طرف سے مکرر منتخب ہوکر پارلیمنٹ کے اجلاس میں شریک ہوا۔ لیکن اپنی قوم کی آزادی کے بارہ میں اُس کا منتہائے نظر زیادہ وسیع تھا۔ اُس کا خیال تھا کہ برطانیہ اور آئرلینڈ کا سیاسی اتحاد بھی قانوناً منسوخ کرایا جاسکتا ہے چنانچہ اسی غرض سے اُس نے ایک بےسود جدوجہد شروع کی جس نے اُس کی زندگی کے آخری دن تلخ کردئے۔ ۱۵۔ مئی ۱۸۴۷ء کو اُس نے وفات پائی اور اپنے پیچھے ایک ایسا نام چھوڑتا گیا جس کا احترام واجب ہے۔ اپنے متبعین کو وہ ہمیشہ اسی اصول کی تلقین کرتا رہا کہ قانون رایج الوقت کی ترمیم کی کوشش کرنے میں بھی انسان پر لازم ہے کہ اس کا ادب کرے۔

ولیم چہارم

۱۸۳۰ء سے ۱۸۳۷ء تک

اگرچہ جارج چہارم کی موت ۱۸۳۰ء کے جون میں واقع ہوی لیکن اُس کے سبب سے امور سلطنت میں زیادہ تغیر نہیں ہوا بجز اِس کے کہ اُسکا بھائی ولیم چہارم اُسکی جگہ نظر آنے لگا "جسکے مزاج میں سادگی اور ظرافت تھی اور فن ملاحی کا دلدادہ تھا، لندن کے گلی کوچون میں بغل میں چھتری دبائے پھرا کرتا اور جب قدیم آشناؤن سے آنکھیں چار ہوتیں تو نہایت ولیم چہارم کے خصایل اتپاک سے مصافحہ کرتا تھا" اِنہی اوصاف کے سبب سے اُسنے قوم کے دل میں جگہ پیدا کرلی تھی۔ ملک کی خوش قسمتی تھی کہ ایسے نازک وقت میں ایسا ہردلعزیز بادشاہ سریر آرائے سلطنت ہوا کیونکہ اُندنون فرانس میں وہان کے بادشاہ چارلس دہم کے خلاف ایک جدید انقلاب شروع ہوگیا تھا۔ اور فرانسیسی اس بادشاہ کی خود مختاری پامال کرنا چاہتے تھے بالآخر چارلس سلطنت سے دست بردار ہوکر انگلستان میں پناہ گزین

فرانس کا دوسرا انقلاب ۱۸۳۰ء

ہوا۔ اور بیلیم نے اُس کو قصرہولی رُوڈمیں ٹھہرا کر اپنی ہمدردی و مہمان نوازی کا ثبوت دیا۔ اہل فرانس نے چارلس کے بعد اُس کے چچا کے فرزند لوئی فلپ کو جو اُورلینس کا ڈیوک تھا اپنا سپہ‌لار مقرر کیا پھر شاہی بھی اُسی کو دی۔ اُسی اثنا میں بیلجیم اور ہالینڈ میں چھڑ گئی جس وجہ سے اس واقعہ کے دوسال بعد بیلجیم والوں نے سیکس کوبرگ کے شہزادہ لیوپولڈ کو جو شہزادی شارلیٹ متوفاۃ کا شوہر تھا بادشاہی کے لئے منتخب کرلیا۔

دوسری قوموں کی ہل چل کا آخرکار برطانیوں پر اثر پڑا۔ یہاں پارلیمنٹ کی اصلاح کے متعلق پھر چیخ پکار شروع ہوگئی۔ اسمیں شک نہیں کہ اہل برطانیہ کی خواہشیں سچی اور قابل لحاظ تھیں۔ برنگھم، مینچسٹر اور لیڈز جیسے بڑے شہروں کی پارلیمنٹ میں مطلقاً نیابت نہیں ہوتی تھی۔ اگرچہ ان شہروں کی آبادی میں روز افزون ترقی ہورہی تھی لیکن مجلس مذکور میں اُس جمہور خلایق کیجانب سے جو اُن میں رہتی تھی نہ تو کوئی گفتگو کرنیوالا تھا اور نہ ایسا شخص جو اُس کو توجہ دلاتا کہ اُن باشندگانِ بلاد کو کن قوانین کی ضرورت ہے۔ اِس کے برعکس سبزہ زاروں اور جنگلوں کے مالکوں کو جن کے علاقوں میں معدودے چند قریئے کہیں کہیں واقع ہوے تھے نو دس چھوٹے چھوٹے شہروں پر اختیار

حاصل ہوگیا تھا۔ یہ لوگ ان قریوں کے لئے جس شخص کو چاہتے نائب مقرر کرکے پارلیمنٹ میں روانہ کرسکتے تھے ان خرابیون کے باوجود ویلنگٹن اپنے خیال پر اڑا ہوا تھا۔ اصلاح کی ضرورت پر اُسے کوئی قائل نہیں کرسکتا تھا۔ اب بھی وہ مسودۂ اصلاح کے خلاف ہی میں تقریر کرتا تھا اس لئے قوم

ویلنگٹن کا مستعفی ہونا۔ ۱۶۔ نومبر ۱۸۳۰ء

اُس سے بے انتہا بدظن ہوگئی اور تنفر کی نوبت یہان تک پہنچی کہ ایک مرتبہ بادشاہ گنڈلون لندن آنا اور ویلنگٹن کو ہمراہ رکاب رکھنا چاہتا تھا لیکن راستہ میں کسی زبردست و موزوں بدرقہ کے بغیر ڈیوک مذکور کی حفاظتِ جان نہیں ہوسکتی تھی اس لئے بادشاہ کو اپنا عزمِ سفر ملتوی کرنا پڑا۔ لیکن جب بادشاہون کے بدلنے پر انتخاب عمل میں آکر جدید پارلیمنٹ کا انعقاد ہوا تو ملک نے کثرت سے اُسمیں حامیانِ اصلاح کو روانہ کیا اور چونکہ خود ولیم چہارم اِن مصلحین کا علانیہ طرفدار ہوگیا تھا اسلئے ویلنگٹن کو مستعفی ہونا پڑا۔ اُس کا حکومت سے دست بردار ہوناہی تھا کہ قوم پھر اُس کی قدردان بنگئی وہ اپنے "اُولوالعزم ڈیوک" کی یادگار زمانہ فتوحات کو کبھی بھلا نہیں سکتی تھی اور اگرچہ انگریزون کے دلوںپر ویلنگٹن کی جرات و پامردی کا سکہ بیٹھا ہوا تھا لیکن اُس کے اصولِ سیاست سے اُنہیں اختلاف تھا۔ اس کے بعد بھی وہ اور بائیس سال یعنے ۱۸۵۲ء تک زندہ رہا اور اُس کی ہردلعزیزی کی یہ کیفیت تھی کہ اکثر لوگ جنھوں نے

اسے واٹرلو کی مہم سرکرتے ہوئے نہیں دیکھا تھا اب اُس کے خمیدہ ڈھانچے کو جب وہ باغ (ہائیڈپارک) میں گھوڑے پر ہواخوری کی غرض سے نکلتا ٹکٹکی باندھکر دیکھتے تھے اور بہت سے اسکو اسی ہیئت سے پہنچاتے تھے اُسکی وفات پر کل قوم نے اُس کا ماتم کیا اور جو اعزاز و احترام اُسکے جنازہ کا کیا گیا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مادرِ برطانیہ اپنے سپوت بچوں کی کسقدر قدردان ہے۔

لارڈ گرے کی وزارت ۱۸۳۰ء سے ۱۸۳۴ء تک

۱۸۳۰ء میں جدید حکومت قایم کرنیکی نسبت بادشاہ کا فرمان لارڈ گرے کو پہنچا یہ وہی شخص ہے جو گذشتہ چالیس سال سے پارلیمنٹ کی اصلاح کی ضرورت قوم کے ذہن نشین کر رہا تھا۔ موقع پاتے ہی اُس نے اپنے ہم خیال شرکا انتخاب کئے چونکہ یہ لوگ اصلاح کے سچے حامی تھے اور حصول مُدعا کے لئے انہوں نے بے حد جان فشانیاں کی ہیں اس لئے ابھی تک ہمارے کان اِن بہی خواہانِ قوم کے ناموں سے آشنا ہیں۔ کون ہے جو لارڈ بروہام، لارڈ میل بورن، لارڈ پالمرسٹن، لارڈ جان رسل، آنریبل مسٹر اسٹنلی جو من بعد لارڈ ڈاربی ہوا اور لارڈ لینسڈون کے اسمائے گرامی سے واقف نہیں۔ اِن قومی رہنماؤں کے کاروان کو گذرے ہوئے زیادہ زمانہ نہیں گزرا۔ اسطرح کی وزارت مرتب ہونے پر بھی حکومت مذکور کو کامل ایک سال تک مخالفینِ اصلاح کا سخت مقابلہ کرنا پڑا چنانچہ لارڈ جان رسل نے

پہلا مسودۂ اصلاح یکم مارچ ۱۸۳۱ء کو پیش کیا تھا لیکن اُسکی مخالفت پر اسقدر زور دیا گیا کہ مسودۂ مذکور صرف ایک رائے کی کثرت (یعنے ۳۰۲ بمقابلہ ۳۰۱) سے منظور ہوا۔ اور جب وہی مسودہ بعد ازین کمیٹی (جہان مسودہ کے ہرجزو اور فقرہ اور لفظ لفظ پر بحث ہوتی ہے) کے سپرد کیا گیا تو شکستِ فاش نصیب ہوئی۔ اس لئے وزارت مذکور نے بادشاہ کو پارلیمنٹ کے برخاست کردینے کا مشورہ دیا تاکہ انتخاب جدید کے ذریعہ سے ملک کو اپنی خواہش ظاہر کرنیکا موقع مل سکے۔

قوم کا مقصود تو آشکارا ہی تھا یعنے پارلیمنٹ کی اصلاح۔ امرا پادری اور افواج بری و بحری اُس کی مخالفت پر تلے ہوئے تھے لیکن کاریگر، مزدورپیشہ لوگ، اہل صنعت و حرفت، متوسطین کا تعلیم یافتہ طبقہ اور باشندگانِ بلاد جنکو اپنے نائب پارلیمنٹ میں روانہ کرنیکی شدید ضرورت تھی اصلاح کے موید تھے اُن کے اضطراب و جوش کی حد نہ تھی، انتخاب کے زمانہ میں ہر ایک سمت سے یہی آوازین سنائی دیتی تھیں "مسودہ پورا بجز اُسکے ہم مانگنگے نہیں" اس انتخاب میں اس کثرت سے مصلین منتخب کئے گئے تھے کہ جب ۲۔ ستمبر ۱۸۳۱ء کو بیت العوام میں دوسرا مسودۂ اصلاح پیش ہوا ہے تو ۱۰۹ (۳۴۵ بمقابلہ ۲۳۶) آرا کے غلبہ سے منظور ہوگیا۔ لیکن جب لارڈ گرے نے اُسی مسودہ کو دارالامرا میں پیش کیا تو وہ نامنظور ہوا۔

دارالامرا کی اس حرکت سے تمام قوم برہم ہوگئی، ملک

کے ہر حصہ میں حکومت کی تائید میں جلسے منعقد ہونے لگے اور لوگوں نے ناراضی و نفرت کا اظہار شروع کردیا چنانچہ برمنگھم کے ایک بہت بڑے جلسہ میں مقررین نے علی الاعلان کہدیا کہ جبتک اُمرا اپنی مخالفت سے باز نہ آئیں ہم محصول نہیں ادا کرینگے۔ یہی نہیں بلکہ ڈاربی، ناٹنگھم اور برسٹل میں موثر و اندیشناک شورش و فساد برپا ہوا۔ لوگ خایف تھے کہ کہیں کوئی خوفناک انقلاب نہ ہو جائے۔ جب دسمبر میں پارلیمنٹ کا اجلاس ہوا تو اُسکے ارکان کے چہرے اُداس نظر آرہے تھے اور تھوڑی سی ترمیم کے بعد جب ۱۸ دسمبر کو تیسرے مسودہ کے پیش ہونیکی نوبت آئی تو وہ ۱۶۲ آرا کے غلبہ سے منظور ہوگیا لیکن اسپر بھی جب دارالامرا میں مسودۂ مذکور کو کمیٹی میں ۳۵ آرا کی مخالفت سے شکست ہوی تو لارڈ گرے نے بادشاہ سے درخواست کی کہ وہ امرا کو دھمکی دے کہ اگر مسودۂ اصلاح منظور نہوگا تو میں جدید امرا بناکر مجلس مذکور میں داخل کرونگا جسکے سبب سے وہ تمہاری مخالفت توڑ سکینگے۔ اگرچہ بادشاہ نے یہ مشورہ قبول کرنے سے شروع میں انکار کردیا تھا لیکن چونکہ ولنگٹن سے وزارت کی ترتیب نہوسکی لارڈ گرے کے ہی ہاتھ میدان رہا۔ جب امرا کو معلوم ہوگیا کہ بادشاہ لارڈ گرے کے مشورہ پر عمل کریگا تو انمیں کے ایسے چند ارکان جو اصلاح کی حمایت کو جرم خیال کرتے تھے مسودہ کے دوبارہ پیش ہونیکے موقع پر دارالامرا

سے غایب ہوگئے اس طرح دارالامرا میں بھی بالآخر مسودۂ مذکور ۸۴ آرا (۱۰۶ کے مقابلہ میں ۲۲) کے غلبہ سے منظور ہوگیا۔

اس مسودہ کی رو سے اٹھاون چھوٹے شہرون کا حق نیابت جہان سے مشترکاً ۱۱۳ نمایندے روانہ ہوتے تھے یک لخت سلب ہوگیا اور اس قسم کے دوسرے تیس (۳۰) شہرون کے لئے بجائے ۲ نمایندے فی شہر ایک نمایندہ مقرر ہوا۔

اثراتِ مسودۂ اصلاح

اسطرح جو ۱۴۳ نمایندون کی جائدادین خالی ہوئیں اُنیں کی اکثر انگلستان کے اضلاع اور بڑے شہرون کو مل گئیں اور باقی جائدادون کے مالک اسکاٹ لینڈ اور آیرلینڈ بن گئے۔ چونکہ قانونِ مذکور کی بدولت قوم کا کثیر حصہ جو سابق میں محروم تھا اب حق رائے زنی سے مستفید ہوا اس لئے طبقۂ متوسلین کو وضع قوانین پر پہلے سے زیادہ اختیار حاصل ہوا، اور ۱۸۳۳ء کی جدید پارلیمنٹ میں سابق سے زیادہ انصاف کیساتھ قوم کی نیابت ہوی لیکن افسوس ہے کہ اصلاح کی ضرورت کو تسلیم کرنیکے بعد بھی مدتون اُسکی منظوری دینے میں حکومت تساہل کرتی رہی اور بیضرورت اُس معاملہ کو طول دیا گیا۔ اس طرح لیت ولعل کرنیکا نتیجہ یہ ہوا کہ قوم نے اپنی خواہشون کے منوانے کے لئے غوغا اور شورش سے کام نکالنا سیکھ لیا اور اُسوقت کے دنگہ فساد کے بُرے اثرات ابھی تک باقی ہیں۔ اسی اصلاح کی جنگ کے زمانہ میں

کنزرویٹف، لبرل اور ریڈیکل اصطلاحات کا مفہوم

کنزرویٹف (قدامت پسند) اور لبرل (حریت پسند) ناموںکا وجود ہوا۔ جو لوگ قدیم روایات و خیالات کی پابندی کرنا چاہتے تھے وہ پہلے نام سے ملقب اور جن لوگوںکو قوم کی خواہشوں کی تکمیل منظور تھی وہ دوسرے نام سے مخاطب ہوئے۔ بہر حال قدیم ٹوری اور وِگ نام بدل کر سیاسی دو بڑے فرقوں کے اس جنگ کے زمانہ سے کنزرویٹف اور لبرل نام قرار پاگئے۔ لیکن لفظ ریڈیکل (Radical) متعلق بہ بیخ وبن یعنے انتہائی) کا اطلاق اسکے بہت پہلے ۱۸۱۹ء سے جبکہ ملک میں جنگ نپولین کے بعد گرانی وغیرہ کے سبب سے ہنگامے ہورہے تھے اور آفت برپا تھی اُن ارکان پارلیمنٹ پر ہورہا تھا جو ہرایک بات کی تہہ کو پہنچ کر اُس میں کامل یعنے انتہا درجہ کی اصلاح کرنا چاہتے تھے۔ اس کے بعد پانچ سال تک باستثنا پانچ مہینوں کے از نومبر ۱۸۳۴ء تا اپریل ۱۸۳۵ء جبکہ سررابرٹ پیل کی ماتحتی میں کنزرویٹف حکومت کا دور رہا پارلیمنٹ میں لبرل فرقہ کو کامل اقتدار حاصل رہا اِس مدت [illegible] میں اکثر مفید اصلاحات کی جو اس کے قبل پارلیمنٹ میں پیش ہوچکے تھے تکمیل ہوی جس مہم کے سرکرنے میں ولبرفورس (Wilberforce) ایک مدت سے مصروف تھا وہ بالآخر ۳۰۔ اگست ۱۸۳۳ء کو بفتح و ظفر انجام کو پہنچی اُس دن ایسا قانون منظور ہوا جسکے سبب سے کل برطانوی

ممالک محروسہ سے غلامی منسوخ ہوی اور اُس کے ایک سال بعد یعنے ۳۱۔ اگسٹ ۱۸۳۳ء کو دنیا کے جس جس حصہ میں برطانوی رعایا مقیم تھی وہان وہان اُس کے کنیز و غلام آزاد ہوگئے۔ اسپر بھی بعض غلامون کا اُن کے مالکون کے ساتھ ۱۸۳۹ء تک اُستاد و شاگرد کا تعلق رہا ہے۔ اگرچہ ولبر فورس چوہتّر سال کا ہوچکا تھا لیکن قسمت نے یاوری کی کہ قانونِ تنسیخ غلامی کی دوسری قرأت کی منظوری کی خبر وہ سُن سکا اور اپنی کوشش کے بارآور ہونیکے سبب سے وہ شکرگزار دنیا سے اُٹھا۔ اِس قانون کے سبب سے غلامون کے جن مالکون کو نقصان پہنچا تھا برطانوی قوم نے اُنکو اُس کا بیس ملین پونڈ معاوضہ اداکیا۔ اگرچہ قوم کو خسارہ اٹھانا پڑا لیکن یہ رقم کار خیر میں صرف ہوی۔

اُسی سال، ۱۸۳۳ء میں لارڈ ایشلے جس کو بعد ازان لارڈ شیافٹس بری کا خطاب ملا بعض قوانین کے منظور و اجرا کرانے میں کامیاب ہوا۔ اِن قوانین کی روسے اُن بچون کی حفاظت ہوی جو کارخانون میں تمام تمام دن مزدوری پہ کام کرتے تھے اور محنت شاقہ اور مالکون کی بدسلوکی کے سبب سے جنکی صحت اور نمو میں خرابی ہوتی تھی۔ اسی سال سب سے پہلے سرکار سے اُن مدرسون کو رقمی امداد دی گئی جو غربا کے بچون کی تعلیم کے لئے جاری ہوئے تھے۔ اسیطرح آئرلینڈ کے تعلیمی کامون

قوانین کارخانجات و تعلیم

کے لئے ۱۸۳۱ء میں تیس ہزار پونڈ کی منظوری دی گئی۔ اسی سال ہند مشرقی سے تجارت کرنے کی دنیا کے کل تجار کو اجازت ہوی۔ ۱۸۳۴ء میں سابق کے قانون مفلسین میں تبدیل کی گئی لیکن یہ ترمیم بھی ضرورت سے پہلے عمل میں نہیں آئی۔ قدیم قانون مفلسین، قوم کی زیرباری کا سبب بنگیا تھا جو لوگ عمداً کام کرنا نہیں چاہتے تھے وہ اس قانون سے فائدہ اٹھاتے تھے اور قانون انکی مدد کرتا تھا۔ جو مزدور اور کاریگر وغیرہ کہ کفایت شعار اور محنتی تھے اور اپنے زور بازو سے اپنا پیٹ پاتے تھے انکی آمدنی سے دوسرے

جدید قانون مفلسین ۱۸۳۴ء

کاہل سست اور بے حمیت لوگ پرورش پاتے تھے جدید قانون مفلسین کی رُو سے انگلستان کے ہر حصہ میں محتاج خانون کا قایم کرنا قرار پایا اور جو لوگ کہ اپنی اور اپنے اہل و عیال کی پرورش نہیں کرسکتے تھے اُن کو اِن محتاج خانون میں رہنا لازم ہوا بجز کسی خاص معقول وجہ کے جس صورت میں ایسے مفلس آدمیون کو اپنے گھرون میں رہکر امداد پانیکی اجازت ملی تھی۔ اس تبدیل کی بدولت محصول مفلسین کی شرح بھی کم ہوی، شرح اجرت میں اضافہ ہوا اور مزدور پیشہ لوگون کی حالت درست ہوگئی اُس زمانہ سے محتاجون کی تعداد میں بتدریج کمی واقع ہورہی ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ پچاس برس قبل جو نسبت محتاجون کی آبادی ملک سے تھی اب اُسکی نصف بھی نہیں رہی۔

لارڈ میل بورن کے عہد وزارت ۱۸۳۵ء میں حکومتِ بلاد کی اصلاح ہوی جسکے سبب سے محصول ادا کرنیوالوں کو اختیار ملا کہ آیندہ سے مے یر (میربلد) اور آلڈرمین (شرکاء میربلد) کو وہ انتخاب کریں اور قومی روپیہ کے مصارف کے حسابات کی اشاعت مجالس بلدی پر لازم قرار دی گئی۔ ۱۸۳۶ء میں اس امر کی نسبت قانون بنا کہ ملک میں جو ولادتین، اموات اور شادیان واقع ہوں انکا اندراج ناظم اندراجات کے دفتر میں ہونا چاہئے اس کے ساتھ ہی ڈسنٹر لوگوں کو یعنے جنکو مذہب پروٹسٹنٹ سے انحراف ہو اپنے گرجاؤں میں یا اپنے ضلع کے ناظم اندراجات کے روبرو رسم نکاح ادا کرنیکی اجازت مل گئی۔ جبکہ پارلیمنٹ میں ان کل اصلاحات کی تقدیم اور تکمیل ہورہی تھی وضع قوانین کے دائرہ کے باہر بھی دوسرے امور و ادارات میں قوم کی ترقی جاری رہی۔ ۱۸۱۶ء میں یعنے جنگ واٹرلو کے ایک ہی سال کے بعد لندن میں پہلی مرتبہ گیس کی روشنی ہوی۔ اسکے سبب سے وہان کے راستون میں جو لوٹ مار ہوتی تھی وہ موقوف ہوی۔ سولی پر چڑھانے کی سخت سزا سے ان جرایم کا اسقدر انسداد نہیں ہوا تھا جسقدر اس روشنی کے طریقہ نے انکا سدباب کردیا اور جب سر رابرٹ پیل نے ۱۸۲۹ء میں قدیم نگہبانوں

اصلاح بلدی ۱۸۳۵ء

گیس کی روشنی اور کوتوالی

کو برطرف کرکے جوانان کوتوالی کو مقرر کیا (جو اُس کے نام کی مناسبت سے پیلرز اور بابیز (Peelers & Bobies) کہلاتے ہیں شہروں کی سڑکیں خواہ روز ہو کہ شب پہلے سے زیادہ مامون و محفوظ ہوگئیں۔ اسطرح اسکاٹ لینڈ کے ایک اندھے آدمی کے مشورہ کی بدولت جس کا نام میک آیڈم (Mac Adam) تھا۔ ممالک انگلستان اور اسکاٹ لینڈ کی کُل شاہ راہوں اور بڑی سڑکوں کو بتدریج ترقی دی گئی۔ اس جدید طریقہ کی سڑکون پر زمین کھود کر مساوی المقدار پتھر کے ٹکڑے بچھائے جاتے ہیں جس کے سبب سے ایسے میکاڈمایزڈ (Macadamized) راستون پر ڈاک اور مسافر گاڑیان (Coaches) جو اُس کے قبل مثل چھکڑون کے لڑکھڑاتی ہوی نہایت سُست چلتی تھیں گھنٹہ میں دس بارہ میل کی مسافت طے کرنے لگین علاوہ برین مال گاڑیون کے پاےئے بھی کیچڑ اور دلدل میں اُترنے اور پھنس جانے سے محفوظ ہوگئے۔ انگلستان کی بڑی ریلون میں سب سے پہلے لیورپول اور مینچسٹر کے درمیان ریل بنائی گئی ہے۔ اسکی کامیابی کا سہرہ جارج اسٹفین سن کے سرہے جو ایک مفلس معدن میں کام کرنیوالے مزدور کا فرزند تھا۔ کمال نے اسکو ایک نامی وگرامی انجینیر بنا دیا اور اِس میدان میں بھی

میکاڈمایزڈ سڑکین

لیورپُول اور مینچسٹر ریلوے کا افتتاح

سب پر بازی لیگیا۔ اُس نے ایک چلنے والا انجن بنایا جو ریل گاڑی کو ۳۵ میل فی ساعت کے حساب سے کھینچ لیجاتا تھا۔یہی نہیں بلکہ وہ ایک مشہور دلدل مسمی چیٹ ماس پر ریل کی پٹریان بچھانے اور عبور کرنے میں کامیاب ہوا لیکن جس روز کہ اس ریل کا افتتاح ہوا اُسکی خوشی و عظمت ایک اندوہ ناک حادثہ کے سبب سے مبدّل بہ رنج و الم ہوی۔ ہسکی سن جسکی کوشش سے انگریزی تجارت کو فروغ حاصل ہوا ڈیوک آف ولنگٹن سے جس سے ملاقات نکرکے بہت عرصہ ہوا تھا ملنے کے لئے اپنے سیلون سے اُترا اور جب وہ ڈیوک کی گاڑی کے دروازہ کے پاس کھڑا ہوا اُس سے باتین کر رہا تھا، ایک دوسری ریل گاڑی دفعتہً چلی آئی اور یہ اسمیں کچل گیا اور بھینٹ چڑھ گیا۔ اگرچہ اس آفت ناگہانی کی موت نے قوم کے مطلع انبساط کو غبار آلود کردیا لیکن جو فائدہ عظیم اِس ریل کی بدولت اُس روز ملک کو پہنچا اُس کے مقابلہ میں خود ہسکی سن اگر اس سے دریافت کیا جاتا تو اپنی جان عزیز نہ کرتا۔ ریل کے انجن کی ایجاد کے پہلے سے انسان کلون اور بھاپ سے اپنے ملازمون کی مانند لوہارخانون معدنون اور کارخانون میں کام لے رہا تھا لیکن ریل کا سلسلہ پڑنا ہی تھا کہ اِن دو خادمون کے ذریعہ سے اُس نے اپنا مال و اسباب ازراہ تری و خشکی نہایت دور دراز

مقامات کو روانہ کرنا شروع کردیا۔

ان ترقیون کے سبب سے قوم کے اعلیٰ ومتوسط طبقون کے تموّل میں بھی اضافہ شروع ہو گیا اور جیسا جیسا اِن لوگون کے تموّل میں اضافہ ہوتا گیا ویسی ویسی بڑے شہرون کی عمارتون، سڑکون اور دوسرے انتظامات میں بھی ترقی ہوتی گئی۔ لندن کے بازارات کی دوبارہ تعمیر ہوی، وہان کے راستوں اور سڑکون کی فرش بندی اور صفائی بہتر ہوگئی۔ ریجنٹ پارک نصب و قایم کیا گیا۔ ہائیڈپارک اور سینٹ جیمس پارک میں جدید طریقہ پر درخت نصب کئے گئے اور نئی گل کاری ہوی اور یہ دونوں مقام گنجان مکانون میں رہنے والوں اور اُن شاہ راہوں سے گذرنیوالوں کے لئے جہان انسانوں اور گاڑیوں وغیرہ کے ٹھٹ کے ٹھٹ نظر آتے ہوں تفریح و تفرج کیلئے نعمت غیر مترقبہ خیال کئے جاتے ہیں۔ برکتہ الحیوانات کا افتتاح ۱۸۲۹ء میں ہوا۔ یونیورسٹی کالج اور کنگس کالج کی بنا ہوی۔ اگرچہ بےمقدور اور بے وسیلہ لوگون کی دستگیری کیجانب قوم کو اِن سب امور کے بعد توجہ ہوی لیکن یہ کام اسقدر مُستحسن و مفید تھا کہ اُسکو دوسری اصلاحات سے افضل و انسب سمجھنا چاہئے اِس بنا پر لندن کے مضافات میں بمقام ہین وِل ایک دارالمجانین کا قیام ہوا جہان بیچارے دیوانے لوگ رکھے جاتے

دارالمجانین

ہیں اُن کے آرام و آسایش کا بخوبی انتظام ہے اور اُنکے ساتھ برفق و مدارا سلوک ہوتا ہے۔ اس کے پہلے دیوانے زنجیروں میں رکھے جاتے تھے اور اُنکی راحت و آسودگی کا کسیکو خیال نہ تھا۔

انجمن تعلیم کاریگران

اُسی زمانہ میں اہل ثروت کو بھی خیال پیدا ہوا کہ ہم خود تعلیم پائیں اور دوسرون کو تعلیم دلوائین چنانچہ اس شوق کا ثبوت اسطرح دیا گیا کہ ۱۸۲۳ء میں شریف متمولین کی ایک جماعت نے جسکا صدر ڈاکٹر برک بیک تھا پہلی "انجمن تعلیم کاریگران" قایم کی۔ دوسرے شہرون نے بھی اِس میں لندن کی تقلید کی۔ چونکہ حکومت کیجانب سے کاریگرون اور مزدورون کے بچون کی تعلیم کے لئے امداد ملتی تھی اِسلئے اِن انجمنون نے مزدور لوگوں کو شام کے وقت تعلیم دینا شروع کردیا۔ تعلیم کی اشاعت ہونی تھی کہ متعلمین انکے پڑھنے کے لئے کتابون کی ضرورت محسوس ہونے لگی

ادب مفیدہ

اس بنا پر ۱۸۲۵ء میں لارڈ بروہام اور دوسرون نے ملکر "انجمن اشاعت علوم و فنون مفیدہ" قایم کی جس نے تاریخ، سائنس اور دوسرے مضامین پر سلیس و ارزان کتابین شایع کرنا شروع کردیں ۱۸۳۶ء میں اخبارات کے ٹکٹ محاصلی کی شرح میں کمی ہوکر ایک پینی کا ٹکٹ قایم ہوا جسکی وجہ سے لوگون میں اخبار بینی

کا مذاق بڑھ گیا۔
اگرچہ کاریگرون اور مزدور پیشہ لوگون کے طبقہ اعلیٰ کو یہ سب فوائد و مراعات نصیب تھے لیکن انہین کے ادنیٰ اور مفلس لوگون کی خواہ شہری ہوں کہ دیہاتی بیماری ونکبت، جہالت و مصیبت میں بسر ہوتی تھی اور ۳۷ ۱۸ء میں جبکہ ولیم چہارم کی وفات ہوی ہے اہل برطانیہ نہایت پریشان حال و درماندہ تھے۔ سچ بات یہ ہے کہ جب عظیم تغیرات کسی ملک میں واقع ہوتے ہیں تو کچھ عرصہ کے لئے وہان پریشانی و مصیبت بڑھجاتی ہے اور اُسکا خسارہ سب سے زیادہ مفلسوں پر پڑتا ہے کیونکہ ایسے لوگوں میں حالات متبدلہ کا مقابلہ کرنے کی بہت ہی کم قابلیت ہوتی ہے۔ جنگ کے بعد جو بیس سال امن و عافیت میں بسر ہوے تو ہرایک شے نے نہایت سرعت سے ترقی کی۔ قوم کو دفعتاً تجارت کا ہوکا ہوگیا۔ کلون کی ایجاد اور اُنکا کثرت سے استعمال ہونا، ریلون کی ایجاد و کثرت وغیرہ نے دفعتاً حالات کو بدلدیا۔ بالآخر یہی چیزین اسقدر مفید ثابت ہوئین اور مخلوق کے روزگار کا ذریعہ بنگئیں کہ اب مفلس سے مفلس آدمی بھی اُنکو خدا کی نعمتین خیال کرتا ہے لیکن اُندنون کچھ مدت کیواسطے بہت سے لوگ بیکار ہوگئے تھے اسکا سبب یہ تھا کہ ایجادات متذکرہ نے مقامات کو جہان

محنت (مزدوروں) کی مانگ تھی اور نوعیت محنت کو بدلدیا تھا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اجرت کی شرح بالکل گھٹ گئی تھی اور بہ نسبت پہلے کے مشکل سے کام ملتا تھا۔ غذا (اشیاء خوردنوش) اُسیطرح اب بھی بہت گران تھی اور مختلف محصولوں کی شرح بہت بڑھی ہوی تھی، اگرچہ قانون مفلسین بدل گیا تھا لیکن اُس کے سبب سے ہنرمند اور مستعد کاریگروں کی دائی محصول کی زیرباری میں کمی نہیں ہوی تھی اُن کے سوائے اُن غریب آدمیوں کی جو محتاج خانون میں نہیں رہتے بلکہ قدیم قانون مفلسین کے زیر اثر اپنے گھروں پر امداد پاتے تھے افلاس سے ناگفتہ بہ حالت تھی۔ جن مزدوروں کی کھیتی باڑی میں بسر ہوتی تھی اُنکی حالت اسقدر سقیم تھی کہ مشکل سے اُنہیں جَو یا نہایت ادنیٰ قسم کے گیہوں کی روٹی میسر آتی تھی، بکری کا گوشت تو اُن لوگوں کے لئے عنقا تھا شاید ہی کوئی خوش قسمت ایسا ہوگا جسے خنزیر کا نمکین گوشت ملتا ہو۔اکثر اضلاع میں عوام اور انکے اہل و عیال بھوکوں مررہے تھے۔

چھبیسواں باب

برطانیہ عظمیٰ اور برطانوی نوآبادیان

وکٹوریہ از ۱۸۳۷ء تا سنہ ۱۹ء

۲۰ جون ۱۸۳۷ء کی صبح کے ساڑھے پانچ بجے ہی تھے کہ لارڈ چمبرلین (میرتشریفاتی) اور کنٹربری کے صدر اسقف نے آکر شہزادی وکٹوریہ کو خواب شیرین سے بیدار کیا اور ملکہ انگلستان بننے کا مژدہ سنایا اگرچہ ملکہ کو اپنی عمر کے

ملکہ وکٹوریہ

انیسوین زینے پر قدم رکھے ہوے صرف ایک ہی مہینہ گزرا تھا لیکن اُسکی تربیت اعلیٰ درجہ کی ہوی تھی اس لئے اُسکے مزاج میں سن رسیدہ لوگون کی سی خود اعتمادی اور شعور تھا اور وہ دوسرون کی تکلیف اور ضرورتون کا لحاظ کرتی تھی اور فرایض کی ادائی میں نہایت مستعدو جفاکش تھی۔ چونکہ ڈیوک آف کینٹ کی اولاد میں جو جارج سوم کا چوتھا فرزند تھا یہی ایک باقی رہگئی تھی اور ملکہ کے دوسرے بڑے بھائیون نے

کوئی وارث چھوڑے بغیر وفات پائی تھی اسلئے ولیم چہارم کی وفات سے برسوں پیشتر لوگوں کو معلوم ہوگیا تھا کہ یہی اورنگ حکومت کی وارث قرار پائیگی۔ اہل برطانیہ پر ڈیوکِ مذکور کی بیوہ ڈچیز آف کینٹ کا بے انتہا احسان ہے کہ اُس نے شوہر کی ابدی مفارقت اور تنہائی کے زمانہ میں اپنا دل اپنی اِس سب سے چھوٹی لڑکی کی تربیت میں بہلایا اور یہ اُس کی حسنِ تعلیم کا نتیجہ تھا کہ ایک انصاف پسند سلطانہ، بنی نوع انسان کی ہمدرد ملکہ اور شوہر سے الفت رکھنے والی زوجہ جو اناث کے لئے ایک نجابت شریف و پاک مثال ہوسکتی ہے اور ایک ایسی فرمان روا برطانیہ کو نصیب ہوئی جسکا ظلِ عاطفت چونسٹھ[۶۴] سال انگریزی سلطنت پر پرتوفگن رہا اور رعایا اُس کو اسقدر عزیز رکھتی تھی کہ اس دورِ ہمایون میں وہ کبھی اپنی ملکہ سے بدظن نہیں ہوئی۔

برطانیہ سے ملک ہانوور کے تعلقات کا منقطع ہونا۔

چونکہ ملکِ ہانوور کے قانون کے لحاظ سے ذکور کو وراثتِ تخت وتاج پہنچتی ہے اس لئے ولیم چہارم کی وفات کے بعد ملک مذکور کا تعلق تاج برطانیہ سے منقطع ہوگیا اور ڈیوک آف کمبرلینڈ جو ملکہ کا چچا ہوتا تھا وہاں کا بادشاہ بنا۔ برطانیہ کی خوش بختی تھی کہ یورپ میں اُسکے مقبوضات میں سے کوئی حصہ باقی نہیں رہا ورنہ یورپی

مقبوضات کے سبب سے انگلستان مہمات خارجہ میں اُلجھ جاتا، اسپر بھی اُس کے بعد پچاس سال تک انگریزون کو محاربات خارجہ میں شریک ہونا پڑا لیکن اُن کا سبب خواہ وہ بلاواسطہ ہو کہ بالواسطہ انگریزی مقبوضات ہند و افریقہ ہیں۔ اس لئے اِن پچاس سال کی انگریزی تاریخ کا تعلق اُن قوانین کے بنانے سے ہے جنکے ذریعہ سے قوم چاہتی تھی کہ ملک میں انصاف و عقل کی روح پھونکی جائے اور نوآبادیون کو اچھی حکومت عطا ہو۔

سب سے پہلے کینڈا کے مسئلہ پر غور کیا گیا۔ پٹ نے ۱۷۹۱ء میں ملک مذکور کی شمالی اور جنوبی دو حصون میں تقسیم کی تھی۔ ہر ایک حصہ ملک کے انتظام کے لئے ایک گورنر اور اُسکی کونسل مقرر تھی۔ گورنر کا انتخاب سرتاج برطانیہ کیجانب سے ہوتا تھا۔ اور مجلس کو وہان کی رعایا منتخب کرتی تھی۔ کینڈائے شمالی میں تو یہ انتظام نہایت کامیاب ثابت ہوا لیکن جنوبی کینڈا میں جہان کی رعایا کا زیادہ تر حصہ ابھی تک فرانسیسیون پر مشتمل تھا اس انتظام کے سبب سے سخت دشواریان پیدا ہوگئیں اور انکا نتیجہ فساد و شورش اور

کینڈا میں فسادات ۱۸۳۷ء۔

یہ پھیلتے پھیلتے ۱۸۳۷ء میں شمالی کینڈا میں بھی بغاوت کی آگ بھڑک اُٹھی یہ وہی زمانہ تھا کہ ملکہ کی تخت نشینی ہوئی تھی۔ فتنہ کے فرو کرنیکی غرض سے کینڈا میں قانون حربی نافذ کیا گیا

اور ارل آف ڈرہم جو نہایت قابل اور متدین آدمی تھا وہان کا گورنر جنرل مقرر کر کے روانہ کیا گیا اور حکم دیا گیا کہ وہ ایک جدید حکومت وہان قایم کرنے کے متعلق سب سے اچھا طریقہ وسبیل بتلائے۔ لیکن بدقسمتی سے اُس نے رپورٹ کے ذریعہ سے مشورہ دینے کے سوائے اپنے اختیار سے اِن نوآبادیون کے باشندون کو قوانین وضع کرنے میں اپنی امداد کے لئے طلب کیا اور اگر اس معاملہ کو یون ہی چھوڑ دیا جاتا تو لارڈ ڈرہم کی خود مختاری کے سبب سے کل ملک کینڈا خود مختار ہو جاتا۔ اسپر حکومت مرکزی نے شدید اعتراض کیا اور جب یہ اعتراض ڈرہم تک پہنچا تو اُسے اسقدر رنج ہوا کہ فوراً مستعفی ہوکر انگلستان واپس چلا آیا، منظوری تک کا انتظار نہیں کیا۔ سنہ ۱۸۴۰ء میں اُسکی وفات ہوئی اور وہ دنیا سے ناکام و دل شکستہ ہی گیا۔

لارڈ ڈرہم کا گورنر جنرل مقرر ہونا سنہ ۱۸۳۸ء

اسپر بھی ڈرہم کی اسکیم اختیار کی گئی اور اس تجویز کے سبب سے اُن سب آزاد اور خود مختار دستوری حکومتون کی بنیاد پڑی جو برطانیہ نے اپنی نوآبادیون کو عطا کی ہیں۔ سنہ ۱۸۴۰ء میں کینڈا کے دونون حصون کو ملاکر ایک ملک کینڈا قرار دیا گیا اور انکو اپنے پر آپ حکومت کرنے کی اجازت مل گئی

دستور کینڈا۔

لیکن اِن ملکوں کے سب عہدہ دار اپنے فرایض کی انجام دہی کے متعلق وہان کی مجلسِ اعلیٰ و ادنیٰ کے نزدیک ذمہ دار ہیں اور یہ دونوں مجلسین انگلستان کے دارالامرا اور دارالعوام کی تقلید میں قائم ہوئی ہیں۔ مگر صرف ایک شکل سے برطانیہ کی صدارت قایم رکھی گئی تھی اور وہ یہ کہ گورنر جنرل کا تقرر بحیثیت نایب ملکہ، حکومت برطانیہ کے جانب سے ہوتا تھا۔ اُس کے ستائیس (۲۷) برس کے بعد ۱۸۶۷ء میں لارڈ ڈرہم کے سب سے آخری مشورہ پہ عمل ہوا اور شمالی امریکہ کے کل برطانوی مقبوضات کو ایک کینڈا کے ساتھ ایک بڑے اتفاق موسومہ بہ قلمرو کینڈا میں شامل ہونیکی اجازت مل گئی۔ اِس بنا پر نوا اِسکوشیا نیوبرنزک اور خلیج ہڈسن کے ممالک اتفاق

قلمروئے کینڈا ۱۸۶۷ء

قلمروئے کینڈا مذکور میں ۱۸۶۷ء میں ہی شریک ہوے۔ یعنی منوٹوبا کی ریاست ۱۸۷۰ء میں قایم ہوی وینکوار اور شہزادہ ایڈورڈ کے جزایر نے ۱۸۷۳ء میں شرکت کی جس کے سبب سے اس ایک وسیع قلمرو کا رقبہ ۳۵۰۰۰۰۰ مربع میل ہو گیا ہے جو تاجِ برطانیہ کے زیر نگین ہے۔ اِسی وسیع مملکت میں ایک بہت بڑی ریل کی سڑک بنائی گئی ہے جس کا لقب کینیڈئین پیسیفک ریلوے ہے اور جس کا افتتاح ۱۸۸۶ء میں ہوا اگر کوئی شخص اِس ریلوے پر سفر کرے تو

اُسکو ریل کے ایک سرے پر ساحل اوقیانوس سے
دوسرے سرے نوا اسکوشیا تک مسلسل سفر کرنے کا
موقع ملتا ہے اور لطف یہ کہ اسقدر طولانی مسافت طے
کرنے کے بعد بھی وہ برطانوی علاقہ سے باہر نہیں نکل
سکتا۔ شمالی امریکہ میں صرف نیوفونڈلینڈ ایک ایسی برطانوی
نوآبادی ہے جو قلمرو مذکور میں ابھی تک شریک نہیں ہوی
ہے۔ اس ریل کی سڑک کی تعمیر میں وکٹوریہ کے عہد حکومت
کا ایک معتدبہ زمانہ گزرا ہے اس لئے کہ یہ کام ۱۸۸۶ء
میں ختم ہوا۔ خیر اب ہم کینڈا کے حالات کو اس مقام پر
چھوڑ کر ملکہ کے عہد ہمایون کی ابتدائی ترقیوں پر جو ملکِ
قدیم میں ظہور پذیر ہوئیں سُرعت سے ایک مورخانہ نظر
ڈالتے ہیں۔ ۱۸۳۷ء میں وِیٹ اسٹن اور کُک نے سب سے

تار برقی کی ایجاد ۱۸۳۷ء

پہلے تار برقی کی نسبت حق ایجاد حاصل کیا
اور سب سے پہلے اُس کا استعمال بلیک
وال کی ریل پر ہوا ۱۸۳۸ء میں دخانی جہازوں
نے جنمیں سوائے بھاپ کے کسی دوسری قوت سے کام
نہیں لیا گیا تھا انگلستان سے نیویارک تک سمندر کو عبور
کیا اور وہ اس قابل بنائے گئے تھے کہ اس طولانی
دریائی سفر کے لئے کافی مقدار میں معدنی کوئلہ اِن میں
رکھا جاسکے اور ۱۸۳۹ء میں مسٹر ہِل نے جو بعد میں
سر رولینڈ ہِل کے خطاب سے ممتاز ہوا ممالک متحدہ

محصولِ خط کا ایک پینی مقرر ہونا۔

میں خط کا محصول ڈاک ایک پینی قرار پانیکی نسبت حکومت کو مشورہ دیا جو منظور ہوگیا۔ یہ کوئی معمولی کام نہ تھا بلکہ ترقیات کے اس سلسلہ میں اس امر کی سب سے زیادہ قدر ہونی چاہئے اسلئے کہ برطانیہ میں محصولِ خط کے بارے صرف وہی لوگ معاف تھے جو عوام سے بہت زیادہ متمول تھے یعنے ارکانِ پارلیمنٹ یہ لوگ اپنے اور اپنے دوستوں کے خطوط کو محصول ڈاک سے مستثنا کرسکتے تھے اور انکا یہ اختیار فرانکنگ (حق آزاد کردن Franking) کہلاتا تھا یعنے اگر کوئی رکن پارلیمنٹ اپنا نام اپنے یا اپنے دوست کے خط پر لکھدیتا تو وہ محصول سے معاف سمجھا جاتا تھا۔ اس کے برعکس غریب رعایا کو اندرون ملک ڈاک سے خط بھیجنے کے لیئے بلحاظ مسافت چھ پینس سے ایک شلنگ چار پینس تک محصول ڈاک ادا کرنا پڑتا تھا ۱۸۳۹ء میں ہر لفافہ کے لئے جس کا وزن نصف اونس سے زیادہ نہو چار پینس محصول ڈاک قرار پایا لیکن اِس کے بعد دہم جنوری ۱۸۴۰ء سے انگلستان، اسکاٹ لینڈ اور آئرلینڈ میں خط کا محصول ایک پینی معین ہوا۔

اِن خوبیوں کے باوجود ملکہ کی سلطنت کا ابتدائی زمانہ آلام و مصائب سے خالی نہ رہ سکا۔ فلاکت زدگان قوم

کی بڑے حالوں بسر ہوتی تھی اسی سبب سے اصلاحات کی شدید ضرورت تھی۔ لیکن اس جدید پارلیمنٹ میں جس کا انتخاب ملکہ کے وقتِ جلوس ہوا تھا وزرا کی حمایت کرنیوالے بہت ہی قلیل تھے اس لئے وہ لوگ جدید اور مفید قوانین وضع نہ کر سکتے تھے اور چونکہ لارڈ میل بورن آسائش و قدامت پسند آدمی تھا اور جبکی ہمیشہ یہی خواہش رہی کہ "زمانہ کو اپنی رفتار پر چلنے دو" اس لئے رعایا کو گمان تھا کہ وہ اس نوجوان فرمان روا کو انکی پریشان حالی اور تکلیف سے بےپروا بنا رہا ہے۔ اسکے سوائے مزدور پیشہ لوگ بھی حکومتِ وقت سے سخت ناراض تھے اس لئے کہ دوکانداروں کو تو ارکان پارلیمنٹ کے انتخاب کرنے کی نسبت حق رائے عطا کیا گیا تھا لیکن وہ اس حق سے محروم رکھے گئے تھے۔ اسی بنا پر ملکہ کی رسم تاج پوشی کے چند ہی ہفتوں کے بعد جو ۲۸۔جون ۱۸۳۸ء کو ادا

چارٹسٹ لوگون کی شورش ۱۸۳۸ء

ہوئی تھی عوام کے ایک مجمع کثیر نے ایک عظیم الشان جلسہ بمقام برمنگھم منعقد کیا جسمیں ایک اعلان مرتب ہوا جسکا نام اوکانل نے جو اس گروہ کا سرغنہ تھا پیپلس چارٹر (People's charter سند رعایا) رکھا تھا۔ اس میں چھ اصلاحوں کا مطالبہ کیا گیا تھا۔

(۱) کل اناث برطانیہ کو حق رائے کا دیا جانا۔

(۲) ہر سال جدید پارلیمنٹ کا انتخاب کیا جانا۔
(۳) بیلٹ (قرعہ اندازی) کے ذریعہ سے رائے کا دینا۔
(۴) جائداد غیر منقولہ نہ رکھنے والے اشخاص کا رکنیت پارلیمنٹ کے لئے اہل سمجھا جانا۔
(۵) ارکان پارلیمنٹ کے لئے تنخواہ کا مقرر ہونا۔
(۶) ملک کا رقبہ و آبادی کے لحاظ سے مساوی حلقہ جات انتخاب میں تقسیم کیا جانا۔ اِن میں سے تیسرا اور چوتھا مطالبہ اب دونوں قانون بنگئے ہیں اور اُن کے سبب سے اسقدر آدمیون کو حق رائے ملا ہے کہ پہلے مطالبہ کی اب ضرورت باقی نہیں رہی لیکن اس زمانہ میں مصلحت وقت اُسکے خلاف تھی اس لئے مطالبات مذکورہ کی منظوری سے انکار کیا گیا اور اگر حکومت اُنکو غلطی سے مان لیتی تو اُس کی کمزوری سمجھی جاتی۔ جن لوگوں نے سند پر دستخط کئے تھے وہ چارٹسٹ (طالبان سند) کہلاتے تھے۔ بہرحال یہ چارٹسٹ نہایت مفسد و شریر تھے برمنگھم، شفیلڈ، نیوپورٹ اور اکثر مقامات پر اُنکی وجہ سے فتنہ و فساد برپا ہوا۔

مگر اسی اثنا میں چند باخبر اور خیر اندیش ان خرابیون کو دفع کرنے کی تدبیر پر جنکے سبب سے ملک پر ظلم و سختی ہو رہی تھی غور کر رہے تھے۔ اسی سلسلہ میں بتاریخ ۱۸۔ستمبر ۱۸۳۸ء بمقام مینچسٹر ایک جلسہ منعقد کرکے ایک انجمن اس غرض سے قایم کی گئی کہ حکومت کو درآمد

غلہ کا محصول اٹھا دینے کے لئے مجبور کرے۔ اسطرح انجمن مخالف قانون غلہ کی ابتدا ہوئی جس کے مخصوص رہبر رچرڈ کابڈن اور جان برائیٹ تھے پہلا شخص صلاحیت پسند اور راست باز تھا اور مینچسٹر میں چھاپے کے سوتی پارچہ کا کام کرتا تھا اور دوسرا راش ڈیل میں قالین بناتا تھا۔قوانین غلہ کے سبب سے جو نا انصافی غربا کے حق میں ہورہی تھی اس سے یہ دونوں آدمی اور اُن کے شرکا عوام کو رسالون، لکچرون اور تقریرون کے ذریعہ سے برابر پانچ سال تک آگاہ کرتے رہے۔لیگ مذکور اس امر کو قوم کے ذہن نشین کرنا چاہتی تھی کہ اگر ممالک غیر کے لئے برطانوی بندرگاہیں مسدود نہوں تو غریب آدمی کو روٹی موجودہ نرخ سے نصف قیمت پر میسر آسکتی ہے چونکہ باہر کا اناج روک دیا گیا ہے اس لئے اسی روٹی کی دوہری قیمت ادا کرنی پڑتی ہے اور جو نصف قیمت کہ زیادہ لیجاتی ہے درحقیقت غریب آدمی سے محصول لیا جاتا ہے جس سے برطانوی کسانون کو نفع پہنچتا ہے۔ لہذا جو لوگ فاقہ کشی کے سبب سے ادھ موئے ہورہے ہیں انسے اصل میں بالواسطہ محصول لیکر ملک کے خوشحال لوگون کو پہنچایا جاتا ہے۔ مگر ان قوی دلائل کے باوصف مخالفین قانون غلہ کو قوم کے قائل کرنے میں ابتدأً بہت دقتین اٹھانی

پڑین۔ زمینداروں اور کسانوں کا خیال تھا کہ اگر مخالفینِ قانون غلہ کی اسکیم منظور ہو جائے تو زراعت پیشہ لوگ اناج کی زراعت ترک کردینگے اور اراضی کی قدر نہ رہیگی جس سے ملک تباہ ہو جائیگا۔ مزدور پیشہ لوگوں کو بھی تنسیخ قانونِ غلہ سے چندان اتفاق نہ تھا وہ صرف اپنی شرح اجرت بڑھانا چاہتے تھے اس لئے انہیں سند (چارٹر) کی منظوری کی پڑی تھی۔ لیکن انجمن مخالفین کیجانب سے اصل واقعات اس صفائی اور صراحت سے پیش کئے جاتے تھے اور تنسیخ قانون غلہ کے متعلق اُن کے دلائل و براہین اِسقدر صحیح اور معقول تھے کہ بالآخر قوم کے دلوں پر انکا اثر ہوہی گیا اور ملک نے قانونِ مذکور کو قابل تنسیخ مان لیا۔ اس نوبت کو پہنچنے کے پہلے ہی لارڈ میل بورن نے محصول غلہ کی شرح میں تخفیف کرنے کے متعلق تحریک کی تھی لیکن جب دارالعوام میں اُسکو اِس تحریک کی نسبت کثرتِ آرا حاصل نہ ہوی تو وہ ۱۸۴۱ء میں مستعفی ہوگیا جب سررابرٹ پیل قدامت پسند وزارت کے صدر کی حیثیت سے اُسکا جانشین بنا تو اسکو خیال ہوا کہ اس معاملہ میں کچھ کرنا چاہئے۔

لارڈ میل بورن کی مفارقت کا نوجوان ملکہ کو بھی صدمہ ہوا اس لئے کہ وہ نہایت باوفا اور متدین مشیر تھا لیکن ملکہ کو خوش قسمتی سے لارڈ میل بورن کا

بہت جلد نعم البدل ملگیا۔ آلبرٹ سے جو سیکس کوبرگ کا شہزادہ اور ملکہ کا ابن عم تھا ۱۸۴۰ء کے ماہ فروری میں ملکہ کی شادی ہوی۔ شہزادہ البرٹ ملکہ کے لئے نہ صرف نیک شوہر ثابت ہوا بلکہ اُسکا سب سے بہتر رفیق و مشیر بھی۔یہ شادی برطانیہ کے لئے نہایت مسرت خیز ثابت ہوی شہزادہ کو بھی ملکہ کے مثل راست گفتاری و راست بازی کی تعلیم دیگئی تھی۔ وہ اپنی زوجہ اور زوجہ کی رعایا کا دل سے بہی خواہ تھا اُسکی محبت اور امداد سے ملکہ کی زیست نشاط انگیز ہو گئی۔یہی نہیں بلکہ علم وہنر کی سرپرستی اور صاحبان کمال کی قدر افزائی سے اُسنے برطانیہ کی خوشحالی میں اضافہ کیا۔ اُسکے سوائے وہ بہت محتاط تھا۔اُس نے ملکہ اور اُسکی رعایا کے معاملات میں کبھی دست اندازی نہیں کی اور اپنی نیک کرداری کے لئے لوگون سے نہ ستائش کا متمنی اور نہ صلہ کا خواہاں رہا۔

ملکہ کی شادی ۱۰۔فروری ۱۸۴۰ء

اُندنون وزارت جدید کو سخت دشواریون کا سامنا تھا۔ اُوکانل ڈبلین کا لارڈمیئر ہوگیا تھا اس خدمت پر پہنچتے ہی اسنے اتحاد (انگلستان با آئرلینڈ) کو منسوخ کرانیکے لئے لوگوں کو آمادہ کرنا شروع کردیا لیکن اس بیچینی اور جوش کا خاتمہ اُس وقت ہوا جبکہ اُسکی گرفتاری عمل میں آئی اور ۱۸۴۳ء اور ۱۸۴۴ء کے درمیان اُسکی تحقیقات ہوی۔اسکاٹلینڈ

بھی اُن اثرات سے محفوظ نہ رہسکا پریسبٹیرین مذہب کے لوگوں میں سخت نزاع برپا ہوی اور ۱۸۴۳ء میں وہان فری کرک (Freakirk) مقرر ہو گیا یعنے اسکاٹ لینڈ کے معینہ مذہب سے علحدہ ہوکر بعض لوگوں نے ایک ایسا کلیسا (مذہب) قایم کیا جسکے امور پر حکومت ملک کی نگرانی نہوتی ہو۔ ملک کے ہر حصہ و مقام میں چارٹسٹ لوگ جلسے کررہے تھے اور ۱۸۳۹ء سے انگریزون اور چینیوں میں افیون کی بابت جنگ ہورہی تھی۔ حکومت چین کے خلاف مرضی برطانوی تجار اہل چین کے ہاتھوں افیون بیچتے تھے، یہی سبب اس لڑائی کا تھا جو بالآخر ۱۸۴۲ء میں ختم ہوی لیکن یہ لڑائی ختم بھی نہوئی تھی کہ ہندوستان سے خبر آئی کہ انگریزون کی ایک فوج کا جو افغانستان کی مہم پر روانہ کی گئی تھی قتل عام کردیا گیا۔

افیون کے متعلق چین سے جنگ۔ ۱۸۳۹-۱۸۴۲ء

اس واقعہ کے بہت برسون پہلے سے ہندوستان کے مختلف حصوں کا وہان کی انگریزی حکومت اپنے علاقہ میں بتدریج الحاق کررہی تھی اور نوبت یہان تک پہنچی تھی کہ انگریزی سرحد اور ایشیا کے اُن حصوں کے درمیان جہان روسیون کا بہت اثر تھا صرف پنجاب اور افغانستان (دیکھو نقشہ نمبر۲) حایل رہ گئے تھے۔ چونکہ حکومت برطانیہ کو اس امر کا ہمیشہ خوف لگا رہتا تھا کہ روسی افغانستان

سے اتحاد پیدا کر کے ہندوستان پر حملہ کرینگے لہذا اُسکو روکنے کی غرض سے سر الگزانڈر افغانیوں سے ایک تجارتی صلح کرنیکے لئے ۱۸۳۷ء میں کابل روانہ کیا گیا تھا جس زمانہ میں کہ یہ افغانستان میں تھا انگریزی حکومتِ ہند کو افغانوں کے سردار دوست محمد خاں کی نسبت روسیوں سے سازش کرنیکا شبہ ہوا اس بنا پر ہند کے گورنر جنرل لارڈ آکلینڈ نے نہایت نادانی سے دوست محمد خاں کو معزول کر کے اُسکی جگہ کسی دوسرے سردار کو مقرر کرنیکے لئے ایک لشکر روانہ کردیا۔ اُسکا نتیجہ یہ ہوا کہ افغانیوں نے جو خونریزی، جنگ جوئی اور بیوفائی میں اپنی نظیر نہیں رکھتے سر الگزانڈر برنس کو بتاریخ ۲- نومبر ۱۸۴۱ء قتل کیا اور اُسکے چھ مہینے بعد انہوں نے سر ڈبلیو میکناٹن کا بھی جو اُنسے شرایط صلح طے کر رہا تھا یہی حال کیا۔ اس کے بعد تو جنرل الفنسٹن کو کابل میں قدم جمانا مشکل ہو گیا لہذا اُس نے واپسی ہند کا ارادہ کر کے افغانیوں کے سردار اکبر خاں سے وعدہ لیا کہ وہ انگریزی فوج کو صحیح و سالم مراجعت کرنے دیگا۔ اِس اقرار کے باوجود افغانیون نے اپنے کو درۂ خُرد کابل کے دونوں جانب پہاڑیوں میں چھپا لیا اور جو انگریزی سپاہ درہ میں سے گزر رہی تھی اوپر سے اُسکو اپنی گولیوں کا نشانہ بنا لیا تھا۔ بہر حال یہ

افغانستان میں انگریزی فوج کی تباہی ۱۸۴۱ء

ایک اندوہناک قصہ ہے۔ سارے لشکر کا لشکر اسطرح ہلاک ہوا اور بجز ڈاکٹر برائیڈ کے جو اس روح فرسا حادثہ کے بیان کرنیکے لئے بچ گیا تھا درّہ کے اِس طرف اُس فوج کا ایک آدمی بھی زندہ نہ آسکا۔ ڈاکٹر مذکور جب قلعہ جلال آباد پہنچا ہے تو آدھ موا تھا۔ اس قلعے کو سر رابرٹ سیل نے افغانیوں کی دست برد سے بچا رکھا تھا اور یہ درّہ مِگرد کابل اور درّہ خیبر کے درمیان واقع ہے۔ برطانیہ نے بھی اس ہتک حرمت کا جواب دیا سر آرسیل اور جنرل پالک کی سرکردگی میں ایک دوسری فوج بغرض انتقام روانہ کیگئی جس نے ان عورتوں اور بچوں کو جو سابق کے لشکر سے بچ کر افغانستان میں مقید ہو گئے تھے رہا کیا لیکن باقاعدہ فوج کے ۴۵۰۰ سپاہی اور فوجی کیمپ میں کام کرنیوالے ۱۲۰۰۰ نفر اِس خوفناک درّہ میں مقتول پڑے رہے اور مشرق میں برطانوی صولت کو سخت صدمہ پہنچا۔

بیرونِ ملک تو برطانیہ کو یہ نقصانات پہنچ رہے تھے لیکن اندرون ملک حکومت کو مالی مشکلات کا مقابلہ تھا۔

اجرائے محصول آمدنی
۱۸۴۲ء

لارڈ میل بورن کی وزارت کے اختتام پر خزانہ ڈھائی لاکھ پونڈ کا مقروض تھا اور جسکی ادائی ضروری تھی اس بنا پر پیل نے ایک محصولِ آمد کے اجرا کی ٹھان لی تھی۔ اس محصول کے بموجب جس شخص کی سالانہ آمدنی ۱۵۰ پونڈ سے زیادہ ہو اُسکو فی پونڈ

معینہ محصول سرکاری ادا کرنا ہوتا تھا۔ اگرچہ ابتداءً محصول ہذا کی مدت صرف تین سال اور آمدنی کے ہر ایک پونڈ پر ۷ پنس وصول کیا جانا طے پایا تھا لیکن ۱۸۴۵ء میں مزید تین سال کے لئے یہ محصول دوبارہ جاری ہوا اور اس کے بعد پھر کبھی منسوخ نہیں ہوا۔ اس کی سب سے زیادہ شرح ایک شلنگ ۴ پنس ۱۸۵۵ء اور ۱۸۵۷ء کے درمیان وصول کی گئی اور سب سے کم نرخ ۲ پنس فی پونڈ ۱۸۷۴ء اور ۱۸۷۶ء کے درمیان لیا گیا۔

غلہ اور آلو کی فصل کا تلف ہونا ۱۸۴۵ء

اگرچہ پیل نے مصلحت وقت کے لحاظ سے محصول آمدنی تو مقرر کردیا لیکن رعایا کی زیرباری کم کرنیکی غرض سے اس نے ممالک غیر کے درآمد مال کے محصول کی شرح گھٹادی خصوصاً ملک اجانب کے غلہ پر کا محصول تو برائے نام رہ گیا۔ اسپر بھی افلاس میں کمی نہوی بلکہ اس کے بعد تو اور بھی بدتر زمانہ آیا چنانچہ ۱۸۴۵ء میں انگریزی غلہ کی فصل تلف ہوگئی آئرلینڈ میں جہاں کے باشندوں کی مخصوص غذا آلو ہے ایک مرض کے پیدا ہونے سے فصل آلو بگڑ گئی۔ بلائے قحط کے نازل ہونے میں اب کیا باقی رہا تھا۔ قوم نے بندرگاہوں کے کھولدئے جانے اور غیر ملکوں کے اناج کے آنے کے متعلق ہلچل مچادی۔ چونکہ پیل کے قلب پر کابڈن کے دلائل کا بیحد اثر ہو رہا تھا اس لئے اب اس کو کابڈن کے حق پر

پیل کا آزادیٔ تجارت کی حمایت کرنا ۱۸۴۶ء

ہونیکا یقین آگیا اور اُس نے محصول غلہ کی تنسیخ کی نسبت ایک مسودہ قانون پیش کردیا لیکن جب وہ دوسرے وزراء کو اپنا ہمخیال نہ بنا سکا تو وزارت سے مستعفی ہوگیا اور ملکہ کو مشورہ دیا کہ لارڈ جان رسل اِس خدمت پر مقرر کیا جائے اس لئے کہ اُس نے قوانین غلہ کے خلاف نہایت شد و مد سے ایک مضمون شایع کیا تھا۔ اس کے بعد جو واقعات پیش آئے اُن سے اس امرکا پتہ چلتا ہے کہ وزیر اعظم کو کن کن دشواریوں کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ لارڈ جان رسل اس خدمت سے ممتاز تو ہوا لیکن اُس کے مخصوص مؤیدین لارڈ گرے اور لارڈ پالمرسٹن جو دل سے "آزادی تجارت" کے حامی تھے مگر امور خارجہ میں اُس سے متفق نہوسکے اس لئے وہ وزارت قایم نہ رکھ سکا۔ اس بناء پر ملکہ نے دوبارہ بہ مجبوری پیل کو ہی وزیر اعظم بنایا اور یہی سبب ہے کہ ایک کنزرویٹف (قدامت پسند) وزارت کے زمانہ میں نہ کہ کسی لبرل (حامی حریت) وزیر اعظم کے عہد حکومت میں قوانین غلہ کی منسوخی ہوی۔

پیل کا وزارت پر واپس ہونا تھا کہ ملک میں خبر مشہور ہوگئی کہ وہ اپنے مسودہ کو پھر پیش کریگا جس کے سبب سے کل قوم میں جوش و خروش پیدا ہوگیا بالآخر کابڈن کو اپنی محنت کو بارآور ہوتے ہوے دیکھنے کا موقع

ملا۔ لوگوں نے ایک جلسہ مینچسٹر میں منعقد کرکے اُس میں

تنسیخ قوانین غلہ۔ ۲۶۔ جنوری ۱۸۴۶ء

ساٹھ لاکھ پونڈ سے زیادہ اس تحریک کی تائید میں جمع کیا۔ پیل نے بتاریخ ۲۲۔ جنوری ۱۸۴۶ء ایک فصیح و بلیغ تقریر کے ذریعہ سے "اپنی حمایت ترک کرنے کے اسباب و علل پارلیمنٹ میں بیان کرکے" آزادی تجارت" کی تحریک پیش کردی جسکا مسودہ (قانون) ۲۵ ہر جون کو دارالامرا میں بھی منظور ہوکر قوانین غلہ منسوخ ہوگئے ۱۸۴۹ء کے فروری کے مہینے تک اناج کے محصول میں بتدریج کمی ہوتی گئی یہاں تک کہ ایک کوارٹر (۱۴ ثار) اناج پر ایک شلنگ محصول باقی رہا اور یہ آخری شلنگ والا محصول بھی ۱۸۶۹ء میں اٹھا دیا گیا۔ جن اصلاحات کو پیل نے انجام دیا ہے اُن میں سب سے آخری اور عظیم الشان یہی اصلاح تھی چونکہ اس کے سبب سے اُس کے قدیم احباب و موئدین اُس سے برہم ہوگئے تھے اور خصوصاً ڈزریلی نے جسکو بعد میں لارڈ بیکنزفیلڈ خطاب ملا اُسپر سخت لعن طعن کرنے لگا اسلئے اُسکو مزید اصلاحات کا موقع نہیں ملا۔ اِسکے علاوہ خود پارلیمنٹ میں ایک فرقہ "حمایت" بنگیا اور آئرلینڈ کے جرایم کے انسداد کی غرض سے جب پیل نے "مسودہ قانون جبریہ" کی تحریک کرنا چاہی تو لبرل فرقہ اُسکا ساتھ چھوڑکر فرقہ مذکور سے جا ملا۔ جس روز اُمرا نے تنسیخ قوانین غلہ کی منظوری دی ہے اُسی شب پیل کو بہ مجبوری مستعفی ہونا پڑا اور اُسکی جگہ لارڈ جان رسل وزیراعظم بنا۔

اِسکے بعد ۱۸۴۷ء سے ۱۸۵۵ء تک جو آٹھ سال کی مدت گزری ہے وہ چار باتوں کے لئے مشہور ہے۔ چارٹسٹ لوگوں کا زوال، الحاق پنجاب، برطانوی نوآبادیوں میں سونے کی کانوں کا دریافت ہونا اور ۱۸۵۱ء کی عظیم الشان بین الاقوامی نمائش۔ ۱۸۴۸ء میں ایک دوسرا انقلاب سلطنت پیرس میں شروع ہونے سے بادشاہ لوئی فلپ نے انگلستان کی طرف فرار کیا اور فرانس میں جمہوری حکومت قایم ہوگئی اس کے سبب سے کل یورپ

یورپ کا متزلزل ہونا ۱۸۴۸ء

متزلزل ہوا چنانچہ ایطالیہ، آسٹریا، اور پرشیا میں شورش و ہنگامے برپا ہوے اور وہاں کے سلاطین کو مجبور کرکے اُن ملکوں کی رعایا نے پارلیمنٹیں حاصل کیں۔ ۱۸۴۷ء کے قحط کے زمانہ میں ایک انتہا پسند فرقہ آئرلینڈ میں بنگیا تھا اور اپنا نام "نوجوانان آئرستان" رکھا تھا اس ہل چل سے اس فرقہ نے بھی فائدہ اٹھانا چاہا اور فوراً اُسمتھ اوبرائین کی سرکردگی میں علم بغاوت بلند کردیا لیکن حکومت کی جانب سے یہ شورش بہت جلد فرو کردی گئی۔ انگلستان میں بھی چارٹسٹ لوگوں کو امید بندھی کہ وہ اپنے چارٹر کی نسبت نتیجہ پیدا کرنے میں کامیاب ہونگے اس بنا پر فرقہ مذکور نے ایک عرضی تیار کی اور مشہور کیا کہ اسپر پانچ ملین سے زیادہ آدمیوں نے دستخط کئے ہیں اور دہم اپریل ۱۸۴۸ء کو

کیننگٹن کے میدان میں فیرگس اوکانر نے جو ناٹنگھم کی جانب سے پارلیمنٹ کا نمایندہ تھا ایک بہت بڑا جلسہ منعقد کیا اور تحریک کی کہ کل حاضرین کا انبوہ کثیر چلکر خود اس عرضی کو دارالعوام میں پیش کرے۔اس سے تمام ساکنین لندن پر خوف طاری ہوا اور حکومت نے چارٹسٹ لوگوں کے جلوس نکلنے کی ممانعت کردی۔ ڈیوک آف ولنگٹن نے لندن کے چپہ چپہ پر سپاہیوں کو چھپا رکھا تھا۔اور مختلف ویسٹری ہالوں میں دو لاکھ شریف آدمیوں سے حلف لیا گیا تھا کہ شورش

فرقہ چارٹسٹ کا زوال۔

کے فرو کرنے میں وہ مخصوص جوانان کوتوالی کے فرائض انجام دینگے۔لیکن اس ہنگامہ کا جو اسقدر جوش و معرکہ سے شروع ہوا تھا کچھ بھی نتیجہ نہ نکلا۔عرضی پیش کرنے کے لئے صرف پچیس ہزار آدمی جمع ہوے اور جلوس تک نہ نکال سکے۔ آخرکار یہ عرضی ایک کیب (ایک گھوڑے کی گاڑی) میں ویسٹ منسٹر (مکان پارلیمنٹ کو) پہنچائی گئی اور جب دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ اسپر دو ملین سے بھی کم اشخاص نے دستخط کئے ہیں اور انمیں کی اکثر دستخطیں فرضی ہیں۔حقیقت یہ ہے کہ ۱۸۴۲ء سے ملک کی خوشحالی بتدریج بڑھ رہی تھی چونکہ اس زمانہ سے اشیاء خورو نوش کی گرانی رفع ہوگئی تھی اس لئے عوام کو چارٹر کی پروا نہیں رہی تھی اِس کے بعد چارٹسٹ فرقہ کے متعلق پھر کچھ سننے

میں نہیں آیا۔

اس کے دوسرے سال ۱۸۴۹ء میں قوانین ملاحی کی تنسیخ ہوئی اور ۱۸۵۰ء میں برطانوی مدبرین میں سب سے بہتر اور عقلمند شخص کے اُٹھ جانیسے ملک کا سخت نقصان ہوا۔ گھوڑے پر سے گر کر سر رابرٹ پیل نے وفات پائی جس کے سبب سے قوم سخت رنج و الم میں مبتلا ہوئی۔

سر رابرٹ پیل کی وفات ۱۸۵۰ء

اسی اثناء میں دنیا کے دوسرے جانب برطانوی علاقون میں اضافہ ہو رہا تھا۔ ۱۸۴۳ء میں سر چارلس نیپئیر نے سندھ کے دیسی رؤسا پر فتح پاکر صوبہ مذکور کو انگریزی علاقہ میں ملحق کرلیا۔ ۱۸۴۵ء اور ۱۸۴۹ء کے درمیان قوم سکھ آپسیں جنگ کرتی رہی۔ یہ ایک جنگجو قوم ہے جسکا وطن پنجاب ہے۔ یہ کوئی چھوٹا ملک نہیں ہے بلکہ رقبہ میں انگلستان کے برابر ہے۔ اور ہندوستان کے شمال و مغرب میں واقع ہے۔ سکھون نے آپسیں لڑتے لڑتے برطانوی سرحد پر بھی جنگ شروع کردی اس سبب سے انگریزی حکومت کو سخت دشواریوں کا سامنا تھا۔ آخرکار جنگ گجرات میں جب لارڈ گاف ۲۱ فروری ۱۸۴۹ء کو مظفر و منصور ہوا تو لارڈ ڈلہوزی نے جو ہند کا گورنر جنرل تھا کل صوبہ پنجاب کا الحاق کرکے اُس کی حکومت ایک بورڈ (مجلس) کے تفویض کی جس کے ارکان

الحاق پنجاب ۱۸۴۹ء

کرنل ہنری لارینس، اُسکا بھائی جان لارینس اور چارلس گرین ولِ مینسل تھے۔ ان دونوں بھائیون نے خوب عزم و استقلال اور انصاف سے حکومت کی جسکے سبب سے بہادر سکھون کے دلوں پر اُنکی عزت و حرمت کا سکہ بیٹھ گیا۔ اس کے آٹھ سال بعد جب ہندوستان کے وحشتناک غدر کے سبب سے برطانیوں پر بُرا وقت آپڑا تو سکھون کی قوم نے حق رفاقت ادا کیا۔

کیالیفورنیا پر ریاست ہائے متحدہ امریکہ کا قبضہ ہو کر زیادہ دن نہیں گذرے تھے کہ ۱۸۴۹ء میں وہاں سونیکی کان برآمد ہوئی اور ۱۸۵۱ء میں وکٹوریہ اور آسٹریلیا میں بھی طلا کا موجود ہونا ثابت ہوا۔ ان مقامات میں سونیکے برآمد ہونے کو ایک دوسری قسم کی ترقی سمجھنی چاہئے۔

معادن طلا کا دریافت ہونا۔

سونیکی قیمت کے اتار چڑھاؤ کا مسئلہ نہایت دشوار اور حل طلب ہے جو لوگ اُس کے ماہر ہیں اُنکی آرا اور قیاسات میں بھی اتفاق نہیں ہوتا۔ لیکن معادن طلا کی برآمدگی نے دو حقیقی نتیجے پیدا کیئے۔ برطانوی نوآبادیون میں ۱۸۵۱ء میں سونیکی کان دریافت ہونے سے وطن (ریاست متحدہ) میں ضروریات زندگی کی قیمت ارزان ہوگئی اور ابنائے وطن میں حصول معاش کا ذوق و جوشش بڑھگیا جس کے سبب سے اکثر و بیشتر اہل برطانیہ نے ہجرت کرکے نہ صرف معادن طلا کے

مقامات بلکہ دوسری نوآبادیوں کو جابسایا۔ اسی زمانہ سے نوآبادیوں کی تاریخ کی بھی اہمیت شروع ہوتی ہے۔ اگرچہ راس امید کی نوآبادی ہند کی راہ میں واقع ہوی تھی لیکن اسمیں ڈچ بوئر لوگوں کی کثرت ہونے سے جو وہاں برطانیوں سے پہلے آباد ہوگئے تھے بہت ہی کم ترقی ہوی تھی۔ بوئر لوگ ہمیشہ اس ملک کے دیسیوں سے لڑتے رہتے اور برطانوی حکومت کو بھی ان چھوٹی چھوٹی لڑائیوں میں بے سبب الجھوا دیتے تھے۔

کیپ نوآبادی کا دستور ۱۸۵۰ء

اور باوجود کافر اور زولو قوموں کے ساتھ انگریزوں کے خفیف محاربات کرنے کے اس ملک میں انگریزی علاقہ کی ترقی ہو رہی تھی۔ ۱۸۴۳ء میں نیٹال برطانوی نوآبادی قرار پا گیا اور اگرچہ ۱۸۵۰ء میں راس کی نوآبادی کو دستوری حکومت عطا ہوئی لیکن ۱۸۷۲ء کے پہلے ملک اپنی حکومت آپ چلانے کے قابل نہیں ہوا۔

لیکن آسٹریلیشیا کے حالات اور امور میں سرعت سے ترقی ہوئی۔ اسٹریلیا کے دیسی باشندے اسقدر پست ہمت، عاجز اور حقیر تھے کہ چندہی روز میں گورے رنگ والوں کی تاب مقاومت نہ لاسکے نیوزی لینڈ کے قدیم باشندے ماؤری جو صاحب فہم و فراست تھے انگریزی حکومت کے اثر سے بہت جلد نیک اندیش اور امن پسند رعیت بنگئے۔

۱۸۳۷ء میں نیوزی لینڈ کو آباد کرنیکے لئے ایڈورڈ گبن ویکفیلڈ نے جو بعد ازاں کینیڈا میں لارڈ ڈرہم کا معتمد بنایا گیا تھا لندن میں ایک کمپنی قایم کی اور اُسکے بھائی کرنل ویکفیلڈ نے نیوزی لینڈ کے شمالی جزیرہ میں بندرگاہ نکل سن کے قریب جوگک کے آبنائے پر واقع ہے انگریزوں کو آباد کیا اور اُن مقامات کے اطراف میں بتدریج صوبۂ ولنگٹن آباد ہوا

نیوزیلینڈ کا آباد ہونا ۱۸۳۹ء۔ ۱۸۵۰ء

۱۸۳۹ء میں برطانوی حکومت نے نیوزی لینڈ کو بذریعہ اعلان شہنشاہی نوآبادی قرار دیا اور ۱۸۴۰ء میں ماوری قوم کے سرداروں نے بمقام ویٹنگی انگریزوں سے صلح کرکے اُن جزایر کی فرمانروائی برطانیہ عظمی کے حوالہ کی لیکن جہاں جہاں اُنکی اراضی اور جنگلات واقع تھے اپنا قبضہ رکھا۔ اور جن زمینوں اور صحراؤں کی قیمت انگریزی حکومت نے دی اُن سے بھی وہ دست بردار ہو گئے اِسکے بعد ماوریوں کے ملک

صلح ویٹنگی ۱۸۴۰ء

سے متصل جزیرہ کے شمال میں آکلینڈ کی نوآبادی قایم کی گئی پھر تو جزیرہ کے جنوبی حصوں کی آبادی کا سلسلہ پڑ گیا چنانچہ ۱۸۴۱ء میں نل سن ۱۸۴۸ء میں اٹاگو اور ۱۸۵۰ء میں کنٹربری مع اُسکے پایہ تخت کرایسٹ چرچ کے آباد ہوے۔ چونکہ ویکفیلڈ کے طریقہ کے بموجب مہاجرین کو زمین دی نہیں جاتی بلکہ اُنکے ہاتھ فروخت ہوتی تھی

اور بیع اراضی سے جو روپیہ ملتا وہ سڑکوں اور پلوں کی تعمیر میں صرف ہوتا تھا اس لئے جو لوگ نیوزیلینڈ میں ابتداءً آباد ہوئے وہ ایسے اشخاص تھے جنھوں نے اپنی آمدنی سے تھوڑا سا روپیہ بچاکر حصول معاش کی فکر

ماؤریوں سے جنگ ۱۸۶۱ء۔۱۸۶۹ء

کی تھی۔ جبتک ماؤریوں اور نوآباد لوگوں میں جنگ ہوتی رہی یعنی ۱۸۶۱ء سے ۱۸۶۹ء تک ملک کی مرفہ الحالی رکی رہی اس کے بعد سے وہاں کے دیسی باشندوں اور برطانوی نوآبادوں میں گہرے دوستانہ تعلقات پیدا ہوگئے چنانچہ نیوزیلینڈ کی پارلیمنٹ میں قوم میئوری کی میئوری نمایندے نیابت کرتے ہیں۔

آسٹریلیا کی نوآبادیوں کا مسودہ قانون ۱۸۵۰ء

اس طرح آسٹریلیشیا میں اُس زمانہ میں سات برطانوی نوآبادیاں بنگئی تھیں۔ نیوزیلینڈ، تسمانیا اور پانچ آسٹریلیا کی نوآبادیاں۔ ۱۸۵۰ء میں لارڈ جان رسل نے ایک مسودہ قانون منظور کرکے اجازت دی کہ نیوسوتھ ویلز (ویلز جنوبی جدید)، وکٹوریہ، جنوبی آسٹریلیا اور تسمانیا اپنے لئے ایک برطانوی گورنر کے ماتحت دستوری حکومت قایم کریں۔ ان کو دستور ملنا ہی تھا کہ دوسری نوآبادیوں نے بھی اُنکی تقلید میں دستور طلب کرنا شروع کردیا چنانچہ نیوزیلینڈ نے ۱۸۵۰ء میں دستور حاصل کیا۔ اس اثنا یعنی ۱۸۵۱ء میں سونا حاصل کرنیکا جو مرض اہل برطانیہ میں پیدا ہوا تو اُن انگریزی مہاجرین کا

اِن نوآبادیوں میں تانتا بندھ گیا اور پھر تو وطن قدیم اور اِن ممالک میں اِن نوآبادون کی آمد و رفت شروع ہوگئی اور چونکہ اُنکو آزاد حکومت ملی ہے تو وہ دل سے برطانیہ عظمیٰ کے خیر طلب و بہی خواہ ہوگئے ہیں۔

عظیم الشان نمایش ۱۸۵۱ء

اسی سال یعنے ۱۸۵۱ء میں صنائع بین الاقوامی کی عظیم الشان نمایش لندن میں ہوئی۔ اسکا اصلی بانی شہزادہ البرٹ ہے جو اس زمانہ میں پرنس کانسٹ (عقدالتاج) کے خطاب سے ملقب ہوگیا تھا۔ اُس کو خیال ہوا کہ مختلف ممالک کے صنائع و اختراعات کی ترقی کا اندازہ کرنا چاہیئے اور اُنکی زندہ تصویرین برطانوی کاریگرون اور صناعون کے سامنے پیش کرنے سے برطانوی صنعتون کو تقویت ہوگی اور ابنائے ملک کو صنعت و حرفت کا پہلے سے زیادہ شوق ہوگا اور برطانوی کاریگر اور مزدور اس امر سے واقف ہونگے کہ دنیا کے دوسرے حصوں میں کیا کیا چیزین کس کسطرح بنتی ہیں اِس بنا پر شہزادہ مذکور نے اس نمایش کی نسبت غور و فکر کرکے اُسکو عملی جامہ پہنایا۔ قصر بلور جو سڈنہم کے مضافات میں واقع ہے سر جوزف پیکسٹن کی نگرانی میں اِسی غرض کی تکمیل اور مصنوعات کے رکھنے کے لئے تعمیر ہوا جس کی چمک دمک نہایت خوشگوار تھی۔ بہرحال یہ نمایش نہایت کامیاب

رہی اور چونکہ یہ دوسری نمایشوں کا پیش خیمہ ثابت ہوئی اس لئے یہ اُسوقت اور اُس کے بعد قوم کے حق میں بہت مفید پائی گئی۔ اِس کے سبب سے اکثر لوگوں کا خیال تھا کہ ایک دور جدید شروع ہوگا جسمیں دنیا کی قومیں اصلی جنگ وجدل ترک کرکے امن پسند ہو جائینگی اور جو کچھ نزاعات ہونگے وہ تجارت، صنعت و حرفت کی مسابقت کے لئے ہونگے۔ لیکن افسوس ہے کہ ان توقعات کی سراب سے زیادہ ہستی نہ تھی اور پچیس [۲۵] برس کا دور امن اُس کے ساتھ ختم ہوکر دنیا میں پھر مصایب و آلام کا سلسلہ قایم ہوگیا۔

پیرس کا واقع فاجعہ ۲- ڈسمبر ۱۸۵۱ء

نمایش مذکور کو ختم ہوے مشکل سے کچھ دن گزرے ہونگے کہ ایک بےچین کرنیوالی خبر سے سارا انگلستان چونک پڑا۔ شہزادہ لوئی نیپولین نے جو اُس کے تین سال پہلے سے فرانس میں حکومت جمہوری کا میر مجلس رہچکا تھا پیرس کی سڑکوں کو فوج سے بھر دیا اور جن لوگوں نے اُسکا مقابلہ کیا انپر بندوقوں سے آگ برسائی گئی اور جو شہزادہ کے سیاسی دشمن تھے وہ قید کرلئے گئے اُسکے بعد اُس نے رعایا کو ترغیب دی کہ اُسکو بطور شہزادہ دس سال کے واسطے میر مجلس بنایا جائے اور اُس کے ایک سال بعد وہ شہنشاہ نیپولین سوم ہوگیا۔ جن لوگونکو

نیپولین اول کے زمانہ کے آفات و تکالیف یاد تھے وہ ہراسان ہوئے کہ اُنہی مصائب کا پھر سامنا ہوگا اور نوجوان انگریزوں نے اپنے ملک کو فرانسیسی حملوں سے بچانے کیلئے رضاکاروں کی فوجیں بنانا شروع کردیں لیکن لارڈ پالمرسٹن جو انگلستان کا وزیر خارجہ اور لوئی نیپولین سے بخوبی واقف تھا بالکل مطمئن تھا وہ جانتا تھا کہ لوئی مدتوں انگلستان میں رہا ہے اور انگریزوں سے اُسکو الفت ہے وہ کبھی برطانیہ پر حملہ نہیں کریگا۔ بہرحال پالمرسٹن کا خیال صحیح نکلا۔ نیپولین سوم نے اپنی مدت العمر برطانیہ عظمی کے ساتھ دوستی بناہ دی لیکن پالمرسٹن نے واقعۂ فاجعہ (پیرس کے دوسری ڈسمبر کے قتل عام کا نام تھا) کی تائید کرنے میں غلطی کی جسکے سبب سے ملکہ ابھی اُس سے سخت ناراض ہوگئی۔

پہلے پہل انگریزوں کا رضاکار بنانا ۱۸۵۲ء

اگرچہ برطانیہ کو فرانس سے جھگڑا کرنیکی ضرورت نہیں ہوئی لیکن فرانس اور یورپ کے دوسرے ملکوں میں لڑائی چھڑ جانے کے آثار پائے جاتے تھے۔ دریائے ڈنیوب کے بعض علاقے ترکی حکومت میں شامل تھے ان علاقوں کے عیسائی باشندوں کی حفاظت اور یوراشلم کے متبرک مقامات کی بابت ۱۸۵۲ء میں روس اور ترکی کے درمیان جنگ شروع ہوگئی۔ نکولس شہنشاہ روس کا خیال تھا کہ اگر برطانیہ عظمی

مسئلہ مشرقی ۱۸۵۳ء

ترکی کے ان علاقون پر روس کے قابض ہونے میں ساتھ دے تو روس اُس کے بدلہ میں مصر اور کینیڈا کے انضباط میں برطانیہ کی مدد کریگا۔ بہرحال برطانیہ نے اپنے ہمسایہ ممالک کے چھیننے سے انکار کردیا اور دول یورپ نے شہنشاہ روس کو امن قایم رکھنے کی نسبت بہت کچھ سمجھایا لیکن نکولس ایک تند مزاج اور خود سر تھا اُس نے کسی کی نہ سنی بلکہ سمجھا کہ انگلستان لڑائی سے جی چراتا ہے۔ اس لئے جب ترکون نے اپنے علاقہ کی عیسائی رعایا کو روس کی حمایت میں دینے سے انکار کیا تو اُس نے ڈینوب ندی کے علاقون میں روسی افواج روانہ کین اِس بنا پر ترکون نے دریائے ڈینوب کو عبور کرکے روسیون کو خشکی پر شکست دی اور روسیون نے بھی ترکی جہازون کے بیڑہ کو بتاریخ ۳۰۔ نومبر ۱۸۵۳ء بمقام سنوپ جلا کر انتقام لیا۔ اگرچہ اِس زمانہ میں اکثر لوگون کا خیال تھا کہ اگر برطانیہ عظمی اس جنگ میں شریک نہوتا تو مناسب تھا لیکن اُن دنون بعض وجوہ کی بنا پر اُسکو روسیونکے خلاف لڑنا ہی پڑا۔ لارڈ ایرڈین نے جو وزیر اعظم تھا امن و صلح کے برقرار رکھنے کی بے انتہا کوشش کی لیکن وہ دوسرے وزرا کے آراء سے مغلوب ہوگیا اگرچہ لارڈ پالمرسٹن اس جنگ کے زمانہ میں وزیر خارجہ نہیں بلکہ وزیر داخلہ تھا لیکن اس کے اثر میں دوسرے وزراء تھے اور وہ دل سے چاہتا تھا کہ روسی قوت بحر اسود پر نہ رہنے پائے اسکے سوائے

افغانستان میں روسی سازش کے سبب سے جو تباہی انگریزی فوج پر پڑی تھی اس سے خود انگریزوں کی قوم روسیوں سے پُر دل تھی۔ اس بنا پر برطانیہ غلطی بھی ترکی کی امداد پر آمادہ ہوگیا برطانوی اور فرانسیسی جہازوں کے بیڑے جو ۱۴۔ اکتوبر ۱۸۵۳ء کو درّۂ دانیال سے گزرے تھے اب بحر اسود میں داخل ہوگئے اور ۲۸۔ مارچ ۱۸۵۴ء کو برطانیہ اور فرانس نے روس کے خلاف جنگ کا اعلان دے دیا۔

جنگ کریمیا ۱۸۵۴ء تا ۱۸۵۶ء

اگرچہ یہ جنگ خطا پر مبنی نہ تھی پھر بھی جس طریقہ سے اُس کی تکمیل ہوئی وہ ضرور غلط تھا۔ پہلی غلطی یہ ہوئی کہ اصل میدان کارزار کریمیا قرار دیا گیا جو روس کے جنوب میں ایک چھوٹا سا جزیرہ نما ہے یعنے ملک کا کچھ حصہ بڑھکر بحر اسود میں داخل ہوا ہے اور چونکہ اکثر و بیشتر لڑائیاں کریمیا میں واقع ہوئیں اس لئے دوسرے مقامات پہ جو محاربات ہوئے اُن سے حسب دلخواہ نتیجہ برآمد نہ ہوسکا۔ بحر ابیض میں بھی خفیف معرکے ہوے اور یہاں آرچینجل کا محاصرہ کیا گیا بحر بالٹک میں بھی نوک جھوک رہی روسی آرمینیا میں بھی جہاں ترکون نے قارص کو جنرل ولیمز کی ماتحتی میں نہایت پامردی سے روسی حملے پسپا کرکے بچایا اور جنگ کے ختم ہونے کے چند ہی

روز پہلے بہ مجبوری اُسکو روسیون کے حوالہ کیا۔ ۱۳۔ سپٹمبر سنہ ۱۸۵۴ء کو حلفا کریمیا پہنچے اور ۲۰۔ سپٹمبر کو دریاے آلما پر اُنہیں پہلی فتح نصیب ہوی اگر یہ لوگ اُسی روز اور آگے بڑھتے تو سیباسٹوپل میں جو کریمیا کا بڑا اور مضبوط قلعہ تھا داخل ہو جاتے لیکن فرانسیسیون کے جنرل سین آرناڈ نے فتح کے سلسلہ میں آگے یورش کرنے سے انکار کردیا اور اُسکو برطانوی جرنیل لارڈ ریگلین نے بھی مان لیا۔ اسطرح موقع ملتے ہی روسی انجینیر ٹاڈل بین نے قلعہ مذکور کو اور بھی مستحکم کردیا جس کے سبب سے جنگ نے اور ایک سال طول کھینچا۔ اس جنگ میں برطانوی اور فرانسیسی سپاہیوں کا رویہ قابل تعریف رہا

لایٹ بریگیڈ کا حملہ
۲۵۔ اکٹوبر سنہ ۱۸۵۴ء

اُسی مقام پر بلیک لاوا کی جنگ میں ۲۵۔ اکٹوبر سنہ ۱۸۵۴ء کو لایٹ بریگیڈ نے حملہ کیا تھا۔ چھ سو انگریزی سپاہیون کا ایک دستہ تھا جس کے افسر نے اشارہ کے سمجھنے میں غلطی کی اور سمجھا کہ جرنیل نے حملہ کا حکم دیا ہے اس کے غلط حکم کی بناء پر اس مختصر دستہ نے پورے روسی لشکر پر دھاوا کردیا اگرچہ سپاہی بخوبی جانتے تھے کہ اُنمیں سے ایک بھی نہیں بچیگا لیکن جراءت کے جوش اور تعمیل حکم کے خیال نے اُن کے بڑھتے ہوے قدم کو رکنے نہیں دیا۔ اِس کے سواے انکرمان کی لڑائی میں بھی

جو ۵۔ نومبر کو واقع ہوئی برطانیون نے ہمت و حوصلہ سے کام لیا، گارڈ یعنے نگہبان سپاہیون کا ایک دستہ اور چند برطانوی رجمنٹون نے مل کر روسیون کے پورے لشکر کا جبتک کہ فرانسیسی فوج اُنکی امداد کے لئے پہنچے اور دشمن کو ہزیمت ہو مقابلہ کرکے اِس کو روک رکھا۔ لیکن اُنکی سرکردگی صحیح اصول پر ہونے سے کثرت سے جانون کا نقصان ہوا۔اس کے بعد سیباسٹوپل کا وہ طول طویل محاصرہ شروع ہوا جس سے محاصرین اور محصورین دونون اکتا گئے تھے۔ مبارزین کو نہایت شدید سارا موسم سرما میدان میں بسر کرنا پڑا۔ انگریزی سپاہ کا لباس بھی درست اور موسم کے موزون نہ تھا اور اُن کی ضروریات زندگی کی بھی نہایت بری حالت تھی۔ یہ سب خرابیان انگریزی مرکزی حکومت کے سوءِ انتظام کے سبب سے پیدا ہوئی تھیں۔

گڑبڑ اور سوءِ انتظام

غذا کے ذخائر ایسے مقامات کو روانہ کئے جاتے تھے جہان انکا اتارنا ممکن نہ تھا ایک سامان کا جہاز صرف جوتون سے لدا ہوا پہنچا اور لطف یہ کہ اس میں صرف بائین پانون کے جوتے تھے۔ سپاہی بیمار ہوگئے اور سردی سے محفوظ رہنے کے لئے اُنکے پاس لحاف تک نہ تھے، جن ٹھیکے دارون کے ذمہ گھوڑونکا چارہ تھا وہ گھاس کے پولون میں مٹی اور لید بھر کر روانہ کرتے تھے

لیکن ان سب خرابیون اور بدنظمی کے باوجود اس جنگ میں ایک ایسا نیک کام ہوا ہے کہ اُسکے محرک و مجوز کا نام کبھی لوگوں کے دماغون سے محو نہوگا۔ سڈنی ہربرٹ

فلارنس نایٹ اینگل صاحبہ

وزیر جنگ کی خواہش پر فلارنس نایٹ اینگل صاحبہ جنھوں نے دایہ گری کی تعلیم پائی تھی برطانیہ کی شریف عورتوں کی ایک جماعت کو اپنے ہمراہ لیکر میدان جنگ کے زخمی اور بیمار سپاہیوں کی تیمارداری کے لئے روانہ ہوگئیں۔ اُنکا بیمارون کے ہسپتال (خستہ خانہ) واقع اسکوٹاری میں پہنچنا تھا کہ سب امور درست ہوگئے۔ زخمون کی مرہم پٹی اصول سے ہونے لگی، مریضوں کی تیمار داری اور مرنیوالوں کے آرام وتسلی کا انتظام ہوگیا۔ رحم دل اور شایستہ شریف مستورات نے نایٹ اینگل صاحبہ کو اپنے لئے نمونہ قرار دیکر اس زمانے سے یورپ کی کل رزمگاہون میں اپنی ذات سے زخمی اور علیل سپاہیون کی امداد کی ہے۔

بیرون ملک انگریزی سپاہ پر جو آفتین ٹوٹ پڑی تھیں اور مرکزی حکومت کی بے اعتنائی کے حالات سن سنکر آخرکار قوم میں صبر کا یارا نہ رہا اور اُس نے چیخ پکار شروع کردی کہ لارڈ پالمرسٹن کو حکومت کا رہبر بنایا جائے۔ پارلیمنٹ کا اجلاس شروع ہوتے ہی لارڈ ابیرڈین نے استعفاء پیش کیا اور لارڈ پالمرسٹن اُس کے بجائے جنوری ۱۸۵۵ء میں

وزیر اعظم مقرر ہوا۔ اس کے پہلے ہی سے افسران فوج اور حکام متعلقہ جنگ کے تجربہ میں اضافہ ہونے سے حالات جنگ میں بھی بہتری شروع ہوگئی تھی۔ جاڑون کے بعد جب گرمی کا موسم آیا تو حلفا کی فوجون نے نہایت کامیابی کیساتھ محاصرہ کو قایم رکھا یہان تک کہ ۸۔ ستمبر ۱۸۵۵ء کو روسیون نے قلعون کو توڑ کر شہر خالی کردیا اور سیباسٹوپل متحدین کو مل گیا اُس کے بعد کے موسم بہار میں امن قایم ہوکر ایک

صلح پیرس ۳۰۔ مارچ ۱۸۵۶ء

عہد نامہ صلح بمقام پیرس مرتب ہوا ۳۰۔ مارچ ۱۸۵۶ء کو اسپر فریقین کے دستخط ہوگئے اور اُس کی رو سے روس کو اقرار کرنا پڑا کہ بحر اسود میں اس کے جنگی جہازون کا بیڑا نہیں رہیگا۔

اس کے بعد سواے ایک چھوٹی سی جنگ کے جو چین سے کرنی پڑی برطانیہ کی چند مہینوں کے لئے امن و عافیت میں بسر ہوی مگر اُس کے اختتام پر ایک خوفناک صدمہ نے ملک کو ہلا دیا۔ ایک عرصہ سے ہندی دیسی باشندون کے قلب و جگر میں انگریزون کی جانب سے آگ لگی ہوی تھی لیکن وہ اندر ہی اندر اپنا کام

ہندی سپاہیون کی شکایات

کررہی تھی اُس کے چند وجوہ تھے انگریزون نے ہند کی اکثر ریاستون کا اپنی حکومت میں الحاق کرلیا تھا خصوصاً ۱۸۵۶ء میں ملک اودھ کے الحاق نے تو تقریباً کل ہند کو اُن سے

برانگختہ کردیا۔ اس کے علاوہ ایک عجیب و غریب سانحہ کے پیش آنے سے دیسیون کی نفرت کی آگ ۱۸۵۷ء میں مشتعل ہوگئی۔ اُس کے کچھ دنوں پہلے ایک جدید بندوق ایجاد ہوی تھی جسیں چربی لگے ہوے کارتوس استعمال ہوتے تھے ہندی سپاہیون کو خیال ہوا کہ گائے یا سور کی چربی کارتوسون کو لگائی جاتی ہے۔ ہندون کے عقیدہ میں گائے کی چربی کے استعمال سے اُنکے مذہب کی بیحرمتی تھی اور اہل اسلام کے ہاں سور کی چربی نجس ہے۔ جب انگریزی حکومت ہند کو ان اعتراضات کا علم ہوا تو چربی کے عوض نرم کاغذ کارتوسوں میں لگایا گیا اور فوجی افسرون نے اپنے اپنے علاقہ کے دیسی سپاہیوں سے اُسکی بخوبی صراحت کردی لیکن حکومت اور عہدہ داران فوج کی تفہیم اور کوشش کا کچھ اثر نہوا۔ سپاہی اپنے خیال پر اڑے رہے کہ انگریز اُن کو لا مذہب کرنا چاہتے ہیں۔ فبروری اور مارچ ۱۸۵۷ء میں دو خفیف شورشین بارک پور میں ہوئیں۔ اس کے بعد چند روز بظاہر کل ملک میں سکون رہا لیکن مقامی حکام کو علم ہوگیا تھا کہ ایک گاؤن سے دوسرے گاؤن کو چپاتیاں (تنور کے پکے ہوئے چھوٹے کیک) مخفی بھیجی جاتی تھیں۔ آخرکار یہ راز ۳۔ مے ۱۸۵۷ء کو فاش ہوا جبکہ چند سپاہیون نے غدر کیا اور جسکی سزا میں سرہنری لارنس نے انہیں قید کیا۔

۱۲- ے کو میرٹھ میں جو دھلی سے قریب ہے تین رجمنٹوں نے بغاوت کرکے اپنے افسرون پر گولیان چلائیں اور اُسکے بعد رپ رپ کرتے ہوئے دہلی روانہ ہوگئے اور وہاں پہنچکر ملک کے کیرالسن بادشاہ کو جو قدیم سلاطین مغلیہ کی یادگار تھا (اور جسے انگریزی حکومت ہند سے وظیفہ ملتا تھا) اُس کے محل سے باہر لائے اور اُسکی شہنشاہی کا اعلان دیدیا۔ اُسکے بعد ان سپاہیون نے دوسری دیسی رجمنٹون کو ترغیب دی کہ وہ بھی اپنے افسرون کو قتل کرکے بغاوت میں انکا ساتھ دین۔

اس واقعہ کو زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ تمام شمالی ہند میں فساد کے شعلے بھڑک اُٹھے اور معدودے چندہزار گورون کو لاکھون آشفتہ سرہندیون سے مقابلہ کرنا پڑا انگریزون کی خوش قسمتی تھی کہ اُس زمانہ میں ہند کا گورنر جنرل لارڈ کیننگ تھا جو شل اپنے باپ کے نہ صرف اعلیٰ درجہ کا مدبر سلطنت تھا بلکہ اُسکی جراءت، ہمت، استقلال اور قابلیت بھی کمال درجہ کی تھی۔ جن لوگوں کو ابھی تک وہ مہیب زمانہ یاد ہوگا اُنکی آنکھون کے سامنے ہروقت دو تصویرین

ہندوستان کا غدر ۱۸۵۷ء

پھرتی ہونگی ایک تو برطانوی رعایا کا جسمیں عورتین اور بچے شریک تھے ظلم وجور سے قتل ہونا اور دوسرے انگریزی اعلیٰ اور ادنیٰ حکام کا شریفانہ اور حوصلہ افزا سلوک جنکو

اس شورش کے فرو کرنے سے تعلق تھا۔ اس خبر کے پاتے ہی سرجان لارنس نے جو پنجاب کا گورنر تھا فوراً اپنے سپاہیوں سے اُن کے ہتیار رکھوا لئے اور اپنی جان کی پروا نکر کے اپنے علاقہ کے انگریزی سپاہیوں کو دہلی کے محاصرہ کیواسطے روانہ کردیا اور اُنکی مدد کو اُنکے ساتھ بادفا سکھوں کی پلٹن بھیجی۔ لیکن اودھ میں جہاں کا گورنر سرہنری لارنس تھا یہ دریافت کر کے کہ باغیوں کی تعداد کثیر ہے لکھنؤ میں گورنر کی کوٹھی کو اُس نے زیادہ مستحکم و محفوظ کردیا اور اِس علاقہ میں جہاں جہاں انگریز تھے اُن سب کو اسمیں لے آیا تاکہ بصورت محاصرہ اچھی طرح سے مقابلہ ہو سکے۔ محاصرہ کے ایک مہینے کے بعد ایک توپ کے گولہ سے وہ ہلاک ہوا اور مرتے وقت اپنے ساتھیوں کو نصیحت کی کہ "ہرگز خود کو حوالہ نہ کرنا"۔

کانپور کا قتل عام ۱۵-جولائی ۱۸۵۷ء

کانپور میں فوج کا افسر اعلیٰ جری اور بوڑھا سرہیو ویلر تھا اُس کو ایک دیسی شہزادہ ناناصاحب نے سخت فریب دیا۔ جب فوج نے بغاوت کی تو ویلر نے ناناصاحب پر بھروسہ کر کے اُس سے مدد مانگی لیکن اُس نے کانپور پہنچکر امداد کرنے کے بجائے باغیوں کا سردار بنکر اُلٹا ویلر پہ حملہ کردیا جو ۵۰۰ انگریز اور ۵۰۰ انگریزنوں اور بچوں کو لیکر چند پرانے بارکوں میں جا چھپا۔ سپاہیوں

نے ان بارکون کو محصور کرکے اُن لوگوں پر آب و دانہ بند کردیا حتی کہ کنوئیں سے پانی لانے کے لئے اُنیں سے کوئی باہر نکلتا تو محاصرین کی بندوقون کا نشانہ بنتا تھا۔ ناناصاحب کے اصرار اور وعدہ پر کہ اگر ویلر اور اُسکے ساتھی کشتیوں میں سوار ہوکر گنگا ندی کے راستہ سے نکل جائیں تو اُنہیں امان ملیگی۔ آخرکار ویلر نے بہ مجبوری اِس بات کو قبول کیا اور یہ لوگ کشتیون میں سوار ہوکر ندی پر کچھ آگے بڑھے تھے کہ سپاہیون نے اُنپر بندوقون کی آتشباری شروع کردی۔ مشکل سے ۲۵۰ عورتین اور بچے جانبر ہوئے اور اِن بقیۃ السیف کو پھر کانپور میں پکڑ لائے جہان یہ لوگ مرض اور خوف کی حالت میں اٹھارہ روز زندہ رہے اور ۱۵ر جولائی کو جب اُنکی رہائی کے لئے جرنیل ہیولاک کانپور کے قریب پہنچا تو ناناصاحب نے اس اندیشہ سے کہ مبادا یہ چھوڑائے جائیں آدمیونکو بھجوا کر اِن سب کے ٹکڑے کروادئے اور لاشون کو کان پور کے مشہور کنوئیں میں پھکوا دیا۔

جب یہ خبر انگریزون کو پہنچی تو وہ غم و غصہ کے مارے قریب تھا کہ دیوانے ہو جاتے انگریز بھی اس حرکت ناشائستہ

کیننگ کا انصاف سے پیش آنا۔

کا اسیطرح جاہلانہ انتقام سے جواب دینے والے تھے لیکن کیننگ نے بہت مشکل سے اُنہیں سمجھاکر اُس سے باز رکھا۔ مگر وہ اپنے

ارادہ کا پکا تھا اس لئے جو لوگ مجرم ثابت ہوئے صرف اُنہی کو سخت سزائیں دلوائیں اور انگریزون کی آبرو پر بیگناہون کے خون کا دھبہ نہ آنے دیا علاوہ برایں اس امر کا بھی ہمیں اعتراف کرنا چاہئے کہ غدر کے زمانہ میں اکثر ہندیون نے انگریزی حکومت سے وفا کی اپنے وعدون میں سچے ثابت ہوئے اور اپنی جان پر کھیل کر انگریزی عورتون اور بچون کی جانین بچائیں۔ کان پور کے واقعہ کے بعد ہی جنگ کا مد و جزر بدل گیا۔ ولایت سے ابھی تازہ فوجین بھی نہ آئی تھیں کہ سپتمبر میں دہلی فتح کرلی گئی اور لڑائی کا رخ بدلجانے سے جنگ کا مرکز لکھنو بنگیا۔ جسکا محاصرہ چار مہینوں تک نہایت زور سے کیا گیا۔ جو لوگ محصور تھے وہ فاقون مر رہے تھے اور اُنہیں ہروقت قتل ہونے کا خوف لگا ہوا تھا اور جو فوجی امداد اُنکی رہائی کے لئے روانہ کی گئی تھی وہ ابھی راستہ میں تھی۔ بہرحال سر جیمز اوٹرم نے جس کے ہمراہ ہیولاک بھی تھا اور جس کو فتح پر فتح

محصورین لکھنؤ کی رہائی ۲۳ سپتمبر ۱۸۵۷ء

نصیب ہورہی تھی اپنی ہائی لینڈ کی پلٹنون کی مدد سے ۲۳۔ سپتمبر ۱۸۵۷ء کی تاریخ لکھنؤ کی رزیڈنسی سے دشمنوں کا محاصرہ اٹھایا بوڑھے انگریزی سپاہیون نے جان بچنے کے بعد جب اپنے بچون کو چھاتی سے لگایا ہے تو خوشی کے مارے مثل اطفال کے رودئے اور خدا کا شکر کیا کہ کانپور کی سی

بلا اپر نازل نہیں ہوی۔ اس کے چند روز بعد سرہنری ہیولاک کا انتقال ہوگیا اور اوٹ رم رزیڈنسی کو دشمنون سے بچاتا رہا یہان تک۔ کہ نومبر میں سرکالن کیمبل ایک بڑے لشکر کے ساتھ پہنچا وہ قلعہ کی انگریزی فوجکو رزیڈنسی سے نکالکر ایک دوسرے بہتر اور محفوظ مقام پر لیگیا۔ بالاخر لکھنؤ ماہ اپریل ۱۸۵۸ء میں فتح کرلیا گیا۔

۱۸۵۸ء کے موسم گرما میں سرہیوروز کا ہند متوسط کی لڑائیون میں مظفر و منصور ہونا تھا کہ بتدریج حکومت نے دوسرے مقامات میں بھی باغیون کو کچل ڈالا اور اسطرح بہت جلد شورش فرو کردی گئی۔ لیکن اس غدر

ایسٹ انڈیا کمپنی کا خاتمہ ۱۸۵۸ء

سے ایک فائدہ ہوا ایک عرصہ سے انگریز طرز حکومت ہند کو بدلنا چاہتے تھے لیکن غدر کے سبب سے جلد اس ارادہ کو عملی جامہ پہنایا گیا۔ ماہ جون ۱۸۵۸ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی (جماعت تجار ہند مشرقی) کی موقوفی ہوکر ہندوستان کے کل انگریزی علاقے تاج برطانیہ کے تحت میں منتقل ہوئے۔ اورغرہ نومبر ۱۸۵۸ء کو ملکہ معظمہ کے فرمانروائے ہند ہونے کا اعلان کیا گیا۔ کمپنی مذکورہ کی جسقدر فوج تھی وہ ملکہ کی افواج میں شامل کرلی گئی اور لارڈ کیننگ جو گورنر جنرل تھا پہلا "وایسرائے" یعنے ملکہ کا قایم مقام قرار پایا۔ اس کے بعد کیننگ کے عہد حکومت میں ملک نے خوب ترقی کی

ایک دوسرے وایسرائے سر جان کی عملداری میں بھی جسکو بعد میں لارڈ لارینس کا خطاب ملا ہند کی خوش حالی وغیرہ میں اضافہ ہوا۔ نئی نئی نہرون کے سلسلے قایم کئے گئے

ہند اور ماتحتی تاج برطانیہ۔

اور ہند کی چپہ چپہ زمین پر تار برقی نظر آنے لگا سنہ ۱۸۶۲ء میں تقریباً ۱۳۶۰ میل تک ریل کی سڑک پڑگئی تھی۔ حکومت نے روئی کی کاشت کی طرف لوگون کو توجہ دلائی اور جب اُسکی سرپرستی ہوی تو بڑی بڑی مقدار میں روئی مینچسٹر کے کارخانون کے لئے ہند سے برآمد ہونے لگی۔ سنہ ۱۸۶۶ء و سنہ ۱۸۷۳ء اور سنہ ۱۸۷۸ء میں نہایت شدید قحط سالی ہونیکے باوجود حکومت کیجانب سے مفلس دیسیون کی پریشانی و تباہی رفع کرنیکے لئے بہت کچھ امداد دیگئی۔ اس کے علاوہ ہر ایک صوبہ میں مدرسے اور دارالعلوم رعایا کی تعلیم کے لئے قایم کئے گئے۔ رفتہ رفتہ سرکاری ملازمت میں بھی دیسی لئے جانے لگے اور لارڈ نارتھ بروک اور لارڈ میو کے عہد ہمایون میں زیادہ منصفانہ قوانین وضع ہوئے اور سنگین محصولوں میں

وکٹوریہ قیصرۂ ہند۔

تخفیف ہوی۔ سنہ ۱۸۷۵ء میں ولیعہد برطانیہ (پرنس آف ویلز) نے کل ملک میں شاہانہ جلوس کے ساتھ دورہ کیا اور سنہ ۱۸۷۷ء میں ملکہ معظمہ نے "قیصرۂ ہند" کا خطاب اختیار فرمایا۔ سنہ ۱۸۷۸ء میں جبکہ روس سے یورپ میں لڑائی ہونیکا اندیشہ کیا جارہا تھا

انگریزی عہد میں پہلے پہل ہندی فوجوں کو سمندر پار مالٹا روانہ کیا گیا اور ۱۸۰۱ء میں تو فی الواقع انکو برطانوی سپاہ کے پہلو بہ پہلو مصر میں لڑنا پڑا اور اُسکے بعد جب لندن میں فتح کا جلوس نکالا گیا تو انکو بھی شریک کیا گیا تھا۔ اسطرح مشرق کے ایک بڑے ملک اور مغرب کے ایک چھوٹے جزیرہ میں جو سلطنت برطانیہ کا مرکز ہے بتدریج اتحاد پیدا ہو رہا ہے۔ ہند وہی ملک ہے جسمیں قدیم علم و ہنر کے چشمے اسوقت جاری تھے جبکہ برطانیہ وحشی قوموں سے بھرا پڑا تھا اور اسپر جہالت و افلاس کی تاریکی چھائی ہوی تھی۔ اسوقت اس بات کی پیشین گوئی کرنا دشوار ہے کہ آگے چلکر ہند میں انگریزی حکومت قایم رہ سکیگی کہ نہیں لیکن اِس میں شک نہیں کہ برطانوی مدبران سلطنت اور برطانوی سلاطین نے ہند کی حکومت کو پرامن اور رعایا کو خوش حال بنانے کیلئے ہر ممکن تدبیر سے کام لیا ہے

افغانستان اور افریقہ میں برطانوی محاربات ۱۸۶۶ء سے ۱۸۸۶ء

ہندوستان کے غدر کے بعد جن محاربات میں برطانیہ مصروف رہا ہے وہ حسب ذیل ہیں:-

اولاً چین سے ۱۸۵۵ء میں لڑنا پڑا پھر اسی ملک سے ۱۸۶۰ء میں جبکہ برطانوی اور فرانسیسی افواج پیکن میں داخل ہوی ہیں لڑائی ہوی۔ ثانیاً ۱۸۶۷ء میں چند انگریزوں کی رہائی کے لئے جنکو تھیوڈر بادشاہ نے قید کر لیا تھا

سر رابرٹ نیپیئر کی سرکردگی میں کچھ سپاہ حبش کو روانہ کیگئی اور
شاہ مذکور لڑتا ہوا اپنے قلعہ میں مارا گیا۔ ثالثاً ۱۸۷۳ء میں
سرگارنیٹ وُلزلی کے ماتحت اشانٹی قبائل کی سرکوبی کے لئے
جو انگریزوں کے زیر حمایت قبیلوں سے لڑرہے تھے ایک
دستۂ فوج گولڈکوسٹ (ساحل طلا) پر بھیجا گیا۔ رابعاً افغانستان
میں برطانوی سفیر سر لوئی کیویگ نری کے قتل سے پھر انگریزوں
کے خلاف فساد برپا ہونے پر سر فریڈرک رابرٹس کے ماتحت
فوج روانہ کیگئی جو نہایت کامیابی اور شان سے ملک میں
ایک سرے سے دوسرے سرے تک ۱۸۷۹ء سے ۱۸۸۰ء
تک کشت و خون کرتی ہوی گزر گئی اور اسطرح سفیر کے
خون کا انتقام لیا گیا۔ اس دوسرے سفیر کا قتل بھی اسطرح
واقع ہوا جسطرح سینتیس سال پیشتر سر الکزانڈر برنس ہلاک کیا گیا
تھا۔ خامساً دو ناکام لڑائیاں زولو اور بوئیر قوموں سے ۱۸۷۹ء
اور ۱۸۸۱ء میں ہوئیں۔ سادساً خدیو مصر کی مدد کے لئے
برطانیہ کو سودانی عربوں سے ۱۸۸۴ء سے ۱۸۸۵ء تک جنگ
کرنی پڑی۔ تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا کہ یورپ کی فوجوں
نے کشتیوں کے ذریعہ سے رود نیل پر اُس کے دہانہ
کیطرف صعود کیا ہے۔ اسی جنگ میں اسکا سورما چارلس جارج گارڈن
خرطوم میں کام آیا۔ بہرحال اس باغی خلیفہ کا سودان پر ۲۔
ستمبر ۱۸۹۸ء تک قبضہ رہا جبکہ سر ہربرٹ کچنر نے اسکو شکست فاش
دی اور ام درمان اور خرطوم پر قبضہ کرلیا۔ ماہ نومبر ۱۸۹۹ء

میں خلیفہ کو کرنل سرایف وینگیٹ کے مقابلہ میں بمقام ام ڈیبری گیٹ بارشانی ہزیمت اٹھانی پڑی اور وہ اپنے سرداران وفادار کے ساتھ دشمنون سے لڑتا ہوا مارا گیا۔

لارڈ پامرسٹن کے انتقال کے بعد سے جو سنہ ۱۸۶۵ء میں واقع ہوا برطانیہ کے دو مشہور سیاسی فرقون کنزرویٹف (قدامت پسند) اور لبرل (حریت و جدّت پسند) کے ہاتھ میں باری باری سے زمام حکومت آئی ہے۔ مختلف لوگ اپنے اپنے وقت میں اِن فرقون کے رہبر بنے ہیں۔ چنانچہ سب سے پہلا رہبر لارڈ جان رسل ہوا ہے۔ اُس کے بعد ڈِزریلی کو (جو سنہ ۱۸۷۶ء میں لارڈ بیکنس فیلڈ بنا) رہبری ملی۔ بعد ازان گلیڈاسٹن لارڈ روزبری، اور لارڈ سالسبری نے برسرِ حکومت سیاسی فرقہ کی سرداری کی ہے۔ اگرچہ اِن دونوں فرقون کے اصول میں بہت کچھ اختلاف رہا ہے لیکن دونوں نے کاریگر اور مزدور پیشہ لوگون کی حالت درست کرنے میں اور کل برطانوی قوم کو حکومت میں

قوانین اصلاح از سنہ ۱۸۵۹ء تا سنہ ۱۸۸۵ء

شریک کرنے کے لئے سعی بلیغ اور ایثار کیا ہے۔ سنہ ۱۸۵۹ء میں قدامت پسندون نے لارڈ ڈربی کی ماتحتی میں یہودیون کو پارلیمنٹ کے ارکان بنانے کی نسبت ایک مسودہ قانون منظور کرایا۔ پھر سنہ ۱۸۶۷ء میں ایک مسودہ اصلاح کے منظور ہو جانے سے ہر ایک شہر میں ہر صاحب خانہ کو جو اپنے مکان مسکونہ کا ۴ پونڈ

سالانہ کرایہ ادا کرتا اور ہر صاحب حجرہ کو جو اُسکا ۱۰ پونڈ سالانہ کرایہ دیتا تھا حق رائے مل گیا۔ لیکن اضلاع و دیہات میں رہنے والون کے ساتھ کچھ رعایت نہیں کیگئی صرف اُسی شخص کو حق رائے حاصل رہا جو ۱۲ پونڈ سالانہ کرایہ مکان دیتا تھا۔ ۱۸۷۲ء میں گلیڈ اسٹن کی حکومت میں فرقہ جدت پسند نے قانون بیلٹ (قرعہ اندازی) جاری کیا تاکہ ایک شخص کے ارادہ سے کہ وہ کس کے واسطے راے دینا چاہتا ہے دوسرا واقف نہو سکے ۱۸۸۵ء میں گلیڈاسٹن صاحب نے "نیابت قوم" کے مسودہ قانون کو منظور کیا جسکے سبب سے اب سکونت شہر اور دیہات کا امتیاز باقی نہیں رہا۔ ہر صاحب خانہ و حجرہ خواہ وہ شہر میں رہتا ہو کہ گاؤن میں اگر اپنے مکان یا حجرہ کو ایک سال کے واسطے کرایہ پہ لے تو اُسکو رائے دینے کا حق حاصل ہے۔ اسطرح ملک کے کل مزدورون اور کاریگرون کو حکومت میں دخل دینے کا اختیار ہے اور اس قانون کے اجرا سے رجسٹر انتخاب کنندگان میں ڈھائی ملین رائے دینے والون کا اضافہ ہوا ہے۔

اس اثنا میں ممالک غیر کے جھگڑون کا اثر برطانیہ عظمی پر پڑا۔ ۱۸۵۸ء میں آرسنی نام کے ایک ایطالوی۔ فرانسیسی شہنشاہ کی گاڑی پر بمب کے گولے پھینک کر اُسکو بدغا قتل کرنے کا اقدام کیا۔ چونکہ سازش مذکور کے چ

آرسینی کا بمب کے گولے پھینکنا ۱۸۵۸ء

ارکان نے انگلستان میں پناہ لی تھی اِسلئے فرانسیسی اسقدر انگریزون سے برہم ہوگئے تھے کہ لوگوں کو فرانس اور انگلستان کے آپسمیں لڑ مرنیکا اندیشہ ہو رہا تھا۔ اس بنا پر لارڈ پالمرسٹن نے رضاکاران رفل کی سرپرستی کرکے انکے شوق کو بڑھایا اورجب لوگ اس ادارہ میں کثرت سے شریک ہونے لگے تو اُسکی صدارت و نگرانی محکمۂ جنگ کے تفویض کیگئی جسکے

تنظیم رضاکاران ۱۸۵۹ء

سبب سے یہ رضاکار بھی برطانوی فوج کا ایک جزو متصور ہونے لگے۔ اگرچہ یہ سب اہتمام تو ہوا لیکن لڑائی کی نوبت نہیں آئی بلکہ ۱۸۶۰ء میں کابڈن نے برطانیہ اور فرانس کے درمیان ایک مفید تجارتی صلح کرادی جسکے سبب سے دونوں ملکوں میں ایسا قوی اتحاد پیدا ہوگیا کہ ۱۸۷۰ء کی فرانس اور پرشیا

فرانس اور پرشیا کی جنگ۔ ۱۸۷۰ء

کی خوفناک جنگ سے بھی اُس میں کسی قسم کا تزلزل نہ آسکا اور اُس کے برعکس محاصرۂ پیرس اور شورشِ کمیون (فرانس کے چھوٹے چھوٹے خود اختیار حلقہ ہائے حکومت) کے زمانہ میں نیپولین سوم نے انگلستان میں پناہ لی جہاں ماہ جنوری ۱۸۷۳ء میں اُسکا انتقال ہوا۔ ۱۸۶۶ء میں ایک دوسرا جھگڑا پیش آیا۔ بحرِاوقیانوس میں تار برقی کے قایم ہونے اور ۱۸۵۸ء میں ملکۂ معظمہ کا ریاستہائے متحدہ کے میرمجلس کو

ریاستہائے متحدہ کی جنگ از ۱۸۶۱ء تا ۱۸۶۵ء

ایک بحری تار برقی کا پیام ارسال کرنیکے سبب سے لوگوں کو امید بندھی کہ اِن دونوں دول میں اتحاد کی بنیاد زیادہ مستحکم ہوگی لیکن افسوس ہے کہ اس توقع کے ساتھ ہی اِن ریاستوں میں خانہ جنگی کے آثار پیدا ہوگئے۔ ریاستہائے شمالی میں انسان کا غلام و لونڈی بنانا ناجایز قرار دیا گیا تھا اور غلاموں کی خرید و فروخت ممنوع کردی گئی تھی۔ لیکن امریکہ کی جنوبی ریاستون میں ابھی تک کنیز و غلام باقی تھے اور جب ۱۸۵۰ء میں کیالیفورنیا کی جدید ریاست نے قانون بناکر غلامی کو ناجایز قراردیا تو اِن دوسری ریاستونکی آتش غضب مشتعل ہوگئی۔ ۱۸۶۰ء تک ریاستہائے متحدہ کے جسقدر میرمجلس گزرے ہیں وہ سب جنوبی ریاستون کے ہمخیال رہے لیکن اُسی سال غلامی کے منسوخ کرنیوالونکو ابراہیم لنکن کے انتخاب کرنے میں کامیابی ہوی۔ لنکن منصف مزاج اور اعتدال پسند تھا اگرچہ غلاموں کے مالکوں سے اُسے ہمدردی نہ تھی لیکن اُس کو اُنکے قوانین کا پاس تھا۔ اِس بنا پر جنوبی ریاستون نے شمالی ریاستوں سے قطع تعلق کرکے اپنے لئے ایک دوسری اجتماعی حکومت بنانی چاہی جس کی وجہ سے ریاستوں کے اِن دونوں مجموعوں میں جنگ شروع ہوکر چار سال تک جاری رہی۔ چونکہ جنوبی ریاستوں سے کپڑا بننے کے لئے روئی انگلستان روانہ ہوتی تھی اور مخاصمت

لنکاشائر میں روئی کا قحط ۱۸۶۱ء

کیوجہ سے شمالی ریاستوں نے جنوبی ریاستوں کی بندرگاہوں کا محاصرہ کرلیا تھا اس لئے ہزارہا کاریگر اور مزدور پیشہ عورتوں اور بچون کا جو لنکاشائر کے کپڑے کے کارخانوںمیں کام کرتے تھے پنبۂ خام کی درآمد موقوف ہونے سے روزگار بند ہوگیا اور قبل اِسکے کہ مصر اور ہند سے خام روئی بہم پہنچائی جائے اِن غریبون کی فاقے میں بسر ہونے لگی۔ اگرچہ اُنکی امداد پر کثیر رقمین جمع اور صرف کی گئیں تاہم اُنکی تکلیف و عُسرت ناقابل برداشت تھی۔ اُسپر بھی اُن لوگوں نے صبر و تحمل سے کام لیا اور چونکہ خود اُنکے عقیدہ میں کسی انسان کا لونڈی غلام بنایا جانا ناجایز تھا اِس لئے ان لوگون نے جنگ — کی طرفداری کی مگر انگلستان کے متموّل باشندے اسقدر باشعور نہ تھے۔ جسکے سبب سے وہ لوگ جنوبی ریاستون کے طرفدار بنگئے اور بہت سے جنگی جہاز برطانوی گودیون میں اُن کے لئے تیار کراکے اُنکے ہان پہنچائے۔ چنانچہ اُنھیں کا ایک مشہور جہاز الاباما تھا۔ بالاخر ۱۸۶۵ء میں شمال نے فتح پائی اور غلامی منسوخ ہوی لیکن ابراہم لِنکن نہ بچ سکا، کسی نے دغا سے اُسکو ہلاک کردیا۔

الاباما کے مقابل امریکہ کا دعوے۔

فرصت پاتے ہی اہل امریکہ نے برطانوی حکومت سے شکایت کی کہ اُسنے باغیوں کے جنگی جہازوں کو اپنے علاقوں میں کیون بننے دیا۔ الاباما کے سبب سے جو نقصان شمالی حکومتون

کو پہنچا تھا اسکے متعلق برطانیہ اور امریکہ میں گفت و شنید ہوی اور برطانیہ نے امریکہ کو تین ملین پونڈ تاوان میں ادا کئے۔

جبکہ مندرجۂ صدر واقعات ممالک غیر میں پیش آرہے تھے انگلستان میں دو بڑے واقعوں کا ظہور ہوا بتاریخ ۱۴۔ ڈسمبر ۱۸۶۱ء تپ محرقہ سے عقدالتاج "البرٹ نیک" نے رحلت کی

وفات عقدالتاج۔ ۱۸۶۱ء

سچ ہے کہ نیک آدمی کی قدر اُس کے جانے کے بعد ہوتی ہے۔ جو محبت و الفت اُسکو انگریزوں سے تھی اور جو محنت و جانفشانی اُس نے اُنکی ترقی اور خوشحالی کے متعلق کی جو نیک و مفید مشورے اُسنے ملکہ کو دیئے اور جو تقویت کہ اُسکی ذات سے علم و ہنر کو پہنچی اور زندگی کے اعلیٰ تر فرایض کی بجاآوری کے قابل بنانے کے لئے جسطرح اُس نے اپنی اولاد کو تعلیم دی شہزادۂ مذکور کے اُن سب اوصاف حمیدہ اور کارگزاریوں کی قدر انگریزوں کو اُسوقت ہوی جب وہ اُنیں سے اُٹھ گیا۔ دوسرا واقعہ پرنس آف ویلز کی شادی تھی جو ۱۰۔ مارچ ۱۸۶۳ء کو الگزانڈرا دختر شاہ ڈنمارک کے ساتھ ہوی

ولیعہد کی شادی اور علالت۔

قوم کے دلمیں ولیعہد اور ولیعہد بیگم کیجانب سے بھی بے انتہا محبت تھی اور اُسکا ثبوت اس واقعہ کے آٹھ سال بعد ملا جبکہ ۱۸۷۱ء میں ولیعہد بھی اُسی مرض میں مبتلا ہوکر جس سے اُس کے

باپ کی وفات ہوی تھی لب گور پہنچ گیا تھا۔ جب شہزادہ کی حالت اسقدر خطرناک ہوی تو شہزادی بحالت اضطراب شوہر کے پہلو سے اٹھی اور قریۂ سینڈریگم کے گرجا میں جاکر اُسکی صحت کے لئے دعا مانگنے لگی۔ بظاہر شہزادی گرجا کو تنہا روانہ ہوی تھی لیکن انگلستان کے مرد و زن کے قلب اُسکے ہمراہ تھے اور اجابت دعا کیلئے آمین کہ رہے تھے۔ جس کسی نے شہزادی کی مضطربانہ حالت دیکھی وہ افسردہ خاطر ہوا اور شہزادہ کے دفع مرض کے لئے اُسکے دل سے دعا نکلی۔ صحت یابی کے بعد جب ملکۂ معظمہ مع ولیعہد اور ولیعہد بیگم جلوس شاہی کے ساتھ شکر الٰہی بجا لانیکے لئے سینٹ پال کے گرجا کو تشریف لیگئیں تو تماشائیوں میں کوئی شخص ایسا نہ تھا جس نے نعرۂ مسرت نہ بلند کیا ہو۔

انگلستان اور آئرلینڈ میں فتنہ و فساد۔

اسی عرصہ میں جلد جلد ایک کے بعد دوسرا واقعہ پیش آتا گیا۔ عوام نے ۱۸۶۶ء میں اصلاح حکومت کے متعلق غوغا مچاکر ہائیڈ پارک میں بلوا کرنا شروع کردیا جسکے سبب سے لارڈ ڈربی نے ۱۸۶۷ء میں اصلاح مذکور منظور کی (دیکھو صفحہ ۸۳۳) آئرلینڈ میں بھی ہل چل مچ گئی فنی ین لوگوں نے شورش کی اور انگلستان میں قلعہ چیسٹر پر قبضہ کرنا چاہا لیکن جب حکومت سے مقابلہ ہونے کے بعد اکثر باغی گرفتار ہوئے اور کلرکینل کے محبس میں اُنکو قید کیا گیا تو قید خانہ کو اڑا دینے کے لئے باقی باغیوں نے سازش کی اور اگرچہ شہر کے اس حصہ میں

جہان مفلس آدمیونکی گنجان آبادی تھی دھاکا ہوکر غریبوں کے مکان منہدم ہو گئے لیکن قیدی اپنے کو رہا نہ کرا سکے شفیلڈ میں بھی اسی طرح کے بڑے ہنگامے ہوئے لیکن اُن کے بانی انگریزی مزدور اور کارخانوں میں کام کرنے والے لوگ تھے۔ ان لوگوں نے آپسمیں اتفاق کیا تھا کہ کارخانون کے مالکوں کو مجبور کرکے شرح اُجرت کے اضافہ کے متعلق شرایط کرائینگے جسکی تکمیل کے لئے "تجارتی اتحادات" قائم کئے گئے تھے۔ جن مزدوروں اور کاریگروں نے تجارتی انجمنوں کی ہدایت و مشورہ کو نہ مانا اُنکی متحدین نے بُری گت بنائی اور زد وکوب کے سبب سے اکثر ہلاک بھی ہوے بالآخر حکومت نے اِن فسادات کو فرو کرکے دانشمندانہ قوانین بنائے کہ بہتر سے بہتر اور قوی سے قوی تجارتی اتحاد کے قایم کرنے کی قانوناً اجازت ملگئی اور مخفی سازشون کا سد باب ہوا۔

اِسکے بعد چند سال میں پارلیمنٹ نے قوم کے فایدے کے لئے اکثر قوانین جاری کئے ہیں۔ جب سے کہ سنہ ۱۸۳۲ء، سنہ ۱۸۴۸ء اور سنہ ۱۸۵۳ء میں انگلستان میں ایشیائی ہیضہ کی کثرت سے وارداتین ہوی تھیں مفلس لوگوں کے مکانوں اور اُنکے محلوں کی سڑکوں اور راستوں کی صفائی کے متعلق سخت کوششیں ہو رہی تھیں۔ اور ملک کے مختلف طبقاتِ آبادی کو قوانین صحت کا لحاظ ہو گیا تھا۔ سنہ ۱۸۶۶ء میں قانون حفظ صحت یا صحت عامہ کے اجرا سے

قانون صحت عامہ سنہ ۱۸۶۶ء

عہدہ داران صفائی ہر ایک مالک مکان کو اس کے مکان کی صفائی اور موریوں کے انتظام کے متعلق مجبور کرنے کے مجاز ہوئے ہیں۔ اِن حکام کو اختیار ہے کہ مکانوں میں کوڑا کرکٹ اور غلاظت نہ جمع رہنے کے لئے اُن کے مالکوں اور کرایہ داروں کو توجہ دلائیں اور ہر ایک مکان اور حجرہ میں ایک معقول تعداد سے زیادہ انسانوں کو نہ رہنے دیں۔ غالباً ان اصلاحات کی وجہ سے تیس سال ہوئے کہ انگلستان ہیضہ ایشیائی کی وبا سے بالکل محفوظ ہے۔ لیکن اُسکے برعکس یورپ کے دوسرے ملکوں میں ۱۸۸۴ء، ۱۸۸۵ء اور ۱۸۸۶ء میں لاکھوں آدمی وبائے مذکور کا شکار بنے۔ قانون صحت عامہ کا اجرا انگلستان کے حق میں بہت مفید ثابت ہوا چنانچہ ۱۸۸۰ء سے اموات کی تعداد میں سالانہ ۴۱۰۰۰ کی کمی ہو رہی ہے۔

آئرلینڈ کے سرکاری مذہب اور اُسکے اخراجات کی موقوفی ۱۸۶۹ء
قانون اراضی ۱۸۷۰ء

۱۸۶۹ء اور ۱۸۷۰ء کے درمیان آئرلینڈ کے فایدے کی بہت سی باتیں عمل میں آئیں۔ حکومت کے معین کردہ مذہب اور اُسکے اخراجات کی موقوفی ہوی کیتھولک کو پروٹسٹنٹ کے ساتھ مساوات دی گئی۔ ۱۸۷۰ء میں گلیڈاسٹن نے آئرلینڈ کے لئے ایک قانون اراضی جاری کرکے وہاں کے مزارعین کو فائدہ پہنچایا۔ اراضی کے قبضہ و اقتدار کے متعلق اُنکی حالت پہلے سے بہت بہتر ہوگئی۔ ۱۸۷۰ء میں انگلستان کے متعلق فورسٹر نے ایک قانون تعلیم جاری کرایا جسکے ذریعہ سے طے پایا ہے کہ

اگر ملک کے کسی حصہ میں تعلیم اطفال کے لئے سرکاری مدرسہ موجود نہ ہو تو وہان کے باشندے قیام مدرسہ کی نسبت اپنی

قانون تعلیم ۱۸۷۰ء

ایک کمیٹی قایم کر کے آبادئی مذکورہ کے کل اطفال کی تعلیم کے لئے مدرسہ جاری کرین۔ مدرسہ کی تعمیر اور اُس کے اخراجات کے لئے آبادی متعلقہ سے محصول لیا جائے اور مدرسہ کی نگرانی اور انتظام وغیرہ کمیٹی مدرسہ کے تفویض رہے۔ اِسکے چند سال بعد ایک اور قانون کے نفاذ سے تعلیم جبری کردی گئی، مان باپ پر لازم ہے کہ اپنے اطفال کو تعلیم دلائیں۔ اس قانون جبری کے سبب سے انگلستان اسکاٹ لینڈ اور آئرلینڈ کے ابتدائی مدارس میں طلبہ کی تعداد بہ نسبت ۱۸۷۵ء کے اب دو چند ہوگئی ہے۔ اِس سے قوم کی جہالت اور بدکاری میں کمی ہو رہی ہے اور کسی طفل کے لئے جو صحیح و توانا ہو لکھنے پڑھنے اور فرمان بردار بننے کے بغیر شباب کو پہنچنا ممکن نہیں۔ اس کے سواے حکومت نے ملک کے ہر ہر گوشہ میں علوم وفنون کے مدارس قایم کئے ہیں جہان کم صرف میں اعلیٰ درجہ کی تعلیم دیجاتی ہے۔ قوم کی متمول جماعتوں میں خصوصاً فرقۂ اناث کو تعلیم کیطرف خاص توجہ ہو ی ہے۔ زمانۂ حاضرہ کے مدارس میں لڑکیوں کو امور خانہ داری (سینے اور پکوان) کی بہ نسبت زیادہ تر تاریخ علم و ہنر اور دوسرے مضامین پڑھائے جاتے ہیں تاکہ اس قسم کی تعلیم سے اُنکے خیالات کی اصلاح اور قلوب کی جلا ہو اور وہ حقایق

معارف زندگی سے واقف ہوکر اپنے فرایض کی انجام دہی کے قابل ہوسکیں۔ آکسفرڈ اور کیمبرج میں تو مستورات کے لئے مخصوص دارالعلوم جاری ہوئے ہیں اب کتخدا عورتین اور مائیں ان مضامین سے جنکی تحصیل اُنکے شوہر اور فرزند کریں ناواقف رہنا پسند نہیں کرتی ہیں۔ ۱۸۷۱ء میں آکسفرڈ، کیمبرج اور ڈرہم کی یونیورسٹیون نے اپنے ہان سے آزمایشات مذہبی اٹھادیئے جسکی وجہ سے ان یونیورسٹیون میں دوسرے مذہب والوں کے لئے اب کوئی قید نہیں رہی چرچ میں (مذہب معیّنہ انگلستان کا پیرو)، ڈسنٹر (منحرف مذہب پروٹیسٹنٹ)، کیتھولک ہندو اور مسلمان جسکا جی چاہے انمیں شریک ہوکر تعلیم پاسکتا ہے۔ اس سال ملکۂ معظمہ نے فوج میں "طریق خریداری" کو موقوف کردیا جسکے سبب سے کوئی فوجی ملازم اپنی ترقی کو اب خرید نہیں سکتا بلکہ اِس کے لئے حسنِ خدمت اور مدت ملازمت معیار قرار پائے ہیں۔

۱۸۷۴ء میں ڈزریلی جو ۱۸۷۶ء میں لارڈ بیکنزفیلڈ کے خطاب سے سرفراز ہوا، دوبارہ وزیر اعظم بنا اور اس کے عہد حکومت میں ایک قانون نافذہ ۱۸۷۷ء کے ذریعہ سے نیٹال، راس امید، خود مختار جمہوریت آرینج اور ٹرانسوال کی نوآبادیوں کو حکومت متفقہ قایم کرنیکی اجازت عطا ہوی۔ اگرچہ اِس قانون کے اجرا سے زیادہ اہم نتائج برآمد نہیں ہوئے لیکن اِسکی یاد واقعہ ذیل کے سبب سے لوگون کے لوح دل پر

مدتوں نقش رہیگی ۔ جس زمانہ میں کہ قانون مذکور کی بابت (پارلیمنٹ) میں بحث ہو رہی تھی آیرستانی ارکان نے "رکاوٹ" کے ذریعہ سے وضع قوانین میں حرج کرنا شروع کردیا جسکے سبب سے اکثر مفید و بکار آمد قانون کا بننا دونوں وزارتوں (قدامت پسند و جدت پسند) کے زمانہ میں موتوف رہا۔ آئرلینڈ کے نمایندوں نے حکومت کو دق کرینکی ایک چال اختیار کی تھی ۔ جو مسودہ قانون پارلیمنٹ میں پیش ہوتا تھا خواہ اس سے اُنہیں تعلق ہو کہ نہو وہ غیر متعلق اور لایعنی بحث اسپر شروع کردیتے تھے جسکے سبب سے معمولی معمولی مدارج طے کرنے میں پارلیمنٹ کا سارا وقت صرف ہوجاتا تھا۔ ان لوگوں کا خیال تھا کہ اسطرح دق کرنے سے حکومت انہیں آیرلینڈ واپس کریگی اور وہ پھر برطانیہ کو مجبور کرکے اپنی پارلیمنٹ دوبارہ حاصل کرینگے لیکن حکومت نے ایک تدبیر سے ان ارکان کو ہموار کرلیا۔ برطانیہ نے سعی بلیغ کرکے آئرلینڈ کے ان سب نقصانات کی جو اُسکو اُسکی پارلیمنٹ کے لئے جانے سے پہنچے تھے تلافی کردی۔ ۱۸۸۰ء میں مسٹر گلیڈاسٹن نے دوبارہ وزارت پر آتے ہی ایک دوسرا قانون اراضی برائے آیرستان ۱۸۸۱ء میں جاری کیا لیکن پارنل نے جیسا کہ اس کے پہلے اوکانل کرتا تھا بے چینی کو جاری رکھا۔ آئرلینڈ میں عدم حکومت کی سی حالت ہوگئی تھی قتل اور فتنہ و فساد کا بازار گرم تھا۔ ۶ مئی

آیرستانی رکاوٹ از ۱۸۷۷ء تا ۱۸۸۱ء

کیونڈش اور برک کا قتل۔ ۱۸۸۲ء

۱۸۸۲ء کو ڈبلین کے فینکس پارک میں لارڈ فریڈرک کیونڈش جو دل سے آیرستانیوں کا خیرخواہ تھا جھگڑے کو مٹانے کی غرض سے آیرستان گیا ہوا تھا مسٹر برک کے ساتھ قتل کردیا گیا۔ آخرکار ۱۸۸۶ء میں مسٹر گلیڈاسٹن نے "ہوم رول" (Home rule) کی تدبیر نکالی کہ حکومت خود اختیاری کے متعلق آیرستانی ارکان کی مطلب برآری ہو جسکے لئے وہ عرصۂ دراز سے پارلیمنٹ پر تقاضا کررہے تھے۔ مگر اسکے سبب سے فرقہ حریت پسند میں پھوٹ پڑگئی۔ گوشین۔ چیمبرلین۔ برایٹ اور اکثر دوسرے

ہوم رول کی نامنظوری ۱۸۸۶ء

سر برآوردہ ارکانِ جدت پسند نے گلیڈاسٹن کا ساتھ چھوڑکر ایک علٰحدہ اتحاد پسند فرقہ بنایا اور آپسمیں عہد کیا کہ سلطنت کی سالمیت برقرار رکھینگے اس بنا پر ہوم رول کا مسودہ نامنظور اور پارلیمنٹ برخاست ہوی۔ انتخاب جدید کے سلسلہ میں قدامت پسندوں کے ہاتھ زمام حکومت آئی لارڈ سالسبری وزیر اعظم بنا اور اسکا بھتیجا مسٹر آرتھر بیلفر آیرستانی سیکریٹری مقرر ہوا۔ ۱۸۸۷ء میں سنگین سزاؤنکا ایک مجموعۂ تعزیرات جاری اور آیرستانی مزارعین کے نفع کے لئے ایک دوسرا قانون اراضی نافذ ہوا آیرستان پر کچھ عرصہ کے لئے سختی سے حکومت کیگئی جسکے سبب سے وہاں امن قایم رہا۔

ملکہ وکٹوریہ کو اورنگ حکومت پر آئے ہوے پچاس

سال گزر گئے اور اس عرصۂ دراز میں نہایت اہم تغیرات ظہور پذیر ہوے ہیں لیکن جبتک اُن پر گہری تاریخی نظر نہ ڈالی جائے صحیح حالات کا اندازہ کرنا دشوار ہے۔ عہد مذکور کا ابتدائی حصہ ملک کے لئے ادبار و افلاس کا زمانہ تھا اجرت کی شرح کا آثار اور اشیاءِ خورو نوش کی گرانی، جمہور ملک جاہل اور پریشان حال تھی۔ ابنائے ملک کی ثروت اور قوت کا دار مدار زراعت پر تھا سَو میں سے اسّی آدمی اراضی سے پیٹ پالتے تھے۔ اکثر شہروں کی جواب بہت بڑے معلوم ہوتے ہیں اُس زمانہ میں کچھ بھی وقعت نہ تھی۔ ملک کی معدنی دولت کا بہت بڑا حصہ زمین میں مخفی تھا اور باربرداری کے مصارف زیادہ ہونے سے کان کنی کیطرف کم توجہ تھی۔ اگرچہ کلوں کے نکل آنے سے برطانوی مصنوعات میں اُنکا استعمال شروع ہوگیا تھا لیکن ترقی کی ابتدائی حالت تھی اِس لئے کلوں سے جسقدر فائدہ چاہئے تھا نہیں ہوتا تھا۔ اِسکے علاوہ گو ممالک غیر میں برطانوی تجارت کی بتدریج ترقی ہو رہی تھی لیکن چونکہ پردہ کے جہازوں سے مالِ تجارت کے پہنچانے میں تاخیر و تعویق ہوتی تھی اس لئے دور کے ملکوں کو سامان روانہ کرنا دشوار تھا اور تجارت کا دایرہ محدود ہوگیا تھا۔

لیکن اس پچاس سال کی مدت میں علم و حکمت کو ترقی ہونے سے نئی نئی باتیں معلوم ہوئیں اور اہل علم

گزشتہ پچاس سال کی ترقیاں۔

اُنے مفید اور ضروری چیزین اختراع کیں۔ ان امور نے وہ حالات بدل دیئے۔ ملک کو سب سے زیادہ کلون، ریلون، دخانی جہازون اور تار برقی سے فایدہ پہنچا چونکہ بھاپ کی قوت سے یہ سب چیزین چلتی ہیں اسلئے بھاپ کے ذریعہ سے مال و انسان کے حمل و نقل میں آسانی ہوئی۔ پہلی قسم کی ایجاد کے سبب سے مصنوعات پہلے کی بہ نسبت سو حصے زیادہ اور آناً فاناً میں بنتی ہیں اور جہان پہلے ایک مزدور رکھا جاتا تھا اب وہان پچاس مزدور مقرر ہوتے ہیں۔ دوسری

رسل و رسائل کے جلد اور تیز ذرائع

قسم کے اختراعات نے برطانیہ کو دور دور کے ملکوں سے قریب کردیا۔ ملک مذکور اور امریکہ کے درمیان بحر اوقیانوس کے عبور کرنے میں مال اور مسافروں کے لئے پہلے چھ ہفتے درکار تھے اب آٹھ روز میں یہی فاصلہ طے ہوتا ہے ایسا ہی برطانوی ساحل سے روانہ ہونیکے بعد ہند اور آسٹریلیا پہنچتے پہنچتے چھ مہینے گزر جاتے تھے لیکن اب اس سفر بحری کے لئے تین ہفتے اور کچھ دنون کی مدت کافی ہے۔ انہیں کی تیسری اور آخری ایجاد تار برقی تمام اختراعات سے زیادہ حیرت انگیز ہے۔ اگلے زمانہ میں ہند یا آسٹریلیا کو مال روانہ کرنیکے بعد نو نو مہینے انگلستان میں اُسکے مالک تاجر کو مال کے بکنے اور قیمت وغیرہ کے متعلق اطلاع کے لئے انتظار کرنا پڑتا

تھا اسی طرح برطانوی مدبر بھی جسکے ذمہ ممالک بعیدہ کی حکومت ہوتی تھی اُنکے حالات سے ناواقف رہتا تھا لیکن اب بہت جلد بلکہ گھنٹوں میں نیویارک، میلبورن اور کلکتہ کے حالات کی اطلاع انگلستان پہنچتی ہے اور تاجر و مدبر سلطنت کو امور متعلقہ کی روزانہ خبرین وصول ہوتی رہتی ہیں ان اطلاعون کے وصول ہونے میں اتنی بھی دیر نہیں ہوتی جتنی کہ تاخیر الزبتھ کے زمانہ میں ڈبلین اور ایڈن برگ سے خبر کے آنے میں ہوتی تھی اگرچہ ان مجبوریون سے کسی زمانہ میں برطانیہ کی حکومت ایک چھوٹے جزیرہ میں محدود سمجھی جاتی تھی لیکن اب ان تیز رفتار وسایل آمد و رفت اور ذرایع خبر رسانی کی وجہ سے وہ تقریباً کل دنیا پر چھاگئی ہے۔

تار برقی

جسطرح زندگی کی معمولی باتوں میں انگریزون نے اِن پچاس برس میں ترقی کی اسیطرح اس عرصہ میں ان لوگون نے علم اور خیالات کی دنیا میں بھی قدم آگے بڑھایا۔ فناگ رفی (فن عکاسی)، برقی روشنی، اسپیکڑ اسکوپ (آفتاب اور دوسرے ستارون اور مختلف قسم کی روشنی دیکھنے کا آلہ) جسکے ذریعہ سے ہماری دنیا میں رہنے والوں کو دوسرے عوالم بعیدہ کی حالت و ماہیت معلوم ہوتی ہے۔ ٹیلیفون جسکے سبب سے ایک شخص دوسرے سے چند میل کے فاصلہ پر بات کرسکتا ہے اور ان دونون کو باوجود بُعد کے ایک دوسرکا لب ولہجہ

تک بخوبی سنائی دیتا ہے اور اسی قسم کی بیسیوں دوسری چیزیں حال ہی میں ایجاد ہوی ہیں۔ قدیم تاریخی قوموں کے حالات کی تحقیق کرکے اُنکے متعلق معلومات کا ذخیرہ بہم پہنچایا ہے اور مصری اور ایسیرئین کتبوں کے پڑھنے اور حل کرنے کا طریقہ نکل آنے سے امور ماضیہ کا انکشاف ہوا۔ اسکے ساتھ ہی علم الارض اور علم الحیات میں بہت سی نئی نئی باتیں دریافت ہوئیں۔ اس تحقیق میں لیال ڈارون اور ہربرٹ اسپنسر نے دنیا کے دوسرے محققون پر سبقت کی اور آنیوالی نسلون پر عالم نظریات کا راستہ کھولدیا۔ کتابون کی کثرت اور ارزانی ہوی سنہ ۱۸۵۰ء میں بلا اجرت پبلک کتب خانون کا وجود ہوا جسکے سبب سے بڑے شہرون میں کل باشندے اگر چاہیں تو روپیہ صرف کرنے کے بغیر لکھنا پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ اپنی معلومات وسیع کرنا چاہیں اور جنکو علم کے ذریعہ سے حصول معاش منظور ہو وہ اس ذریعہ سے اپنے کو بخوبی لائق و فاضل بنا سکتے ہیں اور کثرت سے مفید اور ضروری علوم کا ذخیرہ بغیر کسی صرف کے دستیاب ہوسکتا ہے۔ اگر آسمان تاریخ کے گروٹ اور لارڈ میکالے آفتاب ہیں تو گرین، فریمن گارڈنر اور لےکی کو ماہتاب سمجھنا چاہیئے۔ اقتصادیات میں جان اسٹورٹ مِل اور فاسیٹ نے صحیح اصول قائم کرکے لوگون کو اس مضمون پر غور کرنے اور نتایج اخذ کرنیکا

طریقہ بتلایا۔ عالم فلسفہ میں کارل ایل کی تلقین ہے کہ جھوٹ سے نفرت کرو اور آرٹ (نقاشی و دست کاری) میں رسکن خوبی وحُسن کی قدر کرنا سکھلاتا ہے۔ تھیکرے، ڈکنز شارلٹ برانٹے اور جارج ایلیٹ نے افسانہ گوئی میں کمال کر دکھایا وہ جب چاہیں ہمکو ہنسائیں اور جس وقت چاہیں رلا سکتے ہیں۔ ٹینی سن اور براوننگ نے شاعرانہ جذبات وتخیلات کی اصلی تصویرین کھینچکر انگریزی زبان کو مالا مال کر دیا۔ سیر وسیاحت کی کتابین بلکہ روزانہ اخبار تک اِس طرز سے لکھے جاتے ہیں کہ اُنکے مطالعہ سے موجودہ نسلون میں جرات، شوقِ سیاحت اور ایثار کا مادہ پیدا ہو اور ان اوصاف میں انکے بزرگون نے جو کارنامہ چھوڑے ہیں اُنکی یاد اُنکے دلونمیں تازہ رہے۔ خوشی کا مقام ہے کہ حقیقت میں ہمارے زمانہ کے انگریزون کی لوح دل سے اُنکے متقدمین کی روایات کا نقش مٹا نہیں ٹیوٹانی قوم کا شوقِ سیاحت ابھی تک برطانوی محققین اور سیاحین کو قطب شمالی اور افریقہ کے ملکِ متوسط کی سیاحت و دریافت پر آمادہ کرتا ہے اور جو تکالیف و خطرات پیش آتے ہیں جان پر کھیل کر یہ اُنکا مقابلہ کرتے ہیں۔ سرجان فرانک لن اور لِوانگ اسٹن نے دریافت کے پیچھے جان گنوائی اور چارلس جارج گارڈن اپنی جان ہتھیلی پر رکھکر ان لوگون کو ہلاکت سے بچانیکے لئے جنکے ساتھ اُسکو محبت نہیں بلکہ

عشق تھا خرطوم کی مہم پر روانہ ہوا لیکن افسوس ہے کہ نہ محصورین کی جان بچا سکا اور نہ خود جانبر ہوا۔

جشن جوبلی ۱۸۸۷ء

۱۸۸۷ء میں ملکہ وکٹوریہ کے پچاسوین سال جلوس کی تکمیل ہوئی اس واقعہ کی بڑی بڑی خوشیاں منائی گئیں۔ یورپ اور ایشیا کے اکثر سلاطین و شہزادے اور مشاہیر اس خوشی میں ملکہ کے شریک و مدعو تھے ان شاہی مہمانوں کی ہمراہی میں ملکۂ معظمہ کا جلوس خانقاہ ویسٹ منسٹر روانہ ہوا اور بری و بحری افواج کے نہایت شاندار و پرلطف قواعد کے تماشے دکھلائے گئے۔ مگر اُسی سال آیرستان کے ایک شہر مٹیکل اسٹن میں مفسدون نے بلوہ کیا اور ٹرافل گر اسکوایر (ٹرافل گر کی فتح کی یادگار میں لندن کا ایک چوک اس نام سے منسوب کیا گیا ہے) میں سیاسی بے لطفی پیدا کرنیوالوں نے جلسے کئے۔

مجالس اضلاع۔

۱۸۸۸ء میں ایک قانون کے ذریعہ سے انگلستان اور ویلز میں مجالس اضلاع (کونٹی کونسلون) کا طریقہ رایج ہوا اور اُسکے بعد ایک معقول مدت میں حلقہ اور پیرش کی مجلسون کا اجرا ہوا جس کے سبب سے اب ملک کا ہر ایک حصہ اپنا انتظام آپ کرتا ہے اور اسطرح ملک کے ذیلی اور تفصیلی انتظامات پارلیمنٹ سے لیکر اُسکا ہاتھ بٹایا ہے۔

۱۸۹۰ء میں پارلیمنٹ کے آیرستانی فرقہ میں سخت پھوٹ واقع ہوی۔ مسٹر پارنل اور اُسکے ساتھیوں پر اخبار ٹایمز نے سخت الزمات لگائے تھے اُسکی تحقیقات کے لئے ۱۸۸۸ء میں ایک کمیشن جاری ہوا اور اُسکا ایک سال تک اجلاس ہوتا رہا بعض الزامات صحیح اور بعض غلط ثابت ہوئے۔ لیکن ۱۸۹۰ء کے اختتام پر مسٹر پارنل طلاق کے ایک مقدمہ میں پھنس گئے جسکے سبب سے مسٹر گلیڈاسٹن اور نان کن فرمسٹ فرقہ نے جو اُنکے حامی تھے ساتھ چھوڑدیا بلکہ خود اُسکے پیرووں میں اختلاف ہو جانے سے دو جداگانہ فرقے بنگئے ایک معتقدین پارنل اور دوسرا منحرفین پارنل کے لقب سے موسوم ہوا اور اُسکے چند روز بعد دارالعوام کی کمیٹی کے کمرہ نشان (۱۵) میں اس دوسرے فرقے کے ارکان نے سخت بحث و مباحثہ کرکے اپنی صدارت کے لئے مسٹر جسٹن میک کارتھے کا انتخاب کیا۔ مسٹر پارنل کا انتقال ۱۸۹۱ء میں ہوا اُسکا مرنا تھا کہ آیرستانی فرقہ کا زور ٹوٹ گیا۔

پارنل کی ناکامی

مسٹر گلیڈاسٹن کا ماہ اگسٹ ۱۸۹۲ء میں حکومت پر آنا تھا کہ مسئلہ ہوم رول چھڑ گیا اور اس مرتبہ مسٹر موصوف نے چالاکی یہ کی کہ مسودہ ہوم رول کو چند اجزا میں پیش کیا اور اُنپر جلد بحث کو منقطع کرنے والے قاعدہ (Closuring) کا اطلاق کرکے دارالعوام سے بجبر کُل مسودہ

گلیڈاسٹن صاحب کی آخری وزارت از ۱۸۹۲ء تا ۱۸۹۴ء

منظور کرالیا لیکن جب یہ دارالامراء کے سامنے آیا تو اُسکو ایک رائے کے مقابلہ میں دس رایوں سے شکست ہوی۔ اس بنا پر پارلیمنٹ برخاست ہوی اور فرقۂ جدت پسند نے ملک کو بہت کچھ دارالامرا کے خلاف اکسایا اور سیاسی بےچینی پیدا کرنیکی کوشش کی لیکن نتیجہ اُسکے برعکس نکلا اور قوم کا بڑا حصہ اسی بات سے خوش ہوا کہ ہوم رول کی نسبت ملک میں کسی قسم کی سرگرمی اور جوش نہ پیدا ہوسکا۔ بہرحال مسٹر گلیڈاسٹن نے اس مضمون پر سب سے آخری دفعہ یکم مارچ ۱۸۹۴ء کو تقریر کی اور ۱۹۔ مئی ۱۸۹۸ء کو سفر آخرت اختیار کیا۔

اِسکے بعد کچھ اُوپر ایک سال لارڈ روزبری کے ہاتھ میں زمام حکومت رہی اور سرولیم ہارکورٹ نے زیادہ سنگین رسوم فوتی کے قانون کو ۱۸۹۴ء میں جاری کرایا۔ ۱۸۹۵ء میں پارلیمنٹ کا عام انتخاب ہونے سے لارڈ سالسبری حکومت پر واپس ہوا اور مسٹر آرتھر بیلفر دارالعوام کا صدر بنا۔ یہ وزارت ملکہ کی بادشاہی کے اختتام

لارڈ سالسبری ۱۸۹۵ء

تک باقی رہی کیونکہ ۱۹۰۰ء کے انتخاب میں بھی فرقہ قدامت پسند کو غلبہ رہا۔ اسی حکومت کے عہد میں ۱۸۹۸ء میں آیرستان کے لئے قانون حکومت مقامی نافذ ہوا۔

اس اثنا میں انگلستان میں معدنی کوئلہ، گیاس اور انجینئرنگ کی تجارتوں میں کئی بار بڑی ہڑتال ہوئی اور وراثت تخت و تاج میں کچھ ترمیمات۔ ۱۸۹۲ء میں انفلوئنزا کی وبا انگلستان میں پھیلی ہوئی تھی اسی سال ولیعہد کے فرزند اکبر ڈیوک آف کلیرنس کا اسی مرض سے انتقال ہوا۔ چونکہ ڈیوک موصوف ناکتخدا و لاولد دنیا سے گیا اسلیے اُسکا بھائی ڈیوک آف یارک جو ولیعہد کا دوسرا فرزند تھا باپ کے بعد وارث حکومت قرار پایا اور اُسکی ماہ جولائی ۱۸۹۳ء

ڈیوک آف یارک کی شادی۔ ۱۸۹۳ء

میں شہزادی میری سے جو ڈچیز آف ٹیک کی دختر تھی شادی ہوئی اِن شاہی دولھا و دلہن کے مشکوئے معلی میں بتاریخ ۲۳- جون ۱۸۹۴ء شہزادہ ایڈورڈ تولد ہوا۔

متوسط طبقہ کے اکثر لوگوں نے بامید نفع و واپسی رقم اپنا اندوختہ روپیہ لیبریٹر کمپنی میں لگایا تھا اور جب ۱۸۹۲ء میں اس راز کا انکشاف ہوا کہ کمپنی مذکور کی ہستی سراب سے زیادہ نہیں اور اسکے کاروبار پر زوال آگیا ہے تو انگلستان میں اس خبر کو سنکر خاندان کے خاندان

لیبریٹر کمپنی کی دغابازی۔

تباہ ہوگئے۔ کمپنی کا ڈایرکٹر (صدر منتظم) مسٹر جیمز بیلفر جنوبی امریکہ فرار ہوگیا اور بالآخر اُسکو گرفتار کرکے لائے اور قید بامشقت کی اُسے سزا دی گئی۔

انیسوین صدی کے آخری دور میں جو مفید قوانین بنے ہیں انیں کا سب سے زیادہ فائدہ رسان قانون وہ ہے جسکے نفاذ پانے سے تمام سلطنت میں خط کا محصول ایک پینی قرار پایا صفحہ ۹۷، پر ہم لکھ چکے ہیں کہ سر رولینڈ ہل نے اس مبارک کام کی ابتدا کی اور صرف ریاستہائے متحدہ میں خط کا محصول ایک پینی مقرر ہوا تھا لیکن مسٹر ہینیکر ہیٹن کی ان تھک کوششون نے اس نعمت سے دوسرے برطانوی مقبوضات نوآبادیات، اور مملکت ہند کو بھی بتاریخ ۲۵۔ ڈسمبر ۱۸۹۸ء ایک قانون نافذ کرکے مستفیدکیا

برطانوی سلطنت میں خط کا محصول ایک پنی مقرر ہونا۔

۱۰۱۔ انیسوین صدی کی تقدیر میں صلح و امن کے ساتھ ختم ہونا نہیں لکھا تھا۔ ملکہ کی بادشاہی کے ساٹھ سال گذرنے پر ۲۲۔ جولائی ۱۸۹۷ء کو دوسرا جشن جوبلی منایا گیا اس مرتبہ بھی ملکہ کی سواری کا لندن میں شاہانہ جلوس نکلا اور قبل اُسکے کہ قصر بکنگھم سے جلوس روانہ ہو ملکۂ ممدوحہ نے اپنی وسیع سلطنت کے ہر ہر حصہ کو جہاں جہاں سے مبارکباد کے تار آئے تھے اپنا تشکر و امتنان ذیل کے الفاظ میں روانہ فرمایا "میں اپنی کل رعایا کا دل سے شکریہ ادا کرتی ہوں، ان سب پر خدا اپنی خیر و برکت نازل فرمائے"۔

دوسرا جشن جوبلی ۱۸۹۷ء

چونکہ اس مرتبہ سلاطین و رؤسا نہیں مدعو کئے گئے تھے بلکہ برطانوی سلطنت کے مختلف حصوں سے وہاں کے قایم مقام طلب ہوے تھے۔ نوآبادیون کے وزرا، کینڈا، آسٹریلیا، نیوزیلنڈ، تسمانیا اور علاقہ راس امید کے فوجی رضاکار، ہند و افریقہ کی دیسی پلٹنین اور نیوزیلنڈ کے میوری لوگ ملکۂ موصوفہ کی رکاب میں بوقت جلوس موجود تھے اور جب جلوس سنیٹ پال کے گرجا کو پہنچا تو کیبرالس ملکہ نے توقف کیا اور گرجا کے زینوں پر ٹی ڈی ام Te-Deum (ہم) تیری (حمد کرتے ہیں اے خدا) کی نغمہ سرائی ہوئی بعد ازان قومی راگ گایا گیا اور پھر مجمع منتشر ہو گیا۔

اس جشن کے چند سال بعد جب برطانیۂ عظمی اور اُسکی ملکہ کی ایک واقعہ کے سبب سے ہتک حرمت ہوی تو لوگوں کو جشن جوبلی پر غور کرنیکا موقع ملا اور وہ فطرۃً اس نتیجہ پر پہنچے کہ جوبلی کے موقعے پر سلطنت کے مختلف حصص کے قایم مقاموں کا ایک جگہ جمع ہونا گویا اس اتحاد و رفاقت کا پیش خیمہ تھا جسکی ضرورت پیش آنیوالی تھی۔ سنہ ۱۸۹۶ع میں مسٹر آرتھر بیلفر نے بمقام گلیس گو تقریر کرتے ہوے ان الفاظ میں پیشین گوئی کی تھی۔ "جب کبھی انگلستان کی جان کے لالے پڑ جائیں اور وہ دشمنون کے مقابلہ کیلئے تلوار اٹھائے تو میں اس امر کی پیشین گوئی کرنے آمادہ ہوں

کہ اہل اسکاٹ لینڈ، انگلستان اور آئرستان اپنی منفردہ قومیت کو بھول جائینگے اور خواہ وہ اس جزیرہ میں رہتے ہوں یا برطانوی نوآبادیوں میں جو ہمارا مایۂ ناز و افتخار ہیں بغیر کسی فرق و امتیاز کے آپس میں شیر و شکر ہونگے اور سلطنت کے ہر ایک حصہ سے خطرہ کا سدّباب کرینگے۔ ان تینوں قوموں کا ایک متنفس بھی ایسا نہوگا جسکو اس اتحاد و یک جہتی سے الفت نہو اور جب وقت پڑے تو ہم سب ایک ہوکر دشمن کو دفع کرینگے"

یہ تقریر اُس موقع پر کی گئی تھی جب اہل برطانیہ پر جنوبی افریقہ میں مصائب کا آسمان ٹوٹ پڑا تھا۔ اس جھگڑے کے سمجھانے کے لئے ہمکو ۱۸۸۰ء اور اُسکے بعد کے چند واقعات بیان کرنے ہونگے۔ اُس سال ڈچ بوئروں نے جو دریائے وال کے شمالی ملک میں آباد تھے اور جسکے سبب سے خطّہ مذکور ٹرانسوال کہلاتا ہے | ملک ٹرانسوال زولو قوم کی یورشوں سے محفوظ و مصؤن رہنے کیلئے اپنے کو برطانیہ کی حمایت میں دیدیا اِسلئے ٹرانسوال بھی سلطنت برطانیہ کا ایک جزو بنگیا لیکن ۱۸۸۰ء میں جب انگریزوں نے زولو قوم پر فتح پائی اور بوئروں کو اُنکا خوف جاتا رہا تو اُن لوگوں نے پھر اپنے کو خود مختار بنانا چاہا اور اس نیت سے انگریزوں کی جو قلیل فوجین قلعوں میں تھیں اُنکو محصور کرلیا۔ اس خبر کے پاتے ہی سرجوم رائے کالی اپنے لشکر کے ساتھ نیٹال سے محصورین کو رہا کرنے کے واسطے ٹرانسوال پہنچا

لیکن اُسکے پاس اسقدر فوج نہیں تھی کہ وہ بوئروں کا قلع قمع کرسکتا بلکہ اُسے ۲۷۔ فروری ۱۸۸۱ء کو بمقام کوہ میجوبا ہزیمت اٹھانی پڑی۔

مسٹر گلیڈاسٹن کو حکومت پر واپس ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ یہ واقعہ پیش آیا اور اس شکست کے چند ہفتوں کے بعد یعنے مارچ کے مہینے میں انہوں نے ٹرانسوال بوئروں کو واپس تو دیدیا لیکن ملک مزبور کی صدارت کو ملکہ کے ہاتھ میں رکھا اور شرط کی کہ کُل گورے باشندوں کے مساوی حقوق ہونگے ایک قوم ابیض کو دوسری قوم ابیض پر بلحاظ حقوق فضیلت نہوگی۔ وزیراعظم کی اس نرم پالیسی کو تندخو اور مکار بوئروں نے انگریزوں کی کمزوری پر محمول کیا اور اُسوقت سے انگریزوں کو بوئر ذلت کی نظر سے دیکھنے لگے۔

افریقہ کی سند یافتہ کمپنیاں

اِسکے بعد جو چند سال گزرے اُن میں دو بڑی کمپنیوں نے افریقہ میں تجارت کرنیکے لئے سند حاصل کی سیسل روڈز کی صدارت میں دی برٹش ساؤتھ افریکن کمپنی (جماعت تجار افریقہ جنوبی) نے ۱۸۸۹ء میں دو مقام۔ میٹابلے (Matabele) اور میشونالینڈ (Mashonaland) فتح کئے۔ دی سنٹرل ساؤتھ افریکن کمپنی (جماعت تجار افریقہ متوسط و جنوبی) نے زمبیسی کے جنوب پر اور جھیل نیاسا کے مغرب میں جو زمین ہے اُسپر قبضہ کرلیا ۱۸۹۱ء میں حکومت برطانیہ نے اپنی حمایت ان نوآبادیوں پر

قائم کی۔ اسکے بعد کچھ مدت امن وچین میں بسر ہوی لیکن سونیکی کانین جو ۱۸۸۶ء میں پریٹوریا کے قریب برآمد ہوی تھیں اُنکے سبب سے جوھانبرگ کے نام سے اُس مقام پر ایک بڑا شہر آباد ہوگیا تھا اور یہ برطانوی اور دوسری قوموں کی معدنی کمپنیوں کا مرکز سمجھا جاتا تھا۔ یورپ خصوصاً برطانیہ سے جو لوگ آکر یہاں آباد ہوے تھے انکو بوئر شبہ کی نظر سے دیکھتے تھے اور انکا نام اوٹ لینڈرس یا آیٹ لینڈرز (Out landers or Uit landers بیرو نجات کے رہنے والے) یعنے پردیسی رکھا تھا۔ بوئروں کی حکومت نے اُن پردیسیوں کو اپنے ہان کے شہریوں کے مساوی حقوق دینے سے انکار کیا اور ان پر بہت سنگین محصول لگایا جاتا تھا۔

اس بنا پر ۱۸۹۵ء میں "پردیسیوں" نے ایک کیمٹی اصلاح قایم کی اور ڈاکٹر جیمسن سے جو برٹش ساوتھ افریقن کمپنی کا ایک معزز افسر تھا امداد طلب کی۔ جیمسن اپنے ہمراہ ۵۰۰ سواران کوتوالی کی جمعیت لیکر طالبان امداد کے حقوق کی حفاظت کرنیکے لئے ٹرانسوال میں داخل ہوا

جیمسن کی چڑھائی ۱۸۹۵ء

جیمسن کو بمقام کروگرز ڈراپ شکست اٹھانی پڑی اور مسٹر کروگر نے جو ٹرانسوال کا میر مجلس تھا کمیٹی مذکور کے سربرآوردہ لوگون کی باضابطہ تحقیقات کرکے اُنکے لئے سزائے موت تجویز کی اور بعد ازان بغرض تحقیقات و سزادہی برطانوی حکومت کے حوالہ کردیا۔

پردیسیوں کی اس سخت نادانی و لغزش کے سبب سے

وزیر نوآبادیات مسٹر چمبرلین کو سخت دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا اور فرقۂ انتہاپسند کے عناد سے وزیر موصوف کی مشکلین اور بھی بڑھ گئیں اس تلخ کامی کا سبب یہ تھا کہ ۱۸۸۶ء میں چمبرلین نے فرقۂ مذکور سے اپنے کو علحدہ کر لیا تھا۔ بہرحال جیمسن اور اُسکے ساتھیوں کو تحقیقات ہونے کے بعد سزائے قید بھگتنی پڑی اور اُسکے بعد کروگر پردیسیوں پر چار سال تک سنگین محصول عاید کرتا اور مظالم ڈھاتا رہا۔ان لوگوں نے دق ہوکر مارچ ۱۸۹۹ء میں ملکہ کی حضور میں عرضی دی کہ ملکۂ موصوفہ ٹرانسوال کی صدر ہونے کی حیثیت سے اپنے اختیارات پر عمل کرکے اُنکی مدد فرمائیں۔

سرالفریڈ ملنر کی جانب سے جو راس امید کے علاقہ کا ہائی کمشنر (صوبہ دار) تھا امن برقرار رکھنے کے لئے ہر ایک قسم کی کوشش عمل میں لائی گئی لیکن کروگر اور خود مختار ریاست آرینج کے میر مجلس اِسٹن نے جو چند سال پہلے سے جنگ کی تیاریاں کر رہے تھے اور جنکو امید تھی کہ برطانیوں کو جنوبی افریقہ سے نکالنے میں کامیابی ہوگی ہرگز نہ مانا۔ اس پر بھی بتاریخ ۵-جون ۱۸۹۹ء معاملات کو سلجھانے کے لئے فریقین کے درمیان بمقام بلوم فانٹین ایک کانفرنس ہوی جس کا کچھ نتیجہ نہ نکلا۔

حکومت برطانیہ اور ٹرانسوال کے درمیان ابھی مراسلت جاری تھی اور ہندوستان سے فوجین نیٹال کی حفاظت کیلئے

روانہ ہورہی تھیں کہ ۹۔ اکتوبر ۱۸۹۹ء کو دونوں میرمجلسون نے ملکہ کے نام ایک تہتک آمیز آخری پیام (الٹی میٹم) روانہ کیا کہ انگریزی فوجین ہٹالیجائیں اور اُسکے ساتھ ہی نیٹال پر حملہ کردیا۔ سب سے

بوئروں کا الٹی میٹم بھیجنا۔

پہلی لڑائی بمقام گلینکو ۲۰۔ اکتوبر ۱۸۹۹ء کو ہوی بعد ازان ایلینڈز لاگٹے اور نکل سن نِک ۲۰۔ اور ۳۰۔ اکتوبر کو معرکہ آرائیان ہوئیں سرجارج وایٹ تو اپنی فوج کے ساتھ پسپا ہوکر لیڈی اسمتھ میں محصور ہو اگر کرنل بیڈن پاول کو میفکنگ میں اور کرنل کیک وِخ کو مع مسٹر سیسل روڈز کبرلی میں بوئرون نے بند کردیا۔

اگرچہ لارڈ میتھیون نے ان آخری دو مقامون تک اپنے کو بجبر پہنچانیکی بہت کوشش کی اور حصول مدعا کے لئے متعدد محاربات ۲۳۔ نومبر کو بیل مَنٹ ۲۴۔ کو گراسپن اور ۲۸۔ کو دریائے ماڈر پر کئے لیکن کامیابی نہوئی۔ جرنل گیاٹے کرنے ۲۹۔ دسمبر کو بمقام اسٹارم برگ اور ۱۱۔ ڈسمبر کو میتھیوں نے بمقام میگرز فان ٹین ہزیمت اٹھائی۔ نیٹال کے علاقہ میں انگریزوں کی کثیر التعداد فوج تھی اور اُسکا سپہ سالار اعظم جرنل ریڈورس بُلر تھا جس کو بتاریخ ۱۵۔ دسمبر بمقام کالینزو اپنے مرکز سے ہٹنا پڑا اور اس معرکہ میں لارڈ رابرٹس کا اکلوتا فرزند کام آیا۔

بہرحال ایسے وقت میں جبکہ اہل برطانیہ نتایج جنگ سے مایوس ہوگئے تھے اور عنان استقلال ابھی اُنکے ہاتھ

سے نکلی نہ تھی کہ مسٹر سیلفر کی ۱۸۹۶ء کی پیشین گوئی بالآخر ظاہر ہوگئی۔ نہ صرف ایسے انگریز، اہل اسکاٹ لینڈ اور آئرستانی جو ریاست ہائے متحدہ میں رہتے تھے خط کارزار پر پہنچنے اور برطانیہ کی شان قایم رکھنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوے بلکہ کینڈا، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ، تسمانیا اور ہند میں جسقدر گورے لوگ آباد تھے اُن سب نے برطانیہ کی مدد کرنے پر آدگی ظاہر کی۔ انگریزی رایت کے نیچے جمع ہونے اور جنوبی افریقہ کی مہم میں شریک ہونے کے لئے کہرام مچادیا۔ برطانوی رعایا کی یکدلی اور وفاداری کے متلاطم سمندر نے ہند کے دیسی باشندوں میں بھی جوش پیدا کردیا، روانگی افریقہ اور شرکت جنگ کی ان لوگوں نے بھی درخواست کرنی شروع کردی لیکن انگریزی حکومت نے ہندیوں کو اسکے لڑائی پر روانہ کرنا مناسب نہ جانا کہ مبادا بوئروں کی جانب سے افریقہ کے دیسی باشندے انگریزوں کے مقابلہ پر ہتیار اٹھائیں۔ اس بنا پر ہندوستانی رؤسا کو صرف گھوڑوں اور ذخائر حرب سے مدد کرنے کی اجازت دیگئی اور اسطرح ہندیوں کو اپنے جوش عقیدت و وفاداری کے اظہار کا موقع ملا۔

اس میں شک نہیں کہ جب کیراسن ملکہ کو اپنی رعایا کی وفاداری اور حب وطن کے جوش کی اطلاع ملی ہوگی تو وہ وقت اُس کے واسطے نہایت فخر و مباہات کا ہوگا لیکن وہ اپنی سپاہ کی ہلاکت پر خون کے آنسو بہاتی تھی بہرحال

ملکۂ ممدوحہ نے لارڈ رابرٹس کو طلب فرمایا اور بحیثیت سردار اسٹاف لارڈ کچنر کو انکے ہمراہ کیا۔ اِن میں کا پہلا تو انگلستان سے اور دوسرا سوڈان سے جہاں اُسکو فتح پر فتح حاصل ہو رہی تھی فوراً جنوبی افریقہ روانہ ہوا اور لارڈ رابرٹس نے راس امید کی سرزمین پر پہنچتے ہی ۱۰۔جنوری ۱۹۰۰ئ کو فوج کی کمان لی۔

اگرچہ بوئر لوگ ملک کی حالت سے بخوبی واقف اور انگریز ناواقف تھے پھر انگریزون کو رسد کے پہنچانے اور آلات حرب و ذخایر سامان کے حمل و نقل میں ریت اور ٹیلوں کے سبب سے بہت دشواری تھی لیکن لارڈ رابرٹس کو میدان کارزار پہنچے چھ ہفتے بھی نہیں ہوے تھے کہ لڑائی کا رخ بدل گیا۔ اُسکے ساتھ ہی ہمکو اس امر کا بھی اعتراف کرنا چاہئے کہ ۲۳۔جنوری ۱۹۰۰ئ کو بمقام اسپئین کاپ انگریزوں کا ایک بہت بڑا لشکر ضائع ہوا مگر اس نقصان سے بعد میں بہت فائدہ ہوا چنانچہ ۱۵۔فروری کو کمبرلی کا محاصرہ برخاست ہوا اور ۲۷۔فروری کو بوئروں کے جرنل کرانجی نے اپنے کو مع فوج بمقام پارڈی برگ لارڈ رابرٹس کے حوالہ کردیا۔ ۲۸۔فروری کو انگریزی فوج نے لیڈی اسمتھ کے محاصرہ کو اٹھایا۔ بلوم فان ٹین پر ۱۳۔ مارچ کو قبضہ ہوا اور میفکنگ سے ۱۷۔ مارچ کو محاصرہ اٹھا۔جب برطانوی لوگوں کو جو زمانۂ محاصرہ کے آلام و مصائب میں صبر و تحمل سے کام لے رہے تھے دشمنون کے ہاتھ سے رہائی پانے کی اطلاع ملی تو مارے خوشی کے دیوانے ہوگئے۔

۱۷۔ مئی کو خود مختار ریاست آرینج کا سلطنت برطانیہ میں الحاق ہوا اور اسکا نام نوآبادی دریائے آرینج قرار پایا۔ اسکے بعد انگریزی فوج اندرون ملک بڑھی اور ۳۰۔ مئی کو اسنے جوہانس برگ اور ۵۔ جون کو پریٹوریا پر قبضہ کیا۔ پیر مجلس کروگر پایہ تخت سے فرار ہوکر کومائی پورٹ کی ایک ریل گاڑی میں کچھ دنوں چھپا رہا اور وہاں سے خلیج ڈیلاگوا روانہ ہوکر اکتوبر کے مہینے میں یورپ جانے کے لئے جہاز پر سوار ہوگیا پہلی ستمبر ۱۹۰۰ء کو ٹرانسوال کا الحاق ہوا لارڈ رابرٹس جنوری سنہ ۱۹۰۱ء میں لارڈ ولزلی کی جگہ سپہ سالار اعظم بننے کے لئے انگلستان روانہ ہوا اور لارڈ کچنر کو بوئروں کے ساتھ تکلیف دہ خفیف لڑائیاں سرکرنے کے لئے ٹرانسوال میں چھوڑا اور ان حیران کرنے والی چھوٹی چھوٹی لڑائیوں کا سلسلہ دوسرے سال کے موسم بہار تک جاری رہا، آخرکار جب بوئروں کو معلوم ہوگیا کہ مزاحمت اور مقابلہ بے سود ہے تو اُن لوگوں نے اطاعت قبول کرلی اور بتاریخ ۳۱۔ مئی ۱۹۰۲ء بمقام پریٹوریا صلح نامہ پر دستخط کردئے۔

ابھی افریقہ میں حالات کی پوری طرح اصلاح نہیں ہوئی تھی کہ چین میں جھگڑا شروع ہوگیا۔ ایک عرصہ سے اس ملک کی غیر مطمئن حالت تھی۔ چونکہ یورپ کے دول عظمیٰ کو چین میں اپنے سیاسی اثرات اور تجارت کے زائل ہوجانے کا اندیشہ تھا اس لئے روس، جرمنی، فرانس، برطانیہ

چین میں خون ریزیاں سنہ ۱۹۰۰ء

اور ایطالیہ نے چین کی قیصرہ پر جو اپنے صغیر فرزند کے نائب کی حیثیت سے حکمراں تھی اپنے دعووں کا دباؤ ڈالا۔ ملکہ عیار اور پُرفن عورت تھی اور یورپین لوگوں کو ملک سے خارج کرنا چاہتی تھی۔ اُسنے باغیوں کی ایک بڑی جماعت کی جو باکسر کہلاتے تھے درپردہ مدد کرنی شروع کردی اور یہ باکسر اسقدر جری و غدار ہوگئے کہ یورپین خصوصاً مشن کے پادریوں کا جون سنہ ۱۹۰۰ء میں قتل عام کردیا۔

امیرالبحر سیمور نے پیکن پہنچنے کی کوشش تو کی لیکن باکسروں کے زبردست انبوہ کے سامنے اُسکے لشکر کے قدم اُٹھ گئے اور وہ مجبوراً پیچھے ہٹ آیا۔ جرمن سفیر یامن سے واپس ہورہا تھا کہ راستہ میں قتل کردیا گیا اور خبر مشتہر ہوی کہ کل یورپین سفارت خانے برباد کردئے گئے۔ یورپ کی ان پانچوں سلطنتوں نے اپنی اپنی فوجیں سفارت خانوں کی حفاظت کے لئے روانہ کیں اور اُس حملہ میں ۱۵۔ اگست سنہ ۱۹۰۰ء کو افواج متحدہ نے پیکن کو فتح کرلیا اور معلوم ہوا کہ سفارت خانے صحیح و سالم ہیں اور وہ اپنے آپ کو بچا سکتے تھے۔ اگرچہ چینی حکومت نے باغیوں کے سرغنوں کی سزادہی اور نقصانات کی تلافی کے بہت کچھ وعدے کئے لیکن اُنکا ایفا نہایت بیدلی اور تساہل سے کیا گیا اور والڈرسی کے کاونٹ کو جو افواج مختلفہ کا سپہ سالار تھا شرایط کی تعمیل کرانے

میں بڑی بڑی زحمتیں اٹھانی پڑیں۔

جنگ اشانٹی ۱۹۰۰ء

اسی سال اشانٹی میں ایک دوسری جنگ چار مہینے تک ہوتی رہی۔ اس لڑائی کا سبب یہ ہوا کہ انگریزی حکومت نے "زرّین چوکی" کا جو وہاں کی دیسی حکومت کی علامت تھی سراغ لگانا چاہا جسکے سبب سے دیسی رعایا نے برہم ہوکر حکومت کے خلاف بغاوت کی۔ باغیوں نے سرفریڈرک اور لیڈی ہاج سن کو بمقام کماسی محصور کیا اور اُنکے ساتھ جو ۶۰۰ دیسی سپاہ کا دستہ تھا اُن میں سے اکثروں کو ورغلان کر اپنی طرف کرلیا جس کے سبب سے صرف ۱۰۰ دیسی سپاہی اور کپتان بشپ اُنکے مقابلہ کے لئے باقی رہگئے تھے۔ غرض اس جنگ کو کامیابی سے ختم کرنے میں چار مہینے صرف ہوئے

آسٹریلیا کی جمہوری حکومت

اب ہم رزم سے بزم کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور چند ایسی باتیں سنائینگے جس سے طبیعت شگفتہ ہو۔ سب سے پہلے آسٹریلیا کی حکومت جمہوری (کامن ویلتھ) کا ذکر کیا جاتا ہے۔ ملکہ کا اعلان اُسکے متعلق ۱۸۔ستمبر ۱۹۰۰ء کو شائع ہوا لیکن اُس پر عمل یکم جنوری ۱۹۰۱ء سے شروع ہوا۔ تم جانتے ہو کہ آسٹریلیا میں سات نوآبادیاں تھیں (دیکھو صفحہ ۸۱۵) تسمانیا، نیوزی لینڈ اور آسٹریلیا کی پانچ ریاستیں۔ لیکن جب دوسری قوموں کا بحرالکاہل میں بتدریج تسلط ہوتا گیا آسٹریلیا

کی پانچوں ریاستوں کو بھی آپس میں اتفاق بڑھانے اور سیاسی معاملات کو ملکر انجام دینے کی رفتہ رفتہ ضرورت پیدا ہوتی گئی۔ اس بنا پر ۱۸۸۵ء میں ایک مجلس متفقہ کا وجود ہوا لیکن اختیارات نہونے کے سبب سے اُسے اُن ریاستوں کو متفق کرنے میں کامیابی نہ ہوی۔ بعد ازاں ۱۸۹۱ء میں اس بات کی تحریک ہوی کہ ایک مرکزی پارلیمنٹ کے قیام کے متعلق ایک مسوّدۂ قانون مرتب ہونا چاہئے اور آسٹریلیا کی کل ریاستوں نے رفتہ رفتہ اس ضرورت کو تسلیم کر کے مسودۂ مذکور پر رائے زنی کی جسکی تائید میں اسّی ہزار آرا کا غلبہ رہا۔ آسٹریلیا کی کل ریاستوں کے معاملاتِ ڈاک، تار برقی، ریلوے اور بیرونی حملوں سے تحفظ ملک کا انتظام اس پارلیمنٹ کے سپرد ہے۔ ابتدا میں طے پایا تھا کہ تمام امور قانونی کا آخری تصفیہ جنکو قانون بین الاقوامی سے تعلق نہو آسٹریلیا میں ہی ہونا چاہئے لیکن اِس میں خرابی یہ تھی کہ انگلستان کی عدالت العالیہ اور اُسکے بادشاہ کے حضور میں آسٹریلیا کے قانونی معاملات کا مرافعہ نہیں ہوسکتا تھا اس لئے مسودہ میں ترمیم ہوکر قرار پایا کہ آسٹریلیا کے جس کسی باشندے کو وہاں کی آخری عدالت کے فیصلہ سے ناراضی ہو وہ شہنشاہی عدالت میں مرافعہ کرسکتا ہے لیکن اغراض مملکت کے لئے آسٹریلیا کی پارلیمنٹ آخری عدالتِ مرافعہ متصور ہوگی۔ پارلیمنٹ مذکور دو حصوں پر مشتمل ہے، مجلس ادنیٰ (کوونز ہوس) اور

مجلسِ اعلیٰ (سینیٹ) پہلی مجلس کے ارکان کا مختلف حلقوں کے رائے دینے والے انتخاب کرتے ہیں اور اُسکے اجلاس کی مدت تین سال ہے۔ دوسری مجلس ہر ایک ریاست کے چھ نمائندوں پر مبنی ہوتی اور چھ سال اجلاس کرتی ہے۔ ایک گورنر کے ذریعہ سے تاج برطانیہ کی نیابت ہوتی ہے۔ لارڈ ہوپٹن پہلا شخص تھا جو آسٹریلیا کا گورنر مقرر ہوا۔ یکم جنوری سنہ ۱۹۰۱ء سے کامن ویلتھ کا نفاذ ہوا۔ یہ اپنی طرز کی پہلی حکومت ہے جو ایک پوری اقلیم کے لئے قایم ہوی ہے۔

اب وقت آگیا تھا کہ انگریزوں کی ہردل عزیز ملکہ ہمیشہ کے واسطے اُن سے مفارقت کرجائے۔ باوصف کبرسن اور ضعف کے جنگ کے زمانہ میں ملکہ اپنے فرائض منصبی کو نہایت جرأت وہمت سے انجام دیتی رہی اور اپریل سنہ ۱۹۰۰ء میں آئرستان بھی ہو آئی جہاں لوگوں نے نہایت سرگرمی اور اشتیاق سے اُسکا استقبال کیا لیکن سال نو کے آغاز کے ساتھ کوسِ رحیل بجا اور ملکہ کی نقاہت بڑھنے لگی چنانچہ ۱۸۔ جنوری کو مرضِ صعب سے ملکہ کے فریش ہونے کی سرکاری اطلاع شائع ہوی۔ اِس خبر کا سننا تھا کہ جرمنی کا شہنشاہ اپنی تاج پوشی کے جلسوں اور جشنوں کو موقوف کرکے سراسیمہ لندن میں اپنی نانی کے بستر بیماری کے سرہانے جا پہنچا۔ ۲۲۔ جنوری کی شام میں برطانیہ کی ملکۂ عظمیٰ

ملکہ وکٹوریہ کی وفات ۲۲۔ جنوری سنہ ۱۹۰۱ء

نے جسکا بستر مرگ اولاد اور اولاد کی اولاد سے گھرا ہوا تھا اقلیم آخرت کی طرف کوچ کیا، ولی عہد کا لقب ایڈورڈ ہفتم قرار پایا اور ۲۴-جنوری سنہ ۱۹۰۱ء کو اسکی شاہی کا لندن میں جلوس نکالا گیا۔ غریب سے غریب آدمی نے بھی ملکہ کے سوگ میں ماتمی لباس پہنا اور لوگ ساوتھ ہمپٹن سے لندن کے ریل کے راستہ کے دورویہ جنازے کی گاڑی کے دیکھنے کے لئے کھڑے ہوئے۔ ڈبلن کی گلیوں میں ایک دل پر اثر کرنے والا واقعہ پیش آیا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ملکہ سے اس کی رعایا کو کس قدر محبت تھی۔ سڑک کے پیدل چلنے والوں کے راستہ پر ایک بڑا اشتہار پڑا ہوا تھا جس پر بخط جلی "وفات ملکہ وکٹوریہ" لکھا تھا۔ ایک کمسن بازاری اور چیتھڑے لگائے ہوئے لڑکے کی نظر یکایک اس اشتہار پر جا پڑی وہ فوراً ٹھہر گیا اور اشتہار کو بغور پڑھا اسکے بعد چپ چاپ ایک گل فروش لڑکی تک پہنچکر اسے ایک پینی دی اور گل بنفشہ کا ایک چھوٹا گلدستہ خریدا اور اسکو آہستہ سے لاکر اور راہ رووں کی نظر بچاکر اشتہار کے لفظ وکٹوریہ پر رکھدیا اور خود سرک گیا گویا کہ اس نے اپنے ذہن میں ملکہ کی قبر پر پھول چڑھائے۔ ایک ناسمجھ اور کم سن آئرستانی لڑکے کے جوش عقیدت سے اس بات کا انکشاف ہوتا ہے کہ کُل قوم کو ملکہ آنجہانی سے کسقدر عقیدت و الفت تھی۔

باب بست و ہفتم

جمہوریت کی ترقی

ایڈورڈ ہفتم از سنہ ۱۹۰۱ء تا سنہ ۱۹۱۰ء

جارج پنجم از سنہ ۱۹۱۰ء

بتاریخ ۱۴- فروری سنہ ۱۹۰۱ء شاہ ایڈورڈ ہفتم نے بمعیت ملکہ الگزانڈرا اپنی سب سے پہلی پارلیمنٹ کا افتتاح کیا اسوقت بھی لارڈ سالسبری وزیر اعظم تھا اور دارالعوام کی صدارت مسٹر بیلفر کے ہاتھ میں تھی۔ اُسی سال مارچ میں ڈیوک اور ڈچیز آف یارک نے اپنا مشہور اور طویل بحری سفر "برطانوی مقبوضات ماوراء البحر" میں شروع کیا، اور جولائی میں اس لقب کا بادشاہ کے خطابات میں اضافہ کیا گیا جس کے بعد ذیل کے الفاظ میں بادشاہ کے خطابات لکھے جانے لگے۔ "ایڈورڈ ہفتم بادشاہ حکومت خداداد ممالک متحدہ برطانیہ عظمی و آیرستان و برطانوی مقبوضات ماوراء البحر،

تخت نشینی کا خطاب

محافظ دین (پروٹیسٹنٹ) قیصر ہند" ۹- نومبر ۱۹۰۱ء کو بادشاہ نے ڈیوک آف یارک کو خطاب ولی عہد برطانیہ سے سرفراز کیا۔

۲۴- جون ۱۹۰۲ء تاج پوشی کے لئے مقرر ہوی تھی

تاج پوشی
۹- اگسٹ ۱۹۰۲ء

اور اُسکی رسم اور جشنہائے متعلقہ بڑے تزک و احتشام سے ادا ہونے والے تھے کہ بادشاہ دفعتہً بیمار ہوا اور اس پر ایک خطرناک آپریشن (عمل بالید) کرنا پڑا جسکے سبب سے تاج پوشی ملتوی کردی گئی بہرحال بادشاہ کو جلد صحت ہوی اور تاج پوشی کی رسم مکمل طور پر ۹- اگسٹ کو عمل میں آئی۔ اس موقع پر دو مزید خطابوں کا اضافہ ہوا۔ آرڈر آف میرٹ (اظہار قابلیت کا خطاب) اور امپیریل سروس آرڈر (شہنشاہ کی خدمت کے بجا لانے کا خطاب) پہلے خطاب سے ابتک متعدد انگریز جن سے کارہائے نمایاں سرزد ہوے سرفراز ہوئے ہیں اور دوسرے خطاب کی بھی قوم کے دل میں بڑی قدر ہے۔

خوشی کا مقام ہے کہ ۱۹۰۲ء کو شروع ہوکر زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا کہ جنگِ بوئر کا خاتمہ ہوگیا اور ۳۱- مئی ۱۹۰۲ء کو بوئروں کے کل سربرآوردہ اشخاص اور لارڈ ملنر اور لارڈ کچنر نے بمقام پریٹوریا عہدنامہ صلح وِی رینجنگ پر دستخط کردئے۔

ایک دوسرا اہم معاہدہ برطانیۂ عظمیٰ اور جاپان کے درمیان ۳۰- جون ۱۹۰۲ء کو طے پایا اور اس کے بعد اسکی

معاہدہ جاپان
۳۰-جون ۱۹۰۲ء

تجدید بھی ہوی ہے۔ معاہدہ مذکور کے حسب ذیل شرایط ہیں۔ اگر معاہدہ کے ایک فریق کی کسی دوسری قوم سے لڑائی ہو تو دوسرے فریق کو غیر جانب دار رہنا ہوگا لیکن اگر ایک فریق پر دوسری دو قومیں مشترکاً حملہ کریں تو فریق ثانی کا فرض ہوگا کہ اپنے دوست کی زبانی نہیں بلکہ عملی اور موثر امداد کرے۔

تاج پوشی کے دوسرے سال سے شاہ ایڈورڈ نے ممالک غیر میں سیر و سیاحت کرنے اور اجانب سے ربط بڑھانے اور دوسرے سلاطین و اہل حکومت کو اپنے ہاں

ایڈورڈ صلح جو

مدعو کرنے کا خوشگوار سلسلہ قایم کردیا جسکے باعث اُسکی یاد برسوں لوگوں کے قلوب میں باقی رہیگی۔ جب شاہِ مذکور نے اورنگ حکومت پر قدم رکھا تو یورپ کی اکثر سربرآوردہ اقوام کی آپس میں رقابت تھی، برطانیہ کی بھی کسی سے موافقت نہ تھی جنگ کریمیا سے برطانیہ اور روس میں کشیدگی ہوگئی تھی جسکے چند وجوہ تھے روس کی ٹرکی سے بنتی نہ تھی اور وہ اپنا اثر افغانستان اور ایران پر ڈالنا چاہتا تھا اس کے سوائے وہ اپنے کو ہند کے قریب پہنچانیکی دُھن میں لگا تھا۔ چونکہ مصر پر برطانیہ نے ایک عرصہ سے قبضہ کرلیا تھا اور اُس کے اٹھنے کے کچھ آثار نہیں پائے جاتے تھے اس لئے فرانس کے تعلقات بھی برطانیہ سے بگڑ گئے تھے چنانچہ ۱۸۹۸ء میں کپتان مارشان

نے نیل شمالی کیجانب فوج کشی کی لیکن جنرل کچنر کی مزاحمت سے اسکو بمقام فشودا رکنا پڑا اور دونوں ملکوں کے تعلقات اسقدر کشیدہ ہوگئے کہ جنگ کے چھڑنے میں کچھ باقی نہ تھا اسی طرح بوئروں کی جنگ میں جرمنی کی روش برطانیہ کے ساتھ منافقانہ رہی اور اس وجہ سے اہل برطانیہ جرمنوں سے کبیدہ خاطر ہوگئے تھے۔

حادثۂ فشودا ۱۸۹۸ء

ہرچند شاہ ایڈورڈ پر دستور کی پابندی لازم تھی اور اگرچہ اُس نے برطانیہ اور دولِ غیر کے مدبرانہ تعلقات میں دست اندازی تو کی مگر اُسکو ظاہر نہیں ہونے دیا، اس طرح شاہ موصوف نے بہت جلد دولِ اجانب اور اپنے مُلک کے درمیان دوستانہ تعلقات پیدا کر دئے۔ اپنے مختصر زمانۂ حکومت میں اُس نے تقریباً یورپ کے ہر ایک ملک کا سفر کیا اور والیانِ ممالک سے ملاقات کی۔ اکثر سلاطین اور میر مجلسوں کو اپنے یہاں لندن اور ونزر میں مدعو کیا۔ ۱۹۰۳ء میں بادشاہ سلامت ایطالیہ سے واپس ہوتے ہوئے پیرس پہنچے جہاں کے لوگوں سے انہیں پہلے ہی روابط تھے اس موقع پر فرانسیسیوں اور اُنکے میر مجلس ایم۔ لوبے نے نہایت خلوص و محبت سے بادشاہ کے استقبال اور مہمانی کا حق ادا کیا۔ خود میر مجلس بازدید کی غرض سے جولائی میں انگلستان آیا اسکے چند ہفتوں کے بعد فرانسیسی

پارلیمنٹ کے ارکان اعیان و عوام (سینٹرز اور ڈیپوٹیز) لندن وارد ہوئے اور بوقت ضیافت سرکاری مسٹر بیلفر نے دارالعوام کے صدر کی حیثیت سے اپنی تقریر میں ظاہر کیا کہ برطانیۂ عظمیٰ اور فرانس کے نہایت مخلصانہ و محبانہ تعلقات ہیں۔ بہرحال برطانیہ اور فرانس کے درمیان ۱۹۰۳ء اور ۱۹۰۴ء میں دو

اتحاد قلبی

علیحدہ علیحدہ معاہدات صلح ہوئے ہیں اور یہ اتحاد قلبی (آنتانت کاردیال) دونوں ملکوں کے حق میں بہت مفید و موثر ثابت ہوا ہے۔

زار روس سے بھی بادشاہ کو خاص محبت تھی اور سال بسال اُس نے زار سے ملاقات کی ہے۔ جب روس

اتحاد ثلاثہ

فرانس اور برطانیہ نے آپس میں اتحاد ثلاثہ کی بنا قایم کی تو جرمنی کو رشک ہوا لیکن اس موقع پر بھی شاہ ایڈورڈ کی صلح جو طبیعت اور اعلیٰ تدبیر نے جرمنی کے عناد کو بڑھنے نہیں دیا۔ اِسکے سوائے شاہ موصوف نے قیصر کو کئی مرتبہ انگلستان مدعو کیا اور خود پے در پے اُس سے مختلف مقامات پر ملتا رہا چنانچہ ۱۹۰۴ء میں بمقام کیل، ۱۹۰۶ء اور ۱۹۰۸ء میں بادشاہ نے اُس سے بمقام کرانبرگ ملاقات کی اور پھر ۱۹۰۷ء میں ولہلم شوہی (Wilhelmshohe) کے مقام پر اس سے ملا۔ اور جب جرمن قوم کے دلوں پر ان دونوں بادشاہوں کی دوستی کا سکّہ بیٹھا تو اُسوقت شاہ ایڈورڈ

ملکہ الکزنڈرا کے ہمراہ ۱۹۰۹ء میں برلن میں قیصر کا مہمان ہوا، جرمن لوگوں نے شاہی مہمانوں کا بڑی سرگرمی سے استقبال کیا اور نہ صرف دربار کیجانب سے انکی ضیافت ہوی بلکہ شہروں کی مقامی حکومتوں نے بھی باری باری سے انہیں دعوت دی۔ بادشاہ کی اس ملاقات نے دونوں قوموں کے خیالات فاسدہ کے جوش کو کم کیا اور جانبین کی بدگمانی بہت کچھ رفع ہوی اور تمام یورپ میں بادشاہ کا لقب ایڈورڈ صلح جُو ہو گیا۔

سفر برلن ۱۹۰۹ء

۱۹۰۲ء برطانیہ اور نوآبادیوں کے لئے بہت مصروفیت کا سال تھا اور اُس میں اکثر مفید و ضروری امور طے پائے۔ اُس سال مسٹر چمبرلین نے بحیثیت وزیر نوآبادیات لندن میں ایک کانفرنس منعقد کرکے نوآبادیوں کے وزراء کو طلب کیا اور اُن سے امورِ سلطنت کے متعلق مشورہ کیا۔ اُس زمانہ سے قاعدہ ہو گیا ہے کہ ہر چوتھے سال وزراءِ مذکور کی کانفرنس لندن میں ہوتی ہے اور اس ذریعہ سے ملک آبائی اور نوآبادیوں کے درمیان اتحاد قایم رہتا ہے۔ اِس سے بھی زیادہ اہم ذیل کے دو واقعات ہیں۔ ۱۹۰۳ء میں نوآبادیوں کے وضع قوانین کے متعلق ایک بین الاقوامی کانفرنس کا انعقاد ہوا اور

نوآبادیوں کا اتفاق از ۱۹۰۲ء تا ۱۹۰۳ء

ایک دوسری شہنشاہی کانفرنس نے قابل ترجیح محصول مال
(Preferential Tarffs) کے مسئلہ پر غور کیا
جسکی کاروائی یکم مئی ۱۹۰۷ء سے شروع ہوی۔ اِسکے پہلے
نوآبادیوں کی ناز پرورده اطفال کی طرح برطانیہ کے زیرعاطفت
بسر ہوتی تھی لیکن اِس زمانہ سے وہ خود مختار ریاستیں اور
حکومت برطانیہ کی یاران وفادار ہوگئی ہیں۔ آسٹریلیا کی جمہوری
حکومت (کامن ویلتھ) پانچ اندرونی اور ایک بیرونی ریاستوں
سے ملکر بنی ہے۔ کوئینزلینڈ، وکٹوریہ، نیوساوتھ ویلز ویسٹرن
آسٹریلیا اور ساوتھ آسٹریلیا میں تو پہلے سے اتحاد تھا لیکن
بمقام سڈنی ۱۹۰۱ء میں تسمانیا کی ریاست بھی اتفاق مذکور
میں شامل ہوی (دیکھو صفحہ ۸۱۵) لیکن نیوزیلینڈ اس اتفاق
میں شریک نہیں تھا، حکومتِ برطانیہ نے مناسب
سمجھا کہ ملکِ مذکور کو ایک جداگانہ مملکت قراردیکر
کنیڈا کے مانند اُسکی شان و عظمت بڑہائی جائے

قلمروے نیوزیلینڈ کا قیام مؤرخہ مئی ۱۹۰۷ء

اس بناپر یکم مئی ۱۹۰۷ء کو قلمرو نیوزیلینڈ کا قیام ہوا۔ ۱۱۔جولائی
۱۹۰۲ء کو لارڈ سالسبری نے حفظِ صحت کے خیال سے استعفا
پیش کیا اور ۲۲۔ اگست ۱۹۰۳ء کو وفات پائی
چونکہ لارڈ موصوف کے بھانجے مسٹر بیلفر کا
صدرِ دارالعوام کی حیثیت سے ایک عرصہ سے
قوم پر اثر تھا اسلئے اپنے ماموں کے مستعفی ہونے پر وہی وزیراعظم
مقرر ہوا۔ اُسی سال نومبر میں وزیر نوآبادیات چیمبرلین نے

بیلفر کا وزیراعظم مقرر ہونا ۱۹۰۲ء

جنوبی افریقہ کا دورہ کیا اور وہاں کے حالات دریافت ہونے سے انہیں اس امر کا یقین ہوگیا کہ نوآبادیوں کی تجارت کو ترجیح دینا ملکِ آبائی کا فرض ہے اور جس مال کی ممالک غیر سے برطانیہ میں درآمد ہوتی ہے اُس پر نوآبادیوں کے مال کی حمایت کے لئے محصول کا عائد ہونا لازم ہے۔

مسئلہ اصلاح طارف

جب کابڈن اور برآیٹ کی کوششوں نے سنہ ۱۸۴۶ء میں قوانین غلّہ کو منسوخ کرایا تو انگریزوں کو امید تھی کہ برطانیہ کی تقلید میں دوسرے ممالک اپنے یہاں بھی "آزاد تجارت" قائم کرینگے اور مال تجارت سے جو کچھ محصول لیا جائے گا اُسکی غرض صرف مالیہ مُلک ہوگی۔ لیکن توقع مذکور کے برعکس دولِ غیر نے "طریقۂ حمایت" کو اختیار کیا حتی کہ برطانوی نوآبادیوں نے بھی اپنے یہاں "حمایت" پر عمل کرنا شروع کردیا۔ دنیا کے اکثر ملکوں میں صرف برطانیہ ایسا ملک ہے جہاں مال غیر کی درآمد پر محصول نہیں لگایا جاتا اور ممالک غیر برطانوی اشیاے تجارت پہ جو اُن ملکوں کو روانہ ہوتی ہیں محصول عائد کرتے ہیں۔ چیمبرلین نے ۵۔ مئی سنہ ۱۹۰۳ء کو بمقام برنگھم اپنی تقریر میں بیان کیا کہ اگر برطانیہ اپنی نوآبادیوں کے مالِ درآمد پر بہ نسبت مال غیر کی درآمد کے کم محصول لگائے تو ریاست ہائے متحدہ میں نوآبادیوں کی تجارت کو ترجیح ہوگی نیز اس ذریعہ سے سلطنت برطانیہ کا شیرازہ زیادہ مضبوط رہیگا اور جو محصول کہ غیر ملکوں

میں برطانوی مال پر عائد ہوتا ہے اسکی تلافی ہو جائے گی۔ اصلاح طارف" (Tariff Reform) کے متعلق ملک میں عام بے چینی پھیلانے اور وزارت وقت کو تنگ کرنے کے بغیر اس تحریک کو کامیاب بنانے کی غرض سے مشارالیہ ۱۰۔ستمبر ۱۹۰۳ء کو وزارت نوآبادیات کی خدمت سے مستعفی ہوا۔

بیلفر صاحب کو خیال ہوا کہ چونکہ ملک ایک اچانک تغیر کی تائید کرنے پر آمادہ نہیں ہے اس لئے زیادہ آزادی و تفصیل سے بحث کرکے آزاد تجارت کی موقوفی پر اسکو آمادہ کرنا چاہئے۔ اس بناپر انھوں نے ۱۰۔ستمبر کو "جزیرہ کی آزاد تجارت" کے عنوان سے ایک مضمون شایع کیا اور اس میں دلائل و براہین سے اس بات کے ثابت کرنے کی کوشش کی کہ جن ممالک غیر نے برطانوی مال پر محصول (طارف) لگاکر برطانوی تجارت کو اپنے یہاں آنے سے روکا ہے اُس کا استیصال ضروری ہے۔ نیز اس امر پر بھی زور دیا کہ جن ملکوں میں مصنوعات کی حمایت و سرپرستی ہوتی ہے اگر وہاں کثرت پیدائش کے سبب سے مال کی کسادبازاری ہو تو وہاں کے آجر و اجیر (مزدور) ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے نہیں رہتے اور نہ اُنکا مالی نقصان ہوتا ہے اسلئے کہ اُنکے مال میں جو زیادتی ہوتی ہے اُسکو وہ نہایت

"جزیرہ کی آزاد تجارت" ۱۹۰۳ء

آسانی سے آزاد تجارت والے ملک میں ہروقت فروخت کرسکتے ہیں لیکن مؤخرالذکر ملک کے صناعوں اور کاریگروں کو اپنا اضافۂ مال دوسرے حمایت کرنے والے مُلکوں میں روانہ کرنے کا اس طرح موقع نہیں ملتا۔ صاحب موصوف کی تیسری بحث یہ تھی کہ ایک مُلک جو اپنے پاس مال درآمد پر محصول نہیں لگاتا دوسرے مُلک سے جسکے پاس مال مذکور پر محصول عائد ہوتا ہو آزادانہ تجارت نہیں کرسکتا۔ صرف ایک شکل سے تجارت آزاد رہ سکتی ہے وہ یہ کہ جسطرح دوسری قومیں انگریزی مال پر محصول لگاتی ہیں اِسی طرح انگریز بھی مال غیر کو "طارف" کے حصار میں بند کرکے اپنے تُجّار اور صنعت گروں کا انتقام لیں۔ جب تک اہل برطانیہ اس مشورہ پر عمل نہیں کرینگے ممالک غیر میں برطانوی مال پر محصول لگانے میں کمی نہ ہوگی۔

یہ مسئلہ نہایت پیچیدہ ہے۔ اکثر سربرآوردہ ماہران مالیات نے چیمبرلین اور بیلفر کی رائے سے اختلاف کیا۔

اتحاد پسند فرقہ میں پھوٹ۔ سنہ ۱۹۰۳ء

جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اتحاد پسندوں کے لشکر میں پھوٹ پڑگئی اور کیبنٹ ٹوٹ گئی مجلس مذکور کا میرمجلس ڈیوک آف ڈیون شائر، لارڈ جارج ہیملٹن وزیر ہند، مسٹر رِشی وزیر مالیات اور اکثروں نے استعفا دیدیا اور بعضوں نے جن میں مسٹر وِنسٹن چرچِل بھی شریک تھے فریق مقابل کا ساتھ دیا۔

۱۹۰۳ء کے اختتام پر لارڈ کرزن نے جو اُن دنوں ہند کا وائسراے تھا ایک بہت ہی ضروری سیاسی وفد ملک تبت کو روانہ کیا وجہ یہ تھی کہ اُس وقت تبت میں چینیوں کا اثر بڑھ رہا تھا اور دلائی لامہ اُسکو روس کی مدد و حمایت سے زائل کرنا چاہتا تھا اور جو کچھ حمایت کہ اُسکو روس کی حکومت سے ملی تھی اُسکے زعم میں اُس نے ایک تجارتی معاہدہ کی تعمیل کرنے سے جو ۱۸۹۰ء میں ہند اور تبت کے درمیان قرار پایا تھا انکار کردیا اور جب اُسکے متعلق وائسراے کے مراسلات اُسکو پہنچے تو اُس نے اُن کے پڑھنے تک کی تکلیف گوارا نہیں کی بلکہ چاک کرنیکے بغیر اُن واپس کردیا۔ برطانیہ کی سطوت و شان کی بقا کی غرض سے لارڈ کرزن نے حکومتِ مرکزی سے اجازت لیکر کرنل ینگ ہسبنڈ کی سرکردگی میں ایک فوجی مہم تبت کو روانہ کی کہ وہ حکومت مذکور کو عذر خواہی پر مجبور کرسکے۔ دس مہینے تک اسلحہ لشکرکشی ہوتی رہی اور انگریزی فوجوں کا لاما کے لوگوں نے خوب مقابلہ کیا لیکن جب تدبیر سے حملہ کیا گیا اور گھمسان کی لڑائی ہوی تو ایک انگریزی لشکر کو پاےٴ تخت لہاسا (مدینۃ الحرام) کے اندر داخل ہونے میں کامیابی ہوی۔ تاریخ میں یہ پہلی مثال ہے کہ کوئی غیر قوم اور غیر مذہب والے لوگ شہر مذکور میں داخل ہوئے ہوں۔ دلائی لامہ تو

تبت کی مہم ۱۹۰۳-۴ء

منگولیا کی طرف فرار ہوگیا لیکن حکومت ہند کے ساتھ ٹیشولاما بسول گورنر نے جس کو فوجی عہدہ سے کچھ تعلق نہ تھا ۷۔ستمبر ۱۹۰۸ء کو صلح کی اور پھر سے چین کی صدارت تبت میں قائم ہوگئی۔

۱۹۰۲ء اور ۱۹۰۳ء میں دو قابل قدر مسودات قانون کی منظوری صادر ہوی۔ان میں سے پہلے مسودہ کے بانی بیلفر صاحب ہیں دوسرے مذہبی فرقوں کے ابتدائی مدارس

قانون تعلیم ۱۹۰۲ء

میں جو اس قسم کی اچھی اور بکار آمد تعلیم جیسی کہ مجلس مدارس کے ماتحت مدرسوں میں ہوتی تھی نہیں دیجاتی تھی اور انکو اُن کے حصہ کے موافق سرکاری امداد بھی نہیں پہنچتی تھی اس لئے اِن مدرسوں کو امداد پہنچانیکی غرض سے صاحب موصوف نے مسودہٗ مذکور کو پیش کیا اور وہ بعد منظوری "قانون تعلیم بابت ۱۹۰۲ء" کے لقب سے مشہور ہوا۔اس قانون کے زیر اثر مدارس متذکرہ سرکاری امداد پانے کے مجاز ہوے ہیں اور ابتدائی تعلیم کا انتظام مجلس مدارس سے منتقل ہوکر مجلس تعلیمات کے سپرد ہوا اور اُس کی میرمجلسی پر کسی ایک وزیر کا تقرر ہوتا ہے۔

متذکرہ بالا قانون سے زیادہ اہم ایک دوسرا مسودہ جسکو ونڈھم صاحب نے پیش کیا تھا آئرستانی کسانوں کو فائدہ پہنچانیکی غرض سے ۱۹۰۳ء میں منظور کیا گیا اور اُس کا

قانون اراضی آئرستان سنہ ۱۹۰۳ء

"قانون اراضی آیرستان بابتہ سنہ ۱۹۰۳ء" کے نام سے اجرا ہوا۔ اُسکی روسے اگر آیرستانی کسان کو اپنی مقبوضہ زمین خریدنی منظور ہو تو اُسے سرکار سے امداد لیکر مالکِ اراضی کو سالانہ کچھ رقم ادا کرنی پڑتی ہے اور یہ روپیہ اُس زر مالگزاری کے برابر ہوتا ہے جسکو وہ سابق میں سال بسال ادا کرتا تھا اس طرح ۶۸ ½ سال میں زمین کسان کی مِلک ہو جاتی ہے آئرستانی کسانون کے حق میں قانون مذکور سے بہت مفید نتایج برآمد ہوے اور اب چھوٹے چھوٹے آئرستانی زمینداروں (فری ہولڈرز) کی تعداد میں اضافہ ہورہا ہے۔ اس قانون کے اجرا کے ایک سال پہلے اور اِسکے نفاذ کے ایک سال بعد بادشاہ اور ملکہ نے آئرستان کا سفر کیا۔

اصلاحات افواج بری وبحری سنہ ۱۹۰۴ء

جولائی سنہ ۱۹۰۴ء میں آرنلڈ فارسٹر صاحب نے اصلاح فوج کی تحریک پیش کی بوئروں کی جنگ نے قوم کی آنکھون پر سے جو غفلت کا پردہ اٹھا دیا تھا اس لئے فوج میں تنظیم جدید کی سخت ضرورت تھی۔ اس نئی تجویز کی روسے عارضی وغیر سرکاری سپاہی کی تنخواہ میں اضافہ ہوا سپہ سالار اعظم کا عہدہ منسوخ ہوکر اُسکی جگہ ایک مجلس فوجی کا قیام ہوا جس کا میرمجلس وزیر جنگ ہوتا ہے۔ فوجی رضاکاروں کے بجائے مقامی مستقل سپاہ رکھنے کا مشورہ دیا گیا تھا لیکن منظور نہیں ہوا۔ بحریہ

میں بھی سر جان فشر کے ذریعہ سے بہت بڑی تبدیلیاں عمل میں آئیں۔ اکثر کہنہ جہاز تلف کردئے گئے اور ہر سال چار جدید "ڈریڈناٹ" کی طرز کے جنگی جہاز تعمیر کرنے کی منظوری دیگئی۔ اور انکے متعلق نقشہ و موازنہ پیش کرنے کا حکم صادر ہوا۔

جنگ روس و جاپان سنہ ۱۹۰۴ء

صلحنامہ انگلستان و جاپان کو طے پاکر دو سال گزرے تھے کہ ۸۔ فروری سنہ ۱۹۰۴ء کو یورپ کے امن میں روس و جاپان کی لڑائی کے سبب سے پھر خلل واقع ہوا۔ اس جنگ نے ڈھائی سال طول کھینچا اور لاکھوں جانوں کا اتلاف ہوا۔ خیر گزری کہ جنگ مذکور کے پہلے ہی جاپان اور برطانیہ میں عہدنامہ صلح طے پاچکا تھا۔ (دیکھو صفحہ ۸۷۳) اور اسی طرح کا دوسرا عہدنامہ روس و فرانس نے آپس میں کیا تھا ورنہ ان دونوں حکومتوں کو بھی لڑائی میں شریک ہونا پڑتا۔ یورپ کی لڑائیوں میں یہ پہلا موقع تھا کہ جنگ اُنہی دو فریق مبارز میں محدود رہی کسی تیسری قوم کے شریک ہونیکی نوبت نہیں آئی۔ دورانِ جنگ میں بعض ایسے اسباب بھی ہوئے جنکے سبب سے یورپ کی کوئی دوسری قوم جبراً کسی ایک فریق کا ساتھ دیتی۔ اسپر بھی اس جنگ میں اقوام یورپ نے غیر جانب داری کی خوب پابندی کی چنانچہ بحر شمالی کے روسی جہازوں کے بیڑہ نے انگریز ماہی گیروں کی کشتیوں پر جاپان کی تارپیڈو کشتیاں خیال کرکے گولے چلائے اور غرق کردیا۔ اگرچہ ابتدا میں

روسیوں کی اس حرکت سے انگریز سخت برہم ہوئے لیکن چند روز میں ملال رفع ہوگیا اور حادثۂ مذکور کا کوئی برا نتیجہ نہیں ہونے پایا۔ ہیگ کی مجلس ثالثی میں معاملہ رجوع کیا گیا اور مجلسِ مذکور کے تصفیہ کے مطابق روس نے برطانیہ کو ۶۵۰۰۰ پونڈ تاوان ادا کیا۔ روس کے حق میں اس جنگ کا نتیجہ نہایت برا ثابت ہوا اور جاپان کی فتح عظیم نے کل دنیا کو حیرت میں ڈالدیا۔ سنہ ۱۹۰۵ء میں جبکہ امیرالبحر روژدونیکی کی ماتحتی میں روسی جنگی جہازوں کے بیڑہ کو جاپانی بیڑے نے جس کا امیرالبحر ٹوگو تھا تباہ و غارت کردیا تو جنگ کا خاتمہ ہوا۔ ماہ ستمبر میں بمقام امریکہ فریقین میں عہد نامۂ صلح مرتب ہوا۔

تقسیم بنگالہ سنہ ۱۹۰۵ء

لارڈ کرزن نے جو نہایت مستعدی اور اعلیٰ درجہ کی مدبری سے سنہ ۱۸۹۹ء سے ہند کی گورنر جنرلی انجام دے رہا تھا سنہ ۱۹۰۵ء میں انتظام ملک میں ایک اہم تغیر کیا جس کے سبب سے ہند میں سخت بےچینی پھیل گئی۔ اس میں شک نہیں کہ صوبۂ بنگالہ کو بسبب کثرتِ آبادی و وسعتِ رقبہ دو حصوں میں تقسیم کرنیکی سخت ضرورت تھی اور جب تک ایسا نہ کیا جاتا انتظام میں سہولت پیدا نہ ہوتی؛ اس بنا پر لارڈ کرزن نے مشرقی بنگالہ کو صوبہ آسام میں شامل کردیا۔ مگر اس تجویز سے ہندوؤں کے دل کو سخت صدمہ پہنچا۔ لارڈ کرزن کے بعد جب لارڈ منٹو کے ہاتھ میں زمامِ حکومت آئی تو اسکو

اپنے عہد کے پانچ سال میں بڑی بڑی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اُس زمانہ میں ہندوستان میں باغیانہ جلسوں کی کثرت تھی، اکثر یورپین لوگوں کا خون بہایا گیا لیکن ۱۹۰۹ء میں جب لارڈ مارلے وزارت ہند سے سرفراز ہوا تو اُسنے وزیرِ ہند کی کونسل میں دو ہندی دیسی رُکن اور وائسرائے کی کونسل میں ایک ہندی ممبر کے شریک ہونے کو لازم کردیا اس عمل سے ہندیوں کی آتشِ منافرت بہت کچھ دھیمی پڑگئی۔

کیمبل بینرمین صاحب
دسمبر ۱۹۰۵ء

چونکہ ۱۹۰۵ء کے موسمِ خزاں میں مسئلہ طارف پر فرقۂ اتحاد پسند کے دو حصہ ہو جانے سے وہ کمزور ہو گیا تھا اِسلئے بیلفر صاحب نومبر ۱۹۰۵ء میں وزیر اعظم کی خدمت سے مستعفی ہوگئے، اُنکی جگہ سرہنری کیمبل بینرمین کے وزیر اعظم ہو جانے پر ایک جدید کیبنٹ ترتیب دی گئی اور مسٹر ایسکوئیتھ وزیر مال کی حیثیت سے اُسکے رُکن مقرر ہوئے ۸۔جنوری کو بادشاہ کے یہاں سے برخاست پارلیمنٹ کا حکم پہنچا اور ۱۱۔جنوری ۱۹۰۶ء کو انتخابات شروع ہوئے۔

انتخابِ عام
جنوری ۱۹۰۶ء

اس انتخاب عام کے پہلے ملک کا خیال تھا کہ اگرچہ جدّت پسندوں کی کثرت ہوگی لیکن اتحاد پسندوں کو نہ کامل شکست ہوگی اور نہ اُنکا فرقہ بالکل ٹوٹ جائے گا۔ مگر انتخاب مذکور کے خلافِ توقع نتائج نے لوگوں کو سراسیمہ کردیا۔ گو چمبرلین صاحب کی نیابت برمنگھم

باقی رہی لیکن بیلفر صاحب نے اپنی مینچسٹر کی نیابت کھودی صرف ۱۵۸، اتحاد پسند نائبین کا بہ مقابلہ ۳۸۷، جدت پسند، ۸۳، قوم پرست، ۵۱ مزدوروں کے نائبوں کا انتخاب ہوا اس طرح اِن تین فرقوں کے نائبین کو ملاکر دارالعوام میں ان فرقوں کے ارکان کی اتحاد پسندوں کے ارکان پر ۳۵۴ اشخاص سے کثرت ہوی۔ انتخاب مذکور میں ایک نئی بات یہ بھی پیدا ہوی کہ پہلے پہل ایک اچھی تعداد میں مزدوروں کے نائب مجلس مذکور میں داخل ہوئے۔ اِسکے بعد سے جب نیا انتخاب ہوتا ہے اُس میں مزدوروں کے نائبوں کی تعداد بتدریج بڑھتی جاتی ہے۔ اُن لوگوں نے اپنے کو پارلیمنٹ میں نہایت مفید اور پابندِ قانون ثابت کیا ہے۔ اُنکے سوائے دارالعوام میں ایک دوسرے قسم کے مزدوروں کے نائب بھی داخل ہوتے ہیں جو اشترا کی ہیں اور اپنا لقب "فرقہ مزدوران آزاد" رکھا ہے اس میں کلام نہیں کہ اس دوسرے فرقہ نے بعض بعض وقت مجلس مذکور کو بہت تنگ کیا اور تکلیف پہنچائی ہے۔

اتحاد پسندوں کی شکست کے اسباب سنہ ۱۹۰۶ء

مختلف اسباب کی بناپر سابقہ حکومت یک لخت بدل دیگئی۔ شمالی انگلستان کے رائے دینے والوں کو حمایت تجارت کی تدبیروں کے خلاف خوف دلایا گیا تھا اور اِن لوگوں کا خائف ہونا بیجا نہ تھا۔ مزدور پیشہ لوگوں کو شرح اُجرت بڑھانے اور اپنی حالت کے درست کرنیکی دُھن تھی اِسکے سوائے ان لوگوں نے

دیکھ لیا تھا کہ بے روزگار مزدوروں اور کاریگروں کے مجامع کثیر کے جلسوں کا اتحاد پسندوں کی حکومت میں کوئی مفید مطلب نتیجہ نہ نکلا۔ بوئروں کی جنگ کے سبب سے بھی لوگ حکومت سابقہ سے بدظن ہو گئے تھے۔ افریقہ کی کانوں میں چینی مزدوروں سے کام لیا جاتا تھا اور اُن سے کم اُجرت دینے کا معاہدہ کرکے کام لینے والے اُنکو مدّت معینہ کے لئے افریقہ لیجاتے تھے۔ انگریزی اور دوسرے یورپین مزدوروں کو جو زیادہ اُجرت مانگتے تھے افریقہ میں کام نہیں ملتا تھا؛ غرض اِن چینی مزدوروں کیوجہ سے بھی برطانیہ کے سفلے اتّحاد پسند حکومت سے ناراض تھے۔ جدّت پسند اور مزدوروں کے فرقہ کے ارکان رائے دینے والوں کے حلقوں میں سالہا سال سے کوشش کررہے تھے کہ پارلیمنٹ میں اُن کے فرقوں کے ارکان کی کثرت ہو اسلئے ان لوگوں نے "چینی غلاموں" کے مسئلہ کو خوب رنگ دیکر مختلف حلقہ جات انتخاب میں بیان کیا اور رائے دینے والوں کو اپنا ہمدرد بنا لیا۔ اُنکے سوائے خود قوم پرستوں کا فرقہ اس امید سے کہ اگر جدّت پسند ارکان برسر حکومت ہوں تو آیرستان کو ہوم رول ملجائیگا جدّت پسندوں کی کثرت کے لئے انگلستان اور آیرستان کے حلقوں میں اپنا پورا زور لگا رہا تھا۔

جب بادشاہ نے ۱۹۔ فروری کو جدید پارلیمنٹ کا افتتاح کیا تو سرہنری کیمبل بنرمین اور ایسکویتھ صاحب کو

افتتاح پارلیمنٹ
۱۹۔فروری سنہ ۱۹۰۶ء

بدستور وزیر اعظم اور وزیر مال کے عہدوں پر پایا لیکن بیلفر صاحب کی جگہہ خالی نظر آئی۔ شہر لندن کے نمائندوں سے ایک شخص مسٹر آبن گنبر صاحب موصوف کو پارلیمنٹ میں جگہہ دینے کے لئے خود مستعفی ہوا۔اسی سبب سے شہر مذکور کے رائے دینے والوں نے کثرت آرا کے ساتھ صاحب موصوف کا لندن کی نمائندگی کیلئے ۱۴۔ فروری کو انتخاب کیا اور ۱۴۔ مارچ کو مسٹر بیلفر نے فرقۂ مقابل کے صدر کی حیثیت سے دارالعوام میں اپنی نشست پر اجلاس کیا۔

سنہ ۱۹۰۶ء کا زیادہ تر زمانہ وطن اور افریقہ کے اُمور کی اصلاح کرنے میں بسر ہوا۔ سب سے پہلا کام حکومتِ جدید کا جنوبی افریقہ کے ہائی کمشنر لارڈ سیل بورن کے نام مراسلہ

جنوبی افریقہ کا اتحاد
از سنہ ۱۹۰۶ء تا سنہ ۱۹۱۰ء

جاری کرنا تھا کہ ٹرانسوال میں چینی مزدوروں کی آمد روکی جائے، اس مراسلہ کی تعیل میں تو تاخیر نہیں ہوی لیکن جو چینی لوگ وہاں پہلے سے موجود تھے انکو بتدریج واپس کیا گیا۔ اس کے بعد حکومتِ تازہ نے ایک اور جُرات کا کام کیا، ماہ نومبر میں ٹرانسوال اور نوآبادی دریاے آرنج کو خود اختیاری حکومت دے دی اور اسکا نتیجہ بہت ہی اچھا ثابت ہوا۔ جنرل بوتھا نے افریقہ کے انتظام میں اعلیٰ درجہ کی کامیابی حاصل کی اور اپنے کو برطانیہ کا حقیقی خیرخواہ و دوست باوفا ثابت کردکھایا۔

اِسکے بعد تین سال تک راسِ امید اور نیٹال کی نوآبادیوں کو بتدریج خود اختیاری حکومت کیجانب توجہ دلائی اور آمادہ کرناپڑا بالآخر یہ دونوں ملک بھی پہلے دو ملکوں کے اتحاد میں شریک ہونے پر راضی ہوگئے اور ۳۱۔مئی ۱۹۱۰ء کو حکومت متحدۂ افریقہ جنوبی کا مرکزی حکومت کیجانب سے اعلان ہوا اور بوتھا وہاں کا پہلا وزیرِ اعظم مقرر ہوا۔ اسی سال ۱۱۔اکتوبر کو افریقہ کے سفر کے لئے ڈیوک اور ڈچز آف کناٹ روانہ ہوے اور ڈیوک نے اتحاد مذکور کی پہلی پارلیمنٹ کی رسمِ افتتاح ۴۔نومبر ۱۹۱۰ء کو ادا کی۔

جدید شہنشاہی پارلیمنٹ سے متعدّد مفید قوانین کا تھوڑی مدت میں یکے بعد دیگرے اجرا ہوا۔ منجملہ اُنکے قوانین ذیل سے واقف ہونا ضرور ہے:۔ ”قانون اجانب“ اُسکے ذریعہ سے ایسے غیر مُلکیوں کا آنا جنکا ملک میں رہنا نامناسب معلوم ہو روک دیا جاسکتا ہے۔ ”قانونِ مرافعہ مقدمات فوجداری“ اگر کسی ملزم کو عدالتِ ماتحت کے فیصلہ سے ناراضی ہو تو وہ اس قانون کی روسے عدالت بالا میں مرافعہ کرسکتا ہے۔ ”قانون امین سرکاری“ اُسکے زیرِ اثر ہرایک شخص بذریعۂ وصیت ”سرکاری امین“ کو اپنے مرنیکے بعد اپنی جائداد کا مہتمم بنا سکتا ہے۔ ”قانون اراضی و قطعات برائے انگلستان“ اس قانون نے کسانوں کے لئے اپنی اپنی مقبوضہ اراضی کے مالک ہوجانے

اجرائی قوانین ۱۹۰۷ء

میں بہت آسانیاں پیدا کردیں۔ "توسیع قانون مزدوران بابت ۱۹۰۶ء" نے پہلی مرتبہ خانگی ملازم کو حادثہ کی بنا پر اپنے آقا سے تاوان پانے کا مجاز کیا ہے۔ ان کُل قوانین کا اجرا ایک ہی سال یعنے ۱۹۰۶ء میں ہوا لیکن افسوس ہے کہ انہی کے سبب سے آخری قانون کا خلافِ توقع بُرا نتیجہ نکلا۔ اکثر ملازمین کی بے ایمانی کے سبب سے غلط دعوے پیش ہوتے ہیں جسکے وجہ سے عدالتوں کا کام بڑھ گیا ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ "قانونِ نزاعات کاریگران" کے وضع کرنے میں جسکا اجرا دسمبر ۱۹۰۶ء میں ہوا انصاف سے کام نہیں لیا گیا اسلئے کہ اس قانون نے انجمہائے وفاق کاریگران کو مُلک کے عام قانون کے توڑنے کی اجازت دی ہے اور اس طرح ایک طبقۂ آبادی کو مواخذۂ قانونی سے بری کیا ہے، سب سے زیادہ حیرت اس بات سے ہوتی ہے کہ جن افعال کو عدالتون نے ٹیف ویل (Taff vale) کے مقدمہ میں خلاف قانون قرار دیا تھا اُنکو اس قانون نے جائز ٹھرایا ہے اس قانون کا لُبِّ لُباب یہ ہے کہ عام باشندوں کے جو افعال وحرکات عدالتوں کے نزدیک ناجائز ثابت ہوں اگر کوئی انجمن کاریگران انکا ارتکاب کرے تو اُس کے خلاف کسی قسم کی بازپرس نہیں ہوسکتی۔

لیکن ایک دوسرا مسودہ جس کی مخالفت پر تمام ملک اُٹھ کھڑا ہوا وہ نیا مسودہ قانون تعلیم تھا، اُس کا

جبیہ مسودۂ قانون تعلیم کا ملتوی ہونا سنہ ۱۹۰۶ء

مقصد دوسرے مذہبوں کے مدرسوں کے لئے سرکاری امداد کا بند کرنا تھا۔ اکثر خیال ہے کہ اگر یہ مسودہ قانون بنجاتا تو نہ صرف رومن کیتھلک بلکہ مذہب معینہ کے مدرسوں کے حق میں بھی ناانصافی ہوتی تمام ملک میں اس مسودہ کی تائید اور خلاف میں بڑے بڑے جلسے ہوئے۔ رومن کیتھلک اور چرچ والوں کے سرگروہوں نے اپنے جرگے کو تلقین کی کہ تعلیم دین لینے میں اُن کو آزادی حاصل کرنی چاہیئے ادھر لنکاشائر کے مزدوروں کا ایک جم غفیر انگلستان کے شمالی سے البرٹ ہال میں آزادی تعلیم مذہبی کے متعلق جلسہ منعقد کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ اسپر بھی مسودہ مذکور دارالعوام میں منظور ہوگیا لیکن جب دارالامرا کی منظوری کے لئے بھیجا گیا۔ تو اُس مجلس کے ارکان نے اس کثرت سے اُس میں ترمیمات کی ضرورت بتلائی کہ دارالعوام کے حریت پسند ممبروں نے جو اُس کی بانی تھے امرا کے اس مشورہ کو قبول کرنے سے انکار کردیا اس وجہ سے یہ مسودہ ہی ملتوی ہوگیا۔

مصلحین بلدیہ کا عروج سنہ ۱۹۰۷ء

لنڈن کونٹی کونسل (ضلع لنڈن کی مجلس انتظامی) کے انتخابات میں (سنہ ۱۹۰۷ء) فرقۂ ترقی پسند کو جسکے اکثر ارکان اشتراکیوں کے سے خیالات رکھتے تھے بمقابلہ فرقہ اعتدال پسند شکست ہوی۔ فرقۂ ثانی کا دوسرا نام مصلحین بلدیہ بھی تھا۔ ان لوگوں نے آپسمیں

وعدہ بھی کیا تھا کہ بلدیہ کی حکومت ملنے کے بعد انتظام شہر پر نہایت کفایت شعاری سے روپیہ صرف کرینگے بہرحال فرقۂ مذکور کو غلبہ حاصل رہا اور اُسوقت سے اسی فرقہ کے ہاتھ میں بلدیہ کی حکومت ہے۔

سنہ ۱۹۰۶ء میں برطانیہ کی افواج برّی میں نئی نئی تبدیلیاں واقع ہوئیں۔ اکثر باقاعدہ فوجیں تخفیف کردی گئیں اور مسٹر ہالڈین نے جو اب لارڈ ہالڈین ہوگیا ہے فوج کے متعلق ایک مسودہ قانون پیش کیا جو بعد منظوری قانون فوج کے نام سے جاری ہوا۔ یہ کوئی نیا مسودہ نہیں تھا بلکہ مسٹر آرنلڈ فارسٹر کا سنہ ۱۹۰۴ء کا مسودہ قانون کم و بیشی کے ساتھ دوبارہ پیش ہوا۔ اس کے ذریعہ سے افواج ردیف و رضاکاران کی موقوفی ہوکر مقامی فوجوں (Territorial Forces) کا قیام ہوا ایک مستحفظ فوج بنائی گئی اور افسروں کی تعلیم کے لئے ایک رسالہ قائم ہوا۔ اس جدید انتظام کی کامیابی و ناکامی کے متعلق ابھی رائے قائم کرنا ممکن نہیں لیکن لارڈ رابرٹس کی رائے ہے کہ برطانیہ کی باقاعدہ اور مستحفظ فوجیں نہایت کمزور و بیکار ہیں اس بنا پر قوم کے سربرآوردہ لوگ حکومت کو اسکی غلطی سے آگاہ کر رہے ہیں (سنہ ۱۹۱۳ء) اور افواج متذکرہ کو مستعد و بکارآمد بنانیکی فکر میں ہیں۔ چونکہ اس زمانہ کی لڑائیوں میں ایروپلین اور ہوائی جہاز کام میں لائے

مقامی فوجیں سنہ ۱۹۰۶ء

فوجی ہوائی جہازات

جارہے ہیں اور اُن کا استعمال سُرعت سے بڑھ رہا ہے اس لئے ایک حکم کے زیر اثر ۲۸- فروری ۱۹۱۱ء کو ایک ہوائی پلٹن کا تقرر ہوکر بمقام فارن برو کارخانہ و مدرسۂ طیّارہ کی رسم افتتاح عمل میں آئی۔ ہوائی پلٹن کے افسروں نے فضا میں ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک اور ہر ایک سمت ہوائی جہازوں اور ایروپلینوں کے ذریعہ سے نہایت قابلِ ستائش پرواز کی ہے۔

نوآبادیوں کی افواج ۱۹۰۹ء

خوشی کا مقام ہے کہ برطانوی نوآبادیوں کو بھی تحفّظ سلطنت کی فکر ہے اور آلات حفاظت کے مہیّا کرنے میں وہ نہایت فراخدلی سے روپیہ صرف کرنا چاہتی ہیں۔ اس کے متعلق جولائی ۱۹۰۹ء میں لندن میں ایک کانفرنس منعقد ہوکر یہ امر طے پایا کہ سلطنتِ برطانیہ کے کل ملکوں کی افواجِ برّی کی مستعدی و قوت ایک ہی معیار کی ہونی چاہیئے تاکہ بوقت ضرورت مختلف مقامات کی برّی فوجوں کے ملانے سے فوراً ایک شہنشاہی فوج بن سکے۔ دشمنوں کے بحری حملوں سے اپنے کو محفوظ رکھنے کے لئے آسٹریلیا نے اپنے لئے ایک خاص جنگی جہازوں کا بیڑہ بنانے کا ارادہ کرلیا ہے۔ نیوزیلینڈ کا منشا ہے کہ جب ضرورت ہو اسوقت جنگی جہازوں کی ساخت کے لئے رقم علحدہ کرنی اور صرف کرنی چاہیئے۔ کنیڈا نے اس کے متعلق ابھی کچھ طے نہیں کیا، معلوم نہیں

کہ کیا تدبیر اختیار کیجائیگی

۵ - اپریل ۱۹۰۸ء کو سرہنری کیمبل بنرمن وزارتِ عظمیٰ سے مستعفی ہوا اور ۲۲ - اپریل کو اُس کا انتقال ہوگیا اور جو کیبنٹ کہ اُس کے بعد مرتب ہوی اسمیں ایسکوتھ صاحب

ایسکوتھ کا وزیر اعظم مقرر ہونا ۱۹۰۸ء

وزیر اعظم اور مسٹر لائیڈ جارج وزیر مال کی حیثیت سے شریک ہوے۔ ایسکوتھ صاحب نے پہلے ہی سے مصارف مملکت کا سالانہ موازنہ تیار کرلیا تھا جس میں اُنہوں نے وظائفِ پیرانہ سالی کی اسکیم بھی شامل کردی۔ اگرچہ اس نئی تجویز کے متعلق بحثیں ہوئیں لیکن عوام اور اُمرا کی دونوں مجلسوں نے بہت جلد اسکو منظور کرلیا۔ اس قانون کے زیرِ اثر برطانیہ میں

وظائف پیرانہ سالی ۱۹۰۸ء

ہرایک شخص مرد ہو کہ عورت جس کی عمر ستّر سال سے متجاوز ہو اورجسکی سالانہ آمدنی ۳۱ پونڈ ۱۰ شلنگ سے زیادہ نہو سرکار سے فی ہفتہ (آمدنی ہفتہ وار کی کم و بیشی کے لحاظ سے) ایک سے پانچ شلنگ تک وظیفہ پانے کا مستحق قرار پایا ہے۔

۱۹۰۸ء کے خاتمہ پر قانون "حمایتِ اطفال"

کان کنی کیلئے آٹھ گھنٹے والا قانون جنوری ۱۹۰۹ء

اور کان کنی کے لئے آٹھ گھنٹے والے قانون کا اجرا ہوا لیکن اس دوسرے قانون سے کان کنوں کی بی بیوں کیلئے تکلیفِ خانہ داری کسی قدر بڑھ گئی ہے۔ کان کنی تو چوبیس گھنٹے ہوتی رہتی ہے،

قانون بننے کے پہلے دن کی دو حصوں میں تقسیم ہوکر مزدوروں کو بارہ بارہ گھنٹے کام کرنا پڑتا تھا لیکن قانونِ متذکرہ کے بعد سے رات دن کے چوبیس گھنٹوں کی تین حصوں میں تقسیم ہوئی ہے اور ہر ایک مزدور کو آٹھ ساعت کام کرنا پڑتا ہے جسکا نتیجہ یہ ہے کہ اگر کوئی باپ اور اُسکے چند لڑکے ایک ہی کان میں مزدوری کرتے ہوں تو انکو کھانے کے لئے اپنے گھر باوقاتِ مختلف جانا ہوتا ہے جسکے سبب سے اُس مزدور کی زوجہ کو کھانے پکانے میں محنت زیادہ کرنا پڑتی ہے۔

بائے اسکوٹس سنہ ۱۹۰۸ء

اسی سال ایک جدید قسم کے رضا کاروں کے متعلق تحریک ہوی جو قوم کے بچوں اور نوجوانوں کی فوجی تربیت میں نہایت مفید وقابل قدر ثابت ہو رہی ہے۔ میفکنگ کے محاصرہ کے زمانہ مین جرنیل بیڈن پاول نے بائے اسکوٹس (اطفال رضاکار جنکو فنون جنگ کی سرسری مشق کرائی جاتی ہے) کی ایک فوج تیار کی تھی زمانہ جنگ میں اُن لڑکوں سے محصورین کو بہت مدد ملی اور یہ طریقہ نہایت کار آمد ثابت ہوا۔ جب جرنیل مذکور سنہ ۱۹۰۸ء میں انگلستان واپس ہوا تو اُس نے برطانوی لڑکوں کو بھی بائے اسکوٹس بننے کی ترغیب دی تاکہ انگریزوں کے لڑکے اپنے مُلک کے حق میں مفید ثابت ہوں اور وقت ضرورت کام آئیں۔ اگرچہ برطانیہ میں سنہ ۱۸۸۳ء سے مختلف مذہبی فرقوں کے پاس لڑکوں

کی فوجین (Lad's Brigade) موجود تھیں اور انکا کام بھی اچھا تھا لیکن اُنکی جملہ کارگزاری مذہب کی حدتک تھی اس لئے اس دوسری تجویز کی ضرورت پیدا ہوی اور اسکا تعلق دینوی امور سے ہے۔ جرنیل بیڈن پاول نے نوجوان انگریزوں کو سمجھایا کہ ہرایک نوجوان چند لڑکوں کو جمع کرکے اُن کا ایک حلقہ (ٹیم) بنائے اس حلقہ کے لڑکے وقتاً فوقتاً کھیل کے طور پر فوجی قواعد اور ورزش کی مشق اس طرح کرتے رہیں کہ اس ذریعہ سے اُنھیں فوجی تربیت ملجائے اور وہ فرمانبرداری کرنا اور واقعات کا صحیح مشاہدہ کرنا سیکھ جائیں۔ حادثہ کے موقع پر یہ اپنی اور غیروں کی سب سے پہلے آپ مدد کریں اور اس طرح قوم کی بھلائی کے لئے اُس کے سے بیسیوں کام مفت کرنے کے عادی ہوں۔ جرنیل موصوف نے ان لڑکوں کی تعلیم کے لئے چند مفید قواعد بنائے ہیں۔ بائے اسکوٹ کا بدن صاف وستھرا اور صحت اچھی رہنی چاہئے احکام کی بجا آوری، راست گوئی اور اخلاقِ حسنہ کا انھیں خوگر ہونا لازم ہے۔ اپنے کو جری اور مستقل مزاج بنانا چاہئے۔ تمباکو کشی اور میخواری سے بچنا اُنکا فرض ہے۔ صبح سویرے اٹھنا اور تعیش سے گریز کرنا چاہئے۔ خدا پر توکل اور دوسروں کو فائدہ پہنچانیکی عادت کرنا اور کم سے کم دن میں ایک بار کسی کے ساتھ نیکی سے پیش آنا لازم ہے

ہر ایک ضلع میں ایک صدر معلم (اسکوٹ ماسٹر) اور اُسکے ماتحت چند اساتذہ ہوتے ہیں اور ہر استاد کے حوالہ رضاکار لڑکوں کی ایک جماعت کیجاتی ہے جو اُنکے حرکات وسکنات پر نگرانی رکھتا اور صدر معلم ضلع لڑکوں کے چال چلن کا ذمہ وار ہے اس طرح ایک پورے ضلع کے رضاکار لڑکوں کی فوجی تربیت اور نیک کرداری کا صدر معلم نگران ہوتا ہے۔ بائے اسکوٹ کا طریقہ اسقدر مفید و مقبول ثابت ہوا کہ پانچ سال کی قلیل مدت میں (۱۹۱۳ء تک) ریاست ہائے متحدہ کے بائے اسکوٹوں کی تعداد ایک لاکھ پانچ ہزار تک پہنچ گئی ہے اور سلطنت کے دوسرے حصوں میں ایک لاکھ پچاس ہزار سے کم بائے اسکوٹ نہوں گے۔ برطانیہ کی تقلید میں اکثر غیر ملکوں نے بھی اپنے ہاں بائے اسکوٹ کے طریقہ کو جاری کیا ہے

مزدوروں کی بے چینی

جن اہل برطانیہ کی معاش کا ذریعہ اُجرت ہے اُنکے لڑکوں کی تعلیم و تربیت کا مسئلہ نہایت اہم ہوگیا ہے اسلئے کہ انہی نونہالوں پر انگریزی قوم کے مستقبل کا مدارِ کار ہے۔ جمہوریت کی ترقی، مزدوروں اور ادنیٰ درجہ کے لوگوں کو رائے کا حق ملنا، انجمنہائے وفاق کاریگران کے ذریعہ سے ان لوگوں کا آپس میں متفق ہونا اور ہڑتالوں کی کثرت نے مزدور پیشہ لوگوں کے ہاتھ میں سیاسی اقتدار دیدیا ہے۔ ہم نے صفحہ (۸۵۵) پر بیان کیا ہے

کر سنہ ۱۸۹۲ء سے سنہ ۱۸۹۵ء تک برطانیہ کے معدنی کوئلہ گیس اور انجینیرنگ کی تجارتوں میں مزدوروں نے نہایت موثر و ضرر رساں ہڑتالیں کی ہیں۔ ان ہڑتالوں کو صنعت و حرفت کی اُس جنگ کا آغاز سمجھنا چاہیئے جو ابھی تک جاری ہے۔ سنہ ۱۹۰۲ء میں سب سے پہلے فرانس کے مزدور پیشہ لوگوں نے اپنے ہاں سنڈی کیلزم (Syudi-calism) یعنے ہمدردانہ ہڑتالوں کی بنا ڈالی جو بتدریج انگریزوں کے ملک میں بھی رائج ہوگئی۔ اِسکے زیر اثر مزدوروں اور کاریگروں کی کُل انجمنیں آپس میں متفق ہوگئی ہیں اور ایک انجمن دوسرے کی مدد کرتی ہے۔ جب کسی ایک انجمن کے مزدور کسی مخصوص تجارت میں ہڑتال کرتے ہیں تو اُنکی ہمدردی میں دوسری انجمنیں بھی یکے بعد دیگرے ہڑتال کردیتی ہیں۔ اور اس طرح سارے ملک میں ہڑتال ہوجاتی ہے۔ مزدوروں کے طبقہ میں نوجوان اور کم عمر لوگ جو قدرۃً معمر آدمیوں سے تعداد میں زیادہ ہوا کرتے ہیں مزدوروں کے تصفیہ نزاعات کے واسطے اسی طریقہ کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔

مزدور پیشوں کے تین خاص مطالبے ہیں۔

مطالبات مزدوران

(۱) شرح اُجرت میں اضافہ۔

(۲) کام کے گھنٹوں میں کمی۔

(۳) اپنی اتحادی انجمنوں کی ہستی کو حکومت وقت سے

تسلیم کرانا۔ اگرچہ ابتدا میں ان تین خواہشوں سے ایک کے بھی منظور نہ ہونے پر ہڑتال ہوجاتی تھی لیکن جب سے برطانیہ میں ہڑتال کی وبا پھیلی ہے اُس زمانہ سے کسی نہ کسی سبب سے مزدور کام بند کردیتے ہیں ۱۹۰۸ء اور ۱۹۰۹ء میں تجارت کی حالت جو خراب تھی اس کے بہ نسبت پچھلے سالوں کے ہڑتالیں کم ہوئیں لیکن ۱۹۱۰ء سے موجودہ زمانہ (۱۹۱۳ء) تک جبکہ ملک کی تجارت نہایت درست حالت میں تھی مشکل سے کوئی ایسی تجارت ہوگی جس میں مزدوروں نے ہڑتال نہ کی ہو۔ اگر تم صرف ۱۹۱۱ء کا حساب لگاؤ تو معلوم ہوگا کہ اسی ایک سال میں بڑے اور چھوٹے ملاکر مزدوروں کے چارسو جھگڑے پیش آئے اور گذشتہ چار سال سے برابر دیکھا جارہا ہے

روئی کی کلوں کو چلانیوالوں کی ہڑتال ۱۹۰۸ء

کہ ایک نہ ایک صنعت والے دریا کا ساتلاطم پیدا کردیتے ہیں۔ ۱۹۰۸ء کی ہڑتالوں میں سب سے زیادہ سنگین ہڑتال روئی کی کلوں کی تھی اور اُس کا سبب اُن کی انجمن کی بہترین تنظیم ہے، اس کے بعد تھوڑے تھوڑے وقفہ سے کتنی ہی ہڑتالیں اور لاک اوٹ (Lock out) یعنی کارخانہ کے مالک کا مزدوروں کو کام نہ دینا واقع ہوئیں یہانتک کہ سرکاری مجلس تجارت کے بیچ بچاؤ کرنے پر ۱۰۔ اکتوبر ۱۹۱۰ء کا سب سے آخری لاک اوٹ

ختم ہوا۔ اُسکے بعد بھی مزدوروں کی بےچینی رفع نہیں ہوی اور اُن لوگوں نے ایک عام ہڑتال کرنے کی دھمکی دی سنہ ۱۹۱۱ء میں جہاز کے کارخانوں میں کام کرنے والوں اور سامان و مال جہاز کے حمالوں نے لندن مینچسٹر، سیالفرڈ اور لورپول میں ہڑتالین کردیں جس کے سبب سے سب سے آخری مقام میں شہر کے بدمعاشوں نے فساد کئے اور دوسروں پر مصیبت و تباہی لائے: مفسدوں نے ریل کے ڈبے جس میں دودھ آتا تھا توڑ ڈالے جسکی وجہ سے دودھ کا آنا شہر میں موقوف ہوگیا اور شیرخوار بچوں کی دودھ میسر نہ آنے سے جان پر بن گئی تھی۔ اسی طرح اشیاے خورد و نوش کا آنا بھی رُکا رہا اور جو اناج وغیرہ کہ شہر میں تھا وہ بہت ہی کم رہگیا تھا۔

جہاز کے حمالوں کی ہڑتال سنہ ۱۹۱۱ء

اِسکے بعد اگست کے مہینہ میں انگلستان کی کُل ریلوے کے مزدوروں نے بجز لندن کی مقامی ریلوں اور سوتھ ویسٹرن ریلوے پر کام کرنے والوں کے ہڑتال کردی۔ مزدوروں کی انجمنوں سے اِن آخری ریلوں کے اہلکار تعلق نہ رکھتے تھے اس لئے اُنکے اثر میں نہ آسکے۔ جب ہڑتال کی اس قدر شدت ہوی تو حکومت نے بھی متاثرہ رقبوں میں فوجین بھیجدین اور بعض مقامات پر فوج نے مثلاً لینن لی میں جو مُلک

ملازمین ریل کی ہڑتال سنہ ۱۹۱۱ء

ویلز میں واقع ہے چند ہڑتالیوں کو ہلاک کیا۔ اگرچہ حقیقی ہڑتال تو ایک ہفتہ سے زیادہ نہیں رہی لیکن اُسکے زمانہ میں مخلوق کا عام کاروبار بند ہونے اور ضروریات زندگی کے میسر نہ آنے سے حکومت اور قوم عام ہڑتال کے اثرات و نقصانات سے بخوبی واقف ہوگئی ہے۔

۱۹۱۲ء میں تقریباً ہر ایک قسم کی تجارت سے تعلق رکھنے والے مزدوروں نے اپنے مالکوں (اُجرت دینے والوں) سے نزاع کی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آجر و اجیر کے تعلق میں ترمیم کی ضرورت ہے

معادنِ زغال کے مزدوروں کی ہڑتال ۱۹۱۲ء

چنانچہ ۲۱۔ دسمبر ۱۹۱۱ء کو مزدوران معادن نے ایک عام ہڑتال کرنے کے متعلق بیلٹ کے ذریعہ سے رائے دی اور ۱۸۔ جنوری ۱۹۱۲ء کو کام بند کرنیکی تحریک کو اُن میں سے تین چوتھائی نے منظور کرلیا۔ یہ ہڑتال تین مہینے جاری رہی اور کثرت سے مزدور مصیبت میں مبتلا ہوئے۔ مختلف مصنوعات کے کارخانے کوئلے کا ذخیرہ ختم ہوتے ہی بند ہوگئے اس سے اکثر ان مزدوروں کے روزگار پر بھی جنکو ہڑتال سے کچھ بھی تعلق نہ تھا آفت آئی۔ یہ پہلا وقت تھا کہ رائے عامہ کے اصرار پر حکومت نے تعین اُجرت کی نسبت دست اندازی کی ہے اسکے متعلق فوراً ایک مسودہ قانون پیش ہوا اور

دارالعوام نے تین سال کے واسطے اُسکو منظور کرلیا۔ اس قانون کی رو سے ایک اقل قلیل اجرت قرار پائی ہے جسکو ایک غیر جانب دار میر مجلس کی ماتحتی میں حلقوں کی مجالس مشترکہ معیّن کرتی ہیں۔ انجمن وفاق مزدوران معدن نے مرد کے لئے پانچ شلنگ اور بچّے کے واسطے دو شلنگ فی یوم اقل قلیل اُجرت قرار دینا چاہا تھا لیکن ایسکوئتھ صاحب نے اس تجویز سے اتفاق نہیں کیا اور اُنھوں نے ہرایک حلقہ کو اپنی صواب دید پر اُجرت اقل قلیل کے تعیّن کا مجاز کیا ہے۔جب مسودۂ مذکور دارالاُمرا سے بھی منظور ہوا تو "قانون اُجرت اقل قلیل معادن زغال" کے نام سے جاری ہوا اور مزدور ۶- اپریل ۱۹۱۲ع کو کام پر واپس آگئے۔ مزدوروں کی نزاعات کو رفع کرنے کے لئے ۱۹۱۱ع میں سرجارج آسکوئتھ کا صدر ناظم صنعت و حرفت کی خدمت پر تقرر ہوا اور صاحب موصوف نے بڑی کوشش سے اجیر و آجر کے تعلقات کو ایک حدتک خوشگوار بنا دیا ہے۔ اسپر بھی مزدوروں کی بے چینی روز بروز بڑھتی جاتی ہے اور خرابی یہ ہے کہ مزدوروں نے اپنے رہنماؤں کے فیصلوں اور مشوروں کی خلاف ورزی شروع کردی ہے لیکن ہمکو امید ہے کہ جب آجر و اجیر اُن قوانین کے فوائد سے واقف ہونگے جو مُلک کی

قانون معادن زغال ۱۹۱۲ع

صنعت و حرفت کی ترقّی کے واسطے وضع ہوے ہیں اور جب اُنہیں اِن امور میں تجربہ ہوگا تو وہ اپنی لاینحل دشواریوں کو باحسن وجوہ آپ سلجھا لینگے۔

مسودۂ قانون رائے دہی اناث سنہ ۱۹۰۶ء

ابتک تو ہم مردوں کی بےچینی کو بیان کرتے رہے لیکن اب ہم اناث انگلستان کے حالات پر نظر ڈالتے ہیں گزشتہ پچاس سال سے برطانیہ میں عورتیں کوشش کر رہی ہیں کہ اُنہیں بھی مردوں کے مثل ارکان پارلیمنٹ کو انتخاب کرنے کا حق رائے دیا جاوے اور اُسکے متعلق ایک عرصہ سے وہ ملک میں بےچینی پھیلا رہی ہیں۔ ابتدا میں اعلیٰ طبقہ کی عورتوں کو یہ بات سجھائی دی تھی لیکن اس تحریک میں اب کارخانوں وغیرہ میں کام کرنے والی اور مزدوروں کی عورتیں تک شریک ہوگئی ہیں۔ عورتوں کا عُذر ہے کہ مردوں کو اپنی شکایات و تکالیف بیان کرنے اور اُنکے رفع کرانیکا موقع دیا گیا ہے لیکن عورتیں اِس نعمت سے محروم کی گئی ہیں۔ حرّیت پسند حکومت کے زمانہ میں تحریک مذکور نے عملی جامہ پہنا اور ۲۵۔ اپریل سنہ ۱۹۰۶ء کو کیرہارڈی صاحب نے "حق رائے اناث" کی نسبت دارالعوام میں ایک تحریک پیش کی اور جب مجلسِ مذکور میں اُسپر بحث ہونے لگی تو نشست گاہ اناث میں عورتوں نے جو بحث سُننے کیلئے جمع ہوی تھیں عجیب ہل چل مچادی۔ اس مسودہ کے

بعد سے ابتک متعدد مسودات پیش ہوئے ہیں لیکن انکی دو دفعہ سے زیادہ پڑھنے کی نوبت نہیں آتی کہ دارالعوام ہی میں نامنظور ہو جاتے ہیں۔ ہرچند اس تحریک میں کامیاب ہونے کی غرض سے عورتوں نے طرح طرح کے جلوس لندن اور دوسرے شہروں میں نکالے اور کثرت سے جلسے منعقد کئے اور اگرچہ بعض معزز و محترم خواتین اور اکثر تعلیم یافتہ و عہدہ دار مستورات نے بھی جلوس نکالے اور بڑے پیمانہ پر جلسے منعقد کئے لیکن تحریکِ مذکور آج تک ناکام ہی رہی اس ناکامی کا زیادہ تر باعث یہ بھی ہوا کہ بعض ناعاقبت اندیش اور کم فہم عورتوں نے اپنے کو پابندیٔ دستور نسواں سے علاحدہ کرکے اپنا ایک جداگانہ فرقہ بنایا اور ملک میں فساد کرنا شروع کردیا۔ انکا خیال تھا کہ لوٹ مار سے اس تحریک کو کامیابی ہوگی۔ مال کے نقصان کی یہانتک حالت پہنچی تھی کہ نہ صرف وزیر اعظم کے مکان کی کھڑکیوں کے پرکالے توڑے گئے بلکہ امن پسند دوکانداروں کی دوکانوں کے بلوری دروازے اور کھڑکیاں زیادہ سرگرم و شوریدہ سر عورتوں کے ہاتھوں سے چکنا چور ہوئیں جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ مفسدہ پرداز عورتوں کو سزا مل گئی قید بھگتنی پڑی اور قیدیوں نے آپ کو بھوک سے ہلاک کرنیکی کوشش کی۔ ان سرکش عورتوں نے اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ انہوں نے خوشحال لوگوں کے مکانات جد

جنگجو طالبان حق رائے ۱۹۰۸ء

شہروں کے مضافات میں واقع ہوتے ہیں جلا ڈالے تارِ برقی کاٹ ڈالے اکثر بیقصور لوگوں کے مال و جائداد کو نقصان پنچایا۔عورتوں کے ان ناشائستہ اور ظالمانہ حرکات کے سبب انگلستان کے مرد جو عموماً منصف مزاج ہوتے ہیں اُن سے منحرف ہوگئے اور جس طرح اکثر اچھے کام فتنہ و فساد اور ناجایز افعال کی وجہ سے سرسبز نہیں ہوتے اسی طرح یہ مفید و نیک تحریک بھی ناکام رہی اور اُن عورتوں کی جو دستوری طریقہ سے حصول مدعا چاہتی تھیں حق تلفی ہوگئی۔

صرافہ جات محنت سنہ ۱۹۰۹ء

لیکن ایک دوسری قسم کے بڑے بڑے جلسوں کے انعقاد سے اس جنگ کا کامیابی کے ساتھ خاتمہ ہوا۔ انیسویں صدی کے آخری اور بیسویں صدی کے ابتدائی حصہ میں اجیر پیشہ والوں کو جو بڑے شہروں میں رہتے تھے کام ملنے کی شدید ضرورت پڑی اسوجہ سے اِن بے روزگاروں نے سڑکوں پر جلوس نکالا شہروں میں گشت کرنا شروع کردیا اور اُنکے ایک جمّ غفیر نے دارالعوام میں بجبر درآنیکی کوشش کی ۲۰۔مئی سنہ ۱۹۰۹ء میں ونسٹن چرچل صاحب کو پارلیمنٹ سے ایک مسودۂ قانون کو منظور کرانے میں کامیابی ہوی۔قانون مذکور کے زیر اثر کام چاہنے والوں کی آسانی کی غرض سے ملک کے مختلف حصوں میں دو صرافہ ہائے محنت ‘‘

کا قیام ہوا ہے، جنکا انتظام مقامی کمیٹیاں کرتی ہیں اور ہر ایک کمیٹی آجر و اجیر کی مساوی تعداد سے بنتی ہے اور ایک غیر جانب دار شخص اسکا میرمجلس بنایا جاتا ہے۔ اِن صرافہ جات کا یکم فروری ۱۹۱۰ء سے نفاذ وجود ہوا۔ جس کسی کو اُجرت پر کام پانیکی ضرورت ہو تو اُس کو چاہئے کہ وہ اپنے قریب کے صرافہ محنت سے دریافت کرے کہ اُس کے ہُنر کی مُلک کے کس حصہ میں مانگ ہے اور کہاں اُسکو سب سے زیادہ اُجرت مل سکتی ہے۔ اِن ادارات کے وجود سے ایک اور فائدہ ہے کہ خود اُجرت دینے والوں کو طرح طرح کے ہُنرمند مزدوروں کی اطلاع ہوتی رہتی ہے۔ اگر عُسرت کے سبب سے مزدور اور کاریگر مقام روزگار تک نہ پہنچ سکتے ہوں تو انکو اور ان کے اہل و عیال کو صرافہ سے زادِ راہ ملتا ہے۔

اُمرا اور عوام کے درمیان نزاع ۱۹۰۸-۱۹۱۱ء

اب ہم تھوڑی دیر کے لئے زمانۂ زیر تحریر کے پچھلے چند مہینوں پر نظر ڈالتے ہیں اور ایک اہم دستوری جنگ کا جو دارالاُمرا اور دارالعوام کے مابین واقع ہوئی تھی حال بیان کرتے ہیں۔ دارالعوام کے فرقہ حُریّت پسند کو ایک عرصہ سے اس امر کی شکایت تھی کہ قدامت پسند حکومت کے زمانہ میں جو جو مسودات قانونی حکومت کیجانب سے پیش ہوئے دارالاُمرا نے بکمالِ رغبت و خوشی انکو منظور کیا لیکن حکومت

حُریّت پسند کے مسودات قانون کی منظوری دینے میں اُسے اکثر اوقات انکار رہا ہے۔ سرہنری کیمبل ہنرمین نے اپنے عہد وزارتِ عظمیٰ میں دارالاُمرا کے اقتدار کو محدود کرنے کے ارادہ کا علی الاعلان اظہار کردیا تھا اور جب انکی جگہ پر ایسکویتھ صاحب آئے تو اُنھوں نے اپنے پیش رو کے عزم کو عملی جامہ پہنایا۔

نامنظوریٔ مسودۂ اجازت نامہ ۱۹۰۸ء

فروری ۱۹۰۸ء میں فرقہ حاکم نے ایک سخت مسودہ قانون اجازت نامہ کو منظور کیا تھا لیکن دارالاُمرا نے اُسکو نامنظور کردیا اِس بنا پر لائڈ جارج صاحب نے موازنۂ ملک کے مسودہ میں بحیثیت مسودہ مالی مسودۂ مذکورہ کے کُل مطالب و مواد کو ٹھونس دیا اور ماہ اپریل ۱۹۰۹ء میں اپنا مُرتّبہ موازنہ پیش کیا جو دارالعوام میں منظور ہوگیا اگرچہ صاحب موصوف نے اِس میں بڑی آمدنیوں پر محصول بالائی لگائے جانے اور وظائف پیرانہ سالی کی ادائی کے لئے رسوم فوتی اور رسوم اسٹامپ کی شرح میں اضافہ کرنیکی رائے دی تھی لیکن اُسکے ساتھ ہی صاحب موصوف نے (تجارتی) اجازت ناموں اور روح شراب پر بھی محصول لگاکر ثابت کیا تھا کہ اُس ذریعہ سے ۲۴۰۰۰۰۰ پونڈ اور تمباکو کے محصول سے ۱۹۰۰۰۰۰ پونڈ سالانہ کا محاصلِ ملک میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ اُنھوں نے ایک جدید محصول اراضی پر عائد کیا تھا جسکی

وجہ سے باشندگانِ ملک کی غیر منقولہ جائدادوں کا از سرِ نو اندازہ کرکے نئی قیمتیں لگانی پڑتیں۔

امرا اور موازنہ ملک
نومبر ۱۹۰۹ء

جب منظوری کی غرض سے موازنہ مجلسِ اعلیٰ میں آیا تو لارڈ لینڈڈون نے تحریک کی کہ ابنائے ملک کی مرضی دریافت کرنے کے بغیر دارالعوام کو مسودۂ موازنہ منظور نہ کرنا چاہیئے تھا۔ ایسکوتھ صاحب نے کہا کہ دارالاُمرا کی اس حرکت سے قانون دستور کی خلاف ورزی ہوتی ہے اور اس لئے اُنہوں نے تاجِ برطانیہ کو پارلیمنٹ کے برخاست کردینیکا مشورہ دیا۔

انتخاب عام
جنوری ۱۹۱۰ء

پارلیمنٹ کے برخاست ہونے سے جدید انتخابات جب عمل میں آئے تو انکا نتیجہ یہ ہوا کہ حریت پسندوں کے صرف ۲۷۵ وکلا (بلاشمول ارکان آئرستان و مزدور پیشہ) اور اتحاد پسندوں کے ۲۷۳ نمائندے منتخب ہوئے۔ اس لئے حکومت نے اپنی کثرت کے واسطے مزدوروں کے نمائندوں کی چالیس آرا اور آئرستانی قوم پسند نائبوں کی بیاسی آرا پر انحصار کیا۔ اور اس میں خرابی یہ تھی کہ مزدوروں کے ارکان جو ابن الوقت ہیں جس سیاسی فرقہ سے انہیں کام لینا منظور ہو اُسکے طرفدار ہو جاتے ہیں اور آئرستانی قوم پسند نمائندے جس سیاسی فرقہ کو اپنے مطلب کا سمجھتے ہیں اُسکے ساتھ

ہوکر اُسکا پلّہ بھاری کر دیتے ہیں۔ جس بات کا گلیڈاسٹن کو خوف تھا آخر اُس کا ظہور ہوا، اُن کو منظور نہ تھا کہ انگلستان کے کسی سیاسی فرقہ کو آیرستانی نمائندوں کی تائید کی احتیاج ہو اس لئے کہ فرقۂ محتاج پھر آزادی سے حکومت نہیں کرسکتا۔ ان اندیشوں کے باوجود فرقہ حُریت پسند کو دونوں متذکرہ فرقوں کے نمائندوں کو اپنے میں شامل کرنا پڑا اور اس طرح جدید انتخاب میں کثرت مشترکہ پیدا کرکے ایسکویتھ صاحب نے مُلک سے جس حکم کے لینے کی ضرورت تھی اُسکو حاصل کیا اور جب پارلیمنٹ کا دوبارہ اجلاس ہوا اور سابق کے برسرِ حکومت فرقہ کی اب بھی دارالعوام میں کثرت ہوی تو دارالامرا نے موازنۂ مذکور کی منظوری دے دی۔

تحریکات اختیار نامنظوری ۲۴ فروری ۱۹۱۰ء

اُسکے بعد ایسکویتھ صاحب نے دارالاُمرا کی قوت محدود کرنیکی غرض سے اُس کے اختیار نامنظوری (ویٹو) کے خلاف تین تحریکیں پیش کیں۔ اُن میں سے پہلی تحریک کا مقصود یہ تھا کہ مجلسِ اُمرا کا مالی مسودات کو نامنظور کر دینے کا اختیار منسوخ کردیا جائے اور دوسری تحریک کے ذریعہ سے مجلسِ مذکور کا دوسری قسم کے مسودات قانونی کو نامنظور کرنیکا اختیار بھی محدود کیا جائے جسکا مطلب یہ تھا کہ سوائے مالی مسودوں کے اگر کوئی دوسرا مسودۂ قانون دارالعوام کے

تین متواتر اجلاسوں میں کسی ترمیم کے بغیر تین مرتبہ پے درپے پیش ہوکر منظور ہو جائے لیکن دارالأمرا اُس کے منظور کرنے میں انکار کرے تو مجلس امرا کی نامنظوری پر بھی وہ قانون متصور ہوکر نافذ ہو جائے گا۔ تیسری تحریک کا منشا پارلیمنٹ کی سابقہ ہفت سالہ مدت کو گھٹا کر پنجسالہ کرنا مقصود تھا ہرچند اتحاد پسند نمائندے مخالفت کرتے رہے لیکن یہ تینوں تحریکیں فوراً مجلسِ عوام میں منظور ہوگئیں اب ایسکوتھ صاحب نے اپنا مشہور "مسودہ پارلیمنٹ" یہ کہکر پیش کیا کہ اگر دارالامرا اسکو نامنظور کرے تو وزارت وقت تاج کو ایسے تدابیر اختیار کرنیکے متعلق مشورہ دے گی جن سے یہ مسودہ سرسبز ہو سکے۔

کوشش اُمرا برائے اصلاح۔

جب لڑائی اس نوبت کو پہنچی تو اُمرا کو عوام کی ضرورتوں اور خواہشوں کے مطابق اپنی مجلس کو دوبارہ تنظیم کرنیکی فکر ہوی۔ مجلس مذکور کے بعض ارکان نے تنظیم ثانی کے متعلق مختلف مشورے دئے اور اُن پر چند مہینوں تک اس مجلس نے غور کیا لیکن کوئی مشورہ پسند نہیں آیا۔ اگرچہ ایسکوتھ صاحب نے اپنے مسودہ کے ابتدائی حصہ میں اس امرکا وعدہ کیا تھا کہ عنقریب ایک اصلاح شدہ مجلسِ ثانیہ کی ترکیب عمل میں آئیگی لیکن سردست اُنکا منشا دارالأمرا کی اصلاح نہیں بلکہ اُسکے اختیارات کو محدود کرنا تھا تاکہ حریت پسند حکومت

کے مجوزہ مسودات قانونی بآسانی منظور ہو جائیں۔

ایڈورڈ ہفتم کی وفات
۶۔مئی ۱۹۱۰ء

جبکہ اصلاح دارالامرا کی نسبت پارلیمنٹ کی دونوں مجلسوں میں نہایت جوش و ولولہ سے بحثیں ہو رہی تھیں بادشاہ ایڈورڈ ہفتم جو بیارٹز کے سفر سے واپس ہوا تھا دفعتہً سخت علیل ہوگیا ایک عرصہ سے اُسکی صحت خراب تھی اور موجودہ نزاع پارلیمنٹ کا بھی اُسکے قلب پر صدمہ تھا۔ تاسّف کا مقام تو یہ ہے کہ ایڈورڈ صلح گر بھی جس نے اپنے ملک اور دنیا کی تقریباً کل قوموں میں ارتباط پیدا کردیا اپنی قوم کے دو مخالف فرقوں میں مصالحت کرانے سے عاجز رہا۔ شاہ موصوف کا ۶۔مئی ۱۹۱۰ء کو قصر بکنگھم میں انتقال ہوا اور ولی عہد جارج پنجم کے لقب سے تخت کا وارث قرار پایا۔

بادشاہ نو کے جلوس سلطنت کے سبب سے جنگ دستوری میں وقفہ ہوا۔ دونوں فرقوں کے سربرآوردہ اشخاص

کانفرنس
جون ۱۹۱۰ء

نے تجویز کی کہ ایک کانفرنس کے ذریعہ سے نزاعاتِ باہمی کا تصفیہ ہونا چاہئے۔ فریقین نے اس رائے کو منظور کیا اور ۱۷۔ جون ۱۹۱۰ء سے کانفرنس کا آغاز ہوا۔ تھوڑے تھوڑے وقفہ سے کئی مہینوں تک اِسکے جلسے ہوتے رہے یہانتک کہ پارلیمنٹ کا پورا سیشن زیادہ تر اسی ایک کام میں صرف ہوگیا اس پر بھی اُس مدت میں ایک اہم و مفید قانونی

ترمیم ہوی ہے۔ حلف تخت نشینی کے قانون سے وہ جزو جو رومن کیتھلک کی دل شکنی کا باعث تھا حذف کردیا گیا۔

اگرچہ ۱۵۔ نومبر ۱۹۱۰ء کو پارلیمنٹ کا دوسرا سیشن شروع ہوا لیکن اُسکے پہلے سے لوگ کانفرنس صلح کی ناکامی سے واقف ہوگئے تھے۔ اس سیشن میں مسودہ قانون پارلیمنٹ کو پیش کرنے کے بجائے ایسکویتھ صاحب نے اپنے ارادہ کا اظہار کردیا کہ قوم کی رضامندی دریافت کرنیکی غرض سے میں بادشاہ کو پارلیمنٹ کے برخاست کردینے کا مشورہ دونگا۔ بہرحال اس تجویز کے مطابق پارلیمنٹ کی موقوفی ہوکر ۱۹۱۰ء کے دسمبر کی ابتدا میں انتخابات شروع ہوئے جنکا نتیجہ فرقۂ حریت پسند کے حق میں مفید ثابت ہوا اور اس مرتبہ بھی فرقۂ مذکور کے ارکان کی پارلیمنٹ میں کثرت رہی۔ ۲۔ فروری ۱۹۱۱ء کو ایسکویتھ صاحب نے دوبارہ اپنے مسودۂ قانون کو جس میں دارالامرا کے اختیار نامنظوری کی نسبت تین تحریکات بھی شامل تھیں پیش کیا۔ اِسکے تین مہینہ کے بعد مسودۂ مذکور کی تیسری قرأت ۱۰۔ مئی ۱۹۱۱ء کو ختم ہوکر دارالعوام میں یہ مسودہ منظور ہوا اور بعد دارالأمرا کو روانہ کیا گیا لیکن جارج پنجم اور ملکہ میری کی تاج پوشی کیوجہ سے جس کی رسم ۲۲۔ جون ۱۹۱۱ء کو منائی گئی چند مہینے فریقین میں سکوت رہا۔

انتخاب عام دسمبر ۱۹۱۰ء

لیکن جب مسودہ مذکور ۲۰۔جولائی کو دارالاُمرا سے
واپس آیا تو معلوم ہوا کہ اُسکی اکثر اہم باتوں میں مجلس
مذکور نے ترمیم کی ہے اس پر فرقہ برسرحکومت نے
نہایت شور مچاکر اُسکے قبول کرنے سے انکار کردیا۔ اور
وہی مسودہ مجلسِ اعلیٰ کو واپس کیا دوسری مرتبہ بھی یہ مجلس
مسودہ میں ترمیم کئے بغیر منظوری دینا نہیں چاہتی تھی لیکن
لارڈ مارلے نے اس بات کا اظہار کردیا کہ اگر مسودہ منظور
نہ ہوگا تو میں بادشاہ کو زیادہ اُمرا بنانے کا مشورہ دونگا
جس سے مخالفینِ مسودہ کو ناکامی ہوگی۔ لارڈ ہیلس بری اور
بہت سے دوسرے اُمرا اپنی بات پر اڑے رہے اور
اپنی مجلس کو سمجھایا کہ اگر اس دفعہ دب گئے تو تم سیاسی

اُمرا کا قانون پارلیمنٹ کو منظور کرنا۔ اگست ۱۹۱۱ء

خودکشی کے مرتکب ہوگے لیکن لارڈ لینیڈون
اور کنٹربری کے اسقف اعظم نے مقابلہ کرنے
کو بےسود ثابت کیا۔اس بنا پر مسودہ منظور
ہوگیا اور اس پر بادشاہ کی منظوری ۱۸۔
اگست ۱۹۱۱ء کو صادر ہوی۔ اس میں شک نہیں کہ
ایسکویتھ صاحب نے اس قانون پارلیمنٹ کو جاری کراکے
اُسکے ذریعہ سے اپنے پیش کردہ مسودات قانونی کو منظور
کرانے کی آزادی حاصل کرلی لیکن وہ اسطرح صرف ایک
پارلیمنٹ کے دوران میں بشرطیکہ آیرستانی قوم پرست
ارکان پر اُنکا اعتماد ہو آزادرہ سکتے ہیں۔

مشاہرہ ارکان پارلیمنٹ ۱۹۱۱ء

اسی زمانہ میں ارکان پارلیمنٹ کے لئے پہلے پہل فی کس ۴۰۰ پونڈ مشاہرہ مقرر ہوا لائڈ جارج صاحب نے اپنے موازنہ میں مشاہرہ کی تحریک کی تھی جسکو حریت پسند ارکان نے غلبۂ آرا سے منظور کیا۔ یکم ستمبر ۱۹۱۱ء سے تنخواہ کا اجرا ہوا۔

صدارت بونرلا نومبر ۱۹۱۱ء

اس کے چند ہفتے بعد بیلفر صاحب نے فرقہ اتحاد پسند کی سرداری سے استعفا پیش کردیا لیکن اُن کی جگہ پر والٹر لانگ صاحب یا آسٹن چیمبرلین صاحب کے عوض جو اس جگہ کے زیادہ مستحق تھے ایک تیسرا شخص مسٹر بونرلا منتخب ہوا اِسکے مقابلہ میں اُن دونوں دعوے داروں نے سکوت اختیار کیا اس لئے کہ اُن کی پارٹی کے ہرایک ذیلی فرقہ میں بھی وہ ہردلعزیز تھا۔ اُس کا مولد کنیڈا ہے اور سابق میں وہ گلاسگو میں لوہے کی تجارت کرتا تھا۔

قومی بیمہ کا قانون ۱۶۔ دسمبر ۱۹۱۱ء

جس قومی بیمہ کے مسودہ قانون کی لائڈ جارج صاحب نے ایک سال قبل تحریک کی تھی وہ اب منظور ہوا۔ شروع میں تو مسودہ بہت مقبول ہوا۔ اُس کے پیش ہونے پر کل دارالعوام میں خوشی کے نعرے بلند ہوئے تھے مگر کمیٹی کے زمانہ میں فرقۂ مقابل نے اُس میں بہت کچھ ترمیم کرنی چاہی لیکن اہل کمیٹی نے اُس کا کم لحاظ کیا اور جب بلاترمیم

مسودہ کی تیسری قرأت ختم ہوی تو فرقۂ مقابل کے ارکان الحکر دارالعوام سے چلے گئے اور مسودۂ مذکور کے متعلق کسی قسم کی رائے نہیں دی۔ اِسکے بعد جب مسودہ بغرض منظوری مجلس اعلیٰ کو بھیجا گیا تو لارڈ لینسڈون نے نقائص کے باوجود اُسکو منظور کرنا ہی مناسب سمجھا ورنہ دوسری صورت میں دونوں مجلسوں کے درمیان ایک بیکار وعبث بحث چھڑ جاتی۔ اُس مسودہ پر ۱۶۔ ڈسمبر ۱۱ ۱۹ ئہ کو شاہی منظوری صادر ہوی۔

اِس قانون کے پہلے نصف حصہ کا تعلق صحت کے بیمہ سے ہے۔ ہرایک مزدور کو لازم ہے بشرطیکہ اُس کو مستقل اُجرت ملتی ہو اور اُسکی سالانہ آمدنی ۱۶۰ پونڈ سے زیادہ نہو بصورت ذکور فی کس ۴ پنس اور بصورت اناث فی کس ۳ پنس فی ہفتہ صحت کے بیمہ میں ادا کرے۔ آقا (آجر) اپنے ہرایک اجیر کے واسطے ۳ پنس اور حکومت ہرایک مزدور کے لئے ۲ پنس فی ہفتہ بیمہ فنڈ میں جمع کرتی ہے۔ اس رقم کے معاوضہ میں مزدوروں کا علاج مفت ہوتا ہے اور حالتِ مرض میں مزدور کو اگر مرد ہو تو ۱۰ شلنگ اور عورت ہو تو ۷ شلنگ ۶ پنس فی ہفتہ امداد ملتی ہے۔ اس اسکیم کو امدادی انجمنیں چلاتی ہیں اور اُسکا عمل ۱۵۔ جولائی ۱۲ ۱۹ ئہ سے شروع ہوا ہے۔ اس قانون کے زیر اثر کام کرنے کے متعلق

صحت کا بیمہ

ڈاکٹروں کے راضی کرنے میں حکومت کو بڑی بڑی دشواریاں اٹھانی پڑیں۔ اس قانون میں غالباً مزید تبدیلیوں کی ضرورت ہے۔ عجب نہیں کہ عنقریب اس میں کچھ ترمیم کرنی پڑیگی۔ حال میں اِسکے متعلق ایک مسودۂ قانون جو چند ترمیمات پر شامل ہے منظور ہوچکا۔

قانون کا دوسرا نصف حصہ اُن بے روزگار مزدوروں کے متعلق ہے جو کام کرنا چاہتے ہیں لیکن کام نہیں ملتا۔ سردست بعض ایسی صنعتوں میں جنکا تعلق تعمیر امکنہ، تعمیر جہازات اور لوہے کے فلز خام کو خالص بنانا ہے اِس قانون پر عمل ہورہا ہے اس لئے کہ اِن حرفتوں میں

بیمہ بے روزگاری

مسلسل کام نہیں ہوتا۔ کبھی کبھی مزدوروں کی دوسری انجمنوں کو بھی جنکو اس قسم کی صنعتوں سے تعلق ہو اس قانون کے زیر اثر امداد دیجاتی ہے۔ بے روزگاری کے بیمہ میں مزدور اور اُسکا آقا (اجیر) ڈھائی ڈھائی پنس اور حکومت پونے دو پنس فی ہفتہ ادا کرتی ہے بے کاری کے زمانہ میں ہرایک مزدور کا فرض ہے کہ وہ اپنے سب سے قریب کے دفتر سرمایہ بے روزگاری پر پہنچکر اپنی کتاب بے روزگاری دکھلائے اور کسی موزوں کام پانے کی استدعا کرے۔ اگر معائنہ کتاب کے بعد دفترِ مذکور مزدور کے لئے کام مہیا نکرسکے تو وہاں سے اُس کو ۷ شلنگ فی ہفتہ ملتے ہیں لیکن

مزدور کو چاہئے کہ روزانہ وہ دفتر سرمایہ بے روزگاری پر جایا کرے اور اگر فاصلہ زیادہ ہو تو اُسکو ہفتہ میں دو تین روز دفتر کو جاکر کام کے متعلق دریافت کرنا لازم ہے۔

دہلی کا پایہ تخت ہند قرار پانا ۱۹۱۱ء

دربار تاجپوشی ہند میں شریک ہونیکی غرض سے جارج پنجم اور ملکہ میری نومبر ۱۹۱۱ء میں انگلستان سے روانہ ہوئے۔ اسی دربار کے موقع پر بادشاہ نے بحیثیت قیصر ہند کلکتہ سے دہلی کو جو ہند کا قدیم پائے تخت ہے دارالحکومت کی منتقلی اور بنگالہ کی پریزیڈنسی پر ایک علٰحدہ گورنر کے تقرر کی نسبت اعلان کیا۔

دربار ہند کے بعد انگلستان کی تاریخ میں اُن پریشانیوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے جنکے متعلق ہم اپنے خیالات کا اظہار کرنا مناسب نہیں سمجھتے۔ ۱۹۱۲ء میں ایسکتھ صاحب نے

قانون ہوم رول ۱۹۱۲ء

مسودۂ قانون موقوفی مذہبِ معینہ ویلز اور ایسکوتھ صاحب نے مسودۂ قانون حکومت خود اختیاری برائے آیرستان جس کا ایک عرصہ سے انتظار تھا پیش کیا۔ ان میں کے دوسرے مسودہ کو دارالعوام نے پہلی دفعہ ۱۹۱۲ء کے موسم خزاں کے اجلاس میں اور دوسری دفعہ ۱۹۱۳ء کے اجلاس میں منظور کیا اور دونوں مرتبہ بعد منظوری وہ دارالاُمرا کو روانہ کیا گیا لیکن اُمرا نے ہر مرتبہ اس جواب کے ساتھ کہ جب تک مسودہ کے متعلق ملک کی مرضی نہ دریافت کیجائے ہم کچھ

رائے نہیں دے سکتے،، اُس کو واپس کردیا اُسکے بعد بھی دارالعوام نے بلا ترمیم تیسری دفعہ اُسکو منظور کرلیا اور اصلاح قانون پارلیمنٹ کی تکمیل کردی۔ پھر دیر کیا تھی ۱۸۔ستمبر ۱۹۱۴ء کو دارالامرا کی نامنظوری و مخالفت کے باجود مسودہ کی نسبت شاہی منظوری صادر ہوگئی۔

اسی اثنا میں صوبہ آلسٹر کے باشندوں نے جو ڈبلن کی پارلیمنٹ کے زیرِ حکومت نہیں رہنا چاہتے تھے ۲۸۔ستمبر ۱۹۱۲ء کو بمقام بیلفاسٹ آپس میں ایک حلفیہ عہد نامہ مرتب کرکے اپنے عزم بالجزم کا اظہار کردیا کہ ،، ہم ہوم رول ،، والی پارلیمنٹ کو کبھی تسلیم نہیں کرینگے۔

عہد نامہ السٹر ۲۸۔ستمبر ۱۹۱۲ء

قانون ہوم رول بننے کے چند ہی روز بعد اُس سے ایک بہت زیادہ اہم معاملہ کیجانب قوم کی قوم منہمک ہوگئی۔ دفعتہً جنگ کے بادلوں نے یورپ کے مطلع کو دھندلا دیا جس کا سبب ظاہری شہر سراجیو واقع باسینا میں آسٹریا کے ولی عہد (آرچ ڈیوک) اور اُسکی زوجہ کا قتل ہے۔ لیکن اُس کی علّت غائی جرمنوں کی دنیا کے مالک بننے کی خواہش ہے۔ گذشتہ چالیس سال سے پرشیا کا فوجی فرقہ جنگ کی تیاری میں مصروف تھا موقع ملتے ہی اہل جرمنی آسٹریا کے ساتھ ہوگئے اور نزاعات کا سلسلہ قایم کردیا جس کے سبب سے کل یورپ لڑائی پر ٹوٹ پڑا۔

۱۹۱۴ء کی جنگ عظیم

ایک طرف آسٹریا اور جرمنی اور دوسری طرف روس و فرانس میں سپاہ کی فراہمی شروع ہوئی اور جب جرمنی نے بلجیم کی غیر جانب داری توڑدی جس کے بچانے کے لئے وہ اور برطانیہ ازروئے معاہدہ پابند تھے تو برطانیہ نے بھی جرمنی کے خلاف اعلانِ جنگ کردیا۔ برطانیہ کیجانب سے فوجی امداد پہنچنے کے پہلے ہی جرمن فوجیں بلجیم میں دراٰئیں ملک کو نہایت بُری طرح غارت کرکے اور اہل ملک پر مظالم ڈھاتے ہوئے فرانس کا رخ کیا اور اگرچہ برطانوی لشکر ۱۶۔ اگست کو فرانس کے ساحل پر اُتر چکا تھا لیکن فرانس اور برطانیہ جنگ کے لئے کافی طور پر تیار نہ تھے اس سبب سے جرمن فوجوں کو بلجیم سے ہوتے ہوے آگے بڑھ آنے سے نہ روک سکے۔ لیکن اُسکے بعد ہی جاپان نے متحدین سے شرکت کرکے جرمنی سے جنگ شروع کردی جس بناپر جاپانیوں نے جرمنوں سے سنگ ٹاؤ (Tsing tau) کی بندرگاہ چھین لی اِسکے علاوہ جرمنوں کے ہاتھ سے افریقہ میں اُنکے اکثر علاقے نکل گئے ہیں۔

لڑائی کے شروع میں برطانیہ کو بہت ہی قلیل فوج ہمدست ہوی تھی چنانچہ فرانس کی مُہم پر صرف ۱۶۰۰۰۰ سپاہیوں کا لشکر روانہ کیا گیا۔ اس پر لارڈ کچنر نے قوم سے درخواست کی اور دو دن میں ۱۰۰۰۰۰ نو آموز سپاہی جمع ہو گئے پھر تو اس تعداد میں اضافہ ہونے لگا

اس کے ساتھ ہی حُبِ وطن کا طوفان اٹھا اور سلطنت کے ہر ہر گوشہ سے صدائے لبیک بلند ہوی، کینڈا، آسٹریلیا، نیوزیلینڈ، ہند اور افریقہ سے فوج پر فوج آنے لگی اور برطانوی افواج کی تعداد چار ملین ہوگئی۔

فوجی ملازمت

مگر جب لڑائی کا دایرہ وسیع ہوا اور جنگ مشرقی یورپ سے پھیلتی ہوی ایشیا میں پہنچی اور مختلف برطانوی لشکر فرانس، گیلی پولی، مصر، شام، عراق عرب، بلغاریہ اور سرویا میں مصروف کارزار تھے تو اُن ابنائے مُلک کی نسبت جو کاہل و آرام طلب تھے جبر سے کام لینے کی ضرورت پیدا ہوی۔ اس طرح پر اُن لوگوں کو جو لڑائی کے قابل ہیں اور جو مُلک کی مختلف خدمات مثلاً گولی بارود، جنگی جہازوں، ایروپلینوں کے کارخانوں میں کام اور ساحل کی حفاظت کرسکتے ہیں جمع کیا ہے عورتوں نے بھی جُرات دکھلائی اور مُلک کی مدد پر آمادہ ہوئی ہیں چنانچہ مردوں کے لڑائی پر جانے سے جو عہدے اور خدمتیں خالی ہوئی ہیں اُن پر بعض عورتیں مامور ہوکر محرروں، ریلوے کے ملازموں، آمنی بس کے چلانے والوں، گولے بارود کا کام کرنے والوں اور کسانوں کا کام انجام دے رہی ہیں اور بعض عورتیں اپنے مُلک اور مقامات کارزار میں بلامعاوضہ زخمیوں کی تیمارداری کررہی ہیں اور بہت سی برطانوی عورتیں فرانس میں بیماروں اور زخمیوں کی گاڑی ہانکتی ہیں۔ اسطرح

رفاہِ عام کی غرض سے کل برطانوی قوم ایک ہوگئی ہے اس پر بھی قوم کے بعض افراد ایسے بھی ہیں جو ذاتی عیش و آرام کو حبّ وطن پر ترجیح دیتے ہیں لیکن الحمد للہ ایسے نفوس معدودے چند ہیں۔ مادر برطانیہ کو اپنے سپوت بچّوں پر ناز کرنا چاہئے اور وہ جس قدر فخر کرے بجا ہے۔ اُسکی اولاد نے اُس دستِ مظالم کو قطع کرنے کے لئے اپنی جان و مال سے ایثار کیا ہے جو روئے زمین پر چھا جانے والا تھا۔ سب کے آخر میں اپریل ۱۹۱۷ء میں ریاست ہائے متحدہ امریکہ بھی لڑائی میں شریک ہوئیں اور اب وہ ہزاروں امریکنوں کی فوجیں متحدین افواج کے پہلو بہ پہلو دشمن سے لڑنے کے واسطے فرانس میں اتار رہی ہیں۔

اِس جنگ میں تقریباً ہر ایک ملک شریک ہوگیا ہے اور لڑائیوں کی کثرت اس قدر ہوی ہے کہ ضروری اور اہم واقعات کو بھی معرضِ تحریر میں لانا دشوار ہے۔ ناروے، سوئیڈن، ڈنمارک اور ہالینڈ صرف ایسے ملک ہیں جو ابھی تک غیر جانب دار ہیں۔ بلجیم، روس، فرانس، برطانیہ اور اُسکی نوآبادیاں، جنوبی افریقہ، جاپان، سرویا، اٹالیہ، یونان، رومانیا، پرتگال ریاست ہائے متحدہ امریکہ اور جنوبی امریکہ کی مخصوص قومیں حتی کہ ملکِ چین آپس میں متحد ہوکر جرمنی، آسٹریا، ترکی اور بلغاریہ کی شقاوت وقساوت اور ظلم وجور کا مقابلہ کر رہی ہیں۔

ابتدا میں چند اہم لڑائیاں مغربی خطۂ کارزار پر واقع ہوئیں بلجیم کے شہروں اور آبادی کا قلع و قمع کر کے

شکست مانس سنہ ۱۹۱۴ء

جرمنی نے اُس ملک میں سے فرانس پہنچنے کے لئے اپنا راستہ نکال لیا اور حصولِ مقصد کے واسطے جرمنوں نے لوویاں کی یونیورسٹی جلادی اور وہ درد ناک مظالم ڈھاتے ہوے فرانس کی طرف بڑھ رہے تھے کہ بمقام مانس انھیں برطانیوں سے اور شارلی رُوا پر فرانسیسیوں سے مقابلہ کرنا پڑا (۲۳-اگست سنہ ۱۹۱۴ء)۔ چونکہ جرمنوں کا لشکر تعداد اور قوت میں برطانوی اور فرانسیسی افواج سے بہت زیادہ تھا اسلئے پہلے لشکر نے دوسرے دو لشکروں کو پیچھے ہٹا کر فرانس کی طرف بڑھنا شروع کیا یہانتک کہ ۵ ستمبر کو اسکے اور پیرس کے درمیان چند میل کا فاصلہ باقی رہگیا تھا۔

اسکے بعد ہی لڑائی نے پلٹا کھایا اور متحدین نے

مارن اور این کی لڑائیاں سنہ ۱۹۱۴ء

جارحانہ کارروائی شروع کر دی۔ مارن اور این کی لڑائیوں میں جرمن پسپا ہوکر اپنی خندقوں میں مراجعت کر گئے جس کے سبب سے تین سال تک مسلسل خندقوں کی جنگ جاری رہی اِپی پر (Ypres) کی پہلی اور دوسری لڑائیوں (سنہ ۱۴-۱۹۱۶ء) میں اُس کا قدیم و خوبصورت شہر مٹی کا تودہ بن گیا۔ اسکی دوسری لڑائی میں جرمنوں نے پہلے پہل کثرت سے

تنفس بند کرنے والے گیس کے گولے متحدین کی سپاہ پر پھینک کر خصوصاً کینڈا کی فوج کو شدید نقصان پہنچایا تھا۔

جنگ سوم میں جو جولائی سے شروع ہو کر دسمبر سنہ ۱۹۱۶ء میں ختم ہوی برطانیوں نے پہلی دفعہ اپنے مشہور "ٹینکس" (Tanks) کا استعمال کر کے جرمنوں کے

دورۂ سوم پر ٹینکس کا قایم کیا جانا سنہ ۱۹۱۶ء

تار کے استحکامات اور بھاری بھاری توپوں کو چڑھانے کے زمین دوز پشتے مسمار اور کلدار توپوں سے انکے مورچے برباد کر دئے اِس خونخوار لڑائی میں متحدین کی کامل قوت اور جنگ کو فتح کرنیکی قدرت کا پہلی مرتبہ اظہار ہوا۔ اسی اثنا میں فرانسیسیوں نے اس کمال و دانائی سے وردن کو سنہ ۱۹۱۶ء میں دشمنوں سے بچایا کہ وہ اُسی مقام پر پھنسے رہے اور پیرس کے لئے راہ نہ پیدا کر سکے۔

ان لڑائیوں کا دایرہ صرف زمین اور سمندر کی سطح تک محدود نہیں رہا بلکہ ہوا میں اور سطح آب کے نیچے بھی گھمسان کی لڑائیاں ہوئی ہیں۔ جب جرمن بحریہ

بحری اور ہوائی لڑائیاں

کو سمندر میں چند مقامات پر خصوصاً جزایر فاک لینڈ کے قریب سنہ ۱۹۱۴ء میں اور بمقام جٹ لینڈ سنہ ۱۹۱۶ء میں برطانیوں کے ہاتھ سے شکست فاش ہوی اور برطانیہ کے جنگی جہازوں کا کھلی لڑائی میں خاتمہ کرنا دشوار ہوا تو اُس نے تہ آب کشتیوں کا ایک کثیر

بیڑا تیار کیا۔ فروری ۱۹۱۵ء میں جرمنوں نے جزایر برطانیہ کے اطراف ایک "حلقہ خطرہ" قرار دیدیا اور ۱۵۔ مارچ سنہ مذکور کو حکومت برطانیہ نے کل جرمن بحری تجارت کے محاصرہ کا اعلان کرکے اُسکا جواب دیا۔ لیکن جرمنوں نے حرب و ضرب کے حدود سے نکل کر جہالت اختیار کی اور غیر متخاصمین قوموں کے مال تجارت اور مسافروں کے جہازوں کو ٹارپیڈو سے اڑانا شروع کردیا حتیٰ کہ مجروحین کے جہازوں تک کو وہ غرق آب کر رہے ہیں خصوصاً لوسی ٹانیا کے ۷۔ مئی ۱۹۱۵ء کے غرق آب ہونے سے تو دنیا کی قوموں میں سنسنی پیدا ہوگئی اور جرمنوں کی وحشیانہ حرکات نے اُنکی رگوں میں انسانی ہمدردی کے خون کو دوڑا دیا۔ اس پر بھی اُس تاریخ سے اب تک غیر مبارز اقوام کے جہازوں کو بھی جرمن برابر غرق کر رہے ہیں۔

ہوا میں تو اس جنگ نے اور بھی مُہلک صورت اختیار کی ہے اور ہوائی میدان کارزار کے آلات حرب میں سب سے زیادہ کامیابی ایروپلین نے حاصل کی ہے ہوائی کرہ میں بھی جرمنوں نے غیر مبارز لوگوں پر حملے کئے ہیں اور وہ انگریز جو اپنے وطن میں رہے اور جرمنوں کے مقابلہ کو ملک کے باہر نہیں گئے زپلینوں اور ایروپلینوں کی گولہ باری سے جان و مال کا سخت نقصان

اٹھا رہے ہیں خصوصاً لندن پر اُن آلات حرب نے سخت آفت برپا کردی تھی جسکی وجہ سے برطانوی حکومت کو بمقتضائے فنون جنگ جہاں جہاں ضرورت ہوی جرمن شہروں پر بمب کے گولے برساکر انتقام لینا پڑا۔

یورپ کے سوائے دوسرے مُلکوں میں انگریزوں کو سخت معرکے کرنے پڑے اِس جنگ سے جرمنی کا اصلی مقصد مشرق اور ہند کی تجارت پر اثر ڈالنا تھا اس بنا پر

محاربات مشرق

اُس نے ترکوں کو (۱۹۱۴ء میں) اور بلغاریوں کو (۱۹۱۵ء میں) برطانیہ کے خلاف مشتعل کرکے اپنی طرفداری میں جنگ پر آمادہ کرلیا۔ اُس زمانہ سے مصر، صحرائے عرب، شام (جسکا ایک بہت بڑا حصہ فتح ہوگیا ہے) اور عراق عرب میں برطانوی فوجیں ترکوں سے آمادۂ جنگ ہیں اور سب سے آخری صوبہ میں بغداد کے فتح ہونے سے جرمنوں کا مشہور بغداد ریلوے کے ساتھ ساتھ آگے بڑھنا رک گیا ہے۔

۱۹۱۵ء میں برطانیہ نے ایک کثیر لشکر اور جنگی جہازات ترکوں سے لڑکر درۂ دانیال میں بجبر داخل ہونے اور قسطنطنیہ پر حملہ کرنیکی غرض سے روانہ کئے لیکن اس مُہم کو ناکامی ہوی اور برطانوی فوجیں (دسمبر ۱۹۱۵ء میں) سالونیکا پلٹ آئیں اور یہاں فرانسیسیوں کے ساتھ آگے بڑھنے سے بلغاریوں کو روکتی رہیں اور بدقسمت اہل سرویا

کی مدد کرنے میں جنکو ترک مستاصل کر رہے ہیں بے سود کوشش کی۔

ایک دوسری اور بالکل جداگانہ جنگ جنوبی افریقہ میں ہو رہی ہے انگریز اور بوئروں نے ملکر جرمنوں کو اُنکے کل مقبوضات سے خارج کیا اور انکی ایسی گت بنائی ہے کہ اُن مقامات کو جرمنوں کا دوبارہ فتح کرنا ممکن نہیں۔

روس اور ایطالیہ

ہرچند انگریزوں کو روس کی امداد و شرکت پر بڑے توقعات تھے اور اگرچہ روسی افواج کو ابتدأ بڑی بڑی فتوحات نصیب ہوئیں لیکن ۱۹۱۷ء میں انھیں جرمن سپاہ نے بُری طرح پسپا کیا اور اُسکے ساتھی پٹروغراد میں انقلاب حکومت شروع ہوگیا، زار نے سلطنت سے کنارہ کشی اختیار کی اور حکومت انتہا درجہ کے اشتراکیوں کے ہاتھوں میں چلی گئی ہے۔ حکومت کا بدلنا تھا کہ اشتراکیوں نے جرمنی سے صلح کرلی اور اب وہ بالکل اُس کے اختیار میں آگئے ہیں لیکن اس پر بھی پہلے کی سی حکومت قائم ہونے کے آثار پائے جاتے ہیں ایطالیہ نے ۱۹۱۵ء میں متحدین سے شرکت کی اور اب تک لڑائی میں کامیاب رہا ہے لیکن جرمن فوجیں جو روسی انقلاب کے سبب سے روسی خط کارزار سے فارغ ہوئیں اب آسٹریا والوں کی مدد کر رہی ہیں جسکی بدولت آسٹروی سپاہ اطالوی خط مدافعت کو توڑ کر وینس سے چند میل کے

فاصلے پر پہنچ گئی ہے اور جرمنوں کے سیلاب فوج کو روکنے کے لئے متحدین اپنے لشکروں کو ایطالیہ روانہ کر رہے ہیں جنکی امداد سے اُسے ۱۹۱۸ء میں آسٹریا پہ ایک شاندار فتح حاصل ہوی ہے اور امید قوی ہے کہ ایطالیہ آسٹروی حملہ کو ضرور پسپا کریگا۔

جنگ شروع ہوکر یہ چوتھا سال ہے مگر خوشی کا مقام ہے کہ برطانوی سپاہ پست ہمت نہیں ہے وہی پہلی امنگ ہے اور اُسکے قلوب فتح کی امید سے لبریز ہیں۔اِندنوں جبکہ ہم اس جنگ عظیم کے مختصر واقعات حوالہ قلم کر رہے ہیں جرمن فوجیں برطانوی اور فرانسیسی لشکروں کی سد کو توڑ کر پیرس پر دھاوا کرنیکی کوشش کررہی ہیں

مغرب میں جرمنوں کی جارحانہ کارروائی ۱۹۱۸ء

اور چاہتی ہیں کہ برطانوی سپاہ اور فرانسیسیوں کے درمیان خود حائل ہو جائیں لیکن کچھ دنوں قبل (جولائی ۱۹۱۸ء میں) فرانسیسی اور امریکن افواج نے سوآسن کے جنوب میں انھیں شکست دیکر بھگا دیا اور شمالی خطِ کارزار پر برطانیہ اور بلجیم کی فوجیں نہایت جرأت وہمت اور استقلال و جوش سے قدم جمائے ہوے ہیں۔

کیا اُن انگریزوں سے جو میدان جنگ میں نہیں بلکہ اپنے وطن میں ہیں حکومت کی مدد نہیں ہوسکتی؟ ہمارا جواب ہے کہ بے شک وہ گھر بیٹھے قوم کی ایسے

نازک وقت میں امداد کرسکتے ہیں بشرطیکہ وہ اپنی خوشی سے کسی قدر ایثار سے کام لیں۔ اگر وہ جان و مال سے اس مہلک جنگ میں حکومت کی کمک نہیں کر سکتے ہیں تو انکا فرض ہے کہ کم سے کم ضروریاتِ زندگی میں وہ کفایت شعار بنجائیں، غذا اور تاپنے کی آگ کا بےموقع صرف نہ ہونے دیں اور بہت احتیاط سے اُن چیزوں کا استعمال کریں اسلئے کہ ان چیزوں کی برطانوی سپاہیوں اور ملاحوں کو مقاماتِ حرب میں بڑی ضرورت ہے اگر برطانیہ میں ضروریات زندگی کا صرف زیادہ ہوا تو حکومت میدانِ کارزار کے فدائیان قوم کو یہ اشیاء کس طرح پہنچا سکتی ہے خصوصاً ایسے نازک وقت میں جبکہ مال تجارت کے جہازات اگرچہ وہ غیر مبارز اقوام کے ہی کیوں نہوں شدت سے یوکشتیوں کے طفیل سمندر کی نذر ہورہے ہیں۔ یہ ہماری استدعا قوم کے خوشحال افراد سے تھی لیکن ہم اب برطانیہ کے مزدور پیشہ لوگوں سے درخواست کرتے ہیں کہ اُنکے دلوں میں حُبِّ وطن کا دریا کیوں موج زن نہیں ہوتا۔ افسوس ہے کہ وہ ایسے بیم ورجا کے زمانہ میں اپنی اُجرت کے بڑھانے کی دھن میں لگے ہیں۔ اُنکی ہر ایک ہڑتال سے جنگ کو طول اور برطانوی سپاہی و ملاحوں کے بیم جان میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ اسپر بھی ہم اِس امر کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اہل برطانیہ دوسروں سے ایثار کا سبق لے رہے ہیں روزانہ بیسیوں

ثبوت اس بات کے مل رہے ہیں کہ برطانوی قوم کو جنگ کے فتح یاب کرنے کی بیحد فکر ہے اور وہ اس طرح حرب کرنا چاہتی ہے کہ صفحۂ ہستی پر اُسکا نام رہ جائے، قوم کے بچے اور اُنکی نسلیں موجودہ اہل برطانیہ سے بہتر حالت میں اور زیادہ امن کے ساتھ زندگی بسر کریں۔

تمت

فہرست

اسمائے اشخاص و مقامات وغیرہ

متذکرۂ تاریخ انگلستان مولفہ بکلے جنکا تلفظ اُردو میں دکھلانا مناسب معلوم ہوا

بلحاظ حروف تہجی انگریزی

رسم الخط انگریزی	تلفظ بخط اُردو
A	
Aginoourt	(انگریزی) اِجن کورٹ (فرانسیسی) آژن کور
Alphege	اَلفیج
Amiens	(انگریزی) ایمی آنز (فرانسیسی) آمیان
Anne of Cleves	این شہزادی کلیوز۔
Aquitaine	اِک وی ٹین۔
Asser (R.)	ایسّر
Augustine	آگسٹاین۔
B	
Badaios	باداہوتھ۔

Bastwick	بیسٹ وک
Bayeux	بیو۔
Bedford	بیڈفرڈ۔
Belsome	بیل سم۔
Berkshire	برک شئر۔
Blois	بلوا۔
Borodino	بارادنو۔
Borough	برّو۔
Boulogne	بلوُن
Bretwalda	بریٹ والڈا۔
Bridgewater	برج واٹر
Bristol	برسٹل۔
Brithnoth	برتھ ناتھ (نوتھ)
Brittany	برے ٹانی۔
Brunswick	برنزوک۔
Brussels	برسلز۔
Buchan	بکین۔
Buenos Aires	بیونے نس آئی ریس
Burke	برک۔
Burton	برٹن۔
Byng	بنگ

C

Caedmon	کیڈمن -
Cant-wara-byrig or	کینٹ وارا برگ -
Kentmensborough	یا کینٹ مینس برو -
Caractacus	کیریک ٹیکس -
Cardigon	کارڈی گن -
Carrick	کیرک -
Celt	سیلٹ -
Chantery	چینٹری -
Chepstow	چیپ اسٹو -
Chichester	چیچسٹر
Churchill	چرچل -
Cissancester	سسن سیسٹر -
Cnut	نٹ -
Cadwallen	کیڈوالن -
Connaught	کان ناٹ -
Conrad	کان رڈ -
Constance	کان اسٹنس
Corunna	کارونا -
Cowton Moor	کاؤٹن مور -
Cromlech	کرام لیک

D

Danegold	ڈین گیلڈ
Darnley	ڈارن لی
David Leslie	ڈیوڈ لیزلی -
Deira	ڈیرا -
Devon	ڈیون
Digges	ڈگز -
Dublin	ڈبلن

E

Earl Thurkill	ارل تھرکل
Edgehill	ایج ہل
Edwin	ایڈون
Egbert	اگبرٹ
Elbe (R.)	ایلب
Eleanor	ایلی نار
Elfrith	ایل فرتھ -
Elgin	ایل گن -
Ely	ای لی -
Ethelfled	ایتھل فلیڈ
Ethelwulf	ایتھل ولف
Exeter	اکسے ٹر

F

Flanders	فلینڈرز
Friar Tuck	فرائر ٹک

G

Gascony	گیس کنی
Geoffrey	جفری ۔
Ghent	گینٹ (فرانسیسی) گان ۔
Gloucester	گلاسٹر
Godolphin	گاڈالفن ۔
Godwin	گاڈون ۔
Guiana	گی آنا ۔
Gunhild	گن ہلڈ ۔

H

Harfleur	آرفلوار
Harold	ہیرلڈ
Hartha Canut	ہارتا کنٹ ۔
Haselrig	ہیسل رگ
Hastings	ہیسٹنگز ۔
Henry Fits Alwyn	ہنری فٹس آل ون ۔
Holles	ہولز
Hugh Mackay	ہیو میکے

I	
Ida	آئی ڈا ۔
Idwal	اِڈوال ۔
Inverness	اِن ورنیس
J	
James Van Arteveldo	جیمز وان آرٹے ویلٹ ۔
Jarrow	جیرو ۔
Jeanne Darc	شان ڈی آرک ۔
Jesuit	جے زوُاِٹ ۔
John Felton	جان فیلٹن ۔
John Pym	جان پِم ۔
Josiah wedge wood	جوسیا وِج وُڈ ۔
Jutes	جوٹ (قوم جوُٹ)
K	
Kenneth	کے نِتھ
L	
La Rochelle	لاروشل
Lanfranc	لین فرانک ۔
Leinster	لین اِسٹر
Leof	لی آف ۔
Leslie, Alice	لیزلی ایلس

Limerick	لمرک ۔
Limoges	لی موژ ۔
Lincoln	لین کن
Liverpool	لورپول
Longchamp	لانگ شیمپ (درانپا)
Lothian	لوتھی ان ۔

M

Madrid	میڈرِڈ
Maldon	مال ڈن
Manchester	مینچسٹر ۔
Matilda	میٹلڈا ۔
Meulan	میولان ۔
Milton	ملٹن ۔
Montague	مان ٹیگو ۔

N

Neville Cross	نوویل کراس ۔
Newark	نیوآرک
Norfolk	نارفک ۔
Norwich	ناریچ ۔

O

Odo	اوڈو ۔

Raleigh (Ralegh)	رالی (راسلے)
Ralph Flambard	ریلف فلیمبرڈ
Reynolds	رینالز (رین الڈز)
Rhine (R.)	رھائن -
Ridolfi	رِڈالفی -
Robin Hood	رابن ہڈ -
Rolf	رالف -
Roven	رُوان -

S

Salamanca	سلامنکا -
Salisbury	سالزبری
Sandwich	سینڈوچ
Seine (R.)	سین -
Shrewsbury	شروزبری
Sir Christopher Wren	سرکرسٹوفررین
Sir Henry Vane	سرہنری وین -
Somerset	سمرسیٹ
Southey	سودی (سدی)
Swegen	سُویگن -
Sweyn	سُوین
Swineshead Abbey	خانقاہ سوائنزہیڈ

T

Teignmouth	ٹین مَتھ ۔
Thetford	تھیٹ فَرڈ ۔
Tostig	ٹاس ٹِگ
Tower Hill	ٹاؤر ہل ۔
Tyrconnel	ٹرکانل ۔

U

Utrecht	یوٹریکٹ

V

Verulam, Lord	لارڈ ویرُولَم ۔

W

Waltheof	وال تھیاف ۔
Warwick	وارِوک
Wat Tyler	واٹ ٹائلر ۔
Wedmore	ویڈمُور ۔
Wellesley	ویلزلی ۔
Wells	ویلز
Wentworth	وینٹ وَرتھ
Weser (R.	وسے زر
Wigmore	وِگ مُور ۔
Wiltshire	وِلٹ شَر

تمت

فہرست اصطلاحات

تاریخ انگلستان برائے میٹریکولیشن

A

Abdication	ترک سلطنت
Abbot	رئیس رہبان
Absolute	مطلق العنان
Act of Security	قانون طمانیت
Active conformity	مطابقت عملی
Adjournment	التوا باختیار خود
Administrative County	حکومتی ضلع
Administration	نظم ونسق
Administration of Justice	دادرسی۔ عدل گستری
Adoration	پرستش
Affirmation	اقرار (صالح)
Aid	امداد رقمی۔ اعانت رقمی
Alderman	شریک میر بلد
Aldermen	شرکاء میر بلد

Aliens Act	قانون اجانب
Allegiance	وفاشعاری
Altar	قربان گاہ
Anglican Church	مقررہ مذہب انگلستان
Anglo-Saxon	سیکسن انگریز
Amendment	ترمیم
Appropriation of supplies	تخصیص رقوم
Arbitration	ثالثی
Anarchy	عدم حکومت (نراج)
Archbishop	صدر اسقف
Archdeacon	صدر شماس
Army air ships	فوجی ہوائی جہازات
Army and discipline Act	قانون تربیت وضابطہ فوج
Assault and battery	حملہ اور زدوکوب
Assize	فرمان۔قانون۔نام تحقیقات۔جوری۔
Assize of Arms	قانون اسلحہ
Act (or Bill) of attainder	مخصوص قانون تعزیری
Attorney General.	صدر وکیل سرکار

B

Ballot	قرعہ اندازی۔مخفی طریقہ کا ووٹ
Ballot Act	قانون قرعہ اندازی

Bankrupt	دیوالیہ
Law of Bankruptcy	قانون دیوالہ
Barony by tenure	بیرنی از روئے عطیہ ارضی
Barony by writ	بیرنی از روئے شقہ (طلبنامہ)
Benefit societies	انجمنہائے امداد
Benefit of Clergy	مراعات کنیسہ
Benevolence	قرضہ جبریہ - نذر
Bill	مسودۂ قانون
Bishop	اسقف
Board	مجلس - محکمہ
Board of Exchequer	مجلس مالیہ
Board of Works	محکمۂ تعمیرات
Book land	اراضی شخصی - زمین سندی
Borough	شہر
Bye-laws.	قانون مقامی (موضع)
Bretwalda	حاکم برطانیہ
Burial	تجہیز و تکفین

C

Cabal	جماعت سازشی
Cabinet-closet	خلوت - چھوٹا کمرہ
Cabinet System	نظام کیبنٹ

Cablogram	بحری تار برقی
Cannons	مجلس اسقف
Cannon law	قانون کلیسائی - قانون مذہبی
Canvassing	جستجوئے رائے - استمداد
Cause of action	باربردگی مال
Carrior of goods	کنیسۂ اسقف - اسقف کا گرجا
Cathedral	بنائے دعویٰ
Calibacy	تجرد
Censorship of the press	نظارت مطابع
Central Government	حکومت مرکزی - صدر حکومت
Chamberlain	تشریفاتی - بادسالار - منتظم بارگاہ -
Character	عادات و اطوار
Charter	سند شاہی
Chartered town	شہر سند یافتہ
Civil Officers	افسران قانونی
Civil registration	اندراج قانونی
Civil & Criminal causes	مقدمات دیوانی و فوجداری
Coal Mines Act	قانون معادن زغال
Confederacy	حکومت اجتماعی
Conservative	قدامت پسند
Conservator of peace	محافظ امن

Constable	سپہیل قصر شاہی - قلعہ دار
Constituency	حلقہ انتخاب
Constitution	دستور
Constitutional	دستوری
Conventicle	مجمع مصلیاں
Conviction of an offence	اثبات جرم
Convocation	صدر مجلس انتظامی اہل کنیسہ
Co-operation	اتحاد - اتفاق
Copy hold	نقل داری
Copyholder	نقل دار
Coroner	مفتش اسباب ہلاکت
Corporate body	جماعت سند یافتہ - شخصیہ والی جماعت
Corporation	شخصیہ
Corporate town	شخصیہ والا شہر
Council of state	مجلس حل و عقد - مجلس نظمیہ
County	ضلع
County Palatine	ضلع خود مختار
Court of Assize	عدالت اسایز
Criminal Appeal Act	قانون مرافعہ مقدمات فوجداری
Cross Classification	تقسیم متداخل
Court of Exchequer	عدالت مال

Court of the Common Pleas	عدالت دیوانی
Curia Regis	عدالت شاہی
Chartism	خیالات فرقۂ چارٹسٹ
Chartists	فرقۂ چارٹسٹ ۔ طالبان (سند) منشور
Chivalry	فتوت و مروت (فروسیت)
Church	کلیسا ۔ مذہب
Church service	صلوٰۃ نصاریٰ
Churchrate	محصول کلیسائی
Church Wardens	ناظران کلیسا
Civil Government	حکومت منظم
Civil List	جیب خرچ شاہی ۔ فہرست عہدہ داران علاقہ دیوانی
Clergyman	پادری
Coalition Ministry	وزارت متفقہ
Customary law	قانون رسمی
Code of laws.	مجموعہ قوانین منضبط
Colonial office	محکمہ نوآبادیات
Commendation	رسم جوار
Commission	اختیار ۔ حکم ۔ پروانہ تقرر ۔ نیابت ۔ مجلس
Commissioner	نائب ۔ قائم مقام
Composite constitution	دستور مرکب
Common land	اراضی شاملاتی

Common Law	قانون غیر موضوعہ
Common Pleas	مقدمات یا نالشات دیوانی
Common prayer book	عام کتاب صلوٰۃ
Commons.	چراگاہ عام۔ چراگاہ شاملاتی
Commons (The)	اراکین عوام (پارلیمنٹ انگلستان)
Common Wealth Common Wealth	(رفاہ عام) حکومت جمہوری
Communion	عشائے ربانی
Compurgation	تائید حلف
Compurgators	موئیدین حلف
Complex	مخلوط
Confideration	اجتماع
Congregation	کلیسا۔ مجمع مصلیان۔ فرقہ مذہبی
Consecration	تقدیس
County	ضلع
County Council	مجلس ضلع
Coupd'e tat	واقعہ فاجعہ

D

Death Duties	رسوم فوتی
Deacon	شماس
Dead letter	قانون منسوخ العمل
Declaration of Indulgence	اعلان مراعات

Declaration of Rights	اعلان حقوق
Delibrations	مباحث - مشاورات
Demesne Land	زمین سیر
Demesne Lands of the Crown	علاقہ صرف خاص - شاہی سیر
Democracy	حکومت جمہوری
Democrat	حامی حکومت جمہوری
Democratic	جمہوری
Degree (of a University)	
Despatch	مراسلت سرکاری - نامہ و پیام
Diocese	ضلع اسقف یا صدر اسقف
Dictum	آئین
Direct taxation	محصول بلاواسطہ
Disability	عدم قابلیت
Disendowment	ازالہ وقف
Disestablishment	موقوفی
Dispensing Power	اختیار استثناء
Dissolution	برخاست (پارلیمنٹ)
Distraint of Knighthood	فوجی زمینداری کی قرقی
Distribution of seats	تقسیم نائبین
Districts	اضلاع
Divine Right	نیابت الٰہی

Division List	فہرست موافقین ومخالفین تحریک
Doctrine of tenure	مسئلہ (حقیت) وعطائے اراضی
Doctrine of Transubstantiation	مسئلہ استحالہ
Domesday Book.	کتاب بندوبست

E

Ecoliciastical order	امن مذہبی
Ealdorman	نائب شاہ۔ صوبہ دار۔ گورنر
Elastic	ممکن التاویل
Election	انتخاب
Elective	منتخب
Elective right or title	حق انتخاب
Elective Franchise-Franchise	حق رائے نسبت انتخاب
Elector	انتخاب کنندہ۔ منتخب
Electorate	حلقہ انتخاب کنندگاں
Elementary education	تعلیم ابتدائی
Entail	عطیہ مشروط۔ عطیہ منقطع
Entente Cordiale	اتحاد قلبی
Episcopal Government	حکومت اسقفی
Escheat	استرداد۔ بازگشت۔ حق بازگشت۔ حق استرداد
Estate for life	حق یا جائداد حین حیات
Exclusive laws	قوانین محرومیت۔ قوانین اخراج وحرمان

Excommunication	اخراج مذہبی
Executive Government	حکومت عاملانہ
Ex-officio Oath	حلف منصب
Extreme republican	انتہائی جمہوریت پسند
Extortion.	حصول بالجبر

F

Fee=Court fee	رسوم عدالت
Fair criticism	اعتراض جائز
Fanaticism	تعصب شدید
Fanaticism (religious)	جنون مذہبی
Father-land	وطن آبائی
Fealty	اطاعت
Fee	جاگیر۔ زمینداری۔ زمین معافی
Fee Simple	ملک یا عطائے مطلق
Fee tail	ملک یا عطائے مشروط و منقطع
Feelings	جذبات۔ خیالات
Felon	مجرم سنگین
Felony	جرم سنگین
Fellow of a college	طالب علم وظیفہ یاب امتیازی
Federation	اتفاق حیثیت
Federal State	دولت متفقہ

Fellowship	وظیفہ امتیازی
Feudal dependant	جاگیردار ماتحت
Feudal incidents	رسوم جاگیری
Feudalism	خیالات نظام جاگیری
Feudal lord	رئیس جاگیردار
Feudal Revenue	محاصل جاگیری
Feudal System	نظام جاگیری
Fine	پیشکش - نذرانہ - جرمانہ
First Lord of the Admiralty	وزیر بحریہ
First Lord of the Treasury	وزیر خزانہ
Flexible	ترمیم پذیر
Folkland	زمین جمہوری
Foreign Despatches	مراسلات خارجہ
Finance	مالیہ
Foreign office	محکمہ خارجہ
Forfeiture	ضبطی
Franchise	حق رائے دہی - رائے (ووٹ) دینے کا حق
Free Gift	ہبہ یا انعام بلا شرط
Free hold	زمینداری - زمین معافی - ملک مطلق
Free holder	جاگیردار - زمیندار - مالک مطلق
French Reign of Terror	آشوب فرانس

سرمایہ	Fund.

G

کشتی کھینے والے غلام	Galley Slaves
طلبنامہ عام	General Summons
اولیائے مفلسین	Guardians of the poor
مدرسہ ادب قدیم یونانی و لاطینی	Grammar School
نیک گمانی - خیر خواہی - مقبولیت عامہ	Good will
سند اعظم حریت	Great Charter of liberties
مجلس عظمیٰ	Great Council (The)
عمائدین - اعلیٰ حکام سلطنت	Great officers of the state

H

قانون لزوم تحقیقات محبوس	Habeas Corpus Act
قریہ - کھیڑا	Hamlet
بندر - بندرگاہ	Harbour
بیمہ صحت	Health Insurance
رسالہ زرہ پوش	Heavy Cavalry
حکومت سبعہ - حکومت ہفت سلاطین	Heptarchy
زندقہ - الحاد	Heresy
زندیق - ملحد	Heretic
بغاوت خلاف بادشاہ وغیرہ	High Treason
وابستگی	Homage

Home office	محکمہ داخلہ
Householder's franchise	حق رائے مستکر
House of Commons	بیت العوام
House of Lords	بیت الامرا
Houses of Parliament	بیوت پارلیمنٹ
Hundred	تعلقہ۔ حصہ ضلع
Hundred Years War	جنگ صد سالہ

I

Illuminated books.	کتب مطلا و باتصویر
Immunity	بریت۔ استحقاق۔ معافی
Impeachment	مواخذہ
Imperial Expenditure	مصارف سلطنت۔ مصارف ملکی
Incest	تزویج محرمات
Income tax	محصول آمدنی
Incorporation	عطائے شخصیہ
India office	محکمۂ وزیر ہند
Indictment	الزام تحریری مصدقۂ جوری کلاں۔ چالان
Indirect taxation	محصول بالواسطہ
Informal	بے ضابطہ۔ غیر رسمی۔ سادہ
Innate rights	حقوق فطرتی
Inquest	تفتیش

International Exhibition	نمائش بین الاقوامی
Ireland	آیرستان
Irish.	آیرستانی
Institutions	ادارات قوانین ۔ آئین ۔
Instrument of Government	دستاویز حکومت ۔ آلۂ حکمرانی
Interdict	حکم امتناعی پوپ
Interest	حق نسبت جائداد غیر منقولہ
Investiture	رسم تشریف ۔ تقرر اسقف منجانب پوپ

J

Jacobites (L. Jacobus and Fr. James)	طرفداران جیمس دوم
Jesuits	فرقہ یعقوبی
Judge	قاضی
Jurisdiction	اختیارات عدالت ۔ سماعت مقدمات ۔ حدود اراضی عدالت
Justice of the Peace	اعزازی ناظم فوجداری
Justiciar	صدر اعظم

K

King can do no wrong	بادشاہ سے کوئی جرم سرزد نہیں ہو سکتا
King is the fountain of Justice	بادشاہ منبع انصاف ہے
King in Council	بادشاہ باجلاس کونسل
King in Parliament	بادشاہ باجلاس پارلیمنٹ
Knight	مبارز

Knight-errant	مبارز آوارہ
Knighthood	زمین مبارز۔ فوجی زمینداری
Knight's fee	جاگیر مبارز
Knight Service = Tenure by Knight Service = Military tenure.	فوجی عطیہ ارضی
Knight tenure	فوجی زمینداری

L

Labour Exchanges	صرافہ جات محنت
Land Lord	زمیندار۔ مالک زمین۔ مالک خانہ مستکر
Land tax	محصول زمینی
Land System	نظام زمینداری
Land tenure	عطایائے ارضی
Law of patent	قانون اختراعات وصنائع
Law of Bankruptcy	قانون دیوالہ
Lay man	دنیوی آدمی
Lease	پٹہ
Leasehold	پٹہ ۔ پٹہ داری
Lease holder-	پٹہ دار
Legal Provisions.	شرائط قانونی
Legate	سفیر پوپ
Legislative innovations	تغیرات قانونی
Libel	ازالہ حیثیت عرفی۔ توہین تحریری

Liberal Education	تعلیم درسی و اخلاقی
Liberal party	فرقہ حامی آزادی۔ فرقہ جدت پسند
Liberal supply	فیاضانہ منظوری اخراجات۔ منظوری
Liberty of the Press	آزادی مطابع
Liege lord	رئیس یا امیر واجب الاطاعت
Licening Act (The)	قانون اجازت نامہ
Life interest	حق یا جائداد حین حیات
Light house	منارۂ بحریہ
Liturgy	طریقہ عبادت قومی۔ ادائے رسم عشائے ربانی
Local administration	حکومت مقامی
Local authority	حکومت مقامی
Local Community	حکومت مقامی
Local Government	حکومت مقامی
Local institutions	ادارات مقامی
Lords ordainers	امرائے مقنن
Lodger's franchise	حق رائے منزل گزیں۔
Lord Chamberlain	میر تشریفاتی
Lord Chancellor	ناظم عدالت ایکویٹی (نصفت)
Lord High Admiral	صدر امیر البحر
Lord High Chancellor	میر مجلس عدالت العالیہ۔ قاضی القضاۃ
Lord Lieutenant	نائب السلطنت

Lord President of the Privy Council	میر مستشار
Lord Protector	حامی سلطنت
Lord's anointed	برگزیدۂ الہ
Lords Spiritual	امرائے دینی
Lords Temporal	امرائے دنیوی
Lunatic Asylum	دارالمجانین

M

Magna Charta	سند اعظم
Manor	پرگنہ - جاگیر
Maritimeadventures	وقائع سیاحت بحری
Marriage	رسم تزویج - عقد نکاح
Marriage Act	قانون ازدواج
Marriage by civil registration	تزویج بذریعہ اندراج قانونی
Marshall	سپہ سالار
Martial law	قانون حربی
Masses of the people	عامہ خلائق
Matriculation	شرکت جامعہ
Mayor	میر بلدہ
Meadow	سبزہ زار - چراگاہ - مرغزار
Mechanics Institute	انجمن تعلیم کاریگران
Merchant shippings	جہازات تجارت - تجارتی جہاز

Middle Ages.	قرون وسطیٰ - ازمنہ وسطیٰ
Military tenure	عطیہ خدمت فوجی
Militia = National Army.	فوج ردیف - فوج قومی
Miner's Federation	انجمن وفاق مزدوران معدن
Modern England	انگلستان حالیہ
Monarchy	حکومت شخصی
Money bill	مسودہ قانون مالیہ (مسودہ معاملات مالیہ)
Money Market	صرافہ بازار زر
Mortmain	بدست مردہ
Mote	مجلس -
Motive	تحریک - غرض
Motive power	قوت محرکہ
Mouthpiece = spokesman	وکیل - نمائندہ
Municipal borough	بلدیہ والا شہر
Municipal Corporations	شخصیات بلدی بلدیات سند یافتہ
Municipal reform	اصلاح بلدیہ -
Mutiny Act	قانون تمرد
Mysticism	تصوف -

N

National assembly	مجلس قومی - مجلس ملیہ -
National administration	حکومت قومی

National Covenant (The)	عہد نامہ قومی
National purse	مداخل ملکی ـ محاصل قومی
Natural rights	حقوق فطرتی
Navigations laws	قانون ملاحی
Navy	بحریہ ـ محکمہ بحری
Neolithic age	زمانہ حجریہ جدید
Nuisances	امور باعث تکلیف ـ

O

Occasional confirmity	مطابقت اتفاقیہ
Occupier	قابض
Officers of the Royal household	افسران بیوتات شاہی
Opening of Parliament	افتتاح پارلیمنٹ
Opposition	ارکان مقابلہ فریق مقابل
Ordeal	آزمائش غیبی
Ordinance	فرمان
Overrule	بطلان یا ردفیصلہ
Overseers of the Poor	ناظران مفلسین

P

Palaeolithic age	زمانہ حجریہ قدیم
Parish Council	مجلس پیرش
Parish rural	دیہاتی پیرش

Parish Urban	شہری پیرش
Parson	پادری متولی -
Parliamentary papers	کاغذات پارلیمنٹ
Party	فرقہ
Party Chief	سردار فرقہ
Party in a Minority	فرقۂ قلیل
Party System	نظام فرقہ بندی
Party in a Majority	فرقۂ کثیر
Party Government	فرقہ بندی کی حکومت
Party having Majority in the House of Commons	بیت العوام کا برسر حکومت فرقہ یا فرقۂ کثیر
Passive obedience	اطاعت غیر مخالفانہ - اطاعت تامہ
Patent	سند ایجاد - سند حق اختراع
Law of Patents	قانون اختراعات و صنائع
Peerage Bill	مسودہ قانون امارت
Penal Statute	قانون تعزیری
Penalty	سزا - تاوان -
Pensioner	وظیفہ یاب
Peter's Pence	خراج پطرس
Petition of Rights	قانون حقوق
Place men	ملازمان شاہی - صاحبان مناصب

Pleas of the Crown	مقدمات فوجداری
Pocket borough	جیب پرکن شہر
Political institutions	ادارات سیاسی
Poor Law	قانون مفلسین
Poor Relief	امداد مفلسین
Popular assembly	مجلس ملیہ ۔ مجلس قومی
Popular Court	عدالت قومی
Preferment	معاش مذہبی ۔ منصب وعہدہ کلیسائی
Prelate	رئیس کنیسہ
Preliminaries	مقدمات صلح ۔
Prerogative of Mercy of Pardon	شاہی اختیار معافی وترحم ۔
President	میر مجلس
President of the Board of Trade	میر مجلس تجارت
President of the Board of Education	میر مجلس تعلیمات
President of the Local Government Board	میر مجلس حکومت مقامی
Prince Consort	عقد التاج
Prince of Wales	ولیعہد برطانیہ ۔
Private business	کار شخصی ۔ نج کے کام
Privileged Communications	بیانات استحقاقی
Privy Council	مستشار شاہی ۔

Priy Councillor	رکن مستشار شاہی
Procedure	ضابطہ
Proclamation	اعلان
Progressive party	فرقہ ترقی پسند
Presentment	چالان
Property qualifications	شرائط ملکی
Prorogation	التوا بحکم شاہی
Protection of Children Act	قانون حمایت اطفال
Protector (Lord)	نائب السلطنت۔ حامی سلطنت
Protectorate	حکومت زیر حمایت
Provisions	قواعد۔ شرائط
Provisions of Oxford	دستور (معاہدہ) جو بمقام آکسفورڈ مرتب ہوا۔
Proxy	نائب۔ قائم مقام
Public affairs	امور ملکی۔ مہام سلطنت
Public credit	اعتبار قومی۔ سرکاری اعتبار
Public Expenditure	مصارف ملکی۔
Public Health Act	قانون صحت عامہ
Public Interest	رفاہ عام
Public officers	عہدہ داران صیغاتی
Public opinion	رائے عامہ
Public Purse	محاصل ملکی۔

Public Spirit	رفاہ قومی
Public Trustee	امین سرکاری

Q

Qualifications for the franchise	شرائط اہلیت رائے زنی
Question of fact	امر واقعاتی
Question of Law	امر قانونی
Quinquennial Act (The)	قانون پنجسالہ

R

Ratification.	توثیق۔منظوری
Rector	متولی کلیسا
Redistribution of Seats Act	قانون تقسیم مکرر نائبین
Reform Act (The)	قانون اصلاح
Reformation (The)	اصلاح (مذہب)
Registrar-General of Birth Marriages and deaths	صدر ناظم محکمۂ ولادت و ازدواج و ممات۔
Relief	پیشکش نذرانہ
Religious fanaticism	جنون مذہبی
Rent	مالگزاری۔ زرلگان۔کرایہ
Rental of the land	آمدنی مالگزاری۔
Reporter	خبر نویس
Representation	نیابت۔ نمایندگی۔

Representative	نائب ۔ نمائندہ
Representative Government	حکومت نیابیہ
Republican	جمہوریت پسند
Responsibility	جوابدہی ۔ ذمہ داری
Restoration (The)	عود شاہی
Revenue	محاصل
Retainer	وابستہ دولت
Revenue Stamp	ٹکٹ محاصلی
Rigid	غیر ترمیم پذیر
Right to reputation	حق نیکنامی
Royal administration	نظم ونسق (یا انتظام) شاہی ۔
Royal closet	خلوت شاہی ۔
Royalist	طرفدار شاہی ۔
Rotten borough	شہر ویران وخراب ۔ شہر غیر آباد
Round Heads	سرتراشیدہ ۔ سرمنڈے ۔ طرفداران کرامویل وجمہوریت ۔
Rump (The)	تلچھٹ ۔ فضلہ ۔ تمام اراکین بقیہ شارٹ پارلیمنٹ

S

Sacramental Test	آزمائش عشائے ربانی ۔
Sanitary authorities	حکام صفائی یا حفظان صحت
Sanitation	حفظان صحت
Schism Act (The)	قانون افتراق (مذہبی)
Secondary Education	تعلیم ثانوی

See	علاقہ ماتحت اسقف یا صدر اسقف۔
Secretary of State	وزیر سلطنت
Secretary of State for Colonies	وزیر نوآبادیات۔
Secretary of State for India	وزیر ہند
Secretary of State for War.	وزیر جنگ
Self Government	حکومت خود اختیاری
Septinial Act (The)	قانون ہفت سالہ
Serf	غلام زرعی۔ غیر آزاد کسان۔
Set Speeches	پر تکلف اور مصنوعی تقریریں
Settlement Act (The)	قانون تخت وتاج
Shire	ضلع
Shipmoney	محصول بحریہ۔ زر جہاز
Shorthand	اختصار نویسی
Shorthand writer	اختصار نویس
Sicilv	صقلیہ
Simple esquires	ادنیٰ درجے کے معززین
Sinecurist	مفت باش
Simple	بسیط
Small Holdings & allotments Act	قانون اراضی وقطعات
Socialist	اشتراکی

Spiritual Cause	مقدمہ مذہبی
Speakers	مقررین
Socage tenure	عطیہ زرعی
Solemn affirmation	اقرار صالح
Sovereign	فرمانروا
Statistical Survey	بندوبست سے پیمائش عددی
Statistics	اعداد
Statute Book	کتاب قوانین موضوعہ
Statute of Premunire	قانون انتباہ
Subscription	دستخط - دستخطی تحریر
Subsidy	مخصوص اشیائے تجارتی کا محصول کروڑگیری -
Super tax	محصول بالائی
Supreme Court of Justice	عدالت العالیہ
Supreme Government	صدر حکومت
Supreme Power	حکومت اعلیٰ
Suspending power	قانون کو معطل کرنے کا اختیار - الغا

T

Taxation	اجرائے محصولات
Technical Education	تعلیم صنعت وحرفت -
Tenant-Farmer	کاشتکار یا اسامی قابض - رعیت
Tenant-framing	رعیت واری

Tenant-in-Chief.	اعلیٰ معطی لہ (جاگیردار)
Tenure	عطیہ ارضی ۔
Test Act (The)	قانونِ آزمائش
Thanes=Thegns	(ندیمان نبرد آزما۔ مصاحبان جنگی)
Territorial Forces	افواج مقامی ۔
Title-deed	دستاویز حقیت
Toleration Act (The)	قانون رواداری مذاہب
Tory	فرقہ قدامت پسند
Tory Government	حکومت فرقہ قدامت پسند
Township	موضع قصبہ
Trades disputes Act	قانون نزاعات کاریگراں
Trades Unions	اتحادات تجارتی
Traffic	مال تجارت ۔ حمل و نقل انسان و مال ۔
Trial by battle	تحقیقات بذریعۂ جنگ و جدل ۔
Trial by Ordeal	تحقیقات بذریعۂ امتحان (آب آتش)
Trinnial Act (The)	قانون سہ سالہ
Triple Entente	اتحاد ثلاثہ
Turning point	نقطہ انقلابی

U

Under-Kings	سلاطین کم مرتبہ
Unemployment Insurance	بیمہ بیروزگاری

Uniformity (Act of)	قانون یک رنگی۔
Unionist party	فرقہ اتفاق پسند
Unit of Administration	حکومت کا پہلا زینہ۔ سب سے چھوٹا رقبہ حکومت۔
Unitary Constitution	دستور انفرادی
Upstart	نو دولت

V

Vassal	وابستہ
Venue	مقام واردات
Vestry	مجلس انتظامی کلیسا
Veto	اختیار نامنظوری
Vicar	ناظر۔ نگہبان کلیسا
Vice-President	نائب میر مجلس
Villain	غلام زمینی۔ غلام زراعتی۔ کسان غیر آزاد۔
Violence	جبر و تشدد۔ دنگا فساد
Volunteer	رضا کار۔
Vote	رائے۔ رائے زنی
Vote Supply (to)	مصارف ملکی کو منظور کرنا۔

W

War Office	محکمہ جنگ
Westminster Abbey	خانقاہ ویسٹ منسٹر

See	علاقہ ماتحت اسقف یا صدر اسقف۔
Secretary of State	وزیر سلطنت
Secretary of State for Colonies	وزیر نوآبادیات۔
Secretary of State for India	وزیر ہند
Secretary of State for War.	وزیر جنگ
Self Government	حکومت خود اختیاری
Septinial Act (The)	قانون ہفت سالہ
Serf	غلام زرعی۔ غیر آزاد کسان ۔
Set Speeches	پر تکلف اور مصنوعی تقریریں
Settlement Act (The)	قانون تخت وتاج
Shire	ضلع
Shipmoney	محصول بحریہ ۔ زر جہاز
Shorthand	اختصار نویسی
Shorthand writer	اختصار نویس
Sicily	صقلیہ
Simple esquires	ادنیٰ درجے کے معززین
Sinecurist	مفت باش
Simple	بسیط
Small Holdings & allotments Act	قانون اراضی و قطعات
Socialist	اشتراکی

Spiritual Cause	مقدمہ مذہبی
Speakers	مقررین
Socage tenure	عطیہ زرعی
Solemn affirmation	اقرار صالح
Sovereign	فرمانروا
Statistical Survey	بندوبست - پیمائش عددی
Statistics	اعداد
Statute Book	کتاب قوانین موضوعہ
Statute of Premunire	قانون انتباہ
Subscription	دستخط - دستخطی تحریر
Subsidy	مخصوص اشیائے تجارتی کا محصول کرورگیری -
Super tax	محصول بالائی
Supreme Court of Justice	عدالت العالیہ
Supreme Government	صدر حکومت
Supreme Power	حکومت اعلیٰ
Suspending power	قانون کو معطل کرنے کا اختیار - اِلغا

T

Taxation	اجرائے محصولات
Technical Education	تعلیم صنعت وحرفت -
Tenant-Farmer	کاشتکار یا اسامی قابض - رعیت
Tenant-framing	رعیت واری

Tenant-in-Chief.	اعلیٰ معطی لہ (جاگیردار)
Tenure	عطیہ ارضی -
Test Act (The)	قانونِ آزمائش
Thanes = Thegns	(ندیمان نبرد آزما۔ مصاحبان جنگی)
Territorial Forces	افواج مقامی -
Title-deed	دستاویز حقیت
Toleration Act (The)	قانون رواداری مذاہب
Tory	فرقہ قدامت پسند
Tory Government	حکومت فرقہ قدامت پسند
Township	موضع قصبہ
Trades disputes Act	قانون نزاعات کاریگراں
Trades Unions	اتحادات تجارتی
Traffic	مال تجارت۔ حمل و نقل انسان و مال -
Trial by battle	تحقیقات بذریعۂ جنگ و جدل -
Trial by Ordeal	تحقیقات بذریعۂ امتحان (آب آتش)
Trinnial Act (The)	قانون سہ سالہ
Triple Entente	اتحاد ثلاثہ
Turning point	نقطۂ انقلابی

U

Under-Kings	سلاطین کم مرتبہ
Unemployment Insurance	بیمہ بیروزگاری

Uniformity (Act of)	قانون یک رنگی۔
Unionist party	فرقہ اتفاق پسند
Unit of Administration	حکومت کا پہلا زینہ سب سے چھوٹا رقبہ حکومت۔
Unitary Constitution	دستور انفرادی
Upstart	نو دولت

V

Vassal	وابستہ
Venue	مقام واردات
Vestry	مجلس انتظامی کلیسا
Veto	اختیار نامنظوری
Vicar	ناظر۔ نگہبان کلیسا
Vice-President	نائب میر مجلس
Villain	غلام زرعی۔ غلام زراعتی۔ کسان غیر آزاد۔
Violence	جبر و تشدد۔ دنگا فساد
Volunteer	رضاکار۔
Vote	رائے۔ رائے زنی
Vote Supply (to)	مصارف ملکی کو منظور کرنا۔

W

War Office	محکمہ جنگ
Westminster Abbey	خانقاہ ویسٹ منسٹر

Witans	ارکان مجلس عقلا ۔
Witenogemote	مجلس عقلا ۔
Woman's Suffrage Bill	مسودہ قانون رائے دہی اناث
Working Majority	کثرت موثرہ۔ کثرت عاملانہ۔ فرقہ کثیر۔
Workmen's Compensation Act.	قانون تاوان ملازم ومزدور

Y

Yoeman	زمیندار۔ کسان۔ سپاہی مستحفظ۔
Yeomanry	فرقہ زمینداراں ۔ احرار۔ فوج مستحفظ

Z

Zooligical garden	برکتہ الحیوانات

صحت نامہ تاریخ انگلستان

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۱۸	۱۸	ہماری اولیں آباد	ہمارے اولیں آبا
۲۵	۹	حلفی ضمانت	تائید حلف
"	۱۰	حلفی ضمانت	تائید حلف
۴۳	۱۱	آقا	آفا
۴۵	۳	سنہ ۹۰۱-۹۳۵	سنہ ۹۲۵-۹۰۱ء
۵۲	۱۵	سنہ ۹۷۵-۹۷۹ء	سنہ ۹۷۹-۹۷۵ء
۵۵	۱۲	نٹ	نوٹ
"	۱۷	نٹ سنہ ۱۰۱۶-۱۰۳۰ء	نوٹ سنہ ۱۰۳۵-۱۰۴۴ء
۹۰	۲۰	بمقام ریلی	بمقام ایلی
۹۱	۵	ہارتھانٹ	ہارتھانوٹ
۸۲	۱۹	سالسری	سالزبری
"	۲۱	اینا	اینا
۹۶	۳	قبالہ	منشور (سند)
۹۹	۳	انہیں	ان ہی
"	۴	موتان	موتوں
"	۵	بوف	بف
"	۶	"دو"	"دو"

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۹۹	۸	ہرتھ	ہارتھ
〃	۱۴و۱۵	راجر	رُوجر
۱۰۶	۱۹	تارتھیلرٹن	تارتھ الیرٹن
۱۰۷	۲۱	پورٹ اسمہ	پورٹس متھ
۱۲۳	۵	فرمانبروار	فرماں روا
۱۴۹	۲	تسلیم	تعلیم
۱۶۵	۵	شریفون	رشییرفون
۱۷۷	۹	اُن	اُون
۱۸۱	۳	کالن	کامِن
۱۸۲	۱۸	(سنہ ۱۳۱۲-۱۳۹ء)	(سنہ ۱۳۰۹-۱۳۱۲ء)
۱۸۴	۱۱	کاسکتی	گیس کنی
۱۸۷	۱	ہوے	ہوئی
۱۸۸	۱۷	وبائے مواشی	وبائے مویشی
۱۸۹	۸	سیولی ڈسپنسر	سیول ڈسپنسر
۱۹۲	۱۱	بارسکلے	برکلے
۱۹۳	۱۱	ائیس	رئیس
〃	۱۲	بینالٹ	ہینالٹ
〃	〃	فلیا	فلپا
۱۹۵	۸	جیمزوان آرسیلڈ	جیمز فان آرٹے ویلٹ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۱۹۷	۱۱	لئے ہوئے	لئے ہوئے
″	۱۶	کو کتے تھے	کتے تھے
۱۹۹	۱۸	سنہ ۱۳۶۲-۱۳۵۵ء	سنہ ۱۳۵۵-۱۳۶۰ء
۲۰۰	۱۴	شہزادہ سیاپوش	شہزادہ سیاہ پوش
۲۰۴	۲۱	پلینٹیڈ چیمبر	پینٹیڈ چیمبر (ایوان منقش)
۲۰۶	۲۱	ساتھ	ساٹھ
۲۰۸	۱۳	پیرس	پی اُرسُس
۲۱۱	۵ و ۶	آئین کلنی	قانون کُل کنی
۲۱۶	۱۷	ہای ماہری	ہائی بُرِیُ
۲۱۷	۱۷ و ۱۸	ورث ٹائیر	واٹ ٹائی لَرْ
۲۲۴	۳	کیا ہاتھ	کیا موقع ہاتھ
۲۲۵	۷	لالرڈ	لارڈ
۲۲۶	۴	ہر ایک	یہ ایک
۲۳۲/۴	۱	باب چہارم	حصہ چہارم
۲۵۵	۱۷	کرونیال	کارڈی نَل (Cardinal)
۲۸۹	۱	باب پنجم	حصۂ پنجم
۲۹۰	۱۳	یشاشت	بشاشت
۲۹۴	۱۳	سنہ ۱۴۹۶-۱۴۹۲ء	سنہ ۱۴۹۲-۱۴۹۷ء
۲۹۹	۵	واسکوڈگا ما	واسکو ڈاگاما

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۲۹۹	۶	سنہ ۱۴۹۷-۱۴۹۸ء	سنہ ۱۴۹۸-۱۴۹۷ء
۳۰۱	۳	ہنری ہشتم سیرت	ہنری ہشتم کی سیرت
۳۰۷	۷	فرڈیننڈ شاہ امیرگان	فرڈیننڈ شاہ آراگان
۳۱۱	۹	سنہ ۱۳۲۹-۱۵۳۰ء	سنہ ۱۵۳۰-۱۵۲۹ء
۳۱۳	۷	پیشوائے اعلیٰ تعلیم	پیشوا سے اعلیٰ
″	۱۸	سنہ ۱۵۳۳-۳۴ء	سنہ ۱۵۳۴-۳۳ء
۳۱۴	۱۲	کرنمیر	کرانمر
۳۱۹	۱۴	سنہ ۱۵۳۶-۱۵۳۹ء	سنہ ۱۵۳۹-۱۵۳۶ء
۳۲۱	۱۰	شمالی اور مغرب	شمال اور مغرب
۳۳۸	۳	پادری بانر	اسقف بانر
″	″	پادری گارڈمینر	اسقف گارڈنیر
۳۴۵	۹	جلایا جاتا	جلایا جانا
۳۴۹	۱۱	اعتماد علی المنفس	اعتماد علی النفس
۳۵۲	۱۱	سر ولیم مسل	سر ولیم سسل
۳۵۷	۲	سنہ ۱۵۶۲-۱۶۰۱ء	سنہ ۱۶۰۱-۱۵۶۲ء
۳۵۹	۲۰	توخیر آسایش	توفیر آسایش
۳۶۳	۹	ازیو کا قتل	ریٹاسیو کا قتل
۳۶۹	۹	شمال انگلستان بغاوت	شمال انگلستان کی بغاوت
۳۷۳	۱	تبلغی وفد	تبلیغی وفد

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۳۷۹	۱۲	کوپرنیکس اوگلیلیو	کوپرنکس اور گلیلیو
۳۸۲	۴	ہوادینل امیرٹایرونکی بنات	ہیوادیثل امیڈیاٹرون کی بغاوت
۳۸۸	۱۳	(دیکھو صفحہ)	(دیکھو صفحہ ۱۷۶)
۳۹۴	۱۲	روکروے	روکر دیجیے
۳۹۹	۵	ایلڈرمین	آلڈرمین
″	۱۴	(دیکھو صفحہ)	(دیکھو صفحہ ۳۸۳)
۴۰۶	۱۳	سنہ ۱۶۲۲-۱۶۲۱ء	سنہ ۱۶۲۱-۱۶۲۲ء
۴۰۷	۸	بیکن کا چالان	بیکن سے مواخذہ
″	۱۰و۹	نودم آرگنیم	نوَم آرگنیم
۴۰۹	۲۱	ہنرٹیا	ہن ری ٹا
۴۱۴	۳	جادہ گرنیوں	جادوگرنیوں
۴۱۶	۲	جملہ	حملہ
۴۲۱	۱۱	التمغا سند	التمغا سند
۴۳۳	۲	(دیکھو صفحہ)	(دیکھو صفحہ ۳۷۵)
۴۳۴	۱۴	(دیکھو صفحہ)	(دیکھو صفحہ ۳۵۴)
۴۳۵	۱۲	تفتاح	افتتاح
۴۳۹	۲۱	دریا	دریا
۴۴۲	۱۳	آسئے آئے	آئیے آئیے
۴۵۳	۳و۲	کرڈنیل پیرامڈ	کرڈنل پرائیڈ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۴۶۱	۸	سنہ ۱۹۴۵۔۱۹۵۰ء	سنہ ۱۹۴۵۔۱۹۵۱ء
۴۶۳	۱۸	جنگ وارسطر	جنگ وُوسٹر
۴۶۶	۱۵	حکومت کے مقاسد	حکومت کے مقاصد
۴۸۱	۶	مانک کا داخلہ	مَنک کا داخلہ
۴۸۷	۱۱	بجھ نہ سکتی	بنھ نہ سکتی
〃	۱۸	(دیکھو صفحہ)	دیکھو صفحہ ۴۲۹)
۴۹۲	۳	(دیکھو صفحہ)	(دیکھو صفحہ ۴۷۲)
۵۰۳	۱	ولندیز	ولندیزی
۵۰۴	۱۳	بڑے	بُرے
۵۲۵	۱۹	آرگل	آرگائیل
۵۳۲	۱	مزرا نے اُن لڑکیوں	نذرا نے مدرسوں کی اُن لڑکیوں
۵۳۷	۱۶	آلی اُحمی	آلی عُمی دیکھو صفحہ (۴۳۸)
۵۴۰	۵	میگڈمین	ماڈلین
۵۴۹	۴	ڈیلپنگ	ڈَینپنگ
۵۵۹	۲۱	انسکلن	اینن اِس کلین
۵۶۱	۲	(دیکھو صفحہ)	(دیکھو صفحہ ۵۰۸)
۵۶۴	۲	گسیل	گِٹن سیل
〃	۸	فخاری	افتخار
〃	۱۲	گکل	گرنٹ کیل

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۵۷۳	۱۲	(دیکھو صفحہ)	(دیکھو صفحہ ۳۱۵)
۵۷۶	۱۵	ولندیز بادشاہ	ولندیزی بادشاہ
۵۸۲	۱۶	(دیکھو نقشہ مندرجہ صفحہ)	(دیکھو نقشہ مندرجہ صفحہ ۶۱۱)
۵۹۱	۱۶	قصر ونڈسر	قصرِ وِنڈزر
۵۹۸	۱۷	(دیکھو صفحہ)	(دیکھو صفحہ ۵۶۴)
۶۰۱	۱۲	پرعلہ	پرحملہ
۶۰۸	۸	ایک ایک پینس	ایک پنی
〃	۲۱	بنیٹن	بینیٹن
۶۰۹	۵	ہیوڈ براس	ہیوڈی براس
۶۱۲	۱۵	(دیکھو صفحہ)	(دیکھو صفحہ ۵۷۸)
۶۱۶	۱۴	سنہ ۱۷۲۱- ۱۷۱۱ء	سنہ ۱۷۲۱-۱۷۱۱ء
۶۲۷	۱۷	(دیکھو صفحہ)	دیکھو صفحہ ۶۰۳)
۶۲۸	۱۶	ہارڈک	ہارڈوِک
۶۳۹	۶	(دیکھو صفحہ)	دیکھو صفحہ ۳۷۸)
۶۴۳	۶	(دیکھو نقشہ نمبر ۷ صفحہ)	(دیکھو نقشہ نمبر ۷ صفحہ ۶۸۳)
۶۵۲	۲۰	(دیکھو نقشہ نمبر ۔ صفحہ)	(دیکھو نقشہ نمبر ۷ صفحہ ۶۸۳)
۶۶۳	۱۹	سنہ ۱۷۶۷-۶۸ء	سنہ ۱۷۶۸-۶۷ء
۶۶۴	۱۵	سنہ ۱۷۵۸-۱۷۶۰ء	سنہ ۱۷۶۰-۱۷۵۸ء
۶۶۶	۲۱و۲۰	(دیکھو صفحہ)	(دیکھو صفحہ ۳۵۹)

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۶۸۵	۲	(دیکھو صفحہ)	(دیکھو صفحہ ۶۸۳)
۶۹۱	۲۰	(دیکھو صفحہ)	(دیکھو صفحہ ۲۹۲)
۷۰۸	۴	پردشیا	پرُشیا
۷۱۳	۴	(دیکھو صفحہ)	(دیکھو صفحہ ۲۹۳)
۷۲۰	۱۹	(دیکھو صفحہ)	(دیکھو صفحہ ۵۹۶)
۷۲۵	۸	سنہ ۱۸۰۴ء	سنہ ۱۸۰۵ء
”	۱۳	سرابرٹ	سررابرٹ
۷۲۸	۹	سنہ ۱۷۷۳-۱۸۰۶ء	سنہ ۱۸۰۶-۱۷۷۳ء
۷۳۱	۲	سنہ ۱۸۹۲ء	سنہ ۱۸۱۲ء
۷۳۶	۲۰	مواشی	مویشی
۷۳۷	۹	سیوڈاڈراڈرگو	سیوڈاڈراڈریگو
۷۴۷	۱۶	شارلوٹ	شارلٹ
۷۴۸	۱۲	ہوئیں	ہوئی
۷۵۱	۱۱	رایولس	رائی ڈلز
۷۵۲	۹	ایمن	ایل گن
”	۱۹	جوسایادیجوڈ	جوسیا ویج ڈڈ
۷۶۲	۱۴	ہسکن	ہسکی سن
”	۱۶	(دیکھو صفحہ)	(دیکھو صفحہ ۴۶۵)
۷۸۶	۹	سین جمیس پارک	سینٹ جیمس پارک

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۷۹۰	۷	دائی	ادائی
۷۹۵	۱۲	نیوبرزنزک	نیوبرنزوِک
۷۹۷	۸	مستثنا	مستثنیٰ
۸۰۳	۲۰	(دیکھو نقشہ نمبر ۴)	(دیکھو نقشہ نمبر ۶)
۸۰۵	۲	ڈاکٹر برائیڈ	ڈاکٹر برآئیڈن
۸۰۹	۱۵	اُمتہ	اِمتۂ
۸۱۱	۶	سب	سبب
۸۱۲	۱۷	نوآدیون	نوآبادیوں
۸۲۱	۵	سین آرناڈ	سینٹ آرناڈ
۸۴۶	۱۵	سالسبری	سالزبری
۸۸۹	۳	مسٹر آبن گنبر	مسٹر آبن گِنز
۹۱۷	۱۸	کتات	کتاب